

باسمہٖ تعالیٰ وتقدس

’انٹرنیشنل تحریکِ تحفظ وترویج اَثاثۂ علماے اہل سنت و جماعت‘

کی ایک عظیم پیش کش

رسائل محدثِ قصوری

[جلد اوّل]

-: از افادات :-

گنجینۂ علم وحکمت، سرچشمہ عُلوم معقول ومنقول، نابغۂ روزگار

امام اہلسنّت مفتی غلام دستگیر ہاشمی محدثِ قصوری رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۳۱۵ھ]

-: مرتبین :-

محمد ثاقب رضا قادری، محمد سعید صابر نعیمی ، محمد افروز قادری چریاکوٹی

ناشر: اکبر بک سیلرز، اردو بازار، لاہور

تفصیلات

نام کتاب: رسائل محدثِ قصوری{جلداوّل} [تحقیق تقدیس الوکیل ،مخرجِ عقائدنوری
تحریف قرآن کا جواب ، جوابِ اشتہارِکفریتِ درود ، عروۃ المقلدین
کشف الستور عن طواف القبور ، نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار
تحقیق صلوٰۃ الجمعہ ، جواہر مضیہ ردنیچریہ ، عمدۃ البیان فی مناقب النعمان

مصنف : محقق دوراں حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری

مرتبین : محمد ثاقب رضا قادری ، محمد سعید صابر نعیمی
محمد افروز قادری چریا کوٹی

غرض وغایت: تحفظ وترویج اَثاثۂ علمائے اہل سنت وجماعت

صفحات : سات سو چالیس(740)

اشاعت : 2014ء - ۱۴۳۵ھ

قیمت : /روپے

ناشر : اکبر بک سیلرز،اردو بازار،لاہور-پاکستان

{عرضِ ناشر}

اللہ عزوجل کے فضل بے پایاں اور اس کے پیارے حبیب نبی کریم رؤفٌ رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی نظر عنایت سے ہمیں امام اہل سنت، پیر طریقت، رہبر شریعت، حامی سنت، ماحی بدعت، فاضل جلیل، عالم نبیل، مناظر بے بدل، حضرت علامہ مفتی حاجی غلام دستگیر ہاشمی نقشبندی قادری احمدی صدیقی رضی اللہ عنہ کے رسائل کا مجموعہ شائع کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی۔اس سے قبل ہم شہنشاہ سخن، استاذ زمن، برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان حسن قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی منظوم ومنثور جملہ کاوشوں کو دو جلدوں میں شائع کرنے کا اِعزاز حاصل کر چکے ہیں۔

'تحریک اسلاف شناسی' اور 'انٹرنیشنل تحریک تحفظ اثاثۂ علمائے اہل سنت' کے ساتھ شانہ بشانہ چلتے ہوئے ہمارا اِدارہ-ان شاءاللہ- مستقبل میں اہل سنت کی دیگر جلیل القدر شخصیات کی تحقیقات کو ازسرنو شائع کرنے کا عزم مصمم رکھتا ہے۔ان کتب کی اشاعت سے ہمارے پیش نظر مسلک حقہ اہل سنت کا پرچار، کتب اسلاف کا تحفظ اور جدید نسل کو اکابر اہل سنت کی تعلیمات اور دین کے لیے اُن کی کاوشوں سے متعارف کروانا ہے۔

'رسائل محدثِ قصوری' کی یہ جلد اوّل دس نایاب رسائل پر مشتمل ہے، -ان شاء اللہ عزوجل- بہت جلد اس کی دوسری جلد مزید سات عدد نایاب رسائل پر مشتمل قارئین کرام کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کی جائے گی۔

اللہ کریم اسلاف کے اس علمی وتحقیقی ورثہ کے تحفظ کے لیے ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اورمرتبین ومعاونین کو جزاے خیر عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ۔

جنھیں حقیر سمجھ کر بھلا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

محمد اکبر قادری

۲۴مارچ ۲۰۱۴ء

شرفِ انتساب

فضیلۃ الشیخ عارِف ربانی مولانا غلام محی الدین صدیقی قصوری

معروف بہ 'دائم الحضوری' علیہ الرحمہ

......: کے نام :......

جن سے شرفِ تلمذ ونسبت اِرادت نے

مولانا غلام دستگیر قصوری کی شخصیت کو

اَسرارِ ظاہر ورموزِ باطن کا سنگم

بنا کر ہر دلعزیزی بخش دی.

طالبین دعا وکرم

مرتبین

خراجِ رفاقت

ممتاز ناقد و محقق، محسن رضویات، کُشتۂ عشقِ شاہِ جیلاں

شیخ حافظ اُسید الحق عاصم القادری البدایونی

......: کے نام :......

جن کا دستِ تعاون ہمارے لیے ایک بڑا سہارا تھا

جن کے دم سے ہماری بزمِ کمال روشن تھی

جن کے اُٹھ جانے سے گویا دورِ یتیمی

ہم پر مسلط ہو گیا ہے.

طالبینِ دعا و کرم

مرتبین

مشعل راہ

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

{دعائیہ کلمات}

مبلغ اِسلام، مصلح قوم وملت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد المبین نعمانی قادری – دامت برکاتہم العالیہ۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہٖ اجمعین

مناظر اہل سنت حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ (م ۱۳۱۵ھ) کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ مناظرۂ بہاول پور نے تو آپ کی شہرت میں اور بھی چار چاند لگا دیے ہیں۔ تیرہویں صدی کے اواخر اور چودہویں صدی ہجری کے اوائل میں آپ کا علمی غلغلہ ہندوستان کے چار دانگ میں بلند ہوا۔ آپ نے خاص طور سے اِعتقادی موضوعات پر قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ردّ نصرانیت، ردّ نیچریت، ردّ قادیانیت اور ردّ وہابیت میں آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۱۵ھ میں ہوا جب کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہے، اس طرح آپ نے اعلیٰ حضرت کے وصال سے پچیس سال پہلے وصال فرمایا اور اعلیٰ حضرت کی حیات کے تقریباً بیالیس سال پائے۔ آپ نے بریلی شریف کا بھی سفر فرمایا ہے تو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ سے ضرور ملاقات رہی ہوگی جس کی تفصیل منظر عام پر آنی چاہیے۔

آپ نے سب سے زیادہ زور غیر مقلدیت کے رد پر صرف فرمایا جو وقت کی ایک اہم ضرورت تھی، آج بھی غیر مقلدین سر اُبھار رہے ہیں اور بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں؛ اس لیے ضرورت ہے کہ آپ کی تصانیف کو منظر عام پر لایا جائے۔ اسلاف شناسی اور اکابر اُمت کی قدر دانی کا بھی تقاضا ہے کہ حضرت علامہ قصوری اور دیگر اکابر اہل سنت کی خدمات کو بھی نئی نسل سے متعارف کرایا جائے۔ اس ضمن میں 'رسائل محدثِ قصوری' کی اشاعت بڑا اہم کارنامہ ہے جو حضرت علامہ کے دس رسائل پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ اوّل ہے، مزید رسائل حصہ دوم میں شامل ہوں گے۔

اس سلسلے میں عزیزانِ گرامی مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی، مفتی محمد سعید صابر نعیمی اور محمد ثاقب رضا قادری خاص طور سے لائق تحسین ہیں جنھوں نے بڑی محنت کر کے حضرت علامہ قصوری کے رسائل کا مجموعہ تیار کیا اور شائع کرانے کی بھی تدبیر کی۔ مولیٰ عزوجل ان کی دینی خدمات کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور مزید کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہٖ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری۔ المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، اُتر پردیش، انڈیا۔

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ۔ ۳۰ / مارچ ۲۰۱۴ء

تفصیلی فہرست

ا۔ تحقیق تقدیس الوکیل

۲۔مخرج عقائد نوری

۳۔تحریف القرآن کا جواب

۴۔جواب اشتہار کفریت درود

۵۔عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین

۶۔کشف الستور عن طواف القبور

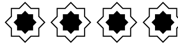
۷۔نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

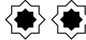
۸۔ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

۹۔جواہر مضیۃ رد نیچریۃ

علم اِجمالی:رساله جواهر مضيه رد نيچريه مع ضميمه كريمه

۱۰۔عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان







قصور شریف کا ایک یادگار سفر

جن دنوں شہنشاہِ سخن اُستاذ زمن مولانا حسن رضا خان حسنؔ فاضل بریلوی نوراللہ مرقدہ کی تصانیف کا مجموعہ بنام 'کلیات حسن' و'رسائل حسن' (دوجلدیں) ترتیب وتدوین کے اِختتامی مراحل میں تھا، محترم جناب میثم عباس رضوی صاحب نے ایک ملاقات میں امام اہل سنت مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی حنفی نقش بندی قادری مولداً لاہوری متوطناً قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتب ورسائل کا مجموعہ ترتیب دینے کی تجویز دی۔تجویز نہایت معقول تھی اور جماعت کی نظریاتی اَساس کے تحفظ و بقا کے لیے ازبس ضروری بھی، چنانچہ فقیر نے محترمی ومکرمی فاضل گرامی محقق و مدقق علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی، آپ نے بھی اس کوسراہا۔ چنانچہ رسائل وکلیات حسن کی اشاعت کے بعد ہم نے اپنی تمام تر توجہ اس طرف مبذول کی۔

اس کام کے باقاعدہ آغاز کے لیے ہم نے ارادہ کیا کہ پہلے قصور شریف قبلہ مفتی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضری دی جائے۔ چنانچہ مورخہ تین شوال ۱۴۳۳ھجری/۲۲ اگست ۲۰۱۲عیسوی کوراقم الحروف اور مفتی محمد سعید صابر نعیمی قبلہ محسن اہل سنت یادگار اسلاف حضرت علامہ مولانا قاری محمد سلیمان سیالوی دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں قصور شریف کی حاضری سے شرف یاب ہوئے۔اولاً شہر قصور کے معروف پنجابی صوفی شاعر سید عبداللہ شاہ قادری معروف بہ بابا بلھے شاہ قصوری کے مزار شریف پر حاضری دی، پھر مولانا قصوری کے مرشد و اُستاذ حضرت مولانا غلام محی الدین صدیقی قصوری دائم الحضوری کے مزار شریف پر حاضری دی، مزار کے احاطہ میں اسی صدیقی خانوادہ کی دیگر ہستیاں بھی آرام فرما ہیں جن کے اسمائے گرامی ومختصر تعارف یوں ہے:

حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی صاحب: حضرت خواجہ دائم الحضوری علیہ الرحمۃ کی قبر شریف کے ساتھ (قدمین کی طرف سے دائیں جانب) آپ کے والد گرامی کی آرام گاہ ہے۔اور بائیں جانب ایک اور قبر ہے جس کے متعلق خادم دربار کا کہنا ہے کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ عبدالمالک علیہ الرحمہ کے ہم راہ سندھ سے تشریف لائے تھے، نام معلوم نہیں مگر 'قبلہ بزرگ صاحب' سے مشہور

ہیں۔

مخدوم پنجاب حافظ غلام مرتضٰی صدیقی: آپ کی قبرشریف بھی حجرۂ مزار کے ساتھ موجود ہے۔مزیدتعارف کے لیےمقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔

پیرسید محمد متقی شاہ: خادم دربار کے بقول آپ حضرت دائم الحضوری علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں،تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے۔

حافظ عبدالمالک صدیقی: احاطۂ مزار کی دائیں جانب دیوار کے ساتھ قصور کے اس صدیقی خاندان کے جدامجد حافظ عبدالمالک صدیقی کا مزار ہے جوکہ حضرت حافظ غلام مرتضٰی صدیقی صاحب کے والدگرامی ہیں اورسندھ سے قصورآ کرآبادہوئے۔

حافظ محمد ابراہیم صدیقی: مزارشریف کے احاطہ کے باہرقبرستان میں آپ کی قبرشریف ہے۔آپ حضرت عبدالمالک صدیقی کےصاحب زادے ہیں۔مناظراہل سنت مفتی محمدعمراچھروی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

مفتی غلام دستگیرقصوری واہلیہ محترمہ: حافظ ابراہیم صدیقی صاحب کی قبرشریف سے چند قدموں کے فاصلہ پرایک مختصرسی چاردیواری ہے جس میں امام اہل سنت مفتی غلام دستگیرقصوری اور ان کی اہلیہ محترمہ(صاحب زادی حضرت دائم الحضوری) آرام فرماہیں۔

خواجہ عبدالرسول قصوری: مفتی غلام دستگیرقصوری علیہ الرحمۃ کے سرہانہ کی جانب ایک کمرے میں حضرت صاحب زادہ عبدالرسول قصوری علیہ الرحمہ کا مزارمبارک ہے۔آپ حضرت دائم الحضوری کے اکلوتے فرزندوجانشین اورمفتی غلام دستگیرقصوری علیہ الرحمۃ کے استاذ ہیں۔آپ کے قدموں کی جانب آپ کے نواسے وجانشین مفتی سید محمد شاہ قصوری مدفون ہیں اوردائیں جانب پیرسیدنذیرحسین شاہ صاحب کی قبرہے۔

مولاناسیدغلام حسین شاہ: خواجہ عبدالرسول علیہ الرحمہ کے مزارشریف سے باہردائیں جانب آپ کے داماد سیدغلام حسین شاہ صاحب(تلمیذمفتی غلام دستگیرقصوری) آرام فرماہیں۔

مولاناسیداحمدشاہ: سیدغلام حسین شاہ صاحب کی قبرشریف کے ساتھ ہی آپ کے بڑے

صاحب زادے مولانا سید احمد شاہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک ہے۔سید احمد شاہ صاحب کی قبر مبارک کے ساتھ ایک احاطہ میں اسی خانوادہ کی پاکیزہ سیرت مستورات کی قبور ہیں۔

امام اہل سنت مولانا غلام دستگیر محدث قصوری کے مزار شریف پر حاضر ہوئے، ساتھ ہی آپ کی اہلیہ محترمہ کی قبر شریف ہے، مزار بالکل سادہ ہے اوپر مختصر سی چھت ہے، سنگ مرمر کا کتبہ آویزاں ہے جس کی تحریر نہایت شکستہ ہو چکی ہے، اس کتبہ پر آپ کے شاگرد و مرید مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی کا طبع فرمودہ فارسی قطعہ وصال کندہ ہے جس کا اکثر حصہ اب پڑھا نہیں جا سکتا۔

مزار شریف پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا اور فاتحہ خوانی کی اور مولانا کی کتب و رسائل کے جلد حصول اور رسائل قصوری کی ترتیب و تدوین کے متعلق بارگاہ رب العزت میں دعا کی، چند ساعتیں امام اہل سنت کے قدموں میں بیٹھنے سے جو طمانیت قلبی و کیفیت روحانی نصیب ہوئی اس کا بیان حیطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

سفر سے واپسی پر مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی کتب و رسائل کی باقاعدہ تلاش شروع کی۔محترم جناب میثم عباس رضوی صاحب نے اس لحاظ سے بھی دست تعاون دراز کیا اور کئی کتب و رسائل کی فوٹو کاپی مہیا کی۔

لاہور کی قدیم ترین سرکاری لائبریری پنجاب پبلک لائبریری (قائم شدہ:۱۸۸۴ء) کا دورہ میرے معمولات میں شامل ہے۔ چنانچہ محترم جناب عقیل اکرم قادری صاحب (اسسٹنٹ لائبریرین) کے تعاون سے مولانا قصوری کی تین کتب (فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی، تحفہ دستگیریہ بجواب اثنائے عشریہ اور عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان) حاصل ہوئیں ۔ اس کے علاوہ لائبریری کے شعبۂ دارالقرآن سے مولانا نبی بخش حلوائی علیہ الرحمۃ کی تفسیر نبوی (پنجابی) سے استفادہ کیا۔

معروف محقق جناب محمد عالم مختار حق صاحب کے کتب خانہ سے مولانا قصوری کی کتاب ''رجم الشیاطین بردا غلوطات البراہین'' اور ''مخرج عقائد نوری جواب نغمۂ طنبوری'' دستیاب ہوئیں۔رجم الشیاطین کا ایک نسخہ کراچی سے جناب محترم محمد توفیق جونا گڑھی نے بھی عنایت کیا جو کہ ناقص الاوّل

ہے۔

گوجر خان سے جناب حسن نواز شاہ صاحب نے مولانا قصوری کی کتاب ''تحقیق تقدیس الوکیل'' کی فوٹو کاپی عنایت کی۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں موجود ذخیرۂ کتب میاں جمیل احمد شرق پوری سے مولانا قصوری کی کتاب ''عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین'' حاصل ہوئی۔

کمالیہ سے جناب محترم محمد اعجاز احمد صاحب نے ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ حضرت دائم الحضوری کی پی ڈی ایف فائل مہیا کی علاوہ ازیں دھولر شریف کے سجادہ پیر سید طاہر مشتاق شاہ صاحب مرحوم کی مرتبہ کتاب ''انوار دائم الحضوری'' بھی ارسال کی۔محترم اعجاز صاحب کے توسط سے ہی قبلہ پیر طاہر مشتاق صاحب سے فون پر رابطہ ہوا، حضرت رسائل محدث قصوری کی ترتیب و تدوین پر مسرت کا اظہار کیا اور دعاؤں سے نوازا۔(افسوس کہ پیر صاحب ۱۹ستمبر۲۰۱۳ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب وصال ہو گیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون)

انڈیا کی معروف آن لائن لائبریری ڈیجیٹل لائبریری آف انڈیا کے توسط سے مولانا قصوری کا رسالہ ''تحریف القرآن کا جواب'' حاصل ہوا۔

اسی دوران عزت مآب پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سابق صدر شعبۂ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور وصدر مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور) سے رابطہ ہوا، آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مولانا قصوری کی درج ذیل کتب عنایت فرمائیں :

۱۔تحقیق تقدیس الوکیل

۲۔تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

۳۔تحفہ رسولیہ مع جواب اعتراضات

پروفیسر صاحب نے مقدمہ رسائل قصوری کے لیے بھی بہت اہم کتب اور قیمتی معلومات مہیا فرمائیں، علاوہ ازیں مقدمہ پر نظر ثانی فرما کر اس کی اِستنادی حیثیت کو بڑھایا۔

اسی دوران فقیر نے ''مولانا غلام دستگیر قصوری کی تصنیفی خدمات'' کے عنوان سے ایک مضمون

لکھا جو کہ پاکستان میں ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' لاہور اور انڈیا کے معروف رسالہ ''جامِ نور، دہلی'' میں شائع ہوا، علاوہ ازیں سالنامہ یادگارِ رضا ۲۰۱۳ میں بھی شائع ہوا۔ اس مضمون کے ساتھ احبابِ اہلِ سنت سے یہ استدعا بھی کی گئی تھی کہ جن حضرات کے پاس مولانا قصوری کی تصانیف ہوں وہ فقیر قادری کو عنایت فرما کر مشکور ہوں، اس کی اشاعت کے سبب اکابر علما تک رسائلِ قصوری کی تدوین کی اطلاع پہنچی۔ جن شخصیات سے اس اعلان کے بعد فقیر قادری سے بذریعہ فون رابطہ ہوا اور انہوں نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ان کے اسمائے گرامی یوں ہیں :

۱۔مفتی علیم الدین نقش بندی، جہلم

۲۔مفتی جمیل احمد نعیمی، کراچی

۳۔سید صابر حسین شاہ بخاری، اٹک

۴۔مولانا مرید احمد چشتی، جہلم

۵۔محترم خلیل احمد رانا صاحب، خانیوال

۶۔محمد توفیق احمد جونا گڑھی، کراچی

علاوہ ازیں کثیر علمی شخصیات کی سرپرستی و تعاون ہمیں نصیب ہوا جن میں ڈاکٹر مجیب احمد صاحب (اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تاریخ، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد)، جانشین شرفِ ملت ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری، مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی (انڈیا)، ممتاز محقق و ناقد علامہ مولانا اسید الحق قادری بدایونی شہید بغداد رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ شہادت: ۴ اپریل ۲۰۱۴ء بروز منگل)، مفتی محمد کاشف رضوی (بنگلور، انڈیا)، پیرزادہ محمد اقبال فاروقی مرحوم (تاریخ وفات: ۱۹ دسمبر ۲۰۱۳ء)، جناب محترم محمد ابرار عطاری (لاہور، پاکستان)، یادگارِ اسلاف قبلہ قاری محمد سلیمان سیالوی دامت برکاتہم العالیہ، پروفیسر عبدالرسول للّٰہی (سرگودھا)، سید منیر عطاری (مسلم کتابوی)، پیر سید طاہر مشتاق شاہ صاحب (مرحوم سجادہ دربار کمالیہ ڈھولر شریف)، سید اویس علی سہروردی (اورینٹل پبلکیشنز لاہور)، مولانا رضاء الحسن قادری (دارالاسلام پبلشرز، لاہور)، محترم جناب حسن نواز شاہ صاحب (گوجر خان)، مفتی محمد حسین عطاری (دارالنعمان، کراچی)، جناب

میثم عباس رضوی صاحب۔

رسائل قصوری کی ترتیب وتدوین کے کام کے لیے ہماری ٹیم میں ایک علمی شخصیت کا قابل قدر اضافہ ہوا، اور وہ ہیں جناب محترم مفتی محمد سعید صابر صاحب نعیمی نقش بندی مدظلہ العالی۔مفتی صاحب نے مولانا قصوری کے فارسی رسائل کواردو قالب میں ڈھالنے کی مہم سر کی۔مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی مدظلہ العالی نے ترتیب وتذہیب رسائل کے ساتھ نہایت عرق ریزی سے حوالہ جات کی ہرممکنہ تخریج وتحقیق فرمائی، اور یوں تقریباً ایک سال کے عرصہ میں ہم رسائل قصوری کی جلد اوّل مشتملہ دس (۱۰) رسائل آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔اس مجموعہ میں درج ذیل رسائل شامل ہیں :

۱۔تحقیق تقدیس الوکیل

۲۔تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

۳۔عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان

۴۔کشف الستورعن طواف القبور

۵۔جواب اشتہار کفریت درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

۶۔نصرۃ الابرارفی جواب الاشتہار

۷۔تحریف القرآن کاجواب

۸۔مخرج عقائدنوری جواب نغمۂ طنبوری

۹۔جواہرمضیہ ردنیچریہ

۱۰۔عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین

اول الذکرتین (۳) رسائل کا اردو ترجمہ مفتی سعید صابر نعیمی صاحب نے کیا۔ترجمہ میں اس امر کا خاص اہتمام کیا گیا کہ جو الفاظ اردو میں مستعمل اور قابل فہم ہیں ان کو برقرار رکھا جائے یوں ترجمہ کی عبارت کومولانا کی فارسی تحریر سے کافی مماثلت ہے۔

متعدد مرتبہ پروف ریڈنگ کی گئی جس سے ٹائپنگ کی غلطی کا اِمکان بہت کم رہ گیا ہے۔

مولانا قصوری کی کتب میں حواشی کثیر ہیں۔اکثر متن کتاب میں منقولہ عبارات کا ترجمہ نقل کر کے محولہ کتب کی اصل عبارات حواشی پر تحریر ہیں۔کئی مقامات پر حواشی ناقص ہونے کے سبب ہم نے محولہ کتب تلاش کر کے عبارات کو مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب کے صفحہ نمبر اور اشاعت کی معلومات فراہم کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے تاہم کہیں کہیں عبارت مخدوش ہونے کے سبب ادھوری رہ گئی ہے۔

بعض مقامات پر ضروری حواشی کا اِضافہ مرتبین کی طرف سے کیا گیا ہے اور اس کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے۔

مقدمہ ورسائل میں موجود تواریخ وسنین کو(www.islamicfinder.com) کی مدد سے مطابق تواریخ ہجری/عیسوی کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔اس ویب سائٹ کے منتظمین نے لکھ دیا ہے کہ اس کے ذریعہ حاصل کی گئی تاریخ میں ایک دن کی کمی بیشی کا امکان رہتا ہے۔

رسائل قصوری کے مقدمہ کے طور پر مولانا قصوری ،آپ کے خاندان، اساتذہ، تلامذہ اور آپ کی دینی وملی خدمات کا مختصر اور جامع تعارف پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک مولانا قصوری پر کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا گیا ماسوا پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب ''تذکرہ علماے اہل سنت لاہور'' میں نہایت قیمتی معلومات بہم کی ہیں مگر ناقص اشاعت کے سبب حوالہ جات کی ترتیب درست نہیں رہی جس کے سبب متعلقہ مقام سے اِستفادہ کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔

مولانا قصوری کی جملہ تصانیف کی ترتیب وتدوین واشاعت جدید کا مکمل منصوبہ پانچ جلدوں میں منقسم کیا گیا ہے۔جلداول آپ کے پیش نظر ہے دیگر جلدوں کی ترتیب کا منصوبہ درج ذیل ہے:

جلد دوم (زیرترتیب)

۱۔ابحاث فریدکوٹ مع توضیحات وتصریحات

۲۔ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ

۳۔تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ

۴۔رجم الشیاطین فی رداغلوطات البراہین

۵۔فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی

۶۔ہدیۃ الشیعتین ومناقب چار یار مع حسنین

۷۔استفتاء متعلقہ مسجد ستیہ والا تحصیل فیروزپور (ہنوز دستیاب نہیں ہوا)

جلد سوم (زیر ترتیب)

۱۔تحفہ رسولیہ مع جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ (زیر ترجمہ)

۲۔تحفۂ دستگیریہ بجواب اثناعشریہ (زیر ترجمہ)

جلد چہارم (زیر ترتیب)

۱۔تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل (اردو) مع تخریج وتحقیق

جلد پنجم

۱۔تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام (بشرط دستیابی)

۲۔ظفر المقلدین (بشرط دستیابی)

ان کے علاوہ اگر کسی صاحب کے پاس مولانا قصوری کی کوئی کتاب یا رسالہ یا مکتوب یا اشتہار یا مولانا کے تعلق سے کوئی اَثاثہ ہو تو برائے کرم ہمیں مہیا فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔**واللہ لا یضیع أجر المحسنین۔**

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہماری اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے اور مصنف، مرتبین، معاونین و ناشرین سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے اور ہمیں مزید علمی و تحقیقی کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

وماتوفیقی الا باللہ۔اللہ بس باقی ہوس

خاندان صدیقی، قصور

علم وفضل، رُشد و ہدایت کا منبع ومخزن

محمد ثاقب رضا قادری

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ قصور ہاشمی خاندان کے فرزند عظیم تھے۔آپ کے ننھیال افضل البشر بعد از انبیا خلیفہ بلافصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، اس خانوادہ نے چہارسُو علم کے موتی بکھیرے اور رجال کثیر پیدا کیے۔کئی خانقاہیں آباد کی، جہاں سے آج بھی علم وآگہی، ہدایت ومعرفت کے جام بھر بھر کے پلائے جا رہے ہیں۔ربیع الآخر ۱۲۹۹ھ میں ایک غیر مقلد حافظ محمد (لکھن والے) نے ایک مباحثہ میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ سے ان کے آبا واجداد اور اساتذہ کی بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا:

> 'خاندان بزرگ وار قصور از بس مشہور ہے جن سے اطراف ہند و پنجاب وڈیرہ جات تک کے بہت خاص وعام فیض یاب اور فائز المرام ہیں۔یعنی جب سے سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رسالت کا نزول ہوا تب سے بزرگان اس خاندان میں علم کا حلول ہوا اور ماسوا اس کے فقیر کے قبلہ وکعبہ استاذ اور مرشد میاں صاحب قصوری علیہ الرحمۃ (مولانا غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری) نے اپنے خاندان کے فیض سے بڑھ کر رئیس اہل علم وتمیز ختم المحدثین والمفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حدیث اور تفسیر میں سند مستند حاصل ہے اور اس فقیر نے ان سے بہرہ یاب ہو کر کئی رسالے لکھے جن کو علماے عرب وعجم نے پسند فرمایا۔(ابحاث فریدکوٹ:۹۲)

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غلام دستگیر قصوری کے تعارف سے قبل ان کے خاندان کا تعارف پیش کیا جائے۔

حافظ عبدالمالک صدیقی:

مولانا غلام دستگیر قصوری کے اجداد میں سے حافظ عبدالمالک صدیقی قصوری عرب شریف سے سندھ اور پھر قصور کے علما و مشائخ کی دعوت پر سندھ سے قصور میں سکونت پذیر ہوئے، آپ نے یہاں تشنگانِ علوم ظاہر و باطن کی سیرابی کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ علم قراءت میں سرآمد روزگار تھے۔
(حدیقۃ الاولیاء:۶۷، انوار دائم الحضوری:۷۹۸۔۷۹۶)

مخدوم پنجاب حافظ غلام مرتضٰی صدیقی:

حافظ عبدالمالک صدیقی نے قصور میں مغلیہ سلطنت کے سفیر وکیل خاں مرحوم کی دختر سے نکاح کیا جس سے آپ کے صاحب زادے حافظ غلام مرتضٰی پیدا ہوئے جو کہ جید عالم دین، فقیہ ومحدث تھے۔ منطق، فلسفہ، اسماء الرجال، صرف ونحو، شعروادب غرض کہ تمام علوم متداولہ پر کمال عبور حاصل تھا۔ آپ کے درس کی اس قدر شہرت ہوئی کہ برصغیر کے کونے کونے سے تشنگانِ علم کی ایک بڑی تعداد آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق تقریباً ۱۴۰۰ طلبا بیک وقت تعلیم حاصل کرتے۔ مشہور عالم لوک داستان ہیر رانجھا کے مصنف حضرت پیر سید وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ(۱) اور مشہور صوفی شاعر بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ(۲) ایسی ہستیوں نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کیے۔

(۱) **پیر سید وارث شاہ**: آپ کی ولادت جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخوپورہ میں ہوئی، حضرت خواجہ غلام مرتضٰی قصوری سے تعلیم حاصل کی۔ پنجابی زبان کی مشہور آفاق لوک داستان ہیر رانجھا آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ کے استاذ حضرت خواجہ غلام مرتضٰی قصوری اس تصنیف پر آپ سے سخت نالاں ہوئے تو آپ نے عشق مجازی کی داستان کو عشق حقیقی کی طرف موڑتے ہوئے اختتامی اشعار کہے اور استاذ صاحب کو پیش کیے، جس پر خواجہ صاحب نے فرمایا: ''توں تے مُنج دی رسی وچ موتی پرو دتے نیں۔'' پیر سید وارث شاہ کا وصال ۲۹ جولائی ۱۷۹۲ء/ ۹ ذوالحجہ ۱۲۰۶ھ کو ہوا۔ (سید وارث شاہ:۲۵۔۱۵ ملخصاً از حمید اللہ ہاشمی مجلس پنجابی ادب، فیصل آباد)

(۲) **بابا سید بلھے شاہ**: آپ کا اصل نام سید عبداللہ شاہ ہے۔ علوم متداولہ کے حصول کے لیے مخدوم پنجاب خواجہ غلام مرتضٰی قصوری کی شاگردی اختیار کی، سلسلہ قادریہ میں عارف باللہ فقیہ لاہور شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ پنجابی شاعری کی تاریخ آپ کے ذکر کے بغیر ادھوری ہے۔ آپ پر جذب کا غلبہ رہا جس کا اثر آپ کے کلام میں نمایاں ہے۔ آپ کا سال وصال ۱۱۷۱ ہجری (۱۷۵۸ عیسوی) ہے۔ (حدیقۃ الاولیاء:۲۸، پنجابی دے صوفی شاعر:۸۲)

آپ کے دور میں پنجاب میں سکھ گردی کا دور شروع ہوگیا، ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت،

افتراق وانتشار کی فضا تھی چنانچہ ایسے حالات سے تنگ آ کر آپ نے ترک وطن کا ارادہ کیا اور طلبہ و مریدین کے ہم راہ پشاور چلے گئے ۔قیام پشاور میں آپ کے عقیدت مند حافظ رشید الدین نے تمام طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

پشاور میں قیام کے ابھی دو سال ہی بیتے ہوں گے کہ خالق حقیقی کی طرف سے پیغام رضا آ گیا اور آپ اس جہانِ فانی سے پردہ فرما گئے ۔تدفین پشاور ہی میں ہوئی لیکن تقریباً سات آٹھ سال بعد آپ کے ایک عقیدت مند شجاعت علی خان نے رات کی تاریکی میں آپ کا تابوت نکالا اور قصور لا کر از سرِنو تدفین کی ۔خدا کی قدرت کہ آپ کا جسد مبارک بالکل صحیح و سالم تھا۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کا سن وصال ۱۲۰۲ہجری (۱۷۸۷ء) لکھا ہے۔ (حدیقۃ الاولیاء:۶۸مطبع نول کشور،لاہور)

آپ کے چھ صاحب زادے تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

خواجہ ابراہیم، خواجہ محمود، خواجہ غلام مصطفیٰ (والد گرامی مولانا محی الدین قصوری)، خواجہ محمد، خواجہ داؤد، خواجہ اسماعیل ۔(انوار دائم الحضوری:۸۰۴۔۷۹۸ ملخصاً)

حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی:

خواجہ غلام مرتضیٰ صدیقی کے واصل باللہ ہو جانے کے بعد آپ کے صاحب زادے حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی نے مسند خلافت کو رونق بخشی ۔آپ پابند شریعت و عامل طریقت، عابد و زاہد اور متقی و پرہیز گار تھے۔آپ نے علم فلسفہ، منطق ،صرف و نحو، شعر و ادب ،اسماء الرجال ،فقہ، حدیث، قراءت و تجوید اور خطابت میں کمال حاصل کیا اور اپنے خاندانی مدرسہ سے ان علوم کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۲۰۳ھ/ ۱۷۸۸ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔

شیخ المشائخ غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری:

آپ کی ولادت ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۷ء میں ہوئی، ابھی عمر مبارک صرف ایک سال تھی کہ آپ کے والد گرامی حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی صاحب (۱) کا وصال ہو گیا چنانچہ آپ کے عم بزرگ وار

حضرت مولانا شیخ محمد قصوری نے آپ کی تعلیم وتربیت اور کفالت کا ذمہ لیا، انہی سے آپ نے جملہ کتب معقول ومنقول پڑھیں، سلسلہ قادریہ کے اشغال سیکھے اور اسی سلسلہ میں ان سے بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے عم مکرم کی زندگی میں ہی آپ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبان حق آپ سے بیعت ہوئے۔

آپ کے چند عزیز بریلی میں رہتے تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے بریلی گئے تو واپسی پر دہلی میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر بیعت نہ کی۔ ۱۲۳۳ھ میں عم مکرم شیخ محمد صدیقی کی وفات کے بعد آپ دوبارہ دہلی گئے اور شاہ صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے فرمایا:

امروز امری عظیم ظهور می کند که فاضلی از ما اخذ طریقه می نماید.

یعنی آج ایک امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقت کرے گا۔

یوں نقش بندیہ مجددیہ سلسلہ سے وابستہ ہوگئے، قبلہ شاہ صاحب دہلوی نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ہوا میں معلق کیے اور فرمایا کہ تمہارا ایک ہاتھ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہ کے ہاتھ میں دیا گیا اور ان دونوں پیروں کی توجہ تم پر مبذول رہے گی۔(۲)

اسی مجلس میں قصور سے خواجہ نجیب الدین صاحب بھی موجود تھے، شاہ صاحب ان کی طرف متوجہ ہوگئے اور فرمایا: غلام محی الدین کو کہاں کا پیر بنائیں؟

خواجہ نجیب الدین نے عرض کیا: ''پیر قصور''

(۱) مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقۃ الاولیاء کے صفحہ ۶۸ پر شیخ غلام محی الدین قصوری کے والد کا نام حافظ شیخ مرتضیٰ لکھا ہے جو کہ درست نہیں۔ قادری

(۲) ہدیۃ الشیعتین: ۲۲ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور۔

یہ سن کر شاہ صاحب کو جلال آ گیا فرمایا تم بہت کم ہمت ہو ہم تو انہیں سارے پنجاب کا پیر بنانا

چاہتے ہیں۔(ملفوظات شریفہ:۸۷)

شاہ صاحب نے شاہ رؤف احمد رافت مجددی اور مولوی محمد عظیم کو بطور گواہ طلب فرمایا کہ دیکھ لو کہ یہ لائق اجازت ہیں؟۔

شاہ رؤف احمد صاحب نے فرمایا کہ بے شک قابل اجازت ہیں۔مولوی محمد عظیم صاحب نے کہا کہ آپ کا فرما دینا کافی ہے، گواہی کی کیا حاجت؟ اس کے بعد شاہ صاحب نے مولانا قصوری کو قریب بلایا اور چھ طریقوں قادریہ، نقش بندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ، کبرویہ کے القا کی اجازت دی اور کلاہ شریف جو کہ آپ کے پیران کرام کی طرف سے تھی خود اپنے دست مبارک سے مولانا کے سر پر رکھا پھر دیر تک اپنا ہاتھ آپ کے سر پر بطور شفقت رکھ کر فرمایا کہ ہر چھ طریقوں کا فیض ہم جدا جدا تمہارے سینے میں القا کریں گے۔اس پر مولانا قصوری نے اپنا سر حضرت شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور دیر تک اسی حالت میں رہے۔(ملفوظات شریفہ۹۶۔۹۵)

پھر ۲۷ رمضان کو خرقۂ خلافت بخشا اور یہ مبارک خرقہ خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا، شاہ رؤف احمد اور مولوی محمد عظیم صاحبان نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔

نماز عیدالاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ صاحب مسجد میں گئے تو وہاں آپ بھی حاضر تھے، نماز سے فراغت کے بعد انبوہ کثیر آپ کی قدم بوسی کے لیے اُمڈ پڑا، عین اژدہام میں فرمایا کہ مولوی قصوری کہاں ہیں؟ مولانا حاضر خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے اور اپنے سینہ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔(ملفوظات شریفہ:۹۶)

شاہ غلام علی دہلوی صاحب سے نسبت ارادت حاصل کرنے کے بعد آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کی سند لی۔

خواجہ غلام محی الدین قصوری سے کثیر مخلوق فیض یاب ہوئی، ان میں سے خانقاہ للہ شریف، بیربل شریف، نمک میانی، بھیرہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان پاکستان میں معروف ہیں۔

آپ کی اولاد امجاد میں ایک صاحب زادہ عبدالرسول اور دو صاحب زادیاں تھیں۔(تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند از پروفیسر اقبال مجددی، جلد۲، ص:۱۰۴۰۔۱۰۲۶ ملخصاً مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور)

ایک صاحب زادی مولانا غلام دستگیر قصوری اور دوسری مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری

(۱) کے عقد میں تھیں۔

آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

۱۔شرح گلستان سعدی ۲۔رسالہ علم میراث ۳۔تحفہ رسولیہ ۴۔زادالحاج ۵۔رسالہ نظامیہ ۶۔ سلالۃ المبرورۃ فی تجویز اسماء المشھورۃ ۷۔دیوان حضوری قصوری ۸۔اسرارالحقیقہ ۹۔الفاظ چند ۱۰۔ حلیہ مبارک حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۔خطبات حضوری ۱۲۔مکاتیب طیبہ ۱۳۔مکاتیب شریفہ ۱۴۔مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہی ۱۵۔مکتوبات بنام مولوی غلام محمد ۱۶۔مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یاران خود ۱۷۔بیاض نظم ونثر ۱۸۔شرح درود مستغیثات ۱۹۔خلاصۃ التقریر فی مذمت الغناء والمزامیر ۲۰۔قصیدہ شفاعتیہ ۲۱۔مدح پیرزال ۲۲۔شجرہ ہائے خود طریقہ مجددیہ قادریہ چشتیہ در نظم فارسی ۲۳۔حواشی مشکوٰۃ المصابیح ۲۴۔تصحیح وتحشیہ تفسیر حسینی جلداول ۲۵۔اردو اشعار (بیاض)۲۶۔جواز استمداد من اہل القبور ۲۷۔ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی

انوار دائم الحضوری میں کچھ مزید تصانیف کے نام بھی درج ہیں :

۲۸۔شرح دیباچہ بوستان ۲۹۔رسالہ درردفرقہ ضالہ وہابیہ

آپ کی طبیعت وہابیت سے نہایت بیزار تھی، آپ وہابیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

شکرحق میں ہوں غلام محی الدین آں پیرکل
اس غلامی سے مجھے حق نے کیا ہے گل سے گُل

یاالٰہی دُورکر وہابیوں کا شوروغُل
ازطفیل حضرت شاہ رُسل ہادی السبل

مزید فرماتے ہیں۔

(۱) مولوی غلام علی قصوری وہابی ہوگئے تھے، حضرت قبلہ دائم الحضوری علیہ الرحمۃ کی صاحب زادی کا وصال جلد ہوگیا تھا۔صاحب زادہ عبدالرسول قصوری صاحب کے ڈر سے مولوی غلام علی قصوری نے قصور کی سکونت ترک کردی اورامرت سر چلے گئے۔تفصیلات ضمیمہ میں مولوی غلام علی قصوری کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔قادری

مت سن انکے اس مذہب کوتُو سنت جماعت کوسنبھال

بدعتی مشرک وہابی سب کے سر پر خاک ڈال

(انتصار نبوی واظہار تفریط افراط لکھوی:۱۳۸)

روز پنج شنبہ ۲۱ ذی قعدہ بوقت عین زوال بحالت مراقبہ ۱۲۷۰ھ/ ۱۶ اگست ۱۸۵۴ء میں بعمر ۶۹ سال وصال فرمایا۔(ہدیۃ الشیعتین:۲۴)

مولانا غلام دستگیر قصوری نے ''بےنظیر زماں'' سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے۔(ایضاً)

خواجۂ ثانی عبدالرسول قصوری:

آپ کی ولادت ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء میں ہوئی، حضرت دائم الحضوری نے ان کی ولادت سے ایک سال قبل ہی اپنی تصنیف تحفہ رسولیہ میں تحریر کر دیا تھا کہ حق تعالیٰ کی جانب سے ان کے ہاں ایک بیٹا تولد ہوگا اور اس کی صفات ایسی ہوں گی۔

آپ نے جملہ علوم متداولہ اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کیے، سلوک کی منازل طے کی اور والد صاحب کی اجازت وخلافت سے درس وتدریس اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔مولانا غلام دستگیر قصوری نے آپ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

آپ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔مصنف انوار دائم الحضوری نے آپ کی کرامات کو شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔

مولوی امام الدین کھوتکوی نے ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء میں حضرت خواجۂ ثانی سے ملاقات کے لیے قصور آئے، آپ کی حیران کن مقبولیت عامہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

> ''قصور شریف میں بچے بچے کی زبان پر آپ کی تعریف کا بیان یہ مسکین کیسے بیان کرے کہ پوری دنیا آپ کے اوصاف کی تعریف کرتی ہے......غرض یہ کہ ولایت کا ہر کمال حق تعالیٰ نے آپ کے وجود میں رکھا تھا، اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا۔''(مقامات طیبین:۴۷)

مفتی غلام سرور لاہوری آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے، چنانچہ لکھتے ہیں :

> 'مولف کتاب بھی ان کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوا ہے، سبحان اللہ کیسے مردِ خدا ہیں جن کی زیارت کرنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اللہ ان کو دیر تک سلامت

رکھے۔حضرت کا وعظ ایسا پُر مذاق و پُر تاثیر ہے کہ سننے والے کے دل پر اس کے مضامین نقش ہو جاتے ہیں اور جب تک حضرت وعظ میں مصروف رہتے ہیں آنکھ سے آنسو نہیں تھمتے اور اخلاقِ حسنہ کی کیا تعریف کی جائے حضرت کے اخلاق کو محمدی اخلاق سے کمالِ نسبت ہے،الغرض ایں خانہ تمام آفتاب است۔'(حدیقۃ الاولیاء:٦٨)

آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی،صاحب زادی کی شادی سید غلام حسین قصوری سے ہوئی جن سے آپ کے دونواسے سید احمد شاہ اور سید محمد شاہ پیدا ہوئے۔

٢١ر محرم الحرام ١٢٩٤ھ/ ٥ فروری ١٨٧٧ء کو بعمر ٥٩ سال بروز شنبہ بوقت نماز عصر وصال ہوا۔قصور اور گردونواح کے ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔(انوار دائم الحضوری:٨٩١)

مولانا غلام مصطفیٰ خان صاحب اور مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب کی فیروز پور سے تشریف آوری کے انتظار میں نماز جنازہ دوسرے روز ظہر کے وقت ادا کی گئی،نماز جنازہ کی امامت مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب نے فرمائی۔(بُستان معرفت:٢٧)

مولانا غلام دستگیر قصوری نے ''رضی اللّٰہ الحمید عنہ'' (١٢٩٤ھ) سے مادۂ تاریخ اخذ کیا۔(ہدیۃ الشیعتین:٢٦)

اس کے علاوہ درج ذیل قطعۂ تاریخ رقم فرمایا۔

عبدالرسول قبلہ عالم بخواب ناز — صد باب فیض واشدہ اللہ اکبری

اے ختم خاندان قصورازتو بے قصور — خلف الرشید ازاب واجداد برتری

بر خدا بہ ہمت پیران با صفا — امدد بحال زارمن از بندہ پروری

تاریخ وصل ازسر برکت غلام خواند — رونق فزائے دین متین پیمبری

٢+١٢٩٢ ١٢٩٤ھ

آپ کے مزار پُرانوار پر یہ عربی اشعار کندہ ہیں۔

الا عبدالرسول الشیخ قدمات — هو الكامل بلا نقص و لا عيب

فــان تسالن عن عام ارتحالــه — اقـل تاريخـه غـوث بلا ريب

۱۵۰۶-۲۱۲=۱۲۹۴ھ

پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور میں آپ کو ''سید'' لکھا ہے جو کہ درست نہیں۔

اِمام اہل سنت مفتی غلام دستگیر ہاشمی قصوری :

مولانا غلام مہر علی گولڑوی لکھتے ہیں :

''عارف العصر محقق الدهر العلام العارف مولانا غلام دستگیر الهاشمی القریشی الشهیر فی الآفاق بمحلة چهل بیبیاں داخلة الباب موچی ببلدة لاهور . أخذ جمیع العلوم والفنون عن العلام المذکور غلام محی الدین و عن ابنه الفاضل عبدالرسول ببلدة قصور فصار بحرا فی العلوم فائق التحقیقات فی الفنون النقلیة والعقلیة، فاق جمیع معاصریه فی الفضل والکمال أید الملة الطاهرة'' (الیواقیت المهریة: ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ مہریہ، چشتیاں)

یعنی عارفِ عصر محقق دہر علامہ عارف مولانا غلام دستگیر ہاشمی قریشی آفاقی شخصیت کے حامل ہوئے ہیں۔محلّہ چہل بیبیاں اندرون موچی گیٹ شہر لاہور آپ کا جائے قیام تھا۔ جملہ علوم وفنون کی تحصیل قصور میں علامہ غلام محی الدین نیز آپ کے صاحبزادے فاضل جلیل مولانا عبدالرسول سے کی۔علم وتحقیق اور عقلی ونقلی فنون میں وہ تبحر اور درک حاصل کیا کہ معاصرین میں فضل وکمال میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔اللہ ایسی شخصیات سے ملت طاہرہ کی ہمیشہ تائید فرماتا رہے۔

مولانا حلوائی لکھتے ہیں :

غلامی حضرت دستگیر تھیں پیر میرا ہے کامل　　حنفی قادری ہاشمیاں تھیں نسب صدیقی شامل
وچہ شہر قصور سکونت حضرت واہ واہ بحر فیاضی　　ہر ہر پاسے فیض وساون کرن غریب نوازی
پشت صدیق اکبر دیوں روشن ایہ سراج حقانی　　نرم طبیعت خلق نبی تھیں چشم حیا عثمانی

شبلی وقت جنید زمانہ شک شکوک ورائیں — ولی الٰہی عارف رب دے عالم عامل پائیں
باہجوں ذکر اللہ دے کوئی دم خالی نہ گواندے — گمراہاں نوں کرن ہدایت حق داراہ وکھاندے
وچہ تصنیفاں عمر گذاری کردیاں دین حمایت — وقت کلام درافشانی کردے نیک ہدایت
ربانی علما واندے اوصاف تمام دساون — تے ویریاں تائیں نال محبت حکم شرع سمجھاون
فنافی الرسول ہمیش نبی تے رہن درود پہنچاندے — وچہ تصنیفات اسم جتھ حضرت لکھن درود کہاندے
شمس الہند علما واں اندر بحر عمیق حلم دے — خوشہ چین اونہاندے گھردے اکثر اہل علم دے
ایہ عالی وڈا گھرانہ اس گھر فیض بحارو گائے — نال نظر مس کھوٹی نوں زر کر کے کرم کمائے

ایس گھرانے تائیں یارب قیامت تک ودھائیں
نال طفیل حبیب اپنے دے نت ایہ بحرو گائیں

(تفسیر نبوی، جلداول، ص:۴۔۳)

یعنی میرے پیر کامل حضرت غلام دستگیر حنفی قادری ہاشمی صدیقی ہیں جو کہ شہر قصور میں سکونت پذیر رہے اور ہر طرف علوم وعرفان کے دریا بہاتے رہے۔آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے سراج حقانی ہیں، آپ کی طبیعت نرم، اخلاق مطابق سنت اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح حیادار تھے،آپ بلا شک وشبہ شبلی وقت، جنید زماں، ولی اللہ، عارف عالم باعمل تھے۔آپ کا کوئی سانس ذکر اللہ سے خالی نہ جاتا،آپ گم راہ لوگوں کو حق کی راہ دکھاتے،ساری زندگی دین متین کی حمایت و نصرت کے لیے تصانیف رقم کرتے اور اپنے کلام سے نیکی و ہدایت کی تلقین کرتے گزاری۔علماء ربانیین کے تمام اوصاف آپ کی ذات بابرکات میں دیکھے جاسکتے ہیں ،آپ مخالفین کو بھی محبت کے ساتھ حکم شرع سمجھاتے۔آپ فنافی الرسول کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں درود کے تحائف بھیجتے رہتے، جہاں کہیں تصانیف میں حضور ﷺ کا اسم گرامی آتا تو درود شریف تحریر کرتے، آپ ہندوستان کے علماء میں سورج کی مانند (شمس العلماء) ہیں اور حلم کے گہرے

سمندر ہیں، آپ کے گھرانے سے کئی اہل علم حضرات نے استفادہ کیا، آپ کے عالی گھرانے نے فیض کے دریا بہائے اور اپنے لمس سے کھوٹے کو سونے کا بنا دیا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس گھرانے کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تا قیامت آباد رکھے اور اس سے رشد و ہدایت کا سلسلہ قائم و دائم رہے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی غلام دستگیر قصوری حنفی ہاشمی نقشبندی محلّہ چہل بیبیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا حسن بخش صدیقی تھا۔

نسب صدیقی وہاشمی:

جیسا کہ آغاز مقدمہ میں منقول ہوا کہ مولانا قصوری نے ایک غیر مقلد حافظ محمد (بکن والے) کے استفسار پر ایک مباحثہ میں اپنے آباواجداد اور اساتذہ کے متعلق فرمایا:

''خاندان بزرگ وار قصوراز بس مشہور ہے...... فقیر کے قبلہ و کعبہ استاذ اور مرشد میاں صاحب قصوری علیہ الرحمۃ (مولانا غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری) نے اپنے خاندان کے فیض سے بڑھ کر رئیس اہل علم و تمیز ختم المحد ثین والمفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حدیث اور تفسیر میں سند مستند حاصل ہے اور اس فقیر نے ان سے بہرہ یاب ہوکر کئی رسالے لکھے جن کو علماء عرب وعجم نے پسند فرمایا۔ (ابحاث فریدکوٹ:۹۲)

مولانا قصوری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''اس عاجز کے نانک وال حضرت صدیق اکبر پہلے خلیفہ اور ساری امت کے برتر کی اولاد اور قدیم سے علوم ظاہر اور باطن سے شاد ہیں اور دادک وال حبر امت جو علم تفسیر میں اعلم الصحابہ تھے ان کے احفاد ہیں۔ (ابحاث فریدکوٹ:۹۲)

مولانا قصوری کے اس حاشیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مولانا قصوری کا نسب والدہ کی طرف سے صدیقی ہاشمی ہے اور والد صاحب کی طرف سے عباسی ہاشمی ہے کیونکہ اعلم الصحابہ علم تفسیر میں حضرت

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور ''حبر امت'' کا خطاب بھی آپ ہی کو ملا۔

حدیث مبارکہ ہے:

ان امیـن هـذه الامة ابو عبیدة بن الجراح و ان حبر هذه الامة عبداللّٰه بن عباس .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں اور اس امت کے دینی پیشوا (حبر الامۃ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:۵۳)

مولانا غلام دستگیر قصوری کے برادر اکبر مولانا محمد بخش المتخلص بہ بلبل بڑے فاضل، شاعر اور ادیب تھے۔ مسجد ملاں مجید(۱) میں خطیب و مدرس تھے۔ پیر غلام دستگیر نامی نے آپ سے قرآن مجید پڑھا، مفتی جلال الدین صاحب سہروردی چشتی نے آپ سے علوم عربیہ و دینیہ کی تحصیل کی۔ رائے بہادر کنہیالال نے تاریخ لاہور میں آپ کو انگریز کے ابتدائی دور کے مشاہیر علما میں شمار کیا ہے۔ آپ نے نعتوں کا ایک مجموعہ بھی لکھا۔ ۲۸ اگست ۱۸۹۲ء میں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور:۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ذکر جمیل:۸۲)

---

(۱) **ملا مجید کی مسجد** : یہ مسجد نہایت عمدہ و عالی شان عمارت کی چہل بیبیوں کے محلے گزر موچی دروازے میں بنی ہے، بانی اس کا ملا مجید ایک ولایتی شخص تھا اس نے بکمال ارادت اپنی کمائی سے ۱۲۴۵ ہجری میں مسجد تعمیر کی، عمارت سادہ تھی پھر وہ اسی فکر میں رہا کہ روپیہ جمع کر کے عالی شان مسجد بنائے چنانچہ اس نے پرانی عمارت گرا کر دوبارہ عالی شان گنبد دار مسجد بنائی، مسجد کی تعمیر ہنوز مکمل نہ ہوئی تھی کہ ملا مجید کا وصال ہوگیا، مسجد کی تعمیر ثانی ۱۲۹۴ ہجری میں ہوئی۔ مسجد کے اندر کی عمارت بھی نہایت اعلی درجہ کی ہے سفیدی نہایت عمدہ ہے چھت قالبوتی اور اوپر چھت کے تین گنبد عالی شان مدور مقطع خوب صورت بنے ہیں، اس مسجد میں رونق بہت رہتی ہے سامان روشنی وفرش وفروش وغیرہ سب مہیا و موجود رہتا ہے وعظ بھی اکثر ہوتا ہے۔ (تاریخ لاہور از کنہیالال، ص:۱۸۶ مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور)

محمد دین کلیم لاہوری نے مولانا محمد بخش صاحب کو بوکن خان مسجد کا امام و خطیب لکھا ہے۔ (ماہنامہ عرفات-مولانا نبی بخش حلوائی نمبر:۳۶) جو کہ درست نہیں کیونکہ مفتی محمود عالم ہاشمی نے ذکر جمیل کے صفحہ ۸۲ پر آپ کو ملا مجید مسجد کا ہی مدرس وخطیب لکھا ہے۔

والدہ ماجدہ شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کی ہمشیرہ تھیں۔

مولانا قصوری کو مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کا شاگرد، داماد، بھانجا، مرید باصفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

مولانا قصوری خود لکھتے ہیں :

''حقیر کو ان کی جناب میں سوائے رابطہ شاگردی و مریدی کے نسبت ہمشیرہ زادگی وفرزندگی کے متحقق ہے۔''(ہدیۃ الشیعتین :۲۱)

مولانا قصوری نے منقولات ومعقولات میں کمال حاصل کیا اور اپنی ذہانت اور محنت کی بدولت اپنے اساتذہ اور معاصرین سے خراج تحسین وصول کیا۔

خواجہ دائم الحضوری کے وصال کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے بعض کتب درسیہ حضرت خواجہ ثانی عبدالرسول قصوری سے پڑھیں۔

ایک مناجات میں آپ اپنے پیرومرشد اور اساتذہ کا ذکر یوں کرتے ہیں ۔

بہ پیر دہلوی پیر قصوری
ہماں غواص دریائے حضوری

غلام شاہ علی آں پاک مدفن
غلام محی الدین آں قبلہ من

اخی عبدالرسول استاد احقر
فرضی اللہ علیہم تاج برسر (ہدیۃ الشیعتین :۱۶۰)

مولانا امام الدین کھوتکوی آپ کے متعلق لکھتے ہیں :

''جناب مولوی غلام دستگیر قصوری سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و فاضل اور صالح و متقی تھے۔آپ نے حضرت (خواجہ دائم الحضوری) سے طریقت کی تعلیم کی اور علم ظاہری بھی انہی سے حاصل کیا، کتب احادیث بھی حضرت سے پڑھیں اور آپ سے دامادگی کی نسبت بھی تھی......آپ مقدموں کا فیصلہ کرنے، سوالات کا جواب دینے اور پیچیدہ

مسائل کے حل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔علم تفسیر، فقہ و کلام، حدیث شریف میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔آپ نے ضروری علوم میں کچھ کتب و رسائل تصنیف فرمائے ہیں، مشکل سوالوں کے جواب میں بہت سے خطوط بھی لکھے ہیں۔'' (مقامات طیبین:۵۵)

بیعت واجازت طریقت وحدیث:

مولانا غلام دستگیر قصوری اپنے ماموں حضور دائم الحضوری کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور خلافت بھی حاصل کی۔علاوہ ازیں حدیث کی سند واجازت سے بھی فیض یاب ہوئے۔حضرت دائم الحضوری کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث کی اسناد حاصل تھیں جو آپ سے مولانا قصوری نے حاصل کی۔ان اسناد کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے آپ کو ایک کلاہ بھی عنایت کی تھی، جس کے بارے مولانا قصوری نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کے پاس ہے۔(ابحاث فریدکوٹ:۳۸ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ)

ہدیۃ الشیعتین کے آغاز میں مولانا قصوری نے اپنے نام کے ساتھ ''قادری'' بھی لکھا ہے۔ غالبًا یہ نسبت بھی قبلہ دائم الحضوری ہی سے حاصل تھی، چونکہ حضرت دائم الحضوری قبلہ شاہ صاحب دہلوی سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہونے سے قبل اپنے عم مکرم شیخ محمد قصوری علیہ الرحمۃ سے اپنے آبائی سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے اور خلافت واجازت سے مشرف تھے۔

مولانا قصوری اپنی کتاب ہدیۃ الشیعتین میں حضرت دائم الحضوری کی کرامات کے ذیل میں لکھتے ہیں :

> ''ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ (مولانا محی الدین قصوری دائم الحضوری) اپنی مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر اپنی دستار مبارک فقیر کے سر پر رکھ کر فرماتے ہیں کہ اب تم ہماری جگہ پر ہوئے۔فقیر بہت خوش ہوا لیکن بعد بیداری کے دل کو حیرت ہوئی کہ حضرت صاحب زادہ صاحب موجود ہیں، فقیر کیونکر حضرت کی جگہ پر ہوا بعد چندے جب فقیر سے بعون اللہ تعالیٰ رد و جواب اعدائے دین متین بخوبی ہوئے اور خود صاحبزادہ صاحب فقیر کو اس امر میں سبقت دیتے رہے تو یقین ہوا کہ وہ

خواب سراسر درست اور باصواب تھے۔الحمدللہ تعالیٰ علی ذلک۔(ہدیۃ الشیعتین :۲۵مطبوعہ مطبع محمدی،لاہور)

حضرت دائم الحضوری کے وصال کے بعد آپ نے ان کے محبوب خلیفہ مولانا غلام نبی احمدی للّٰہی علیہ الرحمہ (خانقاہ للہ شریف) سے تجدید بیعت بھی کی۔اس بیعت کا ذکر حضرت للّٰہی کے مکتوبات میں ملتا ہے چنانچہ حضرت للّٰہی اپنے خلیفہ غلام مرتضٰی بیربلوی (خانقاہ بیربل شریف، سرگودھا) کورمضان المبارک ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء کےایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''تحفہ رسولیہ شریفہ کےاشعار پرکسی نےتعصب سےاعتراضات لکھ کرمطبوعہ نسخہ کے ساتھ لگادیے ہیں۔مولوی غلام دستگیرصاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خوب جوابات لکھے ہیں جو سننے کے لائق ہیں۔فقیر نے انہیں نقل کرلیا ہے۔چاہا تھا کہ ان میں سے ایک جواب اس خط کی پشت پرلگادیتا کہ مختصردلیل ہی کافی ہوتی ہے جیسے خروار سے ایک مٹھی بطورنمونہ ہوتی ہے لیکن وقت نے ساتھ نہیں دیا۔مولوی صاحب موصوف نے آج تجدید بیعت کرلی ہے اور حلقہ توجہ میں بیٹھنا شروع کردیا ہے،اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مراد کی انتہا تک پہنچائے۔'' (مکتوبات اعلیٰ حضرت للّٰہی دفتر اول حصہ سوم،ص:۲۸۲مطبوعہ زاویہ پبلشرز،لاہور)

یہ بیعت قصورشریف ہی میں ہوئی نہ کہ للہ شریف میں کیونکہ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی صاحب نے یہ مکتوب قصورشریف سے ہی روانہ فرمایا تھاعلاوہ ازیں مولانا قصوری کےایک معاصرمولانا امام الدین کھوتکوی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے،لکھتے ہیں:

''آپ قصورشریف میں ہمارے حضرت خواجہ للّٰہی کے حلقہ توجہ میں بیٹھتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔''(مقامات طیبین:۵۵)

حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی صاحب اپنے نام کے ساتھ''احمدی'' لکھا کرتے تھے چنانچہ اسی نسبت سے مولانا قصوری نے بھی اپنی کتاب ہدیۃ الشیعتین (ص:۹) میں اپنے نام کے ساتھ ''احمدی'' لکھا ہے۔

شاعری و تاریخ گوئی:

مولانا قصوری کو شعر و شاعری اور تاریخ گوئی سے بھی خاصا لگاؤ تھا چنانچہ آپ کی تصانیف کے اخیر میں بعض فارسی و اردو کلام و تاریخی قطعات ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ تفسیر نبوی کی بعض جلدوں کے اخیر میں بھی آپ کا نعتیہ کلام ملتا ہے، علاوہ ازیں آپ نے مولانا جامی کی نعت پر تضمین لکھی جو کہ رسالہ عروۃ المقلدین کے اخیر میں طبع ہوئی۔

نعتیہ کلام سے چند اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

جو دل سے گدا ہے در شاہ دیں کا — وہ افسر ہے شاہان روئے زمیں کا
معطر جو خوشبو سے ہے ہفت جنت — ہے صدقہ اسی گیسوئے عنبریں کا
نہ ہوتا زلیخا کو یوسف کا سودا — اگر دیکھ لیتی جمال اس جبیں کا
نہ کر دستگیر آج فکر قیامت — وسیلہ تو ہے شافع مذنبیں کا

ایک دوسری نعت کے چند اشعار یوں ہیں۔

بے خودی نے کر دیا پیدا عدم کا بھی وجود — اٹھ گیا پردہ تو بس عنقا نظر میں آ گیا
لن ترانی رہ گئی جب مہربانی تُو نے کی — آگ کو موسیٰ گئے جلوا نظر میں آ گیا
چشم وحدت نے کیا میں تُو کا قصہ فیصلہ — ان کو جو ڈھونڈا تو رُخ اپنا نظر میں آ گیا

مولانا قصوری کو تاریخ گوئی میں بھی خاصا کمال حاصل تھا چنانچہ مختلف کتب کی اشاعت اور علمائے کرام کے وصال کے متعلق آپ کے تاریخی قطعات موجود ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ رسائل قصوری کی جلد دوم میں یہ تمام قطعات و نعتیہ کلام 'متفرقات' کے ذیل میں یکجا پیش کیا جائے گا۔

تنظیمی سرگرمیاں:

انجمن حمایت اسلام، لاہور کے قیام کا مقصد مسلمانان برصغیر میں اسلامی وعصری علوم وفنون

کے حصول کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ برطانوی حکومت کے زیر اہتمام عیسائی مشنری کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں کا سد باب کرنا تھا۔اس انجمن کے قیام میں آپ کے خاندان کے کچھ لوگ بھی شامل رہے۔ بانی انجمن خلیفہ حمید الدین (قاضی لاہور) سے آپ کے قریبی تعلقات تھے۔ آپ بھی اس انجمن کے شعبۂ تصانیف میں بطور انچارج کچھ عرصہ کام کرتے رہے۔

انہی دنوں ایک پادری نے ایک دل آزار رسالہ بنام "تحریف القرآن" تحریر کیا، چنانچہ مولانا قصوری نے اس کا جواب بنام "**اقامہ البرھان فی رد من قال بتحریف القرآن**"معروف بہ "تحریف القرآن کا جواب" تحریر کیا اور انجمن سے شائع کروایا۔علاوہ ازیں آپ نے اپنی تصانیف کی آمدن انجمن کے فنڈ میں شامل کرادی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور:۲۰۲بحوالہ نوائے وقت ۲۶ مارچ ۱۹۶۷)

مولانا قصوری کا شمار لاہور کی قدیم علمی درس گاہ انجمن دارالعلوم نعمانیہ (اندرون بھاٹی گیٹ، لاہور) کے بانیوں میں ہوتا ہے،اس انجمن نے کثیر علمی خدمات سرانجام دیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ "صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ" مرتبہ پیرزادہ اقبال فاروقی انجمن کے حوالے سے آپ کے کردار و کارناموں کے بیان سے خالی ہے۔

تبلیغی سرگرمیاں و اسفار:

تعلیم سے فراغت کے بعد جب مولانا قصوری نے عملی میدان میں قدم رکھا تو شہرت وقبولیت نے آپ کے قدم چومے،آپ کے نام کا ایسا شہرہ ہوا کہ جہاں جاتے کثیر لوگ آپ کے مواعظ میں شرکت کرتے اور مخلوق خدا فیض یاب ہوتی۔آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اکثر سفر میں رہتے۔جنوبی پنجاب سے وسطی پنجاب کے علاقے لاہور، ڈیرہ جات، گوجراں والا، سیالکوٹ، جموں، وزیرآباد، لدھیانہ، امرتسر، فیروز پور، فریدکوٹ، لکھوکے وغیرہ اور بیرون پنجاب، دہلی، بریلی تک کے لوگ آپ کے مواعظ سے مستفید ہوتے۔آپ کے علم وعمل اور خلوص وتقویٰ کا اَثر تھا کہ آپ کے وجودِ مسعود سے دُکھی خلق خدا کی مشکل کشائی ہوتی۔مولانا نواب عبدالعزیز خان صاحب بریلوی متخلص بہ عزیزؔ تحریر کرتے ہیں :

"جناب ممدوح کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے جس سے زمانہ ہدایت پاتا ہے،

گم راہ راہ پر آتا ہے۔جب سے بریلی میں ورود ہوا ہے اثر خیر و برکت کا نمود ہوا ہے، خشک سالی کے آثار نمودار تھے، حیوان اور انسان مصیبت میں گرفتار تھے، حضرت نے نماز استسقا باجماعت ادا فرمائی، رحمت الٰہی نے تاثیر اجابت دکھائی، بہت سے اہل حاجت کے مطلب برآئے، آرزومندوں نے نقودِ مراد پائے۔'' (مخرج عقائد نوری: ۳ مطبوعہ مطبع سوسائٹی بریلی)

اس واقعہ کو تحدیث نعمت کے طور پر مولانا قصوری نے اپنی کتاب ہدیۃ الشیعتین کے صفحہ ۸ پر بھی درج کیا ہے، علاوہ اس کے تحریر کرتے ہیں :

''محمد الطاف علی خان صاحب رئیس بریلی اپنے مقدمہ کی دعا و حسن اسلوبی کے لیے فقیر کو اپنے باغیچہ میں لے گئے، فقیر ختم خواجگان وغیرہ کے بعد دست بدعا رہا، مجیب الدعوات نے اس مقدمہ کو-جس میں خان صاحب کا پچیس ہزار روپیہ نقصان ہو گیا تھا-ان کی حسب مراد کر دیا۔''

عوام الناس میں آپ کی مقبولیت بے نہایت تھی جناب پیر غلام دستگیر نامی صاحب کی پھوپھی مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ سے عقیدت رکھتی تھی اسی لیے انہوں نے اپنے بھتیجے کا نام انہی کے نام پر ''غلام دستگیر'' رکھا۔چنانچہ نامی صاحب خود فرماتے ہیں۔

زادم و گشتم غلام دستگیر — من شدم نامی بنام دستگیر
بنام نیک مولنا قصوری — غلام دستگیرم نام کردند

(تاریخ جلیلہ، ص:۲۸۴ تذکرہ اکابر اہل سنت: ۳۱۱ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

سفر حرمین:

۱۳۰۷ ہجری/۱۸۹۰ء میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ سفر حج پر روانہ ہوئے۔مؤرخ اہل سنت مفتی غلام سرور لاہوری علیہ الرحمۃ اس سفر میں آپ کے ہم راہ تھے۔دوران سفر مولانا قصوری نے ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کا عربی میں ترجمہ کیا تاکہ علماے حرمین شریفین کی تصدیقات حاصل کی جاسکیں۔

تقریباً چار ماہ مکہ معظّمہ میں قیام کے بعد آپ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔راستہ میں آپ نے ایک خواب دیکھا جس سے آپ کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

> ''بعد ادائے حج کے فقیر اخیر ذوالحجہ میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا، تیسری منزل اثنائے راہ میں بعالم رؤیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا ہوں اور ایک شخص گندم گوں نے دو میٹھی روٹی دے کر کہا کہ یہ تیرے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجی ہیں۔فقیر نے چند لقمہ اس کے کھائے اور حظ وافر اٹھایا۔'' (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل:۳۱۶)

مولانا قصوری نے اس خواب سے مدینہ شریف سے جلد رخصتی کا اشارہ مراد لیا چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :

> ''جس سے دریافت ہوا کہ یہ جلد رخصت کا نشان ہے چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ جو ارادہ تھا کہ دو ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا سو بعد ایک جمعہ کے بسبب ممانعت رہائش کے کہ قافلہ میں مرضِ وبا تھی قافلہ واپس مکہ معظّمہ ہوا۔'' (ایضاً)

۲۵ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ/ ۱۱ اگست ۱۸۹۰ء کو آپ مدینہ منورہ روانہ ہوئے، تیسری منزل پر پہنچ کر مسافروں میں اچانک ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی اور پانچویں منزل پر آپ کے شریک سفر مفتی غلام سرور لاہوری پر مرض کا حملہ ہوا اور ساتویں منزل کے قریب پہنچ کر جمعرات مورخہ ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ کو ان کا وصال ہوگیا۔مولانا قصوری نے نماز جنازہ کی امامت کی۔(تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور:۱۹۹ملخصاً، ذکرجمیل از مفتی محمود عالم ہاشمی)

معاصر علماء ومشائخ سے روابط :

مولانا قصوری اپنے معاصر علما کے ساتھ ہمیشہ مربوط رہے اور اپنی علمی لیاقت وثقاہت کے سبب ممتاز حیثیت سے جانے جاتے تھے، علما کی مجالس آپ کے دم قدم سے جلا پاتیں۔آپ کے معاصرین میں بڑی نادر روزگار ہستیاں تھیں جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

مناظر اسلام فاتح عیسائیت حافظ ولی اللہ لاہوری، مفتی غلام محمد بگوی، مولانا

ذاکر بگوی، خلیفہ حمید الدین، مولانا نور احمد (واعظ جامع مسجد انارکلی، لاہور)، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مفتی عبداللہ ٹونکی، مفتی محمد یار خلیق نظامی، مفتی نقی علی خان، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان، مولانا عبدالسمیع بے دل رامپوری، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مفتی غلام سرور لاہوری، مولانا غلام مرتضیٰ بیر بلوی، خواجہ غلام نبی للّٰہی وغیرہ۔

علمائے حرمین شریفین کے یہاں بھی آپ کی نہایت قدر و منزلت تھی، آپ کی کتب پر علمائے حرمین شریفین کی تقاریظ اس کا بین ثبوت ہیں۔

فقیر قادری مفتی غلام دستگیر صاحب کے حالات و خدمات پر ایک الگ کتاب ترتیب دے رہا ہے ان شاء اللہ آپ کے معاصر علماء سے تعلقات و روابط کی تفصیل وہاں فراہم کی جائے گی۔

احقاق حق وابطال باطل:

مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کا دور برصغیر میں مذہبی افتراق و انتشار کے آغاز کا دور ہے۔ تفضیلیت و شیعیت تو کئی صدیوں سے چلتے آ رہے تھے، اب وہابیت بھی کئی علاقوں میں اپنی شر انگیزی پھیلا چکی تھی جبکہ دیوبندیت، نیچریت، چکڑالویت اور مرزائیت نے آپ کے دور میں ہی جنم لیا۔ اس کے علاوہ برطانوی تسلط کے سبب عیسائی مشنری بھی اپنے پھن پھیلائے سادہ لوح مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے میں مصروف عمل تھی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا قصوری نے ہر ہر میدان میں حق کے پرچم کو بلند رکھا اور دین متین کی طرف بڑھنے والے ہر فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا اور راہ حق میں کسی کی رعایت نہیں کی خواہ آپ کا دوست یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو!۔

مولوی غلام علی قصوری سے آپ کا خاندانی رشتہ بھی تھا، علاوہ ازیں آپ کے ہم مکتب اور ہم زلف بھی تھے لیکن جب مولوی غلام علی قصوری وہابیت کے زیر اثر ہو کر مذہب حق اہل سنت و جماعت پر معترض ہوئے تو مولانا قصوری نے ان کا خوب رد کیا۔

مولانا قصوری نے کسی ذاتی غرض و مفاد کی خاطر کسی کی مخالفت نہیں کی بلکہ یہ سب دینی غیرت

وحمیت کے پیش نظر واقع ہوا، آپ کی ذات بابرکات تو الحب للہ والبغض للہ کی عملی تصویر تھی، جس پر آپ کی تصانیف شاہد عدل ہیں۔ایک کتاب میں مولانا قصوری خود تحریر کرتے ہیں :

''فقیر محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قادری احمدی قصوری کان اللہ لہ منعم حقیقی کے اس عطیہ کا شکریہ کس زبان سے بیان کرے کہ اول اس ناچیز کو اقرار اور تصدیق کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی توفیق رفیق کر کے پھر محبت خاندان رسالت اعنی اہل بیت اطہار اور مودت ناصران ومحبان معدن نبوت اعنی اصحاب کبار کی اس کمینہ کے سینہ بے کینہ میں دفینہ فرمائی۔ واہ واہ بخت کہ مجھ سے نالائق کو کیسی اچھی خلعت پہنائی، اس لیے ان حضرات کے محبوں اور ثناخوانوں سے دوستی جانی ہے اور ان کے مخالفوں اور بدگوؤں سے دشمنی اور عداوت روحانی ہے۔'' (ہدیۃ الشیعتین:۹)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے میرے اُستاد عالم عارف مقبول عمدہ علماے فحول جناب میاں صاحب مولانا حافظ عبدالرسول سلمہ اللہ تعالیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کی کہ حضرت آپ کے گرد وپیش وہابیوں کی بکثرت شکایات آ رہی ہیں، آپ نے فرمایا: الحمدللہ اس جماعت (یعنی اہل سنت) میں اہل اللہ داخل ہیں کیونکہ یہ مطعون لوگ اولیاے معظم ہیں اگر ہم کو اس لڑی میں پروئیں تو یہ ان کا احسان ہوگا۔ (عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان:۳۰)

رددیو بندیت:

یونہی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی یعقوب نانوتوی وغیرہ سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے لیکن جب براہین قاطعہ کی دل آزار عبارات آپ کے مشاہدہ میں آئیں تو بہت صدمہ ہوا، چاہا کہ مولوی خلیل انبیٹھوی سے ملاقات کر کے اصلاح کی جائے مگر انبیٹھوی صاحب کی ضد اور ہٹ دھرمی ملاحظہ کرتے ہوئے اس سے مناظرہ کیا، بالآخر مولوی انبیٹھوی کو ریاست بدر کر دیا گیا۔ (اس مناظرے کا قدرے تفصیلی ذکر مولانا قصوری کی تصانیف میں ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید

والخلیل'' کے تعارف میں آرہا ہے۔)

اس مناظرہ سے قبل مولوی خلیل انبیٹھوی اور مولوی یعقوب نانوتوی کی تقاریظ وتصدیقات مولانا قصوری کی کتب پر ملتی ہیں لیکن مناظرے کے بعد آپ نے ان سے تعلق منقطع کرلیا۔

ردقادیانیت:

ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کا دفاع کرنے میں صدیقی خاندان ہمیشہ صف اول میں رہا ہے۔مولانا قصوری نے سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف جامع ومبسوط فتویٔ کفر تحریر کیا اور علماے حرمین شریفین کی تصدیقات حاصل کر کے شائع کیا۔مرزا قادیانی نے کئی بار آپ کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر ہر بار خود ہی فرار ہوگیا۔(تفصیل کے لیے مولانا کی کتاب ''فتح رحمانی'' ملاحظہ فرمائیں۔مولانا قصوری کی کتب متعلقہ قادیانیت رسائل قصوری کی جلد دوم میں شامل ہیں،ان شاء اللہ ردقادیانیت کے حوالے سے مولانا قصوری کی خدمات کا تفصیلی جائزہ جلد دوم میں پیش کیا جائے گا۔)

ردغیر مقلدین/ وہابیت:

ردقادیانیت کے سلسلہ میں مولانا قصوری کی خدمات کو دیکھ کر غیر مقلدین نے مولانا قصوری پر ہاتھ صاف کرنے کی ناکام سعی کی چنانچہ غیر مقلدین میں سے مولوی مقتدیٰ حسن اور قاضی صفی الرحمٰن مبارکپوری نے لکھا ہے :

> ''مولانا غلام دستگیر قصوری قادیانی فتنے کا مقابلہ کرنے والوں کی صف اول میں تھے۔آپ کا شمار پنجاب کے ممتاز علماے اہل حدیث میں ہوتا تھا۔(تذکرۃ المناظرین، حصہ اول،ص:۲۱۷مطبوعہ دارالنوادر،اردوبازار لاہور-قادیانیت اپنے آئینے میں:۲۵۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ،لاہور)

غیر مقلد حضرات کی دیدہ دلیری،کذب بیانی،ہٹ دھرمی اور ضد کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک ایسی شخصیت کے متعلق غلط بیانی کی جس کی ساری زندگی مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت اور غیر مقلدین حضرات کے تحریری وتقریری رد میں گزری،جس پر ان کی ایک درجن سے زائد تصانیف

شاہد ہیں: ابحاث فرید کوٹ، ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ، عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان، تحقیق صلوٰۃ الجمعہ، تحفہ دستگیر یہ بجواب اثنائے عشریہ، عروۃ المقلدین، ظفر المقلدین، نصرۃ الابرار، تحقیق تقدیس الوکیل، جواب اشتہار کفریت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ یہ سب تصانیف مولانا نے غیر مقلدین کے رد میں ہی تحریر کی ہیں۔

مناظرہ بہاول پور کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل دیکھ لیجیے، مولانا قصوری نے امام الوہابیہ شاہ اسمٰعیل دہلوی ودیگر وہابی پیشواؤں کے نظریات کا خوب رد وابطال کیا ہے اور اسمٰعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کو ہر جگہ ''تفویۃ الایمان'' لکھا ہے۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ آپ کی دینی خدمات کے معترف تھے۔ پنجاب کے لوگوں نے آپ کو لاہور تشریف لانے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا :

''وہابیوں کے سرکوب مولانا غلام دستگیر قصوری کے ہوتے ہوئے مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔'' (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور:۲۰۴)

فاضل بریلوی نے آپ سے اپنی کتاب ''سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح'' پر تقریظ بھی لکھوائی۔

پنجاب میں جب فتنۂ وہابیت نے قدم رکھا تو مولانا قصوری نے اس کا بھرپور مقابلہ کیا۔ پنجاب کے لوگ طبعاً شعروشاعری سے زیادہ رغبت رکھتے تھے، روزانہ کئی مقامات پر لوگ جمع ہوتے اور پنجابی صوفیہ کرام کا عارفانہ کلام سماعت کیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے مذہبی لٹریچر کا ایک خاطر خواہ حصہ پنجابی نظم میں ملتا ہے۔ حافظ محمد لکھوی نے یہاں کے لوگوں کی اسی خصلت و عادت کے پیش نظر پنجابی زبان میں منظوم تفسیر بنام ''تفسیر محمدی'' لکھی۔ علاوہ ازیں فقہی مسائل کے حوالے سے ایک کتاب ''انواع محمدی'' لکھی، ان کتب کی اشاعت سے عوام الناس متذبذب ہوئے چنانچہ مولانا قصوری نے اپنے قابل شاگرد مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کو تفسیر محمدی کا جواب لکھنے کا کہا اور بسم اللہ شریف کا ترجمہ خود فرمایا۔

اسم اللہ دے نال شروع ہے جو بخشش دا سائیں
کامل مہر محبت والا پالے آخر تائیں

مولانا حلوائی لکھتے ہیں ۔

نال اجازت عارف نوری حضرت پیر قصوری
شروع کیتم ایہ عمل مبارک رب کرے منظوری

(تفسیر نبوی، جلداول، ص:۵)

مولانا قصوری مخالفین اسلام و اہل سنت کی تردید کے لیے ہر وقت مستعد رہتے چنانچہ غیر مقلد حضرات و دیگر فرق باطل کے سرکردہ مولویوں سے آپ کے کثیر مباحثے و مناظرے ہوئے اورحق تعالیٰ نے آپ کو ہر ایک میں کامیابی عطا فرمائی۔ان مباحثوں کا مقصد اپنی علمیت کی دھاک بٹھانا ہرگز نہ تھا بلکہ آپ نہایت خلوص کے ساتھ اپنے مخالف کو راہ راست پر لانے کے خواہاں رہتے، چنانچہ ایک جگہ اپنے مخالفین کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''ابھی تک فرصت باقی ہے خدا کے لیے ایسی گستاخی اور بے ادبیوں سے باز آؤ، توبہ نامہ مشتہر کراؤ،قومی ہمدردی سے یہ تحریر ہے، اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں آپ کی بدنامی سے تشہیر ہے، فقیر کا دل جلتا ہے خون پگھلتا ہے۔ واللہ ہوالموفق'' (عروۃ المقلدین:۳۰ مطبوعہ مطبع قادری انجمن قصور)

ابطال باطل کی توفیق ملنے پر بطور شکر خداوندی لکھتے ہیں :

''فدیتک اللّٰھم یہ تیرا کس قدر اس فقیر پر عظیم احسان اور عمیم امتنان ہے کہ تیرے مقبولوں کے دشمن جن دلیلوں سے ان کے استخفاف ظاہر کرتے ہیں یہ تیرا نہایت عاجز بندہ انہیں ادلہ سے خاک بدہان اعدا کرکے ان کی عزت وتوقیر کثیر روشن کردکھاتا ہے، سچ ہے کہ اس سچے دین کا خدا خود حافظ ہے۔ وکفی بہ حفیظا.''

(جواہر مضیۃ رد نیچریۃ:۷۸ مطبوعہ مطبع گلزار محمدی، لاہور)

مولانا قصوری بحث و مباحثہ اور تحریر و تقریر میں ہمیشہ علمی انداز اختیار فرماتے اور ذاتیات پر طعن کرنے سے اجتناب کرتے۔ چنانچہ پادری عماد الدین نے جب اپنے رسالہ ''نغمۂ طنبوری'' میں ہر اعتراض کا جواب صرف آیت قرآنی سے ہی چاہا تو مولانا قصوری نے اپنے رسالہ میں الزامی

جوابات کی بجائے پادری کے تمام اعتراضات کا جواب قرآن کریم سے پیش کیا پھر بغرض اصلاح احوال کے تحریر کرتے ہیں :

''کاش پادری صاحب کبھی اس حقیر سے کہ خرمن اہل قرآن کا کم ترین خوشہ چین ہے مل جائیں اور کسی آیت قرآنی میں کچھ گفتگو فرمائیں تو اس میری تحریر کی تصدیق کر کے ایک ذرہ بھی تفاوت تصور میں نہ لائیں اور اگر ہادی حقیقی کی مرضی ہووے تو قرآن پر از سرنو ایمان لائیں۔(مخرج عقائد نوری:۵۳)

ردنصاریٰ:

مولانا قصوری نے ردنصاری میں دو رسالے تصنیف کیے :

۱۔مخرج عقائد نوری

۲۔تحریف القرآن کا جواب

ان دونوں رسائل کا تفصیلی تعارف آگے پیش کیا جائے گا۔

مخرج عقائد نوری میں مولانا قصوری نے پادری عماد الدین کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب پیش کیا اور اخیر کتاب میں اس کو مباہلہ کی دعوت پیش کی، چنانچہ لکھتے ہیں :

''اب حقیر تمام بنی آدم کو دعوت اسلام کا پیغام پہنچا کر پادری عماد الدین صاحب سے ملتمس ہے کہ اگر آپ ان جوابات کو دیکھ کر نصرانیت سے توبہ وتبری فرمائیں اور سرنو ایمان لے آئیں فھو المراد والحمدللّٰہ علی ذلک .

مقتضائے طلب تحقیق حق یہی ہے اور خدانخواستہ اگر قبولِ حق میں کچھ اِغماض اور اختیارِ توحید سے اِعراض ہو تو فضول بحث وجدال وقیل وقال سے ہاتھ اٹھائیں اور مجھے بھی تصدیع نہ بڑھائیں بلکہ اپنی حقیت پر اگر یقین رکھتے ہیں تو قطعی فیصلہ کی طرف راغب ہو کر خود تشریف لائیں اور اپنے کنبے کو مع بڑے بڑے پادریوں کے ہمراہ لے کر اس کم ترین اُمت محمدیہ کو بھی بلائیں تا کہ پھر دونوں فریق مل کر خدائے غفار وقہار سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ جھوٹوں پر اس کی لعنت ہو پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا

منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا۔فرقان حمید میں مکابرہ اور مجادلہ کرنے والوں سے اسی طرح پر مقابلہ کرنے کا حکم ہے"(مخرج عقائد نوری:۸۰۔۷۹)

پھر ۱۷ سال بعد رسالہ رجم الشیاطین کے سرورق پر ایک اعلان مشتہر کروایا :

"فقیر حقیر مؤلف نے جو کم ترین امتان حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین و حبیب رب العلمین و شفیع الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم ہے، ۱۲۹۴ھ میں رسالہ مخرج عقائد نوری تردید نغمۂ طنبوری کے اخیر جمیع پادریوں کو صلائے عام دیا تھا کہ اگر اس جواب سے جو بموجب منشائے سائل کے قرآن مجید سے ہی دیا گیا کوئی خدشہ لاحل رہا ہو تو فقیر سے بالمشافہ طے کرلیں ورنہ مباہلہ کے واسطے بھی فقیر تیار ہے، آؤ حق تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ ناحق چلنے والوں پر خدا کی لعنت ہو، پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا، فقط باوصف یہ کہ وہ صدہا رسائل شائع ہوئے اور کئی پادری صاحبوں کی طرف ڈاک میں بھیجے جس کو اب سترہواں برس گذرتا ہے، آج تک کسی نے دم نہ مارا۔اب بھی اگر کسی کا مخالفین دین اسلام سے حوصلہ ہے تو فقیر حقیر کان اللہ لہ مباہلہ کو مستعد ہے کیونکہ اس دین متین پر یقین کامل رکھتا ہوں اور بلا ریب **الاسلام یعلو و لا یعلی** واقع ہے۔"(رجم الشیاطین:۱)

ردنیچریت:

سرسید احمد خان کو عمومی طور پر ان کی فروغ تعلیم کے لیے خدمات پر سراہا جاتا ہے لیکن بہت کم لوگ ان کے مذہبی نظریات سے آشنا ہوں گے۔سرسید احمد خان نے اپنی کتب سے باطل نظریات کا پرچار کیا، رسالہ تہذیب الاخلاق میں اسلامی نظریات کے مخالف اپنے من گھڑت مفروضات پر مبنی تشریحات شائع کرتا رہا۔یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی ہی میں کثیر علما نے اس کا رد لکھا اور مرزا قادیانی کے علاوہ برصغیر کی یہ دوسری شخصیت ہے جس کی تکفیر پر تمام مکاتب فکر کے علما نے اجماع کیا۔

تہذیب الاخلاق کے ایک پرچہ بابت ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ/ ۲۰ مارچ ۱۸۷۸ء میں حدیث

تشبہ کے متعلق سر سید کا مضمون شائع ہوا، مولانا قصوری کے ایک معتقد عالم مولانا فضل الرحمٰن فیروز پوری نے یہ مضمون مع استفتا کے مولانا قصوری کی خدمت میں پیش کیا جس کے جواب میں مولانا قصوری نے ''جواہر مضیۃ ردنیچریہ'' تحریر فرمائی، پھر اسی کتاب کے ضمیمہ میں سر سید کی تفسیر القرآن کے باطل اور لغو مضامین کا خوب رد کیا۔

سر سید کی زندگی ہی میں کثیر علما نے ان کی تکفیر کی چنانچہ ''امداد الآفاق برجم اہل النفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق'' از ڈپٹی مولوی امداد العلی اور ''نصرۃ الابرار'' از مفتی محمد لدھیانوی شائع ہوئیں جن پر کثیر علما کی تصدیقات وتقریظات ہیں۔

ردشیعیت/تفضیلیت:

مولانا قصوری نے ردشیعیت میں کتاب ''ہدیۃ الشیعتین'' فارسی زبان میں تحریر فرمائی، پھر اس کا اردو ترجمہ ''مناقب چار یار مع حسنین'' کیا، اس کتاب میں شیعہ حضرات کے عقائد ونظریات و صحابہ کرام پر اعتراضات کا مدلل ومفصل جواب دیا گیا ہے۔ تفصیلی تعارف تصانیف کے ضمن میں آئے گا۔

وصال:

اہل سنت کا یہ بطل جلیل عالم نبیل ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ/ ۲۱ جون ۱۸۹۷ء میں اس جہان فانی سے رُخصت ہو گیا اور قصور کے مشہور قبرستان (مزار حضرت دائم الحضوری کے پہلو میں) میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ (مقامات طیبین: ۵۶)

لوح مزار پر آپ کا اسم گرامی یوں تحریر ہے:

''جامع الکمالات والحسنات منبع فیوضات والکرامات افضل الفضلاء اکمل الکملاء عالم ربانی فاضل لاثانی عارف نوری دائم الحضوری ہادینا ومرشدنا ابوعبدالرحمٰن پیر روشن ضمیر حضرت مولانا مفتی غلام دستگیر قصوری حنفی ہاشمی صدیقی''

پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''انجمن نعمانیہ کے کاغذات میں مولانا ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر قصوری الہاشمی کی وفات حسرت آیات پر جو قرار دادیں پیش کی گئیں ان میں آپ کی علمی خدمات کو بے پناہ ہدیہ تحسین پیش کیا گیا۔ان کی علمی اور عملی شخصیت کو بے پناہ عقیدت مندانہ خیالات سے یاد کیا گیا۔انجمن نعمانیہ کے بانی اور علماے کرام کی ٹیم کے سربراہ ہونے کی وجہ سے ان کی رحلت کو اہل سنت کے لیے ایک قومی نقصان قرار دیا گیا۔'' (صدسالہ تاریخ انجمن نعمانیہ: ۵۹ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

مولانا نبی بخش حلوائی تلمیذ حضرت مولانا قصوری نے تاریخ وصال رقم فرمائی جو کہ آپ کی لوح مزار پر کندہ ہے۔

بعد از ثنا رب العلی صلوات بر خیر الوریٰ
بر عترتش اہل صفا از دل بگویم صد دعا

اے قبلہ ام عالی جناب اے مرشدم اہل صواب
داری بسا چوں آفتاب حسن وضیاء نزد خدا

منظورِ حق مقبول حق بودی تو اے صاحب وقر
نافع خلائق بس شدی گم گشتگاں را رہنما

در خلق وحلم وعلم وعمل اخلاص گشتی بے نظیر
عقل وذکاء فہم رسا میداشتی اے پارسا

دریاے فیضان فقر جاری نمودی چار سُو
محمود در خلق خدا، ہستی تو اے صاحب صفا

حامی شدی دین متیں قامع ضلالت بالیقیں
عامل بسنت شاہ دیں اے معدن جود وسخا

شبلی زمان خود شدی جنید اندر وقت خود
شام وسحر ظہر وعصر مشغول در ذکر خدا

صلوات بر شاہ عرب از جان و دل در روز و شب
خواندی مدام از صد ادب اے صاحب عرفان خدا

اے صاحب نوری نظر اے مرشد عالی وقار
بر طالبان خود نگر از مہر و الطاف و عطا

تاریخ آں پیر ہدیٰ گفتہ سروش خوش نوا
''غفر لہ'' اے مہ لقا نغمہ سرا شد ہر کجا

اے ملجا و ماوائے ما بنگر بہ حلوائی گدا
در ہر قصص ہر ماجرا اُمدُد لہ، اے مقتدا

''غفرلہٗ'' سے ۱۳۱۵ھ بر آمد ہوتا ہے۔

اولاد و اخلاف:

آپ کی اولاد کے متعلق پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب تحریر کرتے ہیں:

آپ کے ایک صاحب زادے مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھے، انہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ بڑے پارسا، عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ علم میں یکتائے روزگار مانے جاتے تھے، نام و نمائش سے گریزاں تھے۔

مولانا قصوری کی ایک صاحب زادی ہاجرہ بیگم مرحومہ سید وزیر علی والد جناب سید مراتب علی شاہ رئیس اعظم لاہور کی بیوی تھیں جن کے بطن سے چار بچے سید علی اکبر، سید اصغر علی، سید صفدر علی اور سیدہ منور بیگم نے جنم لیا۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۲۱۷۔۲۱۶)

صاحب زادہ مولانا عبدالرحمٰن کے متعلق مولانا امام الدین کھوتکوی لکھتے ہیں کہ میری نظر میں بے نفسی اور کسر نفسی میں عدیم المثال ہیں۔ (مقامات طیبین: ۵۶)

مکتوبات اعلیٰ حضرت للّٰہی کے مطالعہ سے یہ بات ملی کہ مولانا قصوری نے اپنی بیٹی کی شادی ۱۷ جمادی الاول ۱۲۹۷ ہجری / ۲۷ اپریل ۱۸۸۰ء کو کی اور تقریباً چار دن کے وقفہ سے نور نظر مولانا عبدالرحمٰن کی شادی خانہ آبادی ہوئی چنانچہ خواجہ غلام نبی للّٰہی اپنے مکتوب بنام مولوی غلام حسن

صاحب میں تحریر کرتے ہیں:

''آج بدھ وار لاہور سے مولوی غلام دستگیر صاحب کے گھر بارات آ رہی ہے اور سوموار کو صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب کی شادی کی تاریخ مقرر ہے۔ سب لوگ لاہور جائیں گے۔'' (مکتوبات اعلیٰ حضرت للّٰہی، دفتر اول، حصہ دوم: ۲۲۷)

مکتوبات کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا قصوری کی والدہ ماجدہ ہمشیرہ حضور دائم الحضوری کا وصال بروز جمعرات ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۹۳ ہجری (۱۷ اکتوبر ۱۸۷۶ء) کو قصور شریف میں ہوا، چنانچہ خواجہ غلام نبی للّٰہی اپنے فرزند حافظ دوست محمد کے نام مکتوب مورخہ ۴ شوال ۱۲۹۳ھ (۲۳ اکتوبر ۱۸۷۶ء) میں لکھتے ہیں:

''جمعرات ۲۹ رمضان کو مولوی غلام دستگیر صاحب کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت والا مناقب (خواجہ ثانی عبدالرسول قصوری صاحب) سلمہ اللہ تعالیٰ کی خالہ صاحبہ اس دار فانی سے انتقال فرما گئیں۔ جنازہ کے بعد انہیں خانقاہ شریف کی مسجد کے جوار میں دفن کیا گیا۔ فقیر مسجد شریف کے اندر سو رہا تھا کسی نے اطلاع نہ دی کہ مبادا تکلیف پہنچے، یہاں تک کہ ظہر کے وقت خود بخود بیدار ہوا۔ اس وقت تمام لوگ پٹھان، خواجگان، مولوی غلام دستگیر صاحب و حضرت صاحبزادہ صاحب والا مناقب اپنے تمام مخلصین کے ساتھ قصور شہر جا چکے تھے۔ بہت افسوس ہوا کہ جنازہ کے ثواب سے محروم رہا۔'' (مکتوبات اعلیٰ حضرت للّٰہی، حصہ اول: ۸۵)

مولانا عبدالرحمٰن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا مولانا غلام ابوبکر صاحب تھے۔ پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور میں مولانا غلام ابوبکر صاحب کو مولانا قصوری کا چھوٹا بیٹا لکھ دیا ہے جب کہ یہ درست نہیں ہماری تحقیق کے مطابق آپ مولانا قصوری کے پوتے اور مولانا عبدالرحمٰن کے صاحب زادے ہیں۔ آپ بھی اپنے والد محترم کی طرح بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ کا مزار موضع رتیکے تحصیل منچن آباد بہاول نگر میں ہے۔ مولانا ابوبکر صاحب کے دو صاحب زادے پیر اشرف علی صاحب اور پیر سعادت علی صاحب تھے۔ پیر اشرف علی صاحب کا

ایک بیٹا تھا جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا اور پیر سعادت علی صاحب مجرد رہے (یعنی شادی نہیں کی)۔مولانا قصوری صاحب کی اولاد کے متعلق ہمیں یہ معلومات مولانا ریاض احمد (خادم دربار حضرت مولانا ابوبکر علیہ الرحمۃ، بہاول نگر) نے فراہم کی۔)

تلامذہ مولانا قصوری:

مولانا قصوری کے تفصیلی احوال دستیاب نہ ہونے کے سبب آپ کے تلامذہ کی درست تعداد بھی معلوم نہ ہوسکی، تاہم آپ کی کتب میں چند تلامذہ کا ذکر ملا، جن کا مختصر تعارف ہم یہاں پیش کر رہے ہیں :

ا۔مولانا غلام نبی فیروز پوری

حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

۲۔مولانا فضل حق قصوری

آپ کا شجرہ شریف یوں ہے:

فضل حق قصوری بن حافظ محمد عبدالملک بن حافظ غلام مرتضٰی بن میاں محمود بن شیخ محمد قصوری بن مخدوم پنجاب حافظ غلام مرتضٰی قصوری بن خواجہ عبدالملک قصوری۔(تحفہ رسولیہ مترجم:۲۹۳)

مولانا قصوری کی بعض کتب آپ کی تصحیح وتصدیق سے شائع ہوئیں، دیگر حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

۳۔مولانا نبی بخش حلوائی

مولانا حلوائی ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء میں میاں محمد وارث کے ہاں بمقام اکبری منڈی (محلّہ مولویاں، اندرون دہلی دروازہ، لاہور) ارائیں گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والدین نے آپ کو محلّہ کے ایک نیک سیرت حلوائی کی شاگردی میں دے دیا، آپ نے اپنے استاد سے اجازت لے کر قریبی مسجد میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی، ناظرہ قرآن مجید کے بعد صرف و

نحو کی تعلیم حاصل کی بعد ازاں تکیہ سادھواں (لاہور) کے مدرسہ غوثیہ میں داخل ہوئے اور پیر عبدالغفار شاہ کاشمیری قادری سے علوم دینیہ کی تحصیل کی،اس کے علاوہ آپ نے مدرسہ فتحیہ (اچھرہ،لاہور) میں تعلیم حاصل کی،انجمن نعمانیہ (لاہور) کے زیر اہتمام مدرسہ مسجد بکن (موچی دروازہ،لاہور) میں بھی زیر تعلیم رہے۔آپ کے دیگر اساتذہ میں قطب لاہور مولانا غلام قادر بھیروی،مفتی غلام محمد بگوی،مولانا معوان حسین رام پوری اور مفتی غلام دستگیر قصوری جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

مولانا حلوائی نے طریق نقشبندیہ میں اپنے استاذ گرامی مفتی غلام دستگیر قصوری سے بیعت کی۔ ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ بمطابق یکم نومبر ۱۹۴۴ء کو وصال ہوا اور اپنی تعمیر کردہ مسجد حنفیہ نبویہ سے ملحق اپنے حجرہ میں ہی مدفون ہوئے۔

آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑیں جن کے اسماذیل میں درج کیے جاتے ہیں :

۱۔تفسیر نبوی پنجابی منظوم (۱۵ جلدیں)
۲۔شفاء القلوب بالصلوٰۃ علی المحبوب
۳۔الامتیاز بین الحقیقت والمجاز
۴۔النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ (۱۳۵۶ھ)
۵۔اخراج المنافقین من مساجد المسلمین (۱۳۵۳ھ)
۶۔انتباہ المنکرین من تصرف سید المرسلین (۱۳۵۱ھ)
۷۔اظہار انکار المنکرین من صلوۃ المحبین
۸۔سبیل الرشاد فی حق الاستاد
۹۔تحصیل العرفان فی آداب مشائخ والاخوان (۱۳۵۰ھ)
۱۰۔شمول الوہابیہ فی سلک النجدیہ
۱۱۔اطلاع الناس فی طلاق الثلث
۱۲۔خیر الہدیٰ فی عدم الجمعۃ فی القریٰ
۱۳۔احسان الاموات بالصدقات والاسقاط (۱۳۰۵ھ)

۱۴۔ایضاح التلبیس الشیطانی مافی تفسیر النعمانی

۱۵۔قھر القھار علی منکر الاحادیث والآثار

۱۶۔ازالۃ التلبیس بالقرآن والحدیث

۱۷۔الدلائل القویہ فی اثبات الکفریات الوہابیہ

۱۸۔انتصار نبوی فی اظہار تفریط افراط لکھوی

۱۸۔عمدۃ البیان فی تجوید القرآن

۱۹۔انتباہ المومنین من مکاید الشیاطین

۲۰۔قصص المحسنین کبیر علی اشعار عبدالستار رودلپذیر

۲۱۔ارشادات العارفین المشائخ والطالبین معروف بہ تحفۃ الصوفیہ

۲۲۔رسالہ شریفہ ارشادات ابن عربی

۲۳۔نور الایمان مجموعہ رسائل اربعہ

۲۴۔انواع نبوی

۲۵۔قہر القہار رد عبدالستار

۲۶۔مجموعہ انواع خمسہ

۴۔مولانا سید عبدالحق ہمدانی

مولانا سید عبدالحق ہمدانی ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے نانا سید نظام الدین شاہ صاحب کشف بزرگ تھے۔آپ کی ایام شیرگی کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ایک کمرہ میں چارپائی پر لٹا کر صحن میں کسی کام کو گئیں کہ کمرے کی چھت نیچے آرہی، گھر میں کہرام مچ گیا، جلدی جلدی ملبہ ہٹایا گیا، جب چارپائی تک پہنچے تو دیکھا کہ اس کے دونوں سیروے ٹوٹ کر باز مل گئے ہیں اور آپ اس پنگوڑے میں صحیح وسالم موجود ہیں۔

آپ کے شباب کا زمانہ بہت ہی پاک بازی اور عفت وحیا سے لبریز زمانہ تھا، جوانی میں گھوڑ سواری کا بہت شوق تھا اور سرکش گھوڑے کو رام کرنا جانتے تھے، اس کے علاوہ تیراکی کا بھی بہت

شوق تھا۔

خواجۂ ثانی صاحب زادہ عبدالرسول قصوری صاحب نے آپ کی رسم بسم اللہ کی، پھر اپنی مسجد میں سید قمرالدین شاہ صاحب ہمدانی سے قرآن مجید پڑھا، فارسی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں، مولانا غلام دستگیر قصوری سے علوم دینیہ کی تکمیل کی، پھر اورینٹل کالج لاہور میں مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولوی محمد حسین بٹالوی سے بھی پڑھا، ساتھ ساتھ قرآن مجید حفظ کیا اور تراویح میں کئی سال تک سنانے کا معمول رہا۔

پروفیسر اقبال مجددی صاحب نے اپنی کتاب تذکرہ علماے و مشائخ پاکستان و ہند کے صفحہ ۱۲۴۴ پر مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب کے قلمی اجازت نامہ کا عکس لگایا ہے جسے ہم بعینہٖ یہاں نقل کر رہے ہیں :

باسمہٖ سبحانہٗ

شاہ صاحب مولوی سید محمد عبدالحق شاہ صاحب نے جن کے خاندان عالی میں بھی علوم عربیہ کی تحصیل و تکمیل چلی آتی ہے، فقیر سے بھی کتب معقول و منقول کا سبقاً سبقاً اکتساب کیا ہے فقیر کے نزدیک ان کی تحصیل علوم عربیہ و دینیات میں بہت عمدہ ہے چنانچہ کئی سال سے حسب اجازت فقیر انہوں نے اپنے مکان پر شغل تدریس طلباء علوم عربیہ و دینیات کا جاری رکھا ہے، طلاب ان کی تعلیم و مکارم اخلاق سے ازبس مشکور رہے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بزرگوار اخیار کا خلف الرشید پیدا فرمایا ہے، الحمدللہ تعالیٰ علی ذلک

یہ چند کلمے فقیر نے بطور ادائے شہادت اور سند کے تحریر کر دیے ہیں، باری تعالیٰ ان کی عمر اور فیض میں برکت بڑھائے۔آمین یارب العلمین

المرقوم عشرہ ثانیہ رمضان المبارک ۱۳۰۸ ہجری

بقلم فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ

آپ کچھ عرصہ اپنی مسجد میں طلباء کوتعلیم دینے کے بعد بعض خانگی حالات سے مجبور ہوکر عارضی طور پر خیر پور چلے گئے اور وہاں کے پرائمری مدرسہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں حج بیت اللہ شریف کے لیےتشریف لے گئے اور مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی سے سند حدیث حاصل کی۔ آپ اپنے دادا سید چراغ علی شاہ علیہ الرحمۃ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے، دوسری بیعت آپ نے پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے دست حق پرست پر کی۔ جب تک مسجد میں آنے کی قوت رہی ہر ماہ ایک بار مجلس وعظ منعقد فرماتے۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ/ ۳ نومبر ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔ آپ کی قلمی کتب میں ایک دیوان بدیع البیان (حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم) قصور میں موجود ہے۔ (ہم اور ہمارے اسلاف از ڈاکٹر ایس اے آر ہمدانی، ص:۳۹۱۔۳۸۲ مطبوعہ کلاسیک، لاہور)

۵۔ سید محمد زمان شاہ قصوری ہمدانی:

سید محمد زمان شاہ بن سید محمود شاہ (معروف بہ بلاق شاہ) اپنے ننھیال کھیم کرن میں ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان کئی نسلوں سے علم وتقویٰ کی سنہری روایات کا حامل رہا ہے۔ حضرت خواجۂ ثانی عبدالرسول نقش بندی سے تعلیم کا آغاز کیا، پھر مفتی غلام دستگیر قصوری سے کافیہ، شرح تہذیب اور کنزالدقائق کا درس لیا۔ بعدازاں خیر پور ٹامیوالی چلے گئے اور مولانا عبدالرحمٰن خیر پوری، مولانا فضل حق قصوری اور مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی سے درسیات کی تکمیل کی۔(۱)

فن طب سے خاصا لگاؤ تھا، حکیم نظام الدین خیر پوری، حکیم نصیر الدین اور حکیم حافظ غلام مصطفیٰ قصوری سے فن طب کی تکمیل کی۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد ۲۷ دسمبر ۱۸۸۵ء کو نواب بہاول پور کے ذاتی سٹاف میں بھرتی ہوئے پھر یکم ستمبر ۱۸۹۴ء کو محکمہ عدالت میں چیف کورٹ ریاست بہاول پور کے ریڈر مقرر ہو گئے۔

---

(۱) ڈاکٹر ایس اے آر ہمدانی نے اپنی کتاب ''ہم اور ہمارے اسلاف'' کے صفحہ ۳۲۱ پر آپ کو حضرت غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کا شاگرد قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ حضرت دائم الحضوری کا وصال ۱۲۷۰ ہجری میں ہو گیا تھا اور مولانا سید زمان شاہ صاحب کی ولادت ۱۲۷۲ ہجری میں ہوئی۔

مولانا عبدالرحمٰن خیر پوری نے ۲۴ صفرالمظفر ۱۳۰۵ھ میں طواف قبور کے جواز پر فتوی دیا جس کی ہر ہر عبارت کا رد مفتی غلام دستگیر قصوری صاحب نے بنام ''کشف الستور عن طواف القبور'' تحریر کیا جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔اسی رسالہ میں حرمت طواف قبور کے متعلق سید محمد زمان شاہ قصوری صاحب کا مفصل فتوی ہے جو کہ آپ کے استاد مولانا عبدالرحمٰن خیر پوری کی رائے کے خلاف ہے۔ اراکین ریاست بہاول پور نے علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں استفتاء بھیج کر فتاوی حاصل کیے جو کہ رسالہ کے ہمراہ شائع ہوئے۔(ہم اور ہمارے اسلاف:۳۳۳)

۱۴ شعبان ۱۳۵۵ھ/۱۰ نومبر ۱۹۳۶ء کو خیر پور میں واصل بحق ہوئے،سید غلام محی الدین شاہ ہمدانی ان کے اکلوتے فرزند ہیں۔

آپ بلند پایہ عالم دین، حاذق طبیب، صاحب ثروت ہونے کے علاوہ قادرالکلام شاعر بھی تھے،''نیازی'' تخلص کرتے۔آپ کا کلام صادق الاخبار، بہاول پور میں طبع ہوتا تھا۔(تذکرہ علمائے پنجاب از اختر راہی،ص:۳۷۴۔۳۷۵ ملخصاً بحوالہ ہم اور ہمارے اسلاف:۳۲۶)

آپ کی قلمی کتب میں سے دیوان کے علاوہ تحفۃ الامیر، الف لیلیٰ، رسالہ ابطال سرزمہ موجود ہیں،سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں ایک رسالہ ''عمدۃ المناقب'' بھی تصنیف کیا۔(ہم اور ہمارے اسلاف:۳۴۱۔۳۴۰)

۶۔سید غلام حسین قصوری:

آپ مولانا غلام دستگیر قصوری کے شاگرد اور خواجۂ ثانی عبدالرسول قصوری صاحب کے مرید و داماد تھے۔آپ کے دو صاحب زادے سید احمد شاہ اور سید محمد شاہ تھے۔سید احمد شاہ صاحب شاہ ابوالخیر دہلوی سے بیعت تھے آپ کے بیٹے صاحب زادہ رؤف احمد شاہ کا عقد شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی کی صاحب زادی محترمہ صدیقی صاحبہ سے ۱۳۳۳ھ سے ہوا، تعلقات خراب رہے، صاحبزادی صاحبہ میکے ہی رہیں، ان سے دو صاحب زادیاں محمدی اور امۃ الرحمٰن تولد ہوئیں۔ (تذکرہ علمائے ومشائخ پاکستان وہند:۱۰۴۱)

سید محمد شاہ صاحب فاضل عالم دین و مفتی شرع متین تھے،حضرت صاحب زادہ عبدالرسول

صاحب نے کم سنی میں ہی ان کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔

تصانیف

مولانا قصوری نے مختلف موضوعات پر گراں قدر علمی نوادر یادگار چھوڑے مگر افسوس کہ ان کے حفظ کا خاطر خواہ بندوبست نہ ہوا اور آج بیشتر کتب نایاب ہیں۔مولانا قصوری کی تصانیف کی درست تعداد کا تعین بھی ایک مشکل امر ہے تاہم جو تصانیف ہمارے علم میں آئیں ان کا مختصر تعارف ہدیۂ قارئین ہے۔

ا۔عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان (۱۲۸۵ھ)

یہ کتاب میاں نذیر حسین دہلوی کی مشہور تصنیف ''معیار الحق'' کے جواب میں بزبان فارسی لکھی، مطبع مصطفائی لاہور سے شائع ہوئی،کل صفحات ۳۲ ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی کتاب معیار الحق کے کئی علمی و تحقیقی جواب لکھے گئے جیسا کہ مولانا ارشاد حسین رام پوری کی انتصار الحق مطبع صدیقی، بانس بریلی سے ۱۲۹۰ ہجری میں شائع ہوئی۔

مولانا نذیر احمد خان رام پوری نے ''امطار الحق'' کے نام سے دلائل و براہین سے مزین جواب تحریر کیا۔

ایک رد بنام ''مدار الحق'' بھی مشہور ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مکتوب بنام مفتی سعد اللہ رامپوری میں بکمال ڈھٹائی لکھتے ہیں:

> ''مولویوں نے متعدد جوابات معیار الحق کے تحریر کیے مگر آپ یقین کریں کہ میری کتاب کا جواب نہیں ہے۔ بیکار تضیع اوقات اور دماغ سوزی کی،فقیر کے بعض دوست وتلامذہ نے قلم اٹھایا کہ جواب لکھیں سبھوں کو میں نے منع کیا کہ جواب لکھنے سے کیا فائدہ،جس وقت معیار الحق کا جواب آئے گا،خبر کر دوں گا۔'' (مکاتیب نذیریہ:۱۵ مطبوعہ محبوب المطابع پرنٹنگ ورکس،دہلی)

مولانا قصوری نے اس کتاب کے مقدمہ میں علمائے ربانیین کی بارہ علامات بیان کی ہیں پھر ان کا اثبات حضرت امام اعظم کے لیے بیان کیا، پہلے باب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل اور صحابہ سے روایات کا بیان ہے، دوسرا باب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد و مقلد بارہ تابعی اولیا کے احوال پر مشتمل ہے جبکہ تیسرا اور آخری باب فقہ حنفی کے بعض مسائل مثل مسئلہ رفع یدین، آمین بالجہر، جہر بسملہ، قرات خلف الامام کی اسناد کے متعلق ہے۔اخیر کتاب میں مولانا غلام نبی (للّٰہ شریف والے)، حافظ ولی اللہ لاہوری اور خلیفہ حمید الدین لاہوری کی تقاریظ ہیں۔

۲۔تحفہ دستگیر یہ جواب اثنا عشریہ (۱۲۸۵ھ)

اس کتاب میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری کے اہل سنت پر مختلف اعتراضات کا جواب ہے۔استمداد باہل القبور وارواح اولیا، جواز ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علم ما کان وما یکون، جواز تسمیہ عبدالنبی، عصمت انبیاء، درود مستغاث، حدیث لولاک، زیارت مزارات اولیاء اللہ وغیرہ پر مفصل دلائل ہیں۔کل صفحات ۱۴۴ ہیں، فارسی زبان میں مطبع مصطفائی لاہور سے طبع ہوئی۔

مولانا محمد عالم کھوروی، مولانا غلام نبی للّٰہی، مولانا حافظ نورالدین (چکوڑی والا)، حافظ کرم الدین، مولانا عبداللہ صدرالدین، غلام غوث صاحب اور مولانا صدرالدین کی تقاریظ بھی شامل کتاب ہیں۔مولوی غلام علی امرتسری کے بیٹے مولوی محمد داؤد کا بیان ہے:

> ''مولانا غلام العلی نے نہایت حوصلہ مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کا جواب الجواب نہیں لکھا۔ بلکہ مولانا غلام دستگیر کے جواب کے حاشیہ پر ہی ضروری نوٹ لکھ کر مولانا کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ میں نے جو کچھ حق سمجھا لکھا اور اب اس کی ضروری وضاحت کر دی ہے، آپ کو اختیار ہے قبول فرمائیں یا نہ۔'' (تذکرہ علماے امرتسر: ۴۵ مطبوعہ والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور)

۳۔تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

یہ کتاب ''تذکرۃ الجمعہ'' مولفہ سید عبدالسلام مطبوعہ نول کشور کے جواب میں تحریر کی۔فقہ حنفی میں نماز جمعہ کے لیے بیان کردہ شرائط مثلاً شرط سلطان ومصر و دیگر مسائل حنفیہ پر اعتراضات کا علمی و

تحقیقی جواب دیا گیا ہے۔رسالہ کے آخر میں جملہ علمی وفقہی ابحاث کا سلیس خلاصہ اردو نظم میں پیش کیا گیا ہے۔

اخیر رسالہ پر مولانا عبدالرسول قصوری، خلیفہ حمیدالدین لاہوری، مولانا نور احمد (واعظ مسجد انارکلی لاہور)، مولانا حبیب اللہ پشاوری، مولانا قدرت اللہ نقش بندی دہلوی، اور مسجد نبوی شریف علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے عالم باعمل مولانا خلیل بن ابراہیم کی تصدیقات وتقاریظ درج ہیں۔

یہ رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کے ہم راہ مطبع وکٹوریہ پریس، لاہور سے ۲۲ اگست ۱۸۷۳ء/ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۹۰ھ کو شائع ہوا۔

۴۔مخرج عقائد نوری بجواب نغمہ طنبوری (۱۲۹۴ھ)

پادری عمادالدین نے ''نغمہ طنبوری'' میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر بڑے رکیک حملے کئے، بالخصوص شفاعت اور عصمت انبیاء علیہم السلام کے موضوع پر تشکیک وشبہات پھیلانے کی کوشش کی۔نغمہ طنبوری سے قبل پادری نے لکھنؤ کے ایک شیعہ مجتہد سید محمد علی سے کچھ سوالات کیے اور اس کے جوابات کے جواب الجواب کے طور پر یہ کتاب تحریر کی، مولانا قصوری نے اس کتاب میں پادری کے تمام سوالات کا جواب آیات قرآنیہ سے پیش کیا اور حواشی میں شیعہ مجتہد سید محمد علی لکھنوی کے جوابات اور ان پر پادری کے تبصرہ کو نقل کرنے کے بعد دونوں کی تضعیف وتردید کی اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت کو دلائل قویہ سے ثابت کیا، چونکہ پادری صاحب نے جواب صرف اور صرف آیات قرآنیہ سے طلب کیے تھے اس لیے آپ نے صرف قرآنی آیات کا التزام کیا اور احادیث، فقہی ابحاث بلکہ الزامی جوابات سے بھی اجتناب کیا۔

رسالہ موصوفہ پر مولانا نقی علی خان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، مولانا نواب عبدالعزیز خان بریلوی کی تقاریظ ہیں۔۱۸۷۸ء میں مطبع سوسائٹی بریلی سے طبع ہوا۔مولانا قصوری لکھتے ہیں:

> ''رسالہ موصوفہ کی ایک ہزار جلدیں عمائدین بریلی کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہوئیں۔'' (ہدیۃ الشیعتین: ۸مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور)

مولانا قصوری نے رسالہ رجم الشیاطین پر ایک اعلان مشتہر کروایا جو کہ حسب ذیل ہے:

''فقیر حقیر مؤلف نے جو کم ترین امتان حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین و حبیب رب العلمین و شفیع الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم ہے، ۱۲۹۴ھ میں رسالہ مخرج عقائد نوری تردید نغمۂ طنبوری کے اخیر جمیع پادریوں کو صلائے عام دیا تھا کہ اگر اس جواب سے جو بموجب منشائے سائل کے قرآن مجید سے ہی دیا گیا کوئی خدشہ لاحل رہا ہو تو فقیر سے بالمشافہ طے کرلیں ورنہ مباہلہ کے واسطے بھی فقیر تیار ہے، آؤ حق تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ ناحق چلنے والوں پر خدا کی لعنت ہو، پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا، فقط باوصف یہ کہ وہ صدہا رسائل شائع ہوئے اور کئی پادری صاحبوں کی طرف ڈاک میں بھیجے جس کو اب سترھواں برس گذرتا ہے، آج تک کسی نے دم نہ مارا۔ اب بھی اگر کسی کا مخالفین دین اسلام سے حوصلہ ہے تو فقیر حقیر کان اللہ لہ مباہلہ کو مستعد ہے کیونکہ اس دین متین پر یقین کامل رکھتا ہوں اور بلاریب **الاسلام یعلو و لا یعلی** واقع ہے۔'' (رجم الشیاطین:۱)

اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ مخرج عقائد نوری کی اشاعت ثانی بھی ہوئی چنانچہ مولانا قصوری تحریر کرتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے سید امیر علی شاہ صاحب سردار بہادر لاہوری میر مجلس اسلامیہ قصور کو جن کا ارادہ دلی ہے کہ اس رسالۂ شریفہ کو وقف کر کے بھی تقسیم کیا جائے۔'' (ایضاً)

۵۔ ہدیۃ الشیعتین المعروف بہ منقبت چار یار مع حسنین رضی اللہ عنہم

یہ کتاب اول فارسی زبان میں شائع ہوئی اور مولانا نے اس کا تاریخی نام ''ہدیۃ الشیعتین'' (۱۲۹۰ھ) رکھا بعدازاں آپ نے اس کا اردو ترجمہ بنام ''منقبت چار یار مع حسنین'' (۱۲۹۵ھ) کیا۔ دونوں نام تاریخی ہیں۔ اس میں شیعہ اور خوارج کے نظریات کا آیات قرآنی سے مدلل رد کیا

گیا ہے، بعض معتبر کتب شیعہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ مقدمہ کتاب میں قرآن کریم کے متعلق شیعہ محققین کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، باب اول میں صحابہ کرام کے متعلق اہل سنت وشیعہ کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد شیعہ کے نظریہ کو مخالف عقل ونقل ثابت کیا گیا ہے، دوسرے باب میں آیات قرآنی سے مناقب صحابہ کا بیان ہے جبکہ تیسرا باب صحابہ کرام کے متعلق شیعہ حضرات کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل ہے، خاتمہ کتاب میں قرآن وحدیث سے مناقب اہل بیت بیان کیے گئے ہیں۔

باب اول میں ''ذکر خیر حضرت قصوری'' کے عنوان سے مولانا نے اپنے مرشد حضرت غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کے مختصر حالات وکرامات بھی تحریر کیے ہیں۔

مولانا قصوری اس رسالہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں :

''رسالہ (مخرج عقائد نوری) جب نواب صاحب محمد ابراہیم علی خان صاحب بہادر والیٔ کوٹلہ مالیر کی نظر سے گزرا تو فقیر کو انہوں نے کوٹلہ میں بلوایا چنانچہ فقیر جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ میں ان کے پاس آیا اور ان کے حسن اخلاق سے وہاں پر چندے قیام رہا اس اثنا میں ''ہدیۃ الشیعتین'' کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۸ھ میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا کہ اس کی فتوح سے یہ رسالہ چھپوا کر مفت بانٹا جائے تا کہ اجر نشر علوم حقہ ہاتھ آئے پس گوجرانوالہ وزیرآباد سیالکوٹ جموں سے ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خان بنوں عیسیٰ خیل میں جانا ہوا۔ حق تعالیٰ ان دینی بھائیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی امداد سے گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہو گیا اب مسلمانوں کو بلا قیمت دی جائیں گی۔''

(ہدیۃ الشیعتین: ۸مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور)

۶۔ توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ

ریاست فرید کوٹ کا علاقہ فیروز پور کے وسط میں واقع اور ریاست پٹیالہ کی شمالی سرحد سے ملا ہوا ہے۔ ۱۸۴۷ء میں راجہ بکرم سنگھ اپنے والد کا جانشین ہوا۔ افغانستان کی دوسری لڑائی میں ۲۵۰ سوار اور پیادے کی جمعیت انگریز سرکار کی کمک کے لیے روانہ کی، اس سپاہ سے سرحد کوہاٹ پر کام لیا

گیا، اس کے صلہ میں راجہ کو ''فرزند سعادت نشان حضرت قیصرۂ ہند'' کا خطاب ملا۔ ۱۸۹۸ء میں آنجہانی ہوا اور اس کا بیٹا بلبیر سنگھ جانشین ہوا۔ (تاریخ فرید کوٹ، جلد سوم، ص: ۶۴۲، تذکرہ رؤسائے پنجاب مترجم از ایچ ڈی کریک، جلد دوم، ص: ۷۷۹۔۷۷۵ ملخصاً مطبوعہ نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس، لاہور طبع ۱۹۱۱ء)

ریاست فرید کوٹ میں غیر مقلدین حضرات نے کچھ ایسے مسائل گھڑ کر پھیلائے جس سے ریاست کی مسلم عوام میں بے چینی کی فضا پیدا ہوگئی، چنانچہ تصفیہ مسائل کے لیے راجہ بکرم سنگھ نے اپنے اہتمام سے علمائے اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان مباحثے کروائے، ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے بڑے جید علماء شریک ہوتے تھے۔ تمام مباحثوں کو اراکین ریاست ساتھ ساتھ تحریر کر کے فریقین کے دستخط کرواتے جاتے، اخیر مباحثہ کے راجہ بکرم سنگھ نے مولانا قصوری کو مدعو کیا اور ان مباحث کو یک جا ترتیب دینے کا کام سپرد کیا، چنانچہ راجہ کے حکم پر مولانا قصوری نے یہ کتاب ترتیب دی۔ اخیر کتاب میں راجہ ریاست فرید کوٹ نے اپنا فیصلہ درج کیا اور مہر بھی لگائی اور اپنے اہتمام سے زر کثیر خرچ کر کے کتاب کی اشاعت کروائی۔

یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی دستاویز ہے اور خاص کر مسئلہ تقلید میں خاصا مواد جمع کیا گیا ہے۔ کتاب کی اشاعت کے بعد غیر مقلدین حضرات نے اس پر کچھ اعتراضات کیے چنانچہ مولانا قصوری تحریر کرتے ہیں:

> ''بعد مباحثہ کے فقیر نے جب کتاب مباحثہ تالیف کر کے چھپوائی تھی تو اس پر میاں نور احمد نے غلطیات نکال کر ریاست میں مناظرہ کیا تھا علاوہ غلطیات کے سرغنہ ہونے مقدمہ گاؤکشی مقام کھیم کرن کا الزام فقیر پر لگایا تھا جن میں ایک والی ریاست اہل ہنود کے یہاں سخت اتہام دے کر ناحق دشمنی کرانے میں کوشش کی تھی تو جب فقیر کی غلطیات سے حسب فیصلہ اس کے منصفوں کے بریت ہوگئی تو مقدمہ الزام گاؤکشی میں بھی نام بردہ جھوٹا ہوا تو ریاست سے وہ قید اور جرمانے کا سزایاب ہوا تھا۔'' (جواب اشتہار کفریت درود: ۷ مطبوعہ بمبئی پریس گوجرانوالہ)

اس کتاب پر بھی کثیر علما کی تصدیقات وتقاریظ ہیں، چنانچہ مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

> ''(یہ رسالہ) ۶۶ علماء کبار پنجاب و ہندوستان و ڈیرہ جات کی تصدیق سے

مزین ہوکر ۱۳۰۲ ہجری مقدس میں چھپ کر شائع ہوا تھا پھر ایک دو غیر مقلدین لاہور نے جو اس پر کچھ اعتراض کیے تھے تو اس کا جواب بھی اکابر علماء کی تصحیح سے شائع ہوکر مکہ معظّمہ میں گیا اور وہاں کے معتبر اور معتمد علماء کی تحسین بلیغ سے بھی مستحسن ہوا اور احباء کو فرحت و دل افروزی اور اعدا کو نکبت و دل سوزی نصیب ہوئی۔'' (نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار:۲)

۷۔جواب اشتہار کفریت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

۱۲ جولائی ۱۸۹۵ء / ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ کو گوجرانوالہ میں مولوی غلام رسول قلعوی کے غیر مقلد اخلاف کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' پڑھنے کو کفر لکھا گیا۔گوجرانوالہ میں سے چند لوگوں نے مولانا قصوری سے رابطہ کیا۔مولانا بنفس نفیس تشریف لے گئے اور مشتہرین کو دعوت بجھوائی کہ تشریف لائیے اور اپنی تسلی تشفی کر لیجئے مگر وہ حضرات صریح انکاری ہوئے، بالآخر مولانا نے اشتہار کا جواب تحریر کیا جسے مولانا کے ایک عقیدت مند شیخ رحیم بخش نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔رسالہ کے آخر میں حافظ عبدالعلی نقشبندی صاحب کی پنجابی نظم ہے جس میں مولانا قصوری کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

۸۔عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین (۱۳۰۰ھ)

یہ کتاب ۱۳۰۰ھ میں مطبع قادری، قصور سے مولانا فضل حق قصوری (تلمیذ مولانا قصوری) کی تصحیح کے ساتھ طبع ہوئی۔کل صفحات ۳۲ ہیں۔مفتی امین صاحب مرحوم نے اس کا تعارف یوں لکھا ہے:

''مسئلہ تقلید اس زمانے کے علمائے دین میں مابہ نزاع بن گیا تھا اور ہر سطح پر اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔مولانا قصوری نے اس کتاب میں تقلید پر بڑے پُرزور دلائل دیے ہیں'' (عقیدۂ ختم نبوت، جلد اول، ص:۱۳۲)

مفتی صاحب مرحوم نے یقینی طور پر کتاب کے نام سے قیاس کرتے ہوئے یہ تعارف تحریر کر دیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب مسئلہ تقلید پر نہیں بلکہ تقویۃ الایمان کی چند عبارتوں کے متعلق ایک استفتاء کا جواب ہے۔ہم یہاں مکمل استفتاء نقل کر رہے ہیں:

''جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باری تعالیٰ کا عرش پر مکان ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضاو جوارح ہیں اور نیز یہ عقیدہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبریل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے اور جو لوگ حرف ''ضاد'' کو ''ظا'' پڑھتے ہیں یعنی **''غیر المغضوب و لاالضالین''** کو **''غیر المغظوب و لا الظالین''** پڑھتے ہیں اور جس کنوئیں میں کتا سور بلی چوہا وغیرہ مر کر گل جائے تو اس پانی کو پاک جان کر پیتے اور اس سے وضو غسل کر لیتے ہیں آیا ایسے عقیدہ والوں اور ایسے کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا ہے یا نہیں۔'' (عروۃ المقلدین:۲)

مولانا قصوری اس کا جواب تحریر فرماتے ہیں :

''ان تینوں عقیدے والوں اور دونوں کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا نہیں ہے'' (ایضاً)

اس کے بعد مولانا نے سوال میں مذکور ایک ایک عبارت کو نقل کر کے اس کا بھرپور رد کیا ہے۔ خاص طور پر مسئلہ امتناع النظیر کے متعلق مولانا تحریر کرتے ہیں:

''اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اخوانہ اجمعین کی مثل کے امکان کا قائل ہے وہ کفر کی طرف مائل ہے۔'' (عروۃ المقلدین:۱۱)

مزید اپنے مرشد مولانا غلام محی الدین قصوری کا ایک شعر تحریر فرماتے ہیں ۔

قد امتنع مثل النبی محمد

من قال بالامکان کان مکفرا

آخر میں علمائے کرام کی تصدیقات ہیں اور ایک ضمیمہ میں مولوی محی الدین وہابی (تاجر کتب لاہور) کی کتاب ستارۂ محمدی میں احناف پر لگائے گئے اتہامات کا تحقیقی والزامی جواب دیا گیا ہے۔ کتاب کے اختتام میں اردو مثنوی ہے جس میں مباحث کتاب کا لب لباب عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

۹۔ظفر المقلدین

اس کتاب کا ذکر پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور سن اشاعت ۱۳۰۲ ہجری/۱۸۸۴ء تحریر کیا ہے۔ مفتی محمد امین مرحوم لکھتے ہیں:

''یہ کتاب مولوی محی الدین لکھوی کی کتاب ''ظفر المبین'' کے جواب میں لکھی گئی اور مسئلہ تقلید پر بڑے پختہ دلائل دیے گئے۔'' (عقیدہ ختم نبوت، جلد اول، ص:۱۳۲)

تا حال یہ کتاب ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی۔

ظفر المبین کا ایک شاندار رد حضرت مولانا محمد منصور علی صاحب نے بنام ''فتح المبین'' تحریر کیا جس پر تقریباً ۴۶۶ علماے ہند و حرمین شریفین کی تقاریظ و تصدیقات ہیں۔ فتح المبین کے صفحہ ۵۴۴ پر مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب کی تصدیقی مہر موجود ہے۔

۱۰۔رجم الشیاطین برداُغلوطات البراہین: [۱۳۰۳ھ]

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس کو مولانا قصوری نے اپنی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ'' سے ملخص کیا اور علماے حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کی۔ علماے حرمین شریفین سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی، شیخ محمد صالح بن صدیق کمال، شیخ محمد سعید بن بابصیل، شیخ محمد بن شیخ حسین، شیخ خلف بن ابراہیم، شیخ عثمان بن عبدالسلام، شیخ سید احمد برزنجی، شیخ محمد علی بن طاہر حسینی حنفی کی تقاریظ ہیں۔ اسی کتاب کے ذریعہ سے علماے حرمین شریفین کو فتنۂ قادیانیت کی اطلاع ملی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب مرزا قادیانی ملعون کو بہت کھٹکتی تھی اور وہ کہتا تھا:

''مولوی غلام دستگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنھوں نے میرے کفر کے لیے مکہ معظّمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے۔'' (حقیقۃ الوحی: ۲۵۹، روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص: ۲۵۹)

یہ کتاب عربی مع اردو ترجمہ کے شائع ہوئی۔

۱۱۔جواہر مضیہ رد نیچریہ

مولانا قصوری کو ایک شخص مسمّٰی خلیفہ محمد فضل الرحمٰن (امام جامع مسجد کنپ فیروز پور) کی طرف

سے۱۳۰۴ھ میں ایک خط موصول ہوا جس میں ترجمان نیچریت اخبار ''تہذیب الاخلاق'' ۱۵ربیع الاول ۱۲۹۵ھ کے ایک مضمون کی شرعی حیثیت دریافت کی گئی۔تہذیب الاخلاق کے متعلقہ پرچہ سے مضمون کی نقل بھی ہمراہ تھی۔اس خط کے جواب میں مولانا قصوری نے یہ کتاب تحریر فرمائی اور مطبع گلزار محمدی، لاہور سے ۱۳۰۴ھ میں طبع کروا کر مفت تقسیم کروائی۔اس کتاب کی وجہ تالیف کے متعلق مولانا قصوری خود تحریر فرماتے ہیں:

''خان صاحب بہادر سی۔ایس۔آئی (سرسید احمد خان) نے جو اخبار'' تہذیب الاخلاق'' میں حدیث صحیح **من تشبه بقوم فهو منهم** کو مردود لکھ کر کفار کے شعار میں مشابہت ہر قسم کو روا کر دیا ہے اور تفسیر القرآن میں فرضیت روزہ رمضان المبارک وحج بیت اللہ شریف کا منکر ہو کر، فرشتوں کے وجود اور دوزخ بہشت کے موجود ہونے کا بھی انکار کر کے، نماز میں استقبال قبلہ کو مشابہ بت پرستی کے لکھ دیا، پھر دولت مندوں کے واسطے بیاج لینے دینے کی حلت کا فتویٰ دے کر، سارے نبیوں کے معجزات کا منکر ہو کر، حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے بن باپ پیدا ہونے کو جھوٹ مقرر کر کے آپ کو یوسف نجار کا بیٹا بنا دیا ہے۔الغرض سب دینوں کو جھٹلا دیا ہے تو غیرت اسلامی کے رُو سے محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری نے منقول اور معقول کی سند سے اس کا رد لکھ کر علماء دین کی تصدیق سے موید کرا کر چھپوایا ہے کہ بلا قیمت سب کو دیے جائیں تا کہ بندگان خدائے عزوجل دھوکہ میں نہ آئیں راہ راست سے انحراف نہ پائیں اور جو نیچری ہیں وہ بھی اگر نظر انصاف سے اس مبارک رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں گے تو بفضلہٖ تعالیٰ صراط مستقیم پر آجائیں گے۔'' (جواہر مضیہ ردنیچریہ: سرورق)

۱۲۔ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ

یہ کتاب مطبع صحافی، لاہور سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوئی، جبکہ سال تالیف ۱۳۰۴ھ ہے۔مولانا قصوری اس کتاب کی وجہ تالیف تحریر فرماتے ہیں:

''موفق حقیقی عزوجل کی توفیق سے فقیر محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری

کان اللہ لہ نے یہ مبارک رسالہ اصلاح غلطیات رسالہ تبصرۃ الجمعہ فی جمیع الامکنۃ والازمنۃ اور نیز تفسیر محمدی وانواع محمدی حافظ محمد لکھوی کی مخالفت اہل سنت کے جواب میں تالیف کر کے علماء اہل سنت سے جوفی زمانہ مسند افتاء وغیرہ پر متمکن ہیں تصدیق کرا کرتائید دین متین کے واسطے شائع کیا۔'' (ظہوراللمعہ: سرورق)

حافظ محمد لکھوی (غیر مقلد) نے اپنی تفسیر محمدی میں ظہر بعدالجمعہ کا انکار کرتے ہوئے ایک فرضی رسالہ کا حوالہ دیا، جس کے بارے مولانا نبی بخش حلوائی تلمیذ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''تفسیر سورۂ جمعہ میں ''رسالہ قصوریہ'' اپنی طرف سے فرضی نام رکھ کر ظہر بعدالجمعہ کی تردید کی اور کہا کہ ایک ظالم بادشاہ نے زبردستی یہ مسئلہ کتابوں میں لکھوا دیا پس نہ رسالہ قصوریہ کا پتہ لگا اور نہ علماء نے کسی بادشاہ سے دب کر یہ مسئلہ کتب دین میں داخل کیا ہے، یہ سراسر لکھوی نے عوام کو فریب دہی سے گم راہ کیا ہے۔'' (انتصارنبوی:۱۳۰)

اس رسالہ کی اشاعت ثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں پیر طریقت میاں رحمت علی صاحب گھنگ شریف نے مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی کی تصدیق سے کروائی۔ اشاعت ثانی میں بطور تتمہ مباحثہ جالندھر کا تفصیلی احوال درج ہے۔ مولانا ولی محمد ظہر احتیاطی کے قائل نہ تھے، اسی مسئلہ پر مولانا قصوری کے ساتھ ان کا مباحثہ ہوا، بالآخر یہ قرار پایا کہ فریقین مسئلہ مختلف فیہ پر اپنا فتوی تحریر کر کے علمائے حرمین شریفین کو پیش کریں جس کا فتوی تصدیق ہو کر آ جائے اُس کا موقف درست قرار پائے گا۔ چنانچہ مولانا قصوری نے اپنا فتوی بذریعہ ڈاک علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کیا جو کہ علامہ عبدالحق مہاجر الہ آبادی اور مولانا نور صاحب (مدرس اول مدرسہ صوفیہ، مکۃ المکرّمہ) کی تصدیق سے مزین ہو کر جمادی الآخر ۱۳۱۴ ہجری میں واپس آیا۔

۱۳۔ تحقیق تقدیس الوکیل

یہ رسالہ بزبان فارسی تحریر کیا جو کہ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ کے ساتھ مطبع وکٹوریہ پریس، لاہور سے شائع ہوا، اس رسالہ میں مولانا نے بڑی تحقیق سے تقدیس اُلوہیت کو بیان کیا اور ابن تیمیہ اور اس کے مویدین ومقلدین کی بے راہ روی کو واضح کیا ہے۔

رسالہ کے آخر میں جملہ مباحث کتاب کا خلاصہ اردو نظم میں پیش کیا ہے، اخیر رسالہ میں بطور ضمیمہ مولوی حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کے ساتھ مباحثہ کی تفصیلات درج ہیں اور حافظ محمد لکھوی (غیر مقلد) نے مولانا قصوری کے دلائل سے عاجز آ کر آپ کے موقف کو قبول کرتے ہوئے دستخط ثبت کر دیے اور یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اسی موقف کے مطابق اپنی تفسیر محمدی میں بھی تبدیلی کر دے گا۔

رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کی اشاعت کے بعد مولوی حافظ محمد لکھوی کے بیٹے نے مولانا قصوری کو خط میں لکھا کہ مباحثہ فیروز پور میں تم نے اقرار فوق العرش لکھ دیا تھا اور مجمع عام میں اس موقف کو تسلیم کیا تھا اب ہمارے والد پر کیوں جھوٹا افترا قائم کیا۔ مولانا قصوری نے اس سفید جھوٹ کے ازالہ کی خاطر مباحثہ میں موجود علمائے کرام و معززین علاقہ سے تصدیقات حاصل کر کے تفسیر نبوی کی جلد ۱۴ کے صفحہ ۱۱ پر شائع کروایا۔ اس کا ذکر مولانا قصوری نے ابحاث فرید کوٹ میں بھی کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :

> ''(مولوی محی الدین لکھوی) اگرچہ واقعہ ۱۲۸۹ ہجری مقدسہ شہر فیروز پور میں بشمول اپنے والد ماجد اور دونوں چچا کے ایک بھاری مجمع خاص و عام میں مان گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جوارح اور مکان سے پاک ہے، ید و وجہ و استواء وغیرہ اعضاء و جوارح و مکان نہیں ہے، صفات متشابہات ہیں مگر پھر اس کیفیت واقعی کے چھپنے سے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں ناراض ہو کر رقعہ انکاری لکھا تھا جس کے جواب میں فقیر نے محضر نامہ چھپوا کر مشتہر کرایا۔'' (ابحاث فرید کوٹ:۴۱)

رسالہ کے اخیر میں علمائے قصور و فیروز پور اور بہاول پور کی تصدیقات ہیں، علمائے لاہور سے مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا غلام احمد اور علمائے امرتسر سے مولانا حبیب اللہ پشاوری، قاری عبدالعلی دہلوی، مولانا احمد یار اور مولانا قدرت اللہ حنفی دہلوی کی تقاریظ درج ہیں۔

۱۴۔ تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ :[۱۳۰۱ھ]

مولانا قصوری کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں سب سے پہلے جامع و مبسوط کتاب تحریر کی۔ اس کتاب میں علمائے ہند بالخصوص علمائے لاہور و امرتسر کی تصدیقات موجود ہیں۔ مولوی اللہ وسایا دیوبندی نے اس کو رد قادیانیت پر سب سے پہلی تحریری جدوجہد

اور نقش اول قرار دیا ہے۔(احتساب قادیانیت،ج۱۰،ص:۴۴۹)

اس کتاب کا کوئی مطبوعہ نسخہ تا حال دستیاب نہیں ہوسکا اور ممکن ہے کہ اس کی اشاعت نہ ہوئی ہو چونکہ مولانا قصوری نے اس کا عربی زبان میں خلاصہ بنام ''رجم الشیاطین'' کیا اور علمائے حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کر کے اردو وعربی دونوں زبانوں میں شائع کروایا نیز اسی رسالہ (رجم الشیاطین) کے اخیر میں ہی علمائے پنجاب کی تقاریظ کونقل کر دیا جو کہ تحقیقات دستگیریہ پر لکھوائی تھیں چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''فقیر کاتب الحروف نے اول جو اردو میں رسالہ بنام تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ'' لکھ کر مشاہیر علماء پنجاب وغیرہ کو ملاحظہ کرایا تھا جس پر ان حضرات نے تقاریظ لکھی تھیں، ہر چند پھر اس کے اکثر مضامین کو لباس عربی پہنا کر حرمین شریفین بھیجا گیا تھا جو وہاں کے مفتیان عظام و مدرسان کرام وغیرہم کی تصدیق وتعریف سے مزین ہوا......اور یہ امر موجب اس کے زیادہ اعتبار واسناد کا ہوا، مگر تاہم ان تقاریظ علماء وغیرہ کا بھی یہاں پر درج کر دینا مناسب نظر آیا۔''(رجم الشیاطین:٦٨۔٦٧)

ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ (کراچی) نے عقیدۂ ختم نبوت کی جلد اول اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (ملتان) نے احتساب قادیانیت کی جلد دہم میں رجم الشیاطین کے اردو ترجمہ کو ہی ''تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ'' کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

۱۵۔کشف الستور عن طواف القبور (۱۳۲۱ھ)

یکم صفر ۱۳۰۵ھ/ ۱۸ اکتوبر ۱۸۸۷ء میں ریاست اسلامیہ بہاول پور میں مولانا عبدالرحمٰن خیر پوری نے ایک فتوی جاری کیا جس میں طواف قبر کو جائز قرار دیا۔ بہاولپور کے عمائدین اور مولانا قصوری کے مخلص احباب نے یہ فتوی مولانا کو بھیجا اور تصدیق و تردید کے خواستگار ہوئے۔ چنانچہ ان احباب کے اصرار پر مولانا نے یہ رسالہ ترتیب دیا اور علماء سے تصدیقات حاصل کیں۔ مقامی علمائے مصدقین میں مفتی غلام محمد بگوی (امام مسجد شاہی، لاہور) حافظ غلام مصطفیٰ قصوری، سید غلام حسین قصوری (داماد حضرت صاحبزادہ عبدالرسول قصوری)، مفتی محمد عبداللہ

ٹونکی، مولانا خیر محمد بہاولپوری، سید محمد زمان شاہ قصوری خیر پوری نمایاں ہیں۔

علمائے حرمین شریفین میں سے مفتی محمد صالح حنفی مکی، مفتی محمد سعید بابصیل شافعی، مفتی محمد بن حسین مالکی اور مفتی خلف بن ابراہیم حنبلی مکی کے فتاوی دربارۂ حرمت طواف قبور بھی شامل ہیں۔ مولوی غلام رسول حنفی (ساکن عادل گڑھ) نے قطعات تاریخ طباعت تحریر کیے۔

۱۶۔نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

اس رسالہ کی وجہ تالیف کے بارے مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

''حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ایک آٹھ ورقہ اشتہار سوالات منجانب عبدالوہاب معرفت محمد دین عرف چٹو پٹولی لاہوری کے مطبوعہ دیکھنے میں آیا جن کا جواب سائل نے قسمیں دے کر تمام علماء اسلام سے طلب کیا ہے'' (نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار: امطبوعہ مطبع صحافی، لاہور)

سائل نے تقلید شخصی، فقہ حنفی، امام اعظم کی علمی لیاقت واستعداد، محدث کامل کی شرائط، شریعت وطریقت، طواف قبور وسجدہ قبور وتقبیل قبور و چراغ کا حکم، مجلس میلاد شریف، کرامات غوثیہ کے متعلق ستائیس (۲۷) سوالات پر مشتمل پرچہ شائع کیا تھا۔ مولانا نے حاشیہ میں ایک ایک سوال نقل کر کے تفصیلی جواب تحریر کیا۔ رسالہ کے کل صفحات چالیس (۴۰) ہیں۔ شعبان ۱۳۰۵ھ میں مطبع صحافی لاہور سے طبع ہوا۔

۱۷۔تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل (عربی۔اردو)

مولانا عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمہ کی کتاب ''انوار ساطعہ''(۱) کے رد میں مولوی خلیل انبیٹھوی نے ''براہین قاطعہ'' تحریر کی، اس کتاب میں خلیل انبیٹھوی نے عقائد اہل سنت سے کھلا انحراف کیا اور علمائے اہل سنت پر خوب سب وشتم کی۔ مولانا قصوری کے خلیل انبیٹوی سے دوستانہ مراسم تھے۔ مولانا قصوری کی کتاب ''ابحاث فرید کوٹ'' پر مولوی خلیل انبیٹوی کی تصدیقی مہر بھی

(۱) یہ کتاب ہمارے شریک کار مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی کی تسہیل وترتیب اور تخریج وتحقیق کے ساتھ پاک وہند کے کئی معروف مکتبوں سے شائع ہوکر عام وتام ہوچکی ہے۔ فقیر قادری

موجود ہے۔ ''براہین قاطعہ'' کی تحریر سے مولانا قصوری کو سخت صدمہ ہوا، بنفس نفیس بہاول پور پہنچے اور خلیل انبیٹوی سے ملاقات کر کے اصلاح احوال کی سعی فرمائی مگر انبیٹوی صاحب کی ہٹ دھرمی پر نہایت حیران ہوئے۔ ناچار عوام کو خلیل انبیٹوی کے عقائد باطلہ سے مطلع کرنے کے لیے شوال ۱۳۰۶ھ/مئی ۱۸۸۹ء میں بہاولپور میں ایک مناظرہ کا اہتمام کیا، والیِ ریاست بہاولپور کے مرشد گرامی شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ (چاچڑاں شریف) حکم قرار پائے۔ فریقین کی طرف سے چھ چھ علما شامل ہوئے۔ مناظرہ میں خلیل انبیٹوی کو شکست فاش ہوئی اور حکم مناظرہ نے لکھ دیا کہ ان دیوبندی حضرات کے عقائد ان وہابی علما سے ملتے ہیں جو اس برصغیر میں اعتقادی خلفشار کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد مولوی خلیل انبیٹوی کو ریاست بہاولپور سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔

مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی (شاگرد مولانا قصوری) لکھتے ہیں کہ نواب صاحب آف بہاولپور نے مولف براہین قاطعہ (مولوی خلیل احمد انبیٹوی) کے بھاگ جانے کے بعد فرمایا :

> ''اگر یہ شخص ہندوستان کی پیدائش نہ ہوتا تو میں اس کو آگ میں جلوا دیتا تاہم ریاست سے نکالا گیا اور فرمایا کہ ہماری ریاست میں آئندہ کبھی نہ آئے۔'' (انتصار نبوی فی اظہار تفریط افراط لکھوی:۱۴۹)

مولانا قصوری ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں حج کے لئے روانہ ہوئے تو اثنائے راہ کتاب کا عربی ترجمہ کر دیا اور علمائے حرمین شریفین سے اس پر تصدیقات لیں۔ شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی اور تحریر فرمایا:

> ''میں جناب مولوی رشید کو ''رشید'' سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے'' (تقدیس الوکیل:۳۰۷)

بعض دیوبندی حضرات یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ علماے حرمین اردو نہیں جانتے تھے اور انہوں نے بس مولانا قصوری کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے تصدیق کر دی جبکہ یہ بات سراسر حقائق کے منافی ہے۔ تقدیس الوکیل کے مویدین و مصدقین میں گنگوہی صاحب کے پیرومرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے علاوہ علامہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی بھی شامل ہیں۔ یہ حضرات تو اردو

سے اچھی واقفیت رکھتے تھے۔

عرب علما میں سے مفتی محمد صالح کمال حنفی مکی نے اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا:

و حکم صاحب البراھین مع المویدین والمقرظین حکم المتزندیقین بیقین کما صرحت بہ کتب الفقھاء والمحدثین نعوذ باللّٰہ مما یوجب الخزی والندامۃ و یورث الحرۃ و سواد الوجہ فی عرصات القیمۃ انزہ ربی عن مقالۃ کاذبۃ کفور بما سمی براھین قاطعہ و ما حکمہ فی ذا سوی ضربۃ امری بسیف لہ فی الحق انوار ساطعۃ .

''یقیناً حکم صاحب براہین کا مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کے حکم زندیقوں کا ہے چنانچہ فقہاومحدثین کی کتابوں میں اس پر تصریح ہے۔ہم حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اس سے جو سبب ہو ندامت اور رسوائی کا اور موجب ہو افسوس اور رو سیاہی کا قیامت کے دن میں۔

میں اپنے رب کو پاک جانتا ہوں دروغ گو ناشکرے کی گفتگو سے جس نے اپنی کتاب کا نام براہین قاطعہ رکھا ہے اور اس کا حکم سوا اس کے اور کچھ نہیں (یعنی اسلامی حکومت میں) کہ جلاد اس کے بدن سے گردن کاٹ دے تاکہ کج رو جاہلوں کے لیے عبرت ہو۔'' (تقدیس الوکیل:۲۸۱)

مفتی محمد سعید بابصیل شافعی مکی نے فرمایا:

و اما صاحب البراھین والمؤیدین لہ فھم اشبہ بالشیاطین و اھل الزیغ والزندقۃ ان لم یکونوا کفارا یبقین.

''صاحب براہین اور اس کے مویدین ہر چند وہ یقینی کافر نہیں مگر شیطانوں اور اہل زیغ وزندیقوں سے ہیں۔''

مفتی محمد عابد حسین مالکی مکی، مفتی خلف بن ابراہیم حنبلی مکی نے اپنی تقریظ میں مولانا قصوری کی خوب تحسین فرمائی، مفتی عثمان بن عبدالسلام حنفی مدنی صاحب نے فرمایا:

فلعمری انه لعميق الغوص فی لحجج الضلاک مستحق الخزی من ذی الملكوت والجلال و لله در صاحب هذا الرد فانه قد افاد و اجاد بلغه الله غاية المراد و جزاه خير الجزاء الاوفی.

''مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صاحب براہین گم راہی کے دریاوں میں گہرے غوطے لگا کر حق تعالیٰ سے مستحق رسوائی کا ہے اوراس تردید کے مؤلف کی نیکی کوخدا ہی جانتا ہے بے شک اس نے عمدہ فائدہ دیا اوراچھا بیان کیا ہے خدا تعالیٰ اس کونہایت مرادتک پہنائے اور بہت پورااچھابدلہ دے۔''

اس کتاب کی مشہوردیوبندی مولوی اللہ وسایا نے بھی تحسین کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''مشہورصوفی بے مثال عالم دین کتب کثیرہ کے مصنف سنیوں کے مناظر بے بدل خواجہ غلام دستگیرقصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں؟ آپ کی کتاب تقدیس الوکیل رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔''(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت،ص:۲۳۰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،طبع دوم ۲۰۰۸)

ڈاکٹر خالدمحمود دیوبندی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے تقدیس الوکیل پر دستخط کرنے سے انکار کردیا تھا۔(مطالعہ بریلویت،جلداول،ص:۴۳۹)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تقدیس الوکیل کی اشاعت ہی حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی معاونت سے ہوئی،چنانچہ تقدیس الوکیل مطبوعہ ۱۳۱۴ہجری/۱۸۹۶عیسوی کے سرورق پرتحریر ہے:

''بامدادحضرت صاحب سجادہ چاچڑاں شریف صدیقی پریس قصور میں چھپی''

ڈاکٹر خالدمحمود نے مطالعہ بریلویت میں باربار بلاحوالہ کہا ہے کہ مناظرہ کی فائل خواجہ غلام فریدصاحب کے پاس تھی اورانہوں نے تازیست کسی کو نہ دی۔تقدیس الوکیل کا بامدادحضرت خواجہ غلام فرید شائع ہونا ڈاکٹر خالدمحمود کے جھوٹ کوظاہر کررہا ہے۔مزید یہ کہ اسی اشاعت کے سرورق پرتحریر ہے کہ مولانا قصوری نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی تجویز سے فتوی شائع کروایا کہ مولف براہین قاطعہ مع اپنے معاونین کے وہابی ہے اوراہل سنت سے خارج ہیں۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے اکابر پرستی کی دُھن میں مست ہوکراپنی کتاب تذکرۃ

الخلیل میں مناظرین اہل سنت وحکم مناظرہ خواجہ غلام فرید صاحب کی تنقیص شان کی ہے اوران کو کم علم، جاہل اورطرح طرح کے القابات سے ذکرکیا ہے یونہی ڈاکٹر خالد محمود نے مطالعۂ بریلویت میں کمال تعصب کا اظہارکرتے ہوئے لکھا ہے:

''مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولانا سہارنپوری کے سامنے آنے کی ہمت نہ کی تھی اپنی طرف سے مولانا سلطان محمود صاحب کو کھڑا کیا تھا۔''

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا قصوری برابر مجلس مناظرہ میں موجود رہے اورمولف براہین قاطعہ کے ساتھ تحریری مناظرہ میں دلائل وبراہین سے خوب مقابلہ کیا۔اگر بالمشافہ مناظرہ کا آغاز علماے اہل سنت سے مولانا سلطان محمود تلیہری نے کیا تو ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے اسے کم ہمتی وکم علمی پر مستدل جانا، اگر یہی طرز استدلال ہے تو ہم آپ کو ایک اور مجلس کی طرف اشارہ کردیتے ہیں جہاں سے دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے براہین قاطعہ اورحفظ الایمان کی عبارات کا جواب دینے سے راہ فرار ہی میں عافیت جانی۔یہ مجلس دہلی کی ہے اورصدر مجلس علوم ظاہرو باطن کے جامع حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی ہیں، اہل سنت کی طرف سے پیر گلاب شاہ قصوری جو کہ مولانا قصوری کے عقیدت مندوں سے ہیں اور علمی لحاظ سے زیادہ ممتاز بھی نہیں لیکن مد مقابل امت دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی ہیں۔مجلس میں دارالعلوم دیوبند کی خدمات پر بات جاری تھی کہ پیر سید گلاب شاہ صاحب جیب سے مختصر رسالہ نکال کر حضرت شاہ ابوالخیر صاحب سے عرض کرتے ہیں:

''حضور دین کی خدمت اس طرح پر کی جارہی ہے، مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں:

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لیے کھڑا ہونا بدعت وشرک ہے اورمثل کنھیا کے جنم کی۔''

اس ناشائستہ عبارت کو سن کر شاہ صاحب کو بڑا املال ہوا، آپ نے فرمایا:

''افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بُری

تشبیہ دیتے اور آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں۔''

ابھی اسی عبارت پر گفتگو جاری تھی کہ پیر سید گلاب شاہ نے اسی رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب حفظ الایمان کے صفحہ ۷ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا:

''دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب ہے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''

یہ سن کر شاہ صاحب نے مولوی اشرف علی تھانوی سے کہا:

''کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا!۔''

مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے۔شاہ صاحب ابوالخیر دہلوی نے جواباً ارشاد کیا:

''تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گم راہ ہوئے ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں!۔''

اسی اثنا میں نماز کا وقت ہو گیا، آپ نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ گئے، بعد فراغت نماز آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے ساتھ حافظ احمد کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحبان فرار ہو چکے تھے (بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید:۱۲۔۸ ملخصاً مطبوعہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چتلی قبر، دہلی)

اب کہیے جناب اگر براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارات درست تھیں تو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب مع اپنے رفیق کے مجلس سے فرار کیوں ہو گئے!۔

۱۸۔ فتح الرحمانی بہ دفع کید کادیانی [۱۳۱۵ھ]

یہ رسالہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں مولانا مشتاق احمد حنفی چشتی کے رسالہ ''التقریر الفصیح فی تحقیق نزول المسیح'' کے ہمراہ لدھیانہ سے شائع ہوا۔ یہ رسالہ مولانا قصوری نے قادیانیت کی طرف سے

شائع ہونے والے ایک اشتہار بنام ''اشتہار صداقت آثار'' از مرزا حکیم رحمت اللہ مطبوعہ لودھیانہ کے جواب میں تحریر فرمایا۔اس اشتہار کے متعلق مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

''جس میں بڑے زور وشور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود ومہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کرکے اس کی پیشانی پر ''اشتہار صداقت آثار'' لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالۂ اوہام قادیانی کے از سرتا پا محض کذب و افتراء سے کارروائی کی ہے چونکہ اس اشتہار میں اولاً واصالتاً علما امرتسر ولودھیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کرکے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ/ ۱۶ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لودھیانہ میں وارد ہوا تو سنا گیا کہ حضرات علماء لودیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افترا پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ ''انجام آتھم'' کو پہنچانا لازم ہے تا کہ ان کی واقعی تبکیت اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔واللہ ھوا لھادی'' (فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی:۵ مطبوعہ مطبع احمدی، لودیانہ)

اس کتاب کی ایک تاریخی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی بیشتر تصانیف میں مولانا قصوری کے متعلق جھوٹ باندھا:

''مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب 'فتح رحمانی' میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کردے۔'' (لیکچر، لاہور:۴۷، روحانی خزائن، جلد ۲۰، ص:۱۹۳)

ایک جگہ یوں لکھا:

''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والے

نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔'' (ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ:۹،روحانی خزائن،ج ۱۷،ص:۴۵)

مرزا قادیانی نے اپنی دیگر کتب میں بھی بارہا اس کا ذکر کیا اور اس کے حواریوں نے بھی بہت پروپیگنڈہ کیا مگر آج تک مرزا اور اس کی ذرّیت اپنے اس دعوی کو ثابت نہیں کر سکی۔'فتح رحمانی' میں کہیں بھی ان الفاظ سے دعا نہیں ملتی'' دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے''۔البتہ مولانا قصوری کی دعا کے یہ الفاظ ضرور موجود ہیں:

''**اللّٰھم یا ذا الجلال والاکرام یا مالک الملک** جیسا کہ تُو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف ''مجمع بحارالانوار'' کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا ویسا ہی دعا والتجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہ سے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا **فقطع دابر القوم الذین ظلموا. والحمدللّٰہ رب العلمین انک علی کل شئ قدیر وبالاجابۃ جدیر. امین**'' (فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی:۲۶ مطبوعہ مطبع لودیانہ)

۱۹۔ اقامه البرهان فی رد من قال بتحريف القرآن المعروف بہ تحریف قرآن کا جواب [۱۳۰۲ھ]

یہ رسالہ ۱۲ صفحات سن ۱۳۰۲ ہجری/۱۸۸۴ء میں ایک پادری کے رسالہ ''تحریف القرآن'' کے رد میں تحریر فرمایا، پادری نے اپنے رسالہ میں لکھا:

''محمدی دعوی کرتے ہیں کہ انجیل تبدیل ہوگئی ہے اور ہمارا قرآن صحیح اور درست ہے مگر جب ہم پوچھتے ہیں کہ کس وقت انجیل کی تبدیلی ہوئی اور کن لوگوں نے اس کو تبدیل کیا اور ان کا مطلب کیا تھا اور کون سی باتیں ہیں جو پہلے اور طرح تھیں اب اس طرح بدل گئیں اور اصل انجیل کہاں ہے۔'' (تحریف القرآن کا جواب:۲)

مولانا قصوری نے اس رسالہ میں نصاری محققین کی کتب سے انجیل کی تحریف ثابت کی اور قرآن کریم پر پادری کے اعتراضات کا نہایت تحقیق سے جواب دیا۔

مولانا محمود قادری کانپوری نے اس رسالہ کا سن اشاعت ۱۸۷۸ء تحریر کیا ہے۔(تذکرہ علماء اہل سنت:۲۰۶ مطبوعہ فیصل آباد)

جو کہ درست نہیں کیونکہ ۱۸۷۸ء سے سال ہجری ۱۲۹۵ بنتا ہے جبکہ رسالہ کا سن تالیف ۱۳۰۲ ہجری/۱۸۸۴ء ہے۔

ہمارے پیش نظر نسخہ مطبع رفاہ عام، لاہور کا شائع کردہ ہے جو کہ ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں انجمن حمایت اسلام، لاہور کے اہتمام سے شائع ہوا۔

۲۰۔تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام

اس کتاب کے متعلق مولانا اپنی کتاب ''فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی''میں تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر نے رمضان المبارک میں اس (قادیانی) کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعوی نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کردیے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام''تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام''میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا جی باوصف ان دعوی نبوت و توہین انبیاء کے ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں۔نعوذ باللہ من الحور بعد الکور''(فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی:۳ مطبوعہ مطبع احمدی لدھیانہ)

مزید انوار ساطعہ پر تقریظ میں رقم فرماتے ہیں:

''فقیر امرت سر میں مقیم ایک آریا پنڈت کے رسالہ''تکذیب براہین احمدیہ'' کے بہتانات و ہذیانات کا جواب لکھ رہا ہے۔طبیعت کا پورا لگاؤ جھکاؤ ابھی اسی طرف ہے۔''

۲۱۔جواب اعتراضات برتحفہ رسولیہ

تحفہ رسولیہ خصائص ومناقب ومعجزات نبی کریم ﷺ پر مولانا غلام محی الدین قصوری نقشبندی دائم الحضوری کی فارسی نظم ہے۔مطبع محمدی، لاہور سے طبع ہوئی۔مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے تحفہ رسولیہ کے ۲۷ شعروں پر مشتمل حلیہ مبارک حضرت نبی کریم ﷺ کا اردو ترجمہ ''مرأۃ الجمال'' کے نام سے کیا جو کہ ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔(ملفوظات شریفہ حضرت غلام محی الدین قصوری۔حواشی اقبال مجددی۔صفحہ:۶۶ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

مولانا غلام محی الدین قصوری صاحب کشف بزرگ تھے۔آپ نے اپنے صاجزادہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے ایک سال قبل ہی ان کا نام،کنیت،عمر،اشغال زندگی،حلیہ اور دیگر کوائف اور حالات زندگی ''تحفہ رسولیہ'' میں ایک طویل نظم میں بیان فرما دیے تھے۔یہ کتاب ۱۲۳۴ھ میں چھپی، جبکہ صاجزادہ عبدالرسول کا سال پیدائش ۱۲۳۵ھ ہے۔(تذکرہ علماے اہل سنت لاہور:۱۴۲)

مولانا قصوری نے ہدیۃ الشیعتین ،صفحہ ۸ پر لکھا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب ''جواب اعتراضات برتحفہ رسولیہ'' تحریر کی ہے۔

مولانا قصوری کے مرشد ثانی حضرت غلام نبی احمدی للّٰہی اپنے خلیفہ غلام مرتضٰی بیر بلوی (خانقاہ بیربل شریف، سرگودھا) کو رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء کے نام ایک مکتوب میں ان جوابات کی تحسین فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''تحفہ رسولیہ شریفہ کے اشعار پر کسی نے تعصب سے اعتراضات لکھ کر مطبوعہ نسخہ کے ساتھ لگا دیے ہیں۔مولوی غلام دستگیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خوب جوابات لکھے ہیں جو سننے کے لائق ہیں۔(مکتوبات اعلیٰ حضرت للّٰہی دفتر اول حصہ سوم،ص:۲۸۲ مطبوعہ زاویہ پبلشرز، لاہور)

مولانا قصوری کے جوابات تحفہ رسولیہ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے مقدمہ وحاشیہ میں شائع ہوئے۔

۲۲۔استفتاء متعلقہ مسجد ستیہ والا تحصیل فیروز پور

اس رسالہ کا ذکر ہمیں تذکار بگویہ کی جلد اول اور مطالعہ بریلویت کی جلد دوم میں ملا۔تا حال یہ

رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا۔ مذکورہ بالا دونوں کتب کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ مولانا قصوری نے ایک فتوی بجواب استفتاء مسجد ستیہ والا تحصیل فیروز پور کے بھی تحریر کیا تھا جس کے ۱۶ صفحات ہیں اور اس پر مفتی غلام محمد بگوی، مولانا نور احمد لاہوری وغیرہ کے تصدیقی دستخط ہیں۔(تذکار بگویہ جلد اول صفحہ ۱۳۲)

مزید تصانیف

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اپنی تصانیف میں چند مزید کتب تحریر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن شاید انہیں اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کا موقع نہ ملا۔ رسالہ عروۃ المقلدین کے صفحہ ۲۳ پر دربہیہ اور روضہ ندیہ کے رد میں کتاب تحریر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، یونہی اسی رسالہ کے صفحہ ۲۵ پر فقہ الحدیث کے رد میں کتاب تحریر کرنے کا ارادہ ملتا ہے۔ مخرج عقائد نوری کے صفحہ ۵۹ پر مضامین قرآن پر کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

رجم الشیاطین کے آخر میں مولانا قصوری لکھتے ہیں:

> ''عن قریب اس کا دوسرا حصہ فتح اسلام وتوضیح المرام وازالۃ الاوہام کی بعض سخت قباحتوں کی تردید جن کا ذکر اوپر گزرا ہے، شائع ہوگا۔''(رجم الشیاطین:۷۲)

عزت وناموس صحابہ کے تحفظ کے متعلق مولانا قصوری نے ایک فتوی بانس بریلی کے قیام میں لکھا تھا مگر اس کی نقل محفوظ نہ ہوسکی، چنانچہ مولانا قصوری فرماتے ہیں:

> ''فقیر نے اس باب (یعنی صحابہ کرام کو فاسق کہنا خلاف ایمان ہے) میں ایک فتوی مدلل بانس بریلی میں لکھا تھا وہاں کے علماء نے بہت پسند کر کے مہریں کی تھیں اگر اس کی نقل آتی تو اس رسالہ کے پیچھے چھپ جاتی۔''(ہدیۃ الشیعتین:۶۵ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور)

مولانا قصوری نے ایک فتوی طلاق ثلاثہ کے متعلق بھی تحریر کیا تھا جس کا ذکر ہمیں تفسیر نبوی کے ان اشعار میں ملتا ہے، چنانچہ مولانا حلوائی طلاق ثلاثہ پر گفتگو کرتے ہوئے وہابیہ غیر مقلدین اور مرزائی حضرات کا نظریہ بیان کر کے لکھتے ہیں:

سن عارف نوری مرد حضوری صاحب صدق صبوری
مولانا تے مرشد ہادی حضرت صاحب قصوری

اینہاں ڈاہڈا واضح کر کے لکھیا فتوی کان نتارے
گمراہاں دا ککھ نہ چھوڑیا اوس فتوے وچہ پیارے
(تفسیر نبوی، جلداول، صفحہ:۲۵۷)

مولانا قصوری نے براہین قاطعہ کے باطل مضامین کے رد میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں:

''براہین کے اقوال مردودہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور علماء پنجاب کی خدمت میں پیش کر کے مشاہیر علماء لاہور و امرتسر سے تصدیق کرایا پھر ابتداے رمضان المبارک میں حسب الطلب ریاست بہاول پور کے فقیر مناظرہ کے لیے وارد بہاول پور ہوا۔'' (تقدیس الوکیل:۱۰)

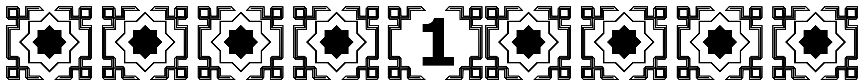


ماخذ ومراجع (مقدمہ رسائل قصوری)

۱۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، ابحاث فریدکوٹ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور
۲۔ مفتی غلام سرور لاہوری، حدیقۃ الاولیاء، مطبع نامی منشی نول کشور، لاہور
۳۔ پیر سید طاہر مشتاق شاہ صاحب، انوار دائم الحضوری، درگاہ معلّٰی حضرت دائم الحضوری، دھولر شریف کمالیہ
۴۔ حمیداللہ ہاشمی، سید وارث شاہ، مجلس پنجابی ادب، فیصل آباد
۵۔ پروفیسر عبدالرسول للّٰہی، مکتوبات اعلیٰ حضرت للّٰہی، زاویہ پبلشرز لاہور
۶۔ مولانا محی الدین قصوری، ملفوظات شریفہ (مترجم/محشی: اقبال فاروقی/ پروفیسر اقبال مجددی) مکتبہ نبویہ لاہور
۷۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی، تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند، پروگریسو بکس، لاہور
۸۔ مولانا نبی بخش حلوائی، شمول الوہابیہ فی سلک النجدیہ مع انتصار نبوی و اظہار تفریط افراط لکھوی، مطبع منشی فخر الدین، لاہور
۹۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، ہدیۃ الشیعتین، مطبع محمدی لاہور
۱۰۔ مولانا امام الدین کھوتکوی، مقامات طیبین (مترجم: سید احمد سعید ہمدانی) فالکن پرنٹنگ پریس، اردو بازار، لاہور
۱۱۔ مولانا غلام مہر علی گولڑوی، الیواقیت المہریہ، مکتبہ مہریہ چشتیاں
۱۲۔ مولانا نبی بخش حلوائی، تفسیر نبوی (پنجابی) جلداول، مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور

۱۳۔ پیرزادہ اقبال فاروقی، تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور، مکتبہ نبویہ، لاہور
۱۴۔ کنہیا لال، تاریخ لاہور، مطبع وکٹوریہ پریس لاہور
۱۵۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، مخرج عقائد نوری، مطبع سوسائٹی بریلی
۱۶۔ پیر غلام دستگیر نامی، تاریخ جلیلہ
۱۷۔ عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، مکتبہ قادریہ لاہور
۱۸۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل، مطبع صدیقی قصور
۱۹۔ تذکرۃ المناظرین، دارالنوادر، اردو بازار، لاہور
۲۰۔ ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن، پنجابی دے صوفی شاعر، مجلس شاہ حسین لاہور
۲۱۔ قادیانیت اپنے آئینے میں، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
۲۲۔ امام احمد رضا خان بریلوی، سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (مشمولہ فتاوی رضویہ مخرجہ)
۲۳۔ امام احمد رضا خان بریلوی، فتاوی رضویہ مخرجہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور
۲۴۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین، مطبع قادری، قصور
۲۵۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، جواہر مضیۃ رد نیچریۃ، مطبع گلزار محمدی لاہور
۲۶۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین، مجلس اسلامیہ، قصور
۲۷۔ سر سید احمد خان، تہذیب الاخلاق پرچہ بابت ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ ہجری
۲۸۔ پیرزادہ اقبال فاروقی، صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور
۲۹۔ مولانا غلام مصطفیٰ صدیقی، تحفہ رسولیہ مترجم
۳۰۔ ماہ نامہ جام نور، اپریل ۲۰۱۳ء
۳۱۔ ڈاکٹر اے ایس ہمدانی، ہم اور ہمارے اسلاف مطبوعہ کلاسیک، شاہراہ قائد اعظم لاہور
۳۲۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، مکتبہ رحمانیہ لاہور
۳۳۔ سید نذیر حسین دہلوی، مکاتیب نذیریہ، محبوب المطابع برقی پرنٹنگ ورکس، دہلی
۳۴۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان، مطبع مصطفائی امیر الدین لاہور
۳۵۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، تحفہ دستگیریہ بجواب اثناء عشریہ، مطبع مصطفائی لاہور
۳۶۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری، تذکرہ علمائے امرتسر، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور
۳۷۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، تحقیق صلوٰۃ الجمعہ، مطبع وکٹوریا پریس لاہور

۳۸۔ ایچ ڈی کریک، تذکرہ روٴسائے پنجاب، جلد دوم، مطبع نول کشور، لاہور
۳۹۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، جواب اشتہار کفریت درود۔ بمبئی پریس گوجراں والا/ دارالاسلام، لاہور
۴۰۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار، مطبع صحافی لاہور
۴۱۔ مفتی محمد امین عطاری، عقیدۂ ختم نبوت جلد اول، ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ، کراچی
۴۲۔ مولانا منصور علی، فتح المبین مع تنبیہ الوہابیین، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور (عکسی اشاعت)
۴۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی، مطبع میگزین قادیان
۴۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد ۲۲
۴۵۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ، مطبع صحافی لاہور/ میاں رحمت علی گھنگ شریف
۴۶۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، تحقیق تقدیس الوکیل مطبوعہ وکٹوریا پریس لاہور
۴۷۔ مولوی اللہ وسایا، احتساب قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان
۴۸۔ مولوی اللہ وسایا، تذکرہ مجاہدین ختم نبوت
۴۹۔ مولوی خلیل احمد انبیٹوی، براہین قاطعہ مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
۵۰۔ ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی، مطالعہ بریلویت مطبوعہ حافظی بک ڈپو، دیوبند
۵۱۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی، بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید
۵۲۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی،
۵۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی، لیکچر لاہور
۵۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، جلد ۲۰
۵۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی، ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ
۵۶۔ مفتی غلام دستگیر قصوری، تحریف القرآن کا جواب، انجمن حمایت اسلام لاہور
۵۷۔ مولانا محمود قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد
۵۸۔ مولانا عبدالسمیع رام پوری، انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ، فیض گنج بخش پبلشرز لاہور
۵۹۔ مولانا غلام محی الدین قصوری، تحفہ رسولیہ مع ہدیہ رسولیہ، مطبع محمدی لاہور
۶۰۔ ڈاکٹر انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ
۶۱۔ صحیح بخاری شریف
۶۲۔ تاریخ فرید کوٹ، جلد سوم
۶۳۔ مفتی سید محمد شاہ قصوری، بُستان معرفت مطبوعہ بزم قادریہ کمالیہ، لائکپور (فیصل آباد)



لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَّھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ o

جميع العلم في القراٰن لكن
تقاصــر عنه أفهـام الرجـال

الوقف للہ الغفور من جانب حامیانِ دین از فیروز پور وقصور

تحقیق تقدیس الوکیل

{۱۲۸۹ھ}

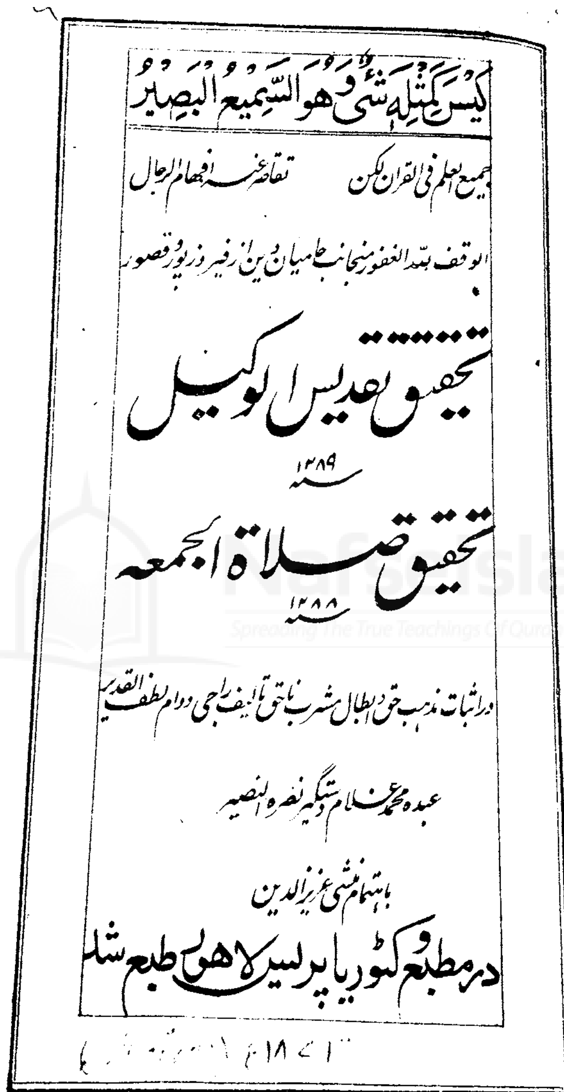
دراثبات مذہب حق وابطال مشرب ناحق

-: تالیف :-

راجی دوام لطف القدیر عبدہ **محمد غلام دستگیر** نصرہُ النصیر

ترجمہ: مفتی محمد سعید صابر نعیمی

باہتمام منشی عزیز الدین
درمطبع وکٹوریا پریس لاہور طبع شد



لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

جمیع العلم فی القرآن لکن — تقاصر عنہ افہام الرجال

ابو قف بعبد الغفور منجانب حامیان دین از رفیر و زیور قصور

تحقیق تقدیس الوکیل

سنہ ۱۲۸۹

تحقیق صلاۃ الجمعہ

سنہ ۱۲۸۸

در اثبات مذہب حق و ابطال مشرب ناحق تالیف راجی دوام لطف القدیر

عبدہ محمد غلام دستگیر نصرہ النصیر

باہتمام منشی عزیز الدین

در مطبع وکٹوریا پریس لاہور طبع شد

[باہتمام منشی عزیز الدین' وکٹوریہ پریس، لاہور سے طبع شدہ نسخے کا سرورق]

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال :

اہل ہوا میں سے بعض جو خود کو اہل حق اور علما میں سے شمار کرتے ہیں، یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ کا عرش پر مکان معین ہے وہ اس آیت **ثُمَّ اسْتَوَی عَلَی الْعَرْشِ** سے اس معنی پر دلیل لاتے ہیں اور استویٰ کا معنی اِستقرار (متمکن ہونا) مراد لیتے ہیں جو کلبی کی روایت اور تفسیر معالم میں مقاتل کے حوالہ سے واقع ہے اور سابقین کہتے ہیں کہ ہم اس عقیدے کے معتقد ہیں کہ

خالی ست جہاتاں کنوں لامکاں الٰہی
نا رب ہتھ نہ پیر نیں نا رب اکھیں کن(۱)

اور اس عقیدہ کے برخلاف ظاہر ہو چکے ہیں اور ان (عقیدے کے) لوگوں میں سے ایک شخص نے اپنے دوورقہ رسالہ میں ید (ہاتھ)، وجہ (چہرہ)، ساق (پنڈلی)، جہت علو (بلندی کی جہت)، استویٰ علی العرش (عرش پر اِستوا فرمانا)، نزول (اُترنا)، اور انتقال کو تحریر کیا اور اس کے علاوہ جو احادیث و آیات میں اس ذاتِ حق کی صفات میں کہیں جو تمام محکم اور معلوم المراد (جس میں تشبیہ نہ ہو) ہیں۔ بہر حال مخلوق اس کے رنگ ذات اور اس کی کیفیت کے ادراک میں ناقص ہے (باری تعالیٰ کی ذات و کیفیت کا کماحقہٗ ادراک کرنا مخلوق کے لیے محال ہے)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استویٰ غیر مجہول ہے اور کیف غیر معقول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قرب و معیت کو اپنے عربی رسالہ میں متشابہ لکھا ہے یعنی غیر معلوم المراد (جس کی مراد معلوم نہ ہو) اور بعض احبابِ دین جب ان سے معیت، استوا اور نزول وغیرہ کے درمیان فرق کرنا مخفی ہو گیا تو انہوں نے اس طرح کہا کہ حق تعالیٰ عرش پر اس طرح ہے جو اس کی

(۱) یعنی ہمارا معبود جہت سے پاک ہے نہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں اور نہ ہی آنکھیں اور کان۔ مرتبین

شایانِ شان ہے اسی طرح معیت کا معنی بھی رکھتا ہے حالانکہ معیت واستوا میں فرق ہے کہ معیت بذاتہٖ غیر معقول ہے اور استوا معلوم ہے اور معقولِ محض کی کیفیت غیر معلوم ہے اور غیر معقول کا معیت ہونا چند وجوہ سے ہے۔

وجہ اوّل: بر تقدیر معیت وغیرہ (نزول، انتقال) کے مفہوم ومعلوم رکھنے سے لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ عزوجل امکنۂ متعددہ (متعدد مکانات) اور جہاتِ متضادہ (مخالف جہتوں) میں موجود ہو اور اس کی ذات کے لیے مکان اور جہت مخصوص نہیں ہے اور یہ آیت **اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى** کے مناقض ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہے اور اجماع کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اہل حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان عرش ہے نہ کہ اس کا غیر۔ کلامہٗ ملخصاً

اس تحریر کے آغاز میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کے عربی رسالہ کے مطالعہ سے اپنے دوستوں کے عقیدے کی غلطی کو دفع کرنے کے لیے فہم صفات کو مرقوم کیا ہے۔ پس اس تحریر سے یہ بات صاف اور واضح ہوگئی ہے کہ انہوں نے استوٰی سے حق تعالیٰ کا مکان ثابت کیا ہے اور اسی طرح انہوں نے ہاتھ، چہرہ اور پاؤں وغیرہ اللہ عزوجل کے لیے ثابت کیے ہیں۔ اور انہی میں سے بعض زمین میں اور عرش پر بھی مکان الٰہی کے قائل ہیں، صرف کیف مکان کہ بیٹھا ہے یا کھڑا ہے یا سویا ہے- معقول نہیں ہے اسی طرح ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضا کی کیفیت کہ وہ کیسے اور کس طرح ہیں نا قابل فہم ہے۔

یہ لوگ اہل حق ہیں یا اہل باطل؟ اور ان کا یہ عقیدہ موافق قرآن وحدیث اور عقائد اہل سنت ہے یا عقائد مجسمیہ اور مشبہ کے؟ اور وہ آیات واحادیث جو استوٰی، ید، وجہ وغیرہ پر دلالت کرتی ہیں وہ متشابہ اور غیر معلوم المراد ہیں یا محکم اور معلوم المراد؟ بینوا توجروا ۔

الجواب :

الحمد للّٰہ المنزہ عما یصفہ الملحدون بفہم غیر سدید والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الناہی عن الخلاف فی القرآن المجید و علی عترتہ و اتباعہ الذین اعدت لمن شذ عنہم مذلۃ و عذاب شدید .

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے، پاک ہے ان چیزوں سے جو ملحدوں نے اپنی کج فہمی کے سبب اس کی طرف نسبت کی ہیں اور درود وسلام ہو اس کے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔جنھوں نے قرآن حکیم (کے مزاج کے خلاف تفسیر کرنے) سے منع فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کی اولاد اور متبعین پر سلامتی ہو جس نے ان سے منہ موڑا اس کے لیے ذلت اور سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اوّلاً یہ بات پیش نظر رہے کہ ان قائلین کا قول کہ رحمٰن کے لیے جوارح ثابت کرنا اور کیفیت مکان وغیرہ ان معنی میں ہے کہ اللہ سبحانہٗ کا مکان و جوارح مخلوقات کے مکان و جوارح کی طرح نہیں ہے اور اس بنا پر انہوں نے کہا ہے کہ اہل سنت نے ان کو مجسمہ میں داخل نہیں کیا حالانکہ بالیقیں وہ مجسمہ میں داخل ہیں کیونکہ مجسمہ کا بھی قول ہے کہ اس (اللہ عزوجل) کا جسم ہمارے اجسام کی طرح نہیں ہے۔(۱)

یہ بیان بہت سی کتب دینیہ سے عیاں ہے؛ مگر اس جگہ میں نے نووی کی شرح مسلم کی عبارت کا ترجمہ کیا اور میں اس کو اِستشہاداً لکھتا ہوں۔امام نووی نے اس حدیث **فان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ** کے تحت لکھا:

مارزی نے کہا کہ ابن قتیبہ اس حدیث سے غلط راہ پر چل پڑے کہ صورت کو اس کے ظاہر پر حمل کرتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ کی صورت ہے لیکن اس کی مثل کوئی صورت نہیں۔مگر یہ کلام ظاہر الفساد ہے؛ کیونکہ صورت مرکب ہوتی ہے اور ہر مرکب محدث ہے اور حق تعالیٰ محدث نہیں ہے لہٰذا وہ جسم نہیں تو وہ ذی صورت نہیں۔

مارزی نے کہا کہ ان کا یہ قول مجسمہ کے قول کی مثل ہے؛ کیونکہ مجسمہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا جسم ہے لیکن عام اجسام کی مانند نہیں۔

اور اہل سنت نے حق سبحانہ کے بارے میں کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شے ہے لیکن

---

(۱) تمہید عقائد میں ذکر مشبہ میں لکھا ہے کہ بعض مشبہ کہتے ہیں خدا جسم ہے نہ دیگر اجسام کی مثل اور یہ ان کا کفر ہے کیونکہ انہوں نے اس کو حق تعالیٰ کا وصف قرار دیا یہ ان کی اپنی رائے ہے جو علما کے اتفاق کے مخالف ہے۔منہ کان اللہ لہ

دیگر اشیا کی مانند نہیں۔ مجسمہ نے اپنے زعم کے موافق اس کلام کے لیے وہ کلمہ تراشا ہے اور اس کے ظاہری فرق کو نہیں سمجھے کہ لفظ شئی حدوث کو مستلزم نہیں ہے اور جسم و صورت تالیف و ترکیب کو متضمن ہے اور حدوث کی دلیل۔

یہ بات تو اس حد تک ظاہر ہو چکی ہے کہ رحمٰن کے لیے جوارح و مکان کے قائلین بلا شک وشبہ (فرقہ) مجسمہ ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ عقل و نقل میں یہ بات متحقق ہے کہ اثبات اعضا میں تعدد و ترکیب ہوتی ہے۔ اور ترتیب و تعدد، جسمیت و تحیز کو مستلزم ہے۔ اس کا بیان عنقریب تفاسیر میں آئے گا۔

تو جب مکان ثابت ہو جائے تو جسمیت اس کا لازمہ ہے حالانکہ یہ بات پیش نظر رہے کہ اہل سنت کے نزدیک جو اہل حق ہیں حق سبحانہ، کو جس طرح صفاتِ کمال سے متصف مانتے ہیں اسی طرح وہ اسے جسم، مکان، جہت، اعضا اور دیگر نقصان سے بھی منزہ سمجھتے ہیں بلکہ رحمٰن کے لیے جسمیت اور مکان کے قائلین کو کافر اور بے ایمان جانتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک آیات و احادیث جو استویٰ، ید، وجہ پر مشتمل ہیں۔ متفقہ طور پر متشابہات سے ہیں کہ ان پر ایمان بلحاظ آگاہی ہے اور ان کی اتباع کرنا اور ان سے عقیدہ بنانا کجی اور گمراہی ہے۔

تنزیہ الرحمٰن کا بیان

سب سے پہلا بیان تنزیہ رحمٰن کا ہے۔ جاننا چاہیے کہ قرآن تنزیہ رحمٰن کا ناطق ہے۔ اس میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں مگر ہم بطور نمونہ چند پیش کرتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی عترتہ اجمعین سے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ رب تعالیٰ اپنا نسب خود بیان فرمائے پس نازل ہوئی:

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ o

اے محبوب آپ فرما دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔

لَمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ o

نہ اس نے جنا اور نہ وہ جنا گیا۔

کیونکہ ہر جاندار کو مرنا ہے اور مر دے کو وراثت چھوڑ جانی ہے یعنی اس کے متعلقین اس کے مال کے وارث ہوں گے۔اور یہ بھی متحقق ہے کہ خدا کو نہ تو وصال کرنا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کے ترکہ سے حصہ ملنا ہے۔

وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کا کوئی شبیہ و شریک نہیں اور نہ ہی کوئی اللہ سبحانہٗ کی مثل ہے۔اور اس حدیث کی طرح دوسری حدیث ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں کہا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ طبرانی نے بھی نقل کی ہے اور تفاسیر معتبرہ میں سے اس سورت کے معانی فارسی میں لکھے گئے ہیں، تفسیر زاہدی میں اس کا سبب نزول یوں لکھا ہے کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس دونوں اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ابی بن کعب حدیث مبارکہ مزید بیان کرتے ہیں (جو پہلے گزر گئی ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ، ابوالعالیہ، شعبی اور عکرمہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک جماعت حاضر ہوئی اور کہا :

ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کرو۔

اور حضرت عکرمہ کی روایت میں یوں ہے :

اے محمد (ﷺ)! ہمیں اپنے پروردگار کے وصف بیان کرو کہ وہ سونے کا یا چاندی کا یا لوہے کا یا مٹی کا ہے کیونکہ ہمارے خدا انہی چیزوں سے ہیں۔

پس حق تعالیٰ نے اس سورہ **قل ھو اللّٰہ اَحد** کو نازل کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجیے کہ خدا یکتا و یگانہ ہے اور نہ اس طرح سے یگانہ ہے جس طرح دوسرے ہیں کیونکہ ان میں اَبعاض واَجزا (بعض کی جمع ابعاض اور جز کی جمع اجزا) بے شمار ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات

میں تجزیہ وتبعیض جائز نہیں ہے۔

اللّٰہ الصمَدُ o

جس طرح خدا واحد ہے اسی طرح وہ صمَد (بے نیاز) بھی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ صمد اس لحاظ سے ہے کہ اس کا پیٹ نہیں ہے کیونکہ شکم دار محتاج ہوتا ہے اور ہمارا خدا محتاج نہیں ہے۔اور حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ و علی ابائہ الکرام نے فرمایا: وہ صمد ہے جو کسی چیز کا محتاج نہ ہو اور ہر شے اس کی محتاج ہو، اس جگہ اس کی شانِ صمدیت کی خبر دی گئی ہے اور فرمایا :

لَمْ يَلِدْ o

نہ اس نے کسی کو جنا۔

اس سے باپ ہونے کی نفی ہے۔

وَ لَمْ يُولَدْ o

اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

اس سے فرزند ہونے کی نفی ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ o

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

یہ اس کے جفت ہونے کی نفی ہے؛ کیونکہ جفت برابری چاہتا ہے کہ خدا کی مانند ہو اور ان صفات میں کفو جائز نہیں ہے تا کہ صمدیت کو سزا (نقصان) لاحق نہ ہو۔(یعنی شانِ صمدیت برقرار رہے)۔

جاننا چاہیے کہ یہ سورہ تمام اقسامِ کفر وشرک کا رد کرتی ہے۔

اَقسامِ کفر :

کفر کی تین اقسام ہیں :

۱۔ تعطیل: معطلہ کہتے ہیں کہ جسم نہیں ہے۔

۲۔ تشریک: مشرکین کہتے ہیں کہ جسم ہے لیکن بت انباز (اوباش) ہے۔

۳۔ تشبیہ: مشبہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی طرح ہے۔

رب تعالیٰ نے ان تینوں کا اس سورہ میں رد فرمایا ہے اور جو کوئی اس سورہ کو پڑھے گا اس کا دل پاک اور اعتقادِ توحید مستحکم ہو جائے گا۔

اہل سنت و جماعت کے مذہب میں ان تمام اقسام وانواعِ کفر سے خلاصی کا اظہار ہے اور اسی سورہ کی فضیلت سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سورۂ مبارکہ کو پڑھنے والا شخص مغفور ہے۔

زاہدی سے بقدر حاجت نقل کیا ہے۔ تفسیر عزیزی میں کہتے ہیں کہ سورۂ اخلاص مکیہ ہے سردارانِ کفار کی ایک جماعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی کہ آپ ہمارے خداؤں کی توہین نہ کریں اور عجز، ناتوانی اور دیگر عیوب ان کی طرف ثابت نہ کریں، آپ بتائیں کہ آپ کے خدا کی صفات کیا ہیں اور وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور کون سی چیز اس سے پیدا ہوئی ہے اس کی اصل وفرع کیا ہے؟۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو جناب جبرئیل علیہ السلام فوراً یہ سورہ لے کر نازل ہوئے۔ اور بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ کافروں کے یہ سوال تھے کہ وہ کیا چیز ہے اور کیا کھاتا ہے وہ کہاں سے آتا ہے اور کہاں رہتا ہے اور خدائی کس سے میراث میں پایا ہے اور اس کا آگے کون وارث ہے جو میراث پائے گا اور اس کے کارخانۂ خدائی میں کتنے مشیر ومعاون ہیں۔

اس مقام پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ آدمی کی معرفت کی انتہا درحقیقت ذاتِ الٰہی ہے کہ وہ اس ذات کے خواص لازمہ کا ادراک کر لے بس، کیونکہ ذات باری تعالیٰ بسیط ہے جو کسی لحاظ سے کبھی تجزی وتبعیض نہیں رکھتی اس کی مجہول علت یہ ہے :

قُلْ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجیے: ھَو اللّٰہ

جو شخص آپ سے اس کی ذات کے بارے میں پوچھتا ہے بتا دیجیے کہ وہ صفات جامع

صفات کمال ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے اس کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ حیات، علم، ارادہ، قدرت، کلام، سمع، بصر اور دیگر جواہر واعراض تمام اس کے آثار ہیں۔

اَحَدٌ

یگانہ (یکتا) ہے، شریک نہیں رکھتا ہے، نہ جز میں خواہ وہ جز عقلی ہو یا خارجی، بالفعل ہو یا تحلیلی۔

لفظ 'احد' تو صرف کمالِ اشارہ کے لیے وارد کیا ہے؛ کیونکہ 'واحد' تو شریک عددی کی نفی میں مستعمل ہوتا ہے نہ کہ اجزا کی نفی میں۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید' انسانِ واحد ہے حالانکہ زید متجزی (تقسیم ہونے والا) ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان میں اور اس کے اور بھی بہت سے اجزا ہیں پس اس کو احد نہ کہا جائے گا کیونکہ احد وہ ہے جس میں انقسام اصلاً جاری نہ ہو اور یہ معنی خاص اللہ تعالی سبحانہٗ کے لیے ہے۔

اللّٰہ الصمَدُ

لفظ اللہ کو دوبارہ ذکر فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ اس بساطت کے باوجود وحدیت مجردہ کو اس کی صفاتِ کمال کے لیے ثابت کروں کیونکہ اس کی صمدیت ان صفات کا تقاضا کرتی ہے اور 'صمد' کے معانی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہیں کہ صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو تمام اس کے محتاج ہوں اور سلسلۂ وجود میں اس کی ذات کا صمدیت کے ساتھ موصوف ہونے کے بغیر چارہ نہیں؛ کیونکہ عالم میں سراسر محتاجی ہی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور جب ہر چیز محتاج ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسی ذات ہو جس کی طرف اِحتیاج کی اِنتہا ہو اور وہ خود کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو وگرنہ سلسلۂ احتیاج کبھی منقطع نہ ہوگا۔

پس درحقیقت اس سورہ میں خواص حق تعالیٰ دو (2) بیان ہوئے ہیں :

ایک: اَحدیت

دوم: صمدیت

اور باقی صفات ان دونوں پر متفرع ہوتی ہیں۔

لَمْ یَلِدْ

نہ اس نے جنا۔

وَ لَمْ یُولَدْ

اور نہ وہ جنا گیا کسی سے۔

اور جب وہ احد ہے تو

وَ لَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفوًا احَدٌ

اور کوئی اس کا ہم سر نہیں ہے۔

اس کے ہم سر کا نہ ہونا یہ اسی کی صفت ہے۔

کہتے ہیں کہ دنیا میں مذاہب باطلہ کے پانچ فرقے ہیں :

ا۔دہریہ:

سب سے پہلا دہریہ ہے جو کہتا ہے کہ عالم کا صانع کوئی نہیں ہے تو کس طرح مداد (فطرت) مجتمع ہوا اور صورتوں کی پذیرائی کیسے ممکن ہوئی۔ جب مسلمان لفظ ''ھو'' زبان پر لاتا ہے تو دہریوں کے عقیدہ سے بیزار ہوتا ہے۔

۲۔فلاسفہ:

دوسرا فلاسفہ کا فرقہ ہے جو عالم کے لیے صانع مانتے ہیں لیکن (ان کے نزدیک صانع) صفت نہیں رکھتا۔

جب مومن لفظ ''اللّٰہ'' کا ذکر کرتا ہے تو تمام صفات کے استجماع پر دلالت کرتا ہے اور اس فرقہ کی باتوں سے خلاصی پالیتا ہے۔

۳۔مثنویہ:

تیسرا مثنویہ کا فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایک صانع تمام عالم کے لیے کفایت نہیں کرتا، پس ضروری ہے کہ چند صانع ہوں۔

جب بندۂ مومن لفظ ''احد'' کو باری تعالیٰ کی صفات میں لاتا ہے تو اس شرک سے نجات پالیتا ہے۔

۴۔گمرہانِ اہل کتاب:

چوتھا اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے گمراہ ہیں جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ صانع عالم دیگر مخلوقات کی طرح ہی ہے، بیوی اور بچے رکھتا ہے چنانچہ حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو بیٹے اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی طرف زوجیت کی نسبت کرتے ہیں۔

جب مسلمان نے ''**لم یلد و لم یولد**'' کہا تو اس عقیدہ سے کلی طور پر دُور ہو گیا۔

اور اسی عقیدہ کی جنس سے تشبیہات یہود و نصاریٰ کی ہیں جو انہوں نے جناب باری تعالیٰ کے لیے ایجاد کی ہیں اور حق تعالیٰ کو مخلوقات کی طرح مختلف چیزوں (اولاد، بیوی، اعضا، مکان) سے پہچانتے ہیں۔ان تمام تشبیہات کی نفی کے لیے احتیاج ہے ایک صفت کی اور وہ مفہوم ''**صـمـد**'' سے پورا ہو جاتا ہے۔اور بقدر ضرورت یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حق تعالیٰ نے خود کو اجزا سے منزہ فرمایا مثل تمکن کے جو کہ ممکن کی صفت ہے اسی سورہ میں کما حقہٗ ارشاد فرمایا۔

جو کوئی حق سبحانہٗ کو مکان میں یا صاحب اجزا ہاتھ، پاؤں سے متصف سمجھتا ہے تو درحقیقت وہ وحدانیت وصمدانیت حق تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا ہے، بعض اسی قسم کو عوام مجسمہ کہتے ہیں۔

تفسیر عزیزی سے ہمارا مذہب (اہل سنت) واضح ہے۔کاش وہ تفسیر عزیزی کی ان عبارات کا مطالعہ کرتے تو ضلال و اضلال پر مطلع ہو جاتے (یعنی خود بھی گمراہ نہ ہوتے اور نہ دوسروں کو گمراہ کرتے) تو کبھی بھی منشاے غلط کی طرف جادہ پیما نہ ہوتے-جیسا کہ ان کی تقریروں سے ظاہر ہے-اور ہرگز حق تعالیٰ کے لیے جوارح و اعضا ثابت نہ کرتے۔

چنانچہ تفسیر بیضاوی، جلالین اور ہلالین میں اس مقام پر شانِ نزول کے بعد درج ہے کہ احد' **قل ھو اللّٰہ احد** میں جملہ صفات سلبیہ پر دلالت کرتا ہے جس طرح لفظ **اللّٰہ** صفاتِ وجودیہ پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ وہ واحد حقیقی ہے جو اقسام ترکیب و تعدد سے پاک ہے اور وہ جسمیت، تمکن اور مشارکت کا لازمہ ہے۔**اللّٰہ الصمد** یعنی تمام حوائج میں اس کے محتاج ہیں اور وہ ہر وجہ اور چیز سے غنی و بے نیاز ہے کیونکہ **لـم یلد** اس کا کوئی ہم جنس نہیں ہے اور نہ ہی

وہ کسی چیز کامحتاج ہےاور فنا سے مبرا ہےاور **ولم یولد** کیونکہ اوّل معلوم نہ ہوگا **ولم یکن له کفوا احد** کوئی شخص و چیز اس کے برابرو مثل نہیں ہے۔

مدارک و معالم میں بھی اسی طرح مذکور ہے؛ مگر صاحب معالم التنزیل نے کہا کہ احدو واحد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پس معلوم ہوگیا کہ تفسیر عزیزی اور کبیر نے جو فرق کیا ہے وہ اکثر کی رائے ہے چنانچہ عزیزی کی عبارت میں لفظ **اکثر** اس معنی کی خبر دیتا ہےاور جنہوں نے **اَحد و واحد** میں فرق نہیں کیا ان کے نزدیک **واحد**، جس پر حق سبحانہٗ کا اطلاق کرتے ہیں اس سے مراد **احد** ہے جو نا قابل انقسام و تجزی ہے کیونکہ مجمع بحارالانوار میں وارد ہے کہ **واحد** وہ ہے جو منفرد الذات، بے مثل و بے نظیر ہواور وہ جز نہ رکھتا ہواور نہ دو ہوں اور نہ ہی منقسم ہو۔

الیواقیت والجواہر میں آیا ہے کہ واحد وہ ہے جو منقسم نہ ہواور مخلوق کی مانند کسی وجہ سے بھی نہ ہو۔اور واحد کی چار اقسام ہیں ایک وہ ہے جو مکان نہ رکھتا ہواور نہ ہی تقسیم ہوتا ہواور یہ واحد باری تعالیٰ ہے۔

ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سبحانہٗ کی وحدانیت پر ایمان لانا چاہیے اور حق تعالیٰ کو متجزی و متمکن شمار نہ کیا جائے کیونکہ ایمان وقرآن کے خلاف ہےاس مقام پر کہ یہ سورہ مبارک تنزیہ کی اصل اور توحید کی بنیاد ہےاور ایمان اس سے کفر والحاد کی جڑ اکھیڑ دینا ہے؛ لہٰذا شارع علیہ السلام جو دین اسلام کے موجد ہیں آپ علیہ السلام نے اس سورہ کی تلاوت کا بکثرت ثواب فرمایا اور اُمت کو اس کی بہت زیادہ تعلیم و تعلّم کی ترغیب دلائی ہے۔

احادیث در فضائل سورۂ اِخلاص

چنانچہ بہت سی احادیث میں اس کا معنی واضح ہے۔ان احادیث میں سے بخاری وغیرہ نے ابوالدرداء سے اور مسلم وغیرہ نے ابی سعید سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی رات کو قرآن کا تیسرا حصہ تلاوت کرے۔

صحابہ کرام نے عرض کی: رات کو تیسرا حصہ کس طرح میسر آسکتا ہے؟۔

یعنی تکلیف سے خالی نہیں اگر ہر رات پڑھا جائے۔

فرمایا: **قل ھو اللّٰہ احد** ثواب وفضیلت میں قرآن کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔

اس کا ترجمہ فارسی مشکوٰۃ سے ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کا ثواب خود ثلث قرآن کی تلاوت کے برابر عطا فرماتا ہے ناقص کو کامل کے ساتھ الحاق کرنے کے اعتبار سے۔

اور وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں قصص، احکام اور توحید کا بیان ہے اور قل ھواللہ احد توحید کے بیان پر مشتمل ہے۔ تفسیر عزیزی میں ہے کہ اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ مقصد قرآن ان تین چیزوں سے باہر نہیں :

۱۔ یا معرفت ذات الٰہی ہے۔

۲۔ یا آسمانی کتب کے نازل ہونے کے طریق و وصول کی معرفت اور رسولوں تک ان کا پہنچانا اور ان کی شرائع کا بیان ہے۔

۳۔ یا پھر اس کا اطلاق جنت و دوزخ میں اس کے وصول ہونے کے بعد کی حاجت پر ہے۔

اور یہ سورہ ایک قسم کو کافی ہے اور اس کو تمام نے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ جسے امام مالک، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص قل ھواللہ احد کو پڑھتا رہتا ہے پس آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔

میں نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی؟۔

فرمایا: بہشت واجب ہوگئی۔

سورۂ اخلاص کی تلاوت کی برکت سے کفر والحاد سے نجات ہے اور اس کا قاری جنت میں جائے گا۔

ایسی ہی ایک اور حدیث ترمذی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک میں سورہ اخلاص کو دوست رکھتا ہوں۔تو آپ نے ارشاد فرمایا: تیرا اس سورہ سے دوستی رکھنا تجھے جنت میں لے جائے گا۔

اگرچہ صرف یہی سورہ اخلاص' رب الناس کی تقدیس وتنزیہ کی سند کے لیے کافی ہے؛ مگر بعض آیات اسی معنی کی بھی مسطور ہیں تاکہ اس نو مجسمہ کی تبکیت بوجوہِ احسن ہو جائے جو کہتے ہیں کہ کوئی شخص قرآن مجید سے تنزیہِ باری تعالیٰ کو معلوم نہیں کر سکتا اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ اللہ ان کو ہدایت نصیب کرے گا۔ان شاء اللہ الہادی

حق تعالیٰ نے سورۂ شوریٰ میں اپنی صفت خالقیت کو بیان فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنی حکمت بالغہ سے پیدا فرمایا اور تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کو اس سے لاحق کیا چنانچہ ہماری ماں حوا کو ہمارے باپ آدم علیہ السلام کے پہلو سے پیدا فرمایا اور چوپایوں کی گوناگوں اقسام کو بکثرت نر و مادہ کی شکل میں پیدا فرمایا، اور نر و مادہ کی صورت میں پیدا کرنے کا مقصد توالد و تناسل ہے اس جگہ سامع کے دل میں شبہ پیدا نہ ہو کہ شاید ہر چیز کا خالق بھی نر و مادہ کی جنس سے ہے (اسی لیے) مخلوقات بھی متشابہ ہے۔

پس اس وہم کو دور کرنے کے لیے ارشاد فرمایا :

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ o

اس سبحانہٗ کی مانند و مثل مخلوقات میں سے کوئی شے نہیں خواہ مخلوق علوی ہو یا سفلی، نوری ہو یا ناری؛ کیونکہ مخلوق کی خالق کے ساتھ مماثلت و مشابہت نامناسب ہے اور وہ ان ناشائستگیوں سے مبرا ہے اور اسی لحاظ سے وہ سننے والا (سمیع) اور خوب دیکھنے والا (بصیر) ہے۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۔بعض کہتے ہیں کہ کاف برائے تاکید نفی تماثل ہے اور اصل کلام یہ ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ یعنی اللہ سبحانہٗ کی مانند کوئی شے نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مثل زائد ہے یعنی لَيْسَ كَهُوَ شَيْءٌ چنانچہ اس آیت میں فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُم 'یعنی پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو۔لفظ 'مثل' زائد ہے اور اس کی وہ دو توجیہ بیان کرتے ہیں :

ا۔ اس آیت سے مقصود نفی مثلیت ہے اور یہ مراد ان توجیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ

بھی جائز نہیں ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ تقدیر کلام اس طرح ہے کہ **لیس کذاتہٖ شیی** (اس کی ذات کی طرح کوئی شے نہیں) جیسا کہ اہل عرب کسی سے بخل کی نفی کرتے ہیں تو بطریق مبالغہ کہتے ہیں :

مثلک لایبخل .

تیرا مثل بخل نہ کرے گا۔

پس اس جگہ از روے کنایہ اس شخص سے بخل کی نفی کی گئی ہے، جب بخل اس کے قائم مقام تک نہیں پہنچ سکتا تو پھر اس تک بدرجۂ اولیٰ نہیں پہنچ پائے گا پس **لیس کاللّٰہ شیی ء** اور **لیس کمثلہٖ شیی ء** برابر ہے مگر اس میں مفاد کنایۃً ہے اور یہ آیات حق تعالیٰ سے نفی مماثلت کا اعلان کررہی ہیں چنانچہ آیت :

بَلْ يَدَاهُ مُبْسُوْطَتَانِ o

جیسا کہ اس کا معنی تو یہ ہے کہ خداعزوجل بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

اور اس جگہ عضو دست (ہاتھ) اور فراخی متصور نہیں ہے کیونکہ یہ کلام اس کی بخشش کا ہے یہاں حق تعالیٰ کو بخشنے والا کہا گیا ہے خواہ اس کا ہاتھ ہو یا نہ ہو۔

اسی طرح یہ کلام بھی اس کی نفی مماثلت کے لیے ہے خواہ اس کی مثل ہو یا نہ ہو :

وَ هُوَالسَّمِيْعُ

اور وہ سننے والا ہے تمام مسموعات کا بغیر کان کے۔

الْبَصِيْرُ .

بغیر آنکھ کے تمام مبصرات کا خوب دیکھنے والا ہے۔

اور یہ اس لیے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے نفی مماثلت کے سبب نفی صفات نہ سمجھیں اور اس کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس نہ کریں۔

الإتقان فی علوم القرآن میں اسی طرح کا بیان ہے جیسا کہ مدارک میں عیاں ہے اور بعض فوائد جو اس سے زائد ہیں یوں ہیں کہ ابن جنی نے کہا کہ کاف زائد برائے تاکید نفی

مثلیت ہے کیونکہ حروف کی زیادتی بمنزلہ تکرار جملہ ہوتی ہے یعنی تقدیر کلام اس طرح سے ہے:

لیس مثله شیئ لیس مثله شیئ

دوبار حق تعالیٰ سے نفی مثل کی گئی تاکہ مثلیت کا شائبہ یکسر نہ رہے۔

امام راغب نے کہا کہ کاف اور مثل کے درمیان نفی تاکید کو اس لیے جمع کیا گیا ہے تاکہ حق تعالیٰ کے لیے مثل اور کاف مثلیہ کو اِستعمال کرنا جائز نہ ہو لہٰذا دونوں **لیس** کی نفی کر دی گئی۔

اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا کہ لفظ '**مثـــل**' سے مراد ذات ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے :

مثلک لا یفعل هذا .

تو اس کام کو نہیں کرے گا۔

چنانچہ شاعر نے کہا۔

ولم أقل مثلک اعنی بـه
سـواک یا فرد بلا مشبه

اور میں تیری مثل تیرے غیر کے ارادہ سے نہیں کہتا کیونکہ تُو بلاشبیہ و یگانہ ہے۔

پس اصل آیت اس طرح ہوگی :

لیس کذاته شیئ .

تیری ذات کی مثل کوئی شے نہیں۔

اور امام راغب نے کہا کہ اس آیت میں مثل بمعنی صفت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی صفت کی مثل کوئی نہیں اس کے ساتھ نسبت صفت تنبیہ کے لیے ہے کیونکہ آدمیوں کی ہیئت صفات حق تعالیٰ سے متصف ہیں مگر حق تعالیٰ کی صفات ان لوگوں کی صفات کے طبق سے نہیں ہیں۔

وِلِلّٰهِ الْمَثَلُ الأعْلیٰ o

اور اسی طرح کی تحقیق بیضاوی، معالم اور تفسیر حسینی میں بھی ہے۔اور علما بھی کہتے ہیں کہ

تقدیس وتنزیہ میں اصل کلمہ تسبیح ہے۔جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں بکثرت اس لفظ کو مختلف صیغ (جمع صیغہ) میں استعمال فرمایا ہے چنانچہ لفظ ''تسبیح'' دو جگہ آیا ہے اور ''سبحان'' ۱۷ جگہ ہے ''سبحانک'' ۹ مقامات پر اور ''سبحانہٗ'' ۱۴ مقامات پر۔

سَبَّحَ	ماضی		۳ بار
سَبِّحْ	امر		۱۲ بار
سَبِّحْهُ			۳ بار
سَبِّحُوْا		جمع	۳ بار
يُسَبِّحُ		مضارع	۷ بار
يُسَبِّحُوْنَ		جمع	۷ بار
يُسَبِّحُوْنَهٗ			۱ بار
يُسَبِّحْنَ			۲ بار

اور تُسَبِّحُ، تُسَبِّحُوْا، تُسَبِّحُوْنَ، نُسَبِّحُ، نُسَبِّحُکَ............ایک ایک بار کلام رحمٰن میں ہیں اور یہ ۸۵ آیات ہیں جو تسبیح وسبحان پر مشتمل ہیں لہٰذا تمہیں معنی تسبیح کے معتبر تفاسیر سے سننا چاہیے۔

اتقان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حبیب رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق 'ترجمانِ قرآن' ہیں، ان سے روایت ہے کہ '' سبحان اللّٰہ' کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہر قسم کی برائی اور ناشائستگی سے منزہ ہے۔

اور تفسیر عزیزی میں '' سبحانہٗ'' کا معنی یہ تحریر ہے- اور اسی معنی کے موافق روایت حاکم و بیہقی نے نقل کی ہے- ذات باری تعالی ہر نالائق و ناشائستہ شے سے منزہ ہے۔حاکم و بیہقی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے :

سئلت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن تفسیر سبحان اللّٰہ فقال هو تنزیه اللّٰہ من کل سوء .

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے **''سبحان اللّٰہ''** کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اللہ عزوجل ہر برائی سے منزہ ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ **''سبحان اللّٰہ''** اسم ہے۔

لا یستطیع الناس ان یتخذوہ .

اس کلمہ کو مخلوق اپنے حق میں استعمال نہیں کر سکتی کیونکہ ہر نالائق (قبیح، ناشائستہ) شے سے پاکی صرف لائق خالق ہے۔

اور مدارک، بیضاوی، جلالین، مجمع بحارالانوار وغیرہا میں اسی طرح مذکور ہے پس ثابت ہوا کہ تمکن اور اعضا جو کہ جسم کو لازم ہیں بارگاہِ احدیت کے شایانِ شان نہیں اور حق تعالیٰ ان تمام سے منزہ ہے اور اس جگہ وحدانیت تنزیہ کے بعد متصور نہیں ہے اور حق تعالیٰ کو تنزیہ لائق شان ہے اور اسی کی ذات کے لیے یہ کلمات مندرج ہیں۔

فضائل تسبیح

لہٰذا صحیح احادیث میں ان کو پڑھنے کا بے حساب ثواب عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ شیخین (امام بخاری و مسلم)، ابن ماجہ وغیرہم نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ درج ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

دو کلمے زبان پر بہت آسان ہیں میزان پر بھاری ہیں؛ کیونکہ اعمال میزان پر بروز قیامت اجسام کی صورت میں پیش کیے جائیں گے۔ اس کو طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا یا صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ اس کو ملا علی قاری نے بیان کیا اس کو پڑھنے والا رحمٰن کے نزدیک محبوب ہے۔ اس کو زمانی نے نقل کیا جیسا کہ مجمع میں ہے۔

(اس کی محبوبیت کی وجہ یہ ہے) کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے شریک، بیٹا، بیوی اور ہر قسم کے نقصان سے پاکی پر مشتمل ہے اور مخلوقات کی ہر قسم کی صفات سے منزہ ہے اس کو نووی نے نقل کیا اور وہ دو کلمے ہیں :

سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم .

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے سوا اس تسبیح کا ثواب کوئی نہیں جانتا۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ اسی حدیث مبارکہ کے ترتیب فقراتِ بخاری کی بعض روایات میں اس طرح ہیں جیسا کہ ترجمہ کیا گیا اور بعض روایات میں

حبیبتان الی الرحمٰن .

مقدم واقع ہوا ہے۔

اور اسی طرح ایک حدیث مبارکہ جسے شیخین، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جوکوئی ہر روز سو(100)بار **سبحان اللّٰہ و بحمدہ** کو پڑھے گا اس کے تمام گناہ خواہ دریا کے برابر ہوں معاف کردیے جائیں گے۔

صحیحین میں ہے :

حطت خطایاہ .

اس کے گناہ مٹادیے گئے۔

اور صحیح ترمذی وابن ماجہ میں ہے :

غفرت خطایاہ .

اس کے گناہ بخش دیے گئے۔

آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اُمت حبیب علیہ التحیۃ والثناء کو رحمٰن کی تقدیس وتنزیہ پر سلامتی ایمان عطا فرمائے۔

پروردگار ان کلمات کی تلاوت سے ہمیں سعادت مند فرمائے اور تقصیرات پر معافی عطا فرما کر آخرت میں اپنی شایانِ شان اجر عطا فرمائے۔آمین۔

بیان احادیث تنزیہ

جب اس قدرے قلیل تنزیہ رب جلیل کتاب اللہ میں مسطور ہے تو مناسب ہے کہ معنیٰ مذکورہ کے موافق بعض احادیث بھی بیان ہو جائیں۔

بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے :

کذبنی ابن آدم و لم یکن له ذلک و شتمنی و لم یکن له ذلک فاما تکذیبه إیای فقوله لن یعیدنی کما بدأنی و لیس اوّل الخلق بأهون علي من إعادته و اما شتمه إیای فقوله اتخذ اللّٰه ولدا و أنا الأحد الصمد ولم ألد ولم أولد ولم یکن لی کفوا أحد .

یعنی ابن آدم مجھے جھوٹی تہمت لگاتا ہے اور ہرگز یہ اس کے لائق نہیں اور وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ اس کو ہرگز مناسب نہیں ہے، جھوٹی تہمت مجھے یوں لگاتا ہے کہ میں ہرگز آخرت میں اس کو زندہ نہ کروں گا حالانکہ میں سب سے پہلے پیدا فرمانے والا ہوں اور دوسری بار پیدا کرنا مجھے پہلی بار سے دشوار نہیں ہے تا کہ اس کے دل کا یہ شبہہ زائل ہو۔اور وہ گالی اس جہت سے دیتا ہے کہ میرا پروردگار جانداروں اور انسانوں کی طرح اولاد رکھتا ہے حالانکہ میں خداے یگانہ ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میں نے جنا، اور نہ ہی مجھے کسی نے جنا اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے :

وانا الصمد الذي لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفوا أحد .

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے :

و اما شتمه إیای فقوله لی ولد فسبحانی ان اتخذ صاحبة او ولدا .

اس کا ترجمہ تفسیر عزیزی سے نقل کیا گیا کہ صحیح بخاری اور دیگر صحاح میں حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث قدسی میں آیا کہ پروردگار عالم نے فرمایا کہ انسان مجھ پر تہمت ودروغ باندھتا ہے حالانکہ یہ اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا، یوں ہی وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ بھی اسے زیبا نہیں۔ تہمت ودروغ تو یوں کہ کہتا ہے: میں اسے آخرت میں دوبارہ زندہ نہ کروں گا حالانکہ دوبارہ زندہ کرنا میرے لیے تخلیق اول سے زیادہ آسان ہے۔ اور گالی اس معنی میں کہ میں انسانوں اور جانوروں کی طرح اولا د رکھتا ہوں، حالانکہ میں یگانہ وبے نیاز خدا ہوں، نہ میں نے جنا اور نہ ہی مجھے کسی نے جنا اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

اس حدیث میں قولِ مجسمہ کے بطلان پر پانچ دلائل کا اشارہ ہے :

اول: احدیت جو تبعیض وتجزی کے منافی ہے اور اولا د آدمی کے نطفہ کے جدا ہونے کے بغیر متولد نہیں ہوتی۔

دوم: صمدیت احتیاج کے منافی ہے اور اولا د کا ہونا احتیاجی کا متقاضی ہے۔

سوم: **لم یلد**۔ کیونکہ تولد میں بچہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا رہتا ہے، والد اس کو مباشرت کے ذریعہ سے رحم مادر میں پہنچاتا ہے، حق تعالیٰ تو قدیم ہے وہ تغیر سے مطلقاً بری ہے۔

چہارم: **لم یولد**۔ جو بھی جنتا ہے لازماً وہ بھی جنا گیا ہوتا ہے یا حکم زائدہ میں ہوتا ہے۔

پنجم: **لم یکن له کفواً احد**۔ کیونکہ اولا د درحقیقت زوج اور زوجہ کے بغیر ممکن نہیں اور زوج وزوجہ اور ولد باہم برابر ہم سر ہوتے ہیں پس جو ہم سر نہ رکھتا ہو وہ ولد بھی نہیں رکھتا ہے اور عندالتحقیق تصدیق خدائی جو کہ مقتضائے یکتائی ہے اس خیال کے لیے یہ مانع کافی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اعضا جو کہ تبعیض وتجزی سے عبارت ہے اور تمکن جو مقتضائے احتیاج ہے اور نزول وانتقال جو موجب تغیر قدیم ہے حق سبحانہٗ کی احدیت، صمدیت اور عدم ولدیت کے منافی ہے اور تصدیق معنی خدائی خام کے لیے مانع ہے اور صارف کے لیے وافی ہے اگر وہ کہتا ہے کہ اعضا اور مکان فہم سے خارج ہیں اور ہم ممکنات کی مثل بھی نہیں کہتے ہیں۔

اس کو جواب یہ دیا جائے گا کہ نصاریٰ و یہود بھی پسر، زن، زمان اور مکان کو مخلوقات کی مثل نہیں کہتے ہیں جبکہ وہ اس مثلیت کو عقل و فہم کے دائرہ سے بالا کہتے ہیں اور وہ اہل کتاب حق تعالیٰ کو احد وصمد جانتے ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے؛ مگر قرآن و حدیث میں ان کی تکذیب و تکفیر اور اشد عذاب فرمایا گیا ہے کیونکہ ان ناشائستہ کلمات اور صفات کائنات کا اطلاق حق تعالیٰ کی شانِ احد وصمد میں نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا اس پر غور وفکر کرو۔

تعینِ اِسم اعظم

بارگاہِ قدسیت میں اَحدیت وصمدیت غایت درجہ قبولیت ہے۔ چنانچہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ایک شخص عرض کرتا ہے میں اپنے خدا سے آپ کے وسیلہ سے جو آپ نے کلمات بتائے دعا مانگتا ہوں :

أنت اللّٰه لا إله إلا أنت الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوًا أحد .

تو معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو احد، صمد ہے جو نہ جنا گیا اور نہ ہی اس سے کوئی جنا گیا اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کو اسم اعظم سے پکارتا ہے جب اس کو حق تعالیٰ سے کوئی کام درپیش ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو پورا فرمانے کے لیے اس کو یہ کلمات عطا فرماتا ہے اور جب وہ حق تعالیٰ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اجابت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی لبیک جواب میں فرماتا ہے۔

علمائے کرام کے اسم اعظم کی تعیین میں اقوال ہیں۔

سیوطی نے ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے کہ ارجح قول یہ ہے کہ تمام اسم اعظم ہیں۔ تمام روایات جو اسم اعظم کے لحاظ سے وارد ہیں ان کے تمام اقوال کی یہ حدیث سند ہے۔ اس کو شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے ترجمہ اشعۃ اللمعات میں نقل کیا۔ اور تنزیہ کی تمام

احادیث شیخین سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی عترتہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

تم اہل کتاب کے پاس جارہے ہو سب سے پہلے ان کو حق تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانا۔ جب وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلیں یعنی وہ تنزیہ احد پر ایمان لے آئیں پھر ان کو خبر دینا کہ حق تعالیٰ نے ان پر شب وروز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ نماز پڑھنا شروع کر دیں تو ان کو بتانا کہ حق تعالیٰ عزوجل نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان مال دار افراد سے لے کر فقرا کو دی جائے۔ جب وہ تمہاری فرماں برداری کرنے لگ جائیں یعنی زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں تو ان سے زکوٰۃ لو اور ان کے عمدہ اَموال سے پرہیز کرنا۔

امام نووی شارح صحیح مسلم قاضی عیاض سے نقل کرتے ہیں کہ صحیحین کے شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کو معرفت الٰہی حاصل نہیں ہے اور یہ بھی مذہب اذکیائے علمائے عقائد کا ہے کیونکہ انہوں نے حق تعالیٰ کو پہچانا نہیں جس چیز کو انہوں نے مشابہ بنایا اور اس کی جسمیت کے قائل ہوئے اور اولاد، بیوی، مکان، انتقال، امتزاج کے وہ قائل ہوئے پس اس حالت میں ان لوگوں کے معبود وہ تمام ہیں جن کی وہ پرستش کرتے ہیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نہیں ہے اگرچہ یہ اس کو خدا کے نام سے پکارتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان صفات سے متصف نہیں ہے پس شیخ محقق نے اس نکتہ کو جانا اور اس پر اعتماد کیا اور جو معنی میں نے اپنے متقدمین شیوخ سے جانا بیان کر دیا۔

جو کوئی حق تعالیٰ کی جسمیت، تمکُّن کا قائل ہو یا کسی چیز سے اس کو تشبیہ دے تو وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کر سکے گا

اس حوالے سے بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی عترتہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ حالت نماز میں آسمان کی طرف اپنی

نظروں کو جمائے رکھتے ہیں۔آپ علیہ السلام نے اس باب میں ان پر سختی فرمائی کہ وہ اس کام سے باز آئیں کہیں ان کی نظر اچک نہ لی جائے۔

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حالت نماز میں اپنی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھانی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نظر اچک لی جائے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ لوگوں کو حالت نماز میں وقت دعا آسمان کی جانب نظر نہیں اٹھانی چاہیے لیکن ان کی بینائی نہ چھن جائے۔

ابوداود، نسائی، ابن ماجہ میں ابن عمر، انس اور جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح احادیث مروی ہیں۔

طیبی نے کہا کہ اس جگہ خبر بمعنی امر ہے یعنی کہ اپنی نظر کو اٹھانے سے باز آنا چاہیے اور یا پھر حق تعالیٰ کی طرف سے نظر کے اچک لینے کا معاملہ ظہور پذیر ہوگا اور اس کو مجمع الزوائد وغیرہ نے نقل کیا۔قسطلانی اور مرقاۃ میں ہے کہ یہ احادیث اس آیت کی مثل ہیں :

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ o (سورۂ فتح:۱۶/۴۸)

تم ان سے جنگ کرو یا وہ اسلام لے آئیں۔

یعنی احدالامرین مطلوب ہے یا تمہارا جنگ کرنا یا ان کا اسلام قبول کرنا پس ان چھ احادیث جن میں سے پانچ صحاح سے ہیں نماز میں نظر کو آسمان کی طرف بلند کرنے سے منع کیا اور شدید وعید فرمائی ہے اور تمام امت کا اس امر کی ممنوعیت پر اتفاق ہے۔اس کو نووی، قسطلانی اور مولانا قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ باوصف اس کے حالت نماز میں آسمان کی جانب نظر نہیں کرنی چاہیے۔اس قدر شدید وعید اس لحاظ سے فرمائی ہے کہ خاص طور پر حالت نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانا اس بات کا وہم ڈالتا ہے کہ حق تعالیٰ تو مجیب الدعوات ہے جہت علو میں ہے حالانکہ حق

سبحانہٗ وتعالیٰ جملہ جہات سے پاک ومبرا ہے۔(۱)

مولوی خرم علی ان لوگوں (مجسمہ) کے پیشواؤں میں سے ہیں انہوں نے شرح مشارق میں لکھا ہے کہ نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا درست نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ مظاہر حق میں اسی حدیث کے تحت مرقاۃ کی عبارت نقل کی ہے اور سید جمال الدین کے حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے کہ اور نماز میں مطلق نظر اوپر اٹھانی مکروہ ہے مخصوص وقت دعا کا اس لیے کہ وہم آجاتا ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے لیے مکان معین ہے اور وہ پاک ہے مکان اور مکانیت سے۔

جب یہ تنزیہ وتقدیس قرآن وحدیث سے ثابت ہے، تو پیشوایانِ اہل سنت نے عقائد تنزیہ منعقد فرمائے اور امت کو درستگیٔ وتقویت ایمان سکھائی۔ چنانچہ وہ عقائد کتب دینیہ میں مذکور ہیں استشہاداً بعض عبارات تحریر کی جاتی ہیں۔

عباراتِ کتب عقائد

امام فضل اللہ تورپشتی جن کو اہل سنت اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تعداد کتب دینیہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں وہ اپنی کتاب المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں :

> خدا ایک ہے اور وہ قدیم ہے۔ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔ اس کی تمام صفات باکمال ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے اس میں نقص ہو اس سے وہ پاک ومنزہ ہے۔ وہ جسم جوہر عرض نہیں ہے اور زمان ومکان میں مقید نہیں ہے۔ ملتقطاً

(۱) قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حالت نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا مکروہ ہے اس کو فتح الباری میں لکھا ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے اسباب نزول میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھاتا ہے پس نازل ہوئی :

الَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ o

(جو لوگ اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں)

اور نظر کو اٹھانا یہ خشوع کے منافی ہے۔ امام نووی، قسطلانی اور ملا علی قاری نے کہا کہ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر کرنا اس کو خارج نماز نہیں کرتا ہے قاضی شرع اور بعض دیگر نے اس کو جائز رکھا ہے اکثر علماء کہتے ہیں کیونکہ آسمان قبلۂ دعا ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

امام شعرانی کا عقیدہ

عارف شعرانی عالم حقانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائدالاکابر میں فرماتے ہیں :

خدا ایک ہے نہ وہ تقسیم ہوتا ہے اور نہ مکان میں مقید ہے۔اس کی حقیقت حقائق مخلوقات سے مختلف ہے اوروہ ہرگز کسی مکان میں نہیں جیسا کہ وہ زماں میں نہیں ۔ملتقطاً

امام غزالی کا عقیدہ

کتاب حیات الذاکرین میں امام غزالی کی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد سے نقل کیا ہے :

وہ واحد وقدیم ہے، جو ہر جسم وعرض نہیں۔ وہ حد میں محدود نہیں ہے اور نہ جہت کے ساتھ مخصوص ہے۔

ملاعلی قاری کا عقیدہ

فقہ اکبر اوراس کی شرح میں مولانا قاری سے مسطور ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔حق سبحانہٗ شے ہے لیکن دیگراشیا کے مثل نہیں یعنی حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے ساتھ موجود ہے مگر مخلوقات کی مانند ذات وصفات نہیں۔اور یہ بات پیش نظر رہے کہ حق تعالیٰ امکنہ میں سے کسی مکان میں ہے اور نہ ازمنہ میں سے کسی زمانے میں مقید ہے؛ کیونکہ مکان وزمان مخلوقات سے ہیں حق تعالیٰ ازل میں تھا اورکوئی چیز اس کے ہم راہ نہ تھی پس حق سبحانہٗ محدود ہے نہ معدود، نہ مصورنہ متبعض ، نہ متجزی نہ مرکب ، نہ متناہی اور نہ ہی کسی علوی وسفلی مکانات میں سے کسی مکان میں متمکن ہے۔یوں ہی حق تعالیٰ پرکوئی زمانہ جاری نہیں ہوتا؛ جیسا کہ مشبہ ومجسمہ کووہم آتا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوب ۲۴۴ جلداوّل عقائداہل سنت کے بیان میں

لکھتے ہیں :

حق تعالیٰ جمیع صفات نقصان اورسمات حدوث سے منزہ ومبرا ہے، نہ جسم وجسمانی ہے اور نہ ہی مکانی وزمانی۔

اوراپنے مکتوب ۶۷ میں لکھتے ہیں :

زمان ومکان وجہت کوحق تعالیٰ میں گنجائش نہیں کہ یہ تمام مخلوق ہیں۔(۱)

امام شکورسالمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

امام شکورسالمی نے تمہید میں کہا :

صانع عالم واحد ہے۔قدیم بالذات ہے۔بصفات جوہر نہیں کہ مکان کامحتاج ہو۔عرض نہیں کہ محل کامحتاج ہواورجسم نہیں کہ اس کے اعضا ہوں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں :

پروردگار عالم جسم نہیں ہے اور نہ جوہر یعنی تن ہے، نہیں عرض۔یوں ہی وہ مصور نہیں کہ اس کی شکل وصورت ہو۔مرکب نہیں کہ پارہ پارہ باہم پیوستہ ہوں۔محدود ومعدود نہیں یوں ہی کسی جہت میں نہیں یعنی اوپر نیچے پیچھے آگے بائیں دائیں۔اورکسی جگہ میں مقید نہیں، نہ کسی زمانہ میں؛ کیونکہ یہ تمام صفات عالم سے ہیں اور پروردگار عالم پرصفات عالم کوقیاس نہیں کیا جاسکتا۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

مالا بدمنہ میں مرقوم ہے :

---

(۱) مکتوب ۶۷ نامزد خان جہاں است در بیان عقائد اہل سنت ودراول ایں مکتوب تصریح کردہ اند کہ تصحیح عقائد بایں مذکورات سبب صلاح وفلاح اخرویست واعتقاد خلاف اینہا سم قاتل است۔۱۲منہ عفی عنہ

حمد وستائش خاص خداعزوجل کے لیے ہیں جو اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور کسی چیز کا محتاج نہیں۔ وہ ذات وصفات وافعال میں یگانہ ہے۔ وہ نہ تو کسی چیز میں حلول کرتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا عقیدہ

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ تحفہ اثنا عشریہ میں عقیدہ نمبر ۱۲ میں تحریر کرتے ہیں :
حق تعالیٰ جسم وطول وعرض وعمق نہیں رکھتا ہے ذی صورت وشکل نہیں ہے۔
عقیدہ نمبر ۱۳: یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان نہیں ہے اور اس کی جہت نہیں ہے۔
عقیدہ نمبر ۱۴: فوق وتحت سے متصور نہیں ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔
حکمیہ وسالمیہ وشیطانیہ وسمنیہ امامیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جسم ہے اور سالمیہ کہتے ہیں کہ چہرہ، چشم، گوش، دہان، بینی، دست، پا، حق تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں۔
حکمیہ اور یونسیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان عرش ہے اور مماس (بچھونا) عرش ہے مثل فرش کے کہ اس پر تخت نشین ہوتے ہیں اور وہ عرش سے اور عرش اس سے زیادتی نہیں رکھتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ برابر برابر ہیں۔

سالمیہ وشیطانیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان آسمان میں ہے اور وہ انتقال کرتا ہے مکانی سے مکانی میں اور آسمانی سے آسمانی میں اور نزول وصعود قیام وقعود کرتا ہے۔ اور ربیعہ کہتے ہیں اس کا مسکن آسمان ہے لیکن موسم بہار میں وہ پھولوں اور شگوفوں کی سیر کرنے کے لیے زمین پر تشریف لاتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف اوپر چلا جاتا ہے مثل جہانگیر بادشاہ کے جس کا مستقر تو آگرہ تھا اور وہ ہر سال سیر کے لیے بہار میں کشمیر چلا جاتا تھا۔ یہ عقیدہ کبری امامیہ کا ہے جو بچوں کے لیے مضحکہ خیز ہے یہ عقیدہ ثقلین (قرآن واہل بیت) کی کلی طور پر مخالفت کرتا ہے جیسا کہ کتاب اللہ میں ارشاد ہے :

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ

اور رہی بات اہل بیت کرام کی تو اس حوالہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول نہج البلاغہ میں ہے، وہ فرماتے ہیں :

حق تعالیٰ کا اجزا، جوارحِ اعضا سے وصف بیان نہیں کیا جائے گا اور حق تعالیٰ مکان میں مقید نہیں ہے کہ اس میں اس کا انتقال جائز ہو۔

حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ، ہیثمیہ، امامیہ سے جہت فوق ثابت کرتے ہیں کیونکہ عرش و آسمان جہت فوق میں ہیں مگر آسمان دنیا پر نزول کے وقت آسمان کے فوقانی فرشتے اور حملۃ العرش اور خزنۃ الکرسی اس کے اوپر ہوتے ہیں (یعنی یہ تمام حق تعالیٰ کے اوپر ہوتے ہیں آسمان دنیا پر نزول کے وقت) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور نہج البلاغۃ میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ مکان واَین میں محدود نہیں ہے۔اھ ملتقطاً

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہر نو مجسمہ، شیطانیہ، سالمیہ، حکمیہ اور ہیثمیہ اعتقادات میں باہم مختلف ہیں چنانچہ ان میں سے بعض حق سبحانہٗ کے لیے صرف ایک مکان عرش، اعضا اور انتقال کے قائل ہیں اور بعض کا قول زمین و آسمان کے مکان میں حائل ہیں جیسا کہ سوال میں گفتگو نقل کی۔

ہماری سابقہ منقولات سے معلوم ہو چکا ہے کہ رحمٰن کے لیے جوارح اور مکان کا عقیدہ رکھنا قرآن وحدیث کے منافی ہے۔

رحمٰن کے لیے قائلین مکان وجوارح کی کفریات کا بیان

سچا وسیدھا عقیدہ اہل حق وعرفان (یعنی اہل سنت و جماعت) کا ہے اور حق سبحانہٗ کی تنزیہ پر ایمان کے سلسلے میں انہوں نے مجسمہ کو الوداع کہہ دیا جس کی کفریت ظاہر وعیاں ہے؛ مگر توضیح مزید کی غرض سے میں بعض عبارات کتب دینیہ سے اِستبصاراً پیش کرتا ہوں۔

المعتمد فی المعتقد میں ہے :

جاننا چاہیے کہ انواع کفر بہت زیادہ ہیں اور تمام کی اباطیل کا منشا پانچ چیزیں ہیں :

۱۔تعطیل ، ۲۔تشریک ، ۳۔تشبیہ ، ۴۔تعلیل ، ۵۔تشریک درتدبیر۔

تشبیہ یہ ہے کہ ایک قوم خدائے جل وعلا کو جاری کہتی ہے کیونکہ وہ اس کے پیدا کردہ کو جواہر و اعراض سے نسبت کرتے ہیں اور اس کی ذات کو جسم، جوارح، اعضا کی مانند کہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ تمہارے ان تصورات سے بلند و بالا ہے۔

الیواقیت والجواہر میں سراج العقول ابوطاہر قزوینی سے نقل ہے کہ مشبہ آیت استویٰ کی وجہ سے گمراہ ہوگئے جو حق سبحانہٗ کی صراحتاً تجسیم کرتے ہیں اور اُمت مرحومہ میں تکفیر و تضلیل و ضرب و شتم و قتل وغارت گری کے مرتکب ہیں۔مولانا قاری کہتے ہیں کہ یہ فرقہ نو مجسمہ ہے۔

شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ حق سبحانہٗ کا جسم ہے اور اس کے لیے خاص مکان ہے اور وہ زمانے میں مقید ہے۔تو جو ان اقوال کی امثال (کا معتقد ہوگا) درحقیقت کافر ہوگا کہ اس کے لیے ایمان کی حقیقت ثابت نہیں۔

ایک شرح قزوینی میں اور دوسرے مقام پر نعیم بن حماد فزرعی سے نقل ہے جو کہ شیخ بخاری ہیں وہ فرماتے ہیں: جو کوئی حق تعالیٰ کو مخلوقات میں سے کسی چیز کے ساتھ مشابہت دیتا ہے وہ شخص کافر ہے اور جو کوئی اس کے کسی کا وصف کا منکر ہے وہ بھی کافر ہے۔اور اسحٰق بن راہویہ نے (کہ یہ بھی شیخ بخاری ہیں) کہا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے کسی وصف کو مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے وہ شخص خدائے عظیم عزوجل کے ہاں کافر ہے۔

تمہید میں کہا ہے کہ بعض جہمیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کے اور عرش کے درمیان ہوا ہے جو کہ حق تعالیٰ کی حد ہے اور حد کا معنی وہ بیان نہیں کرتے ہیں اور یہ ان کا کفر ہے کیونکہ اگر حق تعالیٰ عرش پر ہے تو محدود ہوگیا حالانکہ وہ محدود نہیں ہے۔چنانچہ ہم نے اس کا بیان کردیا ہے۔اس روایت میں مذکوراتِ بالا کی مثل صراحت ہے کہ اگرچہ انہوں نے معنئ مکان کی وضاحت نہیں کی ہے اور اس کو ادراک سے ماورا تصور کرتے ہیں بہرحال کفر میں گھرے ہوئے ہیں۔

بحرالمذاہب میں عقائد لکھے ہیں کہ جو کوئی حق تعالیٰ کا وصف اس طرح بیان کرے کہ

جناب باری کے شایانِ شان نہ ہو کیونکہ یہ ممکنات کی صفات سے ہے تو بالتحقیق وہ کافر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: جو کوئی حق تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرے کافر ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ خدا تعالیٰ سے کوئی مکان خالی نہیں ہے، کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کہے کہ خدا تعالیٰ آسمان میں ہے اگر وہ اس کا قصد حکایت کے لحاظ سے کرے جیسا کہ اس کا ظاہر بعض احادیث میں آیا ہے تو کافر نہیں ہوگا اور اگر مکان کے ارادہ سے کہا تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر یہ بات بلا نیت کے کہی تو اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور یہ صحیح ہے غلط فتوی نہیں ہے اور حق تعالیٰ کو اوپر نیچے کی جہت سے متصف کرنے سے کافر ہو جائے گا جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ اگر یہ کہتا ہے کہ میرا خدا آسمان پر ہے اور زمین پر ملا تو کافر ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر چہ اس جگہ یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ رحمٰن کے لیے زمین و آسمان میں مکان کا ثبوت اشد کفر ہے؛ مگر تمہید (ابوشکور سالمی) سے آپ وہ عقائد سن آئے ہیں کہ جہمیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور اس آیت سے سند لاتے ہیں :

وَ هُوَاللّٰهُ فِي السَّمٰوَاتِ وَ فِي الاَرْض o (سورۂ انعام:۳/۶)

اور وہ خدا زمین و آسمان میں ہے۔

اور ہم کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ ہر مکان میں ہے تو لازم آئے گا کہ چوپائیوں اور کتوں کے منہ میں اور کنیزوں کی شرم گاہوں میں بھی ہو پس یہ کفر قبیح ہے (کیوں کہ یہ تمام بھی مکان ہیں)۔(۱)

---

(۱) جاننا چاہیے کہ یہ دونوں روایات تمہید سے منقول ہے جس میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے لیے مکان کا اثبات جہمیہ کا مذہب ہے اور غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور میں ان کے مذہب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس جملہ ولا یعرف لہ مکان کی تعریف میں مکان نہیں لکھا ہے پس حق یہی ہے کہ ولا یعرف جملہ علیحدہ ہے اور لہ مکان علیحدہ ہے کہ قلم نے اس کو ناسخ کرنا چھوڑ دیا تھا (یعنی قلمی غلطی ہے) چنانچہ فیروز پور میں لکھوکے (جگہ کا نام) کے مولویوں کے جواب میں۔ میں نے کہا تھا کہ اثبات مکان رحمٰن کے ہے جہمیہ کا مذہب ہے اور نفی مکان اہل سنت کا مذہب ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

بیان مشبہ جواب طلب

باقی یہاں مشبہ کا جواب رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کتب عقائد میں لکھا ہے کہ اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔تو یہ لوگ جو فرقہ مجسمہ قدیم وجدید کے ہیں وہ بھی اہل قبلہ سے ہیں تو ان کی تکفیر کرنا کیوں جائز ہے؟۔

اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کی بدعت کفر کی طرف جاتی ہے تو ان کی تکفیر کی جائے گی؛ ورنہ ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔

المعتمد فی المعتقد میں لکھا ہے کہ اکثر سلف گم راہ فرقہ جیسے روافض، خوارج، معتزلہ کی تکفیر کو جائز نہیں رکھتے اور بعض ان کی تکفیر میں شانِ وسعت سے کام لیتے ہیں۔اور اصول دین مستقیم کا قانون یہ ہے کہ اس میں نظر کی جائے کہ اگر مبتدع تاویل کرتا ہے جو کہ نص ظاہر کی مخالفت کی طرف لے جاتا ہو یا وہ سنت سے ثابت ہو کہ اس پر عمل منقطع ہو گیا ہے یا اس کے رد پر امت کا اجماع ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور ملا علی قاری نے فقہ اکبر میں جو لکھا ہے اس کا معنی یہی ہے کہ بدعتیوں کی قبائح میں سے یہ بھی ہے کہ وہ باہم تکفیر کرتے ہیں اور اہل سنت کی مدائح میں سے ہے کہ وہ بدعتیوں کو فاسق کہتے ہیں یعنی ان کی تکفیر میں باز پرس نہیں کرتے جو کہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ چیزوں کو پیش ہونے سے پہلے نہیں جانتا تھا وہ کافر ہے اگر چہ بدعتیوں میں شمار کیا جائے گا۔

اسی طرح جو کوئی حق تعالیٰ کو جسم کہے، زمان و مکان اس کے لیے ثابت کرے یا کوئی نامناسب وصف اس کی طرف منسوب کرے تو وہ بالتحقیق کافر ہے؛ کیونکہ اس کے لیے حقیقت ایمان جو کہ تنزیہ رحمٰن ہے ثابت نہیں ہوئی یعنی اگر چہ رحمٰن کے ساتھ جسم، جوارح اور مکان کے قائلین بہت زیادہ ہیں بہر حال ان کی مخالفت میں اللہ سبحانہٗ کی تنزیہ پر بہت سی نصوص ناطق ہیں، کفار میں محدود ہیں۔

اور اسی شرح میں اور دیگر کتب میں لکھا ہے کہ بدعتیوں کی تکفیر فقہا کا مذہب ہے یا بطور تغلیط ہے اور عدم تکفیر متکلمین کا مذہب ہے یا بطورِ تحقیق ہے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ ان تمام

مبتدعین کی تکفیر کہ اگر ان کی بدعت حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو اس میں فقہا و متکلمین کی آرا مختلف فیہ ہیں حالانکہ یہ بات بخوبی متحقق ہوچکی ہے کہ حق تعالیٰ احد و صمد ہے یعنی اجزا، اعضائے زماں مکاں اور دیگر صفات ممکنات سے منزہ ومبرا ہے۔ایمان اسی جنس سے ہے اور رحمٰن کے لیے اعضا اور مکان کا قائل مستوجبِ کفر ہے۔

مسئلہ اُصولیہ اِتفاقیہ

اولاً تمہیں اہل سنت کا ایک مسئلہ شرعیہ اصولیہ اتفاقیہ سن لینا چاہیے پھر اس کے بعد متشابہ آیات و احادیث استوا، ید، وجہ کو سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ: محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مشکوٰۃ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ درحقیقت آیات و احادیث سے مراد وہ ہے کہ سلف اوائل میں جو دین کی زبان کو سمجھنے والے اور مراد شریعت کے شناسا ہیں قرائن و موارد کے ساتھ جہت علم سے سمجھنے کا انداز اگرچہ بظاہر ان کی فہم کے خلاف ہی آتا ہے یا نہیں، فہم تقدس کے باب میں اصل ہے۔اور ان مبتدعیوں کی تعیین مراد اور کجی و زلالت کا وجوہ یہاں پر (جمہور اَسلاف کے خلاف) ہے اور اللہ ہی کی جانب سے بچاؤ اور توفیق ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عجالہ نافعہ میں کہا کہ علم حدیث کا یہ شرف واعزاز ہے کہ کوئی علم اس کے مشابہ نہیں پہنچ سکتا ہے کیونکہ علم قرآن، عقائد اسلام، احکام شریعت اور قواعد طریقت تمام بیان پیغمبر علیہ السلام پر موقوف ہیں اور یہ خبر کے قبیل سے ہے اور خبر صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے پس اس علم کی تحصیل سے دو چیزیں لازم آتی ہیں ایک تو رواۃ کے حال کو ملاحظہ کرنا اور دوسرا ان معانی کے فہم میں احتیاط عظیم کرنا کیونکہ امر اوّل میں آکر سستی ہوئی تو کاذب کو صادق کے ساتھ ملتبس کر دے گا اور اگر امر ثانی میں احتیاط نہیں برتے گا تو مراد غیر مراد کے ساتھ مشتبہ ہوجائے گی اور علی التقدیرین جو فائدہ اس علم سے متوقع ہے وہ حاصل نہ ہوگا بلکہ اس فائدہ کی ضد حاصل ہوگی اور قریب ہلاکت گمراہی ہے۔اللہ تعالیٰ تم کو اس سے پناہ عطا فرمائے۔

حاصل یہی ہے کہ قرآن وحدیث کے تمام معانی وہی ہیں جو سلف سے سند بہ سند منقول ہوتے ہیں اور معتبر تفاسیر اور معتمد شروح میں مرقوم ہیں جو کوئی ان آیات واحادیث سے اسلاف کی تعبیرات کے منافی مراد لے یا ان بزرگوں کی رائے کو نامعتبر سمجھے اور خود کو حق پر سمجھے اور انہیں گم راہ سمجھے تو وہ اپنے متبعین کو ہلاکت وگمراہی تک پہنچانے والا ہے۔

معنیٰ محکم ومتشابہ کی تفصیل

اس مسئلہ کو سمجھ لینے کے بعد اب اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ صدق اور عدم منسوخیتِ کتاب کیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جملہ قرآن حکم ہے:

کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ آیَاتُہٗ o (سورۂ ہود:۱۱/۱)

(یہ ہے وہ) کتاب جس کی آیات کو محکم کیا گیا۔

اور باعتبار موافقت فصاحت وبلاغت نیز عدم تناقض کے لحاظ سے اس کی تمام آیات متشابہات ہیں حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ :

کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ...o (سورۂ زمر:۳۹/۲۳)

کتاب اور دوبارہ باہمی مشابہ ہے کہ اس کے تن سے بال کو اُٹھایا جاتا ہے۔

ظہور معانی اور اس کی مراد الٰہی کے لحاظ سے بعض آیات محکمات ہیں کہ تمام اصول دین ان سے ہیں اخفا کے سبب اور معنی کے اِشتباہ کی وجہ سے ان میں سے بعض آیات متشابہات ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا :

مِنْہُ آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ o (سورۂ آل عمران:۳/۷)

ان میں سے بعض آیات محکم ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں۔

جیسا کہ معتمد تفاسیر میں ہے۔

یہ بات لازمی طور پر پیش نظر رہے کہ یہ تو مجسمہ ایسی آیات واحادیث جو اِستوا، ید، وجہ، ساق اور نزول کو محکم اور معلوم المراد جانتے ہیں (یقین رکھتے ہیں) اور حق تعالیٰ کے لیے

اعضا ثابت کرتے ہیں اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے؛ کیونکہ ان (اہل سنت) کے نزدیک متفقہ طور پر یہ آیات واحادیث متشابہات سے ہیں جمہور کے نزدیک ان پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے علم سے مراد حق تعالیٰ کی جانب تفویض کردیا ہے اور اس کی تحقیق و تفتیش کرنا گمراہی ہے اور ان میں سے بعض نے جو اس کی تاویل کی ہیں اس سے ہزار زبانیں بیزار ہیں بلکہ ان معانی مناسبہ کی ان الفاظ کے ساتھ بطور تاویل کرتے ہیں کہ نسبت جوارح مکان اور جسم سے ذات کا منزہ ہونا تو صحیح پیش نہیں کرتے ہیں۔ میں کتب دینیہ کی عبارات کو تبصرۃً لکھتا ہوں۔

اتقان فی علوم القرآن میں متشابہ آیات صفات کی فصل موجود ہے۔ اور ابن لبان نے اس بیان میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اور وہ آیات متشابہ جیسے :

الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی

کُلُّ شَیْئٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِهٖ

جمہور اہل سنت جن میں تمام سلف یعنی صحابہ، تابعین اور محدثین شامل ہیں ان تمام کے نزدیک ان آیات پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے معانی کی مراد حق تعالیٰ کے سپرد کردینی چاہیے اور ان کی تفسیر نہیں کرنی چاہیے؛ کیونکہ وہ ان صفات سے منزہ ہے جن میں ان آیات کے حقائق کو سمجھنے کے لیے گفتگو کی جاتی ہے۔

حضرت ابوالقاسم لائیکانی رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استوا کے حوالے سے درایت کرتے ہیں کہ استوا مجہول نہیں اور اس کی کیفیت معقول نہیں، اس کا اِقرار ایمان ہے اور انکار کفر۔

حضرت ابی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے استوا کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: استوا پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے معنی کے بارے

میں گفتگونہیں کرنی چاہیے۔حق سبحانہ نے اس کو اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سنا ہے اور ہم پر اس کی تصدیق لازم ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ سے بھی اس آیت کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا: آپ نے ان سے فرمایا کہ استوا مجہول نہیں اور اس کی کیفیت معقول نہیں ۔اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے معنی پوچھنا بدعت ہے۔

بیہقی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فرمایا: استوا اس طرح ہے کہ حق تعالیٰ نے اس پر خود کو ستودہ (قائم) کیا اور اس کا وصف ارشاد فرمایا اور یہ بات نہیں کرنی چاہیے کہ کس طرح ہے اور کیوں ہے؟۔

اورلائکانی محمد بن حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کے جملہ فقہا شرق تا غرب کا اس پر اتفاق ہے کہ صفات پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی تفسیر وتشبیہ میں کلام نہیں کرنا چاہیے۔(۱)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رؤیت الٰہی کی حدیث پر فرماتے ہیں کہ اس باب میں اہل علم ائمہ مجتہدین مثل سفیان، مالک، عبداللہ بن مبارک، ابن عینیہ، اور وکیع وغیرہم رضی اللہ عنہ اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ ان احادیث کو ان کے تمام الفاظ کے ساتھ روایت کرنا چاہیے اور ان پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی کیفیت وتفسیر کے بارے میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔

---

(۱) مجھے یاد ہے کہ امرت سر میں مجھے ایک شخص نے اتقان فی علوم القرآن کی عبارت دکھائی جب حدیث مالک پر پہنچا کہ کہنے لگا کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ استوا معلوم المراد ہے کیونکہ چیز مجہول نہیں ہے پس معلوم ہے اور اس حدیث کو صاحب اتقان نے محکم کہا ہے اور اس کی امثال کو استواء کے مشابہ ہونے پر سند کے طور پر لایا ہے اگر یہ حدیث محکم ہے تو استواء ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے مشابہ ہونے پر سند لایا ہے اور اسے دیگر علماء و عمائد نے بھی اس حدیث کو استواء پر مشابہ بطور سند لائے ہیں اس نے کہا کہ میری فہم وفراست علماء کی فہم و فراست سے خوب تر ہے میں نے سمجھا کہ یہ شخص تو ان لوگوں میں سے ہے جو آیات واحادیث کے معانی کو اسلاف کے بیان کے خلاف لے کر جاتا ہے میں نے اس کو ہر لحاظ سے نرمی سے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ استواء غیر مجہول الاصل ہے یعنی اس لفظ کی اصل قرآن سے ثابت ہے اور یہ معنی جملہ اہل سنت سے مروی ہے مگر وہ شخص میرے کلام پر ہنستا تھا اور اپنی فہم پر ناز کرتا تھا میں نے اس سے کلام ترک کر دیا۔(کہ ایسے جاہلوں سے کلام کرنا تضیع اوقات ہے۔)

بعض اہل سنت کہتے ہیں: ہم تاویل (یعنی تنزیہ اور ترکِ تشبیہ) جلالِ الٰہی کے لائق کرتے ہیں اور متاخرین کا یہی مذہب ہے۔

امامُ الحرمین پہلے متاخرین کے مذہب پر تھے پھر اس سے بعد میں رجوع ظاہر فرمایا اور کہا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مذہب اسی طرح ہے۔اتباعِ سلف کو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور میں ان معانی کی تاویل میں اپنی رائے نہیں دیتا ہوں۔

ابن صلاح نے کہا کہ پیشوایان و سادات امت اسی طریق پر تھے اور جملہ فقہا و محدثین اسی مذہب کو پسند کرتے ہیں۔اور متکلمین اہل سنت نے اس کا اِنکار نہیں کیا۔

ابن برہان نے مذہب تاویل کو اِختیار کیا اور ابن دقیق العید نے اس بیان میں میانہ روی اختیار کی کہ اگر اس کی تاویل عربی زبان کے قریب ہوئی (معنوی لحاظ سے) تو ہم اس کا انکار نہیں کریں گے اور اگر تاویل مسلم سے معنی بعید ہو تو ہم اس کو قبول نہیں کریں گے اور ہم ان تمام معنی پر ایمان لاتے ہیں جن کی مراد تنزیہِ باری ہے۔

میں نے ان آیات کی تاویلاتِ اہل سنت کو ذکر کر دیا ہے ان میں سے ایک صفت استوا ہے۔ میں نے اس کی سات تاویلات دیکھی ہیں۔

تاویلاتِ استوا

ان میں سے ایک روایت کلبی میں ہے اور مقاتل نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ استوی کا معنی استقرا (قرار پکڑنا) ہے۔اگر یہ معنی صحت تک پہنچتا ہے تو محتاجِ تاویل ہے۔کیا استقرا جسم کی علامت ہے؟۔

دوم استوا بمعنی استولی ہے اور یہ مردود ہے دو وجہ سے: ایک تو یہ کہ خدا تعالی ہر چیز پر غالب ہے تو تخصیص عرش کیا معنی رکھتا ہے (خدا تعالی کی ذات اس سے پاک ہے)۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ استیلا، قہر و غلبہ کے بعد ہوتا ہے اور خدا منزہ ہے اس سے کہ کوئی اس کا مقابل ہو (اور خدا اس کو مغلوب کر کے خود غالب آئے)۔

سوم استوی بمعنی صعد (چڑھنا) ہے چنانچہ ابوعبیدہ سے یہ معنی منقول ہیں اور یہ معنی مردود ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ صعود سے منزہ ہے۔

چہارم اسماعیل ضریر نے اپنی تفسیر میں کیا ہے کہ **علا و العرش له استوی ۔** وہ عرش کے اوپر جلوہ گر (متمکن) ہے۔ اور یہ دو وجہ سے مردود ہے: ایک تو یہ کہ فعل علاتو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے نہ کہ یا کی صورت میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرش کو مرفوع قُر اءمیں سے کسی نے نہیں پڑھا۔

پنجم **الرحمن علی العرش استوی** کلام تام ہے اور استوی کلام دیگر ہے اور یہ مردود ہے؛ کیونکہ آیت اپنی نظم میں آئی ہے۔

استوی بمعنی متوجہ ہونا ہے عرش کی پیدائش پر جیسا کہ واقع ہے کہ **ثم استوی الی السماء** قرا اور اشعری اور اہل معانی میں سے ایک جماعت اس کی قائل ہے اور اسماعیل ضریر نے ان کو صحیح کہا ہے کہ اس معنی میں استوی کا صلہ الی مذکور ہوتا ہے نہ کہ اس کا صلہ علی ہونے پر۔(۱)

اِستوا جو حق سبحانہ کی طرف منسوب ہے اس کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ عدل کے ساتھ قائم ہے جیسا کہ **قَـائِـمًـا بِـالْقِسْطِ** (عدل کے ساتھ قائم ہے) ارشاد فرمایا ہے تو عدل کے ساتھ قائم ہونا استوا ہے۔ صاحب اتقان نے اس کے بعد معانی نفس کو بیان کیا کہ وجہ، عین، ید، یمین، ساق، جنب، قرب، فوق مجئی محبت، تعجب، عندیت، معیت الٰہی یہ تمام اہل سنت کے نزدیک متشابہات میں سے ہیں بطور منقول اس کو پیش کرنا منافی تنزیہ نہیں ہے اور نہ ہی مستلزم تشبیہ ہے۔

اور اسی ضمن میں فرمایا کہ صفت فوقیت جو کہ

---

(۱) اور مصنف اس معنی کی طرف متوجہ ہوا ہے اور اس کا عرش پانی پر ہے جو اس سے صراحتاً ثابت ہے کہ عرش کی تخلیق مقدم ہے آسمان وزمین کی تخلیق پر اور صحیح حدیث بھی ہے۔

کان اللّٰہ و لم یکن معه شئی و کان عرشه علی الماء .

اللہ ہی تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر ہے۔

بہت سے ائمہ نے کہا ہے کہ ید وغیرہ پر ایمان لانا چاہیے برابر ہے کہ اس کی تفسیر و معانی کرنا چاہیے یا اس باب میں وہم کو الگ کردینا چاہیے۔

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ o (سورۂ انعام:۱۸/۶)

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ o (سورۂ نحل:۵۰/۱۶)

خدا غالب ہے اپنے بندوں پر۔

ملائکہ اپنے پروردگار کی شانِ علویت سے ڈرتے ہیں۔

یہاں علو سے مراد غیر جہتی اور مکانی ہے۔

قسطلانی نے دو احادیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ابی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی نقل کی ہیں ان کو متشابہ پر سند کا ہونا کے عنوان سے آیت استویٰ کو اتقان سے لے کر ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں نقل کیا ہے اور شرح صحیح ترمذی میں متعدد مقامات پر ہے کہ ان جیسے الفاظ کے معانی نہیں کرنے چاہیں اور ان پر ایمان لانا چاہیے؛ چنانچہ باب تفسیر سورۂ مائدہ میں حدیث ید کے تحت فرمایا :

قال الائمة يؤمن به كما جاء من غير ان يفسر او يتوهم .

ائمہ نے فرمایا کہ ان پر ایمان لایا جائے گا جس طرح یہ نازل ہوئی ہیں سوائے اس کے کہ اس کی تفسیر کی جائے یا وہم ڈالا جائے۔

حالانکہ اس جگہ دو امر کا بیان ضروری ہے: اوّل یہ کہ رحمٰن کے لیے اثباتِ مکان کرنا۔ اور اِستوا کی تفسیر اسی استقر کے ساتھ کرنے سے لوگوں کو شبہہ واقع ہوا ؛ چنانچہ وہ مادۂ معالم کو پیش نظر رکھتے ہیں (یعنی حق تعالیٰ کے لیے جسمیت و مکان کے قائل ہوتے ہیں)۔

تاویل اِستقر

جواب: یہ شبہہ عمدہ علمائے اعیان سے اتقان میں گزرا کہ اولاً یہ روایت صحیح نہیں ہے بالفرض اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کے دوسرے الفاظ کے مثل ہم تاویل کرتے ہیں چنانچہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ استقرا بمعنی قرار پکڑنا اس کی تاویل نہیں ہے جو کہ جسمیت کی علامت ہے بلکہ اس کا معنی استتم و استکمل ہے یعنی حق تعالیٰ نے تمام و کمال کر دیا اور اپنے ہونے کو عرش کے اوپر تمام مخلوقات پر جلوہ گر کیا اور عرش بالا جماع جمیع کائنات کو حاوی ہے اور اس کے اوپر اس باری تعالیٰ

سے بزرگ و برتر اور اس کو دائرۂ جسمیت سے خارج کرنے والی کوئی مخلوق نہیں۔اور یہ اس بنا پر ہے کہ استوا بر عرش آسمانوں کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا چنانچہ سورۂ اعراف، یونس، طٰہٰ، فرقان، سجدہ، حدید، چھ جگہ واقع ہے۔اس کو الیواقیت والجواہر میں ابوالطاہر قزوینی سے نقل کیا ہے۔

راقم کان اللہ لہ کہتا ہے کہ آیت استوی سورۂ رعد میں بھی اسی طرح آئی ہے کہ آسمان کی تخلیق کے بعد ذکر استوا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا :

اَلَّـذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ o (سورۂ رعد:۲/۱۳)

وہ ذات جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا تو اس کو دیکھتا ہے پھر اس نے عرش پر اِستوا کیا۔

حالِ کلبی و مقاتل

اور وہ جو اتقان میں کہا ہے تاویل استوی کی روایت استقر کے ساتھ صحیح نہیں ہے اس کا معنی جیسا کہ دوراوی کلبی و مقاتل کا ہے مقاصد میں شرح صحیح بخاری میں امام احمد سے روایت ہے کہ تفسیر کلبی اول تا آخر جھوٹ کا پلندہ ہے، اس کی نظر میں حلال نہیں ہے اور زبدہ شرح شفا میں کہا کہ کلبی ابوالنصر محمد بن سائب کو بعض نے ضعیف کہا ہے اور اکثر اس کو کاذب شمار کرتے ہیں۔

اور سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ تفسیر ابن عباس میں کلبی از ابی صالح از ابن عباس کا طریق سست ترین ہے؛ کیونکہ سدی صغیر ہے اس طریق کو منضم کر دیا ہے پس وہ جھوٹا ہے اور سری کے بعد مقاتل ہے۔

مقاتل کے بارے میں ردّی مذاہب ہیں مجمع بحارالانوار میں اور صاحب مجمع سے جامع البیان کے مصنف معین بن صفی نے روایت کیا ہے کہ محی السنۃ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں بعض معانی قرآن اور حکایات لاتے ہیں جن کی موضوعیت اور ضعف پر متاخرین کا اتفاق ہے۔

تو یہ حال روایت کلبی اور مقاتل کا تفسیر معالم التنزیل محی السنۃ میں واقع ہوا ہے، پھر اسی معنی پر انہوں نے مذہب کی بنیاد رکھی، رحمٰن کے لیے مکان ثابت کیا اور تنزیہاتِ باری تعالیٰ کہ جس کا

ثبوت شرع سے یقینی و متحقق ہے محدثین کے کام کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا اپنے ناقص مطالعہ پہ نازاں ہوتے ہوئے قرآن وحدیث کو بلا سند ثقات راویوں کے علمی میدان میں بازیچۂ اطفال خورد سال جو کہ عقائد باطلہ کو اہل سنت کے مشرب کے خلاف تراشتے ہیں یہ تمام بے ادبی و بدنصیبی ان کے بزرگوار کی ہے جو ان لوگوں کی جبلت میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ ان کی خودنمائی اور تکبر نے ان کو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ انہوں نے تشبیہ اور خلاف تنزیہ باری تعالیٰ میں خواہش نفس کی انتہا درجہ کی متابعت کی کوششیں کیں اور باری تعالیٰ کی اس خدمت گذاری پر پیشوایانِ اہل سنت نے ان کو خلعتِ کفر پہنائی۔

نعوذ باللّٰہ من ذالک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب .

اللہ عزوجل ہمیں اس کے شر سے بچائے۔ اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو مت پھیرنا اس ہدایت کے بعد اور اپنی بارگاہ سے ہمیں تو رحمت عطا فرما۔ بے شک تو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

اور وہ جو مجمع میں اِتقان کے حوالہ سے نقل کیا کہ مقاتل کے بارے میں مذاہب ردیہ ہیں تو یہ قول ان تمام کتب میں ہے: تفسیر زاہدی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ضوء المعالی تفسیر ملا علی قاری، اور شرح قصیدہ امالی وغیرہ۔

مجسمہ و مشبہ کا مذہب باطل ہے۔ استوا کی استقر کے ساتھ تفسیر کرنا کہ وہ حق تعالیٰ کو جہت علو میں عرش پر مستقر مانتے ہیں اس کے بعد زاہدی میں کہا ہے کہ آیت استوی علی العرش سے ہرگز رحمٰن کے لیے مکان و جوارح کے اثبات کی مثال پر دلالت نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ہر متشابہ آیت کے ساتھ محکم آیت کا نزول فرمایا ہے چنانچہ فرمایا:

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ .

پس جو قول اس سے حق سبحانہ کے لیے مکان واعضا کو ثابت کرے پہلے اس کی مثل ثابت کرے۔

تفسیر مظہری میں ہے: ید اللہ اور استوا پر ایمان لانا چاہیے اور محکم کی پیروی کرنی چاہیے جیسا

کہ لیس کمثلہ شیئ ہے کہ اس سے صفات مخلوقات کا تشبہ اور باری تعالیٰ کا مثل سے منزہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔اور معالم میں استوا کا معنی صعد جو کہ ابوعبیدہ سے روایت ہے جیسا کہ اتقان سے گزرا ہے کہ یہ معنی مردود ہے حق تعالیٰ صعود سے منزہ ہے۔

محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث نزول کے تحت فرماتے ہیں :

نزول، ہبوط،صعود حرکات اجسام سے ہیں اور حق تعالیٰ ان سے منزہ وارفع ہے۔

شیخ محمد طاہر مجمع بحارالانوار میں امانی شرح صحیح بخاری سے جو مذکور ہوا اسی طرح نقل کرتے ہیں اور تحفہ اثنا عشریہ میں گزر چکا کہ امامیہ کے بعض فرق نزول،صعود، قیام،قعود کی حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت کرتے ہیں۔

امر دوم جس میں یہ لوگ حق تعالیٰ کے لیے مکان و جوارح ثابت کرتے ہیں امام مالک کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ استوا غیر مجہول اور کیف غیر معقول ہے۔(۱)

امام مالک کے قول کی تحقیق

حالانکہ اس قول سے مکان ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔آرا کا منشا غلط مراد لیتے ہیں کہ لفظ کیف سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ استوا جو استقرار مکان ہے معلوم ہے اور کس طرح مکان میں قرار کا پتہ چلے گا کہ خدا بیٹھا ہے یا کھڑا ہے یا سویا ہوا ہے یہ تو معلوم نہیں ؛ لہٰذا ان کا قول نادرست ہے؛ کیونکہ امام کا مذہب اور دیگر سلف محدثین اور فقہا کا مذہب یہی ہے کہ استوا کی تاویل نہیں کرنی چاہیے اور ان پر ایمان لانا چاہیے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے بلکہ امام ہمام نے اس مقولہ میں ان بدعتیوں سے سوال کیا ہے یعنی استوا کے معنی کا سوال کرنے کو حرام شمار کیا ہے تو اس عبارت سے استوا کو قرار مکان سمجھنا جیسا کہ مجسمہ ومشبہ کا مذہب ہے سراسر غلط ہے۔

اور پھر اس مقام پر کیف کسی طرح سے مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ معنی کیفیت تو کسی وصف سے حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی چیز میں پایا جائے جیسا کہ غیاث میں ہے،تو امام کا اس جگہ پر وصف سے

(۱) اور اس زمانے کے امامیہ اس بیان کے ساتھ کچھ فرق سے ہزار زبان کے ساتھ تبرا کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو مکان میں اور آدمیوں کی صفات کے ساتھ متصف نہیں جانتے ہیں۔

مراد استواے باری تعالیٰ معلوم نہیں ہے اور استوا تو صرف معلومات ومقرراتِ شرعیہ سے ہے اس کو خوب سمجھ لو۔

اس قسم کی باتیں غلط العوام کے زمرے میں آتی ہیں تاکہ وہ گمان نہ کریں کہ یہ لوگ مجسمہ رحمٰن کے لیے اثبات مکان وغیرہ کے لیے مجتہدین کے خلاف ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ تو مجسمہ شارع معصوم علیہ السلام اور جملہ سلف وخلف کی مخالفت کرتے ہیں چنانچہ مرفوعاً موقوفاً پہلے مذکور ہوگیا ہے۔

باقی رہی بات محی السنۃ بغوی کی تو وہ ضعیف اور موضوع روایت کو بغیر علم کے اس کی وضعیت میں گرچہ معذور ہیں مگر انہوں نے اپنی تفسیر میں مجسمہ ومشبہ کا مذہب کیوں نقل کیا تو میں کہتا ہوں کہ مذاہب باطلہ کے معانی کا رد کرنے کے لیے ان کے اقوال نقل کیے ہیں۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں استقرا اور صعود کا معنی نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ تشبیہ ہے اور استیلا کا معنی جو معتزلہ کے زعم پر ہے معطل ہے۔انہوں نے کہا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ استوا برعرش صفتی ہے جو حق سبحانہٗ کے ساتھ ساتھ بعد علم الحال خاص ہے اور مسلمان کے لیے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اپنی عقل وفہم باری تعالیٰ کو تفویض کردے۔

لہٰذا عاقل اس جگہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے حالانکہ صاحب معالم اس کے بعد پھر لکھتے ہیں کہ امام مالک نے صفت استوا کے سائل کو فرمایا کہ تو گمراہ ہے کہ مجھ سے معنی متشابہ کے بارے میں سوال کرتا ہے اور اس کو مکان میں ظاہر کرتا ہے۔اور سفیان ثوری ، امام اوزاعی، لیث بن سعد، ابن عینیہ، عبداللہ بن مبارک اور دیگر علماے اہل سنت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آیات متشابہات کے بارے میں اسی طرح کہتے ہیں کہ ہم ان کا حال دریافت کیے بغیر ان پر ایمان لاتے ہیں،تو اس تفسیر کے بعد رحمٰن کے لیے مکان ثابت کرنا اس قبیل سے ہے کہ

يُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَيَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ .

وہ کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

دیگر اسناد پر اعتراض

اسی طرح یہ بات اظہر من الشّمس ہوچکی ہے کہ مذہب متفق اہل سنت اسی طرح ہے کہ اس قسم

کی آیات متشابہات ہیں مگر اس کی دیگر اسناد کے ساتھ مزید توثیق بھی منقول ہے تا کہ کسی سے اس کا کوئی پہلو بھی قبول نہ رہے اور اس مردود مذہب کے رد میں بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔

معتمد فصل ششم مشکلات ومتشابہات کی صفات واقسام کے مراتب میں ہے کہ جاننا چاہیے کہ قرآن جو صفات باری تعالیٰ اور جو خبر صحیح (احادیث صحیحہ) میں ثابت ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور قیاس کے ساتھ اس میں کلام کرنا حرام ہے۔حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ -تا- وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لاَ تَعْلَمُوْنَ ٥

(سورۂ اعراف:۷/۳۳)

بے شک میرے رب نے فواحش کو حرام کر دیا....اور تم اللہ پر ایسی بات کیوں کرتے ہو جسے تم جانتے نہیں ہو۔

اس باب میں دو گروہ ہیں جن پر قرآن وسنت نے مضبوط گرفت فرمائی ہے جیسا کہ پہلے دلائل گزر چکے ہیں۔فرقہ مشبہ درحقیقت وہ ہے جو آیات واحادیث میں صفات باری تعالیٰ وارد ہیں ان کے ظاہری معنی پر حمل کرنے کے لیے اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ تشبیہ وتمثیل تک بات پہنچ گئی۔

اور فرقہ معطّلہ جو اس کے ظاہر کی نفی کرتا ہے اور حقیقت سے مجاز تک آتا ہے اس حد تک مبالغہ کرتا ہے کہ انہوں نے اس کو تعطیل تک پہنچا دیا ہے اور وہ اسامی وصفات کے منکر ہو گئے۔ان دو میں سے ہر ایک گروہ ضلالت وگمراہی کا شکار ہے اور مذہب حق اہل سنت ان دونوں سے سلیم ہے۔ اہل سنت کا قول یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے جو صفات باری درست ہیں وہی ہیں۔اور معنی کے لحاظ سے صفات کی پھر تین اَقسام ہیں: ایک قسم ان میں سے وہ ہے جو واضح ہے جیسے علم وقدرت اور کلام حقیقی یہ ہے جو اس کے ظاہر پر دلالت کرے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ ظاہر پر عمل کرنا یعنی اسی طرح لفظ کہنا اور درحقیقت جب اس کو علم یقینی حاصل نہ ہو تو محض رائے اور قیاس کے ذریعے سے کشف حقیقت نہیں کرنی چاہیے اور اس کی حقیقت کو بیان نہیں کر سکتا ہے کہ قسم ید وجہ سمع اور بصر ہے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اور جو اس باب میں اس کے متعلقہ ہیں نہ جوارح ہیں نہ اعضا اور نہ ہی اجزا ہیں۔اور طریق حق یہی ہے جو اہل سنت نے

اختیار کیا ہے کہ یہ اسماوصفات حق تعالیٰ سے ہیں۔(۱)

بہر حال ان کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے استواء نزول اوران کی مثل بھی اسی سے ہے کہ ہمیں اس کے ظاہر کو قبول کرنا چاہیے اوراس کے باطن پر اعراض نہیں کرنا چاہیے اوراس سے کیفیت کی نفی کرنا کیونکہ اللہ عزوجل اوراس کی صفات کی کیفیت جائز نہیں ہے اور ہمارے لیے تو بس یہی کافی ہے کہ ہم اس قسم کو شمار کریں اوراس کی تاویل کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تیسری قسم وہ ہے کہ صفات معانی کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں اگران کا ظاہری معنی پر حمل کیا جائے تو گمراہی ہے اور وہ جنب (پہلو،سمت)،یمین (دایاں) دہر (زمانہ) اور جو اس کے لیے آیات واحادیث وارد ہیں اس کے ظاہری معنی پر حمل کرنا اِلحاد و باطل ہے، یہ متشابہات ومشکلات کی صفات کے مراتب میں مذہب اہل حق ہے۔

اَین اللّٰہ–و–فی السماء کا معنی

شرح نووی میں معاویہ بن حکم کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ این اللّٰہ یعنی اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا:في السمآء آسمان میں ہے،اوراس کی اسناد مجسمہ ومشبہ سے ہے کہ یہ حدیث' حدیث صفات میں سے ہے۔جب کہ اس مثال میں اہل سنت کے دو مذہب ہیں چنانچہ کتاب الایمان میں اس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے۔ایک تو یہ کہ ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں اس کے معنی کی تفتیش کیے بغیر اس عقیدہ کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ مخلوقات کی صفات یعنی تمکن وغیرہ سے منزہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا قول ہے:لیسَ کمثلہٖ شیی .

دوم یہ کہ ہم ان کی وہ تاویلات کرتے ہیں جو جلال الٰہی کے لائق ہیں اور وہ یہ کہ اس سوال سے مکانِ الٰہی مراد نہیں ہے بلکہ کنیز کا امتحان تھا کہ کیا وہ موحدہ ہے جو خالق مدبر کا اقرار کرنے والی ہے؟۔

---

(۱) فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تخییر میں ہے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کے لیے ید، وجہ وغیرہ جو آئے ہیں وہ جوارح نہیں ہیں بہر حال ان اشیاء کا فارسی میں حق تعالیٰ پر اطلاق جائز ہے یعنی ایسا کہنا چاہیے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔بعض مشائخ نے اس شرط پر فارسی میں ترجمہ کرنے کا جواز رکھا ہے کہ کوئی شخص اعتقاد جوارح کا حامل نہ ہو۔اوراکثر مشائخ نے کہا ہے کہ فارسی میں استواء برعرش ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حق تعالیٰ اپنے افعال میں یگانہ ہے اوراس سے دعا مانگنے والا آسمان کی طرف نظر کرتا ہے چنانچہ نماز پڑھنے والے کو کعبہ کی طرف متوجہ فرمایا پھر بتوں کے پجاری ہیں جو زمین میں ہیں پس جب اس نے فی السماء کہا تو معلوم ہو گیا کہ موحد ہے اور بتوں کی پرستش کرنے والوں میں سے نہیں ہے جیسا کہ اس کو طیبی نے ذکر کیا۔

اور شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ مشکوۃ میں تحریر کیا ہے اور شیخ فتنی نے مجمع میں پھر امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالہ سے بتایا کہ مسلمانوں کے تمام فقہا ومحدثین متکلمین مجتہدین کا اس باب میں جو ظواہر آیات ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ آسمان میں ذکر خدا کی مثل آیت :

اَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ .

جو آسمان میں ہے اس کی ذات پر ایمان لاؤ۔

تو اس کے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں یعنی آسمان میں رحمٰن کے لیے مکان کا ثبوت بلکہ جملہ مسلمانوں نے اس کی جو تاویل کی وہی حق ہے۔

اور بعض مکان کے سوے جہت فرق کے قائل ہوتے ہیں اور بعض اصحاب تنزیہ حق تعالیٰ کے لیے مکان و جہت کی نفی کے قائل ہیں اور میں (مصنف) نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں عدم تفکر پر اجماع کے باوجود اثباتِ جہت میں اور حق سبحانہٗ کی شکل بیان کی تحریم پر اتفاق کے باوجود پھر سستی کرتے ہیں لیکن عصمت یہی ہے جو میں کہتا ہوں کہ:

هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اور خدا اپنے بندوں پر غالب ہے عرش پر استوا کیا۔

پس آیت سے تمسک کرنے سے جامع تنزیہ کلی حاصل ہوتی ہے جو حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر حق تعالیٰ پر صادق نہیں آتی؛ کیونکہ لیس کمثله شیی ء۔اور یہ کلام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اور اسی شرح نووی میں حدیث ید واصبع کے تحت کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ہم ان آیات متشابہات پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی مراد کا علم حق تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور ہم جوارح سے ظاہر معنی مراد نہیں لیتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا :

لیس کمثله شیئ .
اور بعض جلال الٰہی کی مناسب تاویل کرتے ہیں کہ ہاتھ اور انگشت کا معنی یہ ہے کہ اس سے مجازاًاور استعارۃً اختیار، قہر وتصرف مراد ہے۔

انگلیوں والی حدیث بخاری کی تحقیق

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر اہل سنت کے متفقہ بیان کو سمجھایا کہ حق تعالیٰ جوارح، مکان اور جہت سے منزہ ہے جس کسی کو حدیث إصبعین اور **زوجنی اللّٰہ فوق سبع سموات وفی السماء و فوق العرش** اور حق تعالیٰ نے میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے اوپر کردیا- میں شک لاحق ہو تو اس کو

وکان اللّٰہ سمیعا بصیرا . (اللہ عزوجل بہت زیادہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)
دیکھ لینا چاہیے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہود کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے آسمانوں کی حفاظت اپنی ایک انگشت پر رکھی ہے اور درختوں اور نم ناک زمین کو دوسری انگشت پر رکھا ہے اور باقی مخلوق کو تیسری انگشت پر رکھا ہے۔
قسطلانی نے قرطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آں سرور علیہ السلام یہود کے اس تعجب خیز قول پر مسکرائے اور مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی :

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ o
انہوں نے حق تعالیٰ کی قدر ومنزلت کو ماننے کا حق اَدا نہیں کیا۔
پس ہر روایت صحیح ومحقق ہے راوی کی طرف سے اور تصدیق کے لیے لفظ کی زیادتی بے اعتبار و ساقط ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محال کی تصدیق نہیں فرماتے، اور یہ صفات تو حق تعالیٰ کے لیے محال ہیں اگر ہم میں سے کسی کی مثل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاتھ، انگشت اور جوارح ہو جائیں تو ایسا کسی خدا کو لائق نہیں ہو گا پس یہود کا قول محال اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا :

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ٥

اور یہ تحقیق کلام سابق کے رد میں ہے جس پر آپ علیہ السلام نے یہود کی تصدیق کی بنا پر خندہ مبارک فرمایا یعنی یہود کی تصدیق نہ تھی بلکہ خندہ مبارک فرمانے کی وجہ بطور تعجب وتکذیب تھی۔ یہ ساری بحثیں امام قسطلانی کی کتاب التوحید سے نقل کی گئی ہیں۔

آنکھ اور کان کے ساتھ اشارہ کرنے والی حدیث کی تحقیق

امام سیوطی نے مرقاۃ السعود حاشیہ ابوداود میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوقت تلاوت **سمیعًا بصیرًا** نر انگشت (بڑی انگلی) کان مبارک پر اور سبابہ (انگشت شہادت) کو آنکھ پر رکھتے۔

بیہقی سے روایت ہے کہ ان اشاروں سے مراد تحقیق وصف سمع و بصر ہے۔ حق سبحانہٗ اس سے بالذات مراد نہیں اور نہ ہی جوارح کا اثبات ہے؛ کیونکہ خدا تعالیٰ مخلوقات کی مشابہت سے بلند ہے۔ اور خطابی نے کہا کہ اس سے خدا تعالیٰ اور آدمیوں کے درمیان صفات کی نفی کی گئی ہے اور خدا عزوجل صاحب جوارح اور اجزا وابعاض نہیں ہے۔

لیس کمثله شیئ و هو السمیع البصیر ٥

قسطلانی نے دجال اعور (کانا دجال) کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے آنکھ کی طرف اشارہ ہے۔ اور ابن حجر کی فتح الباری میں بھی اسی طرح ہے۔

تحقیق نزول الٰہی

مرقاۃ الصعود میں آسمان دنیا کی طرف نزول الٰہی کی حدیث کے تحت خطابی سے منقول ہے کہ مذہب سلف وفقہا یہ ہے کہ ان احادیث کے ظاہر پر ہمارا ایمان ہے اور ان کے معانی ہم کو معلوم نہیں۔

امام اوزاعی مکحول و زہری سے نقل کرتے ہیں کہ ان احادیث کے انہی الفاظ پر ایمان لانا چاہیے اور ان کے معانی کا کشف نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ یہ جملہ متشابہاتِ قرآن سے ہیں۔

محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا کہ محققین کے نزدیک نزول فرمانا حق سبحانہٗ کی صفت ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور زبان کو ان کا معنی بیان کرنے سے بند رکھتے ہیں جیسا کہ شرع میں وارد تمام متشابہات مثل سمع و بصر، ید، استوا اور اس کی مثل کا حکم ہے اور یہی سلف کا مذہب ہے اور خلف کے مذہب کی تاویل ہے۔ملخصاً

مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں کہتے ہیں کہ حق سبحانہٗ کے ید، وجہ، نفس، عین، استوا اور یمین سے مراد صفاتِ متشابہات ہیں کہ ان کی کیفیت نامعلوم ہے چنانچہ جمہور سلف اور جملہ خلف کا یہی مذہب ہے۔

فخر الاسلام بزدوی نے کہا کہ اہل سنت کے نزدیک حق سبحانہٗ کے لیے ید اور وجہ کا اثبات حق ہے؛ مگر اصل -یعنی ان الفاظ کا حق تعالیٰ پر اطلاق- تو معلوم ہے تاہم وصف متشابہ ہے۔اور نادانی مراد سے ابطالِ اصل جائز نہیں ہے۔معتزلہ اسی جہت سے گمراہ ہوئے کہ اپنی نادانی کی وجہ سے اصول کے منکر ہوئے۔اس کو شمس الائمہ سرخسی نے نقل کیا، آپ نے فرمایا کہ اہل سنت ان آیات سے معلوم اصل کو ثابت کرتے ہیں۔جن میں مشابہت ہے ان سے توقف کرتے ہیں، اور ان کیفیات کی طلب مراد کے شغل کو جائز نہیں سمجھتے ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے راسخین فی العلم کی توصیف بیان فرمائی۔اور یہی مراد ہے ان احادیث کی عباراتِ متشابہات کا جن میں قبضہ، اصابع، قدم، ید، اور عین وارد ہوا ہے۔

امام اعظم سے آسمان پر خدا کے نزول کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ نزول بلا کیف ہے اور اسی طرح صورت اور اسی کی مانند ہے؛ لہٰذا واجب ہے کہ ہم اس کے ظاہر کو مانیں اور اس کے حقیقی علم کو خدا کے سپرد کردیں اور وہ سبحانہٗ جوارح اور مشابہت صفات مخلوقات سے منزہ ہے۔امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرش پر حق تعالیٰ کے لیے استوا بلا احتیاج و بلا استقرا ثابت ہے۔اگر جلوسِ عرش محتاجی ہے تو پھر عرش سے آگے کیا تھا، نتیجہ یہی نکلا کہ وہ اِستقرا و جلوس سے منزہ ہے۔

پھر ایک مسئلہ تفضیل انبیا علیہم السلام میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی مخلوق پر علو مرتبت اس **ھو القاھر فوق عبادہ** سے مستفاد ہے، جس سے بلندی مرتبہ مراد ہے نہ کہ بلندی مکان۔

مجسمہ اور جاہلانِ حنابلہ کا موقف

مذہب اہل سنت بلکہ جمیع اہل اسلام معتزلہ وخوارج ودیگر اہل بدعت کا بھی یہی مذہب ہے مگر مجسمہ کا گروہ اور جاہلانِ حنابلہ حق سبحانہٗ کے لیے جہت علو کے قائل ہیں :

تعَالی اللّٰہُ عن ذٰلِک علوًّا کبیرًا o

اللہ جو تیرے پاس ہے اس سے بہت بلند و بالا ہے۔

شارح طحاوی اور اہل بدعت کی ایک جماعت رحمٰن کے لیے علو مکان کی قائل ہے اور فوقیت و علویت والی کو آیات واحادیث کو بطور سند لاتے ہیں اور یہ نہ جانا کہ یہ جملہ ماوّل بہ علو مرتبہ ہے۔ انھوں نے ابو مطیع بلخی کے قول کو سند پکڑا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ آسمان میں ہے یا زمین میں۔امام اعظم نے فرمایا کہ یہ شخص کافر ہے۔اور اس سند کا جواب وہ ہے جو امام ابن عبدالسلام نے کہا کہ اس شخص کو اس بنا پر کافر کہا کہ اس کے قول سے رحمٰن کے لیے ثبوت مکان کا وہم آتا ہے اور جو کوئی رحمٰن کے لیے مکان کا توہم کرے وہ مشبہ ہے۔انتہی

احوال ابو مطیع بلخی

اور اس بات میں شک نہیں کہ ابن عبدالسلام اجلہ علمائے ثقات سے ہیں اور ان کی نقل پر اعتماد کرنا واجبات سے ہے اور شارح عقیدہ طحاوی کی نقل پر کوئی اعتبار نہیں بلکہ ابو مطیع وضاع احادیث تھا چنانچہ بہت سے محدثین سے اس کی تصریح ہوتی ہے اور جو امام اعظم سے منقول ہے کہ صفات متشابہات پر ایمان لانا چاہیے اور حق تعالیٰ کو اس کے ظاہری معنی سے منزہ شمار کرنا چاہیے اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے اور امام الحرمین سے نفی علو آئی ہے کہ :

کان اللّٰہ ولا عرش وھو الآن کما کان .

اللہ اس وقت بھی تھا جب عرش نہ تھا اور وہ اب بھی ہے جیسے وہ پہلے تھا۔

اور وہ جو دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرنے کو سند پکڑا، یہ بھی مردود ہے کیونکہ آسمان دعا کا قبلہ ہے نہ کہ مکانِ خدا ہے؛ ورنہ تو آسمان کی طرف منہ ہی نہ کیا جائے اور تحقیق ہمیں دعا کے وقت آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے تا کہ خدا تعالیٰ کے لیے مکان کا وہم نہ آئے۔

شرح قصیدہ امالی میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اس کے آخر میں کہتے ہیں کہ اسی آیت استویٰ میں استقرا پر مجسمہ کے لیے کوئی سند نہیں ہے کیونکہ استوا کے بہت سے معانی ہیں جیسے استیلا تمام، کمال، اعتدال، استقرا پس تعدد احتمال کی وجہ سے استدلال تمام نہ ہوگا اور الیواقیت والجواہر میں بھی اس کی مثل آیا ہے۔

جواز تاویل اِستوا باستیلاء

یہاں پر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ معالم وقسطلانی میں واقع ہے کہ معتزلہ اِستوا کو استیلا کے ساتھ تاویل کرتے ہیں یہ مراد نہیں ہے نہ جو کوئی استوا کی استیلا سے تاویل کرے وہ معتزلہ ہے۔ وہ اس تاویل سے نفی صفت مراد لیتے ہیں اور اہل سنت اثباتِ صفات اور نفی تشبیہ کرتے ہیں۔ اگر متاخرین اس تاویل کو اختیار کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں ہے چنانچہ مدارک، بیضاوی، حسینی، اور ضوء المعانی وغیرہا استوا کو استیلا سے تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کے ذکر کے لیے عرش کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ جب اللہ عزوجل عرش پر- جو کہ اعظم واشرف ہے- مستوی ہوگا تو تمام مخلوقات پر بطریق اولیٰ غالب ہو جائے گا اور وجود استیلا قہر وغلبہ کے بعد لازم نہیں؛ کیونکہ استیلا لغت میں ہاتھ کا کسی چیز کو مکمل پا لینا ہے جیسا کہ الصراح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور یہ مقابلہ کہ مستلزم نہیں ہے کہ قہر وغلبہ کی حاجت پڑے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

تفسیر مدارک، بیضاوی اور حسینی میں لکھا ہے کہ آیت استوا متشابہات سے ہے جبکہ مدارک اور تمہید عقائد میں حضرت امام جعفر صادق، امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ عنہم سے منقول ہوا کہ استوا بلا کیف ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے۔ نیز خدا تعالیٰ جب مکان نہ تھا تب بھی تھا۔ تمہید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

طیبی شرح مصابیح میں اور محدث دہلوی اپنی اکثر تصانیف میں جیسے شرح ترجمہ مشکوٰۃ مجمع البحرین وغیرہا میں اور شیخ محمد طاہر مجمع بحارالانوار میں آیت استویٰ کو متشابہ قرار دیا ہے اور مقولہ امام مالک (یعنی استوا مجہول والکیف غیر معقول) کو سند لاتے ہیں۔ جو چاہے اس میں غور وفکر کرے؛ لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس قدر ائمہ مجتہدین دین وسلف صالحین کی اتباع کریں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو لزومِ جماعت کی تائید فرمائی ہے جماعت بھی اہل علم مجتہدین کی جیسا کہ قسطلانی میں ہے۔ صاحبت، مکالمت اور مجالست سے یہ لوگ متشابہات میں گر پڑے ہیں، اہل سنت کے راستے سے دور چلے گئے ہیں، اور خود کو انہوں نے تنہا کر دیا ہے؛ کیونکہ صحاح ستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی :

هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتَابَ مِنۡهُ آیٰتٌ مُّحۡکَمَاتٌ وَ اُخَرُ مُتَشَابِهَات وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ o

وہ ذات جس نے آپ علیہ السلام پر کتاب نازل فرمائی اس میں بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہ اور اس سے صرف اہل عقل ہی ہدایت پاتے ہیں۔

پھر فرمایا: اے عائشہ! جب تم دیکھو کہ لوگ متشابہات میں جھگڑا کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو حق تعالیٰ نے گم راہ، اور بدعتی فرما دیا ہے؛ لہٰذا ان لوگوں سے پرہیز کرو اور ان کی مجالس سے بچو۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں امام غزالی سے نقل کرتے ہیں کہ جو آیات حق تعالیٰ کی صفات کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کا ظاہر موہوم جہت وتشبیہ متشابہات سے ہے اور ایسے لوگوں کی مخالطت، مکالمت، مجالست سے اجتناب کیا جائے؛ کیونکہ یہ لوگ متشابہات کی اِتباع کر کے فتنہ برپا کرتے ہیں یعنی جہال فتنہ اندازی کرتے ہیں اور اہل سنت کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے کسی متشابہ کے بارے میں سوال کرے تو اس کا جواب نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کو تعزیر دی جانی چاہیے؛ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ صبیغ بن عسیل کو

۔جو کہ متشابہات کا متبع تھا۔تعزیر دی گئی تھی۔عادل حقانی خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے صبیغ کوسزا دینے والا واقعہ تفسیر اتقان میں اور ازالۃ الخفاء میں اس طرح مذکور ہے۔

قصہ تعزیر صبیغ متبع متشابہات

ایک صبیغ نامی شخص نے آیات متشابہات کے بارے میں پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب کیا اور کھجور کی سبز شاخ سے اِتنا مارا کہ اس کے سر سے خون نکل پڑا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ اس کے زخم خوردہ ہو جانے کی وجہ سے آپ نے اس کو مارنا موقوف کر دیا اور پھر اس کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔جب اس کے زخم مندمل ہو جاتے تو آپ اس کو پھر مارتے پھر قید خانے میں ڈال دیتے۔

چند بار ایسا کرنے پر صبیغ نے عرض کی کہ مجھے ایک ہی بار میں قتل ہو جانا منظور ہے تا کہ روز روز کے عذاب سے نجات ملے تو آپ نے اس کو بصرہ کی طرف زادِراہ دے کر اسی دن رخصت کیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ لوگوں کو کہہ دیں کہ اس شخص کی مجالست کرنا حرام ہے اور یہ متشابہات کی پیروی کرنے کے سبب ذلیل و ہلاک ہوا ہے،اگرچہ یہ اپنی قوم میں بڑا شریف وعزیز تھا۔

سبحان اللہ! صدراوّل میں یہ معاملہ تھا کہ متشابہات کے پیروکار اگرچہ شریف ومعزز ہی کیوں نہ ہوتے ان کو شدید ذلت آمیز عذاب دیا جاتا تھا اور اب دیکھیے کہ متشابہات پر عقائد منظر عام پر آ گئے ہیں اور رحمٰن کے لیے مکان و جوارح ثابت کیے جا رہے ہیں، یہ لوگ خود کو موحد شمار کرتے ہیں اور اپنے آباو اَجداد کو کافر بتلاتے ہیں۔ یہ سب ملا اور ان کے جہال پیروکار واجب التعزیر ہیں کیوں کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کہتے ہیں۔ اور ایسوں سے اس وقت تک مصاحبت نہ کی جائے جب تک یہ توبہ نہ کر لیں۔

عرش کو رحمٰن کا مکان کہنا کمالِ بے وقوفی ہے۔کیا عرش اپنی وسعت وعظمت کے باوصف رحمٰن کا مکان بننے کے لائق ہے۔اس کو الیواقیت والجواہر میں کہا ہے کہ بے خبر ہیں وہ لوگ جو حق سبحانہٗ کو فوق العرش جانتے ہیں اور اس کے لیے جہت فوق کا اثبات کرتے ہیں۔عرش اور اس کے ماسوا تمام

حادث ہے اور حق تعالیٰ کی مخلوق سے کیا نسبت ہوسکتی ہے کہ وہ خالق قدیم ہے تو بھلا یہ مکان جو حادث ہے اس قدیم کا مستقر کیسے ہوسکتا ہے!۔

حق تعالیٰ کے لیے مکان کیوں ہوگا؟

مکتوباتِ مجددیہ میں ہے: **الرحمٰن علی العرش استویٰ** اگرچہ بظاہر موہم ثبوت جہت ومکان ہے؛ لیکن فی الحقیقت یہ نفی جہت ومکان کرتا ہے؛ کیونکہ اثبات جہت ومکان تو **فیما لیس بجھة و مکان** (اس میں اس کی جہت اور مکان نہیں ہے) کرتا ہے اور یہ کنایہ ہے بے جہتی اور بے مکانی سے؛ لہٰذا غور کریں۔(۱)

(مجدد پاک علیہ الرحمہ) نے اپنے رسالہ المعارضۃ میں فرمایا ہے کہ آیت استویٰ کی تفسیر میں صحیح بخاری میں مجاہد سے مروی ہے کہ **ای علا علی العرش**.

قسطلانی نے ابن بطال سے نقل کیا ہے کہ یہ مذہب صحیح ہے اور یہی مذہب حق ہے اور قول اہل سنت؛ کیونکہ حق سبحانہٗ نے خود کو علا کے ساتھ متصف کیا ہے فرمایا: **تعالی عما یشرکون** (جس کا وہ شرک کرتے ہیں وہ اس سے بہت بلند ہے)۔

مصابیح میں ہے کہ مجاہد کے قول کو اہل سنت کے بہت سے ائمہ نے پسند کیا ہے اور مجمع وغیرہ میں کیا ہے کہ مجاہد تمام کے نزدیک مفسر مقبول ہیں۔

---

(۱) **علاقه ظهور او را عرش اللّٰه ما مسند والا عرش وغیره نسبت باو تعالیٰ برابر اند که همه مخلوقات وبند تعالیٰ اما عرش را قابلیت نمایندگی است و دیگر از نسبت آئینه که صورت شخص را نماید نمتیوان گفت که ان شخص در آئینه است بلکه نسبت شخص بائنه و دیگر اشیاء مقابله برابر است. ۱۵ عبارت المکتوبات**

ترجمہ: اس کے ظہور کے علاقہ کا نام عرش رکھا گیا ہے اور عرش کی حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت برابر ہے کہ تمام مخلوقات اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت دیتی ہیں اس لیے عرش نمائندگی کے قابل ہے اور دوسری کوئی چیز قابلیت عرش کی متحمل نہیں ہے آئینہ شخص کی صورت کو دکھاتا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ شخص آئینہ میں ہے بلکہ شخص کی آئینہ کی طرف نسبت ہے اور دیگر اشیاء کا مقابلہ برابر ہے۔(مکتوبات کی عبارت)

ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ میں اس کو پسند کیا ہے پس ابن تیمیہ کے پیروکاروں کے لیے ویل ہے کہ ان کے شیخ الاسلام تو تفسیر مجاہد کو پسند کرتے ہیں مگر متبعین پسند نہیں کرتے ہیں اور استقرا کے درپے ہو کر مجسمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔خود اپنی رائے میں جب ابن تیمیہ سے رحمٰن کے لیے مکان وجسم ثابت ہوا تو اس کی اتباع کس قدر گناہ کا باعث ہوگی۔اس کا بیان عنقریب آرہا ہے۔

اب ہم دو تین مزید اسناد لاتے ہیں جن کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے:
جاننا چاہیے کہ آیاتِ صفات مثل وجہ و ید شارع کی مرضی میں غور وخوض نہیں کرنا چاہیے۔ان کی تفسیر میں اور جملہ آیاتِ احکام میں عدم تعیین مراد علی وجہ الجزم (مراد کی تعیین یقینی حد تک واضح نہیں ہے) ہے تاکہ اُمت کو تنگی لازم نہ آئے بلکہ ان مباحث میں سوال کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔(۱)

مالا بدمنہ میں ہے: ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیا کو محیط ہے اور احاطہ،قرب اور معیت کے معنی ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے۔اور اسی قبیل سے اس کا عرش پہ استوا، بندۂ مومن کے قلب میں اس کا سما جانا اور آخر شب میں اس کا آسمانِ دنیا پر نزول فرمانا بھی ہے کہ اس تعلق سے احادیث ونصوص وارد ہوئی ہیں۔نیز ید و وجہ پر بھی نصوص ناطق ہیں،تو ہمیں ان پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے ظاہری معنی پر حمل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

تفسیر عزیزی میں ہے :

يَوۡمَ يُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ o

یعنی ایک دن ایسا ظاہر ہوگا کہ پردۂ حقیقت اٹھا دیا جائے گا۔

اسی کا نام حقیقت ساق ہے اور اس ساق کو تمام حقائق الٰہیہ سے ایسی نسبت ہے جس طرح تمام اعضائے انسانیہ کو ہوتی ہے۔اس حقیقت کا یہ نام استعارہ وتشبیہ کی جہت کی بنا پر دیا گیا ہے۔شریعت

(۱) فیروز پور کے مقام پر لکھو کے مولویوں نے شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ قرآن کے ہیں اس طور مطبوعہ کو بطور سند پیش کیا کہ استوی کا ترجمہ قرار پکڑنا کیا ہے۔میں نے جواب دیا کہ ترجمہ بین السطور کو سند بنانے میں علمائے محققین کو جواب یہ ہے کہ پہلے اصل ترجمہ کو پیدا کرو پھر اس سے جواب طلب کرو۔۔۔اس جواب سے وہ خاموش ہو گئے اور کیونکہ ازالۃ الخفاء اہل سنت کے موافق لکھی گئی ہے تو پھر استوی کا ترجمہ قرار پکڑنا کیوں کریں اگر بالفرض اس طرح بھی ترجمہ کرتے ہیں۔۔۔

مطہرہ میں ان حقائق کی تفصیل وارد ہوئی ہے۔ چند چیزیں ہیں: وجہ، عین، ید، یمین، اصابع، حقو یعنی کمر، ساق اور قدم الی قولہ

ان حقائق کو سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں اَفراط وتفریط کا شکار ہوئی ہیں۔ جماعت (مجسمہ) نے بغیر عقل و دانش کے کارِ حقیقت کو انتہا درجہ کے ورطۂ تشبیہ میں ڈال دیا ہے، ان حقائق کو اپنے اعضاو جوارح پر قیاس کرلیا، اور جناب الٰہی کی شکل وصورت کے معتقد ہو بیٹھے۔

تَعَالَی اللّٰهَ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا o

اور دوسری جماعت (معطلہ) نے قاعدۂ تنزیہ کو مضبوطی سے پکڑا اور ان حقائق کے اثبات کو دوراز کار تاویل سے اس قاعدہ کے منافی جانا کہ یہ حکم نفی اور انکار رکھتا ہے۔ درحقیقت یہ ان حقائق کو سمجھنے میں اہل تشبیہ کے شریک ہوگئے ہیں۔(۱)

ان عبارات سے صراحتاً ثابت ہوگیا ہے کہ ید، وجہ وغیرہ کو سمجھنے کی بنا پر ان کے درمیان استعارۃً اعضا کے نام رکھے ہیں۔ جو کوئی ان کو اعضاے انسانی پر قیاس کرے اور حق تعالیٰ کے لیے جوارح ثابت کرے تو وہ اہل تشبیہ اور ظالمین میں سے ہے۔

اور ماقبل کی تفسیر میں گزرا ہے کہ تشبیہات یہود ونصاریٰ کا مذہب ہے تو معلوم ہوا کہ وہ مجسمہ جو حق تعالیٰ کے لیے مکان وجوارح کے قائل ہیں اہل سنت کے سلف وخلف کے نزدیک برادرانِ یہود ونصاریٰ ہیں۔

اب جب کہ ان نو مجسمہ کے رد میں بعض اسناد کے اضافہ سے ہاتھ فارغ ہو چکا تو مناسب ہے کہ ان کے ایک شبہہ کا جواب اغواے مسلمین کے لیے لکھ دوں تا کہ قلم بھی پُر مسرت ہو جائے اور وہ

---

(۱) اور اس مقام پر یہ تفسیر کی ہے کہ معرفت ذات کے بعد معرفت اعضاء کو ذات الاعضاء کی صورت باندھی ہے اور اس جگہ پر گمان اس طرف نہیں جاتا ہے کہ شاہ صاحب خدا تعالیٰ کو صاحب اعضاء جانتے ہیں کیونکہ یہ کلام ان لوگوں کی فہم سے ہے جو اس کے لیے اعضاء کو تسلیم کرتے ہیں اس کی صورت وشکل کے معتقد ہیں پس ان کے جواب میں ۔۔۔۔ لفظ کو ادا کیا ہے ورنہ تفاسیر میں یہ بات گزر چکی ہے تحفہ اثنا عشریہ میں منقول ہے کہ چہرہ، آنکھیں، کان، منہ، ناک، ہاتھ اور پاؤں کے ثبوت میں بعض فرق امامیہ کا مذہب ہے اور اہل سنت کے نزدیک حق تعالیٰ مکان اور اوپر نیچے کی جہت سے پاک ہے اور تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت فاینما تولوا فثم وجه الله لکھا ہے کہ وہ حق تعالیٰ مکانی نہیں ہے۔

یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین جو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے اس میں مرقوم ہے کہ خدا جہت علو میں ہے۔(۱)

جواب عبارت غنیۃ الطالبین

اس خدشہ کا جواب دو طریقے سے دیا جاسکتا ہے: ایک تو یہ کہ محققین اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ مخالفین کی آپ جناب پر تدلیس ہے۔اس کو فتوحاتِ مکیہ کے حوالے سے الیواقیت والجواہر میں بیان کیا ہے۔اور تدلیس کیوں نہ ہوگی کیونکہ اسی غنیۃ الطالبین میں آدابِ دعا میں مرقوم ہے کہ دعا مانگتے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی جائے۔اور حیات الذاکرین میں حضرت غوثیت سے منقول ہے کہ آیات صفات پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا علم جناب الٰہی کی طرف تفویض کر دیا جائے۔ نیز غنیۃ الطالبین میں دوسری بہت سی توجیہات بھی ہیں۔

لیکن بعض کے مذہب کی بنا پر جہت علو اس معنی کر ہے کہ مسلمان جہت بالا میں اپنی قضا حاجات کے لیے حق سبحانہٗ سے عرض کرتے ہیں کیونکہ آسمان قبلۂ حاجات ہے چنانچہ کعبہ قبلۂ نماز ہے اور یہ جہت جہت مکانی نہیں ہے۔اس کو الیواقیت والجواہر میں نقل کیا ہے اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اس کے ترجمہ میں بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں۔فتدبر۔

ذکر احوال ابن تیمیہ

اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مسلمانوں کو ابن تیمیہ کے حال سے ضرور مطلع ہونا چاہیے جس کے عربی رسالہ کی تحقیق کی وجہ سے کہ رحمٰن کے لیے مکان و جوارح ثابت ہیں تو مجسمہ

(۱) غنیۃ جو کہ السید الجلیل الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اس میں واقع ہے کہ مرجئہ کے بارہ فرقے ہیں ان میں سے ایک حنفیہ ہے جو کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں اور تحقیق اہل نظر کو استشکال ہو رہے اور ان سے مختلف وجوہ سے جواب عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد اسلام میں دیے ہیں۔امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے شیخ اصفہانی اور شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہما سے العید بتاکید میں منقول ہے کہ آپ جناب (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ عنہ کا اس سے رجوع ظاہر ہو چکا ہے اور امام نے الیواقیت والجواہر میں فتوحات مکیہ سے اسی طرح منقول ہے۔واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔۱۲عفی عنہ

پیدا ہوگئے ہیں؛ لہٰذا جان لو کہ ابن تیمیہ اہل سنت کا مخالف و مردود، اور موافق و مقبولِ اہل تجسیم ہے۔اس معنی کی سند بعض کتب دینیہ میں منقول ہے۔

ردالمحتار میں لکھا ہے: ابن حجر نے فتاوی فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قراءت کا ثواب پہنچانا منع ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر یہ کام کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔فقط درود بھیجیں۔

یوں ہی وسیلہ پکڑنے کے سوال پر پھر ابن حجر نے کہا کہ امام سبکی اور ان کے ساتھ دوسرے احباب نے ابن تیمیہ کے رد میں مبالغہ کیا ہے کہ اس معاملے کی مثل میں خاص اذن کی حاجت نہیں ہے۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی طرف سے بہت سے عمرے اَدا کیے، حالانکہ یہ آپ علیہ السلام کی وصیت تو نہ تھی (کہ میری طرف سے بعد وفات برائے ایصال ثواب عمرہ اَدا کرتے رہنا یہ تو فقط جذبۂ عشق و محبت ہے)۔

ابن موفق جو طبقۂ حنابلہ میں سے تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ۷۰ حج ادا کیے۔اور ابن سراج نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دس ہزار سے زائد قرآن کریم ختم کیے اور اسی قدر آپ کی شان عالیہ پر جانور قربان کیے۔میں نے اسی مذکور کی مثل مفتی حنفیہ شہاب احمد بن شعبی جو صاحب بحرالرائق کے استاد ہیں ان کے خط کو شرح طیبہ نووی میں نقل ہوا دیکھا ہے۔

اسی طرح ردالمحتار میں حافظ ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ وہ روضۂ منورہ کی زیارت سے منع کرنے کا قائل ہے، اگرچہ بعض علما نے کہا کہ وہ روضہ منورہ کی زیارت سے منع نہیں کرتا مگر تین مساجد کے علاوہ رختِ سفر باندھنے سے منع کرنے کا قائل ہے؛ لیکن درحقیقت ابن تیمیہ کے کلام کو رد کرنے کے لیے علما نے کلیدی کردار ادا کیا اور امام سبکی سے اس کے رد بلیغ میں تالیف منیف اور تصنیف شریف وارد ہے۔(۱)

---

(۱) امرت سر کے شہر میں مولوی بشیرالدین نامی شخص نے جو کہ وہابی کے نام سے مشہور ہے ایک رسالہ تالیف کیا جو مولوی فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے رد میں لکھا ہے اور اس میں تحریر ہے کہ ملاعلی قاری نے اپنے فلاں رسالہ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے حق تعالیٰ کے عرش پر استواء کو ثابت کیا ہے اور نیز صفات برحق میں علماء

مفتی صدرالدین صاحب دہلوی نے- جوان نو مجسمہ میں سے اکثر کے استاد ہیں- رسالہ منتہی المقال شرح حدیث لاتشدوا الرحال لکھا جس میں ابن تیمیہ کے موقف کی بابت زیارت قبر نبوی کے تعلق سے چند کلمات تحریر کیے ہیں۔ جس کسی نے علما سے سنا تو وہ اس کی بدی کے قائل ہو گئے۔

اس نشست میں اس کے فرمان بے سرش سے چند کلمات تراشے ہیں تو وہ کلمات اس کے لائق نہیں ہیں کہ ہم ان کو بطریق نقل زبان پر لائیں؛ مگر جب اس کے رسائل 'صراط مستقیم' کے نام سے ہندوستان اور دیگر بڑے بڑے علاقوں میں پھیل چکے ہیں اور اس کے متبعین عوام کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر ضلالت وگمراہی کے رستے پر ڈال رہے ہیں تو اب یہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ عقائد عوام کو ان کی گمراہی سے محفوظ کیا جائے۔

شیخ امام ہمام سندالمحدثین شیخ محمد برنسی کتاب اتحاف میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ جس نے یہ جرأت کی- خدا اس کے معاملے میں عدل فرمائے- اور اس نے دعوی کیا کہ سفر زیارت قبر مطہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام ہے اور اس سفر میں دو رکعت نماز ادا نہیں کرنی چاہیے؛ کیونکہ مسافر تو گناہ گار ہے اور اس باب میں ایسی زبان دراز استعمال کی جس کی سماعت سے لوگوں کے کان کراہت محسوس کرتے ہیں، اور ان کی طبائع متنفر ہوتی ہیں اور اس کلام کی بدبختی ان پر اس طرح پڑی کہ انہوں نے رب کبریا کی جلالت میں بھی رخنہ اندازی کی اور رحمٰن کے لیے مکان وجسم کے قائل ہو گئے اور ائمہ سابقین کو گمراہ سمجھنے لگے کہ وہ حق سبحانہٗ کو منزہ کہنے میں مائل ہوئے اور اس عقیدہ غیر سدیدہ کی منبروں پر تشہیر کرنے لگے نیز خلفاے راشدین پر بیہودہ اعتراضات ہونے لگے تو اسی وجہ سے عوام وخواص میں بے اعتبار ہونے لگے۔ علماے امت نے ان کے کلمات فاسدہ کا رد بلیغ کیا اور ان کے قبائح اوہام اور غلطات خام کو بیان کیا۔

بقیہ.... اہل سنت کے مطابق ہے اس کو دیکھنے کے بعد میں نے کہا کہ یہ تمام بہتان بندی اور طوفان پسندی ہیں کیونکہ یہی مولانا قاری شرح فقہ اکبر جو کہ آپ کی مشہور تصنیف ہے اس میں متعدد مقامات پر لکھتے ہیں کہ رحمٰن کے لیے جوارح ومکان کا اثبات کفر ہے محلّہ اہل سنت اہل بدعت بھی اس مسئلے میں متفق ہیں سوائے بعض مجسمیہ اور بعض جاہل حنابلہ حق تعالیٰ کے لیے مکان اور جہت فوق کو ثابت کرتے ہیں چنانچہ اسی عقیدہ شارح عقیدہ طحاوی کا رد بلیغ کیا اور اس کا حاصل کلام اس رسالہ (یعنی تحقیق تقدیس الوکیل) میں منقول ہے پس ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہم۔۔۔

محقق ابن حجر ہیثمی نے اس کے حق میں کہا کہ ہم کس طرح ابن تیمیہ کی طرف نظر کریں یا امور دین میں اس پر کس طرح اعتبار کریں تو خدا نے ابن تیمیہ پر امام کو مسلط کیا جو کہ متفقہ طور پر دین دار عالم ہیں اور تحقیق شعار مجتہد ہیں ۔حضرت تقی سبکی قدس سرہ نے اس کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی جن کی تحریر لائق قلوب ہے اور اس کی قیمت اکسیر سے فائق ہے۔ پس نہایت عمدہ بیان فرمایا ہے اس میں دلائل کو اتنے احسن انداز سے پیش فرمایا کہ مومنین کے قلوب باغ باغ ہو گئے اور ان کی آنکھوں میں حق تعالیٰ نے نور یقین کو بڑھا دیا اس امام کو جمیع اہل اسلام کی جانب سے جزائے خیر ملے اور ان کی وجہ سے جملہ مکروہات دور ہوئیں اور شیخ احمد قسطلانی نے کہا کہ ابن تیمیہ قبر مطہر کی زیارت میں عجب بدکلام ہے اور اس کا شیخ تقی الدین نے رد کیا اور مسلمانوں کے قلوب کو شفا بخشی ہے اور شیخ افضل المحققین والمحدثین شیخ محمد شامی نے کہا کہ قبر منور کی زیارت کی مشروعیت میں ائمہ دین نے بہت سی تصانیف لکھی ہیں چنانچہ شیخ تقی الدین سبکی ، شیخ کمال الدین بن زملکانی ، شیخ داود اور ابن جماعہ ان تمام نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے اور تحقیق تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اس باب میں ایسی گفتگو کی ہے کہ تمام دریا بھی اس کو دھو نہیں سکتے۔

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں مکہ و مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے باب میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کا قول مردود ہے کہ زیارت سے منع کرنے کا قائل ہے اور یہ بدترین مسائل میں سے ہے جو اس سے منقول ہیں۔

مختصر یہ کہ ابن تیمیہ کے احوال کتب معتبرہ جیسے تاریخ علامہ بکری اور تاریخ نویری میں مسطور ہیں کہ جب ابن تیمیہ کی زبان درازی حد سے تجاوز کر گئی اور حق سبحانہٗ کی صفات جلالیہ و جمالیہ میں اس کی گفتگو ظاہر ہوئی اور اس کے ہفوات اور لغزشیں مشہور ہوئیں تو معاصرین علما نے اس کے فساد کو رفع کرنے کے لیے کمر باندھ لی اور سلطان سے اس کی پھانسی یا قید خانے میں ڈالنے کی درخواست کی۔

چنانچہ ۷۰۵ھ میں اس کو مدرسہ کاملیہ میں- جو دیارِ مصر میں واقع ہے- طلب کیا گیا کیونکہ چند مقامات پر اس کے فتاوی کو قاضی شمس الدین بن عدلان نے قبول نہ کیا اور انہیں قاضی القضاۃ زین الدین مالکی کو پیش کیا انہوں نے گواہی دی کہ یہ ابن تیمیہ کے لکھے ہوئے ہیں تو قاضی القضاۃ ابن تیمیہ کے انکار پر مبنی خط کو لے کر امیر الامرا کے پاس پیش ہوئے ،صورت واقعہ واضح ہو چکی تھی ؛ لہٰذا

ابن تیمیہ کواب محفل قضاۃ،مفتیان اعلام اورامراے عظام میں طلب کیا گیا۔

قاضی شمس الدین نے ابن تیمیہ سے کہا کہ وہ قاضی القضاۃ کے سامنے اپنا عقیدہ نمایاں کرے۔ابن تیمیہ نے چاہا کہ منبر پر کھڑا ہوکرلوگوں کے سامنے واشگاف الفاظ میں بات کرے مگر اس کو(کارندوں نے) چھوڑا ہی نہیں کہ منبر پر جائے،لوگوں نے جواب طلب کیا اس نے کہا کہ میرے تمام دشمن ہیں اوراس نے شافی جواب نہ دیا۔

قاضی القضاۃ نے حکم دیا کہ اس کو قید خانے میں محبوس کر دیا جائے اوراس پر انہوں نے قہر شدید کو بڑھادیا اورفرمانِ شاہی کوابن تیمیہ کے حوالے سے اس مضمون کے ساتھ دمشق میں جاری کر دیا گیا کہ ان دنوں ابن تیمیہ شقی' مسائل قرآن اور صفاتِ باری کے بارے میں زبان درازی کرتا ہےاوراس کے کلام میں صراحۃً بہت زیادہ منکرات ہیں۔نیزاس نے ان معاملات میں گفتگو کی ہے جس کے بارے میں صحابہ کرام اورتابعین عظام نے سکوت فرمایا ہے۔

وہ اجماع ائمہ اہل اسلام کے خلاف کرتا ہے اوراس کے اپنے فتاوی میں ہے کہ عقول عوام اسے ناپسند کرتی ہیں اس کے برخلاف علماے عصراورفقہاے شام ومصر مجتمع ہوئے

مزید برآں ابن تیمیہ نے اپنی کتب کے نام اس طرح رکھے ہیں جن کی حق تعالیٰ نے کوئی سند نہ بھیجی ہے،جب اس کے یہ معاملات ہم تک پہنچے اور مذہب تجسیم کواس نے متحقق کیا تو حق تعالیٰ نے ہم سے اقامت حق قائم فرمائی اورہم پڑھتے ہیں: **سبحانہٗ و تعالیٰ عما یصفون** (حق سبحانہٗ اس سے بہت بلند ہے جیسی وہ توصیف کرتے ہیں)

لہٰذا ہم نے اس کوحبس شدید چکھائی اورہم نے یہ منشوراس کے بارے میں جاری کیا کہ کوئی اس راہ میں اس کے ساتھ نہ ہواور جہت وجسمیت حق سبحانہٗ کا معتقد نہ ہواورتمام حنابلہ پرلازم ہے کہ وہ تشبیہ کے قریب بھی نہ جائیں اورتنزیہ کے معتقد ہوں؛ ورنہ سیدھے رستہ سے خارج ہوجائیں گے،اوراسی کی طرح قہر شدیداورجبل طویل ہوگی۔

ہماری تحقیق نے اس مردودعقیدہ کو باطل بنادیا ہے۔ہم نے محض اس کے ہتک آمیز رویہ پر اس کوقید خانہ میں ڈالا ہے۔اس فرمان شاہی کومنبروں پر پڑھا جانا چاہیےاور ہرایک کوسننا چاہیے تاکہ وہ اس شقی (بدبخت) کی اتباع سے رکے۔

صاحب اتحاف نے کہا کہ ابن تیمیہ کے ساتھ یہ تمام معاملات حق سبحانہٗ وسید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے کی سزا ہے۔ابو محمد عبداللہ یافعی نے مرأۃ الجنان میں اپنی تاریخ کے حوالہ سے ۷۰۵ھ میں ابن تیمیہ کے فتنہ رس کے لیے مجالس کا انعقاد کرنا (تا کہ اس فتنہ کا سد باب ہو) اور اس کو زندان میں مقید کرنا اور دمشق میں اس کے حال کی منادی کرانا وغیرہ کے مفصل حالات تحریر کیے ہیں۔

اور وثیقہ کے آخر میں ہے کہ حاکم دمشق وغیرہ نے بلادِ اسلامیہ میں منادی کرا دی کہ جس کا عقیدہ ابن تیمیہ کی طرح ہوا اس کے حال کو غارت کرنا اور اس کی جان کو قتل کرنا جائز وحلال ہے۔ ابن تیمیہ نے رد روافض میں بہت سے مقامات پر اہل بیت کے حق میں زبان طعن وتشنیع کھولی اور کہا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اور حق تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اطاعت بادشاہ اطاعت خدا ہے اور سلطان کی نافرمانی رب تعالیٰ کی نافرمانی ہے جو کوئی بادشاہ کے حکم کو پسند نہیں کرتا اس نے حکم الٰہی کو پسند نہیں کیا اور علی وفاطمہ (رضی اللہ عنہما) نے امر ربانی کی مخالفت کی اور مرضی مولیٰ کو انہوں نے ناپسند کیا اور حق تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔(العیاذ باللہ)

غور کریں یہ شخص بضعۂ رسول اور برادر عم زاد شوہر بتول رضی اللہ عنہما کے حق میں کتنا زبان دراز ہے۔ابن تیمیہ کے دیگر اقوال بھی ہیں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف حب مال کی نیت کی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کم سنی میں قبول اسلام کی صحت کا منکر ہوا اور سنن اربعہ میں جو احادیث ان کی شان میں وارد ہوئی ہیں اس کا رد کیا ہے چنانچہ اس کی تصریح شیخ ابن حجر نے اپنی کتاب **الدرر الکامنة فی أحوال المائة الثا منة** میں کی جو کہ ابن تیمیہ کے احوال میں لکھی گئی۔اور اس کے تمام احوال کی تفصیل اس میں درج ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ میں ابن تیمیہ کو گناہ سے پاک نہیں جانتا بلکہ مسائل واُصول میں اس کے خلاف ہوں۔

امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ سے گناہ اور خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔امام المحققین ابن حجر نے اپنی کتاب الجوہر المنظم فی زیارۃ قبر النبی المکرّم صلی اللہ علیہ وسلم میں شرح وبسط سے اس کا رد کیا ہے۔آپ نے لکھا ہے کہ ہم کس طرح ابن تیمیہ کو قبول کریں اور مسائل دین میں اس کو بطور سند لائیں جبکہ یہ ایسا شخص ہے جس کے حق میں کثیر ائمہ دین مثل ابن جماعہ اور شیخ

عزالدین فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ سے مروی ہے کہ خدا نے اس کو ضلالت وسرکشی تک پہنچایا اور ذلت کا لباس پہنایا، افترا وجھوٹ اس کے دل میں اس قدر جگہ پکڑ چکے ہیں کہ وہ ذلت ورسوائی کا دلدادہ ہوگیا ہے۔

یوں ہی شیخ الاسلام و عالم الانام تقی الدین سبکی نے -جو بالاتفاق امام صالح اور مجتہد ورع ہیں- ابن تیمیہ کا رد بلیغ فرمایا ہے اور بیان صواب سے فوائد وافرہ عطا کیے۔ان کی کاوش سے حق شکور عزوجل مشکور ہوا اور مسلمانوں نے ان کو جزاے خیر دی۔

قبر مطہر کی زیارت کو حرمت اتفاقی کہنا معصیت سرمدی اور گناہِ ابدی ہے؛ مگر ابن تیمیہ سے عجب نہیں کیونکہ مجتہدین سے بکثرت مسائل میں اختلاف کیا اور اس سے محروم نہ جانیں کیونکہ اس کی قبائح بالخصوص خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جس طرح کے وہ اعتراضات وخرافات لایا ہے وہ سامع کی سماعت پر بھاری اور طبیعت اس کو برداشت کرنے سے عاری ہے۔وہ حق سبحانہٗ کے لیے جسم و جہت کا قائل ہوا اور سلف وخلف کو اعتقاد تنزیہ رکھنے کے سبب گمراہ شمار کیا۔ابن تیمیہ کے معاصرین علما نے اس واقعہ کو خوب پھیلایا تو شاہِ وقت نے اس کو گرفتار کیا اور اس کو قید کی سلاخوں کے پیچھے ڈال کر عوام کو اس کے مکروہ عزائم سے رہائی دلایا۔اسی قید و بند کی صعوبتوں میں وہ اپنی ظلمات و بدعات کو سمیٹ کر راہی عدم ہوا۔اس کے بعد اس کے متبعین نمودار ہوئے؛ مگر حق تعالیٰ نے ان کو سر بلند نہ ہونے دیا بلکہ (عالم یہ ہوا کہ)

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ بَاؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ o

یہ ابن تیمیہ کے مختصر حالات ہیں۔مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اس طرح کے رسالہ کو شیخ الاسلام نے دیکھا جس میں حق سبحانہٗ کے لیے مکانیت وجسمانیت کا ثبوت کیا (اور اس کا رد بلیغ کیا) کیونکہ قرآن وحدیث اور سلف وخلف حق سبحانہٗ کی تنزیہ کے قائل ہیں۔اب ان کے اعتقاد کو بگاڑنا اپنے سرمایۂ ایمان کو جلانا اور مجسمہ کی موافقت اعتقادی کرنا ہے۔**اعاذنا اللّٰہ و جمیع المسلمین عن ذٰلک .**

یہ بات مخفی نہ رہے کہ میں نے ان سطور میں عربی عبارات کو عوام کی تفہیم اور سہولت کے لیے

فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور حدیث قدسی کا ترجمہ تفسیر عزیزی سے نقل کرنے کو ترجیح دی ہے تا کہ مکمل ترجمہ علمائے کرام کا ہی ہو، اور راقم پر اعتراض نہ آئے اور حسد وغیظ کی وجہ سے نکتہ چینی نہ ہو۔

میں نے سندات اکثر قلمی کتب اور صحیحہ سے لی ہیں۔ اگر کوئی نقل کی اصل کے ساتھ مطابقت کرتے وقت اصل عبارت کو مطبوعہ کتب میں موافق نہ پائے تو طباعت کا خلل خیال کرے اور جملہ کتب ہمارے پاس موجود ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں نقل کرنے کے دوران خیانت سے پناہ عطا فرمائے۔آمین

اور یہ عقل ونقل کے بھی خلاف ہے۔کلام چونکہ طویل ہو گیا اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔
بعض طبقات کی خواہش پر میں اس کا اختتام اردو زبان میں کرتا ہوں تا کہ ماحصل کلام کی دلالت واضح ہو جائے اور عوام کے ہاتھ میں بھی کچھ گوہر مقصود آئے۔

اُردو اشعارِ منظومہ– منہ کان اللہ لہ–

خدا ہی لائق حمد اور ثنا ہے	نہیں اس جیسا کوئی دوسرا ہے
اکیلا ذات میں اور وصف اور اسم	نہ اس کا ہاتھ پاؤں منہ ہے نہ جسم
نہ وہ کھائے نہ وہ پیے نہ سووے	کسی جگہ اور مکاں میں بھی نہ ہووے
وہ سنتا ہے مگر کانوں سے ہے پاک	وہ دیکھے ہے مگر آنکھوں سے ہے پاک
اور ایسے جتنے ہیں اوصافِ انساں	منزہ ہے وہ سب سے پاک رحماں
کسی جیسا نہیں ہرگز خداوند	نہ ہے مخلوق کوئی اس کی مانند
نہیں محتاج وہ ہرگز کسی کا	جہاں ہے سر بسر محتاج اس کا
یہ ہے ثابت کلام کبریا سے	یہ ہے ثابت حدیث مصطفٰے سے
ید و وجہہ و قدم عین اِستوا بھی	اصابع ساق اور فوق السماء بھی
جو آئی ہیں کلامِ کبریا میں	اور آئی ہیں حدیث مصطفٰے میں

ہمیں ان پر بھی ایمان ویقیں ہے ✵ ولیکن پیروی ان کی نہیں ہے
انہیں اوصافِ متشابہ کہا ہے ✵ خدا جانے مراد اُن سب کی کیا ہے
جو بعضے ان کی تاویلیں کرے ہیں ✵ نہیں تنزیہ سے باہر گئے ہیں
چلیں ہم قل ھو اللّٰہ اَحد پر ✵ عقیدہ رکھیں اللّٰہ الصمد پر
کہا لیس کمثلہ شیی خدا نے ✵ سکھایا ہم کو ایسے مصطفیٰ نے
پھر ہم کیونکر کہیں اس کا مکاں ہے ✵ اوراس کے ہاتھ پاؤں کا نشاں ہے
عقیدہ اہل سنت کا یہی ہے ✵ عقیدہ ساری اُمت کا یہی ہے
تفاسیر اور شروح میں ہے یہ تقریر ✵ مگر اتقان میں اچھی ہے تفسیر
ولیکن اہل تجسیم اس میں بھکے ✵ مکاں اور جسم خالق کا وہ سمجھے
اِماموں نے انہیں کا فر لکھا ہے ✵ یہ بدلہ اُن کی تشبیہ کا دیا ہے
کتابیں دین کی صدہا ہیں موجود ✵ جسے ہو دیکھنا وہ دیکھے مقصود
ہمارے وقت میں پھر شور اُٹھا ✵ مکاں اور جسم کا چرچا ہے پھیلا
خدا کی عرش کو جاگہ بنایا ✵ اور ہاتھ اور پاؤں کا مسئلہ سنایا
بزرگوں کو بُرا کہنے کی شامت ✵ خدا پر اب لگائی یہ ملامت
سند میں اس کے لکھتے ہیں حوالہ ✵ کہ حافظ ابن تیمیہ کا رسالہ
اگر یہ بات حق ہے اور یقیں ہے ✵ تو اس کا حال بھی مخفی نہیں ہے
کہ اس کو بہت سے علما نے لکھا ✵ کہ قائل تھا وہ جسم و جہتِ حق کا
کتاب جوہر منظّم ذرا دیکھ ✵ کتاب منتہی میں برملا دیکھ
منزہ ہے خدا جہت و مکاں سے ✵ اور ایسا ہاتھ پاؤں کے نشاں سے

خدا واحد بلا جسم و مکاں ہو ۞ عرش کیا شے ہے جو اس کا مکاں ہو
جو قائل ہو مکان و جسم حق کا ۞ وہ کافر ہے یقینی یاد رکھنا
ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو ! ۞ اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو
ہوئے ہم سرخرو اپنے خدا سے ۞ ہوئے ہم فارغ حکم مصطفیٰ سے
خدا چاہے تو کر دے گا ہدایت ۞ کہ جن کو ہوگئی اس کی غوایت
ہمارا یہ عقیدہ تھا سنایا ۞ اسی پر خاتمہ کر دے خدایا

رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلاَنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ.

اے ہمارے رب! تو ہمارا مواخذہ نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا سرزد ہو۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ ڈال جس طرح تو نے ہم سے پہلوں پر ڈالا۔ اور نہ ہی ہمیں ایسا بوجھ اٹھانے کی ذمہ داری سونپنا جس کی ہمیں طاقت نہیں اور تو ہم کو معاف فرما تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ کفار کے مقابلہ میں ہماری نصرت و اعانت فرما۔

و اخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العلمین و صلی اللّٰہ
علی حبیبہٖ محمدٍ و عترتہٖ اجمعین .آمین آمین آمین .
المجیب عبدہ الحقیر محمد غلام دستگیر ہاشمی –کان اللّٰہ لہ–

تمت

تصدیقات وتقریظات

☆

هـذا الـجـواب حق و صـواب من اعتقده بصميم القلب و أقـر به فقد كمل إيـمـانـه و حـاز عـظيـما من الثواب و فاز فوزا كبيرا و نجا من العذاب و من أنـكـره فقد تردى وباء بسخط من اللّٰه تعالىٰ بلا شك وارتياب .

یہ جواب حق اور صحیح ہے اس کے لیے جس نے صمیم قلب سے اس کا اعتقاد رکھا اور اس کا اقرار کیا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا اور بہت زیادہ ثواب کا ذخیرہ پایا۔ اور بہت بڑی فلاح وکامرانی پائی اور عذاب سے نجات پائی۔ ہاں جس نے اس کا انکار کیا تو وہ ذلیل ہوا اور بلا شک وشبہ وہ حق سبحانہٗ کی سخت پکڑ میں آئے گا۔

کتبہ

فقیر خادم العلماء عبدالرسول قصوری عفی عنہ

☆

ذلک كذلک لا ريب فيه .

من وعن اسی طرح ہی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

خلیفہ حمیدالدین عفی عنہ

☆

چونکہ **علماے قصور و فیروز پور** نے بھی حضرت میاں صاحب قصوری کی عبارت کی مثل تحریر کی، لہٰذا یہاں ان علما کے صرف نام تحریر کیے جا رہے ہیں :

فقیر عبدالملک

ولایت شاہ ولد حضرت چراغ شاہ

فقیر عبداللہ قاضی

فقیراحمدمرالی

فقیرغلام محمد ولد حافظ محکم الدین

ولی محمد ولد حافظ غلام علی ولد حافظ محکم الدین (امام مسجد حضرت پیر عباس خان صاحب،قصور)

فقیرنورالدین۔

حافظ حبیب اللہ

حافظ اللہ بخش

فیروز پورو چھاؤنی کے نواح کے علماء کرام:

فقیرعبدالرحمٰن (واعظ وامام مسجد صدر بازار چھاؤنی)

فقیرولی محمد۔(امام مسجد حضرت پیر صاحب قصور در فیروز پور)

فقیرخوشی محمد۔معلم واتالیق نواب زادہ ممدوٹ

فقیرعبدالرحیم۔ساکن مہالم فیروز پور

فقیرشرف الدین۔امام مسجد کوتوالی ومدرس فیروز پور

فقیرجمال الدین۔امام مسجد توپخانہ چھاؤنی

فقیرمحمد سلیم ولد مولوی بارک اللہ۔ساکن کریاں

فقیرغلام نبی شاگرد مولوی بارک اللہ۔واعظ وامام مسجد چھاؤنی

فقیرعبدالرزاق۔ساکن سیدی کے

علماے لاہور

واللّٰہ تعالیٰ منزہ عن الامتداد والمقدار لاستلزامہ التجزی . (شرح عقائد)

اللہ عزوجل مادہ اور مقدار اور اس کے استلزام تجزی سے منزہ و پاک ہے۔(شرح عقائد)

فقیرغلام احمد معروف نوراحمد

☆

سبوح قدوس ربنا و رب الملائکة و الروح .

بہت زیادہ تسبیح و پاکی ہے اے ہمارے رب تیرے لیے اور فرشتوں اور ارواح کے رب۔

فقیر عبدالقادر بھیروی عفی عنہ (مدرس یونیورسٹی، لاہور)

☆

الحق ابن تیمیہ در مذمت صحابہ واہل بیت بسیار جا در کتب خود مینگارد وحق تعالیٰ ہیچ جا مکان نپذیرد۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں بکثرت مقامات پر صحابہ واہل بیت کی مذمت میں لکھا ہے۔ العیاذ باللہ

ذکر کن لا الہ الا اللہ ☆ از سر صدق ای ولی اللہ

اورحق تعالیٰ کا کسی جگہ کوئی مکان نہیں ہے۔لا الہ الا اللہ کا ذکر کر سچ کے راز میں سے ہے اے اللہ کے ولی۔

سید صادق علی شاہ

☆

ھذہ الرسالة صحیحة

یہ رسالہ صحیح ہے۔

حافظ محمود

علماے بہاول پور

صح الجواب و جزی اللّٰہ المجیب .

جواب صحیح دیا ہے اللہ عزوجل جواب دینے والے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر غلام رسول (استاذ کل علاقہ بہاول پور)

المسکین العاصی شمس الدین عفی عنہ (فاضل اجل مشہور حاکم صدر عدالت بہاولپور)

محمد محمود الدین (قاضی القضاۃ بہاول پور)

محمد ضیاء الدین۔زیب خاندان مولویاں

سید احمد ملقب الحاجی۔از مولویان احمد پور

یار محمد۔از مولویان احمد پور

حافظ غلام مصطفیٰ۔جامع کمالات موفور خلاصہ شاگرد از حضرت میاں صاحب قصور اند ۔قدس سرہ۔

علمائے امرتسر

تقریظ مولانا عمدۃ الفضلاء مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری و مولانا زبدۃ العلماء والقراء مولوی عبدالعلی دہلوی نے حاشیہ پر تحریر پایا دیگر احباب نے اس جگہ دستخط تحریر فرمائے ہیں یہ جواب حق اور صحیح ہے۔

تقریظ مولانا عمدۃ الفضلاء مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری

للّٰہ در المجیب ما أسحر الجواب وافق فی ذلک کلہ السنۃ والکتاب بالرأی الصواب. اللّٰھم ارضہ بالثواب فی ھذا الدار و تلک الدار أعنی یوم الحساب الحق ان ھذہ رسالۃ یعمی بالنظر إلیھا المنکر الخفاش و یرتعش فرائص المعاندین منھا بالارتعاش الفھا البحر النحریر و الفھامۃ الخبیر المولوی غلام دستگیر الشھیر من الاقران بنبائل الکمالات الفائق علی امثالہ بجلائل الصفات المستغنی عن التعریف والتوصیف فانہ کالنار علی العلم من حیث مد الصباح جناحیہ الی ان ضمھا للوقوع فی افق الغرب ردا علی الفرقۃ المحدثۃ الشاذۃ المخالفۃ لجمھور أھل السنۃ والجماعۃ فی الفروع والأصول بل منشاتھا لکھم فی ھذہ الورطۃ الظلماء ھی وعدم تقلیدھم الاکابر و سوء ظنھم إیاھم فإیاکم وإیاھم فان من

قرب إليهم قليلا فقد ضل ضلا كبيرا فانهم ضلوا وأضلوا كثيرا.
اعلم أن الفلاسفة بامرها قالت ان العالم قديم بالنوع و مذهب اهل الاسلام انه حادث نوعا و شخصا و ابن تيمية قائل بقدم العرش بالقدم النوعى كما قاله المحقق الدوانى فى شرحه للعقائد العقدية هذا العقيدة و وجه اضطراره إلى هذه الهفوة، ذكره المولوى عبدالحليم ان ابن تيميه لما كان قائلا بكونه تعالىٰ جسما قال بانه ذو مكان فان كل جسم لابد له من مكان على ما ثبت و لما ورد فى القرآن المجيد الرحمن على العرش استوى قال ان العرش مكان و لما كان الواجب ازليا عنده و اجزاء العالم حوادث عنده اضطر بازليته جنس العرش و قدمه و تعاقب اشخاصه الغير المتناهيه فمطلق المتمكن له ازلى و تمكناته المخصوصة حوادث كما ذهب المتكلمون الى حدوث . (۱)

(۱) خدا فاضل مجیب کا بھلا کرے، کیسا سحر آفریں جواب دیا ہے۔ اور سب کا سب رائے صواب کی کسوٹی پر کتاب وسنت کے موافق ہے۔ اے پروردگار! انھیں دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال فرما۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ رسالہ چمگادڑ چشموں کی آنکھیں خیرہ کر کے رکھ دے گا اور معاندین کے دانت کھٹے ہوا ٹھیں گے۔ اس کتاب کے مؤلف مشہور ومعروف عالم وفاضل حضرت علامہ مولوی غلام دستگیر ہیں جو اپنے فضائل وکمالات کے باعث معاصرین میں منفرد اور کسی تعارف کے محتاج نہیں......۔ اس کتاب میں انھوں نے اہل سنت وجماعت کی راہ سے ہٹ کر چلنے والے فرقوں کا رد بلیغ کیا ہے اور عدم تقلید کے گن گانے والوں نیز اسلاف واکابر پر انگشت طعن اُٹھانے والوں کی بھر پور خبر گیری فرمائی ہے۔ خدا ہمیں ان کے سایوں سے دور رکھے کیوں کہ جو بھی ان کے قریب ہوگا وہ بڑی گمراہی میں پڑے گا، کیوں کہ ان گم گشتگانِ راہ سے اس کے علاوہ اور توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے۔ آپ کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ فلاسفہ کے نزدیک عالم قدیم بالنوع ہے جب کہ اہل سنت کے مطابق وہ نوعاً وشخصاً حادث ہے۔ ابن تیمیہ نے عرش کے قدیم ہونے کو قدم نوعی کے ساتھ خاص مانا ہے۔ محقق دوانی نے عقائد عقدیہ کی شرح میں اس کی بحث چھیڑی ہے۔ اس ہفوات کی طرف ابن تیمیہ کو لے جانے والی چیز مولوی عبدالحلیم کے مطابق یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جسمانیت کا قول کیا تو ساتھ اسے یہ بھی ماننا پڑا کہ وہ ذو مکان ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی جسم بغیر مکان کے قرار نہیں پکڑ سکتا۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ ’رحمٰن نے عرش پر استوا فرمایا‘۔ تو اس نے کہا کہ عرش ایک مکان ہے اور جب اس کے نزدیک واجب ازلی ہے اور اجزاے عالم حادث ہیں، تو اسے اس کی ازلیت کے باعث عرش کے جنس وقدم کا قول کرنا پڑا۔ لہٰذا مطلق متمکن ازلی اور اس کے تمکناتِ مخصوصہ حادث ہوئے۔ یوں ہی متکلمین کا میلان بھی حدوث کی طرف ہے۔

تقریظ مولانا قاری عبدالعلی دہلوی صاحب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم .

الحمد للّٰہ الذي أنزل علی عبده الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب و أخر متشابهات والصلوٰة علی رسوله وحبيبه محمَّد الذی أمرنا باتباع المحكمات و نهانا عن الخوض فی المتشابهات وعلی آله و صحبه الذين هم فی العلم راسخون والذين الحق حافظون .

أما بعد فقد طالعت هذه الرسالة التی يروی منطوقها الغليل و يشفی مضمونها العليل و نظرت فی هذا الكتاب الحميد والجواب السديد بالاجمال بعون الرب متعال فوجدته مطابقا للسنة والكتاب و موافقا لعقائد أهل السنة والجماعة الذين هم أولوا الألباب و لعمری انه لكتاب حق أحق بالقبول يتلقی به العلماء الفحول لا يأتيه الباطل من بين يديه و لا يقدر أحد علی منعه و صرفه فبشری لمن اهتدی به واقتفی باثره و ويل لمن انكر عليه و غشی ببصره من اتبع و امن بفحوله فقد رشد واهتدی و من خالفه فقد ضل و غوی غلبه در من اجاب و اجاد و علی الله اجر من اصاب فيه و افاد و ما ادرک من هو عالم نبيل فاضل جليل اذكی الطبيعه از كی الخليقه مقبول الرب الخبير مغبوط كل غنی و فقير مجمع الفضائل منبع الفواضل الحبر التحرير المولوی غلام دستگير اعاذه الله من شرور كل حاسد شرير بحرمته السيد البشير النذير .

---

(۱) چونکہ حضرت استاذ الکل مولانا و بالفضل اولانا جناب خلیفہ صاحب در ذیل عبارت حضرت میاں صاحب سلمہما اللہ وابقا در تصدیق تعریف ایں جواب ایں عبارت کہ مصداق خیر الکلام ماقل ودل است تحریر فرمودند لہٰذا نقل ان بدیں طور مناسب نمود ۔۱۲

اللّٰھم اجزہ عنا و عن جمیع المسلمین خیر الجزاء فی الدنیا والعقبیٰ و اوصله الی اعلی مراتب ما یتمنا.(۱)

نمقه الراجی رحمة ربه الباری

ابوالبشیر عبدالعلی القاری

☆

هذا الجواب حق و صواب ولله در الفاضل المجیب .

لا یدرک الواصف المطري فضائله

وإن یک بالغا فی کل ما وصفا

یہ جواب حق اور درست ہے، اللہ عزوجل کی شان میں فاضل مجیب نے کہا

ترجمہ: اس کے ابرکرم کے فضائل کو واصف نہیں سمجھ سکتا اگرچہ وہ ہر خوبی تک پہنچ جائے۔

بندہ احمد یار (امام جامع مسجد امرتسر)

☆

هذا الجواب الحق و مطابق بمذهب أهل السنة والجماعة .

یہ جواب حق اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مطابق ہے۔

محمد قدرت اللہ حنفی دہلوی (مدرس امرت سر)

---

(۱) حمد وصلاۃ کے بعد عرض ہے کہ میں نے اس رسالے کا مطالعہ کیا جس کی باتیں بڑی پرلطف ہیں اور جس کا مضمون بیماروں کے لیے نسخہ شفا ہے۔ یہ کتاب کتاب وسنت کے عین مطابق اور عقائد اہل سنت و جماعت کے بالکل موافق ہے۔قسم بخدا! یہ کتاب ایسی ہے کہ جو یقیناً شرفِ قبولیت سے ہمکنار ہوگی، اور اہل علم وکمال اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔کوئی اس کی افادیت کو نہ روک سکتا ہے اور نہ اس جلائی ہوئی شمع کو بجھا سکتا ہے۔ بڑا خوش بخت ہے وہ جو اس راہ پر چل پڑے۔اور بڑا ہی بد بخت ہے وہ جو اس کا انکاری ہو اور آنکھ پر پٹی ڈال رکھے۔ جو اس کو مانے گا وہ جادۂ مستقیم پر گامزن ہوگا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ چاہِ ضلالت میں جا گرے گا۔ ایسے فاضل مجیب کے لیے ہر فضل وکمال ہے۔ اور ایسا جواب وافادہ عطا کرنے والے کو اللہ اپنے کریمانہ فضل سے نوازے۔ اور بھلا ایسا شرف وکمال اس کے علاوہ اور کسے حاصل ہوسکتا ہے جو ذکی الطبع بھی ہیں اور خلیق الفطرۃ بھی، خدا کے مقبول بھی ہیں اور ہر امیر وغریب کے محبوب بھی یعنی حضرت مولوی غلام دستگیر۔ اللہ انھیں ہر حاسد وفاسد کی نگاہِ شر سے محفوظ فرمائے۔ خدایا ان کے اس عظیم کارنامے پر تو انھیں ہماری بلکہ کل اُمت مسلمہ کی جانب سے دارین میں بہترین بدلہ عطا کر، اور انھیں اپنے مقصد ومطلوب میں فائز المرام فرما۔ آمین

واضح رہے کہ اس رسالہ کی تالیف کے بعد حسن تدبیر مخلصی، محبت آثار متقی خلاصہ علماے دین دار مولوی عبدالرحیم صاحب متوطن مہالم علاقہ فیروز پور کے ساتھ ذوالحجہ ۱۲۸۹ھ کے اواخر میں راقم کی حافظ صاحب مولوی (ساکن لکھو کے علاقہ فیروز پور) محمد ولد مولانا بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان تمام مسائل پر فیروز پور میں گفتگو ہوئی۔

صورت حال یہ بنی کہ حافظ صاحب نے اپنی تفسیر محمدی میں زیر آیت **ثم استوىٰ على العرش** کو معالم وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر کے استقرار باری تعالیٰ کو ثابت کیا تھا بعض کتابوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد جن کی عبارات کا ترجمہ اس رسالہ میں مسطور ہے انہیں کہا کہ ہم اپنے مسودہ کو درست بنانا چاہتے ہیں اور مسئلہ استقرار کو نکالنا چاہتے ہیں اس وقت اس رسالہ کے آخر میں اردو کے اشعار لکھے ہوئے ہیں وہ موجود تھے میں نے وہ پیش کر دیے اور ان پر مہر ثبت کرنے کا کہا انہوں نے کہا کہ ہم اپنی کتب کو اپنے فرزند اور بھائیوں کی تحقیق فرمانے کے بعد مہر لگائیں گے۔

چنانچہ چار دن کے بعد ایک دوسری مجلس مسجد کوتوالی فیروز پور میں منعقد ہوئی اس دن حافظ صاحب خاموش تھے ان کے بیٹے اور بھائی بحث میں شامل ہوئے پر وہ کتاب جس سے انہوں نے استقرار و اعضاے حق سبحانہٗ کو پیش کیا تھا رحمٰن کی تائید و نصرت سے ہم نے یہ ثابت کیا کہ یہ مذہب مجسمہ کا ہے۔اس سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ حافظ صاحب حق کے طلب گار ہیں اور ان کے بیٹے اور بھائی کو تعصب اور افسوس دامن گیر ہے۔

بہر حال قیل وقال کے بعد میں نے شرح فقہ اکبر کی ایک متفقہ عبارت حافظ صاحب کو پیش کی کہ اگر استقرار وغیرہ سے رجوع ثابت ہے تو یہ لوگ خود رجوع کریں گے۔

چنانچہ وہ، ان کے بھائیوں اور ان کے بیٹوں نے اس عبارت کے نیچے اپنے دستخط کر دیے اور اتفاق رائے ہو گیا تو ان کے شاگردوں نے فیروز پور کے نواح میں رحمٰن کے لیے اثبات مکان و جوارح کا جو شور برپا کیا ہوا تھا وہ دفع ہو گیا اور مجسمہ کا فساد رفع ہو گیا۔اس کے بعد چند لوگوں کی زبانی یہ بات پہنچی کہ حافظ صاحب اور ان کے بھائیوں نے رجوع صحیح کر لیا ہے، البتہ ان کے بیٹے اور برادرزادہ میں قال ومقالی باقی ہے شاید وہ ابھی تک دوبارہ گفتگو کے مشتاق ہیں۔

میں نے ان کو جواب دیا کہ جملہ رؤساے اہل اسلام علما و ملازمان سرکار اور سینکڑوں لوگ جو

اس مقام پر موجود ہیں ان کے روبرو جھگڑے کو ختم کرتے ہیں حالانکہ اگر آپ کے دل میں کوئی شبہہ باقی ہے تو اس کے تصفیہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، راقم تیار ہے اور کتب دین بھی مہیا ہیں کیونکہ ایسا تحقیقی موقع دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جھوٹا کلام بے اعتبار ہوتا ہے شرح فقہ اکبر کی وہ عبارت اور ان مولویان کے دستخط جس پر ہیں وہ یہ ہے :

من قال بأنه سبحانه جسم وله مكان و يمر عليه زمان ونحو ذلك فانه كافر لم يثبت له حقيقة الايمان .

یعنی جس نے یہ کہا کہ حق سبحانہٗ کا جسم ہے اور اس کے لیے مکان ہے اور اس پر زمانہ گزرتا ہے اور اس کی مثل ہے تو وہ کافر ہے اس سے ایمان کی حقیقت ثابت نہیں ہے۔

یہ قول صحیح ہے اور ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے۔

حررہ الملتجی اِلی اللہ محمد بن مولانا بارک اللہ عفی عنہ

☆

یہ قول صحیح ہے اور صفاتِ الٰہی کا انکار کفر ہے۔

العبد عبدالرحمٰن عرف محی الدین بن حافظ محمد بن مولوی بارک اللہ

العبد غلام محمد فقیر محمد صالح (یہ حافظ صاحب کے بھائی ہیں)

(دوسری) محفل (جو کہ کوتوالی مسجد میں ہوئی) کے اختتام پر حافظ صاحب نے کہا کہ فقیر اپنی رہائش گاہ پر اس کے مطابق لکھ دے گا، آپ اپنے رسالہ کے آخر میں ہماری ان تحریرات کو طبع کروا دیں (تاکہ لاہور اور امرتسر کی مواہیر علما تک پہنچائی جائیں)۔

اگر رسالہ ان کے پاس ہے تو وہ اس پر دستخط کر دیے ہیں حسن اتفاق سے اسی اثنا میں ان میں فاضل بے نظیر حبر تحریر عمدہ علمائے اعلام زبدۂ سادات عظام مولانا وسیدنا حضرت سید خلیل صاحب مدنی قصور میں تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے اس رسالہ کو حرف بحرف سنا اور اس کے آخر میں اپنے دستخط فرمائے اور اپنی مہر ثبت فرمائی اور وہ یہ ہے :

الحمد للّٰه الذی ليس كمثله شيي وهو السميع البصير والصلوٰة والسلام علىٰ من أنزل عليه الكتاب منه آيات محكمات هن أم

الكتاب وأخر متشابهات فهو لاهل الهدى بشير ولاهل الزيغ نذير.

أما بعد فالواجب على كل مسلم يحب سلامة دينه و رضاء ربه العمل بما فى هذه الرسالة موافقة لعقيدة أهل السنة والجماعة والتصميم عليه بقالبه و قلبه .

حرره العبد الغريب الضعيف المدرس بالمسجد النبوى الشريف

الراجى دوام لطف الكريم . عبده خليل بن ابراهيم

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی ذات کی مثل کوئی شئے نہیں اور وہ بہت زیادہ سننے والا دیکھنے والا ہے اور درود وسلام ہوان پر جن پر یہ کتاب نازل ہوئی جس میں بعض محکم آیات ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں اور بعض آیات متشابہات ہیں پس وہ اہل ہدیٰ کے لیے خوش خبری اور اہل زیغ کے لیے ڈر ہے حمد وثنا کے بعد ہر مسلمان پر اپنے دین کی سلامتی اور اپنے رب کی رضا کے لیے اس رسالہ میں اہل سنت و جماعت کی موافقت میں جو کچھ لکھا ہے اس پر دل وجان سے ایمان رکھنا واجب ہے۔

حررہ العبد الغریب الضعیف المدرس بالمسجد النبوی الشریف

الراجی دوام لطف الکریم عبدہ خلیل بن ابراہیم

واضح رہے کہ اس جواب پر قصور کے جملہ علما نے دستخط کیے اور ملاحظہ کرنے کے بعد کہا کہ یہ مذہب اہل سنت کے موافق ہے مگر بعض مکانیان نے اس پر دستخط نہ کیے۔

نــــوٹ: رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل یہاں مکمل ہوگیا، تفسیر نبوی پنجابی منظوم مطبوعہ کریم سٹیم پریس لاہور جو کہ مولانا قصوری کے ارشد تلمیذ مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اس کی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱ تا ۱۴ مباحثہ فیروزپور کے متعلق مولانا قصوری کی تحریر دیکھنے کو ملی جسے یہاں بطور تکملہ کے نقل کیا جارہا ہے۔مرتبین

تکملہ

حمدوصلوٰۃ کے بعد عبدہ فقیر غلام دستگیر ہاشمی قصوری -کان اللہ لہ- اہل اسلام کو اطلاع دیتا ہے کہ اس عاجز نے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کے اخیر میں مجمل کیفیت اس مباحثہ کی جو مولویان لکھوی سے فیروز پور میں ہوا تھا، اس طور سے لکھی ہے کہ مولوی حافظ محمد صاحب نے پہلی گفتگو دکھانے بعض کتابوں کے بعد فرمایا تھا کہ ہم اپنی تفسیر محمدی کے مسودہ کو درست کر لیں گے اور مسئلہ استقراء بر عرش نکال دیں گے اور بعد تحقیق تام ان اردواد بیات پر جو رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کا خلاصہ ہیں اپنی مہر بھی لگا دیں گے پھر دوسری قیل وقال میں حافظ صاحب موصوف خاموش اور اس کا فرزند اور برادر زادہ مباحثہ سے ہم آغوش ان دونوں کی تقریروں سے سب پر ظاہر تھا کہ یہ صاحبین سینہ زور ہیں اور اس تعصب سے یہ مراد تھی کہ تفسیر معالم اور اتقان سے مسئلہ استقراء اپنی سند کے واسطے ملاحظہ کروایا اور ایک دوسطر اس کے پیچھے جہاں اس بات کا بیان تھا کہ یہ خلاف عقیدہ اہل اور مجسمہ کا مشرب اور ملت ہے اس کو سنایا۔

راقم کے مکرر کہنے کہانے دکھانے سمجھانے پر حاضرین نے انہیں کتابوں سے اس پر اعلان پایا اور نیز عبارت غنیّہ میں آیت استویٰ علی العرش پڑھ کر اس کے ترجمہ میں استقراء کو ایسے طور داخل فرمایا کہ لوگ جان لیں کہ یہ لفظ غنیّہ میں ہے حالانکہ یہ کلمہ اس میں مفقود ہے۔ فقیر نے سب کو معلوم کروایا کہ یہ نظر انصاف سے مسدود ہے اور پھر جب اس خاکسار نے تحفہ اثناعشریہ سے سب کو لفظ بہ لفظ سنایا کہ مکاں اور جوارح رحمان کے لیے ثابت کرنے خلاف اہل سنت اور شیعوں سے بھی مردود فرقوں کی ملت ہے، اس پر فریق ثانی سے سوائے اس کے اور کچھ نہ بن آیا کہ یہ کتاب شاہ عبدالعزیز صاحب کی نہیں ہے اگر چہ اس محفل میں دوسرے علماء عقلاء موجود تھے، مگر راقم نے صرف حافظ صاحب ان کے والد سے اس انکار کی بابت استفسار کیا تو انہیں نے سب کے روبرو میری کلام کی درستگی پر اقرار دیا۔

یہ مختصر بیان ہے اس تعصب کا پھر بعد قال ومقال تخمیناً تین گھنٹہ کے احقر نے عبارشرح فقہ اکبر

جس کا یہ مضمون ہے کہ جو شخص خدا سبحانہ کے لیے جسم اور مکان ثابت کرے وہ یقینی کافر ہے پیش کی تو اس پر سب لکھوی مولویوں نے اپنے العبد کر کے اس سے ہم عقیدہ ہونے پر اتفاق کیا اور استقراء وغیرہ مسائل مجسمہ سے رجوع کیا اور اس طرز کو چھوڑ دیا اور حافظ جی نے تب فرمایا تھا کہ فقیر مطابق اس کے اپنے مکان سے لکھ لایا تھا اور وہ پرچہ بھی دکھلایا تھا اور اپنے العبدات کو اخیر رسالہ میں چھاپنے کے واسطے اذن عام فرمایا تھا۔ فقط اور اس گفت وشنود میں راقم نے فتاوی عالمگیریہ سے سب کو سمجھایا تھا کہ درصورت یہ کہ صفات متشابہات سے جوارح اعتقاد نہ ہوں تو بعضوں کے نزدیک ان کا فارسی میں ترجمہ کرنا درست ہے اور بعض کہتے کہ بہر طور ترجمہ نا درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اسی واسطے ہمارے عقائد کی کتابوں میں مثل معتمد فی المعتقد وغیرہ میں لکھا ہے کہ صفات متشابہات کا ترجمہ روانہیں، چنانچہ اس کی تفصیل تقدیس الوکیل میں موجود ہے، پس جب یہ رسالے چھپ کر مشتہر ہوئے تو محی الدین حافظ صاحب کے فرزند نے احقر کو ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم نے فیروز پور کے مباحثہ میں اقرار فوق العرش وغیرہ لکھ دیا تھا اور ہمارے نزدیک ترجمہ سب صفات متشابہات کا ہندی فارسی میں جائز ہے چنانچہ تم نے اس مجمع میں مان لیا تھا پھر ہم کو متعصب کیوں لکھا اور ہمارے والد ماجد پر کیوں جھوٹا افترا قائم کیا۔ فقط

اب یہ خاکسار اس بات کا دعویدار ہے تو مولوی محی الدین نے اس اپنے خط میں جھوٹ لکھا اور حق کو طاق نسیان میں رکھا ہے، پس حقیر ان دینی بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے جو ان دونوں گفتگو یا ایک میں شریک تھے کہ انصاف اور حق پروری کے رو سے اس تحریر کے نیچے اداء شہادت کریں کہ اوپر کی میری تحریر بلا شبہ صحیح و درست ہے یا اس میں کچھ جھوٹ ملایا ہے اور کسی کے حق میں کوئی افترا بھی سنایا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدی

عبارات والعبدات علماء و دیگر عقلا

فقیر دونوں مباحثوں میں موجود تھا، مولوی غلام دستگیر صاحب نے جو کچھ اوپر تحریر کیا ہے، درست ہے۔

مولوی عبدالرحیم مہالم والا

راقم دونوں مباحثوں میں موجود تھا جو کچھ کیفیت رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کے بعد چھپی ہے وہ سب راست اور تحقیق ہے۔

فقیر ولی محمد امام مسجد پیراں والا

راقم کو تقریر ہر دو مباحثہ بخوبی یاد ہے، مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی (تحریر) مطابق اصل حقیقت کے ہے۔

فقیر شرف الدین، مدرس فیروز پور

بڑا تعجب ہے جو بات ایک مجمع عظیم میں قرار پائی تھی اس سے مولوی صاحب لکھوی کیوں منکر ہو گئے درحقیقت تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست ہے۔

فقیر عبدالرحمٰن، امام مسجد صدر بازار

فضل الرحمٰن، نائب مسجد صدر بازار

فقیر شاہ محمد خلیفہ مولوی شرف الدین صاحب

راقم دونوں مباحثوں میں موجود تھا تقریر جناب مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست ہے مگر بڑا تعجب ہے کہ جس امر کے صدہا لوگ گواہ ہوں اس کا مولوی صاحب کیوں انکار کرتے ہیں یہ بات ان کی شان کے شایان نہیں۔

فقیر جمال الدین

فقیر چراغ الدین

راقم اخیر مباحثہ میں موجود تھا بے شک تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی راست اور درست ہے اور کم ترین نے جو رسالہ دیکھا اور اب وقت تحریر ہذا دوبارہ دیکھنا پڑا اور وہ گفتگو جس کو تا حال بہت مدت نہیں گزری اور خوب یاد ہے اس سے مطابق کیا گیا تو بعینہ بلا کم و کاست وہی گفتگو ہے۔فقط

فقیر غلام حسین، مدرس

قاضی خیرالدین

راقم دونوں مباحثہ میں موجود تھا سب تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی تحریر مطابق اصل حقیقت کے ہے اس میں کچھ شک وشبہ نہیں۔

حافظ علیم اللہ

حافظ روشن

یہ خاکسار بنظر انتظام اس مباحثہ میں ابتدائی سے آخر تک حاضر رہا، شہادت لکھتا ہوں کہ میرے روبرو علماء لکھوی نے قول مولوی غلام دستگیر صاحب کو امنا و تصدقنا کر کے قبول فرمایا تھا اور العبد اپنے کر دیے تھے اور تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی محضر نامہ ہذا صحیح ہے۔

سید احمد، ڈپٹی انسپکٹر

پینڈے خاں

دفع دار بندہ ایک مباحثہ آخری میں موجود تھا بلکہ بہت قریب مولوی صاحبوں کے بیٹھا تھا، مولوی صاحب لکھوکے نے بڑی بھاری بحث کے بعد قول مولوی غلام دستگیر صاحب کو تصدیق مان کر اپنے العبد کر دیے تھے، میں حلفاً اس کو تحریر کرتا ہوں۔

کم ترین حافظ بخش، نائب سرشتہ دار

راقم ہر دو مباحثہ میں موجود تھا بلکہ مولویاں لکھوی نے اپنے کلام کو خلاف عقیدہ اہل سنت جان کر مظہر مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو مطابق مذہب اہل سنت مان کر ان کی مصنفہ ابیات پر دستخط اور اپنے مواہیر کر دیے تھے اور تقریر مولانا صاحب مولوی غلام دستگیر صاحب کی راست و درست ہے۔

بندہ احمد عرف ککو خاں

شادی خاں، پٹواری

الٰہی بخش، پٹواری

راقم برابر مباحثہ میں موجود تھا، بے شک تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست ہے۔

بندہ حیات بیگ، ڈپٹی پوسٹ ماسٹر

راقم دونوں مباحثوں میں موجود تھا بے شک تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست اور سچ ہے۔

خیرالدین، تاجر کتب

شیخ غلام نبی

حاجی کالو

راقم اخیر مباحثہ میں موجود تھا بے شک تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی راست اور درست ہے اور مطابق تحریر مباحثہ تک اس میں کچھ شک نہیں۔

محمد سردار خان خلف پیر شاہباز خان معتمد لفٹنٹی

ہم تینوں شخصوں کو کیفیت مباحثہ کی بخوبی معلوم ہے تحریر وتقریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی صحیح و درست ہے اور انکار کر جانے مولوی لکھوی صاحب کی کیسی حیرت کی بات ہے معاذ اللہ جب علماء کا یہ حال ہو تو بے چارے عوام کا کیا شمار کیا جائے۔ خداوند کریم ہدایت کرے اور راہ راست پر لائے۔

امام الدین، الٰہی بخش، شاذل (سوداگران چھاؤنی فیروز پور)

بندہ بھی مولوی غلام دستگیر صاحب کے صدق پر شاہد ہے۔

الٰہی بخش، مدرس دختراں

یہ محضر نامہ فیروز پور سے تیار کروا کر بجواب خط محی الدین اخیر رجب سن ۹۰ میں لکھو کے بھیجا گیا تھا اس پر ان کی جانب سے پھر دوبارہ مباحثہ کے واسطے ترددات ہو رہے ہیں اگر کچھ ظہور میں آیا تو آئندہ اس کا حال لکھا جائے گا مگر پختہ خبر ہے کہ حافظ محمد صاحب اس اپنی بات سے منحرف نہیں ہوئے اور نہ پھر مباحثہ کے راغب ہیں، بے شک حق کے طالب ہیں۔

تتمہ

راقم الحروف آخر جمادی الاخری سن ۹۰ میں بموضع خیردی علاقہ امرت سر واسطے ملاقات مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے گیا تھا ان سے مسئلہ مجوثہ میں استفسار کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا :

عرش رمکان الٰہی بناید گفت و استقراء اگر ثابت شود متشابہات است و ید وجہ وغیرہ جوارح اوسبحانہ نیستند بلکہ حقاء متشابہات اندر۔

اس پر راقم نے کہا کہ آپ کی جانب سے مسموع کچھ اور تھا اور اب دیکھنے میں کچھ اور ہے اور یہ حق کا طور ہے اور ایک رسالہ پھر ان کو دیا انہوں نے ہدیہ دعا عطا کیا، اب تعجب ہے کہ ان کے مریہ اثبات مکان و جوارح رحمٰن میں کیوں استبداد اور اصرار پر ہیں اور وقت گفتگو خیردی کے جوان صالح مولانا سید فضل حق صاحب لاہوری خدا کریم ان کے لقا راحت افزاء سے ہمیں جلد محفوظ فرمائے اور برخوردار مقبول پروردگار غلام مصطفیٰ خلف حکیم خیرالدین صاحب امرتسری خداوند علیم اس کو علم نافع نصیب کرے اور ان کی عزت بڑھائے، یہ دونوں صاحب میرے ساتھ موجود تھے جو چاہے ان سے دریافت فرمائے۔فقط

(یہ نقل کرنے کے بعد مولانا حلوائی نے اپنی تفسیر نبوی، جلد ۱۴، ص: ۱۵ پر لکھا ہے: ''اب یہ عقیدہ اور لکھوی کا عقیدہ جو تفسیر محمدی میں ہے دونوں کا مقابلہ کر کے کفر اور ایمان میں تمیز کریں اور دونوں عقیدوں میں غور فرما کر صحیح پر عمل اور باطل کو ترک کریں۔فقیر حلوائی عفی عنہ'' -مرتبین)



قال عليه السّلام : أَمَرَنِي رَبِّيْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالأَوْثَانِ وَالصَّلِيْبِ

الحمدللہ العلام کہ دریں اَیام سعادت فرجام بہ تائید اہل اِسلام رسالہ ہدایت اَنجام مسمّٰی بہ

مخرجِ عقائدِ نوری
{۱۲۹۴ھ}

محق المعازف وصلب نغمۂ طنبوري
{1877ء}

-: تالیف منیف :-

عالم باعمل، فاضل بے بدل، خوش تحریر وتقریر مولوی غلام دستگیر ہاشمی قصوری

{درسنہ۱۸۷۸ء}

درمطبع سوسائٹی واقع بلدہ بریلی محلّہ ساہوکارہ باہتمام منشی اجودھیاپرشاد صاحب منطبع کردید



[باہتمام منشی اجودھیا پرشاد،مطبع سوسائٹی، بریلی سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

تقریظ

مولوی محمد یعقوب علی خان صاحب بریلوی

باسمہ سبحانہ تعالی شانہ

پادری عماد الدین کے سوالات کے اجوبہ جو مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے تحریر کیے ہیں۔ از اول تا آخر اس خاکسار نے دیکھے۔ فی الواقع شامل ہیں عبارات پر از متانت پر لائق اسکاتِ طرف مخالف اور قابل اس کے قبول کے ہر آئینہ اس کی اشاعت موجب تائید شرح مبین متصور ہے جو اہل اسلام سے اس رسالہ کے طبع میں بذلِ ہمت فرمائیں گے خالی از ثوابِ عظیم واجر فخیم نہیں ہے۔

محمد یعقوب علی عفی عنہ

تقریظ

مولوی محمد نقی علی خان صاحب و مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی رسولہ الکریم

عالم باعمل مولوی غلام دستگیر صاحب نے حسب استدعا پادری عماد الدین خاتم جواب کو خصوص فصوص نصوص قرآنیہ و آیات بیناتِ فرقانیہ سے مزین و محلّٰی کیا اور اس کا کاسۂ سوال بانجاح ماٴمول و اعطاے مسئول بھر دیا۔ اس رسالہ کا منطبع ہو کر بلا قیمت مشتہر اور اہل اسلام میں منتشر ہونا باعث تائید دین متین و تقویت شرعِ مبین ہے جو صاحب اس میں ہمت فرمائیں ان کے لیے ثوابِ جمیل

اور اجر جزیل۔

محمد نقی علی خان ولد مولوی رضا علی خان

احمد رضا خان ولد مولوی محمد نقی علی خان

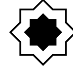
تقریظ

مولوی نواب محمد عبد العزیز خان صاحب بریلوی متخلص بہ عزیزؔ

شائقانِ علم کلام کو نوید ہے اور باشانِ اصولِ عقائد کو مژدہ حصول امید ہے کہ سند المتکلمین سید المتورعین جناب مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی نے ایک رسالہ عجیب وغریب تالیف فرمایا۔ پادری عماد الدین کے نغمۂ طنبوری کو صوتِ حمیر بنایا۔ یک گز دو فاختہ کا مضمون صادق آیا۔ ادھر تو عیسائیوں کو الزام ہوا ادھر حضراتِ امامیہ کے مطاعن کا قصہ تمام ہوا۔

انبیاے کرام علیہم السلام کی عموماً اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عصمت و شفاعت خصوصاً دلائل تحقیقی سے ثابت فرمائی۔ بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق دکھائی۔ کیوں نہ ہو جناب ممدوح کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے جس سے زمانہ ہدایت پاتا ہے۔ گمراہ راہ پر آتا ہے۔ جب سے بریلی میں ورود ہوا ہے اَثر خیر وبرکت کا نمود ہوا ہے۔ خشک سالی کے آثار نمودار تھے، حیوان اور انسان مصیبت میں گرفتار تھے، حضرت نے نمازِ استسقاء باجماعت ادا فرمائی رحمت الٰہی نے تاثیر اجابت دکھائی۔ بہت سے اہل حاجت کے مطلب بر آئے، آرزومندوں نے نقودِ مراد پائے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ مقبول ہو اور اہل مطبع کو بھی ثواب اعانت کا حصول ہو۔ فقط

بقلم نیاز رقم فقیر غلام نبی فیروز پوری تقاریظ نوشتہ شد ۱۸۷۸ء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ وَ عَلَی الْمُؤمِنِیْنَ وَ الْمُؤمِنَاتِ وَعَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ کُلَّمَا غَفِلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہٖ الغَافِلُوْنَ .

اے خداوند بے مثل و مانند و بے زن وفرزند! تُو وہ واحد لاشریک ہے کہ تیری یگانگی پر نقل اور عقل دونوں شاہد عدل ہیں، پس جس نے تیرے لیے کوئی ضد و ندِ قرار دیا تو تیری مقدس کتاب نے اس کو بھاری بے سمجھوں میں داخل کیا :

وَ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَھُمْ وَ خَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ . بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَکُنْ لَّہٗ صٰحِبَۃٌ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ٥ (١)

اور جو تیری پاک کتاب پر ایمان لائے ان کو یہ صلہ دیا :

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (٢)

پس ہم سارے مومنین کلھم اجمعین تیری وحدانیت کی شہادت دے کر تیرے اس رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرماں بردار و جان نثار اور اس پر قربان وشب وروز اس کے ثنا خوان ہیں جس کے حق میں تیرا قرآن کریم وفرقان عظیم یہ حکم دے رہا ہے :

---

(١) اور مقرر کیے کافروں نے خدا کے لیے شریک جن کی قسم سے حالانکہ خدا نے ان کو پیدا کیا اور بنا لیے خدا کے لیے اولاد اور بے علمی سے خدا پاک اور بلند ہے ان کی باتوں سے پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا کیوں کر ہو اس کے لیے اولاد حالانکہ اس کی جورو نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کا اسے علم ۔١٢ (پارہ ٧، الانعام:١٠١ـ١٠٠)

(٢) وہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب سے اور یہی نجات پائیں گے۔١٢ (پارہ ١، البقرۃ:٥)

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شٰہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ تُعَزِّرُوۡہُ وَ تُوَقِّرُوۡہُ وَ تُسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا o (۱)

اس اُمید سے کہ اسی اَمر پر ہمارا خاتمہ فرما اور حشر کو اس کے جھنڈے کے تلے اٹھا۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا o (۲)

امابعد! ان دنوں میں ایک رسالہ نغمۂ طنبوری نامی احقر الانام حقیر غلام دستگیر ہاشمی کی نظر سے گذرا دریافت ہوا کہ پادری عماد الدین صاحب نے مولوی سید علی محمد صاحب مجتہد لکھنؤ کی خدمت میں اصولِ عقائد اسلامیہ کے چودہ (۱۴) سوال بدیں غرض پیش کیے تھے کہ ان کا جواب قرآن سے ملے۔ مجتہد صاحب کی جانب سے جواب باصواب نہ ملنے کے سبب پادری صاحب نے اس کا جواب الجواب لکھ کر چھپوایا، نغمۂ طنبوری کے نام سے مشتہر کرایا۔ اس کے دیکھنے سے حقیر کو غیرتِ اسلامی نے اظہارِ حق پر اٹھایا سو خداوند کریم کی توفیق سے سارے جواب تحقیقی قرآن مجید سے لکھے گئے بموجب منشا پادری صاحب کے پورا اِلتزام ہوا کہ نہ کوئی جواب الزامی ہے اور نہ کہیں حدیث شریف حامی ہے۔ چونکہ میری یہ دل سوزی وکارسازی محض بنظر اعلائے کلمۃ اللہ وابتغاءً لمرضاتِ اللہ ہے، اس لیے یقین ہے کہ جنابِ الٰہی میں منظور ومقبول ہوگی اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پذیرا ہوکر سبب حصول مامول ہوگی۔ اور یہ بھی غالب ہے کہ اس کو دیکھ کر منصف پسند کریں گے اور- ان شاء اللہ العزیز- مخالف بھی اس پر حرف نہ دھریں گے۔ **وما توفیقی إلا باللّٰہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب .**

مقصود کے بیان سے پہلے کئی اَمر ضروری العرض ہیں :

اول: یہ کہ جو اکثر اعتراضات پادری صاحبان ہماری شریعت پر کرتے ہیں تو علمائے اسلام وارد ہونا انہیں اعتراضات کا شرع موسوی وعیسوی پر ثابت کر کے لکھتے ہیں کہ اس میں جو آپ کا جواب ہے ہماری طرف سے بھی وہی فصل الخطاب ہے، سو ان الزامی جوابوں سے یہ لوگ ناچار ہوکر

---

(۱) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاظر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (پارہ ۲۶، الفتح: ۹-۸)

(۲) یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (پارہ ۵، النسآء: ۶۹)

تحقیقی جوابوں کے طلب گار ہوتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان تحقیقی جواب نہیں دے سکتے ہیں۔سو حقیر نے اس رسالہ میں تمام تحقیقی جواب دیے ہیں اور باوصف یہ کہ بہت الزامی جواب موجود تھے وہ پیش نہیں کیے ہیں تاکہ پادری صاحبان اس کے پڑھنے میں تعلل نہ کریں بلکہ اول سے آخر تک پڑھیں۔

دوم: یہ کہ پادری صاحبان اپنے رسائل ردوقدح اسلام میں سرورعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان والا میں کچھ کلمات ناشائستہ والفاظ نابائستہ لکھتے ہیں تو ان کے جواب میں بہ مقتضائے حمیت اسلامی علمائے اسلام بھی کسی قدر سخت کلامی سے پیش آتے ہیں تو عیسائی بدیں دستاویز کہ مسلمان گالیاں نکالتے ہیں ان کے جوابوں کے دیکھنے سے دست بردار و بیزار ہو جاتے ہیں، اس لیے حقیر نے اس اپنی تحریر میں کوئی سخت وسست کلمہ نہیں لکھا ہے، تاکہ اس کے ملاحظہ سے اِعراض نہ فرمائیں، وہ عذر زبان پر نہ لائیں اور اِستفادہ سے محروم نہ رہ جائیں۔

سوم: چونکہ پادری صاحب نے سوال (۱۱) میں لکھا ہے کہ سورہ اور آیت کا نشان بتلا کر اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں اس واسطے تمام جوابوں میں آیات قرآنی پتہ وار لکھی گئی ہیں چنانچہ پہلے سورہ کا نام اور ہندسیہ کے پیچھے سیپارہ کا (س) اور پاؤ کی (پ) اور رکوع کی (ر) لکھ کر مراد اور ترجمہ بھی ایسا تحریر کیا ہے جو ان چاروں تفسیروں میں سے مطابق ہے جن کا نام سوال (۸) میں پادری صاحب نے لکھا ہے تاکہ سنبھال اور پڑتال میں دقت نہ اٹھائیں اور اگر اس کے جواب میں کچھ تحریر فرمائیں تو بخوبی سمجھ سوچ کر منصفانہ قلم فرسائی پر ہاتھ اٹھائیں اور ناحقہ تصدیع نہ بڑھائیں کیونکہ راقم جدال اور بیہودہ قیل وقال سے ناراض ہے صرف اظہارِ حق کا مرتاض ہے۔

چہارم: یہ کہ جو جواب مجتہد صاحب نے لکھے ہیں اور ان کا رد پادری صاحب نے کیا ہے وہ بھی مناسب مقام پر اس رسالہ کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور نیز جہاں پادری صاحب کے جواب الجواب میں کچھ خلل تھا اس کا جواب بھی حاشیہ یا متن میں لکھا گیا ہے، تاکہ ناظرین دیکھ لیں کہ جہاں مجتہد صاحب اور پادری صاحب نے کہا تھا کہ اس کا جواب قرآن میں نہیں، یا۔معاذ اللہ۔ جہاں مجتہد صاحب گھبرا کر بول اٹھے تھے کہ نظم قرآنی قابل اعتبار نہیں ہے تو وہاں پر کیسے صراحۃً و وضاحۃً آیاتِ قرآنی سے جواب باصواب لکھے گئے ہیں۔نیز ان کے جواب نجات وغیرہ سے اس

رسالہ کے جوابات کو جب مقابلہ کریں گے تو لامحالہ حوالہٗ زبان ہوگا۔

جمیع العلم فی القرآن لکن

تقاصر عنہ أفھام الرجال

اور مراد حقیر کی اس تحریر سے اپنی تعلّی یا اظہارِ فضل وکمال نہیں ہے بلکہ صرف غرض یہ ہے کہ خدا کے بندے حق اور باطل میں اِمتیاز کرکے اِتباعِ حق کریں۔

اَللّٰھُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ

وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

اب یہاں پر میں اس دعا سے کہ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ تبرک حاصل کرکے مقصود میں شروع کرتا ہوں۔

سوالِ اوّل

انسان کی نجات قیامت کے روز کیوں کر ہوگی، آیا صرف اعمال حسنہ کے سبب سے یا کسی شفیع کی شفاعت سے یا اعمال حسنہ و شفاعت شفیع کے اجتماع سے؟۔

جواب(۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: مدارِنجات اعمالِ حسنہ پر ہے اور اسی طرح اعمال قبیحہ موجب عذابِ اُخروی ہیں چنانچہ قرآن میں ہے :
فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۔[تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔ پارہ ۳۰، الزلزلۃ: ۸۔۷] لیکن احادیث مستفیضہ و متکاثرہ سے ثابت ہے کہ گناہ تین قسم ہیں: پہلے وہ گناہ کہ قابل بخشش نہ ہوں اور وہ شرک وغیرہ ہے۔ دوسرے وہ گناہ کہ امکانِ بخشش اس میں ہو لیکن بمقتضاے عدل الٰہی مرتکب ان کا ماخوذ ہو اور وہ گناہانِ کبیرہ ہیں مثلاً قتل نفس اور زنا وغیرہ۔ تیسرے وہ گناہ کہ متروک ومعفون ہوں اور وہ صغائر ہیں کہ خودبخود معاف ہوجاتے ہیں...

اِنسان کی نجات قیامت کے دن ایمان کے سوا نہ ہوگی پس اگر ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ ہیں تو فضل الٰہی سے بھی ذریعۂ نجات کا ہوں گے، ورنہ باری تعالیٰ کا عفو یا شفیع کی شفاعت نجات کا وسیلہ ہوگی اس پر آیاتِ قرآنی تفصیل جمیل سے ذکر کی جاتی ہیں :

سورۂ عمران (۳س) ۳پ (۲ر) میں فرمایا ہے :

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ o (سورۂ آل عمران:۳/۶۴)

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! اہل کتاب کو کہہ دو کہ تم آ ؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان، یہ کہ نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شریک بنائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ پکڑیں بعض ہم سے بعضوں کو پروردگار اللہ کے سوا پس اگر

(بقیہ)...بدلے اعمال حسنہ کے۔ وَ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ [بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پارہ۱۲، ھود:۱۱۴] اور بدلیل اخبار عترت اطہار اور اجماع اہل اسلام شفاعت جناب رسالت مآب متعلق دوسری قسم کے گناہوں کے ہے یعنی اگرچہ نظر بنفس گناہ مقتضی عدل تعذیب تھا لیکن بنظر شفاعت جناب رسالت مآب کے کہ کمال متاعب راہ خدا میں انہوں نے اٹھائے، مقتضاے عدل عفو ہو جائے گا اور اسی طرح اظہار فضیلت نبی اور انبیاے سابقین پر مقتضی قبول شفاعت کا ان کے ہے البتہ جو گناہ کہ متعلق غیر ہیں ان میں رضا مندی ان کی درکار ہوگی۔ فقط

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: پہلے سوال کا جواب آپ نے یہ دیا کہ مدار نجات انسان اعمال حسنہ پر ہے اور اثبات اس کا آپ نے قرآن سے کیا اس بات کو میں قبول کرتا ہوں کہ یہ درست ہے، لیکن اس کے سوا جو آپ نے احادیث سے تین قسم کے گناہ بیان کیے اور ان میں سے ایک قسم کے گناہوں کی شفاعت آنخضرت کے ذمہ لگائی اور اس کا ثبوت قرآن سے نہیں دیا پس وہ حدیثیں جو قرآن کے مخالف ہیں اُن کا کیا اعتبار ہے بلکہ رد کرنے کے لائق ہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ اعمال حسنہ پر نجات ہے۔ حدیثیں کہتی ہیں کہ آنخضرت کی شفاعت پر نجات ہے تو احادیث بے قرآن کی تکذیب کے ان کو کون قبول کر سکتا ہے۔ فقط

حقیر (غلام دستگیر قصوری) کہتا ہے کہ آیت **و من یعمل الخ** سے ہرگز ثابت نہیں ہے کہ مدار نجات اعمال حسنہ پر ہے بلکہ جزا و سزا کا صرف بیان ہے اور احادیث شفاعت کو منافی قرآن جاننا خلاف واقعہ ہے، کیونکہ قرآن سے شفاعت ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال سوم میں آئے گا۔ اگر مجتہد صاحب نہ بیان کر سکے تو کیا مضائقہ، قرآن میں تو سب کچھ موجود ہے جیسا کہ جوابات میں رسالہ ہذا سے معلوم ہو جائے گا۔۱۲

پھر جائیں یعنی اہل کتاب یہ بات نہ مانیں پس تم کہہ دو کہ گواہ رہو اس پر کہ بے شک ہم مسلمان یعنی فرماں بردار ہیں۔

اورسورۂ نساء ۵س۴پ۳رمیں ہے :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا o (سورۂ نساء:۱۳۶/۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی آخرالزمان (ﷺ) پر اور اس کی کتاب پر جو اُتاری ہے اپنے رسول پر یعنی قرآن اور کتاب جو اُتاری ہے پہلے اور جو نہ مانے گا خدا اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو اور دن قیامت کو پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہی دُور۔

اورسورۂ اعراف (۹س)(۲پ)(۳،۴ر) میں ہے :

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ o (سورۂ اعراف:۱۵۶/۷)

ترجمہ: خدا نے کہا میرا عذاب پہنچاتا ہوں وہ، جس کو چاہتا ہوں اور میری رحمت نے سما لیا، ہر چیز کو پس میں ضرور لکھوں گا وہ رحمت ان کے لیے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ

دیتے ہیں اور جولوگ کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی جو نبی امی ہیں وہ نبی امی کہ پاتے ہیں اس کا ذکر لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ امر کرتا ہے وہ رسول ان کو نیکیوں کا اور منع کرتا ہے بدیوں سے اور ان کے لیے حلال کرتا ہے پاکیزہ چیزیں اور ان پر حرام کرتا ہے ناپاک چیزیں اور ان کے بوجھ ان سے اتار دیتا ہے اور طوق جو تھے ان پر پس وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں نبی امی پر اور اس کو قوت دیتے اور مدد دیتے اور پیروی کرتے ہیں نور کی جو اتارا گیا ہے اس کے ساتھ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں کہہ دے یا محمد اے لوگو! تحقیق میں اللہ کا پیغمبر ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ کہ اسی کے واسطے ہے بادشاہت آسمانوں اور زمینوں کی، نہیں کوئی معبود مگر وہی کہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس تم ایمان لاو اللہ پر اور اس کے رسول نبی ان پڑھ (یعنی ناخواندہ) پر جو ایمان رکھتا ہے خدا اور اس کی کتابوں پر اور تم سب پیروی کرو اسی نبی ان پڑھ (ناخواندہ) کی تب تم راہ پاؤ گے۔

اب نظر بمزید تصریح اس جواب میں تشریح کر کے لکھا جاتا ہے کہ انسان دو قسم ہیں: کافر ومومن جیسا کہ سورۂ تغابن (۲۸س) (۳پ) میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۝ (سورۂ تغابن:۲/۶۴)

یعنی خدا نے تم کو پیدا کیا پس بعض تم میں سے کافر ہوگئے اور بعض مومن۔

اور پھر منافق ومشرک بھی ہم سلک کفار ہیں تو آدمی چار قسم ہوئے کافر، منافق، مشرک، مومن۔

پس پہلے تینوں فریق نجاتِ اُخروی سے قطعاً محروم ہیں جیسا کہ سورۂ لم یکن (۳۰س) (۴پ) میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ۝ (سورۂ بینہ:۶/۹۸)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو کافر ہوتے ہیں اہل کتاب سے اور مشرکین دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ لوگ ساری خلقت کے بدتر ہیں۔

اورسورۂ نساء(۵س)(۴پ)(۳ر)میں ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَلَھُمْ وَ لَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا o (سورۂ نساء:۴/۱۳۷)

ترجمہ: تحقیق جولوگ کہ ایمان لاتے ہیں پھر کافر ہوتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں پھر کافر ہوتے ہیں پھر زیادتی کرتے ہیں کفر میں، اُن کو خدا نہ بخشے گا اور نہ سیدھے راستہ کی ہدایت کرے گا۔

اوراس آیت سے آٹھویں آیت یہ ہے :

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَنْ تَجِدَلَھُمْ نَصِیْرًا o (سورۂ نساء:۴/۱۴۵)

ترجمہ: تحقیق منافقین نیچے کے طبقۂ دوزخ میں ہیں اورتو ہرگز نہ پائے گا ان کے لیے کوئی مددگار۔

اور چوتھا فرقۂ مومنین ناجی ہیں چنانچہ سورۂ لم یکن میں ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ o (سورۂ بینہ:۹۸/۸)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ لوگ سب خلق سے بہتر ہیں ان کا بدلہ خدا کے نزدیک بہشتیں عدن ہیں کہ ان کے نیچے جاری ہوتی ہیں نہریں ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے، یہ اس کے لیے ہے جو خدا سے ڈرے۔

اب جاننا چاہیے کہ ان مومنین سے جولوگ گناہوں سے معصوم یا محفوظ ہیں تو وہ سب فضل الٰہی سے ناجی وجنتی ہیں اصل نجات میں شفیع کی شفاعت کے محتاج نہیں ہیں جیسا کہ سورۂ انعام(۷س)(۴پ)(۲ر)میں ہے :

وَ تِلْکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰھَآ اِبْرٰھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ

رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ کُلًّا هَدَیْنَا وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ زَکَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ کُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ o (سورۂ انعام:۸۶،۸۷/۶)

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل ہے ہم نے دی تھی ابراہیم کو کہ غالب آئے اپنی قوم پر ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بے شک تیرا رب حکمت والا علم والا ہے اور ہم نے دیا ابراہیم کو اسحٰق بیٹا اور یعقوب پوتا، سب کو ہم نے ہدایت کی اور نوح کو ہم نے ہدایت کی اس سے پہلے اور ہم نے ہدایت کی اولاد نوح سے داود وسلیمان وایوب و یوسف وموسیٰ وہارون کو اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور ہم نے ہدایت کی زکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کو، یہ سب کامل نیکوکاروں سے ہیں اور ہم نے ہدایت کی اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اوران سب کو بزرگ کیا تمام جہان والوں پر۔

اورسورۂ انبیاء(۷اس)(۲پ)(۳ر)میں ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ o (سورۂ انبیاء:۱۰۱/۲۱-۱۰۲)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ کہ پہلے ہو چکا ہے ان کے لیے ہماری طرف سے نیک وعدہ یعنی انبیا وغیرہ مبشرین بالجنۃ وہ لوگ دوزخ سے دور کیے گئے ہیں دوزخ کا کھٹکا بھی نہ سنیں گے اور وہ ان چیزوں میں کہ ان کے نفسوں کو مرغوب ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان کو بڑا خوف غمگین نہ کرے گا اوران سے ملاقات کریں گے فرشتے اور کہیں گے یہ وہ دن ہے کہ جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے۔

اورسورۂ توبہ(۱۱س)(۱پ)(۲ر)میں ہے :

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسٰنٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّلَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o (سورۂ توبہ:۹/۱۰۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ پہلے ایمان لانے والے ہیں مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ کہ ان کے پیرو ہیں ایمان اور نیکی سے خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں اور خدا نے تیار کی ہیں ان کے لیے بہشتیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ رہنے والی ہیں ان میں یہ بڑا مقصود حاصل ہونا ہے۔

اور سورۂ فتح (۲۶س)(۳پ)(۱۔ر) میں ہے :

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثٰبَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا o (سورۂ فتح:۴۸/۱۸)

ترجمہ: البتہ بے شک خدا راضی ہوا مسلمانوں سے جب تجھ سے انہوں نے بیعت کی درخت کے نیچے پس خدا نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا یعنی اخلاص سے پس خدا نے اتاری تسکین اور ان کو بدلہ دیا فتح قریب کا۔

اور سورۂ احزاب (۲۲س)(۱پ)(۱ر) میں ہے :

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا o

(سورۂ احزاب:۳۳/۲۳)

ترجمہ: اس کے سوا نہیں ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ تم سے دُور کرے پلیدی اے پیغمبر کے گھر والو اور تم کو پاک کرے خوب پاک کرنا۔

اور جو لوگ کہ ایمان و اعمال صالحہ کے ساتھ کبائر گناہ نہیں کرتے اور صغیرہ گناہ ان سے سرزد ہو جاتا ہے تو وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ مغفور و ناجی ہیں (اگرچہ صغائر پر مواخذہ جائز ہے۔۱۲) جیسا کہ سورۂ نساء (۵س)(۱پ)(۲ر) میں ہے :

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ نُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا o (سورۂ نساء:۴/۳۱)

ترجمہ: اگر تم بچو گے بڑے گناہوں سے کہ جن سے تم کو نہی کی گئی ہے تو دُور کردیں گے تم سے چھوٹے گناہ اور داخل کردیں گے تم کو عزت والی جگہ یعنی بہشت میں۔

اور سورۂ تغابن (۲۸س)(۴پ)(ار) میں ہے :

وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ وَ یَعۡمَلۡ صٰلِحًا یُّکَفِّرۡ عَنۡهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ o (سورۂ تغابن:۹/۶۴)

ترجمہ: اور جو کوئی ایمان لائے خدا پر اور اچھے کام کرے تو خدا اس کے گناہ دور کرے گا اور اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑے مقصود کو پہنچنا ہے۔

اور جو مومنین صغیرہ کبیرہ گناہ نیکیوں کے ساتھ رکھتے ہیں اگر چہ ان کو مواخذہ بقدر گناہ مقتضائے عدل سے تھا مگر غالباً ان کے لیے بھی نجات ہے خواہ بہ محض فضل الٰہی یا با شفاعت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

سورۂ توبہ (۱۱س)(اپ)(ار) میں ہے(۱) :

وَ اٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا صٰلِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا عَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ o (سورۂ توبہ:۹/۱۰۲)

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں نے اقرار کیا اپنے گناہوں کا، ملایا نیک کام اور کچھ بُرا، قریب ہے کہ خدا اُن پر رجوع کرے گا رحمت سے، تحقیق خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور جو لوگ ایمان کے سوا اور کوئی نیکی نہیں رکھتے ہیں اور گناہ ہر قسم کے کرتے ہیں تو یہ لوگ اگر چہ ایمان کی برکت سے خلودِ نار سے محفوظ ہیں مگر مشیت الٰہی میں ہیں، چاہے تو ان کو اپنے فضل یا کسی شفیع کی شفاعت سے بخش دے یا بامقدار گناہ سزا دے کر آخر الامر اِیمان کی برکت سے نجات دے۔

سورۂ نساء (۵س)(اپ)(۴ر) میں ہے :

(۱) یہاں آیت نقل کرتے ہوئے مصنف یا کاتب سے سہو ہوا، چنانچہ اصل کتاب میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ لکھتے ہوئے سورۂ توبہ کی بجائے سورۂ یونس لکھا ہے۔مرتبین

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ٥ (سورۂ نساء:۴/۴۸ ، ۱۱۶)

ترجمہ: تحقیق خدا نہیں بخشتا ہے کہ کسی کو اس سے شریک کیا جائے اور بخش دیتا ہے کم شرک سے جس کو چاہتا ہے۔

اب حاصل یہ نکلا کہ جو لوگ ایمان اور اعمالِ صالحہ (یعنی نیک) رکھتے ہیں تو وہ باطاعت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہوں گے اور جو لوگ ایمان و اعمال طالحہ (یعنی بد) رکھتے ہیں یہ مومنین بھی خواہ خدا کے فضل سے یا شفیع کی نیکیوں یعنی اس کی شفاعت سے ابتداء یا انتہاء نجات پا کر مسرور ہوں گے۔

تنبیہ: شفاعت کی سندیں جواب سوال ۳، ۴، ۵ میں آئیں گی۔ اب اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ قرآن میں تو یہ فرمان ہے :

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰی٥ (سورۂ والنجم:۵۳/۳۸)

ترجمہ: کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھا سکا اور آدمی اپنے عملوں سے ہی نفع پائے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ و ابراہیم علی نبینا وعلیہما السلام کے صحیفوں سے منقول ہے اور ان کی شریعت کا معمول ہے کیونکہ ماقبل میں ہے :

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی وَ اِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ٥ (سورۂ والنجم:۵۳/۳۶-۳۹) (۱)

اور شریعت قرآنی میں جہاں غلبۂ فضل رحمانی ہے الحاقِ ناقص بکامل ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال ۳ شفاعت کے اثبات میں یہ آیتیں لکھی جائیں گی۔ فانتظرہ.

دوسرا جواب یہ ہے کہ مراد انسان سے انسانِ کافر ہے جو دوسرے کے عملوں سے منتفع نہیں ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب بسبب ایمان کے شفاعت ہوئی تو اسی کے عمل صالحہ کا اثر ہے جیسا کہ تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے۔

---

(۱) کیا اسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔ پارہ ۲۷، النجم:۳۹۔۳۶ کنزالایمان

تتمہ: اگر کوئی گناہ گار کفر وشرک سے لگا کر صغیرہ گناہ تک اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے اور ایمان سے اعمالِ صالحہ کرکے اِستقامت پر مرے تو وہ بھی بے شک مغفور وناجی ہے۔جیسا کہ سورۂ فرقان (۱۹س)(اپ)(۴ر) میں ہے :

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا یُضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ یَخْلُدْ فِیْہٖ مُھَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صٰلِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صٰلِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا o (سورۂ فرقان:۲۵/۶۸)

ترجمہ: اور خدا کے بندوں میں سے ہیں وہ لوگ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے ہیں اور قتل نہیں کرتے ہیں اس جان کو جس کو خدا نے حرام کیا ہے مگر ساتھ حق کے اور زنا نہیں کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا دیکھے گا بدلہ اپنے گناہوں کا دو چند کیا جائے گا اس کو عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اس میں خوار مگر وہ شخص کہ توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے پس خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل کر دیتا ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرتا ہے۔ اور نیک کام کرتا ہے پس تحقیق وہ رجوع کرتا ہے خدا کی طرف رجوع کرنا۔

اور سورۂ انعام (۷س)(۳پ)(۱۳ر) میں ہے :

وَ اِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءً ا بِجَھٰلَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِہٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o (سورۂ انعام:۶/۵۴)

ترجمہ: اور جب تیرے پاس آئیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر پس کہہ دے تم پر سلام ہے خدا نے اپنی ذات پر لکھی ہے رحمت کہ بے شک جو کرے گا تم میں سے برائی بھول کر پھر توبہ کرے گا اس سے پیچھے اور نیک کام کرے گا پس خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

خاتمہ

آپ کی نبوت کا ثبوت اِنجیل سے

اس جواب کی آیتوں میں سے ایک آیت مبارک میں یہ اِرشاد تھا کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام من الرحمٰن کا احوال سعادت اشتمال فیض و برکت مآل توریت وانجیل میں موجود ہے سو اس جگہ اس کا مفصل ذکر موجب طوالت ہے، اس لیے بنظر اظہار صداقت قرآنی کافی ہے۔ حوالہ ان کتابوں کی طرف جو قدیماً و حدیثاً علمائے اسلام نے رد و جوابِ نصاری میں لکھی ہیں جیسا کہ کتاب امام قرطبی کی اور رسالہ عبدالسلام کا اور کتاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی اور ان بزرگواروں نے اپنی کتابوں میں بہت سی آیات کتب الہامی سے جن کو اہل کتاب اب تک الہامی مانتے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ مراد ان آیات سے نبی عربی آخرالزمان ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ وہ اوصافِ مذکورہ ان آیات کے آپ کے سوا کسی دوسرے پر صادق ہی نہیں آ سکتے ہیں اور نیز جو اِعتراض مخالفین کے تھے ان کے شافی جواب لکھ دیے ہیں ان کے دیکھنے سے منصف کو ایمان آ جاتا ہے کہ یہ دعویٰ قرآنی سچ ہے جو سورۂ صف (۲۸س)(۳پ)(ا۔ر) میں ہے :

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ o

(سورۂ صف:۶۱/۶)

ترجمہ: اور یاد کرائے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم! جب عیسیٰ مریم کے بیٹے نے بنی اسرائیل کو کہا تھا کہ بے شک میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں توریت کی اور بشارت دینے والا ہوں رسول کی جو میرے پیچھے آئے گا جس کا نام احمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہٖ وسلم۔

پس اگر متقدمین کی کتابیں نہ مانیں تو 'اظہار الحق' مولانا رحمت اللہ صاحب مکی کی جو بالتماس حضرت سلطان روم ثبت اللّٰه تعالی استقامته و خلد اللّٰه تبارک ملکه و شوکته تیار

ہو کر مطبع سلطانی میں چھپ کر اس دیار میں بھی آئی ہے اس کے دیکھنے سے تسلی ہو جائے گی۔ إن شاء اللّٰہ الموفق .

اب یہاں پر ایک اور امر قابل تحریر یہ ہے کہ رسالہ سوال و جواب فریقین در نبوتِ نبی عرب در انجیل میں (جو مطبوعہ لدھیانہ ہے اور اس کے اخیر میں یہ لکھا ہے راقم برجلال مسیحی) باب ۹ مکاشفات کی پہلی آیت سے لے کر گیارہویں آیت تک جن میں نرسنگی پھونکنے کا ذکر ہے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروان کے حق میں صادق کر کے اپنے بھائی بندوں کی دل خوشی اور عوام مسلمانوں کی دل شکنی کی ہے، اگرچہ اس بات سے غافل رہے کہ رومن کیتھولک والے عیسائی اس باب کو مارٹین لوتھر اور اس کے پیروں کے حق میں لگاتے ہیں مگر یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس بیان سے ان کی الہامی کتاب کی تحریف لازم آتی ہے اور ان کی مقدس کتاب معما چیستان پہیلی بنتی جاتی ہے۔

اور عجب یہ ہے کہ پادری عماد الدین صاحب نے بھی جوابات سوالات مولوی سید باقر صاحب واقعہ نغمہ طنبوری میں ویسا ہی لکھا اور یہ سمجھ میں نہ آیا کہ بموجب قول علمائے مسیحین کے باب مکاشفات پروٹسٹنٹ مذہب کے بانی اور ان کے تابعین کے حق میں (جن میں خود بدولت بھی داخل ہیں) صادق آتا ہے پھر کیوں کر اس باب سے مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا ہے۔ البتہ اگر جدید عیسائی اپنی سمجھ کے موافق کچھ ایسے خلل زلل کر دیں تو مضائقہ نہ تھا اِلَّا سخت افسوس ہے کہ پادری لوگ ایسے رسالوں کو اپنے اہتمام سے چھپواتے مشتہر کراتے ہیں ایسے معاملات سے کیوں نہیں شرماتے ہیں خدا ان کو ذہن کی رسائی اور عقل کی صفائی بخشے۔

جب کہ یہاں تک ان لوگوں کی زبان درازی پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو ٹڈّے نیشزن سے تشبیہات دینے لگے تو اس کے جواب میں خدا ہم سے ایسا کلمہ نہ کہلوائے جس سے کوئی دانش مند ناراض ہو جائے بلکہ اس کے جواب میں ایک بشارتِ صریحہ انجیلیہ نقل کر کے ان کی غلط انگاری اور خلاف نگاری ثابت کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ سیل صاحب نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں (جو مطبوعہ سن ۱۸۵۰ء کا ہے) انجیل برنابا سے (جو صدہا سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے) یوں نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ

الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :

'اے برنابا! اگرچہ گناہ چھوٹا ہی ہوتب بھی خدا اس سے ناراض ہوتا ہے اور میں ہر چند گناہ سے پاک ہوں مگر چونکہ بعض لوگوں نے مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہا تو خدا نے اس بات کو ناپسند کیا اور چاہا کہ شیطان مجھ پر قیامت کے دن نہ ہنسیں اور مسخری نہ کریں پس خدا نے اپنے لطف سے یہ چاہا کہ بسبب موت یہودا کے ہنسی اور کھلی دنیا میں ہی رہی اور لوگ گمان کریں کہ عیسیٰ مصلوب ہوگیا لیکن یہ اہانت اور استہزا ہمیشہ رہے گی یہاں تک کہ تشریف لے آئیں گے محمد رسول اللہ (ﷺ)۔پس جب وہ دنیا میں آئیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی سے آگاہ کر کے باز لائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے اس شبہ کو اٹھادیں گے'۔انتہی ترجمہ کلامہ ملخصاً

اب یہاں پر اگر پادری صاحب کہیں کہ انجیل برنابا کو ہمارے سلف کی کمیٹی نے الہامی کتب میں سے خارج کردیا تو میں کہتا ہوں کہ یہ بھاری بے انصافی ہے کہ آپ مسلمانوں کے اجماعِ امت کو تو آدمیوں کی کمیٹی جان کر قبول نہیں کرتے ہو جیسا کہ نغمۂ طنبوری میں جا بجا مجتہد صاحب پر بسبب سند لینے اجماع امت کے طعن کرتے اور حروف دھرتے ہو تو ہم آپ کے اِجماع امت کو کب مانتے اور معتبر جانتے ہیں باآنکہ تمہاری کمیٹی کا یہ قول کیسا ناحق ہے کہ ایسی کتابوں کو (جو دوسری تیسری صدی تک الہامی مانی جاتی تھیں) بے اعتبار کردیا۔کیا الہامی کتابیں بنانے والے آپ کی کمیٹی والے تھے کہ جسے چاہیں الہامی بنالیں اور جسے چاہیں الہامی سے خارج کردیں۔ نعوذ باللّٰہ العظیم من ھذا الذنب الجسیم .

پس اب فرض اور واجب ہے کہ تم سارے عیسائی اس اپنی کمیٹی کے اس ناواجبی حکم کو منسوخ کر کے عقل خداداد کو مدنظر لاؤ اور ایسی گستاخیوں سے باز آجاؤ اور اس نبی مبشر فی التوریت والانجیل پر ایمان لاؤ تا کہ شرعذاب سے چھوٹ کر ابدی نجات پاؤ۔

وما علینا إلاالبلاغ المبین واللّٰہ ھو الموفق والمعین .

اور اگر کوئی کہے کہ ممکن ہے کہ بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مسلمان کے انجیل برنابا میں یہ عبارت درج کردی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اِحتمال نہایت ضعیف ہے، کیونکہ اولاً تو

مسلمان لوگ اَناجیلِ اَربعہ مشہورہ کی طرف اِلتفات نہیں کرتے ہیں۔(۱)

انجیل برنایا سے ان کو کیا تعلق ہے!۔ثانیاً کب ممکن ہے کہ ایک انجیل برنایا میں کسی مسلمان کی تحریف نے ایسی تاثیر کردی کہ ساری انجیلیں برنایا میں جواہل کتاب کے پاس نہیں وہ تحریف واقع ہوگئی۔نہیں دوسرے مذہب والوں کی کتاب میں یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ حق یہی ہے کہ یہ بشارت اصلی ہے انجیل برنایا میں۔بے شک جب تک کوئی نسخہ قدیمہ انجیل برنایا کا ایسا پیدا نہ کریں کہ جس میں یہ بشارت نہ ہوتب تک یہ اِحتمال فضول قابل اِلتفات کے بھی نہیں ہے۔

عجب ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی پادری کو کہتا ہے کہ تمہاری کتابیں محرف ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ کوئی کتاب غیرمحرف نکال کراس اپنے دعوی کی تصدیق کرواور یہ نہیں سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کواس ثبوت دینے کی کچھ حاجت نہیں ہے، کیونکہ خودان کے مفسران کی الہامی کتب کی تحریف کے قائل ہیں جیسا کہ اخیر میں اس رسالہ کے آئے گا۔پس جوعیسائی تحریف انجیل برنایا کا دعوی کرے اسے باتلاش انجیل غیرمحرف ثبوت میں پیش کرنا لازم ہےاور جب سب انجیلیں برنایا ایسی ہی ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ احتمال سراسرغلط ومحال ہے۔

سوال-۲

اگر نیک اعمال پرنجات ہے تو نیک اعمال سے کیا مراد ہے۔آیا کل اَوامرونواہی کا بجالانا یاجس قدر ہوسکے؟۔

جواب(۲)

---

(۱) کیونکہ ان میں تحریف ہوگئی ہے۔کما تجی -۱۲

(۲) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے:شرع کے سبب اوامرونواہی ممکن العمل ہیں و لا یکلف اللّٰہ نفسا إلا وسعھا و ما جعل علیکم فی الدین من حرج الآیۃ. البتہ تکلیف مالایطاق جن لوگوں کی شرع میں جائز ہے مثل اذعانِ اتحادمتعدد اور تعدد متحد اور اعتقاد تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث ان کو جواب دینا اس سوال کا مشکل ہوگا....

اس سوال کا جواب اگر چہ پہلے سوال کے جواب سے مستفاد ہو چکا ہے مگر بنابر تمام تشریح یہاں پھر بطور اِختصار لکھ دیا جاتا ہے کہ نجات دو قسم ہے :

ایک خلودِ نار سے بچنا اور یہ کفر کے چھوڑنے اور ایمان کے لانے سے حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ سورۂ بقر (۳س)(ا۔پ)(ا۔ر) میں ہے :

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطّٰغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (سورۂ بقرہ:۲۵۶/۲)

ترجمہ: اور جو شخص بتوں سے کافر ہوا اور خدا پر ایمان لایا پس بے شک اس نے ایسا مضبوط دست پناہ پکڑا کہ اسے شکست نہیں اور خدا سنتا جانتا ہے۔

اور سورۂ حدید (۲۷س)(۴پ)(۴ر) میں ہے :

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o (سورۂ حدید:۲۱/۵۷)

ترجمہ: جلد چلو طرف بخشش اپنے رب کی اور بہشت کی جس کا چوڑاو (یعنی چوڑائی) مانند چوڑا آسمان اور زمین کے ہے تیار کی گئی ہیں ان کے لیے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور خدا بڑے فضل کا صاحب ہے۔

اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ سزاے خلودنار' ارتکابِ بعض کبائر پر بھی قرآن مجید میں وارد

(بقیہ)...جواب سوال دوم: پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے۔سوال کا جواب یہ ملا کہ شرع کے سب اوامرو نواہی ممکن العمل ہیں۔ یہ جواب اس سوال کا نہیں ہے۔ میں نے نہیں پوچھا تھا کہ شرع کے سب احکام ممکن العمل ہیں یا نہیں۔سوال کا یہ مطلب ہے کہ اگر نجات انسان اعمال حسنہ پر ہے تو اعمال حسنہ سے کیا مراد ہے آیا سارے حکم اول سے آخر تک بموجب بیان شرع ریا کاری سے بچ کر خلوص کے ساتھ ادا کرنے کا نامۂ اعمال حسنہ ادا کرتا ہے یا جس قدر پورے ہوگئے اور آدمی نجات کے لائق ہو گیا تو اس کا جواب نہیں ملا۔شاید سوال کا مطلب خیال شریف میں نہیں آیا پھر اس کا جواب مرحمت ہونا چاہیے اور وہ جو الزامی فقرے لکھے ہیں ان پر میں توجہ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ حقیقی جواب چاہتا ہوں۔

ہے جیسا کہ قتل کی سزا میں سورۂ نساء (۵س) میں فرمایا ہے :

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا o (سورۂ نساء:۹۳/۴)

ترجمہ: یعنی جو کوئی مؤمن کو عمداً قتل کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

پس کیا کہا جائے کہ ایمان لانے سے خلودِ نار سے بچاؤ ہو جاتا ہے اور اِستحقاقِ جنت ہاتھ آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی سیپارہ اور اسی سورہ میں یہ بھی بتا کید شدید وارد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ o (۱)

جیسا کہ ترجمہ اور پتہ اس کا جواب سابقہ میں گزرا ہے اور نیز قتل بالاتفاق گناہ ہے اور گناہوں کی بابت یہ بھی ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا o (سورۂ زمر:۵۳/۳۹)

یعنی تحقیق خدا سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

تو اب ان دونوں آیتوں کی تطبیق جب اس آیت سے کی گئی تو یہ ثابت ہوا کہ قتل کو حلال جان کر اِرتکاب کرنے سے کہ وہ کفر ہے خلودِ نار سزا ملتی ہے چنانچہ لفظ 'مُتَعَمِّدًا' اس پر اشارہ کر رہا ہے۔ فَلا مَحذُور۔

اور دوسرے قسم کی نجات بالکل دوزخ سے بچنا ہے اور یہ نجات ایمان سے سارے اعمالِ صالحہ کے بجالانے اور افعالِ طالحہ سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں سورۂ لم یکن سے دلیل اس کی لکھی گئی ہے۔ پس جو مومن تمام فرائض و واجبات ذمے اپنے اَدا نہ کرے گا اور ایسا ہی منہیات سے باز نہ رہے گا تو اس کو پہلی قسم کی نجات تو حاصل ہے مگر دوسری قسم کی نجات کا ملنا یا توبہ سے ہوگا یا صرف عفوِالٰہی سے جیسا کہ اس کی سندیں جوابِ بالا میں لکھی گئی ہیں یا شفیع کی شفاعت سے جس کا ثبوت آگے آتا ہے یعنی سوال ۳ کے جواب میں لکھا جاتا ہے۔

(۱) بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ پارہ ۵، النساء:۴۸

سوال۔۳

اگر کسی شفیع کی ضرورت ہے تو اس کی شرائط اور وجہِ خصوصیت کیا ہے۔ یعنی کون کون شرط شفیع میں چاہیے جس سے اس کی شناخت ہو اور کون سی اس میں زیادتی ہے جس کے سبب سے وہ اس منصب پر ممتاز ہوا؟۔

جواب(۱)

---

(۱) جواب مجتہد کا یہ ہے: شرط شفاعت ماذونیت جناب باری سے ہے اور حصول اذن موقوف اس کی حکمت و مصلحت پر ہے اور قرب شافع پر اور درجہ مستقل شفاعت اور فرد اکمل اس کی مخصوص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت اطیاب سے ہے اور باعث امتیاز کثرت عبادات اور طاعات و ریاضات و مجاہدات وکمالات علمیہ وعملیہ میں اور مصلح واسرار خفیہ جناب باری۔ **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم و لایسئل عما یفعل وھم یسئلون الایۃ.**

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: تین سوال کا جواب یہ ملا کہ شرط شفاعت ماذونیت خدا سے ہے اور قرب شافع پر۔ یہ کچھ جواب نہیں ہے کیونکہ یہ ہر مدعی شفاعت کا دعوی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے خدا سے قرب ہے اور میں خدا کی طرف سے شفاعت کنندہ ہوں پس اس دعوی کی تصدیق یا تکذیب کے لیے کچھ علامات جونقلاً وعقلاً درست ہوں اس میں دکھلانا لازم ہے سووہ علامات آپ کو بیان کرنا چاہئیں، کیونکہ دعوی کو دلیل ضرور ہے، سوآپ نے دعوی کو دلیل کی جگہ قائم کر دیا۔ پہلے لازم تھا کہ ایسی شرطیں بیان کرتے جو موجب شفاعت شافع ہوں، پھر کہتے کہ یہ شرطیں آنحضرت میں پائی جاتی ہیں اس لیے وہ شافع ہیں بموجب اپنے دعوی کے، لیکن آپ نے بدونِ اظہار وتسلیم شرائط ناحق ایک دعوی کر دیا کہ آنحضرت اور ان کی اہل بیت شفیع ہیں حالانکہ پہلے جواب میں مان چکے کہ قرآن سے اعمال حسنہ میں نجات ہے شفاعت کا وہاں ذکر نہیں ہے پھر حدیثوں سے ثابت کیے ہوئے شفیع کو کیوں پیش فرماتے ہیں۔

حقیر کہتا ہے کہ پادری صاحب کا یہ دعوی کہ قرآن میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے نامسموع ہے، کیونکہ قرآن میں بہت جگہ پر شفاعت انبیا وغیرہ کا ذکر ہے جیسا کہ تھوڑا سا متن میں لکھا گیا ہے اور شفاعت سے نجات ہونی منافی نجات اعمال حسنہ کو نہیں ہے جیسا کہ جواب سوال اول میں اس کی تفصیل گزری ہے اور مجتہد صاحب نے جو آیت **و لایسئل عما یفعل** لکھا ہے سوقرآن میں واؤ نہیں ہے **لایسئل عما یفعل**۔سورۃ انبیاء(۱۷ ا س) (ا۔پ)(ا۔ر) میں ہے۔۱۲

مومن گناہگاروں کی نجات کے واسطے شفیع کی بھی ضرورت ہے کہ خدا کے اِذن سے شفیع بھی گناہگاروں کی سفارش کر کے بخشوائیں گے اور شرط شفاعت قبولیت اور کرامت ہے عنداللہ چنانچہ انبیا و ملائکہ علیہم السلام جو خدا کے مقبول و مکرم ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں گناہگاروں کے شفیع ہیں اور نیز متقی لوگ جو بکمال امتثال احکام الٰہی و نہایت اتباع شرع حضرت رسالت پناہی باری تعالیٰ کے مقبول ہیں منصب شفاعت سے ممتاز ہوں گے۔

اول انبیا و ملائکہ کی شفاعت کی اسناد لکھی جاتی ہیں۔سورۂ انبیا(۱۷س)(اپ)(۲ر) میں ہے:

وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ . وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ . لَا یَسۡبِقُوۡنَهٗ بِالۡقَوۡلِ وَ هُمۡ بِاَمۡرِهٖ یَعۡمَلُوۡنَ . یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ مَا خَلۡفَهُمۡ وَ لَا یَشۡفَعُوۡنَ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی وَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡیَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ ٥ (سورۂ انبیاء: ۲۱/۲۵-۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا تیرے پہلے کوئی پیغمبر مگر کہ اس کی طرف ہم نے یہ پیغام بھیجا تھا کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے مگر میں پس خاص میری عبادت کرو اور کہا کافروں نے پکڑا ہے خدا نے فرزند۔ وہ پاک ہے اور بے عیب بلکہ جن کو کافر فرزند کہتے ہیں وہ عزت والے بندے ہیں خدا کی بات سے اپنی بات نہیں بڑھاتے ہیں اور وہ خدا کے حکم ہی پر عمل کرتے ہیں خدا جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے آگے اور پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے ہیں مگر اس کی جس کو خدا پسند کرے اور وہ خدا کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

اب یہاں پر واضح رہے کہ مراد "ولــــد" سے جو آیت ہذا میں مذکور ہے بیٹی اور بیٹیاں ہیں کیونکہ یہود و نصاری انبیا کو اس احد صمد کے بیٹے کہتے ہیں اور مشرکین ملائکہ کو اس واحد لاشریک کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسا کہ سورۂ توبہ(۱۰س)(۲پ)(۴ر) میں ہے :

وَ قَالَتِ الۡیَهُوۡدُ عُزَیۡرُ ابۡنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ ٥

(سورۂ توبہ:۹/۳۰)

ترجمہ: یہود کہتے ہیں عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

اور سورہ الصّٰفّت (۲۳س)(۲پ)(۴ر) میں ہے :

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنٰثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ o (سورۂ صفّت:۳۷/۱۴۹)

ترجمہ: پس پوچھ ان سے کیا تیرے رب کے واسطے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے ہیں کیا ہم نے پیدا کیا تھا فرشتوں کو عورتیں اور وہ پاس تھے خبردار ہو تحقیق وہ بہتان کی رُو سے ضرور کہتے ہیں خدا صاحب اولاد ہے اور تحقیق وہ بے شک ان باتوں میں جھوٹے ہیں کیا پسند کیا خدا نے بیٹیوں کو لڑکوں پر۔

پس ان آیتوں سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ خلاف مرضی وحکم خدا کے کوئی کام نہ کرنے والے اور اس کی مرضی سے شفاعت کرنے والے انبیا و ملائکہ ہیں۔

فثبت المدعا و هو أن الأنبياء والملئكة معصومون وللعصاة يشفعون .

باقی آیاتِ شفاعت انبیا و ملائکہ یہ ہیں۔سورۂ حم زخرف (۲۵س)(۳پ)(۵ر) میں ہے :

وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفٰعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ o (سورۂ زخرف:۴۳/۸۶)

ترجمہ: اور اختیار نہیں رکھتے ہیں شفاعت کا وہ لوگ جن کو کافر پوجتے ہیں سوائے خدا کے مگر وہ شخص کہ گواہ ہے حق پر یعنی انبیا و فرشتے کہ یہ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں اور وہ یقین کرتے ہیں اس بات پر جس کا اقرار کرتے ہیں۔

اور سورۂ حم مومن (۲۴س)(۲پ)(۲ر) میں ہے :

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ

اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ وَقِھِمُ السَّیِّاٰتِ وَ مَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَہٗ وَ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o (سورۂ مومن:۴۰/۷-۹)

ترجمہ: وہ لوگ کہ اٹھاتے ہیں عرش کو(یعنی ملائکہ)اور جواس کے گرداگرد ہیں پاکی سے تعریف کرتے ہیں اپنے رب کی اورایمان لاتے ہیں اپنے رب پراور بخشش مانگتے ہیں ایمان والوں کے لیے یعنی کہتے ہیں اے ہمارے رب تیری رحمت اورعلم نے ہر چیزکوسمالیاپس بخش دے اُن کوجوکفرسےتائب ہوئے اورتیرے راستہ کے پیرو ہیں اور بچااُن کودوزخ کےعذاب سےاے ہمارےرب اورداخل کراُن کوبہشتوں عدن میں وہ بہشتیں کہ تُو نے وعدہ کیا تھا اُن سے اور داخل کراُن کو جونیکوکار ہیں اُن کے ماں باپ اور جوروں اوراولاد سے تحقیق تو غالب حکمت والا ہےاور بچاان کوگناہوں سے اورجس کوتو گناہوں سے بچائے دنیا میں پس بےشک تُو نے اس پر رحمت کی اور یہ بڑے مطلب کوپہنچنا ہے۔

اورسورۂ حمٓ شوریٰ (۲۵س)(اپ)(۲ر)میں ہے :

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِھِنَّ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِیْ الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ o (سورۂ شوریٰ:۴۲/۵)

ترجمہ: نزدیک ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں اورفرشتے پاکی سے تعریف کرتے ہیں اپنے رب کی اور بخشش مانگتے ہیں مسلمانوں کے لیے جوزمین میں ہیں خبردارہو تحقیق خداوہی بخشنے والامہربان ہے۔

اب آیتیں شفاعت متقین کی لکھی جاتی ہیں۔سورۂ حمٓ زخرف(۲۵س)(۳پ)(۴ر)میں ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ o (سورۂ زخرف:۴۳/۶۷)

ترجمہ: دنیاکےدوست قیامت کےدن آپس میں دشمن ہوجائیں گےمگر پرہیزگار کہ ان کی دوستی للہ ہے قیامت کواپنے دوستوں کی شفاعت کریں گے۔

اورسورۂ رعد(۱۳س)(۳پ)(ار)میں ہے :

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○

(سورۂ رعد:۱۳/۲۰-۲۴)

ترجمہ: وہ لوگ کہ پورا کرتے ہیں خدا کا عہد اور نہیں توڑتے ہیں عہد کو اور وہ لوگ کہ پیوند کرتے ہیں اس چیز کو جس کے پیوند کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور بُرے حساب سے خوف کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ خدا کی رضامندی کے واسطے صبر کرتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کے دیے ہوئے رزق سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور گناہ کو نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہیں ان لوگوں کے واسطے ہے سرانجام نیک وہ بہشتیں عدن ہیں کہ ان میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے نیکوکار باپ دادے اور جوروئیں اور اولاد بھی داخل ہوں گی یعنی ان کی شفاعت سے اور فرشتے ان پر داخل ہوں گے بہشت کے ہر دروازہ سے اور کہیں گے تم پر سلام ہو تمہارے صبر کے سبب سے پس اچھا انجام اس گھر کا اُن کو ملا۔

اور سورۂ طور (۲۷س)(اپ)(۳ر) میں ہے :

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمٰنٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○ (سورۂ طور:۵۲/۱۸-۲۱)

ترجمہ: تحقیق متقی یعنی پرہیزگار لوگ بہشتوں میں اور نعمتوں میں خوش ہوں گے اس چیز

سے کہ ان کو رب نے دی ہے اور ان کے رب نے ان کو بچایا دوزخ کے عذاب سے ان کو کہا جائے گا کھاؤ اور پیو سہتا (یعنی گوارا) اپنے نیک عملوں کے سبب سے وہ تکیہ لگا کر بیٹھیں گے سنہری تختوں پر اور ہم ان کے بیاہ کریں گے خوب شکل عورتوں بڑی آنکھ والیوں سے اور وہ لوگ کہ ایمان لاتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ان کی پیروی ایمان کے ساتھ کرتے ہیں ہم ملا دیں گے ان کے درجات میں ان کی اولاد کو یعنی ان کی شفاعت سے اور ان کے عملوں سے بھی کچھ بدلہ کم نہ کریں گے۔

کیونکہ ہر آدمی اپنے عملوں کے ساتھ مقید ہے یعنی اس کے عملوں کی اسے پوری جزا ملے گی۔ اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ ان تینوں آیات شفاعت متقین میں لفظ شفاعت تو مذکور نہیں ہے پھر ترجموں میں شفاعت کیوں مراد لی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین مشہورین نے قرآنی قرینوں سے ان آیات کے معانی میں شفاعت نکالی ہے، کیونکہ جب قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہشت کے درجات اور بالکل دوزخ سے بچنا ایمان اور تمام متعلقہ اعمال حسنہ کے ادا سے حاصل ہو گا پھر جب متقیوں کے متوسلین صرف ایمان سے ان کے درجات تک پہنچ گئے تو ظاہر ہے کہ اُن کی سفارش سے ایسا ہوا حالانکہ پہلی آیت میں صریح ہے کہ متقی لوگ قیامت کو بھی اپنے دوستوں کے دوست رہیں گے تو سفارش لازمہ دوستی ہے پس یہ شفاعت بھی بخوبی قرآن سے ثابت ہوئی۔

سوال-۴

ہر ایک پیغمبر یا نبی اپنی اپنی امت کا شفیع ہے، یا خاص ایک شخص تمام اوّلین و آخرین کی شفاعت کے لیے خدا نے مقرر کیا ہے؟۔

جواب[۱]

(۱) جواب مجتہد صاحب کا یہ ہے: اس سوال کا جواب منصوص ہونا قرآن مجید کا نہیں ہے لیکن بعض احادیث سے یہ ثابت ہے کہ ہر ایک نبی اہوالِ قیامت سے نفسی نفسی پکارتا ہو گا اور جناب رسالت مآب صلعم امتی امتی کہیں گے...

اوپر کے جواب میں قرآن سے لکھا گیا ہے کہ انبیا و ملائکہ علیہم السلام و متقین سب شفیع ہیں اور ہر چند شریعت غرّا سے اور بھی شفعا ثابت ہیں لیکن مدار اِس پر ہے کہ مدارج شفاعت حسب مراتب شفعا ہوں گے یعنی جس قدر عنداللہ شفیع کا اعلیٰ رُتبہ اور قبولیت ہوگی اسی قدر اس کی شفاعت بھی بہت ظاہر ہوگی۔اور شفاعت کی دو قسم ہیں :

ایک شفاعتِ کبریٰ کہ سب اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوگی۔اور دوسری صغریٰ کہ چاروں فرق منعم علیہم یعنی انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین کہ یہ تینوں متقین ہیں اپنے اپنے اَتباع و اَقربا و اَصدقا کی قلیلین کانوا أو کثیرین شفاعت کریں گے۔

(بقیہ)....علاوہ یہ کہ امم سابقین بھی بعد بعثت جناب سید المرسلین کے آپ کی امت میں مندرج ہو گئے بدلیل و بعثناک کافۃ للناس بشیرا و نذیرا الایۃ غایۃ الامر یہ کہ ہد۔۔امت مرحومہ میں ہیں اور عصاتِ امت مرحومہ میں ہیں پس شفاعت کسی اور نبی کی ان کے حق میں معنی چہ۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے-سوال۴ کا جواب یہ ملا کہ قرآن میں ایسے سوال کا جواب نہیں ہے لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ صرف آنحضرت شفیع ہیں اور کوئی پیغمبر شفیع نہیں ہے کیونکہ ہر کوئی نفسی نفسی کہے گا۔البتہ ایسے سوال کا جواب قرآن سے نہیں نکلتا مگر حقیقی شفیع کی شرائط پر نظر کرنے سے عقلاً اور انبیا کے سابق نوشتوں پر غور کرنے سے نقلاً ہم بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک ہی شفیع ہے بہت شفیع نہیں ہوسکتے پھر جو آپ نے حدیثوں کی سبب آنحضرت کی نسبت یہ گمان پیش کیا بدوں اثبات شرائط کے یہ دعوی نامناسب ہے افسوس کی بات ہے کہ میں نے یہ چار سوال علی العموم پیش کیے تھے اگر جواب بھی علی العموم پیش کیے گئے ہوتے تو بہت اچھا تھا۔

حقیر غلام دستگیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اس جواب میں جو مجتہد صاحب نے و بعثناک کافۃ للناس بشیرا و نذیرا آیت قرآنی لکھی ہے یہ سارے قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے بلکہ سورۂ سبا(۲۲س)(۲پ)(۵ر) میں ہے: وَ مَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۔پس جائے غور ہے کہ مجتہد صاحب کو قرآن سے ایسی مہارت ہے کہ تحریف تک نوبت پہنچا دی ہے اور پادری صاحب کو یہ شناخت ہے کہ تمیز نہ کر سکے پس یہ فریقین اگر کہیں کہ اس سوال کا جواب قرآن سے نہیں نکلتا تو کچھ بعید نہیں ہے۔قرآن کے واقفوں اور ایمان والوں کے جواب سنیں جو متن میں لکھے گئے ہیں۔علاوہ یہ کہ پادری صاحب کا دعوی - جو انبیاے سابق کے نوشتوں پر غور کرنے سے نقلاً ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک ہی شفیع ہے- نادرست ہے کیونکہ برمیاہ ۱۵ باب (۱) سے صاف ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سموئیل شفیع ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ بھی شفیع ہیں تو پھر ایک کو شفیع کہنا خلاف ہے نوشتوں انبیاے سابق کے۔یہاں پر ایک بات پادری صاحب کی خیر خواہی کے طور سے لکھتا ہوں کہ پادری صاحب کو قرآن سے تو کچھ نسبت نہیں رہی ہے، بارے اہل کتاب کی کتابوں سے تو کچھ مہارت پیدا کرلیتے۔۱۲

اب جاننا چاہیے کہ خدا کے نزدیک سارے انبیا وشفعا سے اعلیٰ رتبہ قبول اور قرب الٰہی میں حضرت سید المرسلین نبی الانبیا جناب محمد مصطفیٰ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ الصلوٰۃ والثنا کا ہے، اس لیے شفاعت کبریٰ صرف آپ کے وجود باجود میں منحصر ہے اور آپ کے علوِمرتبہ اور سموِمکانی پر بے شمار آیاتِ قرآنی ناطق ہیں جن میں سے ایک یہ آیت ہے جو سورۂ عمران (۳س)(۴پ)(۴ر) میں ہے :

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (سورۂ آل عمران:۸۱/۳)

ترجمہ: یاد کراے محمد! جب لیا تھا خدا نے نبیوں سے عہد کہ جو کچھ میں تم کو دوں گا کتاب اور حکمت سے پھر آئے گا تمہارے پاس رسول (ﷺ) یعنی آخرالزمان تصدیق کرنے والا تمہاری کتابوں کا تو ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور تم نے اس کی مدد کرنا خدا نے کہا کیا تم نے میرا عہد مان لیا نبیوں نے کہا ہم نے اقرار کیا عہد مان لیا خدا نے کہا پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پس جو کوئی پھر جائے گا اس عہد کے پیچھے پس وہ لوگ ہی گناہگاروں سے ہیں۔

اس آیت میں جس قدر اگلے نبیوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وسلم کی متابعت اور نصرت کی تاکیدات وتشدیدات ہیں اس کا بیان بڑا وسیع ہے، بھاری دفتروں میں شاید سمائے۔ علمائے بدیع ومعانی اس پر شاہد ہیں۔ ملخص کلام یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر نبی امی اخرالزمان نبی الانبیا اور سب کے سردار ہیں اور سارے اگلے نبی آدم سے تا مسیح آپ کی امت میں شمار اور طوعاً ورغبتہً آپ کے فرماں بردار اور مددگار ہیں۔ صلوات اللّٰہ وسلامه علی نبینا وعلیهم أجمعین . آمین .

اب اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ اس آیت میں "رســـول" لکھا ہے، کسی کا خاص نام نہیں لکھا کیوں کر ثابت ہوا کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی جیسا کہ محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ویسا ہی "رسول" بھی آپ کا اسم سامی ہے جابجا قرآن میں آپ اس نام مبارک سے مذکور ہیں چنانچہ سورۂ نساء (۶س)(۱پ)

(۳ر)میں ہے :

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ o

(سورۂ نساء:۱۷۰/۴)

ترجمہ: اے لوگو بے شک تمہارے پاس آیا ہے رسول یعنی محمد ساتھ حق کے یا لایا ہے رسول سچ تمہارے رب کی طرف سے پس تم اس پر ایمان لاؤ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اوراخیر سورۂ توبہ(۱۱س)(۲پ)میں ہے :

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ o (سورۂ توبہ:۱۲۸/۹)

ترجمہ: البتہ بے شک تمہارے پاس آیا ہے رسول تم میں سے یعنی محمد، شاق ہے اس پر یہ کہ تم ایذا میں پڑو تمہاری بہتری کا حریص ہے مومنوں پر مشفق مہربان ہے۔

نیز پہلے سوال کے جواب میں تیسرے نمبر کی آیتوں میں گزرا ہے کہ 'اَلرَّسُوْلُ' اور 'رَسُوْلِهٖ' فرما کر 'اَلنَّبِیّ الْاُمِّیّ' سے اس کی مراد بیان کردی ہے۔ پس صریح بمنزلہ بدیہہ ثابت ہوگیا کہ مراد 'رسول' سے آنحضرت ہی ہیں۔ صلی اللّٰہ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم .

باقی رہا بیان شفاعت کبریٰ کا، سو واضح رہے کہ شفاعت کبریٰ سے مراد مقامِ محمود ہے کہ قیامت کے دن سب ادنیٰ اعلیٰ واسطے فصل الخطاب کے آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ پس آپ کی شفاعت سے سب کی عقدہ کشائی اور مطلب برآئی ہوگی اور آپ خداوندکریم کے ثنا خواں ہوں گے اور ساری خلقت آپ کے وصف اور شکریہ سے رطب اللّسان ہوگی۔ جیسا کہ سورۂ اِسرا(۱۵س) (۲پ)(۴ر)میں ہے :

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا o (سورۂ بنی اسرائیل:۷۹/۱۷)

ترجمہ: اورتھوڑی سی رات میں پس نماز تہجد پڑھ قرآن کے ساتھ تیرے لیے یہ زیادتی ہے یعنی نماز پنج وقتی سے قریب ہے کہ تجھے اٹھائے گا تیرا رب یعنی بعد الموت ایسے اچھے مقام میں کہ سب تیری تعریف کریں گے۔

چونکہ زیادہ تر تحقیق اس کی جواب سوال ۶ میں لکھی جائے گی اس لیے مناسب ہے کہ اس جگہ باقی آیات مناسبہ اس مقام کے لکھی جائیں۔

سورۂ بقرہ (۲س)(اپ)(ار) میں ہے :

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا o (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۳)

ترجمہ: اور ایسا ہی ہم نے تم کو امت بہتر گردانا ہے تا کہ تم گواہ ہو لوگوں پر اور ہو پیغمبر یعنی آخرالزمان تم پر گواہ۔

اور سورۂ نساء (۵س)(اپ)(۳ر) میں ہے :

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا o (سورۂ نساء:۴/۴۱-۴۲)

ترجمہ: پس کیوں کر ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے یعنی اُن کے نبیوں کو اور ہم لائیں گے تجھ کو ان سب پر گواہ اس دن قیامت کے کافر اور بے فرمان نبیوں کے آرزو کریں گے کاش کہ وہ خاک ہو جائیں اور خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

اور سورۂ نحل (۱۴س)(۴پ)(ار) میں ہے :

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ... o (سورۂ نحل:۱۶/۸۹)

ترجمہ: اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت پر گواہ اُن میں سے یعنی اُن کے نبیوں کو اور ہم گواہ لائیں گے تجھے اُن سب پر۔

پس ان تینوں آیتوں میں جو ذکر ہے شہادت سارے نبیوں کا اپنی اپنی امت پر عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت مرحومہ کا خصوصاً تو ظاہر ہے کہ اس اَدائے شہادت سے سچوں کا صدق ثابت ہو جائے گا اور وہ اپنی دلی مراد کو پہنچ جائیں گے پس ثابت ہوئی دونوں قسم شفاعت آنحضرت کی اور شفاعت صغریٰ سارے انبیا وصدیقین وشہدا وصالحین کے۔و هو المطلوب .

سوال-۵

قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جس میں جناب محمد صاحب نے اِقرار کیا ہے کہ میں شفاعت گناہ گاراں کرادوں گا؟۔

جواب(۱)

پادری صاحب نے شاید اپنے عقیدہ کے مطابق یہ سوال کیا ہے، ورنہ کوئی اہل اسلام اس بات کا قائل نہیں ہے کہ قرآن کلام محمدی ہے بلکہ قرآن تو فی الحقیقت کلام الٰہی ہے، پس خدا کے کلام میں محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کیوں کر پایا جائے کہ میں شفاعت گناہ گاراں کرادوں گا، البتہ

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ مضمون کسی آیت میں مذکور نہیں اِلَّا اخبار متواترہ اہل ذکر اور اجماعات محققہ اہل اسلام سے ثابت ہے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۵ کا جواب یہ ملا کہ قرآن میں کوئی آیت اس مضمون کی جس میں حضرت نے کہا ہو کہ میں شفاعت کرادوں گا مذکور نہیں ہے لیکن حدیثوں میں اور اجماعات سے ثابت ہے۔ یہ جواب آپ کا نہایت درست ہے، بے شک قرآن میں کوئی آیہ ایسی نہیں ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ احادیث اور اجماعات سے اس کا ثبوت کیا جاتا ہے پس جبکہ ضرورت شفاعت تخصیص شفیع قرآن کے برخلاف حدیث اور اجماعات سے ہی ثابت ہیں تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی عقل منداس ساری بنیاد کو حدیثوں اور اجماعات کے بھروسے پر قبول کرے گا ایمان قرآن پر لائے گا اور عقائد حدیثوں اور اجماعات کے تراشے ہوئے پر رکھے گا۔

حقیر کہتا ہے کہ پادری صاحب و مجتہد صاحب دونوں معذور ہیں کہ اِن کو قرآن سے کچھ نسبت نہیں۔ پادری صاحب تو صریح منکر ہیں، مجتہد صاحب نظم قرآنی کو قابل اعتبار نہیں جانتے۔ پس کون عقل مند باور کرتا ہے کہ یہ کسی مضمون کا ثبوت قرآن سے تلاش کریں گے، مگر بایں ہمہ تعجب ہے کہ پھرا تنے لمبے چوڑے دعوے کیوں کرتے ہیں کہ بے شک قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے– معاذ اللہ معاذ اللہ– ایسے بے اصل دعوی خدا عقل مندوں سے نہ کرائے۔ لیجیے صاحب آیات مثبتہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہو کر سنیے اور برائے خدا متن رسالہ کو دیکھ کر آئندہ کو ایسے دعوی سے باز آیئے۔ خدا کا خوف تو بڑی نعمت ہے لوگوں کے سامنے رُسوا ہونے سے شرمایئے۔ خدا گواہ ہے کہ یہ بات صرف آپ کی اصلاح کے واسطے لکھی ہے ورنہ میرا مذہب نہیں ہے کہ کسی کو سخت بات کہوں۔۱۲

اُن کے اپنے کلام میں اِقرار متواتر موجود ہے کہ میں شفاعت گناہ گاروں کی کروں گا سواس سے پادری صاحب جوابِ نہیں مانگتے ہیں صرف جوابِ قرآنی مطلوب ہے، اس لیے اُن کو واجب تھا کہ سوال اس طرح سے کرتے کہ قرآن میں وہ کون سی آیت ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت گناہ گاراں کریں گے۔

تو ہم اس کا جواب یوں دیں گے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدائے کریم کی جناب سے ماذون الشفاعۃ ہیں اور گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت سے گناہ گار بخشے جائیں گے۔اس باب میں تین آیت کے لکھنے پر اِکتفا اس لیے کرتا ہوں کہ جب تین حاکم متفق ہوکر کوئی مقدمہ فیصل کرتے ہیں تو بموجب قانون اہل تثلیث کے اس حکم کے اپیل کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

پہلی آیت سورۂ عمران (۴س)(۳پ)(ار) میں ہے :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ o (سورۂ آل عمران:۳/۱۵۹)

ترجمہ: پس خدا کی رحمت سے تُو نرم ہوا اُن کے لیے اور اگر ہوتا تُو سخت گو درشت دل البتہ لوگ بھاگ جاتے تیرے پاس سے، تُو معاف کر ان سے اور بخشش مانگ ان کے لیے اور مشورہ کر ان سے کام میں پس جب تُو پکا قصد کرے تو پس بھروسا کر اللہ پر تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنے والوں کو۔

دوسری آیت سورۂ نساء (۵س)(۲پ)(ار) میں ہے :

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا o (سورۂ نساء:۴/۶۴)

ترجمہ: اور تحقیق وہ لوگ جب اپنے نفسوں پر ظلم کر کے تیرے پاس آئیں پس خدا سے بخشش مانگیں اور رسول یعنی تُو بھی ان کے لیے بخشش مانگے یعنی شفاعت کرے تو

ضرور پائیں گے خدا کو رحمت سے رجوع کرنے والا مہربان۔

تیسری آیت سورۂ توبہ (۱۱س)(۱پ)(۲ر) میں ہے :

خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (سورۂ توبہ:۹/۱۰۳)

ترجمہ: یا محمد لے ان کے مالوں سے خیرات کہ ان کے ظاہر کو تُو پاک کرے اور ان کے باطن کو بھی پاکیزہ کرے اس خیرات سے اور دعائے خیر کر ان کے لیے بے شک تیری دعا تسکین ہے یعنی آرام دنیا ہے ان کے لیے اور خدا سنتا جانتا ہے۔

ان تینوں آیتوں سے صراحۃً بتاکید شدید ثابت ہے کہ سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا مجرموں کی شفاعت کے لیے محکوم و مامور ہیں اور آپ کی شفاعت ودعا سے ان کے گناہ مغفور ہیں۔ فَثَبَتَ الشَّفَاعَةُ مُطْلَقَةً.

اگرچہ آیاتِ موعودہ لکھی گئی ہیں مگر اس لیے کہ پادری صاحب یہ نہ کہیں کہ سارے قرآن میں سے تین ہی آیت شفاعت کی نکلیں ایک چوتھی آیت اور بھی لکھ دی جاتی ہے جو سورۂ تحریم (۲۸س) (۴پ)(۵ر) میں ہے :

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمٰنِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ o (سورۂ تحریم:۶۶/۸)

ترجمہ: قیامت کے دن خدا نبی اُمّی کو خوار نہ کرے گا یعنی اس کی شفاعت گناہ گاروں کے بارے میں قبول کرے گا اور خدا ان لوگوں کو بھی جو نبی امی پر ایمان لائے ہیں خوار نہ کرے گا یعنی ان کی شفاعت بھی رد نہ کرے گا نور دوڑے گا ان کے آگے اور دائیں۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب پورا کر دے ہم کو ہمارا نور اور ہم کو بخش دے تحقیق تُو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مرحومہ کی قبولیت شفاعت اُخروی کا

ثبوت ہے اور واضح رہے کہ قرآنی قرینوں سے اس آیت میں سوائے شفاعت کے اور کچھ مراد نہیں لی جاسکتی ہے، کیونکہ قرآن سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور سارے نبی قطعی الجنۃ ہیں اور آپ کو بڑی بھاری فکر اپنی امت کی نجات کی ہے جیسا کہ ثبوت اس کا جواب سوالاتِ ماسبق میں لکھا گیا ہے۔(۱)

پس اگر قیامت کو آپ کی شفاعت سے مغفرت امت کی نہ ہوئی تو اس میں آپ کی خزی یعنی رُسوائی تھی پس اس رُسوائی کی نفی سے شفاعت ثابت ہوگئی پس قرآن سے متحقق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اور برزخ میں اور قیامت میں شفیع ہیں۔ **اللّٰھم ارزقنا شفاعته و رفاقته . آمین .**

سوال-٦

سورۂ بنی اسرائیل کے رکوع ۹ میں ہے:عَسٰـی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًاo لفظ مقام محمود کی نسبت تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے: هُوَ مُطْلَقٌ فِیْ کُلِّ مَقَامٍ یَتَضَمَّنُ کَرَامَةً ۔یعنی مقام محمود عام ہے ہر مقام کو جس میں عزت ہو حالانکہ اوپر نیچے کی آیت دیکھنے سے مدینے جا کر حضرت کو عزت ملنے کا ذکر ہے۔پس اگر یہ مطلق اس قرآنی قرینے سے خاص مدینے والی عزت سے مخصوص سمجھا جاتا تو عین انصاف اور قرین قیاس بھی تھا مگر ابو ہریرہ کی حدیث کے سبب قرآنی قرینہ چھوڑ کر شفاعت کے مقام میں یہ مطلق کس دلیل سے خاص کیا جاتا ہے؟۔

(۱) یعنی سوال ۴ کے جواب میں افضلیت اور حرص مغفرت امت کا اور سوال اول کے جواب میں قطعیت کا ثبوت ہو چکا ہے۔فتذکر ۱۲۔منہ عفی عنہ۔

جواب(۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: قرینہ نظم قرآنی کہ نظم عثمانی ہے قابل اعتبار نہیں اور کلام بیضاوی بر تقدیر تسلیم احد احتمالات معانی آیت کریمہ ہے، لیکن ہمارے مذہب میں از بسکہ تفسیر بالرائے ممنوع ہے تو مدار تفسیر دانی کلام اہل بیت علیہم السلام پر ہے **فان اھل البیت أدری بمافی البیت**۔ البتہ جو تفسیر کہ باقی ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو وہ بھی حکم اخبار اہل بیت میں سے ہے۔ اور اجماع مفسرین سے ثابت ہے کہ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے: **وقد اجمع المفسرون علی ان المقام المحمود ھو مقام الشفاعۃ ألخ**۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ٦ کا جواب بھی تسلی بخش نہیں ہے بلکہ نادرست ہے۔ قرآنی قرینہ کی بابت جو میں نے عرض کیا تھا اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ نظم قرآنی چونکہ نظم عثمانی ہے اس لیے قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس آپ کے بیان سے سارا قرآن غیر معتبر ہو گیا کیونکہ جب اس کی نظم نظم الٰہی نہیں ہے بلکہ عثمان نے اپنی مرضی سے ان آیتوں کو جو قرآن میں ہیں جوڑا ہے اور اس میں غلطی ہوئی ہے اور اس کی نظم وہ نظم نہیں ہے جو باگمان اہل اسلام لوح محفوظ سے نازل ہوئی تو اس صورت میں وہ ساری کتاب بگڑ گئی اور اس کی عبارت خبط ہو گئی، اس کے کسی قرینہ کا اعتبار نہ رہا، اس کا سیاق کلام کسی جگہ درست نہیں ہے۔ اب اس سے مسائل اخذ کرنے درست نہیں رہے، لیکن میں آپ کی اس تحریر پر اعتراض نہیں کرتا ہوں بلکہ قبول کرتا ہوں کیونکہ یہ سچ بات ہے اور ضرور قرآن کی بے ربط عبارت آپ کے قول کی مؤید ہے، لیکن ایک مشکل ہے کہ اگر کوئی سُنّی مسلمان آپ سے یہ کہے کہ جب عثمان خلیفہ مر گئے تھے اور حضرت علی بادشاہ ہوئے تو انہوں نے قرآن کے نظم کو پھر درست کیوں نہ کیا یا تو وہ قرآن کے اس نظم کو درست جانتے ہوں گے یا وہ بھی عثمان کے اس گناہ میں شریک ہوئے اور آج تک اس بے اعتبار نظم کو اہل تشیع نماز میں کیوں پڑھتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ شیعہ لوگ اس کا کیا جواب دیں گے۔ الخ

حقیر کہتا ہے کہ نظم قرآنی بے شک الٰہی نظم ہے آمنا وصدقنا۔ مجتہد صاحب نے جو اس کو بے اعتبار کہا تو اس کا جواب اپنے مخلص پادری صاحب سے سن لیا اور جس کا اس نظم قرآنی پر ایمان ہو اس سے جواب پوچھنا چاہیے تھا جیسے کہ اس رسالہ کے متن میں جواب لکھے گئے ہیں۔ پادری صاحب اسی مطلب سے امرت سر سے لکھنو تک سوالات لے گئے کہ کسی نام کے مسلمان کی زبانی قرآن کی بے اعتباری کہلوا کر اپنی قوم میں ممتازی حاصل کروں سو قرآن کے نہ ماننے والے قرآن کو کیا کیا نہیں کہتے ہیں، مگر وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ اور قرآن کے نظم کے اعتبار کی بابت جواب سوال ۱۳ میں لکھا جائے گا۔ **فانتظرہ** ۱۲۔

مقامِ محمود صرف کسی حدیث کے سبب سے مقام شفاعت پر محمول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ قرینہ قرآنی سے مقام محمود شفاعت کے مقام پر حمل کیا گیا ہے۔ ذرا دھیان لگایئے عیاں کر کے سنائے دیتا ہوں اوپر نیچے کی آیت اور مقام محمود کی آیت تینوں یہ ہیں :

اَقِمَ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ؁ (سورۂ بنی اسرائیل:۱۷/۷۸-۸۰)

ترجمہ: اے محمد (ﷺ) قائم کر نماز کو وقت ڈھلنے سورج کے رات کی اندھیری تک یعنی چاروں نمازیں اور قرآن پڑھ فجر کو نماز میں۔ تحقیق قرآن پڑھنا فجر کا ہے حاضر کیا گیا ہے یعنی دن رات کے فرشتے دیکھتے ہیں اور تھوڑی سی رات کو تہجد پڑھ ساتھ قرآن کے یہ زیادتی تیرے واسطے ہے یعنی نماز پنج گانہ سے نزدیک ہے کہ تجھے اٹھائے گا تیرا رب قیامت کو مقام محمود یعنی ایسے مقام میں جہاں سب تیری تعریف کریں اور کہہ یا محمد مجھے داخل کرائے رب ''مدخل صدق'' یعنی بہشت میں کیونکہ ''مدخل کریم'' اور ''مدخل صدق'' بہشت کا نام ہے اور مجھے نکال یعنی دنیا سے نکالنا سچا بعد تبلیغ احکام وادائے پیام کے اور کر میرے لیے اپنے پاس سے غلبۂ مددگار۔(۱)

پس ان تینوں آیتوں سے جو قرینہ قرآنی ہے صاف ظاہر ہے کہ مقام محمود کسی دنیاوی رتبہ سے عموماً اور مدینہ والی عزت سے خصوصاً مراد رکھا نہیں جا سکتا ہے، اس لیے کہ ثواب اور ثمرہ نمازوں کا خصوصاً اور دوسرے اعمال صالحہ کا عموماً آخرت میں ملے گا جیسا کہ سورۂ کہف (۱۶س) (اپ) (۴ر) میں ہے :

---

(۱) چنانچہ جواب سوال اول میں لکھا گیا: نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ نُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلاً کَرِیْمًا ؁ ۱۲ پارہ۵، النساء:۳۱۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ‎o‏ (سورۂ کہف:۱۸/۱۰۸)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لاتے اور نیک کام کرتے ہیں تیار ہیں ان کے لیے بہشتیں فردوس کی مہمانیاں، ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں وہ لوگ اس سے تبدیل مکان نہ چاہیں گے۔

پس جب قرآن سے متحقق ہوا کہ مقام محمود ثمرہ ہے نمازوں کا اور دارالجزا روزِ قیامت ہے تو اب اس کو عزتِ دنیاوی مدنی پر محمول کرنا جس کو پادری صاحب مطابق قرینہ قرآنی عین انصاف اور قرین قیاس سمجھ رہے ہیں خلاف منطوقِ قرآنی و برعکس سیاق وسباقِ کلامِ ربانی ہے۔اور عموماً لفظ بنا بر تعظیم کے ہے یعنی قیامت کے دن آپ کو ایسے معظم مقام پر قیام ہوگا جہاں سب ادنیٰ سے اعلیٰ تک آپ کے ثنا خواں ہوں گے۔موضح القرآن میں 'مقاماً محموداً' کے نیچے لکھا ہے :

فائدہ: یعنی نیند سے جاگ کر قرآن پڑھا کر یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو بڑا مرتبہ دینا ہے وہ تعریف کا مقام، مقام ہے شفاعت کا جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو چھڑائیں گے تکلیف سے۔انتہیٰ

جب آپ کی شفاعت سے ساری خلقت تکلیف سے چھوٹی تو اس لیے اس شفاعت کا نام 'شفاعت کبریٰ' رکھا گیا۔اور یہ بھی واضح رہے کہ پادری صاحب نے عبارت بیضاوی کا ماقبل مابعد حذف کر کے صرف ایک درمیانی فقرہ نقل کیا اور اس کو منافی مقام شفاعت سمجھ لیا حالانکہ تمام عبارت بیضاوی متعلقہ اس مقام کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مقام محمود مقام شفاعت ہے :

قال البیضاوی فی تفسیر قولہٖ تعالی عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا: مَقَامًا یَحْمَدُهُ الْقَائِمُ فِیْهِ وَكُلُّ مَنْ عَرَفَهٗ وَ هُوَ مُطْلَقٌ فِیْ كُلِّ مَقَامٍ یَتَضَمَّنُ كَرَامَةً وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ . الخ

یعنی فرائض اورنوافل کے ادا سے قریب ہے کہ اٹھائے گا تجھے خدا یعنی بعد الموت ایسے مقام میں کہ جہاں تیری تعریف کریں گے سب کھڑے ہونے والے اس مقام کے اور

ہر جان پہچان تمہارے اور یہ مقام ہر کرامت والے مقام کو عام ہے اور مشہور یہی ہے کہ بے شک یہ مقام شفاعت کا ہے۔

پس جب بیضاوی خود اقرار بتا کید بسیار کرتا ہے کہ یہ مقام شفاعت ہے تو اس کی عبارت کے ماقبل مابعد کو حذف اور ایک درمیانی فقرہ کو اخذ کر کے نفی شفاعت کرنا ایسا کام ہے کہ ادنی دانش مند بھی اس کو دیکھ کرنا پسند کریں گے۔ اور بیضاوی کیا دوسرے مفسرین بھی اس مقام پر شفاعت کا اقرار کر رہے ہیں اس لیے کہ لفظ مقام اور قیام بموجب قرینہ قرآنی کے صاف بتا رہا ہے کہ یہ معاملہ قیامت میں ہوگا اگرچہ یہ قرینہ بہت سی آیات سے ثابت ہے مگر شہادۃً ایک آیت سورۂ زمر (۲۴س)(اپ)(۴ر) کی لکھی جاتی ہے :

وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیۡہِ اُخۡرٰی فَاِذَا ھُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ ○ (سورۂ زمر:۶۸/۳۹)

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور میں پس بے ہوش ہو جائیں گے آسمان والے اور زمین والے مگر جس کو خدا چاہے پھر پھونکا جائے گا صور میں دوبارہ پس ناگاہ وہ کھڑے ہوں گے دیکھتے یا انتظار کرتے۔

اب دوسری تفسیروں کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں: تفسیر مدارک میں مقامِ محمود کے بیان میں لکھا ہے:

وَ ھُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَۃِ عِنۡدَ الۡجَمۡھُوۡرِ .

یعنی مقام محمود شفاعت کا مقام ہے جمہور کے نزدیک۔

اور تفسیر جلالین میں ہے :

[عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا] یَحۡمَدُکَ فِیۡہِ الۡاَوَّلُوۡنَ وَالۡآخِرُوۡنَ وَ ھُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَۃِ فِی فَصۡلِ الۡقَضَاءِ فِی الۡاٰخِرَۃِ .

یعنی مقام محمود وہ جگہ ہے جہاں تعریف کریں گے سب اولین و آخرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ شفاعت کا مقام ہے فصل قضا میں قیامت کے دن۔

اور تفسیر حسینی میں ایسا ہی تفصیل وار لکھا ہے۔ پس اب ان سارے منقولات سے عموماً اور ان چاروں تفاسیر سے جن سے پادری صاحب نے سوال ۸ میں سند پکڑی ہے خصوصاً ثابت ہو گیا کہ

مقام محمود مقام ہے شفاعت کبریٰ کا جو مخصوص ہے بذاتِ سرور کائنات خلاصۂ اولاد آدم سبب ایجاد ہژدہ ہزار عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللّٰھُمَّ إنا آمنا به صلی اللّٰه علیه وسلم و لم نره فمتعنا اللهم فی الدارین برؤیته وشفاعته و ثبت قلوبنا علی محبته وارزقنا الاعتصام بالنور الذي أنزلته علیه واستعملنا علی سنته و توفنا علی ملته واحشرنا فی زمرته الناجیة و حزبه المفلحین آمین یا رب العلمین آمین امین .

سوال-۷

سورۂ بقر کے ۳۴ رکوع میں ہے: من ذا الذی یشفع عنده إلا باذنه اس مقام پر شفاعت کے باب میں آنحضرت کی نسبت وجہ خصوصیت کس طرح قرآن سے پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ہی اذن ہوگا دوسرے کو نہیں؟۔

جواب (۱)

پانچویں سوال کے جواب میں آپ کی ماذونیت شفاعت کے دلائل اور چوتھے سوال کے جواب میں آپ کی شفاعت کبریٰ کی مخصوصیت کی سندیں قرآن سے لکھی گئی ہیں اور دوسرے شفعا کی شفاعت سے کوئی اہل اسلام انکار نہیں کرسکتا ہے بلکہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماذون الشفاعت ہیں اور شفاعت کبریٰ آپ سے مخصوص ہے اور دوسرے شفعا بھی علیٰ حسب المراتب شفاعت کریں گے چنانچہ جواب سوال ۳، ۴، ۵ میں مفصلاً بیان ہو چکا ہے۔ **من شاء فلینظر ثمّه .**

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ لفظ قرآن سے تخصیص نہیں مگر بالاجماع وحدیث مطلب تمام ہوتا ہے۔
پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۷ کا جواب بہت درست ہے یعنی قرآن سے آنحضرت صلعم کی تخصیص نہیں نکلتی مگر اجماع اور حدیث کلام اللہ نہیں ہے جس کی بات کا اعتبار ہو۔۱۲

سوال-۸

سورۂ والضحیٰ میں ہے:و لسوف یعطیک ربک فترضی خدا تجھے دے گا تو راضی ہو گا۔جلالین میں ہے: آخرت میں اچھی چیزیں دے گا۔تفسیر بیضاوی میں ہے: کمال نفس اور غلبۂ دین دے گا۔تفسیر حسینی میں ہے: مرتبۂ شفاعت دے گا۔تفسیر مدارک میں ہے: ثواب اور مقام شفاعت۔پس اس عام بات سے خاص مرتبۂ شفاعت کس قرآنی آیت کی برانگیختگی سے سمجھا جاتا ہے؟۔

جواب(۱)

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب پادری صاحب کے سوال کے جواب میں یہ ہے: کسی تفسیر کی عبارت منافی دوسری تفسیر کے نہیں ہے اور جمع سب کا مدارج دنیوی واخروی میں ہے واجمع اکمل چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے:

سیعطیک ربک فی الاخرة من الشفاعة والحوض و سائر انواع الکرامة فیک و فی امتک ما ترضی به .

اورتفسیر صافی میں ہے:**عن الصادق قال یعطیک من الجنة العارة .**

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے:سوال ۸ کا جواب یہ ملا کہ کسی تفسیر کی عبارت منافی دوسری تفسیر کی نہیں ہے یہ کیسی بات ہے۔کیا آپ کے نزدیک الفاظ غلبۂ دین،کمال نفس،آخرت میں اچھی چیزیں،ثواب،مقام شفاعت وغیرہ مرادفات ہیں۔ان سب لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں، یہ ہرگز نہیں ہے بے شک مختلف معنی ہیں اور تفسیروں میں منافیات ہے اور فعل **یعطیک** ایک مفعول جومحذوف ہے اس کی تعیین کلام کے سیاق سے نہیں ہوسکتی ہے اور حدیث کا حاشیہ غیر معتبر بات ہے۔

حقیر کہتا ہے کہ متن میں ان تفاسیر سے اثبات شفاعت کا کیا گیا ہے اور حدیث کا حاشیہ غیر معتبر نہیں ہے بلکہ منصف کے نزدیک اناجیل اربعہ سے بڑھ کر معتبر ہے،اگرچہ احادیث متعلقہ جوابات رسالہ ہذا کا ماننا پادری صاحب پر بموجب ان کے اقرار کے واجب ہے جیسا کہ متن میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔تاہم جواب ان پانچ اعتراضات کا جو پادری صاحبان احادیث پر کیا کرتے ہیں اخیر رسالہ میں بھی لکھا جائے گا۔ان شاءاللہ ۱۲

اس مقام پر بھی پادری صاحب نے تفاسیر اربعہ کی عبارات کے ترجمہ میں تھوڑے فقرہ کا ترجمہ کر کے اپنا خیالی مطلب ثابت کیا اور اس آیت کو بانقل ترجمہ فقرۂ عبارات تفاسیر منافی مرتبۂ شفاعت سمجھ لیا حالانکہ اسی آیت سے بموجب تفسیر اور بیان ان چاروں تفسیروں کے مرتبۂ شفاعت ثابت ہے۔ کیونکہ تفسیر مدارک و حسینی سے تو خود پادری صاحب مرتبۂ شفاعت نقل کر چکے ہیں۔اب بیضاوی وجلالین کی عبارت لکھی جاتی ہے :

فی البیضاوی [و لسوف یعطیک ربک فترضی] وَعُدٌ شَامِلٌ لِمَا اَعْطَاهُ مِنْ کَمَالِ النَّفْسِ وَ ظُهُوْرِ الْاَمْرِ وَاِعْلَاءِ الدِّیْنِ وَ لِمَا ادَّخَرَ لَهُ مِمَّا لَا یَعْرِفُ کُنْهَهُ سِوَاهُ تَعَالٰی .

یعنی یہ آیت وعدہ شامل ہے ان چیزوں کو جو خدا نے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال نفس وظہور حکم واعلاے دین سے دے دی ہیں اوران چیزوں کو جو خدا نے آپ کے لیے آخرت کا ذخیرہ رکھا ہے اوروہ ذخیرہ آخرت کا ایسا ہی ہے کہ اس کی کُنہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے

پس اظہر من الشّمس ہے کہ وعدۂ اُخروی رفع درجات اور شفاعت کا ہے۔

اورجلالین میں ہے :

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخَیْرَاتِ عَطَاءً جَزِیْلًا فَتَرْضٰی بِهٖ فَقَالَ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَا اَرْضٰی وَ وَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ .

یعنی اور بے شک قریب تجھے دے گا تیرا رب قیامت میں اچھی چیزوں سے بھاری بخشش پس تُو خوش ہو جائے گا ساتھ اس کے پس اس آیت کے نزول پر آپ نے فرمایا کہ اب میں راضی نہ ہوں گا جب تک میری امت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے گا۔

یعنی اپنی شفاعت سے سب کو دوزخ سے نکلوا کر اور بہشت میں داخل کروا کر تب راضی ہوں گا۔

اب ہر شخص یقین کرتا ہے کہ اس عبارت سے بہت بھاری ثبوت ہے شفاعت کا کیونکہ اس میں آپ کا اقرار ہے شفاعت کا ہر چند یہ اقرار حدیث میں ہے مگر اس کا ماننا پادری صاحب پر بھی لازم ہے کیونکہ نغمۂ طنبوری میں سوال ۱۱ کے جواب الجواب میں مان چکے ہیں کہ حدیثوں کی مدد جب مقبول ہوسکتی ہے کہ کوئی نص قرآن سے پہلے دکھلاتے ۔انتھی

چونکہ جواب سوالات ۳، ۴، ۵ میں آیاتِ مثبتہ شفاعت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھی گئی ہیں تو اب ان پر اس حدیث کا بھی تسلیم کرنا فرض اور واجب ہو گیا اور نیز وہ آیات مذکورہ بالا جو نص ہیں شفاعت کے ثبوت میں اس آیت کو مرتبۂ شفاعت پر حمل کرنے کے لیے برانگیختگی کر رہے ہیں اور خصوص وللاٰخرۃُ خیرٌ لکَ منَ الاوْلیٰ جو ماقبل اسی آیت کے ہے ہزار زبان سے شفاعت پر حمل کرنے کے لیے ناطق ہے، اس لیے کہ مغفرت اخروی آپ کی تو یقینی ہے صرف امت کا غم دامن گیر تھا اب اس وعدہ نے جو بھاری امیدواری کا ہے اس سے بھی سبک دوش کر دیا تو اس پر آپ نے فرمایا کہ إذا لا أرضی و واحدٌ من أمتی فی النار۔

اب حق طلبی اور انصاف ورزی کا یہی تقاضا ہے کہ پادری صاحب شفاعت قرآنی کا انکار نہ فرمائیں گے بلکہ اپنے اقرار کا اشتہار کرائیں گے خدائے کریم انصاف عطا فرما کر سیدھے راستہ پر چلا دے اور میری اس مخلصانہ عرق ریزی اور بے غرضانہ دل سوزی کو سبب اصلاح وفلاح کا فرما دے۔ إنه علی کل شیی قدیر و بالاجابة جدیر .

سوال-۹

عصمت انبیا کے کیا معنی ہیں؟ آیا پیدائش سے موت تک ان کا گناہ میں پڑنا ناممکن ہے، یا نبوت کے بعد گناہ نہیں کر سکتے، یا کوئی اور معنی عصمت انبیا کے ہیں؟۔

جواب (۱)

محققین اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کی عصمت کے یہ معنی ہیں کہ انبیا علیہم السلام کبھی معاصی میں نہیں پڑتے ہیں اور کوئی کام خلافِ مرضی حق تعالیٰ نہیں کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں ان کے اور فرشتوں کے حق میں فرمان ہیں :

عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ ٥ (۲)

چنانچہ ترجمہ ان کا تیسرے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ امام ابوشکور سالمی نے تمہید عقائد میں اور حضرت عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان اور ان کے سوا دوسروں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔(۳)

باقی رہا یہ کہ پادری صاحب جواب الجواب مجتہد صاحب میں لکھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا سارے پیغمبروں میں یہ صفت پائی نہیں جاتی ہے، سو اگر مراد یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں نبیوں کے حالات میں بعض جگہ ایسا مذکور ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ معاذ اللہ وہ گناہ گار تھے چنانچہ سوال ۱۲ کا منشا یہی ہے تو اگرچہ اس کا مفصل جواب وہاں پر تحریر ہوگا اِلَّا یہاں بھی اتنا لکھنا ضروری ہے کہ انبیا علیہم السلام نے جو کچھ کیا اچھی نیت اور نیکی کے طور پر کیا صرف ہم شکلی سے ظاہر بینوں کے مذہب پر اس کو گناہ تصور کیا جاتا ہے، ورنہ خدا کے عدل کا کب اقتضا ہے کہ گناہ گاروں کو خلقت کی ہدایت کے لیے بھیجتا۔ بھلا جو خود گنا ہی ہو، وہ لوگوں کو گناہ سے کیا باز لائے گا اور اس کی ہدایت

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: مذہب حق میں عصمت انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اول عمر سے آخر عمر تک لطف الٰہی ان کے شامل رہتا ہے اور وہ عمداً سہواً کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ نہیں کرتے ہیں۔
پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۹ کا جواب بہت درست ہے۔ یہ میں قبول کرتا ہوں بالیقین شخص معصوم وہی ہے جو اول عمر سے آخر تک کوئی گناہ صغیرہ وکبیرہ عمداً یا سہواً نہ کرے لیکن حضرت عیسیٰ کے سواء سارے پیغمبروں میں یہ صفت نہیں پائی جاتی، بہرحال معصوم کی صحیح تعریف وہی ہے جو آپ نے بیان کی ہے۔۱۲

(۲) بندے ہیں عزت والے۔ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں وہ جانتا ہے۔ پارہ ۱۷، الانبیا: ۲۷۔۲۶

(۳) چنانچہ تحفہ دستگیر یہ میں ان کتابوں کی عبارتیں مع دوسری کتابوں کے لکھی گئی ہیں۔۱۲ منہ عفی عنہ

سے کون راہِ نیک پر آئے گا۔ پیغمبری اور احکام رسانی کیا! گناہ گاری اور بے فرمانی ربانی کیا!!۔
اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بھی ایسے معاملات جو دسویں باب انجیل مرقس اور اٹھارہویں باب انجیل لوقا کی ۱۸ آیت سے اور بائیسویں، زبور کی ۱،۲ آیت اور انجیل متی ستائیسویں باب کی ۴۶ آیت سے ثابت ہے تو اس کا جواب بھی اسی طور دینے ہوں گے۔ پس انصاف سے بعید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو مستثنیٰ گنا جاتا ہے اور یہ معاملہ برخلاف کتب الہامی تعصب مذہبی کہلاتا ہے پس حق وہی ہے جو قرآن میں فرمان ہے :

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۝ (۱)

سوال-۱۰

لفظ 'صالحین' اور 'معصومین' میں کیا فرق ہے؟۔

جواب(۲)

منشا اس سوال کا ضرور ہے کہ یہی ہوگا کہ قرآن میں لفظ 'صالحین' کا اطلاق جیسا کہ انبیا پر آیا ہے ویسا ہی غیر انبیا پر ہے حالانکہ 'صالحین' عام ہے اور 'معصومین' خاص پس قرآن سے عصمت انبیا کیونکر ثابت ہوئی۔ سو یہ محض خام خیال ہے کیونکہ ہر چند عصمت انبیا کی بہت سی آیات سے منصوص ہے چنانچہ جواب سوال ۳،۹ میں ایک آیت لکھی گئی ہے مگر ان آیات سے بھی جن میں لفظ 'صالحین' کا اطلاق انبیا پر آیا ہے انبیا کی عصمت ثابت ہے اس وجہ پر کہ صلاح دو قسم ہے :

---

(۱) ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ پارہ ۳، البقرۃ: ۲۸۵

(۲) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: معنی لفظ ''معصوم'' کے سابق سے مستفاد ہوتے ہیں اور ''صلح'' کے معنی نیک کے ہیں پس نسبت دونوں میں عام وخاص مطلق کی ہے۔
پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۰ کا جواب بھی میں تسلیم کرتا ہوں۔ ضرور لفظ صلح ومعصوم میں عام وخاص مطلق کی نسبت ہے۔ معصوم خاص ہے اور صلح عام ہے۔
حقیر کہتا ہے کہ اب پادری صاحب کو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ لفظ ''صالحین'' کا اطلاق جب انبیا پر قرآن میں ہوگا تو بمعنی معصومین مراد لیے جائیں گے چنانچہ تحقیق اس کی متن میں شرح کی گئی ہے۔۱۲

ایک صلاح کامل ۔اوردوسری صلاح ناقص۔

باعتبار صلاح کامل کے جس کو'عصمت' کہتے ہیں انبیا صالحین ہیں۔سورۂ انبیا(۱۷س)(۲پ)(۲ر)میں ہے :

وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِدۡرِیۡسَ وَ ذَاالۡکِفۡلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ وَ اَدۡخَلۡنٰھُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِنَا اِنَّھُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ٥ (۱)

بیضاوی میں لکھا ہے :

اَلۡکَامِلِیۡنَ فِی الصَّلَاحِ وَ ھُمُ الۡاَنۡبِیَاءُ فَاِنَّ صَلَاحَھُمۡ مَعۡصُوۡمٌ عَنۡ کَدُرِ الۡفَسَادِ .

یعنی کاملین صلاح میں انبیاعلیہم السلام ہیں اس لیے کہ ان کی صلاح یعنی نیکوکاری پاک ہے کدورت فساد سے۔

اور نیز پہلے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے :

وَ زَکَرِیَّا وَ یَحۡیٰی وَ عِیۡسٰی وَ اِلۡیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ٥ (۲)

بیضاوی لکھتا ہے :

اَلۡکَامِلِیۡنَ فِی الصَّلَاحِ وَ ھُوَ الۡاِتۡیَانُ بِمَا یَنۡبَغِیۡ وَالتَّحَرُّزُ عَمَّا لَا یَنۡبَغِیۡ .

یعنی انبیاعلیہم السلام کامل ہیں نیکوکاری میں کہ لائق کام کرتے ہیں اور نالائق کام نہیں کرتے ہیں۔

اوراس صلاح کامل پر برانگیختگی کے واسطے وہ ہی آیت کافی ہے جو جواب سوال ۳،۴ میں لکھی گئی ہے، پس ثابت ہوا کہ انبیاپر جب اطلاق صالحین کا ہوتا ہے تو بمعنی معصومین مرادلیا جاتا ہے اور باعتبار اس صلاح کے جو انبیا کے صلاح کی نسبت ناقص ہے'صالحین' نیکوکاران امت پر بھی بولا گیا ہے۔سورۂ نسا(۵س)(۲پ)(۲ر)میں ہے :

(۱) اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو(یادکرو) وہ سب صبر والے تھے۔اورانہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہیں۔پارہ۱۷،الانبیا:۸۶۔۸۵

(۲) اورزکریااوریحییٰ اورعیسیٰ اورالیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔پارہ۷،الانعام:۸۵

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ o (سورۂ نساء:۴/۶۹)

ترجمہ: اور جو کوئی حکم مانتا ہے خدا اور رسول کا پس وہ لوگ ساتھ ان کے ہیں جن پر نعمت کی ہے اللہ نے انبیا اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سے۔

پس اس آیت میں صالحین انبیا سے چوتھے درجہ پر شمار اور کم اعتبار ہیں۔

سوال-۱۱

قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جو عصمت انبیا پر نص ہے۔سورہ اور آیت کا نشان بتلا کر وہ آیت اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں؟۔

جواب(۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: عصمت انبیا آیات عدیدہ سے مستنبط ہے مثل کریمہ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ اور بہ ضمیمہ روایات وادلہ عقلیہ مفید قطع ویقین ہیں ساتھ عصمت انبیا کے جیسا کہ تفصیل اس کی حضرت استاد علامہ نے اپنی تفسیر میں اور تحفۃ الواعظین میں تحریر فرماتے ہیں اور کتاب صولۃ علویۃ للذب عن الملۃ المحمدیۃ میں بھی باتم تفصیل ذکر فرمایا ہے اور کتاب حدیقہ سلطانیہ اور عماد الاسلام میں ہے اور من جملہ آیات کریمہ لاینال عھد الظالمین کہ پارہ اول کے آخر میں ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے: و استدل اصحابنا بھذہ الآیۃ علی ان الامام لایکون الا معصوما عن القبائح لان اللّٰہ تعالی نفی ان ینال عھدہ الذی ھو الامامۃ ظالما و من لیس معصوم فقد یکون ظالما اما لنفسہ و اما لغیرہ انتھی .

اور عماد الاسلام میں ہے :

و منھا ان النبی لو کان عاصیا فکان من الظالمین و قد قال تعالی لا ینال عھد الظالمین قال الرازی فی تفسیر کبیر المراد بھذا العھد اناعھد النبوۃ او عھد الامامۃ فان کان المراد عھد النبوۃ ثبت المطلب و ان کان عھد الامامۃ فکذلک لان کل نبی لابد ان یکون اماما یو تم بہ و یقتدی بہ فا الایۃ علی جمیع التقدیرات تدل علی ان النبی لا یکون مذنبا انتھی....

چونکہ بعض کتب اسلامیہ میں ہے کہ انبیا کی عصمت عقلی دلیلوں سے ثابت ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ انبیا مصدر گناہاں ہوئے ہیں تو شاید کسی ایسی کتاب کے دیکھنے سے پادری صاحب کو باور ہوگیا ہے کہ انبیا کی عصمت قرآن سے ثابت نہیں اس لیے اس سوال میں زور وشور سے لکھا ہے کہ سورت اور آیت کا نشان بتلا کر وہ آیت اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں۔

سوحقیر نے تو اِبتدا سے اِنتہا تک آیتوں کو پتہ وار مع ترجمہ مطابق تفاسیر معتبرہ پادری صاحب کے لکھ دیا ہے۔اب یہاں پر بھی پتہ وار لیجیے کہ ایک تو وہ آیت نص ہے عصمت انبیا پر جو جواب سوال سوم میں پتہ وار مع ترجمہ کے اور نیز جواب سوال نہم میں لکھی گئی ہے جس میں یہ ارشاد ہے :

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ٥ (۱)

اس جگہ فعل'' **یعملون**'' پر'' **بامرہ**'' مفعول کو مقدم کرنے سے جو حصر نکلے تو اس نے صراحتاً یہ بات ثابت کر دی کہ انبیا اور فرشتے حکم الٰہی کے ہی مطابق کام کرتے ہیں خلاف مرضی مولیٰ تعالیٰ قدم نہیں دھرتے ہیں۔یہاں پر اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ بعض تفاسیر مشہورہ میں یوں لکھا ہے کہ جب خزاعہ نے کہا تھا کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں تب خدا نے ان کے رد میں یہ فرمایا تھا:

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ٥ (۲)

(بقیہ)....اور علاوہ اس کے اور بہت سی آیات ہیں کہ دلالت مطلوب پر رکھتی ہیں اور تفصیل ان کی عماد الاسلام میں مرقوم ہیں۔

جواب الجواب پادری صاحب کا تمام نہیں لکھا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں سے جو مجتہد صاحب استنباط عصمت کیا ہے ان کا جواب پادری صاحب نے درست دیا ہے کہ ان سے عصمت منصوص نہیں مگر جو اس جواب الجواب کے اخیر میں آیت **انہ کان ظلوما جھولا** کو حضرت آدم کے حق میں لکھا ہے یہ محض ان کی ناحق بات ہے کیونکہ یہ آیت ایک کافر کے حق میں ہے۔حضرت آدم تو علم میں سب فرشتوں سے بڑھ کر مسجود ملائکہ ہیں ان کو خدا'' **جھول**'' کیوں کر کہے گا اور جب ان کے زلہ کو خدا نے بخش دیا پھر ان کو'' **ظلوم**''کہنا جیسا کہ جواب سوال ۱۳ میں مفصل ذکر اس کا آئے گا۔۱۲

(۱) اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں وہ جانتا ہے۔پارہ ۱۷،الانبیا:۲۷

(۲) اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا۔پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے۔پارہ ۱۷،الانبیا:۲۶

سواس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیتیں ملائکہ کے حق میں ہیں انبیا اس میں کیوں شامل کیے جاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں تفاسیر میں یہ بھی لکھا ہے :

اِنَّ الْعِبْرَةَ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ .

یعنی اعتبار عموم الفاظ پر ہے خصوصیت سبب نزول کا کچھ اعتبار نہیں۔

یعنی اس میں انحصار نہیں پس متحقق ہو گیا کہ اگرچہ سبب نزول اس کا حاصل ملائکہ میں مگر عموم لفظ ولد کا اعتبار کر کے انبیا پر بھی حاوی ہے، کیونکہ جیسا کہ کفار ملائکہ کو بیٹیاں کہتے ہیں ویسا ہی انبیا کو بیٹے مانتے ہیں۔ **كما مر ثبوته مفصلا في جواب السوال الثالث .**

پس بموجب منشا قرآن کریم کے یہ ارشاد انبیا اور ملائکہ دونوں کے حق میں وارد ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ انبیا کو عصمت نے ہی ملائکہ سے بڑھا دیا ہے، اس لیے کہ ان کی عصمت باوصف تقاضا ہاے بشریت کے اقویٰ ہے ان کی عصمت سے کمالا یخفیٰ۔

اور دوسری وہ آیتیں سند ہیں عصمت انبیا پر جن میں انبیا کو 'صالحین' فرمایا ہے اور معتبر مفسروں نے ان کے معنی میں عصمت یعنی 'صلاح کامل' مراد رکھ کر اس کی سند میں یہ قاعدہ کلیہ اُصولیہ کہ **اَلْمُطْلَقُ يَنْصَرِفُ اِلَى الْفَرْدِ الْكَامِلِ** سنایا ہے جیسا کہ کچھ مختصر ذکر اس ثبوت عصمت کا جواب سوال ۱۰ میں تحریر ہوا ہے۔ **فتذكر .**

اور تیسری آیت سورۂ انبیا (۱۷س)(۲پ)(ار) میں ہے :

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ٥ (سورۂ انبیاء:۲۱/۷۳)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا انبیا کو پیشوا کہ ہدایت کرتے ہیں لوگوں کو ہمارے حکم سے اور ہم نے حکم بھیجا ان کی طرف اچھے کاموں کا اور اقامت نماز کا اور دینے زکوۃ کا اور تھے وہ سارے نبی ہماری ہی بندگی کرنے والے۔

اس آیت کی تینوں صفات انبیا علیہم السلام سے ثابت ہیں کہ انبیا خدا کی بے فرمانی سے پاک ہیں کیا معنی کہ اول تو وہ سب لوگوں کے پیشوا اور ہادی اور رہنما ہیں۔ دوسرا ان کو خدا سے اچھے کاموں کا حکم ہے۔ تیسرا وہ خاص خدا کی عبادت کرنے والے ہیں اور اسی سورہ (۱۷س)(۲پ)

(۲ر) میں ہے :

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ o (سورۂ انبیاء:۹۰/۲۱)

یعنی تحقیق وہ سارے نبی تھے چالاک نیکیوں میں۔

پس کب ممکن ہے کہ جن کی خدا تعالیٰ ایسی صفات کرے تو وہ خلاف مرضی خدا کوئی کام کریں اور گناہ میں پڑیں۔

اور چوتھا آیات مثبتہ عصمت یہ ہیں۔ سورۂ عمران (۳س)(۳پ)(۲ر) میں ہے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ o (سورۂ آل عمران:۳۱/۳)

ترجمہ: کہہ دے یا محمد (ﷺ) اگر تم دوست رکھتے ہو خدا کو تو میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا۔

اور سورۂ احزاب (۲۱س)(۴پ)(۳ر) میں ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ o (سورۂ احزاب:۲۱/۳۳)

ترجمہ: تحقیق ہے تمہارے لیے پیغمبر آخر الزمان کے احوال میں اچھی پیروی۔

ان دونوں آیتوں میں تمام مکلفین کو حکم ہے کہ ہر وجہ اور ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔

پھر سورۂ الذّٰریٰت (۲۷س)(۱پ)(۲ر) میں ہے :

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ o (سورۂ ذاریات:۵۶/۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے جن اور آدمیوں کو پیدا نہیں کیا مگر اپنی عبادت کے واسطے۔

اور سورۂ لم یکن (۳۰س)(۴پ) میں ہے :

وَ مَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ o (سورۂ بینہ:۵/۹۸)

ترجمہ: اور لوگ حکم نہیں کیے گئے مگر یہ کہ خدا کی عبادت کریں خالص رکھنے والے اس کے لیے دین۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہے کہ مکلفین کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ اپنے معبود واحد

حقیقی کی عبادت کریں۔اورسورۂ مریم(۱۶س)(۲پ)(۲ر)میں ہے :

اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا o (سورۂ مریم:۱۹/۴۴)

ترجمہ: تحقیق شیطان خدا کا بےفرمان ہے۔

اورسورۂ تحریم(۲۸س)(۴پ)(۵ر)میں ہے :

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ o (سورۂ تحریم:۶۶/۶)

ترجمہ: اور فرشتے خدا کے حکم کی بے فرمانی نہیں کرتے ہیں اور جو حکم ہوتا ہے سو بجا لاتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے متحقق ہوا کہ شیطان کو طغیان وعصیان اور ملائکہ کو اطاعت واذعان فرمان لازم ہےاوراکثر مکلفین کا یہ حال ہے :

خَلَطُوْا عَمَلاً صٰلِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا o (سورۂ توبہ:۹/۱۰۲)

ترجمہ: ملایا اچھے کاموں کو بُرے کاموں سے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آدمی کی جبلت میں طغیان اوراذعان فرمان دونوں سے پارہ پارہ رکھا گیا ہے۔کبھی مصدر خیر اور کبھی مصدر شر ہوجا تا ہے۔پس ان ساری آیتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ ذاتِ ملکی صفاتِ سرورکائنات علیہ الصلوۃ شائبۂ شیطانی سے جو مصدرِ عصیاں ہے مبرا اور پاک ہے، عصمت میں طاق ہے کہ آپ کی پیروی اور اتباعِ مطلق سے وہ لوگ جو مصدرِ خیر وشر ہیں محبوبِ جناب رب العالمین ہوجاتے ہیں۔یہاں تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان تھا۔

اب دوسرے نبیوں کی عصمت کا ثبوت سنیئے کہ سورۂ انعام(۷س)(۴پ)(۲ر)میں ہے یعنی بعد ذکر انبیا علیہم السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد ہوا ہے :

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ o (سورۂ انعام:۶/۹۰)

ترجمہ: یہ سب پیغمبر وہ ہیں کہ خدا نے ان کو ہدایت کی پس ان کی ہدایت کی تو پیروی کر۔

اب اس آیت میں آپ کو اگلے سب نبیوں کی ہدایت کی پیروی کا امر ہے تو اس سے دریافت ہوا کہ پہلے سارے نبی بھی معصوم ہیں، ورنہ غیر ممکن ہے کہ نبی معصوم کو غیر معصومین کی ہدایت کی اقتدائے مطلق کا حکم ہوتا۔

فثبت أن الأنبياء عليهم السلام كلهم معصومون لايعصون اللّٰه ما أمرهم و يفعلون ما يؤمرون .

یہاں پر محفوظ رہے کہ اگلے سارے نبی جناب الٰہی سے آں سرور علیہ السلام کی فرماں برداری اور ایمان سے مددگاری پر مامور ہیں جیسا کہ چوتھے سوال کے جواب میں قرآن سے لکھا گیا ہے، اور آپ کو آپ کی ہدایت یعنی توحید کی اقتدا کا حکم ہوا ہے، پس آپ گویا ان کے مصدق ہیں جیسا کہ اسی آیت میں 'مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ' فرمایا ہے فلا محذور۔(تو اب کوئی تناقض نہیں)۔

اور پانچویں آیت سورۂ جن(۲۹س)(۳پ)(۲ر) میں ہے :

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ o (سورۂ جن:۲۶/۲۷-۲۷)

ترجمہ: خداغیب دان ہے پس اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول کو کہ اس کا پسندیدہ ہے۔

اس آیت میں 'ارتضی' کو مطلق اور عام لاکر 'من رسول' اس پسندیدہ مطلق کا بیان فرمایا ہے تو ثابت ہوا کہ تمام اخلاق و ملکات وقوی واعمال وافعالِ رسولان پسندیدۂ خدا ہیں۔ کیونکہ اگر کچھ ان سے پسندیدہ اور مرضی خدا ہوں اور بعض خلاف مرضی و ناپسندیدہ ہوں تو ارتضاے مطلق باطل ہو جاتا ہے، پس محقق ہوا کہ انبیا ہر گناہ سے معصوم ہیں اس لیے کہ سارے کام ان کے پسندیدہ خداے قیوم ہیں۔

اب یہاں پر ایک اور بات لائق سمجھنے کے یہ ہے کہ ان ساری آیاتِ محکمات سے یہ ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام معصوم ہیں، بدیں معنی کہ ان کی سرشت میں وہ قوت ہی نہیں کہ جس سے مصدر عیاں ہوں اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عصیانِ خارجی بھی ان کی ذوات کا معروض نہیں ہوسکتا جیسا کہ پانی کے مزاج اور سرشت میں گرمی نہیں سردی ہے مگر ممکن ہے کہ حرارتِ خارجی عارض ہو کر اس کو گرم کردے۔ایسا ہی انبیا علیہم السلام اپنی سرشت کی رو سے ممکن نہیں ہے کہ گناہ کریں مگر یمکن کہ خارج سے کوئی گناہ ان کے احوال کا عارض ہو جائے، لیکن باوصف اس امکان کے بھی عروضِ عصیاں سے محفوظ ہیں، جیسا کہ سورۂ یوسف (۱۲س)(۴پ)(۲ر) میں ہے :

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ o

(سورۂ یوسف:۱۲/۲۴)

ترجمہ: ایسا ہی عصمت پر ثابت رکھا تاکہ ہم دُور کریں یوسف سے بدی اور بدکاری کو کیونکہ تحقیق وہ ہمارے خالص بندوں میں سے ہیں۔

یہ آیت جیسا کہ امکانِ عروضِ عصیاں پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر امکان نہ ہوتا تو صرف یعنی روکنا کس کام آتا ویسا ہی عروضِ عصیاں سے محفوظ ہونے پر بھی شاہد عدل ہے، اس لیے کہ اگر محفوظ نہ رہتے تو یہ صرف اور روکنا بے کار جاتا۔

الغرض انبیا علیہم السلام ہر گناہ سے معصوم ہیں کہ ان کی عصمت قرآن سے بخوبی منصوص ہے اور عقل بھی اس باب میں تابع نقل ہے۔کیا معنی کہ عقل سلیم کب تسلیم کرتی ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے واسطے مبعوث ہو اور خود گناہوں سے نہ رکے اور یہی سبب ہے کہ بعض تفاسیر وغیرہ دینی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ انبیا کی عصمت دلائل عقلیہ سے ثابت ہے۔یعنی اس سے یہ مراد نہیں کہ صرف عقل سے ثابت ہے جیسا کہ بادی النظر میں شبہ پڑ جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عصمت انبیا اگرچہ نقلاً ثابت ہے عقلاً بھی متحقق ہے یعنی عقل کو اس نقل کی تسلیم میں کچھ دقت عارض نہیں ہوتی ہے۔

فالحمد للّٰه الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لو لا أن هدانا اللّٰه

سوال-۱۲

قرآن میں لفظ عصیاں وذنب بعض پیغمبروں کی نسبت مرقوم ہے اور بعض کبیرہ گناہ جیسے قتل کذب اَمر شکنی کا بھی ذکر بعض پیغمبروں کی نسبت لکھا ہے: مثل آدم کا امر شکنی کرنا۔موسیٰ کا قبطی کو قتل کرنا۔ابراہیم کا یہ جھوٹ بولنا کہ میں بیمار ہوں، یا آنحضرت کا غفرانِ ذنوب ہونا جیسا کہ مذکور ہے، اور اس کی تاویل یوں کرنی کہ ترکِ اولی اور زلات کا بیان ہے۔ پس کون سی قرآنی آیت ہے جس کے سبب یہ تاویل کی جاتی ہے؟۔

جواب(۱)

اول اس مقام پر دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں جن کے ذریعہ سے اس سوال کا جواب بسہولت ذہن نشین ہو جائے گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر کام ہیں ان کی دو جہتیں اور دو

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ سب آیتیں مأوّل ہیں اور تاویل ان کی تمام کتب کلامہ میں بہ بسط مذکور ہے اور تاویل ان کی ترک اولیٰ ہے اور باعث تاویل جمع بین الادلہ ہے اور مویداس کی احادیث صحیحہ مستفیضہ اور دلیل عقلی اور اجماعِ محققہ فرقہ حقہ ہے اور تفصیل اس کی کتبِ مبسوط میں مثل حدیقہ سلطانی اور عماد الاسلام وغیرہ کی ہے: من شاء فليرجع إليه اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص ادنیٰ کی تحریر میں اگر ایک امر منافی دوسرے کے ہو تو صاحب عقل سلیم جزم نہ کرے گا تناقض پر بلکہ حتی الوسع وہ معنی لیے جائیں گے کہ برخلاف تصریح مصنف کے سابق میں نہ ہوں اس واسطے کہ کوئی عاقل ہوشیار ایسا نہیں کہ اس کی بات میں ثبات نہ ہو کبھی کچھ کہے کبھی کچھ پس بقرینہ سیاق وسباق کلام اس کا محمول ایسی وجہ پر ہوگا کہ تناقض لازم نہ آئے چہ جائیکہ کلام الٰہی پس اس میں بطریق اولیٰ وجوہ جمع منطبق ہوں گی اور علم اصول کا فل طرق جمع ہے منشاء فلیرجع الیہ البتہ جس مقام پر جمع نہ ہو سکے بوجہ من الوجوہ تو وہاں پر اثبات تناقض ناگزیر ہوگا واذ لیس فلیس۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۲ کا جواب بالکل نادرست ہے۔ سوال یہ تھا کہ ایسے ایسے مضمون جو بعض پیغمبروں کی نسبت قرآن میں لکھے ہیں اور ان کی تاویل ترک اولیٰ کی جاتی ہے وہ کون سی آیت ہے جس کے سبب سے یہ تاویل کی جاتی ہے۔ جواب یہ ملا کہ یہ آیتیں سب ماؤل ہیں اور تاویل ان کی الخ۔ آپ کے جواب کی ساری تقریر صراحۃً یا اشارۃً سوال میں مذکور ہے۔ پھر جواب نے کیا فائدہ بخشا۔ وہ قرآنی آیت جو سوال میں مطلوب ہے اُس کا کیا جواب ہوا۔ ظاہر ایسا ہے کہ اس قسم کی آیت قرآن میں کوئی نہیں ہے۔ صاف کہا چاہیے کہ ایسی آیت کوئی نہیں ہے۔ اور جو فرمایا کہ باعث تاویل جمع بین الادلہ ہے۔ اور احادیث واجماع اور عقل اس کی مؤید ہے اور یہ کہ تناقض کلام رفع کے واسطے تاویل کی جاتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں قرآن کے درمیان تناقض پایا نہیں جاتا ہے، البتہ اجماعِ امت اور قرآن کے درمیان تناقض پایا جاتا ہے، کیونکہ قرآن میں عصمت انبیا کا ذکر نہیں ہے بلکہ جگہ جگہ عدم عصمت انبیا کا ذکر ہے اس مسئلہ میں وہ اپنے درمیان تناقض نہیں دکھلاتا ہے مگر اجماع امت جو آدمیوں کا حکم ہے وہ قرآن کے ساتھ تناقض پیدا کرتا ہے پس اس واہیاتِ تناقض کے سبب قرآن میں تاویل کر کے تحریف معنوی کیوں کی جاتی ہے اور اس اجماع کو باطل کیوں نہیں سمجھتے جو قرآن کے ساتھ متناقض ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ آیات عصمت کی اوپر گزر چکی ہیں اور جواب اس کا متن میں لکھا گیا ہے اس کو دیکھ کر تسلی ہو جائے گی۔۱۲

طرفیں ہوتی ہیں: ایک تو نیت اور مبادی جس کو مصدرِ افعال کہا جاتا ہے۔ دوسری پیکر و ہویت جو مظہر افعال کہلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مصدر ایک طور پر نہیں ہوتے ہیں۔

ایک کام کی شکل تو ایک ہی ہوتی ہے مگر نیتیں یعنی مصادر مختلف، اس لیے دیکھنے والا اس کام کا غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ کیا معنی کہ جس نیت سے وہ کام کیا گیا ہے برخلاف اس کے دوسری نیت سے سمجھ لیتا ہے۔ چنانچہ پیکر نماز جو قیام رکوع سجود قعود میں منحصر ہے اگرچہ غالبًا بہ نیت خلوص للہ پڑھی جاتی ہے مگر ریا وسمعہ وغیرہ نیاتِ فاسدہ سے بھی اَدا کی جاتی ہے۔ سو جب کوئی نماز ریا کو بھی دیکھے گا تو اخلاص پر کہ اکثر مقصود یہی ہوتا ہے حمل کرے گا اور اس کو عبادت سمجھے گا حالانکہ نمازِ ریا طاعت و عبادت نہیں ہے۔

اسی طور سے بعض کام جن کی پیکر اور شکل خاص علاقہ عصیاں سے رکھتی ہے جیسا کہ کسی کو گالی دینا، کسی کا جانی مالی نقصان کرنا، کسی سے دست بگریباں ہونا کبھی کبھی نیک نیتی اور کسی مصلحت کے واسطے سرزد ہو جاتے ہیں پس دیکھنے والا بحسب ظاہر ان کو گناہ تصور کر لیتا ہے حالانکہ نیت نیک کے سبب سے وہ گناہ نہیں ہوتے ہیں۔

ومن ہذا القبیل ہے کہ بعض نرم مزاجوں نے جہادِ کفار کو ہم رنگ کشت وخون فساد وعناد تصور کر کے اسلام پر حرف رکھا ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ عنادِ دنیوی نفسانی جو گناہ ہے اور چیز ہے اور بغض للہ جو صواب وموجبِ اجر بے حساب ہے اور شے ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مدارِ کاروبارِ بنی آدم نیات پر ہے، حسن وقبحِ صوری کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ سو اگر نیتوں میں کچھ قباحت ہے جیسا کہ عناد تکبر وہوا وہوس سے کوئی اچھی شکل کا کام بھی پیدا ہوگا تو وہ عنداللہ مذموم اور گناہ کہلائے گا۔ اور اگر نیت نیتی وخیر اندیشی سے کوئی بُری شکل کا کام بھی واقع ہوگا تو وہ خدا کے نزدیک صواب اور سبب اجر وثواب ہو جائے گا۔ اب اس کی مثال قرآن مجید سے لکھی جاتی ہے۔ سورۂ کہف (۱۵س) کے اخیر اور (۱۶س) کے ابتدا قصہٴ ملاقات حضرت موسیٰ و خضر علیٰ نبینا وعلیہم السلام میں ارشاد ہے:

حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ۝ (سورۂ کہف:۱۸/۷۱)

ترجمہ: تا کہ جب دونوں یعنی موسیٰ وخضر کشتی میں سوار ہوئے خضر نے کشتی میں سوراخ کر دیے موسیٰ نے کہا کیا سوراخ کیا ہے کشتی میں تا کہ لوگوں کو غرق کر دے بے شک تو بُری چیز لایا۔

پھر اس کے جواب میں یہ فرمایا :

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ٥ (سورۂ کہف:۷۹/۱۸)

ترجمہ: لیکن کشتی پس تھی مسکینوں کی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے پس میں نے چاہا کہ اس کو معیوب کر دوں اور تھا ان کے پرے ایک بادشاہ کہ پکڑتا تھا بے عیب کشتیوں کو چھین کر۔

اور پھر لکھا ہے :

حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ٥ (سورۂ کہف:۷۴/۱۸)

ترجمہ: تا کہ جب وہ دونوں ملے ایک لڑکے کو پس خضر نے اس کو مار ڈالا، موسیٰ نے کہا کیا تُو نے بے گناہ آدمی کو قتل کر دیا بے شک بہت بُری بات کی۔

پھر اس کے جواب میں یوں فرمایا :

اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ٥ (سورۂ کہف:۸۱/۱۸)

ترجمہ: لیکن لڑکا پس تھے اس کے والدین مومن پس ہم ڈرے کہ گرفتار کرے گا وہ ماں باپ کو سرکشی اور کفر میں پس چاہا ہم نے کہ ان کا رب انہیں بدلہ دے اچھا اس لڑکے سے اور بہت مہربان۔

پس اب اگر چہ اس تحریر سے جواب سوال ۱۲ کا مستفاد ہو گیا ہے، اِلَّا تا ہم کچھ اختصار کے طور پر علاحدہ کر کے بھی لکھا جاتا ہے تا کہ شبہ بکلی رفع ہو جائے اور معترض کو تسلی کلی حاصل آ ئے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت آدم کے باب میں جو امر شکنی متصور ہوا اس کا یہ حال ہے کہ جب ان کو حکم ہوا :

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ o (سورۂ بقرہ:۳۵/۲)

یعنی تم دونوں میاں بیوی اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ۔

تو اس پر شیطان نے ان کو کہا کہ یہ درخت ایسا ہے کہ جس کے کھانے سے تم ہمیشہ خداوند کے حضور میں رہو گے :

هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْکٍ لَّا یَبْلٰی o (سورۂ طٰہٰ:۱۲۰/۲۰)

یعنی کیا میں تمہیں راہ دکھاؤں ہمیشگی کے درخت اور ملک غیر فانی پر۔

پھر اس پر خدا کی قسم بھی یاد کر دی۔

وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّی لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ o (سورۂ اعراف:۲۱/۷)

ترجمہ: اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ تحقیق میں تمہاری نصیحت کرنے والے یعنی خیر خواہوں میں سے ہوں۔

پس اس پر حضرت آدم نے خداوند کریم کی ہمیشگی حضور کو پسند کر کے اور شیطان کی قسم پر اعتبار لا کر ایک شجرۂ منہیہ چھوڑ دیا اور دوسرے اس قسم کے درخت کا دانہ کھا لیا، تو اب ظاہر ہے کہ یہ امر شکنی نہ تھی بلکہ جھوٹی قسم کے دھوکہ میں آ کر خدا کی محبت سے یہ کام کیا تھا۔

فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا o (سورۂ طٰہٰ:۱۱۵/۲۰)

ترجمہ: پس آدم بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

لیکن چونکہ ظاہر بینوں کے نزدیک یہ گناہ کی شکل تھی اس لیے باری تعالیٰ نے بھی اس کو گناہ کے لفظ سے یاد فرمایا :

وَ عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی o (سورۂ طٰہٰ:۱۲۱/۲۰)

اور آدم بے فرمان ہوا اپنے رب کا پس راہ بھولا۔

اور بموجب اصل نیت حضرت آدم اور مع ہذا ندامت وغم کے پھر اس لغزش کو بھی بخش دیا :

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰی o (سورۂ طٰہٰ:۱۲۲/۲۰)

ترجمہ: پھر رب نے چن لیا آدم کو پس اس پر رجوع کیا رحمت سے اور ہدایت کی۔

اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا قبطی کو قتل کرنا اس طور پر ہوا تھا کہ وہ شخص ظالم تھا آپ نے مظلوم کی فریادرسی کر کے ظالم کو ایک مکا مارا قتل کا ارادہ ہرگز نہ تھا اور نہ مکا سے قتل مظنون تھی صرف تہدید و تادیب ظالم منظور تھی مگر اتفاقاً مکا سے وہ مر گیا :

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ٥ (سورۂ قصص:۱۵/۲۸)

ترجمہ: پس فریاد چاہی آپ کی قوم والے نے دشمن کی قوم والے پر پس موسیٰ نے ظالم کو ایک مکا مارا پس وہ مر گیا۔

اب اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ دادرسی کے قالب میں ایک امر محظور بے اختیار سرزد ہو گیا ارتکاب گناہ کبیرہ کا کیا ذکر ہے اور مع ہذا آپ نے خدا سے بخشوا بھی لیا جیسا کہ سورۂ قصص (۲۰س)(۲پ)(ار) میں اس قصہ کے ذکر کے بعد فرمادیا :

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ٥
(سورۂ قصص:۱۶/۲۸)

ترجمہ: موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تُو مجھے بخش دے پس خدا نے اسے بخش دیا تحقیق خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا 'اِنِّی سَقِیْمٌ' کہنا اس طرز سے ہوا کہ آپ کی قوم نے عیدگاہ پر جہاں وہ بت پرستی کرتی تھی آپ کو ساتھ لے جانا چاہا تھا تو آپ نے تاروں کی طرف یا نجوم کی کتاب میں دیکھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوا چاہتا ہوں، یا میرے مزاج کے اِعتدال میں کچھ خلل ہے۔ اس کہنے سے آپ ان کے ساتھ جانے اور بت پرستی ولہو ولعب کے دیکھنے سے بچ گئے اور پیچھے سے ان کے بتوں کا کام تمام کردیا۔ پس اس حالت میں کچھ جھوٹ نہ تھا کیونکہ ایسا کون آدمی ہے کہ اس کا مزاج اعتدالِ حقیقی پر ہو اور یہ کہنا بھی ایک بھاری گناہ کے دیکھنے سے بچنے کے لیے تھا۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے کچھ اس پر اعتراض نہیں فرمایا ہے جہاں قرآن میں سورۂ والصّٰفّٰت (۲۳س) (۲پ)(۲ر) میں یہ قصہ آیا ہے۔

اب باقی رہا غفرانِ ذنوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ سورۂ فتح کی ابتدا میں ہے :

لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ o (۱)

سواس کی توجیہ جواب سوال ۱۳ میں آئے گی۔اب یہاں پر ایک اور آیت جس میں لفظ 'ذنب' دیکھ کر معترض غوغا برپا کرتے ہیں لکھی جاتی ہے۔سورۂ محمد(۲۶س)(۲پ)(۲ر) میں ہے :

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ o

(سورۂ قصص:۴۷/۱۹)

ترجمہ: پس تُو یقین کر کہ تحقیق خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بخشش مانگ اپنے گناہ اور مومن مرد اور عورتوں کے واسطے۔

سو جواب یہ ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بحکم آیاتِ مرقومہ جواباتِ سابقہ معصوم و شفیع الامم ہیں اور یہ آیت بھی فی الواقع آپ کی شفاعت کی سند ہے کہ آپ مؤمنین اور مؤمنات کی شفاعت پر مامور ہوئے ہیں مگر 'لذنبک' صرف واسطے دل دہی ہے،اور تسلی آپ کی امت کے فرمادیا ہے تاکہ گناہ گارانِ امت اپنے گناہوں سے شکستہ خاطر نہ ہوجائیں اور سخت شرم ساری نہ اٹھائیں۔نظیر اس کی قرآن میں بہت جگہ موجود ہے۔ازانجملہ وہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں صرف تین صحابی یعنی کعب بن مالک ، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم نے تخلّف کیا تھا پھر بڑی ندامت اور صدق سے توبہ کی تو قرآن عظیم الشان میں ان کی توبہ کی قبولیت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی قبولِ توبہ کا بھی ذکر کردیا یعنی ان تینوں کی تسلی اور دفع دل شکنی کے لیے۔حالانکہ اس غزوہ میں ان کی طرف سے نہ کوئی تقصیر ہوئی تھی اور نہ اس سے توبہ کی تھی۔سورۂ توبہ(۱۱س)(۱پ)(۳ر) میں ہے :

لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ اِنَّہٗ بِھِمْ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ وَ عَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَ ظَنُّوْآ اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ o (سورۂ توبہ:۹/۱۱۸)

---

(۱) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔پارہ ۲۶،الفتح:۲ کنزالایمان

ترجمہ: البتہ بے شک خدا نے توبہ قبول کی نبی اور مہاجرین و انصار کی جنھوں نے متابعت کی نبی کی، تنگی کے وقت پیچھے اس کے کہ قریب تھا کہ پھر جائیں بعضوں کے دل۔ پھر رجوع کیا رحمت سے ان پر تحقیق خدا ان پر مشفق مہربان ہے اور توبہ قبول کی ان تینوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے تا کہ جب ان پر تنگ ہوئی زمین باوجود اپنی فراخی کے اور تنگ ہوئی ان پر ان کے نفس اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے کوئی پناہ نہیں ہے مگر اسی کی طرف پھر خدا نے ان پر رجوع کیا رحمت سے تا کہ توبہ کریں تحقیق خدا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

پس قرآن سے ثابت ہوگیا کہ اس قسم کے سارے اعتراض سرورِ انبیا صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی عصمت میں خصوصاً اور سارے نبیوں کی عفت میں عموماً خلل انداز نہیں ہیں اور ایسے معاملات کو ترکِ اولیٰ وزلہ پر بسبب آیات عصمت کے جس میں سے کئی ایک اوپر لکھی گئی ہیں حمل کیا جاتا ہے اور کیوں زلۃ ولغزش نہ کہا جائے جبکہ قرآن مجید میں ایسے معاملات کی تعبیر خود زلۃ سے موجود ہے۔

سورۂ بقر (اس)(اپ)(۴ر) میں ہے :

فَاَزَلَّهُمَاالشَّيۡطٰنُ عَنۡهَا o (سورۂ بقرہ:۳۶/۲)

یعنی پس ان دونوں کو شیطان نے بہشت سے پھسلا دیا۔

پس ایسے اُمور سے جن کو غفور رحیم نے زلات فرمایا اور پھر بخش بھی دیا اس کے نبیوں کی عصمت میں رخنہ اندازی کرنی خدا کے غضب میں پڑنا اور اس کی رحمت سے کنارہ کرنا ہے۔ ونعوذ باللّٰہ من ذلک . اللّٰھمَّ إنک عفوٌ تحبُّ العفو فاعف عنا .

سوال-۱۳

قرآن میں کون کون (سی) علامات نبوت آنحضرت کی نسبت ثابت ہے؟۔

جواب(۱)

یہاں پر اجمالی بیان میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت قرآن شریف سے دو طور پر بیان کی جاتی ہے۔

ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل اور عصمت وشفاعت میں اکمل ہیں جیسا کہ ثبوت اس کا جواب سوالات مرقومہ بالا میں بخوبی لکھا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان تو قرآن میں ایسے طور پر لکھا ہے کہ کوئی دقیقہ اس کے دقائق سے نامرعی نہیں

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: علاماتِ نبوت جناب رسالت مآب قرآن مجید میں بہت ہیں کہ استقرا اور استقصاء ان کا دشوار ہے۔ازانجملہ معجزات مثل شق القمر وغیرہ کے اور ازانجملہ اخبار مغیبات اور پیشین گوئی مثل غلبۂ روم اور فتح مکہ وغیرہ کے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۳ کا جواب یہ ملا کہ بے انتہا علامتیں قرآن میں مذکور ہیں مگر ان بے انتہا علامات میں سے دو علامات کا ذکر آپ نے کیا اول معجزات مثل شق القمر وغیرہ دوم اخبار بمغیبات اور پیشین گوئی مثل غلبۂ روم وفتح مکہ کے۔شاید اب تک کوئی کتاب عیسائیوں کی تصنیف سے اس مقدمہ میں جناب کی نظر سے نہیں گزری، ورنہ یہ دونوں علامات پیش نہ فرماتے کیونکہ ان کی تردید بدرجۂ کمال ہماری طرف سے ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ شق القمر کے وقوع پر مفسروں کا اتفاق نہیں ہے اور کوئی حدیث متواتر بھی اس کی سند میں نہیں ہے اور کوئی واقعہ قرآن سے بتلانا چاہیے جو آنحضرت صلعم کے بتلانے کے موافق ہو اور فتح مکہ وغلبۂ روم پیشین گوئی نہیں ہے بلکہ قیافہ شناسی ہے اس کا حال مفصل میزان الحق وتحقیق الایمان میں ہے۔

یہاں تک خلاصہ ہے جواب الجواب پادری صاحب کا اور حقیر لکھتا ہے کہ میزان الحق اور تحقیق الایمان کے جوابات جو اہل اسلام کی جانب سے تیار ہوئے ہیں شاید پادری صاحب کی نظر سے نہ گزرے ہوں گے، ورنہ ان معجزات کے وقوع سے انکار نہ کرتے کیونکہ تردید مضامین میزان الحق وتحقیق الایمان ہماری طرف سے بدرجۂ کمال واتمام ہو چکے ہیں۔خلاصہ یہ ہے ردتردید معجزات مرقومہ بالا کا کہ وقوع شق القمر باتفاق مفسرین مشہورین کے ہے اور جس مفسر نے وقوع شق القمر بروز قیامت لکھا ہے تو اس نے بلفظ ''قیل'' اس روایت کے ضعف بیان کرنے کے لیے لکھا ہے کیونکہ قرآن سے وقوع اس کا بخوبی ثابت ہے اور حدیث متواتر بھی اس کی سند میں موجود ہے چنانچہ شرح مواقف وشرح مختصر اصول ابن حاجب وغیرہ میں اس پر تصریح کی گئی ہے اور اخبار بمغیبات جو بموجب بیان قرآن کے درست نکلیں متن میں کچھ مذکور ہیں اور کاش کہ فتح مکہ وغلبۂ روم کی مانند کوئی قیافہ شناسی کی نظیر پادری صاحب پیدا کر کے لکھتے۔۱۲

رکھا ہے۔ایک عصمت تو وہ تھی جو جواب سوال ۹،۱۱میں قرآن عظیم سے لکھی گئی۔اور دوسری عصمت یہ ہے کہ جس کے سبب اگلے پچھلے گناہ دنیا میں ہی خدا بخش دے وہ بھی معصوم ہوتا ہے۔سو ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور کوئی گناہ آپ سے صادر نہیں ہوا تھا لیکن اس دوسری قسم کی عصمت کے ثبوت کے لیے سورۂ فتح (۲۶س)(۲پ)(۴ر) میں فرمادیا ہے :

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَ یَهْدِیَکَ صِرٰطًا مُّسْتَقِیْمًا ٥ (سورۂ فتح:۴۸/۱-۲)

ترجمہ: تحقیق ہم نے فتح دی ہے تجھ کو روشن فتح تا کہ خدا بخش دے تیرے اگلے پچھلے گناہ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت کرے۔

الغرض آپ کی عصمت اور پاک دامنی قرآن سے من کل الوجوہ ثابت و متحقق ہے اور دوسری علامت نبوت آں سرور علیہ السلام جس پر قرآن مجید ناطق ہے ظہورِ معجزات و خوارق عادات ہے اگر چہ بیان معجزات قرآنی از بس طویل ہے اور طاقت بشری ناچیز اور قلیل ہے،مگر کئی ایک معجزات من جملہ معجزاتِ متعلقہ حضرت قرآن کریم مذکور ہوتے ہیں :

پہلا معجزہ: یہ ہے کہ باوصف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمی محض تھے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل ہوئی کہ باوجود ضخیم اور کبیرا لحجم ہونے کے اعلیٰ رتبہ بلاغت و فصاحت میں واقع ہے اور چاروں وضعوں بلاغت و فصاحت عرب یعنی قصائد، خطب، رسائل،محاورہ کے سوا ایسے اسلوبِ بدیع اور طرزِ عجیب پر واقع ہوئی کہ فصحا و بلغا عرب کو متحیر اور ساکت کردیا یہاں تک کہ عباراتِ متنوعہ سے علی رؤس الاشہاد اس میں یہ دعویٰ کیا گیا جو سورۂ بقر (اس)(اپ)(۳ر) میں ہے :

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ (سورۂ بقرہ:۲/۲۳)

ترجمہ: اور اگر تم ہو شک میں اس کتاب سے ہم نے اپنے بندے یعنی محمد پر اتاری ہے تو لاؤ ایک سورۃ اس کی مانند فصاحت و بلاغت و اخبار و مغیبات میں اور مدد چاہو خدا کے سوا اپنے معبودوں سے اگر تم سچے ہو اپنے دعوی میں کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے کلام محمدی ہے۔

پس اہل عرب سے جو اُن دنوں میں پرلے درجہ کے بلیغ و فصیح تھے اور قرآن سے سخت مخالف بھی تھے کوئی مقابلہ نہ کرسکا اور سب بنانے مثل ایک سورۃ یا آیت قرآن کی سے عاجز آگئے حتی کہ جو شعراے عرب سے غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے اور انھوں نے دعویٰ تحدی و اظہار فضل و کمال کی رُو سے بیت اللہ پر اپنے قصائد جن کو 'سبعہ معلقہ' کہتے ہیں آویزاں کیے ہوئے تھے بعد استماع بعض آیاتِ قرآنی کے مقابلہ سے عاجز ہو کر اپنے اپنے قصائد اتار کر لے گئے اور کبھی تحدی و مقابلہ کا نام نہ لیا اور اگر کبھی کسی نامعقول نے 'والنساء ذات الفروج' بمقابلہ 'وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ' بنایا تو اپنی قوم کے منصفوں[۱] کے سمجھانے سے سخت ندامت اٹھا کر اس کو خاک میں دبایا اور مقابلہ سے قطع نظر کسی کے کان تک نہ پہنچایا۔

اگرچہ اسی قدر یعنی عجز فصحا و بلغا اس وقت کا اعجاز قرآنی پر دلیل کافی ہے مگر ہم اس تقریر کو وسعت دے کر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ۱۳۰۰ برس سے یہ دعویٰ قرآنی گوش خورد ہر ایک مخالف ہو رہا ہے پس تب سے آج تک اہل عرب و عجم میں سے عموماً اور اہل کتاب سے خصوصاً جو کسر شوکت اسلام میں انواع انواع کے حیلے اور اقسام اقسام کے حوالے نکالتے اور شب و روز نکتہ چینیوں میں مصروف رہتے ہیں کوئی مثل ایک سورت یا ایک آیت قرآن کے نہ بنا سکا، اِلَّا یہ جو پادری صاحبان اپنے رسائل میں اس دعویٰ قرآنی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی بے مثلی کا دعوی ادعاے محض ہے ہر شخص اپنی اپنی تصنیف میں یہ دعوی کرسکتا ہے۔

سو اوّلاً تو اس کے ثبوت کے لیے کوئی ایسی تصنیف کسی مصنف کی پیش کریں جس میں اس نے ایسا دعوی کیا ہو اور پھر وہ مقابلہ سے بچ رہا ہو۔ اور ثانیاً یہ جواب دراصل ان کی دفع الوقتی اور سراسر بے انصافی ہے بلکہ جوابِ شافی من وجہٍ یوں ہے کہ اب ہے کوئی اہل کتاب جو مدت العمر عرب میں رہ کر تحصیل علوم عربیہ کرتے ہیں عموماً اور پادری عماد الدین صاحب جو مجتہد صاحب کے جواب میں عبارت قرآنی کو بے ربط بتلاتے ہیں خصوصاً کوئی آیت مثل قرآن کے تیار کر کے معرضِ مقابلہ

(۱) ایک مشرک نے بمقابلہ والسماء ذات البروج کے والنساء ذات الفروج بنا کر اپنی قوم کے بڑے عالم فاضل سے انصاف چاہا اس نے کہا کہ پہلا کلام کسی بڑے حکیم کا ہے اور دوسرا کسی شہوت پرست کا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

میں پیش کریں، اورعلماے اسلام کے جواب پر کان دھریں تب آپ کو اپنے ان دعوؤں کے خلاف واقع ہونے پر کامل یقین ہو جائے گا اور آئندہ کو ایسا ناحقہ دعوی ظہور میں نہ آئے گا اور یقین جان لیں کہ ابھی بہت ایسے شخص اس ظلالِ کفر وضلال میں بھی موجود ہیں جو عبارت قرآنی کو بے ربط بتلانے والوں کی صاف بے ربطی ظاہر کر سکتے ہیں اور ایک ایک حرف ولفظ قرآن معجز بیان کا ایسا ربط وضبط بیان کر سکتے ہیں کہ جس سے آپ کو اقرار کرا کے یہ کلمہ پڑھوائیں کہ قرآن تو نظم الدرر والمرجان ہے اور بنانا مثل قرآن کا خارج ازحدالانس والجان ہے۔

کاش پادری صاحب کبھی اس حقیر سے کہ خرمن اہل قرآن کا کم ترین خوشہ چین ہے مل جائیں اور کسی آیت قرآنی میں کچھ گفتگو فرمائیں تو اس میری تحریر کی تصدیق کر کے ایک ذرّہ بھی تفاوت تصور میں نہ لائیں اور اگر ہادیِ حقیقی کی مرضی ہو تو قرآن پر ازسرنو ایمان لائیں۔

إنه علی ما یشاء قدیر و لحزبه الغالب نصیر .

دوسرا معجزہ: یہ ہے کہ قرآن میں ابتداے نزول کے ادان (یعنی دنوں) میں یہ خبر دے دی تھی کہ فصحا و بلغاے عرب میں سے کوئی شخص ایتانِ مثل سورۂ قرآن پر قادر نہ ہو سکے گا جیسا کہ سورۂ بقر (اس)(اپ)(۳ر) میں ہے :

وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكَافِرِیۡنَ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۴)

ترجمہ: اور اگر تم قرآن سے مقابلہ نہ کرو اور ہرگز نہ کرسکو گے پس ڈرو دوزخ کے عذاب سے جس کی آتش افروز آدمی اور پتھر ہیں کافروں یعنی قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کے واسطے تیار کیا گیا ہے۔

سو ویسا ہی ہوا کہ اہل عرب سے کوئی تصدیق واذعان قرآن میں خلل انداز نہ ہو سکا بلکہ تیرہ سو برس سے آج تک کوئی مقابلہ نہ کر سکا اور سب دم بخود ہو رہے جس سے ان کی عجز ومغلوبیت ثابت ہوئی اور قرآن کی حقیقت متحقق ہوئی۔

اب اس جگہ حقیر تمام منکرانِ قرآن سے عموماً اور پادری صاحب سے خصوصاً استفسار کرتا ہے کہ آیا ممکن ہے کہ کوئی عاقل عموماً اور محمد صاحب جیسا جس کی دانش مندی پر سب موافق ومخالف متفق

ہیں خصوصاً سوائے امر الٰہی کے اس قدر دعویٰ بلند اور سخن سخت ارجمند کہہ سکتا ہے کہ جس کی تکذیب اس کے معاندین کی جانب سے جو ہر طرف سے اس پر ہجوم لا رہے ہیں ایک ہی دن میں متصور ہے نہیں یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ بے شک ایسی باتوں کے علی رؤس الاعدا اظہار کرنے پر سوائے رسولِ خدا کے جس کو اپنی حقیت اور صدق پر یقین کامل ہوتا ہے کوئی جراءت نہیں کرسکتا ہے۔ پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول اس قدر جرأت سے مخالفین اور اعدا کے سامنے ان کے عاجز کرنے کے لیے یہ دعوی کیا کہ اگر تم کو قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک ہے تو اس کی مثل ایک سورۃ یا ایک آیۃ بنالاؤ اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اس دعوی کی تکذیب تم سے ہرگز کوئی نہ کرسکے گا، بدیں وجہ کہ کوئی قرآن کی مثل کے بنانے پر مطلق قادر نہ ہوگا۔ سو ویسا ہی ہوا کہ ابتدائے اسلام سے آج تک کوئی قرآن کی مثل ایک سورۃ یا ایک آیت نہ بناسکا پھر اب کون سی وجہ ہے انکار کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول نہیں حاشا وکلا بلکہ بلاشک وشبہ آپ خدا کے رسول اور خاص بندے مقبول ہیں۔

آمنا به و صدقناه و شهدنا على رسالته و كفى بالله شهيدًا صلى الله عليه و آله وسلم محمودا حميدا .

اے خدا کے بندو! آدم کے فرزندو! میری اس نصیحت کو جس کا منشا قومی ہمدردی ہے مان لو اور عقل خداداد سے انصاف کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نبی جان لو یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا اور پچھلے پچھتاوے سے کوئی نفع نہ اٹھائے گا۔ **وما علينا إلا البلاغ المبين .**

تیسرا معجزہ: یہ ہے کہ قرآن شریف تغیر وتبدل سے محفوظ ہے ۱۳۰۰ برس سے اس میں کسی نے کچھ کمی بیشی نہیں کی ہے اور نہ کوئی کچھ کرسکتا ہے اور نہ کوئی کچھ کر سکے گا۔ سورۂ حجر (۱۴س) (اپ)(ار) میں ہے :

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (سورۂ حجر:۹/۱۵)

ترجمہ: تحقیق ہم نے اتارا قرآن کو اور تحقیق ہم اس کے نگہبان ہیں۔

پس اس حفاظت قرآن کو مدنظر کر کے دوسری کتابیں جو تھوڑی تھوڑی مدت کی تصنیف ہیں ان کے صحیفوں کے دیکھنے سے عموماً اور الہامی کتابیں اہل کتاب اور ان کی تفاسیر کی مانی ہوئی تحریفوں

کے دیکھنے سے خصوصاً یقین کامل حاصل ہوجاتا ہے کہ قرآنِ معجز بیان بے شک کلام الٰہی ہے کہ حافظ حقیقی کی حفاظت سے بموجب اس کے وعدہ کے باآنکہ صدہا سال سے ہزاروں لاکھوں جلدوں میں منقول ہوااور کروڑوں اربوں زبانوں پر پڑھا گیا پھر بھی تغیرات سے محفوظ رہا۔اگر کوئی کیسا ہی فاضل متبحر ہزارہا آدمیوں کے جلسہ میں بڑے منبر پر بیٹھ کر اثنائے وعظ میں یا محرابِ نماز میں کسی آیت میں ایک اعراب کا تفاوت کرکے پڑھے گا تو ایک ادنی نابالغ لڑکا بھی پیچھے سے لفظ صحیح کے بتلانے سے نہ رُکے گا۔فتبارک اللّٰہ أحفظ الحافظین .

اگر کوئی کہے کہ شیعہ فرقِ اسلامیہ میں سے قائل ہیں تغیرات قرآنی کے جیسا کہ ان کی بعض کتابوں میں اور نیز مجتہد صاحب نے جواب سوال ۶ میں لکھا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ محققین شیعہ قرآن مجید کے تغیر وتبدل وکمی بیشی کے قائل نہیں ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان وتفسیر صافی وصراط مستقیم ومصائب النواصب ورسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق وغیرہ کتب امامیہ ہیں۔اس کی تصریح بتمام تشریح موجود ہےاورراقم الحروف نے رسالہ ہدیۃ الشیعتین (ا) میں ان سب کی عبارات نقل کرکے اس مطلب کو مفصلاً مبرہن کیا ہے۔ من شاء تمام التحقیق فلینظر فیھا .

پس جو کوئی شیعہ سے تغیر قرآنی کا قائل ہے وہ محققین شیعہ کے نزدیک نامعتبر اور حق کے خلاف پر مائل ہے، اور ایسے قول کو مابہ الاعتراض بنانا امر لاطائل ہے اور جو کہ قرآن کے سات قراءت ہیں تو وہ منزل من عنداللہ ہیں ان سب کو قرآن ہی کہا جاتا ہے ان سے تغیر وتبدل تصور میں نہیں آتا بلکہ تغیر وتبدل وہ ہے کہ کوئی قرآن میں کمی بیشی کرتا اور یہ تا حال نہ کسی نے کی ہے اور نہ کسی کی مجال ہے کہ آئندہ کرے۔کما قال تعالیٰ :

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبٰطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ

(ا) ہدیۃ الشیعتین نام تاریخی ہے اس رسالہ کا جس میں روافض وخوارج کا رد محض قرآن شریف سے لکھا گیا ہے یعنی قرآن سے قطعیت جنت اصحاب کبار واہل بیت ابرار ثابت کی گئی ہے کیا معنی کہ احادیث اہل سنت کو شیعہ وغیرہ نہیں مانتے اور اہل سنت ان کی احادیث کو غیر معتبر جانتے ہیں تو قرآن جو متفق الصحت ہے اس سے اثبات مطلب کیا گیا ہے تاکہ الزامِ حجت ہو۔ اللّٰھمَّ تقبل منه . عفی عنه

حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ o (۱)

اوراگرکوئی روایت کسی دینی کتاب میں اس کے خلاف پر پائی جائے تو وہ واجب الردونا قابل احتجاج متصور ہے کیونکہ قاعدہ کلیہ(۲) ہے :

مَا کَانَ مُخَالِفًا لِلۡقُرۡآنِ وَالۡحَدِیۡثِ الثَّابِتِ فَھُوَ رَدٌّ عَلٰی صَاحِبِہٖ .

چوتھا امر جو بمنزلہ معجزۂ قرآنی ہے یہ ہے کہ قرآن میں کئی جگہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ بعض اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے جیسا کہ سورۂ بقر(اس)(۲پ)(۴ر)میں فرمایا ہے:

اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ وَ قَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَہٗ مِنۡ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡہُ وَ ھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ o (سورۂ بقرہ:۷۵/۲)

ترجمہ: کیا تم اُمید رکھتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری بات مان لیں گے اور بے شک تھے ایک گروہ ان میں سے کہ سنتے تھے کلام الٰہی کو پھر اسے بدل ڈالتے تھے پیچھے سمجھنے کے دیدہ ودانستہ۔

پس اگراس دعویٰ قرآنی کی تصدیق کے واسطے تفصیل وارآیاتِ محرفہ کتب عہدعتیق وعہد جدید لکھی جائے تو بہت طوالت ہو جائے گی، اس لیے مناسب ہے کہ کئی مشہوراور معتبر مفسروں کے چند مقولے بابت اقبال تحریف ان کتابوں کے لکھ کر اس پر کفایت کی جائے کہ اسی قدر تصدیق قرآنی کے لیے کافی وافی ہے۔فاقول وباللہ التوفیق۔

آدم کلارک نے دوسری جلد اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

عبارت سفرصموئیل ثانی وسفرملوک اول کی صحت تعداد بنی اسرائیل و یہودا کے باب میں ناممکن ہے اوراس کی تطبیق میں کوشش کرنی عبث ہے۔احسن یہی ہے کہ ہم اول سے مان لیں کہ کتب تواریخ عہدعتیق میں بہت سی تحریفات واقع ہوئی ہیں۔انتہی

---

(۱) اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اُتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔پارہ ۲۴،حم السجدۃ:۴۱ کنزالایمان

(۲) جوقول مخالف قرآن وحدیث صحیح کے ہو پس وہ قائل کی طرف رد کیا جاتا ہے یعنی کسی مسلمان کے ماننے میں نہیں آتا ہے۔۱۲منہ عفی عنہ

اور پہلی جلد تفسیر ہنری واسکاٹ میں لکھا ہے کہ اکستائن جو اعلم علمائے مسیحیہ ہے-کہتا ہے کہ بے شک یہودیوں نے نسخۂ عبرانی میں تحریف کی ہے اس لیے کہ ترجمہ یونانی نامعتبر ہو جائے اور دین مسیحی میں خلل آئے اور قدمائے مسیحیین کہا کرتے تھے کہ ضرور یہودیوں نے ۱۳۰ء میں توریت میں تحریف کر دی تھی ۔انتہی ۔

اور ہورن مفسر نے بھی دوسری جلد میں اپنی تفسیر کے لکھا ہے کہ ضرور یہودیوں نے تحریف کی ہے مگر نسخۂ سامری غیر محرف ہے ۔انتہی

یہ مذکور مشتے نمونہ ازخروارو یکے از ہزار ہے تحریفات کتب عہد عتیق سے ۔

اب حال تحریف کتب عہد جدید کا سنیے کہ خود مسئلہ تثلیث میں جو اصل الاصول ہے دین مسیحی کا اس میں تحریف واقع ہوئی ہے کیونکہ پہلے رسالہ یوحنا میں ۷، ۸ آیت یوں تھی (شاہد گواہی دینے والے تین ہیں اور وہ روح اور ماء اور دم ہیں اور یہ تینوں ایک ہی ہیں) پھر معتقدان تثلیث نے اس عبارت کو یوں بنایا (آسمان میں گواہی دینے والے تین ہیں اور وہ اب اور کلمہ اور روح القدس ہیں) اور یہ تینوں ایک ہیں اور زمین میں گواہی دینے والے بھی تین ہیں اور وہ روح اور ماء اور دم ہیں اور یہ تینوں ایک ہیں ۔

پس کریسباخ اور شولز دونوں متفق ہیں کہ یہ آیت الحاقی ہے اور ہورن بھی باآنکہ متعصب ہے لکھتا ہے کہ بے شک یہ آیت الحاقی اور واجب الترک ہے ۔اور تفسیر ہنری واسکاٹ کے جمع کرنے والے بھی ہورن کی بات کو مانتے یعنی اس آیت کو الحاقی جانتے ہیں ۔اور آدم کلارک بھی اسے الحاقی لکھتا ہے ۔اور اکستائن جو اعلم علمائے مسیحیہ ہے اس نے چوتھی صدی عیسوی میں رسالہ یوحنا سے دس نقلیں لکھیں اور کسی رسالہ میں یہ عبارت الحاقی نہیں پائی جاتی ہے چونکہ اکستائن قائل تھا تثلیث کا اور منکران تثلیث فرقہ ایرین سے مناظرہ کرتا تھا ۔

سو اگر یہ عبارت اصل میں ہوتی تو وہ اس کو نقل کر کے منکروں پر حجت قائم کرتا بلکہ اس نے آیت ۸ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مراد ماء سے اب ہے اور دم سے ابن اور روح سے روح القدس ۔

چونکہ یہ اس کی توجیہ ضعیف تھی تو دوسرے لوگوں نے جو معتقد تھے تثلیث کے یوں بناوٹ کی کہ اس کو اصل میں داخل کر دیا اور اپنے کلام کو کلام الٰہی میں واصل کر لیا ۔اب یہاں پر طالب حق کو

کیسا یقین کامل حاصل آیا ہے کہ یہ دعویٰ قرآنی حق ہے جو سورۂ بقر (اس)(۳پ) کے ابتدا میں فرمایا ہے :

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ o

(سورۂ بقرہ:۷۹/۲)

ترجمہ: پس سخت عذاب ہے ان کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب میں لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے۔

و هذا القدر القليل يكفى للعاقل النبيل وأما الغافل العليل فلا ينفعه و إن تليت عليه التورات و الإنجيل .

پانچواں معجزہ: یہ ہے کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ملت قرآنی یعنی دین اسلام سب ادیان پر خواہ باعتبار غلبۂ انجام کار مومنین کے یا بحیثیت نصب حجج و براہین کے غالب و منصور رہے گا۔ سورۂ براءۃ (۱۰اس)(۲پ)(۵ر) میں ہے :

هُوَالَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ o (سورۂ توبہ:۳۳/۹)

وہ خدا جس نے بھیجا رسول آخرالزمان کو ہدایت اور سچا دین کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو سارے دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ اس بات کو ناپسند کریں۔

سوفی الواقع ابتداے شوکت اسلام سے آج تک مومنین منکرین پر غالب رہے۔

اس اجمال کی تفصیل اس لیے ضروری معلوم نہیں ہوتی ہے کہ واقفانِ حال زمان رسالت و خلافت ان مضامین کی تصدیق بخوبی کرتے ہیں کہ الآ ان حزبَ اللّٰه هُمُ الغٰلِبُوْنَ. (۱)

پس یہاں پر اتنا ہی تحریر کیا جاتا ہے کہ ہمیشہ سے حالت مباحثہ و مناظرہ میں علماے اسلام دوسرے مذہب والوں پر غالب و منصور اور مقابل مغلوب و مقہور رہے حتی کہ فی زماننا اس دیار کے اکثر مقاموں میں گو عیسائیوں کی حکومت ہے اسلامی نہیں، تاہم اظہر من الشّمس وابین من الامس ہے

---

(۱) جان لو کہ خدا کی جماعت ہی غالب ہوتی ہے۔۱۲

کہ مسلمانوں کو بحث ومناظرہ میں تحریراً وتقریراً کس قدر غلبہ ونصرت ہے۔ممکن ہی نہیں کہ کوئی پادری صاحب وغیرہ کسی سچے مسلمان پرتحریر یا تقریر میں غلبہ پائے یا برابر آئے۔

میرا یہ دعوی ایسا نہیں ہے کہ جس کی تصدیق اہل اسلام ہی کریں بلکہ طرفِ ثانی یعنی پادری صاحبان بھی اس کے اقبال اوراقرار سے چارہ نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ پادری فورمن صاحب اپنے رسالہ مسمیٰ تیغ وسپرعیسوی کے اخیر میں لکھتے ہیں :

اگرکوئی شخص ہم سے یہ سوال کرے کہ جب قرآن میں بہت سی قباحتیں اور برائیاں پائی جاتی ہیں تو یہ کس طرح اتنی مدت بے شمار معزز قوموں پر غالب رہا۔

تواس کا جواب یہ ہے کہ بہت باتیں کتاب مقدس یعنی کلام الٰہی میں سے نکال کر اس میں مندرج کی گئی ہیں چنانچہ اکثر باتیں نبیوں کی بابت خدا کی ہستی صفات خصلت اور رزاقی کی بابت نیکی اور بدی کے اجرااورسزا کی بابت اس کے غالب آنے کا یہ باعث ہے کیونکہ تمام مذکورہ باتیں کتاب مقدس یعنی بائبل سے لی گئی ہیں۔

یہاں تک کہ سارے کلام پادری صاحب کے نقل کرنے سے یہ مطلب ثابت ہوا کہ بموجب اقرار پادری صاحبان کے قرآن اتنی مدت تک بے شمار معزز قوموں پرغالب رہا۔**وھو المدعا**

اب رہا یہ کہ پادری صاحب نے جواس عبارت میں لکھا ہے کہ قرآن میں بہت سی قباحتیں اور برائیاں پائی جاتی ہیں۔تواس کا جواب یہ ہے کہ اپنے خیال اورزعم سے کسی چیز کو بُرا کہہ دینا یا بھلا مان لینا تعصبِ ملت ہے۔اوراگرانصاف سے نفس الامری بات کو دیکھوتو قرآن مجید میں ۲۸ مضمون ہیں۔کوئی آیت ایسی نہ ہوگی جوکسی مضمون من جملہ ان مضامین سے خالی ہواوروہ سارے مضامین ایسے ہیں جن کی عمدگی اورشائستگی بہ شہادت کتب الہامی ثابت ہے۔اگرموفق حقیقی نے چاہا تو اس باب میں تفصیل وارایک کتاب لکھوں گا یہاں پرصرف بیان ان مضامین کا کیا جاتا ہے۔

۱۔خدا کی ہستی کا بیان

و ھو اللّٰہ فی السموات والارض .

۲۔خدا کی صفات کاملہ کا ذکرجیسا کہ وہ واحد،قدیم،ازلی،ابدی،قادر،علیم،سمیع،بصیر،متکلم، حکیم،خبیر،خالق السموات والارض،رحمٰن،رحیم،صبور،عادل،قدوس،غفار،محی،ممیت ہے۔

۳۔خدا کی تنزیہ حدوثِ عجز جہل ظلم وغیرہ معائب ونقصانات سے

۴۔توحید کی طرف بلانا،شرک اور کفر سے ہٹانا

۵۔انبیاعلیہم السلام کا ذکر

۶۔انبیا کا بت پرستی کفر وغیرہ گناہوں سے پاک ہونا

۷۔انبیاوغیرہ پر ایمان لانے والوں کی تعریف

۸۔انبیا کے منکروں کی مذمت

۹۔انبیا پر عموماً اور آنحضرت اور آپ کے مبشر حضرت مسیح پر خصوصاً ایمان لانے کی تاکید صلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔

۱۰۔انجام کار مومنین کا منکرین پر غالب ہونے کا وعدہ

۱۱۔قیامت کی حقیت اور اس میں بدلہ دینے کا احوال

۱۲۔بہشت ودوزخ کا ذکر

۱۳۔دنیا کی مذمت اور اس کی ناپائیداری کا بیان

۱۴۔آخرت کی تعریف اور اس کے ثبات کا ذکر

۱۵۔حلال اور حرام چیزوں کا ذکر

۱۶۔تدبیر منازل کے حکموں کا ذکر

۱۷۔سیاست مدن کے احکام کا بیان

۱۸۔خدا اور خدا کے دوستوں کی محبت پر برانگیخت

۱۹۔ان چیزوں کا ذکر جو وصول الی اللہ کا ذریعہ ہیں

۲۰۔فاسق فاجروں کی مصاحبت سے روکنا

۲۱۔عبادت بدنی اور مالی میں خلوص کی تاکید

۲۲۔ریاوسمعہ سے تہدید

۲۳۔مجملاً ومفصلاً تہذب الاخلاق کی تاکید

۲۴۔مجملاً اخلاق ذمیمہ سے تہدید

۲۵۔حلم تواضع کرم شجاعت عفت وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعریف

۲۶۔غضب تکبر بخل ظلم جبن وغیرہ اخلاق ذمیمہ کی مذمت

۲۷۔تقوی یعنی پرہیز گاری کی نصیحت

۲۸۔خدا کی یاد اور عبادت کی ترغیب

اب ان مضامین کو کوئی عاقل قباحت یا برائی نہ کہے گا بلکہ ہر کس و ناکس جوادنی منصف بھی ہو گا ان کی عمدگی اور خوبی پر یقین کرے گا۔

حقیر اس جگہ پر گو پادری صاحبوں کی الہامی کتابوں کے قبیحہ مضامین لکھ کر ان کو الزام دینا ناپسند جانتا ہے اِلَّا اتنا ضروری مانتا ہے کہ عیسائیوں نے جو قرآن مجید کی تعریفیں لکھی ہیں تھوڑا سا ان میں سے یہاں پر تحریر کیا جائے اور وہ یہ ہے :

کتاب کارلل صاحب جلد۶ صفحہ۲۱۴ مطبوعہ لندن میں لکھا ہے :

میں اقرار کرتا ہوں کہ اس زمانہ کے عیب داں لوگوں کی بات ہرگز میری سمجھ میں نہیں آتی ہے جو کہتے ہیں کہ خدانخواستہ آنحضرت جعل ساز تھے اور انہوں نے قصداً فریب بنایا تھا اور قرآن ایسا لکھا ہے جیسے کوئی جعل ساز لکھے۔میری رائے میں جو منصف آدمی قرآن کو پڑھے گا اس کا یقین اس قول سے بالکل مختلف ہوگا۔انتہی

اور کتاب (۱) آف جون ڈیون بورٹ صاحب کے دوسرے حصہ طہارت کے بیان کے ذیل میں لکھا ہے کہ :

بعض عیسائی جو مسلمانوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ مسئلہ ہے کہ صفائی ظاہری ان کو گناہوں سے بچاتی ہے، یہ صرف ان کا بہتان ہے اور الزام بے جا۔ قرآن میں صرف احکام مذہبی اور تہذیب الاخلاق کا ہی ذکر نہیں ہے بلکہ گبن صاحب مؤرخ کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔

---

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع عمری کے بیان میں اور قرآن کی تہذیب کے ذکر میں لکھی ہے۔۱۲

یہ نہیں کہ اس میں صرف فقہی مسئلے ہوں بلکہ قوانین دیوانی فوج داری اور اور مضامین بھی اس میں درج ہیں اور وہ قاعدے جو آدمیوں کے اعمال اور مال کی نسبت مقرر کیے گئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے بے زوال رضا سے لیے گئے ہیں۔

یا بہ تبدیل الفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن مسلمانوں کا مجموعۂ قوانین عامہ ہے۔اس میں قوانین مذہبی کے سوا سلوک باہمی فوج داری دیوانی تجارتی فوجی ملکی سزا دہی سب موجود ہیں اور مذہبی رسموں سے لے کر معاملاتِ دنیاوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے اور قرآن نجاتِ روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلائق اور نیکی و بدی اور سزائے دینی و دنیوی سب چیز پر حاوی ہے۔وفی موضع آخر من ہذا الکتاب ہکذا۔من جملہ محاسن اور خوبیوں قرآن کے جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا چاہیے دو باتیں نہایت عمدہ ہیں :

اول: قرآن کی وہ خوش بیانی جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اَثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس عبارت میں خدا تعالیٰ کی نسبت ان جذبوں کا مغلوب ہونا نہیں منسوب کیا گیا ہے جو انسان کے واسطے مختص ہیں۔

دوم: تمام قرآن ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرّا ہے جو تہذیب کے خلاف خیال کیے جا سکتے ہیں مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں، حقیقت میں قرآن ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے اور اگر ہم اول سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے وہ مذہب جس کی قرآن نے بنا ڈالی ہے اس میں کمالِ وحدانیت اور اس میں خدا تعالی کا مضمون سمجھنے میں کچھ دقت اور ابہام نہیں ہے۔انتہی

یہ تھوڑا سا بیان عمدگی و شائستگی و خوبی قرآن شریف کا جو بہ شہادت ہم قومانِ پادری فورمن صاحب لکھا گیا ہے اس مقام میں کافی سمجھ کر اس پر بھی تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ آپ کی کتابوں کے معیوب ہونے میں آپ کے ہم قوم شاہد ہیں۔

اب اس کا جواب لکھتا ہوں جو پادری صاحب نے تحریر کیا ہے کہ بہت باتیں کتاب مقدس یعنی کلام الٰہی میں سے نکال کر اس میں مندرج کی گئی ہیں سو واضح ہے کہ قرآن کے منزل علیہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب قوموں کے دانش مندوں کے نزدیک امی محض تھے قطع نظر دوسری زبان کی کتابوں سے اپنی زبان کی کتابیں بھی نہیں پڑھی تھیں اس مطلب کو بھی عیسائیوں کی شہادت سے ثابت کیا جاتا ہے۔

ایبان صاحب نے کتاب سوانح عمری حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے چوتھے باب میں لکھا ہے :

حضرت موسیٰ اور آنحضرت پڑھے ہوئے نہ تھے صرف تجربہ کار آدمی تھے۔انتہیٰ

جون ڈیون صاحب اپنی کتاب وقائع عمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے حصہ میں لکھتا ہے :

وہ علم جس سے لوگ علم مراد رکھتے ہیں حضرت کو بالکل نہ تھا کیونکہ آپ نے سوا اس تعلیم کے جو آپ کی قوم میں ہوتی تھی نہ پائی تھی اور آپ کی قوم کے لوگ اس زمانہ میں علم ادب سے غفلت کرتے تھے بلکہ شاید حقیر جانتے تھے کیونکہ وہ اپنی زبان کے مقابلے میں کسی زبان کی منزلت نہ سمجھتے تھے وہ اپنی زبان میں اِستعمال سے کمال حاصل کرتے تھے کتابوں سے نہ حاصل کرتے تھے۔انتہیٰ

پس جب عیسائیوں کے نزدیک بھی متفق علیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے نہ تھے تو جب تک پادری فورمن صاحب آپ کا اپنی بائبل کا پڑھا لکھا ہونا ثابت نہ کر لیں تب تک ان کا یہ دعوی محض باطل ہے اور چونکہ اثبات آپ کے بائبل کے پڑھے لکھے ہونے کا کرنا محال ہے تو پادری صاحب کا یہ اِدعا صرف خام خیال ہے۔ خدا تعالی ہدایت کرے۔ یہ لوگ جو اپنی قوم کے پیشوا اور دین دار کہلاتے ہیں تو ایسی خلاف واقعہ باتوں کے لکھنے اور مشتہر کرنے سے کیوں نہیں شرماتے ہیں!۔جھوٹ کے گناہ سے قطع نظر لوگوں میں رسوائی سے بھی نہیں شرماتے ہیں!!۔

نکتہ: پادری صاحب نے جو دلیل قرآن کی بناوٹ پر لکھی تھی اس سے قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔کیا معنی جب ایک شخص ناخواندہ کی کتاب میں بہت باتیں کتاب

مقدس کی پائی گئیں تو بالصراحت ثابت ہوا کہ یہ کتاب کلامِ الٰہی ہے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ ست

یہاں پر ایک اور بات قابل لکھنے کی یہ ہے کہ کتاب مقدس سے کچھ باتیں نکال کر قرآن میں لکھنے سے قرآن اور اہل قرآن بے شمار معزز قوموں پر غالب ہو گئے اور کتاب مقدس والی جو صراحۃً بے شمار معزز قوموں میں داخل ہیں کیوں مغلوب ہو گئے۔ کیا جزو کل پر غالب ہو جایا کرتا ہے؟ نہیں یہ ہرگز نہیں، بلکہ یقینی بات یہ ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہونے کے سبب سے سب دینوں پر غالب آ گیا اور اگلی آسمانی کتابیں تحریف کے سبب جو بموجب اقراران کے مفسرین کے متحقق ہے-کما مر ذکرہ- مغلوب ہو گئیں۔فثبت المطلوب بإقبال الخصم المغلوب .

اور یہ جو رسالہ تیغ و سپر عیسوی کے اخیر میں لکھا ہے :

اکثر ناواقف محمدی یہ دعوی کیا کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب دنیا کے کل مذاہب کی نسبت افضل وقوی ہے یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ دیکھو عیسائی لوگ ۳۰ کروڑ ہیں۔ بدھ کے پیرو ۲۵ کروڑ۔ ہنود ۲۰ کروڑ۔ محمدی ساڑھے بارہ کروڑ اور ان ملکوں میں جہاں محمدی مذہب غالب ہے آزادی، شائستگی اور حکمت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی۔

اس کلام کو پہلے کلام سے تناقض ہے کیونکہ اول قرآن کا بے شمار معزز قوموں پر غالب ہونا مان کر اس سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا تناقض یہ ہے کہ انتہا اسی کلام میں غلبۂ دین محمدی کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ خیر! ہم ان تناقضات سے قطع نظر کر کے پادری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ نے یہ شمار کون سی مقدس کتاب کی رُو سے بیان کیے ہیں۔ اس کے نام باب فصل آیت کا نشان بتلا کر تسلی فرما دیں، ورنہ مسلمانان موجودہ عربستان و ترکستان روم و شام بلخ و بخارا سمرقند و یارقند خراسان ایران و توران پنجاب و ہندوستان سندھ و دکن وغیرہ ملکوں کے باشندوں کا شمار کر کے بتا دیں کہ تعداد مسلمانوں کی کتنی ہے۔

میری یہ تحریر پادری صاحب کی خیالی بات کے جواب میں ہے، ورنہ کوئی دانش منداس امر کا قائل نہیں ہے کہ کثرت تعداد اشخاص کسی دین کی اس کی حقیت پر دلیل ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو

یاجوج ماجوج کی قوم پر جو قطع نظر پادری صاحب کی قوم کے کل باشندگان روے زمین سے بڑھ کر ہیں ان کا دین سچا ہوتا۔ولا قائل به من الفريقين .

پس اصل مطلب وہی ہے کہ غلبہ خواہ باعتبار نصرت انجام کار مومنین یا باظہار حجج و براہین مراد ہے نہ بکثرتِ تعدادِ اشخاص۔وَكَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ . (۱) ایسا مضمون ہے جس کی تصدیق از منہ ماضیہ وحال میں موجود ہے۔

رہا یہ مقولہ پادری صاحب کا:

'اوران ملکوں میں جہاں محمدی مذہب غالب ہے آزادی شائستگی اور حکمت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی ہے۔'

سواس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اگر پادری صاحب اپنی قوم کے علما و حکام وعوام کی شائستگی اور حکمت کو اہل اسلام کے تینوں فرقوں سے مقابلہ کریں اور انصاف کو سامنے دھریں تو بے شک مان لیں گے کہ آپ کی قوم میں کس قدر شائستگی وحکمت ہے۔آپ کے اس اعتراض سے دریافت ہوا کہ آپ نے مسلمانوں کی تہذیب الاخلاق کی کتابیں مثل احیاء العلوم و کیمیاے سعادت ومثنوی مولانا روم قدس سرہ کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔کیونکہ اگر آپ ایسی کتابوں کے ملاحظہ سے کبھی حظ اٹھائیں تو پھر مدت العمر مسلمانوں کی غیر شائستگی کا نام زبان پر بھی نہ لائیں اور اس سے بڑھ کر اہل قرآن کی شائستگی کیا ہوگی جبکہ منصف عیسائی بھی اس کی تعریفات و مدائح کی شہادت سے رطب اللسان و عذب البیان ہیں۔چنانچہ تھوڑی سی نقل اس باب میں اوپر منقول ہوچکی ہے۔والفضل ما شهدت به الأعداء .

یہاں پر مخفی نہ رہے کہ پادری صاحبان کی جانب سے جس قدر اعتراضات تعلیمات قرآنی پر ہوئے ہیں ان کے جوابات جو منصفان قوم نصاری (دیکھو کتاب سوانح عمری آنحضرت جوادف جون ڈیون بورٹ صاحب نے لکھی ہے۔۱۲) وعلماے اسلام نے لکھے ہیں ان کے دیکھنے سے البتہ سد باب مباحثہ اور طالب حق کی تسلی ہوجاتی ہے۔

(۱) بہت ایسا ہوا کہ تھوڑے لوگ غالب آگئے بہتوں پر خدا کے حکم سے۔۱۲

اور یہ بھاری بے انصافی ہے کہ ایک ایک اعتراض کے دس دس جواب تو مل چکے ہیں پھر وہی اعتراض دیرینہ جو تقویم پارینہ ہے اب تک برابر اپنے رسالوں میں لکھے جاتے ہیں اور خالق و خلق سے نہیں شرماتے ہیں۔ موفق حقیقی یہ توفیق بخشے کہ جانبین کے سوال و جواب کے رسائل غور سے مطالعہ کریں، آرام طلبی اور تن آسانی کے پیچھے نہ پڑیں اور اتنے ہی پر قانع اور نازاں نہ ہوں کہ عیسائیوں کی طرف سے فلانی فلانی کتاب کا جواب لکھا گیا ہے بلکہ کسی قدر فرصت دنیاوی کاموں سے لے کر دینی باتوں کی بھی تحقیق کریں اور ایسی کتابوں کو حرف بحرف غور سے پڑھیں۔ مذہبی تعصب کو ترک کر کے انصاف کریں۔ دنیا چند روزہ ہے، دائمی نجات کی بھی کچھ تلاش فرمائیں تا کہ ابدی عذاب سے نجات پائیں اور اس خیال کو کہ مسلمان دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں ذرا دل سے دور کر کے کچھ ان کی بھی سنیں کہ ان صورتوں میں بفضلہٖ تعالیٰ اُمید صفائی کی متصور ہے۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ☆ درنوشت ست پند بر دیوار

اب میں اس جواب کو اس تحریر پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کا تو مختصر حال وہ ہے جو اوپر مذکور ہو چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے جو بہ شہادت عیسائیاں لکھتا ہوں۔

اسپان ہمیس مسیحی جو آپ کی دشمنی میں شدید تھا اس سے سیل صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں جو مطبوعہ ۱۰۸۵ء ہے صفحہ ٦ پر نقل کیا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نہایت شکیل و عقیل تھے اور پسندیدہ طریقہ رکھتے تھے مسکینوں سے احسان ان کا شیمہ کریمہ تھا۔ سب سے نیک خلقی سے معاملہ کرتے تھے۔ بڑے بہادر تھے۔ خدا کے نام کی تعظیم عظیم کرتے تھے اور بہتانیوں، زانیوں، خونیوں، فضول گوؤں، طمع والوں، جھوٹے گواہوں سے سخت تشدید کرتے اور بھاری سزا دیتے تھے اور لوگوں کو صبر، بخشش، نیکوکاری، احسانِ ماں باپ اور بڑوں کی تعظیم توقیر تکریم کا وعظ کرتے تھے اور خود پرلے درجے کے عابد و مرتاض تھے۔ انتہی

جون ڈیون بورٹ صاحب اپنی کتاب کی ابتدا میں لکھتا ہے:

اس کتاب کی تصنیف سے میری یہ غرض ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے الزامات اور بے انصافانہ بہتان نفع رساں تھے وہ مصنف جنہوں نے تعصب

مذہبی کے سبب سے اس محی عبادت واحد مطلق کے شہرہ پر داغ لگایا ہے صرف انہوں نے یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ ہم نامنصف اوراس عدل سے خالی ہیں جس کے اتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ نے اس قدر رشد و مد سے تاکید فرمائی ہے بلکہ انہوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کھائی ہے، کیونکہ ادنی فکر میں ان کو یقین ہوجاتا کہ یہ عیسائیوں اوراس زمانہ کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اوراس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں بلکہ مشرقی لوگوں کا یہ طریقہ ہے آنحضرت (ﷺ) کوایک شارعِ مذہب اور مقننِ ملت خیال کرنا چاہیے۔ اگر ہم یہ نہ کہیں کہ آپ ایسے ذہین تھے کہ دنیا میں آپ کا نظیر پیدا نہیں ہوا تو اس میں شک نہیں کہ آپ ملک ایشیا کے سب میں بڑے نامی اور گرامی آدمی تھے۔

جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھااور وہ آپ کی ہدایت کے بعد کیسے ہوگئے۔ علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسئلوں نے کروڑ ہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت وثنا نہ کرنا بہت بڑی بے انصافی ہے اور آپ کی ولادت کو اتفاق پر محمول کرنا خدائے عزوجل کی قدرت اور حکومت پر شبہ کرنا ہے۔ وفی مقام آخر من ہذا الکتاب۔

ایک تجارت کے سفر میں جس میں آنحضرت (ﷺ) اپنے چچا کے ساتھ تھے، آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے ان میں سب سے بڑے پادری نے حضرت (ﷺ) کو بغور دیکھ کر ابوطالب کو ایک گوشہ میں لے گیا اور کہا اپنے بھتیجے سے خبر دار رہنا اوراس کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اس پادری کی پیشین گوئی بالکل پوری ہوئی۔ وفی مقام اخر منہ۔

آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں آپ کی نصیحت جلد مؤثر ہوتی تھی۔

جب آپ مسن ہوئے تو گبن صاحب مورخ نے آپ کا ذکر اس طرح لکھا ہے :

لوگ آنحضرت (ﷺ) کی شاہانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور وضع دار تبسم اور بکھری ہوئی

داڑھی اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے تعریف کیا کرتے تھے۔ دنیوی رسوم میں آپ کو ادب اور خوش خلقی کا نہایت لحاظ تھا۔ امرا اور حکام کی جس قدر آپ تعظیم کرتے تھے اتنی ہی آپ غربا ے مکہ کے ساتھ خوش خلقی اور دل داری سے پیش آتے تھے۔ انتہی

پس جاے غور ہے کہ جس شخص کی اس قدر تعریف مخالف لکھیں اور اس کی کتاب وملت کو پسندیدہ کہیں اور بایں ہمہ اگلی آسمانی کتابوں میں اس کی نبوت پر بشارتیں اور اشارتیں بھی ہوں اور بہت سے اہل کتاب اس پر ایمان لائے اور اب تک لیے آتے ہوں تو پھر بے شک وشبہ انصاف کی رو سے ماننا پڑ جاتا ہے کہ یہ شخص خدا کا سچا نبی ہے کہ جس پر ایمان لانے سے ابدی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کے انکار میں عذاب دائمی ہے ۔

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم

تو خواہ پنداز اں در پذیر وخواہ ملال

حقیر یہاں پر بڑی نیازمندی سے تمام اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کو توریت کے باب استثنا کی یہ تین آیتیں یاد دلاتا ہے :

(۲۰) لیکن وہ نبی کہ تکبر سے جرأت کرے اور میرے نام سے کوئی بات کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا دوسرے معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔ (۲۱) پس تو اگر پسند کرے اور اپنے دل میں کہے کہ میں کیوں کر تمیز کرسکوں اس بات کی جو رب نے نہ کہی ہو۔ (۲۲) پس تیرے لیے یہ نشانی ہے کہ جو بات اس نبی نے خدا سے کہی اور وہ پوری نہ ہوئی تو وہ رب کی کلام نہیں ہے بلکہ اس نبی نے اپنی عظمت دکھلانے کو کہی تھی ۔

پس اب خدا کے لیے سارے یہود ونصاریٰ غور کریں اور دیکھیں کہ ہمارے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٔ نبوت کیا اور کسی نے آپ کو قتل یعنی مار نہیں دیا اور جو باتیں آپ نے خدا کی طرف سے فرمائیں وہ سب پوری ہوئیں، اس لیے کروڑ ہا آدمیوں نے آپ کا دین مان لیا تو بموجب شہادت آپ کی مقدس کتاب کے بھی آپ بے شک سچے پیغمبر اور برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔پس بڑی خوش نصیبی ہے ان لوگوں کی جو آپ پر ایمان لائے اور محمدی کہلائے اور سخت حسرت ہے ان کے لیے جو آپ کے منکرین میں داخل ہوئے اور جہنم میں واصل ہوئے۔

اے خدائے کریم رحمٰن ورحیم! ہم سارے مسلمین تیرے عاجز بندوں اور تیرے حبیب قریب رسول کریم علیہ التسلیم کے دامن گیر اور ارادت مندوں سے ہیں تیرا بڑا احسان ہو کہ ہم کو دنیا میں اسی طریق پر مستقیم رکھ اور اسی پر خاتمہ فرما اور آخرت کو اسی فریق میں اٹھا۔

یارب ایں آرزوے من چہ خوش ست ☆ تو بدیں آرزو مرا برساں

ختم ہوئے جواب تیرہ سوالوں کے۔

سوال-۱۴(۱)

چونکہ صرف متعلق ہے اہل تشیع کے اور منشا اس سے جرح ہے کتب احادیث پر اس لیے مستحسن معلوم ہوا کہ اس جگہ جواب ان اعتراضات جو پادری عماد الدین صاحب نے باتباع پادری فنڈر صاحب مصنف میزان الحق کے احادیث پر کیے ہیں لکھا جائے اور اس سوال جواب سے پہلے اس قدر محفوظ ہونا چاہیے کہ جو احادیث صحیحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتب صحاح میں مروی ہیں وہ سب بحکم قرآن مسلم الثبوت وواجب الایمان ہیں سورۂ نجم (۲۷س)(اپ) میں ہے :

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی o (سورۂ والنجم:۵۳/۳-۴)

ترجمہ: اور محمد (ﷺ) خواہش نفس سے بات نہیں کہتا ہے۔نہیں ہے وہ بات مگر پیغام الٰہی جو اس کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

اور سورۂ حشر (۲۸س)(اپ)(۴ر) میں ہے :

وَ مَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَ مَا نَهٰکُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا o (سورۂ حشر:۵۹/۷)

---

(۱) سوال ۱۴۔شیعہ فرقہ میں کون کون سی کتاب علم حدیث کی معتبر سمجھی جاتی ہے ان کے نام بیان فرما کر ان کے مؤلفوں کے نام بھی بتلا دیں اور ہر ایک کتاب کی تالیف کا سن بھی براہ نوازش کسی کتاب معتبر کے حوالہ سے لکھ دیں۔۱۲ نغمۂ طنبوری

ترجمہ: یعنی جو کچھ تم کو رسول نے دیا اسے پکڑ لو اور جس چیز سے روکا اس سے باز آؤ۔

اور نیز بہتر (۷۲) اصحاب جن میں عشرہ مبشرہ داخل ہیں آپ سے روایت کرتے ہیں :

وَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . (۱)

یعنی جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا اور جو میں نے نہیں کہا تھا میری طرف اسناد کیا پس وہ تیار دیکھ لے اپنی جگہ دوزخ میں۔

پس بحکم ایسی احادیث متواترہ کے ہمارے مقتدایانِ دین نے روایت حدیث میں ایسے قواعد وضوابط کی پابندی کی ہے کہ جن کی رعایت سے یقین ہو جاتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں کچھ بھی خلل و زلل نہیں ہے۔ **كما لا يخفى على الماهر بضوابط علم أصول الحديث .**

اور کیوں نہ ہو جب کہ یہاں تک انتظام ہے کہ جس سے ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی روایت میں جھوٹ ثابت ہو گیا تو اس کی حدیث کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے پس باوصف ایسی احتیاطوں کے کوئی عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ احادیث صحیحہ نامعتبر ہیں۔

اب اعتراضات خمسہ اور ان کے جواب لکھے جاتے ہیں :

چونکہ یہ جوابات کسی سوال نغمۂ طنبوری کے نہیں ہیں تا کہ ان میں جوابِ تحقیقی کا التزام کیا جاتا، اس لیے ان میں اوّل جوابِ تحقیقی اور پھر جوابِ الزامی اور وہ بھی بغرض اصلاح دیے گئے ہیں :

پہلا اعتراض

حدیث کے راوی آنحضرت (ﷺ) کے ازواج و اقارب واصحاب ہیں اور ان کی شہادت ان کے حق میں نامعتبر ہے۔

جواب

(۱) صحیح بخاری: ۱/۳۳ حدیث: ۱۱۰...... صحیح مسلم: ۱/۱۰ حدیث: ۳...... سنن ابوداؤد: ۳/۳۵۷ حدیث: ۳۶۵۳ ......سنن ابن ماجہ: ۱/۱۳ حدیث: ۳۰......سنن ترمذی: ۴/۵۲۴ حدیث: ۲۲۵۷۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور تمام فضائل تو قرآنِ مجید کی شہادت سے ثابت ہیں۔ کسی رشتہ دار یا یار کی شہادت سے ثابت نہیں ہوئے تا کہ ان کی شہادت آپ کے حق میں نامعتبر متصور ہوتی اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دنیاوی حق یا منصب سلطنت وریاست کا دعوی نہیں فرمایا تھا کہ اس کی وجہ ثبوت میں ان لوگوں کی شہادت نامعتبر خیال کی جاتی بلکہ احادیث سے تو احکام الٰہی ثابت ہوتے ہیں پس ان کے راوی سوائے ان لوگوں کے جو خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول کریم (ﷺ) پر ایمان لانے والے ہیں اور کون ہو سکتے ہیں پس ان کی شہادت کو نامعتبر جاننا اہل کتاب کو سخت نامناسب ہے۔

دیکھو اَناجیل اربعہ میں جس قدر حالات و مقاماتِ مسیحی درج ہیں ان کے راوی بھی حضرت مریم والدہ ماجدہ اور یوسف نجار آپ کے جعلی باپ اور آپ کے شاگرد یعنی حواریین ہیں پس چونکہ ان لوگوں کی شہادت حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے بارے میں معتبر متصور ہوئی، تو اگر ایسے ہی لوگوں کی شہادت ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نامعتبر ٹھہرے گی تو اس بات کا نام سوائے نہایت بے انصافی اور غایت تعصب مذہبی کے اور کیا رکھا جائے گا۔

پس لازم ہوا کہ اہل کتاب اس شہادت کو بھی مثل اپنی مقدس کتاب کی شہادت کے معتبر تسلیم کریں، تا کہ عاقل ان پر الزامِ بے انصافی اور حرفِ تعصب نہ دھریں اور اگر کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور صحابہ کا ایمان ریاست دنیوی کی طمع پر مبنی تھا تو یہ احتمال بھی محض خام خیال ہے، کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد ۱۳ برس تک کفار کے ہاتھ سے سخت تکلیفات اٹھاتے رہے اور اس اثنا میں تمام آپ کے اقارب اور اکابر صحابہ ایمان لائے اور اپنی ریاستوں اور عیش وعشرت کو چھوڑ کر آپ پر مال ومنال فدا کر کے تمام رنج اٹھا کر سچے مومن کہلائے، یہاں تک کہ بعض صحابہ جلاوطن ہو کر حبشہ اور مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ اسلام کو عزیز جان کر بترک اہل وعیال فقر اور مسکنت کے پیچھے پڑ گئے پس وہ کون عاقل ہے جو ایسے لوگوں کے ایمان کو طمعِ دنیوی پر حمل کرے، حالانکہ قرآن عظیم ان کے کمالِ ایمان اور علوِشان پر شاہد عادل ہے۔ کما بین فی رسالة هدية الشيعتين .

اے صاحبو! حضرت مسیح کے تلامذہ یعنی حواری جو مساکین شکاری تھے اور یہودیوں سے سن

چکے تھے کہ حضرت مسیح سلطان عظیم الشان ہوں گے اور نیز خود حضرت مسیح نے ان سے فرمایا تھا کہ میں جب اپنے جلال کے تخت پر بیٹھوں گا تو تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھو گے اور اسرائیل کے بارہ فرقوں کی عدالت کرو گے جیسا کہ انتیسویں باب انجیل متی میں موجود ہے۔

پس جب ان کا ایمان طمعِ دنیوی پر حمل نہیں کیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابوں کا ایمان باوجود ترک ریاست واختیار مسکنت کے کیوں طمع ریاست پر محمول ہوتا ہے۔ ذرا انصاف کرو اور عقل دُور بین کو کام میں لاکر خدا کے عذاب سے ڈرو۔ **وما علینا إلَّا البلاغ المبین . واللّٰه هو الموفق والمعین .**

دوسرا اِعتراض

کتب احادیث کے مؤلفوں نے حالاتِ محمدی اور معجزاتِ احمدی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے اور نہ آپ کی باتیں بلا واسطہ سنی ہیں بلکہ ان سب کو بہ تواتر ایک سو برس یا دو سو برس آپ کی وفات کے بعد سنا اور جمع کیا اور مقدار نصف کے نامعتبر جان کر ساقط کر دیا۔

جواب

غرض اس اعتراض سے اظہارِ ضعف روایاتِ لسانی ہے اور حق یہ ہے کہ جو امر مقصود اور ضروری ہوتا ہے بالضرور یاد رہتا ہے گو اس کے وقوع کو کسی قدر عرصہ گزر چکا ہو اور جو روزمرہ کے سرسری کام ہوتے ہیں ان کے حفظ میں اہتمام نہیں رہتا ہے۔

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ پرسوں آپ نے کیا کھایا اور کتنی دفعہ پانی پیا تھا تو وہ بے شک نہ بتا سکے گا لیکن اگر یہ استفسار کیا جائے کہ تمہارے شہر میں وقت غدر کے کس کس کا گھر لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہا تھا تو اس ۲۲ برس کی بات کو اَز بر سنا دیں گے اور نیز اپنے فرزند یا بھائی کی شادی کے حالات باوجود انقضاے مدتِ دراز حرف بحرف لکھا دیں گے۔

پس جب دنیوی کاروبار کا یہ حال ہے تو احادیث نبوی کہ جن سے نصف یا زیادہ احکام شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے اصحاب کبار اور ان کے شاگردان ابرار کو کیا یاد نہ تھیں۔نہیں بلکہ واقفانِ احوالِ صحابہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ سب ان کو باہتمام تمام اور ضبط مالا کلام محفوظ تھیں،لیکن صدرِاول میں بسبب برکت قربِ زمانِ سعادت نشاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کمالِ حفظ وضبط کے نیز خوفِ لبسِ قرآن وحدیث سے صحابہ تالیف وجمع احادیث کے محتاج نہ ہوئے اور تابعین یعنی صحابہ کے شاگردوں نے مثل امام زہری وامام ربیع بن صبیح وامام سعید وغیرہم نے احادیث کی تالیف بلا رعایت ابوابِ فقہی شروع کی۔

پھر تبع تابعین سے امام مالک نے مدینہ طیبہ میں اور امام ابومحمد عبدالملک نے مکہ معظّمہ میں اور امام عبدالرحمٰن بن اوزاعی نے شام میں اور امام سفیان ثوری نے کوفہ میں اور امام حماد بن سلمہ نے بصرہ میں بلحاظ ترتیب ابواب فقہ کتب احادیث لکھیں۔

پھر امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہم اللہ اور امام مسلم بن حجاج نیشا پوری نے اپنی صحیحین میں احادیث صحیحہ پر اقتصار کیا اور احادیث غیر صحیحہ کو چھوڑ دیا لیکن احادیث متواترہ وصحیحہ کو کسی نے بھی نا معتبر جان کر ترک نہیں کیا ہے اور امامانِ علم حدیث نے روایت کے باب میں سخت کوشش فرمائی۔

اسماے رجال کی کتابیں دیکھنے والے یقین کرتے ہیں کہ روایت حدیث میں کس قدر احتیاط مرعی ہے۔اب اس سعی بلیغ کے دیکھنے اور روایاتِ سلسلہ وار جن کا انتہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بڑی متانت سے پہنچتا ہے ان کے ملاحظہ سے صاف ظاہر ہے کہ ان روایاتِ لسانی میں کچھ بھی خلل متصور نہیں ہوسکتا ہے۔

دیکھو پانچ باب سفر امثال کی حضرت سلیمان کی وفات سے ۲۷۰ برس بعد روایاتِ لسانی سے لکھی گئی ہیں اور انجیل مرقس اور لوقا اور انیس باب کتاب اعمال کی بھی روایات لسانی لکھی گئی ہیں، اس لیے جمہور اہل کتاب روایاتِ لسانی کو معتبر جانتے ہیں۔پس انجیل مرقس ولوقا وکتاب اعمال و سفر امثال تو آپ کے نزدیک باوصف روایاتِ لسانی کے معتبر ٹھہریں اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایاتِ لسانی ہوکر نامعتبر۔یہ کیا سخت بے انصافی ہے۔خدا اپنے سارے بندوں کو عقل سلیم عنایت فرمائے۔

تیسرا اعتراض

جو عاقل تعصب کو چھوڑ کر اکثر احادیث کے معانی میں غور کرے تو جان لے گا کہ اُن کے معانی صادق اور مطابق نفس الامر نہیں ہیں۔

جواب

اوّل: تو یہ اعتراض مجمل بلکہ مہمل ہے۔کسی حدیث کے معنی کی نظیر نہیں لکھی تا کہ اس کی امثال کو اس اعتراض کا مورد تصور کیا جاتا اور اس کا جواب سوچنے میں آتا۔

دوم: یہ اعتراض محض غلط ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں کوئی ایسا مضمون نہیں کہ عقل سلیم کے نزدیک ممتنع ہو،لیکن بعض معجزات کہ وہ خلاف اور خرق عادت ہیں اور ایسا ہی بہشت دوزخ اور فرشتوں کا حال ہے جن کے نظائر دنیا میں موجود نہیں ہیں، پس ان چیزوں کے ممتنع ہونے کی کوئی دلیل اگر آپ کے یہاں ہے تو اسے بیان کیجیے اور ہم سے اس کا جواب شافی لیجیے۔

اور اگر آپ کو یہ خلجان ہے کہ یہ امور خلاف عادت ہیں تو کیا مضائقہ ہے، کیونکہ معجزہ تو نام اسی چیز کا ہے جو حسب عادت نہ ہو بلکہ بر خلاف عادت ہو۔کیا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے عصا کا اَژدہا بن جانا اور ساحروں کے تمام سانپوں کا نگل جانا اور پھر ویسے کا ویسا ہی عصا بن کر نظر آنا یہ خرقِ عادت اور خلافِ معتاد نہ تھا۔وعلی هذا القیاس .

دوسرے معجزاتِ موسوی جو کتابِ مقدس میں مذکور ہیں، پس جب ان کو مانا جاتا ہے تو معجزات محمدی کے ماننے میں کون سی قباحت ہے۔اور عالم اُخروی کو عالم دُنیوی پر قیاس کرنا اور جس چیز کی دنیا میں نظیر نہ ہو اس سے منکر ہو جانا ان لوگوں کا کام ہے جو کسی مذہب وملت کے پابند نہ ہوں، البتہ جس نے آگبوٹ اور ریل گاڑی نہ دیکھی ہوگی وہ اس قدر سرعت قطع مسافت سے منکر ہوگا مگر جب دیکھ لے گا تو اس کا استبعاد جاتا رہے گا۔

پس جب شارعِ معصوم اور صادقِ مصدوق نے ہم کو بعض چیزوں کی خبر دی جن کی نظیر ہم دنیا

میں نہیں دیکھتے ہیں تو خدا کو ہر چیز پر قادر جان کر ان چیزوں پر ایمان لاتے اور مان جاتے ہیں۔ بھلا انصاف تو کرو مسئلہ تثلیث اور کفارہ جو آپ کے ایمان کا اصل الاصول ہے اس کو کون سی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے بلکہ آپ لوگ خود کہتے ہیں یہ باتیں عقل میں نہیں آتی ہیں، پس ان ممتنعاتِ عقلی نفس الامری کو مان کر ممتنعاتِ زعمی اور فرضی سے منکر ہونا یہ کون سا مذہب وملت ہے۔

چوتھا اِعتراض

بہت سی حدیثیں قرآن کے برخلاف ہیں کیوں کہ قرآن میں ہے کہ آنحضرت سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور حدیثوں میں بہت سے معجزات مذکور ہیں اور بھی قرآن میں ہے کہ آپ گناہ گار تھے اور بہت سی حدیثوں میں ہے کہ آپ معصوم تھے اور نیز قرآن میں ہے کہ آپ ابتدا میں جہل و گمراہی میں تھے جیسا کہ سورۂ والضحیٰ میں ہے: **وَ وَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی** اور سورۂ شوریٰ میں ہے: **مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَ الْاِیْمَانُ** اور حدیثوں میں ہے کہ آپ ایمان پر متولد ہوئے تھے۔

جواب

کوئی حدیث صحیح قرآن کے برخلاف نہیں ہے، صرف فہمیدِ غیر سدید ہے۔ ایسا جب قرآن کے اول سے آخر تک بغور پڑھنے سے ہرگز نہیں پایا جاتا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا بلکہ قرآن میں تو بجابجا (بارہا) متعدد بہت بھاری ثبوت ہے معجزات کا۔ سورۂ بقر (اس (۳پ) (۳ر) میں ہے:

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ وَّ مَا یَکْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ o (سورۂ بقرہ:۹۹/۲)

ترجمہ: اور ہر آیہ بے شک ہم نے اُتاری تیری طرف اے محمد (ﷺ) معجزات ظاہر اور

نہیں منکر ہوتے ان معجزات کے مگر بے حکم لوگ۔

دیکھو کیسا شدومد سے اثباتِ معجزات ہے۔اس آیت کے معنی تفسیر عزیزی سے جو فارسی واُردو دونوں کثیرالوجود ہیں دیکھ لیجیے تاکہ بیچ اعتراض کا کشت زاروں سے برکندہ ہو جائے اور پھر کبھی یہ وسواس آپ کے نزدیک نہ آئے۔اور تیرہویں سوال کے جواب میں جو معجزاتِ قرآنی کا مختصر بیان لکھا گیا ہے اس کو بھی بنظر تامل ملاحظہ کریں اور معجزۂ شق القمر پر جو آپ کی قوم کے اعتراض تھے ان کا تھوڑا سا جواب بھی حاشیہ میں ابتداءًاسی جواب کے لکھ دیا ہے اس کو بھی آپ پڑھ لیں اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں البتہ قرآن میں اتنا ضرور ہے کہ جب کبھی کفار نے براہِ تعنت وعناد معجزہ طلب کیا یا عالم الغیب نے عدم انتفاع جان لیا تو اس کے جواب میں یہ حکم دیا :

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً o (سورۂ بنی اسرائیل:۹۳/۱۷)

یعنی کہہ دو ان کے اعتراضات اور لغویات کے جواب میں میرا رب پاک ہے میں تو آدمی رسول ہوں مثل دوسرے رسولوں کے۔

یعنی جیسا کہ دوسرے رسول بھی کفار کے عناد اور لجاج کی حاجت میں معجزہ نہیں دکھاتے ویسا میں بھی نہیں دکھاتا ہوں۔اجی کون سی ضرور ہے کہ ہر واہیات میں خدا اور رسول کفار کی بات مان لیں پس اس میں مطلق معجزہ کی نفی نہیں بلکہ معجزہ مقترحہ کے دکھلانے سے انکار ہے،اور اسی پر سارے نبیوں کا مدار ہے۔سو اگر آپ کو ہماری بات کا نہیں اعتبار ہے تو آٹھویں باب انجیل مرقس سے حضرت مسیح علیہ السلام کا حال سن لیجیے اور انصاف کیجیے :

(۱۱)اور فریسی نکلے اور اس کے امتحان کے لیے آسمان سے نشان چاہ کی اس سے حجت کرنے لگے۔(۱۲)اور اس نے اپنی روح میں آہ مار کے کہا کہ اس زمانہ کی قوم کیوں نشان چاہتی ہے میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اس قوم کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔

اور اس قسم کی آیات عہد جدید وقدیم میں ہے بہت پیشکش کرسکتا ہوں،لیکن اختصار سے کار ہے اور بابت عصمت کے سوال ۳،۹،۱۰،۱۱ کے جوابات میں آیت قرآنی اس قدر لکھ چکا ہوں کہ اب اس کے ذکر مکرر کی چنداں حاجت نہیں۔ذرا تکلیف فرما کر ان کو پڑھ لیجیے اور اس وسوسہ کو خاطر مبارک سے باہر کیجیے۔اور سوال ۱۲ کے جواب میں بھی اثباتِ عصمت کا ذکر ہے۔باقی رہا اطلاق لفظ اضلال

کا آپ (ﷺ) پر سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضـال سے مراد ایمان سے گمراہ (جسے کافر کہتے ہیں) نہیں ہے کیونکہ اس ضلال کی خدا نے آپ سے نفی کی ہے جیسا کہ سورۂ نجم کے ابتدا میں فرمایا ہے :

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۝ (سورۂ والنجم:۵۳/۱،۲)

یعنی ستارہ کی قسم ہے جب نیچے جاتا ہے کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ نہیں ہوا اور نہ دین کا راہ بُھولا ہے۔

اور سورۂ شوریٰ کے اخیر میں ہے :

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرٰطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (سورۂ شوریٰ:۴۲/۵۲)

یعنی اور بے شک تُو ہدایت کرتا ہے سیدھے راستہ کی طرف۔

پس جب خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضلال کی نفی کی اور آپ کو ہادی فرمایا تو کیسے متصور ہوتا ہے کہ خدا نے ایسے ضلال کا اثبات کیا— ھل ھذا إلا جنون— بلکہ مراد اس ضلال سے وہ ہے جو حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں لڑکپن میں اپنے جد عبد المطلب سے راستہ میں بھول گیا اور بھوک سے سخت ناچار ہوا، پس خدا نے مجھے راستہ بتایا اور اپنے گھر پہنچایا سو خدائے کریم اس حال کو یاد دلا کر اپنے حبیب قریب پر تحدیث نعمت کرتا ہے، اور بیضاوی و کشاف وجلالین میں یوں لکھا ہے کہ آپ شریعت سے ضال یعنی انجان تھے، پس خدا نے الہام اور وحی سے شریعت پر ہدایت کر دی اور ایسا ہی بارہ وجہ سے اس کی توجیہات لکھی گئی ہیں۔ اختصار کے واسطے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور دوسری آیت میں جو لفظ ایمان ہے مراد اس سے نماز ہے جیسا کہ فرمایا ہے :

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمٰنَكُمْ ۝ (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۳)

[ای صَلٰوٰتِكُمْ]

یعنی خدا تمہارے ایمان [یعنی نماز] کو ضائع نہ کرے گا۔

سوا اس کے اور توجیہات بھی بہت ہیں جن سے آیات میں تطبیق حاصل ہو جاتی ہے، پس ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث میں ہرگز ہرگز مخالفت نہیں ہے۔

پانچواں اِعتراض

حدیثیں باہم مختلف ہیں؟۔

جواب

احادیث صحیحہ ہمارے نزدیک معتبر ہیں اوراگرکسی حدیث نامعتبر کا کوئی مضمون مخالف مضمون کسی حدیث صحیح کے ہوتو ہم اس کو پایۂ اعتبار سے خارج تصور کرتے ہیں اور جو بادیُ النظر میں احادیث صحیحہ کے درمیان اختلاف معلوم ہوتا ہے وہ ادنیٰ تامل سے متفق ہو جاتا ہے۔شروحِ احادیث میں تطبیقات کا کافی ذکر ہے،کوئی اہل اسلام میں سے اصلاً قائل اختلاف احادیث کا نہیں۔ ہاں ضرور ایسے اختلافات کی اگر تلاش درپیش ہوتو آپ کی مقدس کتابوں کا کوئی باب اختلاف سے خالی نہیں رہے گا۔

بہرحال ہماری اَحادیث میں وہ اِختلافات نہیں ہیں جو آپ کی مقدس کتابوں میں ہیں۔ کتاب اظہارالحق میں ۱۲۴/اختلاف کتب عہد جدید وعہد عتیق کے لکھ کر یوں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی اہل کتاب کی کتابوں میں فکر سے دیکھے تو اُسے ناممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کو مسیح موعود مان سکے۔ اس ملازمت کے بیان میں اُمورِاربعہ مذکور ہوتے ہیں :

پہلا یہ اَمر ہے کہ جب یواقیم بن یوشیا نے وہ صحیفہ جلادیا جو باروح نے ارمیا سے لکھا تھا تب یہ وحی ارمیا پر نازل ہوئی کہ یواقیم یہودا کے بادشاہ کی ضد میں رب کہتا ہے کہ ان سے کوئی داود کی کرسی پر نہ بیٹھے جیسا کہ چھتیسویں باب کتاب ارمیا میں ہے اور مسیح موعود کو داؤد کی کرسی پر بیٹھنا ضروری ہے لوقا نے پہلے باب اپنے انجیل میں حضرت جبرئیل کا قول جناب مریم سے یوں نقل کیا ہے :

اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا۔

دوسرا اَمر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کا آنا اس شرط سے مشروط تھا کہ ایلیا ان سے پہلے آئے گا اور یہودا اسی واسطے آپ سے منکر ہوئے تھے کہ ایلیا اب تک نہیں آیا اور اس کا آنا ضرور ہے اور

حضرت مسیح نے بھی مان لیا تھا کہ ضرور ایلیا آنا تھا لیکن وہ آ گیا اور تم نے اس کو نہیں پہچانا۔

تیسرا اَمر یہ ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک معجزات کا ظہور ایمان کی دلیل بھی نہیں ہوسکتی ہے چہ جائے آنکہ نبوت یا اُلوہیت کی دلیل بن جائے۔ انجیل متی کے چوبیسویں باب کی چوبیسویں آیت ہے :

کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔

پولوس کے دوسرے خط کے دوسرے باب کی نویں آیت دجال کے حق میں ہے کہ اس کا ظہور شیطان کی تاثیر کے موافق جھوٹ کی کمالِ قدرت اور نشانیوں اور اچنبوں اور ہلاک ہونے والوں کے درمیان شرارت کے ہر طرح کی دغابازی کے ساتھ ہوگا۔

چوتھا اَمر یہ ہے کہ جو کوئی غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائے تو وہ واجب القتل ہے، اور ظاہر ہے کہ مدعی اُلوہیت کا غیر اللہ ہے جو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔

تیرہویں باب سفر استثنا میں ہے :

جو نبی یا الہام کا مدعی جب عبادت غیر خدا کی طرف لوگوں کو بلائے تو وہ قتل کیا جائے اگر چہ صاحب معجزات عظیمہ ہو اور ایسا ہی جو ان کے قریبیوں سے اس کی طرف راغب ہو تو بھی سنگسار کیا جائے اور اس پر رحم نہ کریں۔

پس جب یہ چاروں مقدمات ذہن نشین ہو گئے تو اب جاننا چاہیے کہ حضرت مسیح بموجب نسب نامہ انجیل متی کے یواقیم کی اولاد سے ہیں پس ان کا داؤد کی کرسی پر بٹھانا ناجائز ہوا بحکم مقدمہ اُولی اور آپ سے پہلے ایلیا نہیں آیا، کیونکہ اگر ایلیا خدا کا رسول صاحب وحی والہام آتا تو کب ممکن تھا کہ وہ اپنے نفس کو نہ پہچانتا اور یہود میں ظاہر نہ ہوتا پس حضرتِ مسیح موعود نہ ٹھہرے بحکم مقدمہ ثانیہ اور آپ نے بموجب زعم اہل تثلیث کے دعوی اُلوہیت کیا یعنی لوگوں کو آپ نے عبادت کی طرف بلایا پس واجب القتل ٹھہرے بحکم مقدمۂ رابعہ اور وہ معجزات جو اناجیل میں مذکور ہیں اوّل تو ان کو مخالف نہیں مانتا ہے اور اگر مان بھی لے گا تو معجزات دلیل ایمان کے نہیں ہو سکتے ہیں چہ جائے آنکہ دلیل نبوت یا اُلوہیت ہوسکیں بحکم مقدمہ ثالثہ۔

پس معاذ اللہ یہود آپ کے قتل میں حق پر تھے۔ اور کیا فرق ہے مسیح نصاری اور یہود میں کیونکہ مسیح تو ایک ہی تھے جس کی نصاری تصدیق کرتے ہیں اور یہود تکذیب۔

پس بے انداز شکر ہے اس خدائے واحد لاشریک کا جس نے بطفیل اپنے حبیب قریب حضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کو ایسے تہلکوں اور خرابیوں سے بچایا کہ ہم معتقد ہوئے اس بات کے کہ حضرت مسیح ابن مریم خدا کے سچے نبی اور مسیح موعود ہیں، دعویٰ اُلوہیت سے دست بردار اور افترائے اہل تثلیث سے سخت بیزار ہیں۔

ختم ہوا ترجمہ عبارت اظہار الحق کا اور نیز ختم ہوا یہ رسالہ فضل الٰہی سے۔

اب حقیر تمام بنی آدم کو دعوت اسلام کا پیغام پہنچا کر پادری عماد الدین صاحب سے ملتمس ہے کہ اگر آپ ان جوابات کو دیکھ کر نصرانیت سے توبہ وتبری فرمائیں اور سرنو ایمان لے آئیں تو فھو المراد والحمدللہ علی ذلک .

مقتضائے طلب تحقیق حق یہی ہے اور خدانخواستہ اگر قبولِ حق میں کچھ اِغماض اور اختیارِ توحید سے اِعراض ہو تو فضول بحث وجدال وقیل وقال سے ہاتھ اٹھائیں اور مجھے بھی تصدیع نہ بڑھادیں بلکہ اپنی حقیت پر اگر یقین رکھتے ہیں تو قطعی فیصلہ کی طرف راغب ہو کر خود تشریف لائیں اور اپنے کنبے کو مع بڑے بڑے پادریوں کے ہمراہ لے کر اس کم ترین اُمت محمدیہ کو بھی بلائیں تاکہ پھر دونوں فریق مل کر خدائے غفار وقہار سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ جھوٹوں پر اس کی لعنت ہو پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا۔ فرقان حمید میں مکابرہ اور مجادلہ کرنے والوں سے اسی طرح پر مقابلہ کرنے کا حکم ہے :

فَـمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْـنَـآءَ کُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ کُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ o (سورۂ آل عمران:۳/۶۱)

---

(۱) پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں کہ عیسیٰ بنی آدم نہیں ہے بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تُو کہہ آ ؤ بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کے جھوٹوں پر۔۱۲

اے قلوبِ منکسرہ کے جبر کرنے والے!

اے اپنی بے فرمانیوں کو دیکھ کر صبر کرنے والے!

میری کربت غربت پر رحم فرما اور میری سیئات کو حسنات سے بدلا اور مجھے مع اقارب و احبّا اُمت مرحومہ میں رکھ اور حشر کو لواے حمد کے تلے اٹھا اور فوز عظیم کو پہنچا۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ، ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ، ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین . و صلی اللّٰه علی خیر خلقه سید المرسلین محمَّد و آله وصحبه و أزواجه أمهات المؤمنین أجمعین . اللّٰهمَّ ارحمنا معهم برحمتک یا أرحم الرَّاحمین . آمین آمین آمین .

تمَّت

تاریخِ طبع زادمولوی غلام نبی صاحب فیروز پوری شاگرد حضرت مؤلف صاحب

چو مولانا جواب نغمہ نبوشت — پسندیدند خاص و عام دیرا

فلک ہم آفریں کردہ نثارش — ملک شد بہر تحسین نغمہ پیرا

خطا بش کرد ہاتف سالِ تاریخ

جزاک اللّٰه فی الدارین خیرًا

۱۲۹۴ھ

قال المولوی فضل الحق قصوری لتاریخ الکتاب تلمیذ جناب المولف

واللّٰه لما یصنف کنحوہٖ فی ھذا الباب (۱) .

۱۲۹۴ھ

(۱) بخدا اس باب میں ایسی کتاب ہرگز نہیں لکھی گئی ہے۔۱۲



جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا٥

آیا حق اور گیا باطل۔ بے شک باطل جانے ہی والا ہے۔

تحریف قرآن کا جواب

یعنی رسالہ

إقامَةُ البُرهَان

فی رَد منُ قال

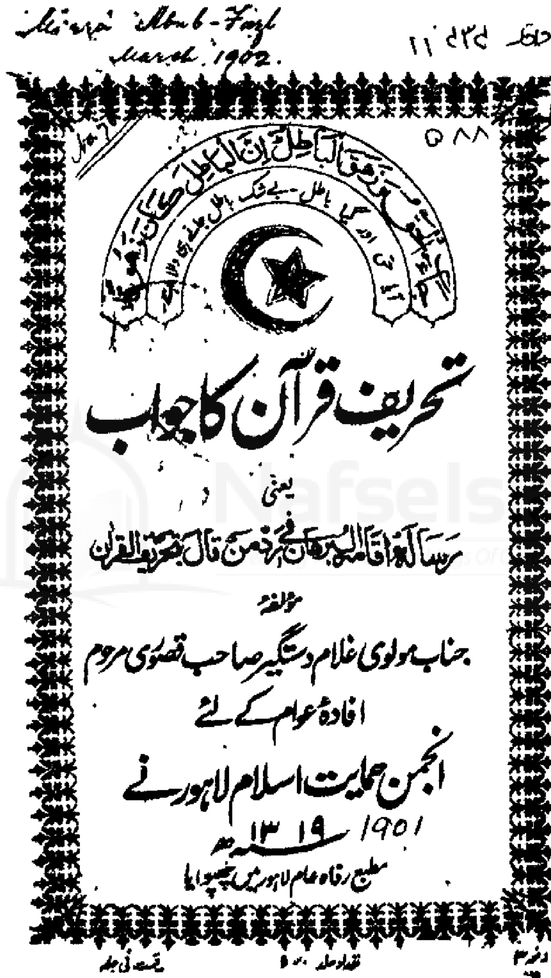
بتَحُریفِ القرُاٰن

مؤلفہ

جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم

۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں افادۂ عوام کے لیے انجمن حمایت اسلام لاہور نے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپوایا۔

اس رسالہ کا سن تالیف ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء ہے جیسا کہ صفحہ ٦ مطبوعہ انجمن حمایت اسلام، لاہور سے ظاہر ہے۔



قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

تحریف قرآن کا جواب

یعنی

رسالہ اقامۃ البرہان فی رد من قال بتحریف القرآن

مؤلفہ

جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم

افادۂ عوام کے لئے

انجمن حمایت اسلام لاہور نے

سنہ ۱۳۱۹ھ 1901

مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپوایا

[بسعی انجمن حمایت اسلام، مطبع رفاہِ عام لاہور سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

امابعدفقیرمحمدابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی صدیقی قصوری - کان اللہ لہ - ظاہر کرتا ہے کہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۱ ہجری مقدس (اکتوبر ۱۸۸۴ء) میں فقیر نے ایک رسالہ موسوم بہ 'تحریف القرآن' مطبوعہ لودیانہ مشن پریس واقعہ ۱۸ء دیکھا اس کے پہلے ورق پر ابتدا میں لکھا ہے :

'محمدی دعوی کرتے ہیں کہ انجیل تبدیل ہوگئی ہے اور ہمارا قرآن صحیح اور درست ہے مگر جب ہم پوچھتے ہیں کہ کس وقت انجیل کی تبدیلی ہوئی اور کن لوگوں نے اس کو تبدیل کیا اوران کا مطلب کیا تھا اورکون سی باتیں ہیں جو پہلے اورطرح تھیں اب اس طرح بدل گئیں اوراصل انجیل کہاں ہے۔الی قولہ توان سوالوں کا ایک بھی جواب معقول نہیں دے سکتے اورنہ کسی دلیل سے اس دعوی کو ثابت کرسکتے ہیں۔' انتہی

پھر صفحہ ۳ میں لکھا ہے :

'مسیحی لوگ بطریق اولیٰ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے تحریف پائی اور یہ قرآن جو اَب محمدیوں میں مروج ہے اصل قرآن نہیں ہے کیونکہ پہلے تو اسے ابوبکر نے اکٹھا اور مرتب کیا پھر عثمان نے دوبارہ ملاحظہ کرکے اصلاح دی حالانکہ شیعہ لوگ ان اشخاص کو کافراور بے دین جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان نے کئی سورتوں کو جوعلی کی شان میں تھیں قرآن سے نکال ڈالا۔' انتہیٰ

پھر صفحہ ۴ سے صفحہ ۱۰ تک قرآنوں کے اختلاف کی تین حدیثیں مشکوٰۃ سے نقل کرکے لکھا ہے کہ اب مشکوٰۃ کی ان حدیثوں سے کئی ایک بات ثابت ہوتی ہیں :

پہلی یہ کہ خودمحمد کے وقت میں ایک شخص نے ایک آیت کو ایسا اور دوسرے نے اسی آیت کو ویسا پڑھا تھا۔

دوسری یہ کہ قرآن محمد کے وقت میں ایک جلد میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ ابوبکر نے آیات کو

جمع کرنے کا حکم دیا۔الیٰ قولہ

تیسری یہ کہ عثمان نے خلافت کے تخت پر بیٹھ کر جب دیکھا کہ لوگ پھر بھی قرآن کے پڑھنے میں فرق کرتے ہیں اور ڈرا کہ قرآن میں آگے اور زیادہ خرابیاں نہ ہوں تو زید وغیرہ کو حکم دیا کہ قرآن کو دوبارہ صحیح کرے اور سب آیات قریش کی زبان میں لکھیں۔

چوتھی اس نے سب اگلے نسخے جمع کر کے جلا دیے اور اس نئے نسخے سے اور نسخے لکھوا کر سب جگہ بھیج دیے اور اسی طرح اس کو مشہور کیا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ عثمان نے کس واسطے اگلے سب نسخوں کو جلا دیا اور اگر وہ نیا نسخہ جو اس نے مشہور کیا اور اب مستعمل ہے اگلے نسخوں سے مضمون اور الفاظ میں بعینہٖ برابر اور موافق تھا اور اس نے صرف آیات اور سورتوں کی ہی ترتیب اور ترکیب اور طور پر کی تھی تو کیا سبب تھا کہ ان کو جلا دیا بلکہ لازم تھا کہ اگر سب کو نہیں تو بعض کو ضرور ہی رکھ چھوڑتا تا کہ اگر کوئی کہے کہ تم نے قرآن کو تغیر کر دیا اور بدل ڈالا تو ان نسخوں کو اس کے سامنے رکھے کہ لو یہ اگلے نسخے ہیں دیکھو اور مقابلہ کرو تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ یہ قرآن مضمون اور الفاظ میں اگلے نسخوں سے موافق اور مطابق ہے لیکن اس بات سے کہ عثمان نے ایسا نہیں کیا بلکہ سب اگلے نسخوں کو جلا دیا تو کچھ اور گمان نہیں ہوتا مگر یہی کہ اگلے نسخوں میں ہر ایک اور طرح کا تھا یا یہ کہ جیسا شیعہ کہتے ہیں کہ اُس نے قرآن کو قصداً کم کیا اور بعض آیات میں تغییر و تبدیل کی ہے اور اُس نسخہ کو جو حفصہ کے پاس تھا اور عثمان نے اُس کو پھیر دیا اُس کی خبر کسی کو پھر نہ ملی۔الیٰ قولہ

ہر صاحب فہم و شعور کے دل میں قرآن کے صحیح اور اصل ہونے کی بابت شک کلی ہو گی اگر محمدی ایسی باتیں توریت و انجیل کی بابت مسیحیوں کی مشہور اور معتبر کتابوں سے نکال لا سکتے تو البتہ ان کا یہ ادعا کہ کتب مقدسہ تحریف ہوئی ہیں بے جا نہ ہوتا۔

یہ مضمون ہے اس رسالہ کے اخیر صفحہ ۱۲ تک اس کے دیکھنے سے فقیر کو غیرتِ دینی نے اس پر آمادہ کیا کہ اس کا جواب لکھا جائے تا کہ مصنف رسالہ مذکور کی غلط فہمی یا دھوکہ دہی ظاہر ہو جائے۔





پوشیدہ نہ رہے کہ اس رسالہ (یعنی پادری کے رسالہ 'تحریف القرآن') میں دو مضمون ہیں: اول: یہ کہ کتب مقدسہ توریت و انجیل محرف نہیں ہیں۔ دوسرا: یہ کہ قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ پس اول قرآن مجید کا تغیر و تبدل سے محفوظ ہونا ظاہر کر کے پھر بعد ازاں کتب مقدسہ کی تحریف واقعی اور یقینی ان کی معتبر اور مشہور کتابوں سے ظاہر کروں گا۔ واللہ ہوالموفق والمعین۔

واضح رہے کہ معنی 'تحریف' کے لغت میں پھیر دینا اور بدل کرنا ہے ایک سخن کا اپنی وضع اور حالت سے۔ کذا فی غیاث اللغات وغیرہ۔

پس ناگزیر ہوا کہ کلامِ محرف میں اصلی کلام لفظاً و معناً بدل جائے گا اور اس جگہ جو تحریف میں کلام ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ کلام الٰہی کا تغیر و تبدل کرنا پس تحریف کلام الٰہی وہ ہوگی جو کسی نے اس کلام کو ادل بدل کر دیا ہوتا کہ معنی بدل جائیں تو جس جگہ کلامِ الٰہی کا بحکم پروردگار دو یا تین طور پر پڑھنا روا ہوا اور معنی میں بھی کچھ فرق نہ ہو تو اس کو تحریف کہنا غلط فہمی یا دھوکہ دینا ہے۔

دیکھو سورۂ فاتحہ میں آیت مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کو جس کے معنی خداوند روز قیامت کے ہیں۔ مَلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ بھی اس میں قراءت ہے یعنی بادشاہ قیامت کا۔

اب انجان خیال کرے گا کہ دوسری قراءت پڑھنے والے نے آیت کو بدلا دیا ہے اور واقع میں یوں نہیں بلکہ **مالک یوم الدین** اور **مَلِک یوم الدین** دونوں طرح سے کلام الٰہی ہی ہے پس اس اختلافِ قراءت کو جو پادری صاحب بدیں عبارت کہ: 'خود محمد کے وقت میں ایک شخص نے ایک آیت کو ایسا اور دوسرے نے اسی آیت کو ویسا پڑھا تھا' بیان کر کے تحریف سمجھ رہے ہیں یہ خلاف عقل و علم خانہ ساز اصلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف نصیب کرے۔

یہاں پر اس اختلافِ قراءت کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن دوسری قراءت میں پڑھا، میں اس قراءت کو نہیں جانتا تھا۔ میں اس کو حضرت ﷺ کے پاس لایا آپ نے میری اور

اس کی دونوں قراءتوں کو درست فرمایا۔سو میرے دل میں اس وقت ایسا شک پڑ گیا کہ حالت کفر میں بھی ویسا شک نہ تھا۔حضرت سمجھ گئے اور آپ نے ایسا ہاتھ میرے سینے پر مارا کہ میں خوف کے مارے پسینے میں ڈوب گیا اور گویا میں نے خدا کو دیکھ لیا یعنی شک جاتا رہا حق بات صاف کھل گئی تب حضرت ﷺ نے یہ حدیث فرمائی :

یا بنی اُرسِلَ إلی أن اقرء القرآن علی حرفٍ فرددت إلیه أن هون علی أمتی فرد إلي الثانیة اقرأ ه علی حرفین فرددت إلیه أن هون علی أمتی فرد إلی أقرء ه علی سبعة أحرف ولک بکل ردة رددتکها مسئلةٌ تسئلنیها فقلت اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لأمَّتِیُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لأمَّتِیُو أخرت الثالثة لیوم یرغب إلي الخلق کلهم حتی إبراهیم صلی اللّٰه علیه وسلم . (۱)

ترجمہ:(صحیح مسلم وغیرہ میں)حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے جو قرآن مجید کے قاری تھے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! حکم بھیجا گیا میری طرف اس کا کہ پڑھ قرآن کو ایک قراءت میں۔سو میں نے پھر بھیجا خدا کی طرف کہ آسانی کر میری اُمت پر سو خدا نے پھر حکم بھیجا میری طرف دوسری بار کہ پڑھ قرآن کو دو قراءت میں سو میں نے پھر بھیجا خدا کی طرف کہ میری امت پر آسانی کر سو خدا نے حکم بھیجا میری طرف کہ پڑھ قرآن کو سات قراءتوں میں اور یہ حکم ہوا کہ تجھ کو بہ شمار ہر بار حکم بھیجنے کے جس کو میں نے تیری طرف پلٹا ایک ایک سوال کرنے کی اجازت ہے کہ تو اس کو مانگے یعنی تین بار کوئی اور دعا کر تو قبول ہو۔حضرت ﷺ نے فرمایا: سو میں نے کہا اے خداوند! میری امت کو بخش، اے خداوند میری امت کو بخش یعنی دو بار تو سوال کر چکا اور پیچھے ڈال رکھا میں نے تیرے سوال کو اس دن کے واسطے کہ جب خلق جھکے گی میری طرف سب کے سب یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

(۱) صحیح مسلم:۱/۵۶۱ حدیث: ۸۲۰......صحیح ابن حبان:۳/۱۴ حدیث: ۷۴۰......مصنف ابن ابی شیبہ:۱۱/۴۸۳ حدیث:۲۳۴۰۱......جامع الاحادیث سیوطی:۲۰/۹ حدیث:۷۸۲۲۔

فائدہ

حضرت ﷺ کو اپنی امت پر کیا شفقت تھی کہ عرض معروض کر کے سات قراءت کی اجازت لی تاکہ امت پر ایک قراءت میں پڑھنا مشکل نہ پڑے اور حق تعالیٰ کی رحمت کو خیال کرنا چاہیے کہ جب اپنے حبیب کو اپنی امت پر اتنا مہربان دیکھا تو امت کے حق میں تین بار سوال کرنے کی اجازت اَور دی، سو حضرت نے امت کے بخشنے کا دو بار سوال کیا اور تیسرا سوال قیامت کے واسطے رکھ چھوڑا کہ جب تمام پیغمبر خوف ناک ہوں گے اور کسی کے واسطے نہ کہہ سکیں گے تب ہمارے حضرت ﷺ شفاعت پر مستعد ہوں گے اور قیامت میں پیغمبر لوگ بھی حضرت ﷺ سے اپنے واسطے کچھ سعی سفارش چاہیں گے حتی کہ ابراہیم خلیل اللہ بھی دامن محمدی پکڑیں گے ۔ **كذا فی ترجمة مشارق الانوار المسماة به تحفة الأخيار فصلى الله وسلم على حبيبه و إخوانه و عترته كما يحب و يرضىٰ**۔

اس حدیث سے صاف صاف ثابت ہے کہ ساتوں قراءت کلامِ الٰہی ہے اس کو تحریف کہنا جاہلوں کو دھوکہ دینا ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس قرآن مجید کا آنحضرت ﷺ کی زمانِ سعادت نشان میں جمع نہ ہونے سے کچھ خلل لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ہر سورۃ میں آیتوں کی ترتیب بحکم الٰہی وقوع میں آئی تھی اور وہ سب سورتیں یعنی اول سے آخر تک تمام قرآن مجید کئی صحابہ کو یاد تھا پس باوصف موجود ہونے حافظوں کے اگر قرآن ایک جلد میں جمع نہ ہوا تو کیا مضائقہ۔ مع ہذا باری تعالیٰ نے قرآن مجید کے حفظ و نگہبانی کا خود وعدہ فرمایا ہوا تھا جیسا کہ سورۂ حجر کی ابتدا میں ارشاد ہے :

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ o (سورۂ حجر:۹/۱۵)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک ہم نے ہی اتارا ہے قرآن کو اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اور سورۂ حم السجدۃ میں بھی ارشاد ہو چکا تھا کہ

وَ اِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبٰطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ o (سورۂ فصلت/حم سجدہ:۴۱/۴۲)

یعنی اور تحقیق وہ قرآن عزت والی کتاب ہے اُس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے نہ پیچھے سے، اُتاری ہوئی ہے خدائے دانا صاحب تعریف کی طرف سے۔

پس جس کلام کا مالک الملک خود نگہبان ہو اور اس میں کسی کے دخل اور تغیر و تبدل کو گنجائش نہ ہو اور نیز کئی حافظوں کے سینوں میں محفوظ ہو تو ابتداءً اس کے ایک جلد میں جمع نہ ہونے سے کیا خطرہ!۔

پھر حضرت ﷺ کی وفات شریف کے بعد ہی بہ مزید احتیاط جب خلیفۂ اول نے جمع کرایا تو اس وقت ایک ہی طور پر سب صحابہ کے اجماع سے جمع نہیں ہوا تھا۔ کسی نے سورتوں کو برعایت ترتیب نزول جمع کیا تھا اور کسی نے کسی اور ترتیب سے جو اُس کو پسند آئی۔ جب ایسے نسخے جن میں صرف ترتیب کا ہی اختلاف تھا مشتہر ہوئے اور کئی حافظ بھی انتقال کر گئے تو تیسری خلافت میں جو حضرت ﷺ سے بعد تیرھویں برس قائم ہوئی تھی سب صحابہ کے اجماع سے اس اختلاف ترتیب کو رفع کرنے کے لیے اس ترتیب پر جو حضرت ﷺ سے یاد رکھتے تھے قرآن کی سورتوں کو جمع کیا اور جہاں کسی ایک دو سورتوں میں وہ ترتیب کسی کو یاد نہ رہی تو اپنے اِجتہاد سے صحابہ نے ان میں ترتیب دے کر بموجب اس ترتیب کے کئی نسخے لکھوائے اور مشتہر کرائے۔

دوسرے صحابہ مثل حضرت ابن مسعود و ابی بن کعب رضی اللہ عنہما جنہوں نے دوسری ترتیب سے قرآن کو جمع کر رکھا تھا وہ بھی اسی ترتیب کے تابع ہو گئے۔ تب اس پہلی ترتیب کے نسخوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلا دیا تھا کہ اختلاف ترتیب بالکل رفع ہو اور یہی ترتیب جو خدائے پاک اور رسول مقبول ﷺ کو پسند ہے اُمت میں شائع ہو۔ چنانچہ سب مجتہدین نے اس ترتیب کو قبول کیا اور ایک نسخہ پہلا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا چونکہ واقعی قرآن مجید میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا تھا اور نہ کسی ایمان دار کو کوئی شک تھا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی اعتراض ہوا تھا جس پر مقابلہ کی حاجت پڑتی۔

تو اس واقعہ میں اب تیرہ سو برس کے بعد یہ شک لانا کہ تیسرے خلیفہ نے قرآن میں تغیر و تبدل کر دیا ہے محض بہتان اور افترا ہے۔ شکی بات سے یقین کا توڑنا سراسر حق سے منہ موڑنا ہے۔ پھر پادری صاحب شیعہ کی طرف سے قرآن کا تغیر و تبدل نقل کرتے ہیں یہ بھی بے اصل بات ہے کیونکہ شیعہ کی معتبر کتابوں سے مثل تفسیر مجمع البیان و تفسیر صافی و صراط مستقیم و مصائب النواصب و رسالہ

اعتقادیہ شیخ صدوق وغیرہا سے ثابت ہے کہ محققین شیعہ کے نزدیک قرآن اتنا ہی ہے جو دفتین میں منقول ومسطوراور مسلمانوں میں مشہور ہے کچھ کمی بیشی اور تغیر وتبدل اس میں نہیں ہوا ہے۔

پس جب پادری فنڈر صاحب اوران کے اتباع کے اعتراض باطل ہوئے تو یہی بات حق اور ثابت ٹھہری کہ یقیناً قرآن مجید تغیر وتبدل سے محفوظ ہے۔اور جو روایت اس کے برخلاف کوئی بیان کرے وہ مردوداور باطل ہے۔اور کیوں نہ ہو کہ آج تک جو ۱۳۰۲ ہجری مقدس ہے اور قرآن کے نزول کو قریب تیرہ سوسال کے ہو چکا ہے تو اس قدر مدت ہائے دراز وقرن ہائے طویل میں قرآن مجید میں ایک لفظ بلکہ حرکت یا نقطہ تک کا فرق نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ممکن ہے۔

بڑے سے بڑا عالم اگر سہواً کوئی لفظ قرآن کا غلط پڑھے تو ایک چھوٹا سالڑکا حافظ قرآن بتادیتا ہے کہ یہ لفظ یوں صحیح ہے اور یہ محفوظیت قرآن کی ایسی بات نہیں کہ قرآن کے ماننے والے ہی اس کے قائل ہیں بلکہ دوسرے دین والے منصف مزاج بھی اس امر مسلم الثبوت کو تسلیم کرتے ہیں خود پادری صاحبان کی قوم کے بہت سے علما اس بات کو مانتے ہیں۔اگر طوالت منظور ہوتی تو کئی نقلیں اس بارہ میں منقول ہوتیں مگر اختصار کی وجہ سے اتنا ہی ذکر کافی ہے کہ سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب 'لائف آف محمدؐ' (The Life of Muhammad) میں بڑی متانت سے لکھتے ہیں :

'دنیا میں غالبًا کوئی اور کتاب نہیں ہے جس کی عبارت بارہ سو برس تک ایسی خالص رہی ہو۔' انتہی (☆)

پس غور کرو کہ جب غیر دین والے لوگ بھی قرآن کی نسبت ایسا خیال ظاہر کریں تو کب ممکن ہے کہ قرآن میں تحریف وتغیر وتبدل واقع ہو۔ **والفضل ما شهدت به الأعدآء .**

پس متحقق ہوا کہ قرآن مجید عمدہ سے عمدہ طور پر محفوظ ہے اور پادریوں کا یہ دعوٰی کہ قرآن مجید میں تحریف واقع ہوئی ہے بالکل باطل اور بلا دلیل ہے۔

اب میں پادری صاحب کے ان اعتراضوں کا جواب جو انجیل کی تحریف کے باب میں پادری

(☆) There is probably in the world no other work which has remained twelve centuries with so pure a text. (The Life of Mahomet) by William Muir LL.D. pg. 558, published by Smith, Elder & Co., 15 Waterloo Place, London in 1878(مرتبین)

صاحب نے تحریر فرمائے لکھتا ہوں :

واضح رہے کہ باقرار علمائے مسیحی و باقبال کتب معتبرہ مسیحی کے کتب مقدسہ میں تحریف واقع ہوئی ہے جس کا بیان یہ ہے کہ عہد عتیق کے مشہور نسخے تین ہیں :

پہلا نسخہ عبرانی جس کو یہود اور اکثر علماے پروٹسٹنٹ معتبر جانتے ہیں۔

دوسرا نسخہ یونانی جو ۱۵۰۰ء تک عیسائیوں کے نزدیک معتبر تھا اور عبرانی نسخہ کو محرف جانتے تھے اور یہ اب تک گرجا یونانیہ اور مشرقی گرجاؤں میں معتبر گنا جاتا ہے اور ان دونوں نسخوں میں سب کتابیں عہد عتیق کی جمع ہیں۔

تیسرا نسخہ سامری جو سامریوں کے نزدیک معتبر ہے اور یہ نسخہ بعینہٖ نسخہ عبرانی ہے، لیکن اس میں سات کتابیں عہد عتیق کی ہیں کیونکہ سامری باقی کتابوں کو عہد عتیق سے نہیں مانتے ہیں، اور یہ سامری نسخہ عبرانی نسخہ پر بہت سے فقروں اور لفظوں میں زائد ہے، اور کئی محقق علماے پروٹسٹنٹ مثل کنی کات وہیلز وہیونی کنیت وغیرہم نسخہ سامری کے معتقد ہیں اور عبرانی کو یہود کا تحریف کیا ہوا جانتے ہیں اور اکثر علماے پروٹسٹنٹ کے بھی بعضے مقاموں میں نسخہ سامری کو عبرانی پر مقدم کرتے ہیں۔

یہاں پر اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یوں ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے زمانہ سے نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے طوفان تک نسخہ عبرانی کی رُو سے ایک ہزار چھ سو چھپن سال ہوتے ہیں اور نسخہ یونانی کی رُو سے دو ہزار دو سو باسٹھ برس ہوتے ہیں اور نسخہ سامری کی رُو سے ایک ہزار تین سو سات برس ہوتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر ہنری واسکاٹ میں ایک جدول لکھ کر حضرت آدم سے لامک تک ہر شخص کی عمر سے وہ برس لکھا ہے جس میں اس کے گھر میں تولد ہوا اور حضرت نوح کی عمر سے سال طوفان لکھا ہے۔ بدیں صورت :

نام	نسخہ عبرانی	نسخہ سامری	نسخہ یونانی
آدم	۱۳۰	۱۳۰	۲۳۰
شیث	۱۰۵	۱۰۵	۲۰۵

انوش	۹۰	۹۰	۱۹۰
قینان	۷۰	۷۰	۱۷۰
مہلائیل	۶۵	۶۵	۱۶۵
بارد	۱۶۲	۶۲	۱۶۲
حنوک	۶۵	۶۵	۱۶۵
متوسالح	۱۸۷	۶۷	۱۸۷
لامک	۱۸۲	۵۳	۱۸۸
نوح	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰
	۱۶۵۶	۱۳۰۷	۲۲۶۲

پھر تینوں نسخوں کی رُو سے ثابت ہے کہ حضرت نوح طوفان کے وقت چھ سو برس کے تھے اور حضرت آدم کی عمر نوسوتیس برس کی ہوئی ہے تو نسخہ سامری کی رُو سے یہ لازم آیا کہ وقت وفات حضرت آدم کے حضرت نوح دوسوتیئس برس کے تھے اور یہ بات سب مؤرخوں کے نزدیک باطل ہے، اورنسخہ عبرانی اور یونانی بھی اس کو جھٹلا رہے ہیں کیونکہ ان کی ولادت عبرانی کی رُو سے حضرت آدم کے ایک سوچھبیس سال بعد ہوئی اور نسخہ یونانی کی رُو سے سات سوبتیس سال بعد حضرت آدم کے حضرت نوح پیدا ہوئے تو اس اختلافِ فاحش اور سخت تحریف کی وجہ سے یوسفیس یہودی مورخ مشہور نے جو عیسائیوں کے نزدیک بھی معتبر ہے اس نے تینوں نسخوں پر اعتبار نہیں کیا اور کہا ہے کہ مدت مذکور بائیس سوچھپن برس ہے۔

اب غور کرو کہ تحریف اس کا نام ہے جو تینوں نسخے الہامی کتابوں کے باہم نہیں ملتے اور زمین آسمان کا فرق رکھتے ہیں پہلی تحریف کے ضمن میں کئی تحریفیں آ گئی ہیں۔

اب آگے اور تحریف دیکھو کہ زمانۂ طوفان سے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی ولادت تک عبرانی نسخے کی رُو سے دوسو بانوے سال ہوتے ہیں اور یونانی نسخے کی رُو سے ایک ہزار بہتر

برس ہوتے ہیں اور نسخہ سامری کی شہادت سے نوسو بیالیس سال ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی تفسیر ہنری واسکاٹ میں جدول مثلاً جدول بالا کے لکھی ہے جس میں سوائے سام کے سب کی عمر سے وہ سال لکھا ہے جس میں اس کے گھر فرزند پیدا ہوا۔ اور سام کے محاذی وہ سال ہے جس میں بعد طوفان اس کے گھر فرزند تولد ہوا اور وہ جدول یہ ہے :

نام	نسخہ عبرانی	سامری	یونانی
سام	۲	۲	۲
ارفخشد	۳۵	۱۳۵	۱۳۵
قینان	۰	۰	۱۳۰
شالخ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
عابر	۳۴	۱۳۴	۱۳۴
فالغ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
رعو	۳۲	۱۳۲	۱۳۲
سروغ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
ناحور	۲۹	۷۹	۷۹
تارخ	۷۰	۷۰	۷۰
	۲۹۲	۹۴۲	۱۰۷۲

پس دیکھو کہ اس میں بھی سخت اختلاف اور ایسی تحریف واقع ہوئی ہے کہ جس سے تینوں نسخوں میں تطبیق غیر ممکن ہے۔ جب بموجب نسخہ عبرانی کے ولادت حضرت ابراہیم کی طوفان سے دوسو بانوے سال بعد ہوئی اور حضرت نوح طوفان کے بعد تین سو پچاس سال زندہ رہے تھے جیسا کہ

آیت ۲۸ باب ۹ سفر تکوین میں لکھا ہے تو لازم آیا کہ حضرت ابراہیم بوقت وفات حضرت نوح کے اٹھاون سال کے تھے، اور یہ بات سب مؤرخوں کے نزدیک غلط ہے، اور یونانی اور سامری نسخہ بھی اس کی تکذیب کررہے ہیں، کیونکہ یونانی کے بموجب ولادت حضرت ابراہیم کی حضرت نوح کی وفات سے سات سو بائیس برس بعد ہوئی ہے

اور بموجب نسخہ سامری کے پانچ سو بانوے برس بعد وفات حضرت نوح کے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

اور نیز یونانی نسخہ میں ارفخشد اور شالح کے درمیان میں ایک بطن قینان کا لکھا ہے جو عبرانی اور سامری میں معدوم ہے۔

اورلوقا کی انجیل میں نسخہ یونانی پراعتماد کر کے نسب نامہ مسیح میں قینان کو درمیان لکھا ہے حالانکہ بموجب شہادت نسخۂ عبرانی اور سامری دونوں الہامی کتابوں کے قینان عدم محض ہے۔

پھر بسبب اس سخت اختلاف الہامی کتابوں کے عیسائیوں نے بھی آپس میں اختلاف کر کے تینوں نسخوں کا اس باب میں اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ اس جگہ الہامی کتابوں کو پس پشت ڈال کر بیان کیا کہ زمانہ مذکور تین سو باون سال ہے۔ اور یوسیفس یہودی مورخ مشہور نے بھی ان تینوں نسخوں پر اعتبار نہیں کیا اور کہا ہے کہ زمان مذکور نو سو ترانوے سال ہے جیسا کہ تفسیر ہنری واسکاٹ میں منقول ہے۔

اور اگستائن جو چوتھی صدی میں عالم علمائے مسیحی گزرا ہے مع اور قدیمی علما کے اس اعتقاد پر ہے کہ نسخۂ یونانی صحیح ہے اور ہارسلی مفسر نے بھی اپنی تفسیر میں بذیل آیت ۱۱ باب ۱۱ سفر تکوین کے اسی کو اختیار کیا ہے یعنی نسخہ یونانی صحیح جانتا ہے اور ہیلز کہتا ہے کہ نسخہ سامری صحیح ہے اور ہورن محقق بھی اسی پر ہے۔

اور پہلی جلد تفسیر واسکاٹ میں ہے کہ اگستائن کہتا تھا کہ یہود نے عبرانی نسخہ کو تحریف کر دیا ہے ان اکابر کی تاریخوں کو جو طوفان سے پہلے تھے اور نیز جو بعد طوفان پیدا ہوئے حضرت موسیٰ تک اور غرض یہود کی اس تحریف کرنے سے یہ تھی کہ ترجمہ یونانی غیر معتبر ہو جائے اور دین مسیحی میں خلل آئے اور قدیمی عیسائی ایسا ہی کہتے تھے کہ یہود نے ۱۳۰ء میں توریت کو تحریف کر دیا تھا یہ ترجمہ ہے

عبارت تفسیر ہنری واسکاٹ کا۔

اور ہورن دوسری جلد اپنی تفسیر میں بہت سے دلائل قائم کر کے کہتا ہے کہ بے شک یہود نے قصداً تحریف کیا توریت کو اور جو کہتے ہیں کہ سامریوں نے قصداً تحریف کی ہے یہ بے اصل بات ہے، یہ ترجمہ ہے خلاصہ عبارت تفسیر ہورن کا۔

اب دیکھو مفسرین کتب عہد عتیق کیسا صریح اور صاف اِقرار اور اقبال کر رہے ہیں کہ ان کتابوں میں تحریف واقع ہوئی اور تاریخ تحریف اور غرض تحریف مع نشان و پتہ تحریف کنندگان کیا خوبی سے بتا رہے ہیں پس کیسا جواب شافی ملا پادری صاحب کو جو ابتداے رسالہ تحریف القرآن میں لکھ کر دھوکہ دیتے رہے ہیں کہ:

'مسلمان اس کا معقول جواب نہیں دیتے کہ کس وقت تبدیل ہوئی اور کن لوگوں نے تبدیل کیا اور ان کا مطلب کیا تھا۔' الخ

یعنی جواب یہ ہے کہ پادری صاحب کی معتبر تفسیروں میں لکھا ہے کہ قدیمی معتبر عیسائی کہتے تھے کہ یہود نے ۱۳۰ء ایک سوتیس میں بغرض تخریب دین مسیحی کے توریت میں تحریف کی اور ایسی تحریف جس سے کتب الہامی کے نسخوں میں اس قدر تغیر و تبدل واقع ہوا جس کی تطبیق ممکن ہی نہیں، کیونکہ زمین وآسمان کا فرق پڑ گیا ہے۔

پس اب کے عیسائی اور تنخواہ دار پادری جو اس تحریف یقینی کو سہو کاتب پر حمل کر رہے ہیں خلافِ انصاف اور محض ہٹ دھرمی ہے۔ کیا معنی کہ سہو کاتب تو تھوڑی سی توجہ سے نکل جاتے ہیں اور یہ تو اس قدر تحریف ہوئی جس سے ایک ہزار سات سو ترپن برس سے ان کی کتابیں باہم سخت مختلف ہو گئیں اور قابل اعتبار کے نہ رہیں۔ پھر حیلے بہانے کر کے دنیوی فائدوں کو پورا کرنے کی نیت سے انہی محرف کتابوں پر چلنا اور نہایت صحیح کتاب آسمانی پر ایمان نہ لانا پناہ بخداے لایزال۔ پروردگار عالم انصاف بخشے اور سیدھے راستے کی رہنمائی کرے۔

اگر عیسائیوں کو اس قدر اظہارِ تحریف سے دل جمعی نہ ہو تو لیجیے اور بھی عرض کر دیتا ہوں کہ عبرانی نسخے کی کتاب استثنا باب ۲۷ آیت ۴ میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے عیبال کے پہاڑ میں مسجد کے بنانے کا حکم دیا تھا۔ اور نسخہ سامری میں لکھا ہے کہ جزریم کے پہاڑ میں مسجد کا حکم دیا تھا، اس لیے

قدیم سے یہودیوں اور سامریوں میں یہ اختلاف چلا آیا ہے، اور ہر فرقہ دعوی کرتا ہے کہ دوسرا نسخہ محرف ہے اور ایسا ہی علمائے فرقہ پروٹسٹنٹ اس باب میں مختلف ہیں۔

آدم کلارک مشہور مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد صفحہ ۸۱۷ میں لکھتا ہے کہ محقق کنی کاٹ کا دعویٰ یہ ہے کہ نسخہ سامری صحیح ہے اور محقق پادری اور درشیور دعوے دار ہیں کہ نسخہ عبرانی صحیح ہے مگر بہت لوگ جانتے اور یقین کرتے ہیں کہ کنی کاٹ کی دلیلیں قوی ہیں اور سامریوں کی عداوت کی رُو سے ضرور یہود نے تحریف کی ہے، کیونکہ اس بات کو سب مانتے ہیں کہ جزریم کا پہاڑ چشمے دار ہے جس میں باغات اور سبزی ہے تو اس میں مسجد کا بنانا مناسب ہے برخلاف عیبال پہاڑ کے کہ وہ خشک مکان ہے۔ یہ ترجمہ ہے کلام مفسر مذکور کا۔

ہر چند یہ تین سچی شہادتیں وقوعِ تحریف کی کتب مقدسہ میں بمقابلہ اہل تثلیث کے کافی تھیں، مگر ایک اور بھی علاوہ کے طور پر ہدیہ کرتا ہوں تا کہ کسی صاحب کا کوئی ارمان باقی نہ رہے۔

سفر صموئیل کے باب ۲۴ آیت ۹ میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل آٹھ سو ہزار مرد جرّار تھے اور یہودا کی اولاد پانچ سو ہزار بہادر تھے۔ اور آیت ۵ باب ۲۱ سفر ملوک اول میں ہے کہ اسرائیلی بارہ سو ہزار مرد جرار تھے اور یہودا چار سو ہزار اور ستر ہزار تھے۔

اب ہر ادنیٰ اعلیٰ یقین کرتا ہے کہ ان دونوں عبارتوں سے ایک نہ ایک ضرور محرف ہے۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں بضمن ان عبارتوں صموئیل کے لکھتا ہے کہ دونوں عبارتوں کا صحیح ہونا غیر ممکن ہے اور ایک کو ان دونوں سے بالیقین صحیح جاننا بھی مشکل ہے۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ پہلی عبارت صحیح ہے اور عہد عتیق کتب تواریخ میں بہت جگہ تحریفات واقع ہوئی ہیں ان میں تطبیق بننے کا خیال کرنا عبث اور بے ہودہ ہے۔ بہتر ہے کہ ہم پہلے سے مان لیں اس بات کو یعنی تحریف کو جس کے انکار کی ہم کو گنجائش نہیں۔ یہ کلام مفسر مذکور کا ترجمہ ہے۔

اب اس مذکورہ بالا سے ہر دانش مند کو یقین ہوا کہ کتب عہد عتیق میں واقعی اور یقینی تحریف ہوئی ہے۔ باقی رہا حال عہد جدید کا سو اوپر یہ بھی گزر چکا ہے کہ انجیل لوقا میں نسخہ یونانی پر اعتماد کر کے نسب نامہ مسیح میں قینان کو لکھا ہے جس کا وجود بموجب شہادت والہامی کتابوں نسخہ عبرانی اور سامری کے نابود ہے۔

پس جب انجیل ایک چیز محض عدم کو۔جس کے معدوم ہونے پر دو الہامی کتابیں گواہ ہیں۔ ثابت کررہی ہے اور ایک شخص بناوٹی کو حضرت مسیح کے اجداد میں لکھ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جھوٹے باپ کی طرف نسبت گناہ کبیرہ ہے تو پھر اس انجیل کی صحت میں بڑا بھاری شک پڑ گیا اور اس کے اصل اور صحیح ہونے میں شک کلی ہوا۔

پھر آگے چلو اور سنو کہ پہلے رسالہ یوحنا کے پانچویں باب میں لکھا ہے: آیت ۷.گواہی دینے والے آسمان میں تین ہیں۔اور وہ: اب،کلمہ،روح القدس ہیں اور یہ تینوں ایک ہیں۔

زمین میں گواہی دینے والے تین ہیں: روح، ماء، دم اور یہ تینوں ایک میں متحد ہوتے ہیں اور بموجب گمان ان کے محققین علما کے اصل عبارت اتنی تھی کہ گواہی دینے والے تین ہیں: روح، ماء، دم، اور یہ تینوں متحد ہوتے ہیں ایک میں۔

پس تثلیث کے معتقدوں نے یہ عبارت اس میں بڑھا دی: آسمان میں تین ہیں اب، کلمہ، روح القدس، اور یہ تینوں ایک ہیں۔اور زمین میں گواہی دینے والے۔

کمر پستاخ اور شون متفق ہیں کہ یہ عبارت ملحق یعنی پیچھے سے لگائی ہوئی ہے اور ہورن باآنکہ متعصب ہے وہ بھی قائل ہے کہ یہ عبارت الحاقی واجب الترک ہے۔اور تفسیر ہنری واسکاٹ کے جمع کرنے والے اس کو الحاقی مانتے ہیں۔اور آدم کلارک بھی اُسے ملحق جانتا ہے۔

اور اگسٹائن جو عیسائی علما سے بہت بڑا عالم چوتھی صدی میں گزرا ہے اور عیسائی اس کو معتبر جانتے ہیں وہ قائل تھا تثلیث کا اور فرقہ ایرین منکران تثلیث سے مناظرہ کرتا تھا۔اس نے اس رسالہ یوحنا کی دس نقلیں کی تھیں جن میں یہ عبارت الحاقی نہ تھی۔اگر فی الاصل یہ عبارت ہوتی تو وہ اس کو نقل کر کے منکروں پر حجت قائم کرتا بلکہ اُس نے تکلف کر کے آیت ۸ کے حاشیہ پر لکھا کہ مراد ماء سے اب ہے اور دم سے بن اور روح سے روح القدس۔چونکہ یہ توجیہ نہایت ضعیف تھی تو تثلیث کے معتقدوں نے اس عبارت حاشیہ کو متن کی عبارت سے ملا دیا تاکہ تثلیث کی دلیل ہو اور اس عبارت کی تحقیق میں ہورن مفسر نے بارہ ورق لکھے ہیں اور بہت سی وجھوں سے اس کو جھٹلایا ہے :

پہلی وجہ یہ عبارت ان نسخوں میں موجود نہیں جو نسخہ یونانیہ سے سولھویں صدی سے پیشتر لکھے گئے ہیں۔

دوسری وجہ جو نسخے بتمام کوشش پہلے زمانے میں چھپے ہیں ان میں یہ عبارت نہیں ہے۔
تیسری وجہ کسی ترجمہ قدیم میں سوا لاطینیہ کے یہ عبارت موجود نہیں ہے۔
چوتھی وجہ اکثر قدیمی لاطینی نسخوں میں بھی یہ عبارت نہیں ہے۔
پانچویں وجہ قدیم عیسائیوں سے کسی نے اس کے ساتھ تمسک نہیں کیا ہے۔
چھٹی وجہ فرقہ پروٹسٹنٹ کے اماموں نے یا تو اس عبارت کو دور کر دیا تھا یا اس پر علامت شک لگا دی تھی ۔الخ.

اب دیکھو کہ عیسائیوں کی معتبر کتابوں سے کیسی صاف صاف تحریف ثابت ہو گئی اور وہ بھی اصل مسئلہ تثلیث میں باقرار ان کے علما کے۔

پس اب تو پادری صاحب کا یہ عذر کہ 'اگر محمدی ایسی باتیں توریت اور انجیل کی بابت مسیحیوں کی مشہور اور معتبر کتابوں سے نکال لا سکتے تو البتہ ان کا یہ ادعا کہ کتب مقدسہ تحریف ہوئی ہیں بے جا نہ ہوتا' ٹوٹ گیا، کیونکہ مسیحیوں کی مشہور اور معتبر کتابوں سے صریح تحریف کا اِقرار دکھا دیا گیا ہے۔ جس کو عیسائیوں کی مقدس کتابوں کی غلطیوں اور تحریف کی اور زیادہ تفصیل دیکھنی ہو وہ کتاب اظہار الحق مطبوعہ استنبول کو ملاحظہ کرے۔



☆ ☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆
☆



قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ

للّٰہ الحمد کہ تالیف منیف

جامع کمالات مجمع صفات زبدۃ المحققین قدوۃ العارفین

جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی قصوری عم فیضہ

جوابِ اشتہارِ کفریتِ درود

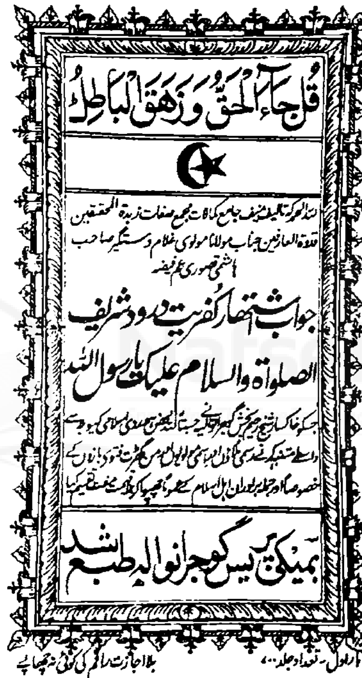
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

از

مفتی غلام دستگیر قصوری

جس کو خاکسار شیخ رحیم بخش گوجرانوالہ نے یہ حسبتاً للہ محض ہمدردی اسلامی کی وجہ سے واسطے متنبہ کرنے رسمی ملاؤں اور اسمی مولویوں اور من گھڑت فتوی بازوں کے خصوصاً اور جملہ برادران اہل اسلام کے عموماً چھپوا کر بلا قیمت مفت تقسیم کیا۔

بمبکی پریس گوجرانوالہ طبع شد



قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

رسالہ مبارکہ تالیف منیف جامع کمالات مجمع صفات زبدۃ المحققین
قدوۃ العارفین جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب
ہاشمی قصوری عم فیضہ

جواب اشتہار کفریت درود شریف
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

بمبئی پریس گوجرانوالہ طبع شد

بار اول ۔ تعداد جلد ۱۰۰۰ بلا اجازت راقم کے کوئی نہ چھاپے

(بمبئی پریس گوجرانوالہ سے طبع شدہ نسخے کا سرورق)

باسمہٖ سبحانہٗ

برادرانِ دِین و اِسلام پر مخفی نہ رہے کہ چند ماہ سے جو ایک اِشتہار مولوی احمد علی برادرزادہ مولوی غلامِ رسول صاحب قلعہ والا (۱) اور مولوی عبدالعزیز خلف مولوی صاحب مرحوم قلعہ والا کی طرف سے بدیں مضمون شائع ہوا کہ درودِ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بہ لحاظ معانی ظاہر کے پڑھنا کفر ہے، اور بدوں لحاظِ معانی الفاظ ظاہر کے پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

اِس کو دیکھ کر اکثر مسلمانوں کو سخت رنج ہوا کہ یہ درود مسلمانوں میں پڑھنا مدت ہا سے چلا آتا ہے، کبھی کسی عالم دین دار نے اس کو منع نہیں کیا اور خصوص مولوی صاحب مرحوم قلعہ والوں کی مسجد میں پڑھا جاتا تھا، انھوں نے بھی کبھی منع نہیں فرمایا تھا۔ یہ کیسا نیا فتویٰ جاری ہوا جس نے ہزارہا مسلمانوں کو کافر و بدعتی بنادیا۔

اِس پر راقم کے خیال میں آیا کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو جو خاندانی عالم اور ہمارے زمانہ میں ایک مشہور، معروف دین دار فاضل ہیں اور ان کی تحقیقات کی حرمین شریفین سے بھی تصدیق ہوتی رہتی ہے اور مفتیانِ حرمین شریفین ان کو بہت ادب و تعظیم سے یاد فرماتے ہیں جیسا کہ رسالہ ردّ مرزا قادیانی سے پایا جاتا ہے، گوجراں والا میں اِس دِینی کام کی تحقیق کے واسطے تکلیف دینا بہت ضروری ہے۔ چناں چہ راقم نے بہ ہمراہی شیخ فضل اِلٰہی و شیخ عبداللہ کے حضرت مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں مکرر لکھا جس پر مولانا صاحب ۵/ماہ جمادی اخریٰ ۱۳۱۲ھ کو وارد گوجراں والا کے ہوئے، ان کی خدمت میں وہ اِشتہار مطبوعہ فخرالدین پریس، لاہور پیش کیا۔ اس کو دیکھ کر مولانا صاحب نے فرمایا کہ اس میں قرآنِ مجید کی آیتوں میں تحریفِ معنوی کر کے فتوی کفر و بدعت کا دیا ہے، فقیر نے اٹھائیس سال سے اس کا رد رسالہ تحفہ دستگیریہ میں لکھا ہوا ہے۔ اگر اِشتہار دینے والے مولوی صاحب فقیر کے روبہ رو ہوں تو آپ لوگوں کو یقین کرادیا جائے کہ ان کی غلط فہمی یا تعصب ہے۔

اِس لیے راقم نے ایک رقعہ بہ خدمت مولوی احمد علی صاحب موضع کوٹ بھوانی داس میں اور دوسرا رقعہ بہ خدمت مولوی عبدالقادر و مولوی عبدالعزیز صاحبان کے موضع قلعہ میہاں سنگھ میں ہم

دست آدمی اجورہ دار کے بدیں مضمون بھیجا کہ اِتفاقِ حسنہ سے مولانا صاحب قصور والے اِس جگہ تشریف رکھتے ہیں، اگر آپ تینوں صاحب یہاں تشریف لے آئیں تو آپ کے اِشتہار کی نسبت تحقیق ہو جائے، چوں کہ ہم لوگوں کو آپ کا ادب اور تعظیم بہ سبب قرابت حضرت مولوی صاحب مرحوم کی ہے اور ہم کو ان پر بہت سا اِعتقاد ہے اور ان کے اِس شعر۔

مرا دل چور کیتا درد تے غم

تَرَحَّم یا نبِی اللّٰہ ترَحَّم

سے ہم کو یقین ہے کہ وہ اس لفظ کو درست اور روا جانتے تھے۔ سو اگر آپ کی تحقیق حق نکلے تو ہم لوگ بھی تسلیم کر لیں گے۔

دوسرے دِن ہم دست اجورہ دار کے مولوی عبد العزیز و عبد القادر صاحبان کی طرف سے جواب آیا کہ ہم جاہل اور اَن پڑھ نہیں، ہم کو کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے خوب تحقیق ہے، ہم ان کی تحقیق کے محتاج نہیں، ہم مرغوں کی طرح نہیں کہ جہاں کوئی بلائے، لوگوں کو جنگ دکھائیں۔ اگر مولوی صاحب کو تحقیق کرنا اِس مسئلہ میں منظور ہے تو یہاں تشریف لے آئیں۔ کیا پانچ کوس تک آنا ان کے واسطے مشکل ہے؟ مباحثہ سے کیا حاصل ہے!۔ ہر ایک مولوی اپنی کی ہوئی بات کی حمایت کرتا ہے خواہ اس میں جھوٹا ہو۔ اور ہمارے والد مرحوم نے صبا سے ندا کی ہے جو اِبتدا میں فرماتے ہیں۔

صبا روضے رسول اللہ دے جائیں

میرا پیغام رورو کے سنائیں۔الخ

اور مولوی احمد علی کا جواب یہ آیا کہ صاحب من! آپ کے خط کا جواب مولوی صاحب عبد العزیز نے مناسب دے دیا ہے، میری طرف سے وہی کافی ہے۔ راقم احمد علی از کوٹ بھوانی داس۔ ۲۵ر نومبر۔

اِس جواب سے ہم لوگوں کی تسلی ہو گئی تھی جو خوب تہذیب سے دیا اور اپنے والد کو ہوا سے باتیں کرنے والا بنایا ہے، مگر مولانا صاحب قصوری نے بہت ہی تاکید سے فرمایا کہ فقیر ضرور ان کی خدمت میں جائے گا تا کہ اہل اِسلام کے دل سے خلل بالکل رفع ہو جائے۔

اِس پر راقم نے شیخ محمد الدین صاحب سے مشورہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ حضرت مولانا صاحب کے ساتھ ہم لوگوں کا جانا بہت ضروری ہے۔ چناں چہ یہ مشورہ ہوکر بہ صلاح ان کی راقم نے دوسرا رقعہ مولوی عبد العزیز و عبد القادر صاحبان کو لکھا کہ کل بہ روز چار شنبہ ہم لوگ مولانا صاحب کے ہم راہ موضع بھوانی داس کے کوٹ میں مولوی احمد علی صاحب کے پاس جائیں گے کہ اس اشتہار میں اوّل ان کا نام اور آگے مباحثہ بھی اس جگہ ہوا ہے، آپ دونوں صاحب بھی بہ راہِ مہربانی وہاں آجائیں تا کہ آپ کے اِشتہار کی صحت ہو جائے۔ فقط۔

پھر بہ روز چار شنبہ ہم چھ شخص شیخ محمد دین، شیخ حسن محمد، شیخ فضل الٰہی، میاں جیون عطار، راقم شیخ رحیم بخش سکنائے گوجراں والا، مولوی غلام حسین صاحب ساکن موضع گوندلاں والا تحصیل گوجراں والا حضرت مولانا صاحب کے ہم راہ دو یکہ میں سوار ہوکر کوٹ بھوانی داس کو روانہ ہوئے، جب موضع مذکور میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولوی احمد علی صاحب رقعہ کا جواب لکھتے ہی کسی طرف کو چلے گئے ہیں اور پتہ بھی نہیں کہ کہاں گئے ہیں۔ مولوی غلام قادر مدرس نے جو اس مباحثہ میں فریق ثانی تھا، سب کو اپنے مکان پر اُتارا اور بہت خاطر سے پیش آیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے تو اوّل ہی لکھ دیا تھا کہ احمد علی ہرگز مقابلہ نہ کر سکے گا، مگر الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت مولانا صاحب کا ہمارے گاؤں میں آنا ہماری عزت و فخر ہے۔

بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ تب مولانا صاحب نے قرآنِ مجید سورۂ حم احقاف سے دِکھلایا کہ آیت: وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ الآیۃ کے مابعد آیت: وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ(۱) سے صاف ثابت ہے کہ دعا سے عبادت مراد ہے۔ اِشتہار میں دھوکا دہی سے پکارنا مراد رکھ کر یا رسول اللہ کے لفظ کو کفر و بدعت لکھا ہے اور نیز انواعِ محمدی سے سب کو دکھلایا کہ اِن لوگوں کے بڑے معتبر مفسر نے جس کی تفسیر محمدی سے اِشتہار میں ہندی اشعار سنداً لکھے ہیں، ان کے نزدیک کتے، خنزیر وغیرہ کے گوبر بول پاک ہیں۔

---

(۱) سورۂ احقاف:۴۶/۵-۶۔

بعداس کے مدرس مشارٌ الیہ نے ذکر کیا کہ احمد علی نے محض مجھ سے حسد اور عداوت کی وجہ سے اِس درود کو کفر و بدعت لکھا ہے۔

آخر مولانا صاحب ظہر کی نماز کے بعد وہاں سے قلعہ میہاں سنگھ کو تیار ہوئے کہ مولوی عبد العزیز وعبدالقادر صاحبان بھی جو باوصف اطلاع کے یہاں نہیں آئے ہم اب ان کے گاؤں میں چلتے ہیں۔ مدرس صاحب مذکور اور کئی دوسرے سکناے گاؤں نے اِلتجا کی کہ آپ ایک رات یہاں رہیں۔ ہم سب نے جواب دیا کہ اگر مولوی احمد علی یہاں ہوتے یا مولوی صاحبان قلعہ والے ہی یہاں آئے ہوتے تو ہمارا رہنا مناسب تھا، ہم سب لوگ جو اپنے نہایت ضروری کار بار چھوڑ کر آئے ہیں، بلا مطلب کیا رہیں، اب رات قلعہ میں رہیں گے۔

تب یکہ والوں کو علاوہ تین روپیہ چار آنہ کرایہ سابقہ کے ڈیڑھ روپیہ اور دینا کر کے قلعہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ بالکل خراب تھا، بعد مغرب کے موضع مان میں پہنچے جہاں سے قلعہ ایک میل کا فاصلہ تھا۔ شیخ محمد دین صاحب نے کہا کہ اِس جگہ کے باشندے شیخ شاہ محمد وغیرہ کے ہاتھ جو قلعہ میں مولوی صاحبوں کو خط بھیجا تھا ان سے دریافت کرلیں کہ مولوی صاحبوں کو وہ خط پہنچایا اور وہ کیوں نہ آئے۔ یکوں کو راستہ پر کھڑا کر کے تینوں شیخ صاحب شیخ غلام محمد وغیرہ کے گھر میں گئے۔ بعد کچھ دیر کے راستہ پر آکر حضرت مولانا صاحب کو سنایا کہ یہ دونوں صاحب رقعہ ہمارا مولوی عبدالعزیز وعبد القادر صاحبان کے پاس لے گئے تھے، انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے گاؤں میں نہ آئیں!۔ اگر آئیں گے تو خون تک نوبت پہنچ جائے گی اور نہ ہم کورٹ جاتے ہیں۔ اگر موضع مان میں رہیں اور تحریری مباحثہ کریں تو منظور ہے۔

اِس جواب کے سننے سے مولانا صاحب نے فرمایا کہ اب یہاں اُترنا مناسب ہے اور ایک رقعہ ان کی خدمت میں لکھنا چاہیے۔ تب شیخ محمد دین اور حسن محمد نے دونوں صاحبوں کو رقعہ لکھا کہ حسب تحریر آپ کی ہم مولانا صاحب کو ہم راہ لے کر کوٹ میں گئے تھے، بہ سبب موجود نہ ہونے مولوی احمد علی کے اب آپ کی طرف آتے تھے، راستہ کے پیغام سے ہم موضع مان میں ٹھہر گئے ہیں، اگر آپ اِس جگہ تشریف لے آئیں تو کمالِ عنایت ہوگی، ورنہ اِرشاد ہو تو ہم حاضر ہو جائیں۔

یہ رقعہ دو آدمیوں کے ہاتھ قلعہ میں بھیجا۔ عشا کے بعد جواب آیا کہ ہم ہرگز موضع مان میں نہیں

آتے اور اگر بہ موجب عادت قدیمی کے مولوی صاحب نے واویلا کر کے اِلزام دینا ہوتو وہ اس جگہ بھی نہ آئیں اور زبانی دریافت ہوا کہ راقم پر مولوی صاحبان بہت ناراض ہیں بہ سبب تحریر رقعوں کے کہ اس نے چھیڑ چھاڑ کی ہے اور ہم کو سخت سست کہتا ہے۔اس پر راقم کا خیال بھی تھا کہ قلعہ میں نہ جائیں،تب مولانا صاحب نے فرمایا کہ فساد اور دنگا دونوں طرف کے غصہ سے ہوتا ہے،فقیر کو تو وہ اگر دشنام بھی دیں گے یا کچھ زیادتی کریں گے تو میں ہر طرح سے تحمل کروں گا۔اب اِس قدر نزدیک آ کر ان کے پاس نہ جانا،افسوس رہے گا،ان کے پاس چلنا ہی مناسب ہے۔

تب شیخ محمد دین اور حسن محمد صاحبان نے جو مولوی صاحبان قلعہ والا کے قدیم سے معتقد اور معقول خدمت کرنے والے تھے اس بات کو پسند کر کے بہ توکل اِلٰہی قلعہ کو روانہ ہوئے اور مولوی صاحب کی مسجد میں جا اُترے۔بعد دیر کے دونوں مولوی صاحبان مسجد میں آئے۔بعد ملاقات کے شیخ محمد دین اور حسن محمد اور فضل الٰہی کو علاحدہ حجرہ میں بہ نام حقہ نوشی کے لے گئے،وہاں بیٹھ کر مولوی عبدالقادر نے ذکر کیا کہ اِس اشتہار پر ہمارے چچازاد برادر مولوی احمد علی نے ہمارا نام درج کرلیا ہے،اب ہم کو وہ بات نباہنی پڑ گئی ہے،ہم اِس مباحثہ وغیرہ کے بانی نہیں ہیں۔

اس کے جواب میں شیخ محمد دین نے کہا کہ اگر اس فتویٔ کفر وغیرہ سے آپ کی بریت ہے تو ہمارا عین مقصود ہے اور اگر آیت وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡ کا کچھ ثبوت دینا ہو تو مولانا صاحب آپ کے پاس آ گئے ہیں۔

اِس پر جواب دیا کہ مولوی صاحب تہذیب اور نیک نیتی سے مناظرہ کریں۔

تب شیخ محمد دین نے مولانا صاحب سے یہ ذکر کیا اور دونوں مولوی صاحبان بھی مولانا صاحب کے پاس مسجد میں آ گئے،تب مولانا صاحب نے دونوں سے مخاطب ہو کر ذکر کیا کہ فقیر کی آپ سے تو سابقہ ملاقات بھی نہیں،میری عادت واویلا کرنے یا اِلزام دینے کی آپ نے کب سے معلوم کی تھی جس پر ایسی رُوکھی باتیں لکھ رہے ہیں کہ مرغوں کا جنگ نہیں دکھاتے اور خون تک نوبت پہنچ جائے گی۔

تب مولوی عبدالقادر نے جواب دیا کہ مباحثہ سیالکوٹ ولاہور کا حال ہم نے سنا تھا۔

مولانا صاحب نے جواب دیا کہ فقیر تو ان دونوں میں شامل نہیں تھا۔

پھر کہا کہ مباحثہ فرید کوٹ میں نور احمد کا مقابلہ کس نے کیا تھا؟۔

تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ مباحثہ فرید کوٹ میں بھی فقیر شامل نہ تھا، بعد مباحثہ کے فقیر نے جب کتاب مباحثہ تالیف کر کے چھپوائی تھی تو اس پر میاں نور احمد نے غلطیات نکال کر ریاست میں مناظرہ کیا تھا، علاوہ غلطیات کے سرغنہ ہونے مقدمہ گاؤ کشی مقام کھیم کرن کا اِلزام فقیر پر لگایا تھا جن میں ایک والی ریاست اہل ہنود کے یہاں سخت اِتہام دے کر ناحق دشمنی کرانے میں کوشش کی تھی۔ تو جب فقیر کی غلطیات سے حسب فیصلہ اس کے منصفوں کے بریت ہوگئی تو مقدمہ الزام گاؤ کشی میں بھی نام بردہ جھوٹا ہوا تو ریاست سے وہ قید اور جرمانہ کا سزایاب ہوا تھا۔ اب غور کرو کہ اپنی جان اور عزت کے بچانے کے واسطے جو کام کیا جائے تو اس میں کیا اِلزام ہے؟۔

بعد اس کے ایک شخص نابینا جو مولوی صاحبوں کا قرابتی تھا، وہ ایک رسالہ بغل میں لے کر مولانا صاحب کے پاس آ بیٹھا اور کہنے لگا کہ میں آپ سے الفیہ ٔ نحو کا سبق پڑھتا ہوں، مجھے پڑھائیں!۔

تو مولانا صاحب نے تبسم کر کے جواب دیا کہ فقیر تو آپ کے پاس آیتِ قرآن کے معنی کی تحقیق کے واسطے آیا ہے، سبق پڑھانے نہیں آیا ہے۔

اس پر دونوں مولوی صاحبوں نے کہا کہ یہ حافظ ہمارا قرابتی ہے، ہم سے پڑھتا ہے، آج آپ اِس کو سبق پڑھائیں اور دوسرے لوگ بھی ان کے گاؤں کے جو بہت سے جمع تھے وہ بھی بولے کہ کیا مضائقہ ہے؟۔

تب مولانا صاحب نے پھر مکرر کہا کہ یہ کیا دستور ہے، جس بات کے واسطے ہم لوگ آئے یہ اس سے علاوہ دوسری بات کیوں شروع کرتے ہو!۔ آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ طالبِ علم اور ہم دونوں مولوی کہہ دیں گے کہ غلط تقریر کرتے ہیں، ان کو علم نہیں، کیا بحث کے واسطے آئے ہیں اور یہ دیہاتی لوگ کیا جانتے ہیں، اگر ایسا منظور ہے تو کسی عالم کو منصف بٹھا کر پڑھنا پڑھانا بھی دیکھ لینا۔

پھر مولوی صاحبان اس پر اِصرار کیے گئے۔ تب شیخ محمد دین نے کہا کہ یہ کیا تہذیب ہے جو آپ اس پر اصرار کر رہے ہیں؟۔ مولانا صاحب کے مکان پر بھی کئی طالب علم پڑھتے ہوں گے، یہ موقع اب امتحان کا کیا ہے؟۔

آخر مولوی صاحبان نے پھر دوات، قلم اور کاغذ منگوایا اور مولوی عبد العزیز نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ اِس درود کا ثبوت دیں، میں لکھتا ہوں۔

مولانا صاحب نے فرمایا کہ فقیر نے اٹھائیس برس سے رسالہ تحفہ دستگیریہ اس کے ثبوت میں شائع کیا ہوا ہے، اس میں سب کچھ درج ہے۔ اب کیا ثبوت لکھانا ہے؟ ہم تو آپ کی خدمت میں آیت کے معنی کی تحقیق کے واسطے آئے ہیں، اب آپ بہ راہِ مہربانی ایک دو معتبر تفسیروں سے اس کی صحت کرا دو!۔

تب مولوی صاحبان اِس پر متوجہ نہ ہوئے اور یہی کہتے گئے کہ اِس کا ثبوت دو!۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے رقعہ میں دیکھو ہم کو کس بات کے واسطے آپ نے طلب کیا ہے۔ جب مکرر کہنے سے مولوی صاحبوں نے کسی تفسیر سے اپنے معنی بیان کیے ہوئے کا ثبوت نہ دیا، تب مولانا صاحب نے مکرر کہا کہ افسوس ہے آپ آیتوں کے معنی غلط تحریر کر کے فتوی دیتے ہیں اور جب کوئی پوچھے تو دفع الوقتی کرتے ہیں۔ کمالِ افسوس ہے کہ اس تحقیق کے واسطے اپنے گھر میں بلانا اور پھر کچھ ثبوت نہ دینا۔

اِتنے میں ایک شخص ان کے گاؤں کا جس نے ریش منڈائی اور موچھیں بڑھائی ہوئی تھیں، وہ شیخ حسن محمد سے سخت تکرار کر کے دنگا پر مستعد ہوا، تب مولانا صاحب نے شیخ محمد دین سے کہا کہ اب آپ نے ان کی تہذیب دیکھ لی ہے، اب اِس جگہ بیٹھنے سے کیا حاصل ہے۔ تب شیخ فضل الٰہی نے ان سے کہا کہ آپ کسی کو ہمارے ساتھ بھیجو، ہم مولوی صاحب مرحوم کی قبر پر فاتحہ کہہ کر جائیں گے۔ مولانا صاحب نے بھی فرمایا: بہتر ہے۔

تب مولوی عبدالقادر صاحب نے کہا کہ ہم نے روٹی کی تیاری کرائی ہے، سوائے کھانا کھانے کے جانے نہ دیں گے۔ مولانا صاحب نے جواب دیا کہ آپ نے خوب کھانا کھلایا، ہم سیر ہو گئے۔ پھر ہم سب کے سب مولوی صاحب کی قبر پر جو کچھ فاصلہ پر گاؤں سے دُور تھی، فاتحہ کہہ کر راستہ گوجراں والا کو سیدھے ہوئے اور ہم کو دیکھ کر یکے والے بھی یکے سڑک پر لے آئے۔

تب دونوں مولوی صاحب اور بہت آدمی ان کے گاؤں کے یکوں پر آ کر بہت سی منت اور سماجت سے کہنے لگے کہ اگر آپ نے کھانا نہ کھایا تو ہماری سخت اِہانت اور سبکی ہوگی، خدا کے واسطے

کھانا کھائے بغیر نہ جاؤ، بلکہ دو آدمی سفید ریش نے مولانا صاحب کو ہاتھ باندھ کے اِلتجا کی اور کہا کہ خدا کے واسطے کھانا کھا کر جاؤ اور دونوں مولوی صاحبوں نے شیخ محمد دین اور شیخ حسن محمد کو گھیر لیا کہ ہماری عزت کی طرف خیال کرو اور نہ جاؤ۔

مولانا صاحب نے شیخ محمد دین کو کہا کہ آپ رہ جاؤ، کھانا کھا کر آنا۔ فقیر ایک یکہ میں جاتا ہے۔ تب انھوں نے کہا کہ یہ کب ممکن ہے کہ آپ تشریف لے جائیں اور ہم یہاں پر کھانا کھائیں، ہم آپ کے ساتھ آئے ہیں اور آپ کی رضامندی منظور ہے۔

آخر بہت اِصرار سے ناچار کر کے مسجد کو واپس لے گئے اور کھانا کھلایا۔ پھر دونوں مولوی صاحبان مع بہت سے لوگوں کے بہت تعظیم سے یکوں تک رخصت کرنے آئے۔ تب مولوی عبد القادر صاحب نے بہت عذر سے مولانا صاحب سے کہا کہ از خورداں خطا و از بزرگاں عطا۔ آپ نے ہم کو معاف کرنا اور یہ بھی بار بار کہا کہ اس اشتہار میں ہم ناحق ملوث ہو کر مطعون ہو گئے ہیں۔

اس اثنا میں مرزا قادیانی کا ذکر درمیان آیا، تب مولانا صاحب نے ایک رسالہ اپنی تالیف جس کا نام 'رجم الشیاطین بر دِ اغلوطاتِ البراہین' ہے، مولوی صاحبوں کو دیا جو عربی کی عبارت مع ترجمہ اردو کے منطبع اور حضرات علمائے کبار حرمین محترمین کی تصدیق و تصحیح سے مزین ہے کہ اس سے مولانا صاحب کے علم و فضل اور تحقیق کا حال بھی ان پر منکشف ہو جائے گا۔

پھر رخصت ہونے کے بعد راقم نے مولانا صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے چاول تناول فرمائے اور مرغی کے گوشت سے روٹی نہ کھائی تھی۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ جو لوگ مسلمانوں کو کافر کہیں میں ان کا ذبیحہ نہیں کھاتا اور دعوت اس لیے قبول کی تھی تاکہ ان کے اس معاملہ سے ان کا اشتہار منسوخ ہو جائے۔ کیا معنی کہ انھوں نے اخیر اس اشتہار کے جو درج کیا ہے کہ جو کوئی اس درود سے توبہ نہ کرے تو اس سے ہم سلام ہونا اور اس کی دعوت کرنا اور اس سے اِقتدا کرنا اور اس کا جنازہ ناروا ہے۔ فقیر جو اِس درود کو جائز بنانے اور ان سے مقابلہ کرنے کو ان کے گھر میں آیا اور بار بار کہا کہ اِس اشتہار میں سخت غلطیاں ہیں پھر جو انھوں نے ہماری دعوت کی تو وہ ان کا فتوی اور اشتہار بھی منسوخ ہو گیا۔

پھر گوجراں والا میں پہنچ کر مولانا صاحب نے ان کے اشتہار کی تردید بھی قرآن وحدیث سے

لکھ دی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

الراقم: شیخ رحیم بخش جفت فروش ساکن گوجراں والا بہ قلم خود

العبد: شیخ محمد دین ساکن گوجراں والا

العبد: شیخ حسن محمد

العبد: شیخ فضل الٰہی

العبد: میاں جیون بخش

العبد: فقیر غلام حسین

☆☆☆☆☆☆





بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَـــامِدًا و مصـــلِیـًا

اِشتہار مورخہ ۱۲/ جولائی ۱۸۹۵ء مطبوعہ فخر الدین پریس میں جو مولوی غلامِ رسول صاحب مرحوم قلعہ والا کے برادرزادہ اور فرزند نے اپنے نام سے مشتہر کیا ہے، اس میں از طرف مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی بابت کفر ہونے درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے یہ عبارت لکھی ہے:

'شرک بہت طرح کا ہوتا ہے، اِن میں سے ایک یہ کہ کسی مخلوق کو خواہ نبی ہوں خواہ ولی، پکارنا یہ سمجھ کر کہ وہ دُور ونزدیک سے برابر سنتے ہیں۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے :

وَ مَـنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَومِ الۡقِیٰمَۃِ وَ ھُمۡ عَنۡ دُعَاۦِھِمۡ غٰفِلُوۡنَ o (سورۂ احقاف:۴۶/۵)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ انبیا و اولیائے صالحین کو دُور دُور سے پکارتے ہیں اور اِتنا ہی کہتے ہیں کہ یا فلاں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے شرک نہیں کیا کیوں کہ کوئی حاجت نہیں مانگی، یہ غلط ہے اگرچہ مانگنے کی حیثیت سے ثابت ہوگیا کیوں کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دُور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جبھی تو اس طرح سے پکارا حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار سے بالکل غافل ہیں'۔ اِنتہی

فقیر-کان اللّٰہ لہ- کہتا ہے کہ آیت وَ مَـنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا سے پکارنا مراد رکھنا بالکل غلط ہے۔ تفسیر جلالین ومعالم التنزیل ومدارک ونیشاپوری وخازن وغیرہا سب میں یــدعــوا کے معنی یــعبــد کے لکھے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کی عبادت کرنے والا بہت گم راہ ہے اور خود قرآنِ مجید اِس غلطی پر شاہد ہے کہ اِس آیت کے ساتھ ہی فرمایا ہے :

وَ اِذَا حُشِـرَ الـنَّـاسُ کَانُوۡا لَھُمۡ اَعۡدَاۤءً وَّ کَانُوۡا بِعِبَادَتِھِمۡ کٰفِرِیۡنَ o (سورۂ

احقاف:۶/۴۶)

یعنی قیامت کو بت اپنی پرستش کرنے والوں کے دشمن ہوجائیں گے اوران کی عبادت کا اِنکارکریں گے۔

پس قرآنِ مجید سے ہی صاف ثابت ہوگیا کہ **یدعوا** اور **دعائِھم** سے مرادعبادت ہی ہے۔

نیزتفسیر اِتقان فی علومِ القرآن میں درج ہے کہ لفظ ''**دعا**'' کا قرآن میں چھ معنی سے وارد ہے: پہلے عبادت کے معنی مثل **وَ لاَ تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لاَ يَنۡفَعُ وَ لاَ يَضُرُّ** الخ یعنی خدا کے سوااس کی عبادت نہ کرجو تیرا نقصان نہ کرسکے اورنہ نفع دے سکے۔

جب یقیناً متحقق ہوا کہ اس آیت سے عبادت'' **من دون اللّٰہ**'' کی مراد ہے نہ پکارنا تو اِس دلیل سے درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے پڑھنے والوں کو کافر بنانا قرآنِ محفوظ میں تحریف معنوی کرنااورناحق مسلمانوں کوکافرکہنا ہے۔نعوذ باللہ مِن ذلِک ۔

پھراس فتویٰ کی یہ عبارت اس اِشتہار میں درج ہے :

اوربھی خداتعالیٰ نے فرمایا ہے :

قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشۡعُرُوۡنَ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ o (سورۂ نمل:۶۵/۲۷)

اور- **قُلۡ لآ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعًا وَّ لاَ ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ لَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ** o (سورۂ اعراف:۱۸۸/۷)

تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے عموماً اورحضرت کوعالی مرتبہ سے خصوصاً علم غیب کی نفی فرمائی...... اِلیٰ قولِہ ۔ اِن آیات سے خوب واضح ہوا کہ نبی علم غیب نہیں جانتے ہیں بلکہ حضرات فقہائے حنفیہ نے تصریح فرمادی ہے اس کے کفر کی جو اِعتقاد رکھے کہ نبی غیب جانتے ہیں۔فتاوی قاضی خان میں ہے :

و بعضھم جعلوا ذلِک کفرا لِانه یعتقِد ان الرسول یعلم الغیب وھو کفر. اِنتھی.

فقیر-کان اللہ لہ- کہتا ہے کہ اِن دونوں آیتوں میں جو نفی علم غیب کی آں حضرت ﷺ سے ثابت کی ہے یہ مفتی صاحب کی تغلیط ہے۔ کیا معنیٰ کہ مراد یہ ہے کہ آپ اپنے آپ غیب نہیں جانتے۔ تفسیر حسینی وغیرہ میں و لو کنت اعلم الغیب کے نیچے لکھا ہے :

واگر بودمی من کہ بے تعلیم حق دانستمی غیب را۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب قرآنِ مجید و صحیح حدیثوں سے آپ ﷺ کا بہ تعلیم اِلٰہی غیب پر مطلع ہونا ثابت ہے۔ سورۂ آل عمران چوتھے سپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطۡلِعَکُمۡ عَلَی الۡغَیۡبِ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ۝ (سورۂ آل عمران:۳/۱۷۹)

ترجمہ: اور خدا تم کو غیب پر مطلع نہیں کرتا ولیکن خدا چن لیتا ہے اپنے پیغمبروں سے جس کو چاہتا ہے۔

اور سورۂ نساء پانچویں سپارہ کے تیسرے پاؤ کے اخیر ہے :

وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ وَ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا ۝ (سورۂ نساء:۴/۱۱۳)

ترجمہ: اور تجھے علم دیا جس کو تو نہیں جانتا تھا اور ہے خدا کا فضل تجھ پر بہت۔

اور سورۂ جن انتیسویں سپارہ کے تیسرے پاؤ میں ہے :

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ ۝ (سورۂ جن:۷۲/۲۶-۲۷)

ترجمہ: خدا غیب دان ہے اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا، مگر جس کو پسند کرے رسول سے۔

اب سب تفسیروں میں دیکھ لیں کہ آں حضرت ﷺ کو اِطلاعِ غیب کا مسئلہ متفقہ ہے۔ اِس جگہ حضرت مولانا ختم المفسرین شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی تفسیر فتح العزیز سے کچھ تھوڑا سا لکھ دیتا ہوں اِس غرض سے کہ یہ مفتی نذیر حسین صاحب کے دادا اُستاد ہیں اور جمیع علما اِس فرقہ کے انہیں سے فیض یاب ہیں۔ وہو ہذا :

وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا o (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۳)

ترجمہ:اور ہوگا رسول تم پر گواہ۔

یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع ست بہ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابی کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام ست پس او می شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا و لہذا شہادت او در دنیا بہ حکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل ست و آں چہ او از فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس و مہدی و مقتول دجال یا از معائب و مثالب حاضران و غائبان می فرماید اعتقاد بران واجب ست و از نیست کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلانی ام روز چنین می کند و فلانی چنان تا روز قیامت ادای شہادت تواند کرد۔اِنتھی بِکلِماتِہِ الطیبۃِ۔

علامہ خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہبِ لدنیہ میں لکھتے ہیں :

اِذ لا فرق بین موتِہ و حیاتِہ فِی مشاھدتِہ لِأمتِہ و معرِفتِہ بِأحوالِھِم و نِیاتِھِم وعزائِمِھِم وخواطِرِھِم و ذٰلِک عِندہ جلِی لا خفاء بِہ – تاقولِ وے–

ترجمہ:یعنی آپ ﷺ اپنی زندگی اور وفات میں اُمت کے دیکھنے اور شناخت احوال اور نیات اور ارادے اور خطرات میں یکساں ہیں۔ یہ پوشیدہ نہیں۔ روایت ہے ابن مبارک کی سعید بن مسیّب سے کہ ہر روز عرض کیے جاتے ہیں آپ ﷺ پر امت کے اعمال صبح وشام......۔

و قد روی ابن المبارکِ عن سعِیدِ ابنِ المسیبِ لیس مِن یوم اِلا و یعرض علی النبِیِ ﷺ أعمال أمتِہ غدوۃ و عشِیۃ فیعرِفھم بِسِیماھم و اعمالِھِم فلِذٰلِک یشھد علیھِم . اِنتھی.

روایت ہے ابن مبارک کی سعید بن مسیّب سے کہ ہر روز عرض کیے جاتے ہیں آپ پر

امت کے اعمال صبح وشام ۔۱۲

اور یہ حدیث کرمانی شرح بخاری میں بھی ہے۔

ہر چند آیاتِ قرآنی سے اس سے بڑھ کر اِمداد مل سکتی تھی ،مگر اسی قدر پر اِکتفا کر کے احادیث سے بھی برکت حاصل کی جاتی ہے۔صحیح بخاری کے باب بدءِ الخلقِ میں ہے :

عن عمر رضِی اللّٰہ عنه قال: قام فِینا النبِیﷺ مقاما فأخبرنا عن بدءِ الخلقِ حتی دخل أهل الجنةِ منازِلهم وأهل النارِ منازِلهم . الحدیث

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے درمیان آپ ﷺ ایک مقام میں کھڑے ہوئے۔ پس ہم کو آپ نے خبر دی ابتدائے مخلوقات سے اخیر بہشتیوں کے بہشت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک۔

(صحیح بخاری) مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۴۵۳ میں دیکھو اور اس کے حاشیہ پر 'کرمانی' اور 'خیر جاری' کے حوالہ سے لکھا ہے :

الغرض کہ آں حضرت ﷺ نے مبدا، معاد، معاش سب کی خبر دی ہے۔طیبی نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ آپ ﷺ نے تمام مخلوقات کے حال سے خبر دی ہے۔ اِنتہی مترجماً۔

شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

یعنی احوالِ مبدا ومعاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد۔اھ

اور صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں ہے :

عن حذیفة رضِی اللّٰہ عنه قال: لقد خطبنا النبِیﷺ خطبة ما ترک فِیها شیئا اِلی قِیامِ الساعةِ اِلا ذکره، عِلمه من عِلمه و جهِله من جهِله .–الحدیث–

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خطبہ پڑھا آپ ﷺ نے ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی ذکر کرنے سے، جس نے جانا جانا، جس نے بھلایا بھلایا۔

اور اس کے حاشیہ پر شرح عینی سے لکھا ہے کہ تمام موجودات کے سب کام مقدرہ آپ ﷺ نے بیان کر دیے۔ اھ مترجماً صفحہ ۹۷۷ میں دیکھو۔

اور صحیح مسلم کے کِتاب الفِتن اور اشراط الساعۃ میں انہیں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے جو کچھ قیامت تک ہونا تھا مجھ کو خبر دی۔ ھ مترجماً۔

علامہ خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ کے باب اخبار الغیوبِ میں لکھتے ہیں :

اخرج الطبرانِی عنِ ابنِ عمر رضِی اللّٰہ عنھما قال: قال رسول اللّٰہِ ﷺ: اِن اللّٰہ رفع لِی الدنیا فأنا أنظر اِلیھا و اِلی ما ھو کائِن فِیھا اِلی یومِ القِیمۃِ کأنما انظر اِلی کفِی ھذا .

ترجمہ: فرمایا آپ ﷺ نے: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دنیا ظاہر کی، پس میں دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونا ہے گویا کہ میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

پھر بعد ازاں صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی حدیثیں نقل کر کے اخیر میں لکھا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے بھی زائد پر مطلع کیا ہے، اور اولین اور آخرین کے علوم آپ پر اِکتفا کیے ہیں۔ ھ مترجماً۔

اور علامہ محمد زرقانی شرح مواہب میں حدیث طبرانی کے نیچے لکھتے ہیں :

قد رفع ای اظھر و کشف لِی الدنیا بِحیث احطت بِما فِیھا .الخ.

ترجمہ: خدا نے دنیا مجھ پر ظاہر کی ایسا کہ میں نے سب جو اس میں ہے اس پر اِحاطہ کر لیا۔

اور صحیح مسلم وغیرہ میں عمر بن اخطب سے حدیث خطبہ فجر سے ظہر تک اور ظہر سے عصر تک اور عصر سے شام تک میں کہا ہے :

فأخبرنا بِما کان و بِما ھو کائِن فاعلمنا احفظنا .

ترجمہ: آپ ﷺ نے ہم کو جو کچھ ہوا اور ہونا تھا اس کی خبر دے دی۔

اور مشکوٰۃ کے باب المساجِدِ ومواضِعِ الصلوٰۃِ میں حدیث ہے جس میں ذکر ہے آپ ﷺ کے

خواب میں دیدارِ الٰہی اور بہ برکت کف کے پستانوں میں ٹھنڈک ہونے کا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

اور دوسری روایت میں **فعلمت ما فِی السموتِ والارضِ** میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

جس کا ترجمہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں۔ھ

انہیں دلائل کی رو سے کتب دینیہ مثل شفاے قاضی عیاض اور مواہبِ لدنیہ اور روضۃ الاحباب وشروح صحیحین میں لکھا گیا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو علم ما کان و ما یکون کا عطا ہوا ہے۔

رہا مسئلہ نکاح کا شہادتِ خدا ورسول سے جس کو بحوالہ فتاوی قاضی خان درج کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود عبارت فتاوی قاضی خان کی جو فتوی میں منقول ہے اس میں بعض علما کا لفظ ہے۔ مفتی صاحب دہلوی کا اس کو بہ لفظ حضرات فقہاے حنفیہ یعنی جمع سے تعبیر کرنا حق پر پردہ ڈالنا ہے۔ ''بعض'' کے لفظ سے بہ خوبی پایا جاتا ہے کہ اکثر علما اس کے برخلاف ہیں اور کیوں نہ ہوں جب یہ تکفیر قرآن کی شہادت کے برخلاف ہے جیسا کہ درمختار کے حاشیہ طحطاوی اور ردالمحتار اور فتاوی تاتار خانیہ اور فتاوی حج اور ملتقط اور مجموعہ خانی اور معدن شرح کنز اور خزانہ؛ اِن آٹھ معتبر فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ روایت تکفیر کے خلاف درایت وغیر صحیح ہے، اس لیے کہ آں حضرت ﷺ پر احوالِ امت پیش کیا جاتا ہے اور آپ بہ تعلیم الٰہی بعض غیب جانتے ہیں بہ دلیل آیت: **علِم الغیبِ فلا یظھِر علی غیبِہٖ احدًا اِلا منِ ارتضی مِن رسول۔الآیۃ**

اور ردالمحتار کے اخیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ کتب عقائد میں اولیا پر بھی غیب کا منکشف ہونا درج ہے۔ اور تحقیق اس کی ہمارے رسالہ **سل الحسامِ الھِندِی لِنصرۃِ سیدِنا خالِد النقش بندِی** میں بخوبی ہے۔اھ

اور اِن جمیع کتابوں کی عبارتیں 'تحفہ دستگیریہ' میں منقول ہیں جو بہ جواب اثنا عشریہ وہابیہ کے اٹھائیس برس (۲۸) سے شائع ہو چکا ہے۔ نیز یہ ساری بحث بعد مناظرہ ریاست بہاول پور کے

۱۳۰۷ھ میں رسالہ تقدِیس الوَکیلِ عن اِہانۃِ الرشِیدِ والخلِیلِ (۱) میں درج ہوکر حضرات علماے حرمین محترمین کی تصدیق سے مصدق ہو چکا ہے اور یہ رسالہ -ان شاء اللہ العزیز- عن قریب شائع ہوگا۔

واضح رہے کہ جب اس فتوی میں بہ طور دھوکا دہی حنفیوں کو اِلزام دیا ہے تو ہم بھی اگر کتب معتبر حنفیہ سے اس جگہ یارسول اللہ کے جواز واستحباب میں کچھ لکھ دیں تو مقتضاے مقام کے مناسب ہوگا وہو ہٰذا :

کتاب 'کنز العباد'، 'صلوۃ نخشی'، 'کتاب السعادۃ'، 'جامع الرموز شرح مختصر وقایہ'، 'ردالمحتار علی الدرالمختار'، 'فتاوی صوفیہ' میں تصریح ہے کہ جب مؤذن پہلی مرتبہ **اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ** کہے تو سننے والے کو **صلی اللّٰہ علیک یا رسول اللّٰہ** کہنا مستحب ہے اور جب دوسری مرتبہ کہے تو **قرۃ عینِی بِک یا رسول اللّٰہ** کہنا مستحب ہے۔

اب غور کرو کہ بحکم کتب معتبرہ فقہ درود کے ساتھ اور بغیر درود کے بھی اذان کے وقت یارسول اللہ کہنا مستحب ثابت ہو تو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو کفر کہنے والا اوراس کے پڑھنے والے صدہا مسلمانوں کو کافر بنانے والا کیوں کر مسلمان رہا۔ اللہ تعالیٰ ضدیت اور نفسانیت سے بچائے اور جمیع اہل اسلام کو سیدھے راستہ پر چلائے۔ آمین یارب العالمین۔

باقی رہا جو اس اِشتہار میں مفتی دہلوی صاحب نے اس درود کو بدعت بنانے کے واسطے یہ لکھا ہے :

> رہی بدعت؛ بدعت اس کام اور اِعتقاد اور قول کو کہتے ہیں کہ حضرت مصطفیٰ ص سے قولاً و فعلاً و تقریراً ثابت نہ ہو اور قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں بھی انکار پایا گیا ہو اور نہ اس کا نظیر و مثل ان طریقوں سے پایا گیا ہو بلکہ اس کے بعد لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کیا اوراس کے کرنے میں ثواب جانا اِسی کو حضرت نے فرمایا: **کل بِدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فِی النارِ** اور مسئول عنہ پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ درود مذکور کے معانی کو لحاظ کر کے کہنا جائز نہیں - اِلی قولِہ - بدعت وضلالت ہے۔ ہاں بے اِختیار زبان سے نکل جائے تو مواخذہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔
>
> حررہ محمد نذیر حسین، سید محمد عبدالسلام، سید محمد ابوالحسن

ساکنانِ دہلی، عبدالعزیز، زین العابدین ساکن کوٹ بھوانی داس حال واردلاہور۔

الجواب صحیح الجواب۔ محمد اِسمٰعیل مدرس مدرسہ رحیمیہ لاہور، رحیم بخش امام مسجد چینیاں۔

فقیر-کان اللہ لہ- کہتا ہے کہ اوپر کی تحریر اور اس میں بھی کئی مرتبہ درود کو اِختصار کر کے بہ صورت لکھا ہے۔اس کی قباحت فقیر نے کتاب مباحثہ ریاست فرید کوٹ اور دوسرے رسائل میں لکھی ہے- پناہ بہ خدا- یہ اِن لوگوں کی اتباعِ سنت کی دلیل ہے۔

اب سنیے جواب بدعت بنانے درود مبحوث عنہ کا۔جمیع اہل اِسلام کو یقین ہے کہ بہ حکم آیت: **اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o** (سورۂ احزاب:۵۶/۳۳) کہ سرورعالم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا مامور بہ ہے۔

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ ایک ایک درود اور سلام سے حق تعالیٰ کی جناب سے دس دس رحمتیں اور سلام آتے ہیں اور دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔

اور آں حضرت ﷺ کو پکارنے کی سند حدیث جامع ترمذی اور سنن نسائی و ابن ماجہ و مستدرک حاکم کی ہے جس میں بہ روایت عثمان ابن حنیف درج ہے کہ ایک نابینا نے آں حضرت ﷺ سے دعاے روشنی چشم کی اِلتجا کی، تب آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے کو فرمایا۔اور نسائی میں ہے کہ دو رکعت نفل کا بھی ارشاد کیا۔پھر اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا :

اَللّٰھم اِنِی اسئلک و اتوجہ اِلیک بِنبِیِک محمد نبِیِ الرحمۃِ یا محمد اِنِی أتوجہ بِک اِلی ربِی فِی حاجتِی ھذِہ لِتقضی لِی اللّٰھمَّ فشفِعہ فِی .

مولانا قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

یا محمد اِلتِفات اِلیہِ و تضرع لدیہِ لِیتوجہ روحہ اِلی اللّٰہِ و یغنِی لِلضرورۃِ عما سِواہ و التوسل اِلی غیرِ مولاہ قائِلا اِنِی اتوجہ بِک ای بِذرِیعتِک اِلی ربِی فِی حاجتِی ھذِہ لِتقضی بِصِیغۃِ المجھولِ ای الحاجۃ فقولہ لِی لِلبیانِ کما صرح بِہ فِی الطیبِی و فِی نسخۃ بِصِیغۃِ

الفاعِلِ ای لِتقضِی الحاجة والمعنی لِتکون سببا لِحصولِ حاجتِی و وصولِ مرادِي فالاِسناد مجازِيٌّ . اھ

ترجمہ: یعنی آپ کی طرف رجوع اور نیاز ہے تاکہ آپ کا روح خدا کی طرف متوجہ ہو اور ماسوا سے غنی کردے اور خدا کے بغیر کسی کی حاجت نہ رہے یہ کہہ کر کہ میں آپ کے وسیلہ سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اس اپنی حاجت میں تاکہ روا کی جائے میرے واسطہ۔ طیبی نے یہ کہا ہے۔ اور ایک نسخہ میں ہے کہ آپ میری حاجت روا کریں یعنی میری حاجت کے حاصل ہونے کا آپ سبب بن جائیں۔ پس یہ اسناد مجازی ہے۔

مواہبِ لدنیہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو بیہقی نے صحیح کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ جب اس نابینا نے بموجب ارشاد آپ ﷺ کے تعمیل کی تو اٹھا اور بینا ہو گیا۔ اھ

معنی اس دعا کے یہ ہیں: بارخدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو رحمت کا نبی ہے۔ یا محمد (ﷺ!) تیرے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اس اپنی حاجت میں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے۔ بارخدایا! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام جزری نے جو اجلہ محدثین اور اکابر علمائے ربانیین سے ہیں اس حدیث کے حکم کو اپنی کتاب حصن حصین میں جو آٹھویں صدی کی تالیف ہے، عام طور پر بیان فرمایا ہے کہ جس کو کوئی ضرورت ہو وہ اپنی اَدائے حاجت کے واسطے یہ عمل کرے اور دعا پڑھے۔ اھ

علامہ ابن حجر اپنی کتاب جوہر منظّم میں طبرانی اور بیہقی سے لکھتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کے دنیا سے رحلت کے بعد بھی سلف صالحہ اپنی حاجتوں میں یہ دعا پڑھتے رہے ہیں۔ اھ

اور شفا کی شرح میں ہے کہ ابن حنیف راوی اس حدیث کا اور اس کی اولاد لوگوں کو یہ دعا سکھاتے تھے اور بہت سی روایات ہیں کہ جس نے یہ دعا پڑھی فوراً اس کی حاجت پوری ہوئی۔ اھ

تواریخ حبیب اِلٰہ میں ہے: عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت ہے اور یہ طریقہ نمازِ حاجت کہلاتا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف اور ان کے خاندان کے عمل میں تھا، لوگوں کو سکھلاتے تھے اور حاجتیں ان کی پوری ہوتی تھیں۔ اِنتہی بلفظہٖ

اور شرح شفا فی حقوق المصطفیٰ میں ہے کہ حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سست اور بے حس ہو گیا تھا تو ان کو کسی نے کہا کہ اپنے بہت محبوب کو یاد کر! تب آپ نے اونچی آواز سے پکارا: **یَا محمَّداہ۔**

مولانا قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں: گویا کہ ابنِ عمر نے ضمن استعانت میں اپنی محبت کے اظہار کو قصد کیا۔اھ

اور شرح خفاجی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔اس کو امام نووی نے اپنی کتاب اذکار میں ذکر کیا ہے اور دوسرے صحابہ سے بھی ایسی روایت آئی ہے۔اھ

کتابِ مستطاب دلائل الخیرات جو نویں صدی کی تالیف ہے اور اس کے یمن و برکت نے عرب وعجم کو فیض یاب کیا ہے، اس میں کئی درود صیغہ ندا پر مشتمل ہیں۔ایک دو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔پنج شنبہ کے حزب میں ہے:

اللھم صلِ علی سیِدنا محمد صلوۃ تکرم بِھا مثواہ و تشرِف بِھا عقباہ و تبلِغ بِھا یوم القِیامۃِ مناہ و رِضاہ، ھذِہِ الصلوٰۃ تعظِیماً لِحقِک یا محمد –ثلثاً– .

شیخ الدلائل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ یا محمد کہے، دوسرے مرتبہ یا حبیب اللہ، تیسرے مرتبہ یا رسول اللہ پڑھے۔

اور شنبہ کی منزل میں ہے:

اللّٰھم صلِ علی سیِدِنا محمَّد و علی آلِہ و سلِم، اللھم اِنِی اسئلک و أتوجہ اِلیک بِحبِیبِک المصطفیٰ عِندک یا حبِیبنا یا محمَّد اِنا نتوسل بِک اِلی ربِک فاشفع لنا عِند المولی العظِیمِ. یا نِعم الرسول الطاھِر –ثلثا–

یعنی یا نِعم الرسول کو تین مرتبہ پڑھے۔

دلائل الخیرات مطبوعہ کلکتہ کے اخیر اور نیز مطبوعہ لاہور کے بعد اس کے مولف حضرت سیدنا ابو عبداللہ محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ کے حال میں درج ہے کہ ستر (۷۰) برس بعد دفن کے ان کی

لاش مبارک کوشہرانو خال سے نکال کر مراقش کے قبرستان میں دوبارہ دفن کیا تھا تو جیسے قبر میں مدفون ہوئی تھی ویسے ہی نکلی تھی، بدن وکفن برابر، چہرہ سرخ وسفید، خلائق نے ہجوم کیا، اِمتحاناً چہرہ انگلی سے دبایا خون ہٹ گیا، پھرانگلی اٹھانے سے خون ابھر آیا۔ کثرت درود سے مشک نافہ کی طرح قبر منور عنبر فشاں، شاگردوں کی ہدایت سے عالم نور عرفاں۔اھ

اور درودِ مستغاث جوصد ہا سال سے وردخواص وعوام اہل اسلام ہے اور جس کی برکت سے کئی اہل اِیقان مشرف بہ زیارت حضرت رسالت ﷺ کے ہوئے ہیں اس میں بار بار یہ درود موجود ہے۔کتاب ُارشاد العاشقین' میں اس کے فوائد درج ہیں۔

رسالہ اثنا عشریہ میں مولوی غلام علی امرت سری نے لکھا تھا :

درودِ مستغاث بہ ایں جہت کہ درودست مرخواندنش ہیچ درزنمی نماید وامید اجرست الا لفظ اِغثنا کہ ازمیان برداشتہ شود۔اھ

جاےغور ہے کہ پہلے ان کے علما جواز اس درود کے ورد کیے اور موجب ثواب کے ہونے کے قائل تھے اور اب یہ لوگ اس درود کے کفر اور بدعت ہونے کو بڑے شدومد سے ثابت کررہے ہیں حالاں کہ ناظرین تحریر بالا کو یقین ہوگیا ہے کہ بہ حکم قرآن وحدیث یہ درود رواو بجاہے،اس کو شرک و بدعت کہنا سراسر نفسانیت ہے۔

رہا حکم اِستغاثہ کا آں حضرت ﷺ سے شیخ محدث دہلوی شرح اور ترجمہ مشکوۃ اور تکمیل الایمان اور مدارج النبوۃ میں کئی جگہ تصریح کرتے ہیں کہ انبیا سے اِستمداد کے مسئلہ میں کوئی اِختلاف نہیں ہے۔اور علامہ قسطلانی کی مواہبِ لدنیہ میں ہے کہ اِستغاثہ اور توسل اور تشفع اور توجہ اور تجوہ سب ایک ہی ہیں اور یہ سب حضرت ﷺ سے ہر حال میں واقع ہوئے ہیں،آپ کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد بھی،آپ کی حیات دنیا میں، عالم برزخ میں اور قیامت میں۔مدت حیات کے دلائل سے وہ حدیث نسائی وترمذی وابن ماجہ کافی ہے جس میں نابینا کے بینا ہونے کا ذکر ہے اور عالم برزخ کے اِستغاثہ کے واقعات بےشمار ہیں۔کتاب **مِصباح الظلامِ فِی المستغِیثِین بِخیرِ الانامِ** میں تھوڑا سا اس کا ذکر ہے۔

اور مجھ کو بھی ایک مرض ہوئی تھی، میں نے مکہ معظّمہ میں آپ ﷺ سے اِستعانت کی تھی،تو میں

خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کے ہاتھ میں کاغذ ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یہ دوا ہے احمد بن قسطلانی کے لیے سرور عالم ﷺ کے حضور سے۔ پھر جب میں بیدار ہوا تو بہ خدا مجھے کوئی بھی مرض نہ تھی، آپ کی برکت سے شفا ہو گئی۔ ایسا ہی کئی واقعات میں استعانت اور اِعانت ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت مواہبِ لدنیہ کا۔

اور حدیث مسند بزار و مصنف ابن ابی شیبہ و کتاب عمل الیوم واللیل ابن سنی و معجم کبیر طبرانی سے حصن حصین میں **یا عِباد اللّٰہِ اَعِینونِی** کا لفظ تین مرتبہ واقع ہے جس سے اولیا سے بھی استعانت کا جواز حاصل ہوتا ہے اور اس حدیث کو معتبر محدثین نے حسن اور مجرب کہا ہے۔

باقی رہا یہ جو اس حدیث کے کسی راوی پر نواب قطب الدین مرحوم کی شرح اُردو حصن حصین مطبوعہ باردوم میں کچھ اِعتراض لکھا گیا اور صاحب اثنا عشریہ نے وہ اِعتراض پیش کیا تھا تو اس کا جواب فقیر نے 'تحفہ دستگیریہ' میں لکھ دیا تھا کہ وہ راوی دوسری روایت کا ہے، حصن حصین والی حدیث کی روایت میں وہ راوی نہیں ہے، چناں چہ وہ رسالہ ۱۲۸۵ھ سے شائع ہے۔

جب فقیر ۱۳۰۸ھ میں مکہ معظّمہ میں تھا تو ایک روز حضرت مولانا الحاج الحافظ شیخ مولوی محمد عبد الحق اِلہ آبادی مہاجر مکہ معظّمہ نے ذکر فرمایا کہ حطیم بیت اللہ العظیم میں نواب قطب الدین صاحب نے ظفر جلیل شرح اردو حصن حصین مطبوعہ باردوم سے یہ مقام جرح حدیث **یا عِباد اللّٰہِ اَعِینونِی** کا نکال کر میرے ہاتھ میں دیا۔ میں نے دیکھ کر پھر ان کو واپس کیا اور خاموش رہا، تب انھوں نے خود کہا کہ آپ نے یہ مقام جرح کا دیکھا ہے اور آپ کو پسند ہے۔

میں نے کہا: صرف تعصب ہے، کیوں کر پسند ہو؟ تب نواب صاحب نے جواب دیا کہ یہ تمام طویل عبارت جرح کی بغیر میری مرضی اور اذن کے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے الحاق کرا دی ہے اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے موافق شرح مولانا قاری وغیرہ کے اس حدیث کو حسن و مجرب لکھا تھا، چناں چہ پہلے مرتبہ کی مطبوعہ میں موجود ہے۔ اھ

فقیر نے یہ تقریر سن کر کہا: **اِنا لِلّٰہِ و اِنا اِلیہِ راجِعون** اور اسی روز سے یہ تقریر حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی اربعین کے بعد جو فقیر نے مکہ معظّمہ میں رسالہ انتباہ فی سلاسل اولیا اللہ سے نقل کی تھی، لکھ دی تھی۔

فقط محدثین معتبرین نے اپنی کتابوں میں بہت واقعات ندائے استغاثہ کے بہ حضور سرور ﷺ و صحابہ وغیرہم سے درج کیے ہیں جس سے شمہ اوپر منقول ہوا ہے اور تھوڑا سا یہ ہے ہر چند مواہب و مدارج وغیرہما میں بھی ہے، مگر بہ مناسبت عبارت اردو کی تواریخِ حبیب اِلٰہ سے منقول ہوتا ہے۔ فصل غزوہ مکہ میں لکھتے ہیں :

بلکہ خزاعہ کے راجز یعنی شعر کہنے والے نے اس وقت رات میں آپ کو پکارا اور آپ سے مدد چاہی۔آپ کو خدا تعالیٰ نے اس کی آواز پہنچائی۔آپ نے اس کا جواب دیا: لبیک لبیک لبیک اور اس وقت آپ زنانہ میں تھے۔حضرت میمونہ جن کے حجرہ میں آپ تھے، لبیک آپ کا سن کے پوچھا کہ کس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں؟۔آپ نے فرمایا کہ راجز خزاعہ کا مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے فریاد کرتا ہے کہ قریش نے بنوبکر کی مدد کی۔اھ

رسالہ 'صولۃ القادریہ' میں استیعاب سے نقل کر کے لکھا ہے کہ نابعہ جعدی صحابیہ نے ایامِ حکومت ابوموسی اشعری کے بصرہ میں تکلیف کی حالت میں یہ شعر پڑھا تھا۔

فیا قبر النبِیِ و صاحِبیہِ ☆ ألا یا غوثنا لو تسمعونا

ترجمہ: اے قبر نبی و دونوں شیخین کی اے ہمارے فریادرس! ہماری کلام سنو۔

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی کا یہ قصیدہ مشہور ہے جس میں اوّل سرورِ عالم ﷺ کی جناب میں استغاثہ کیا ہے۔

یا حبِیب الالٰہِ خـذ بِیـدِی ☆ ما لِعجزِی سِواک مستنِدِی

کـن رحِیما لِذِلتِی و اشفع ☆ یا شفِیع الورٰی اِلی الصـمد

اے حبیب خدا رسولِ کریم! دستِ من گیر یا روف ورحیم!

جز جنابِ تو نیست تکیہ من عجزِ من بیش تر نیا زعیم

رحم فرما وہم شفاعت کن اے شفیع ہمہ بہ سوے کریم

پھر آخر میں فرماتے ہیں۔

اِستغِیثوا لِعـاجِز مضطر

شمِروا ذیلکم اِلی المدد

اے اہل بیت شاہ رسل! | وی محبانِ ذات با تکریم!
طلب فریاد و استغاثہ کند | عاجز و مضطر و بہ حال لقیم
زود فریاد رس شوید بہ حق | بہ مدد ہم رسید رسم قدیم

اور قصیدۂ بردہ جو مقبول قصائدِ اکابرِ اہلِ سنت سے ہے، اس میں بھی بہ تکرارِ بسیار ندائے اِستغاثی موجود ہے۔

یا اکرم الخــلقِ ما لِی مـن الوذ بِہ
سِواک عِند حلولِ الحادِثِ العمم

و لن یضِیق رسول اللّٰہِ جاھک بِی
اِذا الـــــکرِیم تجلی بِاسمِ منتقِم

فــاِن مِن جودِک الدنیا و ضرتھا
و مِن علومِک علم اللوحِ و القلم

ترجمہ: اے بزرگ ترین خلق! کسی نیست، کہ بہ او پناہ گیرم سوائے تو روز قیامت۔ کم نمی گردد مرتبہ تو یا رسول اللہ بہ مدد، من وقیلہ حق تعالی تجلی اسم منتقم نماید۔ بے شک جود و بخشش تو دنیا و آخرت است، وشمہ علم تو لوح و قلم است۔

تفسیر فتح العزیز کے دیباچہ میں درج ہے :

یا صاحِب الجمالِ و یا سیِد البشر
مِن وجھِک المنِیرِ لقد نورِ القمر

لا یمـــــکِن الثناء کمـــا کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ: اے صاحب حسن واے سرورِ آدمیاں! تیرے چہرۂ روشن سے چاند روشن ہے تیری تعریف جیسا کہ چاہیے ممکن نہیں، خدا کے بعد تو ہی بزرگ ہے۔

الحاصل! اب غور کرو کہ جب کوئی مسلمان الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہے اور اعتقاد کرے کہ بذریعہ عرضِ احوال امت یا بہ تبلیغ ملائکہ جو درود کے پہنچانے پر علاحدہ مقرر ہیں یا بہ تعلیم اِلٰہی بہ نورِ نبوت اس درود پر آپ ﷺ مطلع ہوتے ہیں تو اب وہ کون سا دین دار عالم ہے جو اس کو کافر و بدعتی کہے گا۔ حاشا وکلا بلکہ حضرات علما پر عموماً اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والوں کے خانوادہ پر خصوصاً لازم ہے کہ ضدیت اور عناد کو ترک فرما کر اہل اسلام کو ملائمت سے سمجھا دینا خدمت دین متین جان کر مھما أمکن تکفیر و تفسیق سے زبان کو بند فرمائیں۔ یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ تکفیر کو اگر کوئی محل اور موقع نہ ملے تو وہ قائل پر ہی عود کرتی ہے۔ **اعاذ نا اللّٰہ تعالی و جمِیع المسلِمِین عن ذٰلِک۔**

تعجب یہ ہے کہ صدیق حسن قنوجی نے ایامِ نوابی بھوپال میں جو رسائل تالیف کر کے شائع کیے ہیں، ان میں سے رسالہ نفح الطیب میں اول اشعار زائر کے جمع کر کے بعد ازاں اپنے اشعار درج کیے ہیں۔ زائر کے اشعار سے صفحہ ۱۲ کے اخیر ہے۔

یارسول اللہ! زائر را برائے کس چہ کار
برسرِ اغیار از وسنگ ترازوے شما

اور خود نواب صاحب صفحہ ۷۵ کی غزل میں اول قاضی شوکانی سے مقلدین کے مقابلہ کے لیے اِستغاثہ و اِستمداد کر کے۔

زمرۂ راے درافتاد بہ اربابِ سنن
شیخ سنت مددے، قاضی شوکاں مددے

پھر آخر میں لکھتے ہیں۔

گفت نواب غزل درصفت سنتِ تو
سرورِ دیں مددے، قبلہ پاکاں مددے

پس باوجود اس پکارنے اور استمداد کے نواب صاحب کو مفتی صاحب دہلوی اور ان کے اتباع ''امیر المومنین'' لکھیں اور ان کی تالیفات کو مستند مانیں اور دوسرے اہل اسلام اگر درود سے یا رسول اللہ کہیں تو ان کو کافر اور بدعتی گردانیں!۔

سبحان اللہ! فقاہت اور تقوی کا فتوی اسی کا نام ہے اور بہ سبب سخت زبان درازی قنوجی صاحب کے مقلدین پر، اخیر میں نوابے بھی چھپنے گئے تھے اور عرصہ تک یہ حال اخبارات میں درج ہوتا رہا تھا، یہ قاضی شوکانی شیخ سنت کی امداد ہوئی تھی اور ایک ایسی بری مرض سے مبتلا ہو کر گزرے کہ نا گفتہ بہ۔ الحق! حق تعالیٰ کے مقبولوں سے عداوت خدا تعالیٰ سے محاربہ ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

اِس جگہ واضح رہے کہ فتوی منسوبہ مفتی نذیر حسین صاحب دہلوی سے فراغت پا کر مناسب متصور ہوتا ہے کہ باقی دوسرے دلائل اس پرچۂ مذکورہ کا جواب بھی قلم بند ہو۔

حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی کی طرف سے جو اس اشتہار میں درج ہے کہ انھوں نے **السَّلام علیکَ ایھَا النبِیُّ** کی نسبت یہ جواب دیا کہ یہ خطاب حکایتی ہے، خدا تعالیٰ نے شب معراج میں حضرت سے کہا تھا، ایسے خطابات قرآن مجید میں بہت موجود ہیں، وہ سند اس بات کی نہیں ہوسکتی کہ غائب کے واسطے بھی ندا جائز ہے۔ اھ

فقیر- کان اللہ لہ- کہتا ہے کہ نماز کے دونوں قعدوں میں بحکم احادیث صحیحہ پڑھنا التحیات کا واجب و لازم ہے اور تمام صیغ التحیات میں السلام علیک ایہا النبی موجود ہے۔ اور تمام مبسوطات و معتبراتِ فقہ میں درج ہے کہ نماز پڑھنے والا التحیات کے معانی کو اپنی طرف سے ادا کرے۔ یعنی یہ سمجھے کہ میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے لیے ہر قسم کی عبادت مخصوص ہے اور سرور عالم ﷺ پر میں سلام بھیجتا ہوں اور حق تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت کی شہادت بھی میں اَدا کرتا ہوں نہ یہ کہ شب معراج کا یہ واقعہ ہے جیسا کہ تنویرالابصار اور درمختار اور ردالمحتار میں ہے۔

اگر حافظ صاحب برخلاف دینی کتابوں کے اس خطاب کو حکایتی سمجھتے ہیں تو نماز میں الحمد شریف کے پڑھنے کو بھی ایسا ہی خیال کرتے ہوں گے کہ حق تعالیٰ کی حمد اور تمجید اور تخصیص عبادت و اِستعانت وطلب ہدایت ہم نہیں کرتے یہ صرف حکایت قرآن ہے۔ حق تعالیٰ ضدیت سے بچائے اور حافظ صاحب کا یہ قول کہ ''بعد کو غیبو بت لازم نہیں ہے۔'' اھ

جیسے کہ بعد کو غیبو بت لازم نہیں، ویسے ہی بعد سے غیبو بت منافی بھی نہیں ہے۔

رہا یہ جو اس اشتہار میں درج ہے۔ مناہی ندالغیر اللہ کے واسطے نص:

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (سورۂ جن:۱۸)

ترجمہ ہندی اشعار:

سب مسیتاں خاص عبادت رب دی جہت بناؤ

اللہ نال نہ کسے پکارو نا کچھ شرک ملاؤ

جے نال اللہ دے غیر پکارے وچہ مسیتاں کوئی

تا اللہ نال شراکت غیراں وچہ مسیتاں ہوئی

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْ رَبِّی وَ لَآ اُشْرِکُ بِہٖٓ اَحَدًا ۝ (سورۂ جن:۲۰)

توں سب خاصاں تھیں خاص محمد اعلیٰ رتبہ تیرا

توں آکھ انہاں میں اک پکاراں جو رب مالک میرا

میں ناں اس نال شریک بناواں ہرگز ہور کسے نوں

تے روا نہ رکھاں جو کوئی مشرک کدی پکارے مینوں

فقیر-کان اللہ لہ- کہتا ہے کہ یہ معنی ان دو آیتوں کے جو پنجابی بیتوں میں نقل کیے ہیں غالب گمان ہے کہ تفسیر محمدی کے ہوں گے جو حافظ محمد صاحب لکھوی کی تالیف ہے۔سو اس کا جواب بھی یہی ہے جو پہلی آیت کے جواب میں گزرا ہے کہ معنی فلا تدعوا اور ادعوا کے عبادت کے ہیں، پکارنے کے نہیں۔جیسا کہ اوپر قرآن مجید اور تفاسیر معتبرہ کی سند سے لکھا گیا ہے۔

نہایت افسوس کا مقام ہے حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ رسولِ اکرم ﷺ تو اپنے نامِ نامی پکارنے کا اَمر فرمائیں اور یہ لوگ نئے مفسر و محدث اپنی غلط فہمی سے فلا تدعوا کی دلیل سے اس کو شرک بتائیں۔حضرت سرورِ عالم ﷺ جو شرک کے استیصال کے واسطے آئے تھے اور دراصل آپ نے شرک کی بیخ کنی فرمائی وہ -نعوذ باللہ- ان لوگوں کے نزدیک شرک کا امر فرمانے والے اور مسلمانوں کو مشرک بنانے والے ہوئے -العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ-

اور نیز مصرع: تے روا نہ رکھاں جو کوئی مشرک کدی پکارے مینوں

جو ترجمہ و لا اشرک بہ احدًا کے پیچھے لکھا ہے یہ مختصر اپنی طرف سے خدائے تعالیٰ کی کلام میں اِیراد کر دی ہے۔سارے قرآن مجید میں بسم اللہ سے والناس تک اس مضمون کی کوئی آیت نہیں

ہے جس کا یہ مصرع ترجمہ قرار دیا جائے۔

اِس جگہ اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہے کہ اِن حافظ صاحب نے اوّل انواع مولوی عبداللہ صاحب لاہوری کے حاشیہ کر کے چھپوائے، بعدازاں اپنے والد کے نام انواع مسائل فقہیہ کے چھپوائے، اِن دونوں کے چھپوانے میں بہت سا روپیہ کمایا۔ بعدازاں انواعِ محمدی بنا کر اس کے ابتدا صفحہ ۳ میں 'انواعِ بارک اللہ' کے مسائل کو قیاسی جان کر گویا اس کے رد کے واسطے یہ انواعِ محمدی چھپوائے اور اس میں دعویٰ کیا ہے کہ اِس کے جمیع مسائل قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

پھر اس کے صفحہ ۱۲ میں درج ہے کہ کتے کے لعاب اور انسان کے بول براز اور خنزیر کے گوشت اور حیض کے لہو کے بغیر باقی ان کے اجزا قرآن وحدیث سے نجس نہیں، قیاسی نجس ہیں۔

پھر اسی صفحہ کے بیت ۱۴ ۔

بول غائط انسان سوا ہور بول تے گوبر سارے
انہاں پلیدی نقص نہیں کچھ لدوں باجھ پیارے

اور صفحہ ۱۳ کے دوسرے بیت میں۔

حرام حیواناں گوبر بول قیاسوں نجس نصی
جویں کتا خوک بگھیاڑ بلی خر ہاتھی نر مادینی

صریح لکھا ہے کہ کتے، خوک، بگھیاڑ، بلی وغیرہ کا گوبر بول قیاسی پلید ہے، نص سے پلید نہیں۔

پھر اسی صفحہ کی سطر ۹ میں ہے۔

ہے چیزاں اصل طہارت مگر جو ثابت نجس دلیلوں
باجھ دلیل نہ حکم کچے خود اندر شرع جلیلو ں اھ

جس سے صاف ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک کتے خنزیر وغیرہ کا بول براز نجس نصی نہیں ہے تو پاک ہے، کیوں کہ اصل ہر چیز میں طہارت ہے۔

قیاسی مسئلہ تو ان کے نزدیک غیر مسلم ہے۔ صفحہ ۴ کا تیسرا شعر ہے۔

جے اصحاباں اجماع نہ ثابت کہن امام قیاسوں
ہے ایہہ دلیل ضعیف تے ظنی نہیں یقینی خاصوں

اور اس صفحہ کا اخیری شعر ہے۔

فرانہاں بہت قیاسی مسلے لوکاں وچہ ہولائے
آپ ہوئے گم راہ ہواؤں نالے لوگ بھلائے

پھر صفحہ ۵ کا پہلا شعر ہے۔

ابن سیریں کہیا جوسب تھیں قیاس اول جس کیتا
سو ابلیس آیا جو بھلا سدھا راہ نہ لیتا

(مسئلہ قیاس مجتہد کی دلیل شرعی معادل دوسرے ادلہ شرعیہ ہونے کا ذکر بسط مناسب کے ساتھ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں درج ہے۔ من شاء فلینظر تمامه مِنه. عفِی عنه)

اب اِس مسئلہ میں غور کرو کہ کتے اور سور وغیرہ کا بول براز پاک ہے اور حیض کے سوا سارے خون پاک ہیں، قرآن وحدیث میں ان کی نجاست مذکور نہیں ہے، کس قدر اسلام کی توہین ہے۔ اِس پر خاک روب بھی کیوں نہ ہنسیں گے۔ انسان کا بول براز یقینی نجس ٹھہرے اور کتے، خنزیر، بندر کا بول براز پاک ہو۔ نعوذ باللہ من ہذا الفِقہِ۔

قرآنِ مجید سورۂ اعراف نویں سپارہ کے دوسرے پاؤ کے اخیر ہے :

وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ o

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی امی جس کا ذکر خیر توریت وانجیل میں ہے ان کو نیک کاموں کا حکم کرتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور پلید چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

دیکھو! کیسا قرآن سے صاف عیاں ہے کہ جس قدر کھانے کی حرام اشیا ہیں وہ سب پلید ہیں۔

اور ایک اور مسئلہ بھی انواعِ محمدی کا سن لیجیے :

چم مردار دباغت کیتیاں پاک نبی فرمایا

اِذا دبغ الاِ ہاب فقد طہر جو مسلم لیایا

صفحہ۱۴ سطر۱۵، جس سے ثابت ہے کہ خنزیر کا چمڑہ بھی دباغت سے پاک ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی انواعِ محمدی کا ہے :

ہے پانی پاک تے پاک کنند آپ نبی فرمایا

ایہہ دوویں صفتاں اس وچہ جانجاں نہیں تغیر پایا

جاں رنگ یا بو یا مزہ پانی دا چیز پلید ونجاوے

نہ فر پاک نہ پاک کنندہ اوہ پانی رہ جاوے

فرق نہیں وچہ تھوڑی بہت دو قلے یا گھٹ پانی

نہ جاری کھلے نہ مستعمل وچہ فرق حدیثوں جانی

اب ان مسائل سے ثابت ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی میں جب اِس قدر بول یا براز آدمی کا پڑ جائے جس سے اس کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے تو اس سے یہ لوگ وضو کرلیں گے کہ ان کے نزدیک وہ پانی پاک ہے اور ان کے کپڑوں کو جب بول براز کتے خنزیر کا خواہ کتنا ہی لگ جائے انہیں کپڑوں سے یہ لوگ نماز پڑھ لیں گے، کیوں کہ یہ پلید نصی نہیں ہیں بلکہ بہ موجب اصل کے پاک ہیں اور خنزیر کے چمڑے بدنوع پر ان کی نماز روا ہے۔ یہ ان کا بہ تقلید قاضی شوکانی کے عمل بہ حدیث ہے اور چاروں مذہبوں میں یہ نماز ناروا ہے۔

اب ان کی کتابوں سے سندیں لے کر فتوے جاری ہوتے ہیں اور اشتہار چھپتے ہیں اور دیہاتی مسجدوں کے امام ان کتابوں کو خرید کر خود بھی پڑھتے اور عمل کرتے اور دوسرے لوگوں کو بھی سنا کر خراب کر رہے ہیں۔ اِنمآ اشکوا بثِی وحزنِی اِلی اللّٰہِ۔

جن کتابوں کی بنیاد دنیوی مفاد پر ہو جیسا کہ حق التصنیف کے صد ہا روپیہ جو چاروں مذہب میں حرام ہے، کمایا ہو اور مسائل بھی ان کے غلط ہوں تو ان کو مستند بنانا سوائے ضلوا فاَضَلُّوا کے کیا متصور ہو۔

رہا یہ جو اس اشتہار میں بدعت کی قباحت میں کچھ حدیثیں لکھی ہیں، سو یہ بھی مشتہروں کی نفسانیت اور ضدیت ہے، کیوں کہ درود شریف مجوث عنہ ہرگز ہرگز بدعت نہیں ہے جیسا کہ اوپر مرقوم ہو چکا ہے۔

اب یہ قول مشتہروں کا کہ

اس درود کے جواز میں اگر کسی کے پاس دلیل کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت کی ہو تو پیش کرے، قبول کیا جائے گا۔اھ

سو بعد ذکر اس اوپر کی تحریر کے اللہ تعالیٰ سے فقیر کی دعا یہ ہے کہ حق تعالیٰ ان صاحبوں کو قبول کی توفیق دے اور فیما بین کی ضدیت اور نفسانیت کو دفع کرے۔آمین یارب العالمین۔

اور کتاب اللہ تو ضرور قرآنِ مجید ہے، مگر کتاب الرسول یقیناً اِن مشتہروں کی ہی بدعت ہے۔ افسوس! اِتنا بھی معلوم نہیں کہ کتاب وسنت یا قرآن وحدیث ہی بولا جاتا ہے، نہ کتاب الرسول۔

اور یہ جو اخیر میں لکھا ہے کہ

بجائے اس درود الصلوٰۃ الخ کے وہ درود پڑھنا چاہیے جس کا ذکر بار بار حدیثوں میں آیا ہے جس سے دس نیکیاں زیادہ ہوتی اور دس درجے بڑھتے اور دس برائیاں دُور ہوتی اور دس دفعہ رحمت اُترتی ہے۔وہ درود یہ ہے :

اللھم صلِ علی محمد و علی آلِ محمد کما صلیت علی اِبراھِیم و علی آلِ اِبراھِیم ...... الخ.

المشتہران: فقیر احمد علی برادرزادہ مولوی غلام رسول صاحب مرحوم ومغفور وحقیر عبدالعزیز خلف جناب مولانا مولوی غلام رسول صاحب مرحوم ساکنان کوٹ وقلعہ میہاں سنگھ۔اھ

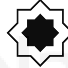
اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ صیغۂ درود جو نماز میں پڑھا جاتا، نیز اور صیغے بھی حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں جو کتاب حصن حصین اور حزب الاعظم وغیرہما میں جمع ہیں بے شک ان کا پڑھنا افضل ہے نہ یہ کہ ان کے سوا اور کوئی درود نہ پڑھیں، سب صیغے درود شریف جب ادب اور اِرادت کے ساتھ پڑھے جائیں تو بے شک موجب اجرِ موعود ہیں۔رہا یہ کہ اس درود نماز والے میں اللھم

صلِ علی سیدِنا محمد و علی الِ سیدِنا محمد یعنی بہ اِیزادلفظ ''سیدِنا'' کے پڑھنا افضل ہے۔جیسا کہ درمختار وردالمحتار وغیرہ میں تحقیق ہے۔

و اخِر دعوانا انِ الحمد لِلّٰہِ ربِ العلمِین وصلی اللّٰہ علی خیرِ خلقِہ سیدِنا محمد و الِہ و صحبِہ اجمعِین . اللّٰھمَّ ارحمنا معھم بِرحمتِک یا ارحم الراحِمین .

امر برقمہ محمدابوعبدالرحمٰن الفقیر غلام دستگیرالہاشمی القصوری-کان اللّٰہ لہ-

فی ایامِ التشرِیق من شہر جمادی اخری ۱۳۰۲ھ فی بلدۃ گوجران والا



نظم پنجابی

مصنفہ حافظ عبدالعلی صاحب نقش بندی ساکن گوجراں والا

حمد اِلٰہی دلوں زبانوں آکھاں سو سو واراں
لکھ صلوٰۃ سلام نبی تے جو سید ابراراں
آل اتے اصحاباں اوپر راضی ہووے سائیں
تے ولیاں اتے رحمت رب دی ہووے سنج صباحیں
اِس تھیں بعد ہن عرض کراں میں اونہاں موموناں اگے
یا رسول اللہ دے آکھیاں دکھ جنہاں نوں لگے
یا رسول اللہ دے آکھیاں جے کر مشرک ہووے
تد ہووے مشرک ٹلے نہ ہرگز پکا ہو کھلووے

جے مکے جاندیاں کنڈے چبھن چبھن دے نہ سنگے
رب دے راہوں پرتے ناہیں فضل الٰہی منگے

یا رسول اللہ دے آکھیاں دسو کی بریائی
ایہہ پر اک نکما جھگڑا کردے نے سودائی

سال بہ سالی دین اندر اک نوا فتور مچاون
مسلماناں نوں کافر مشرک بے وقوف بناون

غوثاں قطباں ولیاں تائیں وچ شامل کردے
اہل اللہ دی کرن بے ادبی غضبوں نہیں جے ڈردے

تے ہے حدیث رسول اللہ تھیں جو کوئی دوجے تائیں
کافر آکھے کافر ہووے جے اوہ کافر ناہیں

تے کویں روا نکاح جنازہ کھٹی اس دی ہووے
تے کویں نماز ہووے اس پچھے جے اوہ پیش کھلووے

تے مسلماناں دیاں قبراں اندر کیوں کر دفن کچیوے
تے کیوں کرورتیے نال اس دے اوہ تائب جچر نہ تھیوے

تے مشرک جیسا برا نہ کوئی ہر اک نالوں مندہ
مشرک نال جو کرے محبت اوہ بھی نہیں جے بندہ

صلوۃ سلام مخاطب کر کے کہنا حضرت تائیں
کجھ گناہ نہیں اِس اندر آکھو سنج صباحیں

بل کہ ہر اک مسجد اندر پنجے وقت پڑھیوے
بعد نماز پڑھو سب مومن رحمت نازل تھیوے

میں اِس کارن بحث کراں کجھ لوڑ نہیں ہن میری
اگے وچ کتاب اپنے دے کیتی بحث بہتیری

مولانا جو ہین قصوری خاص خدا دے پیارے
عابد زاہد عارف کامل عامل فاضل بھارے

لکھیا خوب جواب اونہاں نے اندر ایس رسالے
آپے پڑھ کے سمجھ لین گے جیہڑے اکھیاں والے

ایسے لوکاں کولوں بچنا چاہیے مومن تائیں
ایہہ رافضیاں دے چھوٹے بھائی صاحب سنت ناہیں

اوہ دشمن اصحاباں دے ایہہ دشمن ہیں فقیراں
تقلید اماموں بالکل منکر وگی مار شریراں

سن کے نام امام اعظم دا سڑ بل ہووے کولہ
دل تھیں دشمن اوس دلے دا بدعتیاں دا ٹولہ

ایس عقیدہ والہ ہرگز ولی نہ ہووے کوئی
وچ درگاہ الٰہی ملے نہ بدعتیاں نوں ڈھوئی

حنفی شافعی مالکی حنبلی گزرے ولی ہزاراں
تے کئی موجود اجے بھی ظاہر باطن باجھ شماراں

جا کے ویکھو حضرت صاحب حیدر شاہ پیارے
جلال پور کیکناں والے اندر جانن لوگ جو سارے

کامل اکمل عابد زاہد چشمہ فیض الٰہی
فیض اونہاں تھیں دوروں دوروں پائے آن لوکائی

اج کل چشتیاں وچوں ہیں اوہ پورے مرد حقانی
ہور نہ آوے نظر آسانوں کوئی اونہاں دا ثانی

فضل کمال اس شاہ صاحب تے اندر ایس زمانے
ہر ہر پاسے ہے مشہوری چنگا مندہ جانے

آوَ ہن بھی سمجھ کھلوَ ضِد تعصب چھڑو
سینے صاف بناوَ دل تھیں کل کدورت کڈھو

وچ اسلام نہ پاوَ فتنہ بن جاوَ مومن بھائی
یا رسول اللہ دے آکھیاں ہرگز نہیں بریائی

ولی اللہ دے درود مستغاث جو پڑھن پڑھاون
یا رسول اللہ ہے اوس وچہ کیوں نہ منع کراون

ایہہ خشک ملاں بے سمجھ تے انھے سوچن ویکھن ناہیں
تے وچ قرآن نہ کرن تدبر بھلے پھرن کو راہیں

اوہ کافر مشرک مسلماناں نوں کہندے سن علماواں
نیم ملاں ایمان دا خطرہ سچ کہیا داناواں

بس کر حافظ تازی تائیں کافی ہے اشارہ
تے کھوتہ باز نہ آوے بھاویں ماریا جائے نکارا

سمجھاں والے سمجھن گے بے سمجھاں سمجھ نہ آوے
الو باٹے سمجھن ناہیں لکھ کوئی سمجھاوے

اعلان: جو صاحب بیرون جات سے منگوانا چاہیں صرف اپنا پتہ اور دو پیسہ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک راقم کے پاس بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ راقم شیخ رحیم بخش گوڑ دواڑہ دوکان دار جُفت فروش بازار رسید نگری گوجراں والہ۔

(☆) علمائے کرام اہل سنت و جماعت نے ایسے اِعتقاد والوں کو رافضیوں کے چھوٹے بھائی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ رسالہ تحفۃ العرب والعجم مصنفہ جناب نواب قطب الدین صاحب مرحوم دہلوی میں بہ ثبت مواہیر علمائے کرام حرمین شریفین درج ہے۔



وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْراً o (سورۂ نساء:۱۱۵/۴)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔

الوقفُ للّٰہِ الکریم

الحمدللہ رب العالمین کہ رسالہ نافع مومنین مسمیٰ بنام تاریخی

عروۃ المُقلدین بالہامِ القویِّ المُبین

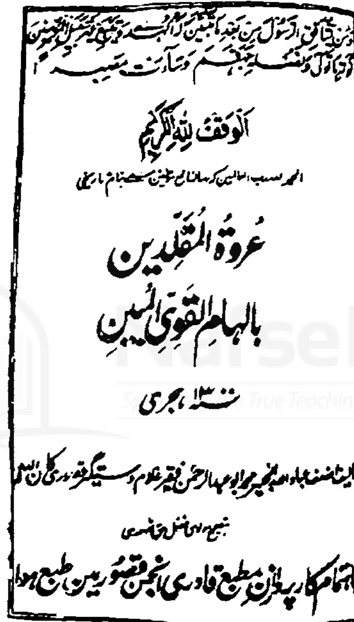
{۱۳۰۰ھ}

-: تالیف :-

اضعف عباد اللہ الخبیر محمد ابوعبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہٗ

بہ تصحیح: مولوی فضل حق قصوری

باہتمام کارپردازان مطبع قادری انجمن قصور میں طبع ہوا۔



ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا

الوقف للّٰہ الکریم

الحمد للّٰہ رب العالمین کہ رسالہ [illegible] بنام تاریخی

عُروۃُ المُقَلِّدِین
بالہامِ القوِیِّ المُبِین

سنہ ۱۳۱۱ ہجری

تالیف مصنف عباد اللہ مجیب مجرا ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ

بتصحیح مولوی فضل حق قصوری

باہتمام کارپردازان مطبع قادری انجمن قصور میں طبع ہوا

[باہتمام کارپردازانِ مطبع قادری انجمن قصور سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

سوال

جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باری تعالیٰ کا عرش پر مکان ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضا و جوارح ہیں ۔(۱) نیز یہ عقیدہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (۲) اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبریل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے ۔(۳) اور جو لوگ حرفِ ضاد کو ظا پڑھتے ہیں یعنی غیر المغضوب ... ولا الضالین کو غیر المغظوب ....ولا الظالین پڑھتے ہیں اور (جو بعض) جس کنویں میں کتا، سور، بلی، چوہا وغیرہ مر کر گل جاوے تو اس پانی کو پاک جان کر پیتے اور اُس سے وضو غسل کر لیتے ہیں آیا ایسے عقیدہ والوں اور ایسے کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا ہے یا نہیں؟۔

الجواب و اللّٰہ ھو المُلھم للصَّواب

ان تینوں عقیدے والوں اور دونوں کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا نہیں ہے۔اب تفصیل اس کی نمبروار لکھی جاتی ہے :

پہلے نمبر سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اہل سنت بلکہ اکثر امت سے ثابت ہے۔حق تعالیٰ جسمانی مکانی نہیں ہے۔سورۂ شوریٰ میں فرمان ہے :

(۱) تفصیل اس کی رسالہ ''تحقیق تقدیس الوکیل'' میں موجود ہے۔۱۲

(۲) تقویۃ الایمان:۲۷مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور–وصفحہ ۱۶ مطبوعہ مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی

(۳) تقویۃ الایمان:۴۷مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور–وصفحہ ۳۵ مطبوعہ مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○ (سورۂ شوریٰ:۴۲/۱۱)

یعنی حق تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہ کانوں کے بغیر سنتا ہے آنکھوں کے بغیر دیکھتا ہے۔کذافی المدارک وغیرہ۔

نیز قرآن مجید میں پچاس جگہ پر باری تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تسبیحات سے یاد فرمایا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیثوں میں ان تسبیحات کے پڑھنے کا ثواب بے حساب روایات میں آیا ہے، جن سے تنزیہ و تقدیس حق سبحانہ و تعالیٰ کے اعضا و مکان سے بخوبی متحقق و عیاں ہے، اس لیے سب عقائد کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ جسمانی مکانی نہیں ہے۔ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر کی شرح مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۷۱ میں لکھتے ہیں :

کما ھو مقرر عند أھل السنة و الجماعة بل و سائر طوائف الاسلام من المعتزله و الخوارج و سائر أھل البدعة إلا طائفة من المجسمة و جھلة من الحنابلة القائلین بالجھة تعالی اللّٰہ عن ذالک علوا کبیرا . (۱)

پھر صفحہ ۹۱ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ رافضی غالی اور یہود مردود اور کرامیہ اور مجسمہ حق تعالیٰ کو عرش پر یعنی عرش کو اس کا مکان جانتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں :

عقیدۂ دوازدہم آنکہ حق تعالیٰ جسم نیست و طول و عرض و عمق ندارد و ذی صورت و شکل نیست۔

عقیدۂ سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست و او را جہتے از فوق و تحت متصور نیست و ہمیں ست مذہب اہل سنت و جماعت حکمیہ وغیرہ از امامیہ می گویند...... کہ حق تعالیٰ جسم ست و سالمیہ می گویند کہ چہرہ و چشم و گوش و دہاں و بینی و دست و پا ہمہ با و تعالیٰ ثابت ست حکیمہ و یونسیہ گویند کہ مکان او عرش ست...... سالمیہ و شیطانیہ گویند کہ مکان او در آسماں

---

(۱) جیسا کہ حق تعالیٰ کا جسمانی مکانی نہ ہونا اہل سنت بلکہ ساری اُمت کے نزدیک ثابت ہے، مگر فرقہ مجسمہ اور اسی کی مانند کچھ جاہل لوگ اللہ تعالیٰ کی جہت اور مکان کے قائل ہیں۔اور وہ سبحانہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔۱۲(منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الاکبر:۳۳۲مطبوعہ دارالبشارالاسلامیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

ست...... وانتقال می کند از مکانے بمکانے واز آسمانے بآسمانے ونزول وصعود وقیام و قعود وحرکت وسکون می نماید در بعیہ گویند کہ مسکن او آسماں ست لکن درایام بہار برائے سیر گلزار ہا وشگوفہ ہا برزمین می آید باز بالائے آسمان میرود مثل جہانگیر بادشاہ کہ مستقر او آگرہ بود و ہر سال برائے سیر بہار بکشمیر میرفت...... ایں عقیدہ کبرائے امامیہ باوجود یکہ مضحکہ صبیان ست مخالفت کلی دارد۔ باثقلین اما کتاب فقولہ تعالیٰ: لیس کمثلہ شیی و ھو السمیع البصیر . واما عترت بس آنچہ مرویست از امیرالمومنین مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہ درخطبہ خود فرمودہ کہ او تعالیٰ وصف کردہ نمی شود بچیزے از اجزا و جوارح و اعضاے او تعالیٰ در مکان نیست کہ بر دانتقال جائز باشد کلہ مذکور فی نہج البلاغۃ ۔(۱)

یہاں تک تحفہ اِثنا عشریہ کی عبارت ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ یہود اور مجسمہ اور غلاتِ روافض کو جو حق تعالیٰ کے واسطہ جسم اعضا مکان ثابت کرتے ہیں، آیات متشابہات ید و وجہ و استوی علی العرش وغیرہ سے دھوکہ پڑ گیا کہ ان کو محکمات جان کر حق تعالیٰ کے لیے جسم اور مکان ثابت کرنے لگے اور فی الحقیقت وہ آیات اور ایسا ہی احادیث جن میں ایسے الفاظ وارد ہیں سب کی سب متشابہات سے ہیں جن پر ایمان لانا

(۱) [تحفہ اثنا عشریہ:۱۴۲۔۱۴۱ ملخصاً مطبوعہ مطبع منشی نول کشور] ترجمہ: بارھواں عقیدہ: اللہ تعالیٰ جسم اور لمبائی، چوڑائی اور گہرائی نہیں رکھتا ہے اور اس کی شکل صورت بھی نہیں۔

تیرھواں عقیدہ: اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہیں ہے اور طرف اونچی نیچی سے پاک ہے اور یہی ہے مذہب اہل سنت و جماعت کا۔ شیعہ کے بعضے فرقہ قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور چہرہ اور آنکھ، منہ اور ناک اور ہاتھ، کان سب کچھ رکھتا ہے۔ اور اس کا مکان عرش ہے اور عرش سے ملا ہوا ہے۔

سالمیہ شیطانی کہتے ہیں کہ اس کا مکان آسمان ہے، ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر اترتا چڑھتا ہے کھڑا ہوتا ہے، بیٹھتا ہے۔

ربیعہ کہتے ہیں کہ مکان اس کا تو آسمان ہے لیکن بہار میں سیر گلزار کے واسطے زمین پر آتا ہے پھر آسمان پر چلا جاتا ہے جیسا کہ جہانگیر آگرہ سے ہر سال کشمیر کو جایا کرتا تھا۔ یہ عقیدہ شیعہ کا............ قرآن اور اہل بیت کے فرمان سے سراسر مخالف ہے۔ قرآن مجید کی آیت لیس کمثلہ شیئ اس کو رد کرتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ اعضاء وجوارح ومکان سے پاک ہے جیسا کہ کتاب نہج البلاغۃ میں مذکور ہے۔۱۲

فرض اوران کی مراداور تفسیر خداے پاک کوسپرد کرنا لازم ہےاوران کے ظاہری معنوں سے اوسبحانہٗ کو پاک جاننا الزم ہے۔مولانا علی قاری فقہ اکبر کی شرح صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں :

و قد تقدم عن أبی حنیفة رضی اللّٰه عنه أنه یؤمن بالصفات المتشابهات و یعرض عن تاویلها و ینزه اللّٰه عن ظواهرها و یکل علمها إلی عالمها کما هو طریقة السلف و کثیر من الخلف انتهی. (۱)

اور سنن ترمذی میں کئی جگہ پر علماے سلف اور خلف کی نقل سے ایسا ہی لکھا ہے کہ ان الفاظ پر ایمان لائیں اوران کے معنی اور مراد کے بیان کی طرف نہ جائیں جیسا کہ سورۂ مائدہ کی تفسیر کے باب میں حدیث ید کے نیچے لکھتے ہیں :

قال الائمة نؤمن به کما جاء من غیر أن یفسر أو یتوهم .انتهی. (۲)

اور یہ مطلب صدہا قرآن مجید کی تفسیروں اوراحادیث کی شرحوں سے ثابت ہے مگر تفسیر اتقان میں اس کا ذکر شرح وار درج ہے۔رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں ان کی عبارات کے ترجمے مرقوم ہیں۔باقی رہا یہ کہ جو کوئی حق تعالیٰ کو جسمانی مکانی جانے تو شرع از ہر اس کے بارے میں کیا فرماتی ہے۔امام تورپشتی علیہ الرحمۃ المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں :

بدانکہ انواع کفر بسیار ست ومنشاء اباطیل ہمہ پنج چیز است تعطیل وتشریک وتشبیہ و تعلیل وتشریک در تدبیر وتشبیہ...... آنست کہ قومی خداے راجل وعلا حدے گفتہ اند وبدانچہ آفریدۂ اوست از جواہر واعراض نسبت کردند وبذاتش مانندگی گفتند

(۱) امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صفات متشابہات کو ماننا لازم ہےاوران کی تاویل اور مراد بیان کرنا نہ چاہیےاوران کے ظاہر معنوں سے حق تعالیٰ کو پاک جاننا چاہیےاوراس کے علم کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا لازم ہے جیسا کہ کثرت سے امامانِ اہل سنت فرماتے ہیں: کہ یداوروجہ پرایمان لانا چاہیےسوااس کے کہ اس کے معنی کیے جائیں۔

(۲) امامان اہل سنت فرماتے ہیں کہ یداوروجہ وغیرہ پرایمان لانا چاہیےسوااس کے کہ اس کے معنی کیے جائیں اور وہم کریں یعنی انہیں الفاظ کو مانا جائے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ خداتعالیٰ کو ثابت نہ کریں۔۱۲

(۲) سنن ترمذی:۲۵۰/۵ حدیث:۳۰۴۵۔

تعالٰی اللہ عن ذلک۔(۱)

امام اعظم رضی اللہ عنہ سے شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۹ میں منقول ہے :

ذکر الشیخ الإمام ابن عبد السلام فی کتاب حل الرموز انه قال الامام أبو حنیفة من قال لا أعرف اللّٰه تعالی فی السماء هو أم فی الأرض فقد کفر لأنه هذا القول یوهم أن للحق مکانا و من توهم أن للحق مکانا فهو مشبه . انتهی و لا شک أن ابن عبد السلام من أجل العلماء و أوثقهم فیجب الاعتماد علی نقله . (۲)

کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں ابو طاہر قزوینی کی سراج العقول سے لکھتے ہیں کہ فرقہ مشبہ آیت الرحمٰن علی العرش استوی سے گمراہ ہوئے حتی کہ حق تعالٰی کے لیے جسم ثابت کر دیا۔ اس پر امت مرحومہ کے علماے دین دار نے ان کی تکفیر اور تضلیل اور ضرب اور شتم اور قتل اور غارت میں سبقت کی اور باری تعالٰی سے اس کی تنزیہ اور تقدیس کے صلہ میں جزاے خیر لی۔ یہ ترجمہ ہے الیواقیت والجواہر کی عبارت کا۔

مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :

من قال بأنه سبحانه جسم و له مکان و یمر علیه زمان و نحو ذلک فانه کافر حیث لم یثبت له حقیقة الایمان . انتهی (۳)

---

(۱) [المعتمد فی المعتقد: ۶۴ مطبوعہ مطبع مظہر العجائب، مدراس] کفر کی بہت قسمیں ہیں منشاء اس کا پانچ چیز سے ہے ایک خدا تعالٰی کو بے کار جاننا، دوسرا اس کے ساتھ شریک جاننا، تیسرا اس کو مخلوق سے تشبیہ دینا، مکانی جسمانی جاننا اور خدا جل وعلا اس سے پاک ہے۔۱۲

(۲) شیخ امام ابن عبد السلام کتاب حل رموز میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا تعالٰی آسمان میں ہے یا زمین میں سو کافر ہے، کیونکہ اس کلام سے وہم آتا ہے کہ خداے پاک کے لیے مکان ہے اور جس نے خدا تعالٰی کے لیے مکان ٹھہرایا وہ مشبہ ہے۔۱۲

(۳) جس نے خداے پاک کے لیے جسم ٹھہرایا اور اس کو مکانی زمانی بتایا پس بے شک وہ کافر ہے کیونکہ حقیقت ایمان جو وحدانیت تھی اُسے زیب نہ ہوئی۔

تفسیر فتح العزیز میں آیت والذین ھادوا کے نیچے یہودیوں کے اعمال اوراعتقاد اور اخلاق کی قباحتوں کے بیان میں لکھتے ہیں :

چنانچہ سر کفر ایشاں ایں ست کہ حضرت حق تعالیٰ را جسمانے برصورت انسان اعتقاد میکنند ومیگویند کہ ہر چند ذات او تعالیٰ مبرا از جسمیت است لیکن اورا تعلق بجسمی ناگزیر ست ہرگز بے جسمی نمے ماند الی قولہ۔(۱)

واستوی بعرش بمعنے تمکن واستقرار وجواز رؤیت او در جہت وگریستن بر طوفان نوح وخندہ کردن واندوہ وحزن وفرح وسرور رابے تاویل برآنجناب تجویز واطلاق میکنند۔(۲)

اگر کوئی کہے کہ اہل سنت کا مسئلہ مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ چاہیے تو یہاں پر مجسمہ مشبہ جو اہل قبلہ ہیں ان کی تکفیر کیوں کی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب (۳) اہل قبلہ کی تاویل اور شبہ کسی نص صریح یا حدیث صحیح یا اجماع امت کے برخلاف ہو تو وہاں پر ان کی تکفیر ضروری ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار کفر جلی ہے۔المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں :

واکثر علماے سلف تکفیر فرق ضلالت چوں روافض وخوارج ومعتزلہ روا نداشتہ اند وبعضے دیگر در تکفیر ایشان توسع کردند آنچہ بر قانون اصول دین مستقیم است آنست کہ نظر کنیم اگر مبتدع تأ ویلی کند کہ مفضی باشد بمخالفت نص ظاہر از کتاب یا سنت ثابت کہ عذر باوجود آں منقطع باشد یا رد آنچہ امت اجماع کردہ باشند تکفیروی روا باشد۔(۴)

---

(۱) یہودیوں کا کفر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو جسمانی آدمی کی طرح پر جانتے ہیں اور کہتے ہیں اگر چہ اس کی وجہ جسمیت سے پاک ہے تاہم کسی نہ کسی جسم سے اس کا تعلق ضروری ہے سوائے جسم کے ہرگز نہیں رہ سکتا ہے۔

(۲) اور یہودی استوا بعرش کو بمعنی مکان وقرار پکڑنے کے خداے پاک پر بولتے ہیں اور دوسری صفات مخلوقات کو بھی بلا تاویل حق تعالیٰ پر بولتے ہیں۔۱۲

(۳) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں ذیل لیس البر مسئلہ تکفیر اہل قبلہ کو۔۔۔لکھا ہے جس کا مآل وہ ہے جو اس رسالہ میں تحریر ہوا ہے۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

(۴) [المعتمد فی المعتقد :۲۲۳ مطبوعہ مطبع مظہر العجائب، مدراس ۱۲۸۶ھ] اکثر متقدمین روافض خوارج معتزلی وغیرہ کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضوں نے ان بدعتیوں کو کافر لکھ دیا ہے اور موید قانون دین اسلام سے یوں ثابت ہے کہ اگر بدعتی کا قول کسی آیت یا حدیث کے مخالف ہو یا اجماع امت کے برخلاف ہو تو وہاں پر اس کی تکفیر کی جائیگی۔۱۲

مولانا قاری فقہ اکبر کی شرح صفحہ۱۲۳ میں لکھتے ہیں :

ثم اعلم أن المراد بأهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم و حشر الاجساد -تاقول وے- و أن المراد بعدم تكفير أحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لا يكفر ما لم يوجد شيئ من إمارات الكفر و علاماته و لم يصدر عنه شئى من موجباته . انتهى.(۱)

اور درمختار میں لکھتے ہیں :

(و إن) أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة (كفر بها) كقوله إن للّٰه تعالى جسم كالأجسام و إنكاره صحبة الصديق (فلا يصح الاقتداء به أصلا) فليحفظ . (۲)

اور حاشیہ شامی میں لکھا ہے :

قوله (جسم كالأجسام) و كذا لو لم يقل كالأجسام . (۳)

یعنی جس نے حق تعالیٰ کو جسم اور جسموں کی مانند یا صرف جسم ہی کہا تو دین کے ضروری امر کا منکر ہوکر کافر بنا اور اہل قبلہ میں سے نہ رہا تو اس کے پیچھے نماز ہرگز روا نہیں ہے۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اس بات کو یاور کہنا اور دھوکہ میں نہ پڑنا کہ ایسے لوگ اہل قبلہ سے ہیں اور ان کے پیچھے نماز روا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ باری تعالیٰ کے لیے اعضا و جوارح و مکان کا ثابت کرنا جسم جسموں کے مانند ٹھہرانا ہے جو کفر صریح ہے اور حق تعالیٰ کی احدیت وصمدیت کے برخلاف اور سخت قبیح ہے۔اس لیے سب فقہ کی کتابوں میں اس کو کفر لکھا ہے۔

فتاوی عالمگیریہ کی عبارت کا ترجمہ ہے کہ کافر ہے وہ جو خدائے پاک کے واسطے مکان ثابت

(۱) مراد اہل قبلہ سے وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین کو مانیں اور اہل قبلہ کی تکفیر تب تک روا نہیں جب تک وہ علامات اور موجبات کفر سے بچتے رہیں۔

(۲) درمختار:۵۶۲/۱ باب الامامۃ۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین شامی:۵۶۱/۱۔

کرے۔(۱)

اورامام ابومحمد عبداللہ یافعی نے مرأۃ الجنان میں اورامام ابن حجر عسقلانی نے الدررالکامنہ میں اور شیخ الاسلام امام تقی الدین سبکی نے اورابن جماعہ شیخ عزالدین وغیرہم نے تصریح کی ہے کہ ابن تیمیہ(۲) جسمیت اور مکانیتِ حق تعالیٰ کا معتقد ہوااور بار ہا علماے حرمین شریفین سے اس کی ردوقدح ہوئی اور محبوس رہااور قید میں مرگیا۔

یہ واقعہ تفصیل وار کتاب الجوہر المنظم میں ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اور رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں- جومزین بمواہیر علماے مدینہ منورہ ولاہور وقصور وفیروز پور وبہاول پور وامرت سر وغیرہ سن بارہ سونوے(۱۲۹۰ھ) ہجری میں چھپ کر وقف مشتہر ہوا تھا،اس مسئلہ کی تفصیل جمیل مدلل بآیات واحادیث واجماع امت بہت بسط سے موجود ہے۔

من شاء الاطلاع علی کمال التحقیق فلینظر فیھا .

نیز رسالہ ہدیۃ الشیعتین کے دیباچہ میں جو۱۲۹۹ھ میں چھپ کر وقف تقسیم ہوا ہے،نواب صاحب بہادر بھوپال کی تفسیر کے ایک سطر کے رد میں اللہ تعالیٰ کے مکان سے پاک ہونے کا بخوبی لکھا گیاہے۔**من شاء فلیراجع .**

پہلے نمبرسوال کے عقیدے کا جواب ہو چکا۔اب دوسرے نمبر کا جواب یہ ہے کہ رسالہ تقویت الایمان مطبوعہ صدیقی دہلی کے صفحہ۱۶میں آیت :

---

(۱) فتاویٰ عالمگیریہ کی عبارت یہ ہے: **یکفر بإثبات المکان للّٰہ تعالیٰ. فلوقال از خدا ہیچ مکان خالی نیست یکفر**۔۲/۲۵۹-باب احکام المرتدین-

(۲) ابن تیمیہ کا رسالہ دیکھ کر مولوی غلام علی امرت سری وحافظ محمد لکھوکے والے اوران کے متعلق اللہ تعالیٰ کے مکانی جسمانی ہونے پر ایمان لائے اور بھوپال والوں نے بھی سخت زبان درازی کی۔رسالہ احتواء اور تفسیر فتح البیان میں خودنواب محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر نے سلف اور خلف سے مخالفت کی اوران کے فرزند نہج المقبول کے دیباچہ میں حق تعالیٰ کے واسطے جوارح واعضاومکان ثابت کر کے صفحہ۸ میں لکھتے ہیں:

وعبارت اہل کلام در وصف اُوسبحانہ کہ نہ جسم ست ونہ جوہر ونہ عرض ونہ محدود ونہ معدود ونہ متبعض ونہ متحیز ونہ در مکان ونحوآں بدعت ست درکتاب وسنت بوی ازاں شمیدہ نمی شود۔انتہی ۔دیکھواللہ سبحانہ کو بخوبی جسمانی مکانی بتایااورابن تیمیہ کوصفحہ۷ میں شیخ الاسلام بتایا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔منہ کان اللہ لہ۔۱۲

مفتی صاحب صدرالصدوردہلی نے رسالہ منتہی المقال میں بہت کچھ لکھا ہے۔۱۲

يٰبُنَیَّ لاَ تُشْرِکْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ . (اے میرے بیٹے شرک نہ کر، بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔۱۲) کا ترجمہ کر کے فائدہ میں لکھا ہے:

''یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی۔''(۱)

یہ عبارت تقویت الایمان کی ہے۔

اب اس عبارت میں جو حق تعالیٰ کو بادشاہ اور اس کی مخلوق کو ذلیل سے ذلیل اور چمار مقرر کیا ہے اور مشرک کو لکھا کہ اس نے بادشاہ یعنی خدا کا تاج اُتار کر چمار یعنی مخلوق کے سر پر رکھ دیا ہے تو یہاں پر اعتراض آیا کہ یہود و نصاریٰ و مشرکین عرب حضرت عزیر و مسیح و ملائکہ علی نبینا و علیہم السلام کو حق تعالیٰ کی بیٹے بیٹیاں یعنی شریک جانتے ہیں تو کیا تقویت الایمان کے مصنف نبیوں اور فرشتوں کو بھی چمار مانتے ہیں تو دفع دخل مقدر یعنی اس اعتراض کے جواب میں تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا- وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔انتہیٰ

اس عبارت میں مخلوق کو دو طور سے عام کر کے انبیا و ملائکہ کو بشمول جمیع مخلوقات خدائے پاک کی شان کے مقابلہ میں چمار سے بھی ذلیل لکھا۔ چنانچہ تقویۃ الایمان کے حاشیہ پر اس کا اقرار ہے۔ یہ عبارت صرف نبیوں اور فرشتوں کے شمول کے لیے تاکیداً بڑھائی گئی ہے جیسا کہ اہل علم اس کو بخوبی یقین جان لیں گے گو بعض جاہل انکار پڑے کریں جو مذاق کلام فہمی نہ رکھے وہ خارج از مبحث ہے۔

افسوس یہ لوگ کیوں بے سمجھے سوچے یا جان بوجھ کر ناحق کی پاس داری کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے تو یہ اپنی اصطلاح خاص مقرر کر لی ہے کہ سوا حق تعالیٰ کے ساری مخلوقات نعوذ باللہ چوہڑا چمار ہے جیسا کہ تقویت الایمان کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے کہ

(۱) تقویۃ الایمان: ۲۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور- وصفحہ ۱۶ مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی

''ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں میں اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے!۔'' انتہیٰ (۱)

پس ایسے ایسے کلموں اور بے ادبیوں پر تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی کی حیات میں اکثر علمائے دین دار نے خصوصاً ان کے کنبے والوں نے ان سے بڑی بحث ومناظرہ کر کے لاجواب کیا اور ان کی تکفیر تک نوبتیں پہنچیں۔

قریب بیس (۲۰) رسالے ان کے رد کے فقیر نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور بعضے علمائے ہندوستان نے صاحب تقویۃ الایمان کی پاس داری میں ان کے مقابلوں کو لعن طعن کر کے تعصب سے جھگڑا پھیلا دیا، یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ فی زمانہ بعضے علما نے تو مسلمانی کو مولوی اسمٰعیل کی تکفیر میں منحصر کر دیا ہے اور بعضوں نے ان کو غازی، شہید، مہاجر تصور کر کے ان کے کلام کو کلام اللہ کی طرح بے خطا اور باصفا جان لیا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ بروے شرع شریف کسی کے مرنے کے بعد جب تک کوئی دلیل یقینی قائم نہ ہو، اُمت مرحومہ کسی کی تکفیر نہ کریں گے کہ خاتمہ کی خبر خدا جانے۔ اس میں خویشتن داری ہے اور نہ ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے سارے فوائد حق ہیں بلکہ صاف صاف دیکھ رہے ہیں کہ بہت جگہ خلاف شرع اور مخالف اصل وفرع ہیں۔ دیکھو یہ کس قدر زیادتی ہے کہ ساری مخلوقات کے ضمن میں نبیوں اور فرشتوں کو خدا جل وعلا کے روبرو چمار سے بھی ذلیل لکھا ہے۔

تقویۃ الایمان کے مقلد کہتے ہیں کہ خدا کی شان کے مقابلہ میں کہا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی (۲) اس کی تعریف نہیں کر سکتا ہے اس نے تو کہیں قرآن مجید میں نہیں فرمایا کہ میری شان کے روبرو انبیا و ملائکہ ایسے ویسے ہیں بلکہ قرآن شریف میں خاص یہی موقع کا ذکر ہے

---

(۱) تقویۃ الایمان: ۲۱ مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی - وص ۳۲ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور

(۲) لا أحصی ثناء علیک أنت کما أثنیت علی نفسک حدیث صحیح ہے۔ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بارخدایا جیسی آپ نے اپنی تعریف کی میں بھی ویسی تعریف نہیں کر سکتا ہوں۔ منہ کان اللہ لہ ۱۲

کہ کافروں نے نبیوں اور فرشتوں کو خدائے پاک سے شریک کیا تو وہاں پر بھی اگر حق تعالیٰ نبیوں اور فرشتوں کی تحقیر فرماتے تو کیسا اچھا موقع تھا مگر اس کریم قدر دان نے وہاں پر بھی ان کو تعظیم و تکریم دی اور بہت سراہا جیسا کہ سورہ انبیا میں فرماتے ہیں :

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ o (سورۂ انبیاء:۲۶/۲۱)

یعنی اور کہا کافروں نے پکڑا ہے خدا نے فرزند وہ پاک ہے اور بے عیب بلکہ جن کو کافر فرزند کہتے ہیں وہ عزت والے بندے ہیں۔

پس غور کرو کہ عین موقع شرک میں جب خدا تعالیٰ نبیوں اور فرشتوں کی عزت اور حرمت بیان فرمائیں تو مولوی اسمٰعیل کو کب اجازت اور روا ہے کہ خدا کے مقبول واجب التعظیموں اور مومن بہ لوگوں کو اس کی شان کے آگے چمار سے ذلیل بتائیں۔حاشا و کلا حق تعالیٰ کسی مسلمان با ایمان سے ایسا کلمہ نہ کہلوائے اور جو ایسی باتوں پر اصرار کر رہے ہیں ان کو بھی ہدایت فرمائے۔

صاحبو! منصب رسالت و نبوت تو حق تعالیٰ کی خلافت ہے۔اس شہنشاہ کے نائبوں کی بے ادبی میں کبھی بیڑا پار نہ ہوگا بلکہ دیکھو شریعت مطہر میں مقرر ہے کہ جو کسی نبی کی نبیوں سے یا کسی فرشتے کی فرشتوں سے سبکی کرے یا ان سے استہزا کرے یا ان کو دشنام دے تو وہ کافر واجب القتل ہو جاتا ہے اور جو شخص ایسے کافر کے عذاب یا کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر کہلاتا ہے۔

درمختار میں لکھتے ہیں :

والکافر بسب نبی من الانبیاء و من شک فی عذابه و کفره کفر و یجب إلحاق الاستهزاء والاستخفاف به و ان شتم الملئكة كالانبياء انتهى . ملتقطاً . (۱)

اور فتاوی عالمگیریہ میں استخفاف انبیا کو کفر لکھ کر پھر لکھتے ہیں :

قال أبو ذر الاستخفاف بالملك كفر . انتهى (۲)

---

(۱) یعنی کسی نبی کو دشنام دینے سے کفر ہے اور جو ایسے شخص کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور مسخری اور سبکی نبیوں کی بھی کفر ہے اور فرشتوں کی گالی بھی کفر ہے۔۱۲

(۲) فتاویٰ عالمگیریہ:۲۶۶/۲-باب احکام المرتدین۔

باقی رہا یہ کہ تقویۃ الایمان کے مقلد اس عبارت کی تصحیح کے لیے کئی حیلے اور تاویلات کرتے ہیں کوئی کہتا ہے(۱) کہ یہ ایسا ہے جیسے کہ کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سب اعلیٰ ادنی برابر ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی غلط ہے خدا کے آگے جو بہت پرہیزگار ہے وہ بہت بزرگوار ہے۔

قوله تعالیٰ : اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ o (سورۂ حجرات:۱۳/۴۹)

و قوله تعالی : ھَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ o (۲)

و قوله تعالی : لَا یَسۡتَوِیۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ o (۳)

پس وہ کون سا مسلمان ہے جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سب اعلیٰ ادنی برابر ہیں البتہ کوئی نومسلم جواب تک احکامِ الٰہی سے واقف نہ ہو اور حق تعالیٰ کے دوستوں کا دشمن ہو اور اپنے بڑوں کی باتیں یاد رکھتا ہو تو اس کی زبان اور قلم پر ایسے کلمات آجائیں تو مضائقہ نہیں۔

سبحان اللہ! ایسے نادان جو صریح برخلاف قرآن چلتے ہیں وہ مجتہدین دین کی غلطیاں نکالتے ہیں یہی موجب ہے اُن کی خزی اور سوء العاقبت کا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

پھر لکھتا ہے کہ مراد اس عبارت سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت اور جلال لوگوں کو معلوم ہو جائے۔

فقیر کہتا ہے یہ کون سا دین و ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کی تحقیروں سے عظمت الٰہی ظاہر کرنی، خدائے ذوالجلال تو ہر موقع پر ان کی تعریفیں فرمائے اور وہ کون مسلمان ہے کہ خدا کے آگے سب کو چمار سے ذلیل بتائے۔ معاذ اللہ من ذلک۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت فرمائے اور صریح گمراہی سے سیدھے راستہ پر لائے۔

---

(۱) جیسا صفحہ ۴ ستارہ محمدی میں ہے۔۱۲

(۲) کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم۔ پارہ ۲۳، الزمر:۹

(۳) نہیں برابر ہوتے دوزخی اور بہشتی۔ پارہ ۲۸، الحشر:۲۰

پھر لکھتا ہے کہ فوائد الفواد (۱) میں ہے :

ایمان کسے تمام نمی شود ما ہمہ خلق نزدیک او ہم چنیں نہ نماید کہ پشک شتر۔

فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں انبیا و ملائکہ اور دوسرے خدا کے دوستوں کو داخل کرنا سراسر جہالت ہے، کیونکہ صوفیہ کبار کی اصطلاح ہے کہ جہاں ''خلق'' اور ''ماسوا'' بولتے ہیں تو دوستانِ خدا اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔فتوح الغیب کے اٹھارہویں مقالہ میں فرماتے ہیں :

لا تسكن إلىٰ أحد من الخلق ولا تستأنس به .

محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

آرام مگیر و میل مکن بسوے ہیچ یکے اَز خلق و الفت مگیر بہ ہیچ یکے......اما دوستانِ خدا و مقربانِ وے داخل غیر نیستند و توجہ بایشاں بایں حیثیت عین توجہ بحضرت حق اوست۔ انتہیٰ (۲)

اور کیمیاے سعادت میں جو یہ لکھا ہے :

آدمی خواہ کیسا ہی بزرگ ہو وہ اپنے آپ کو نیست و نابود جانتا ہے۔

تو اس میں کیا شک ہے کہ بڑے بڑے بزرگ خداے جل وعلا کے حضور میں عاجزی اور فروتنی سے پیش آتے ہیں کہ یہ ان کی عبودیت کا تقاضا ہے۔اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے دوست اور مقرب جن کی خدا پاک خود تعریفیں فرمائے وہ اس کی شان کے آگے چمار سے ذلیل ہیں! حاشا و کلا-ہادیِ حقیقی ایسا کلمہ کسی مسلمان سے نہ کہلوائے اور جو بوستان کا شعر :

دل اندر صمد باید اے دوست بست

کہ عاجز تر انداز صنم ہر چہ ہست

---

(۱) معترض کو اولیا و علماے مقلدین مجتہدین سے نقلیں لینی سراسر جہالت ہے کیونکہ جب اس کے نزدیک مجتہدین غلطی پر ہیں تو اب مقلدین سے جو اس کے (نزدیک) سخت غلطی پر ہیں، کیوں سندیں لیتا ہے۔۱۲

(۲) [شرح فتوح الغیب:۱۰۹ مطبوعہ مطبع نامی نول کشور، لکھنو-۱۲۹۸ھ] آرام نہ کر اور رغبت نہ کر، کسی خلقت کی طرف اور اُلفت نہ کسی سے لیکن خدا تعالیٰ کے دوست اور اس کے مقرب خدا تعالیٰ کے غیر میں داخل نہیں اور ان کی طرف رغبت اور اُلفت کرنی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے دوست ہیں عین رغبت اور اُلفت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔۱۲

لکھا ہے سو لفظ ''ہر چہ'' غیر ذوی العقول کے واسطہ ہے جس میں عوام انسان بھی داخل نہیں ہیں، انبیا، اولیا، فرشتے کیوں کر داخل ہوئے۔

دوسرا جواب خدا تعالیٰ کے دوست اور مقرب ماسوائے میں داخل نہیں کہ وہ داعی الی اللہ تعالیٰ ہیں پس ان تینوں عبارتوں سے جن میں مقربانِ خدا بالیقین داخل نہیں ہیں۔ تقویۃ الایمان کی صحت نکالنی جس میں انبیا و فرشتے بالتحقیق داخل ہیں ضرور نادانی اور کج فہمی ہے۔

ع: بریں عقل و دانش بباند گریست

اب اس سے بڑھ کر طرفہ اور ہے کہ اس عبارت تقویۃ الایمان کی سندیں قرآن مجید سے لی جاتی ہیں کہ سورۂ الحاقہ میں ہے :

وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا... الاية . (۱)

اور سورۂ زمر میں ہے :

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ o (۲)

اور سورۂ انعام میں پیغمبروں کی نسبت ہے :

وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o (۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ تفاسیر معتبرہ مثل معالم التنزیل و فتح العزیز وغیرہما میں لکھا ہے کہ بظاہر یہ خطاب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مراد اس سے امت ہے۔ اور یا بفرضِ محال آپ کو ہی خطاب ہے، پس جب سارے نبیوں سے عموماً اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وسلم سے خصوصاً ارتکابِ شرک محالات سے ہے تو حق تعالیٰ کا غصہ کرنا بھی از بس مشکلات اور مستحیلات سے ہے۔ پس ان فرضی باتوں سے جو وہ بھی خالق مالک نے کی ہیں اُمتیوں کو (جن پر ایمان اور تعظیم فرض ہے) کہاں اجازت ہے کہ نبیوں اور فرشتوں کو خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل کہیں!۔ استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

---

(۱) اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے (بقوت) بدلہ لیتے۔ پارہ ۲۹، الحاقۃ: ۴۴ کنزالایمان

(۲) اے سننے والے! اگر تُو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔ پارہ ۲۴، الزمر: ۶۵۔

(۳) اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔ پارہ ۷، الانعام: ۸۸ کنزالایمان

اب بعداس کے جو تین حدیثیں نقل کی ہیں تو ان تینوں میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ سے دعا کی کہ بار خدایا! مجھ عاجز کو لوگوں میں عزیز اور بزرگ فرما، پس ضرور آپ کی یہ دعا قبول ہوئی کہ آپ پر بحکم خداوند ذوالجلال ایمان لانا اور ادب و تعظیم سے پیش آنا مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے اور آپ کی ادنی سُبکی اور بے ادبی سے کفر لازم آجاتا ہے۔

کما قال تعالیٰ : یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ٥ (سورۃ حجرات: ۴۹/۲-۳)

یعنی اے مسلمانو! اُونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز پر اور اس سے ایسا نہ بولو جیسا آپس میں بولتے ایک دوسرے سے۔ کہیں اس بے ادبی سے تمہارے (اعمال برباد ہو جائیں) اور تم خبردار نہ ہو بے شک جو لوگ نیچی آواز سے بولتے ہیں رسول خدا کے پاس وہی ہیں جن کے دل آزمائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ادب کے واسطے اُن کے لیے بخشش اور ثواب بڑا ہے۔

غور کرو کہ حق جل وعلا کو اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تعظیم وتکریم منظور ہے کہ مسلمانوں پر آپ کا اَدب فرض فرما کر ادنی بے ادبی سے بھی اعمال کے ضائع ہوجانے سے ڈرایا اور دھمکایا ہے اور ادب کرنے والوں کو بڑے پرہیزگار اور ثواب بے حساب اور بخشش کے سزاوار فرمایا ہے، پس کب کوئی مسلمان یہ اعتقاد رکھے گا کہ :

'اور یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'

اور کب کسی باایمان کا اس پر باور ہوگا کہ:

'اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'۔ (تقویۃ الایمان مطبوعہ صدیقی، دہلی صفحہ ۵۲۔(۱)

(۱) تقویۃ الایمان: ۶۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ص: ۴۷ مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی

سبحان اللہ وبحمدہ! مولوی اسمٰعیل اوراس کے مقلدوں کی یہ بول چال ہے اوران کے اُستاذ اورمربی اورمرشد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا یہ ادب کمال ہے کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کے نیچے لکھتے ہیں :

وایشاں درآں روز از جناب خداوندی بمنزلہ وزیر از بادشاہ باشند۔(۱)

اورایسا کیوں نہ لکھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمارہے ہیں :

عن أنس بن مالک قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنا أولھم خروجا و أنا قائدھم إذا رقدوا وأنا خطیبھم إذا انصتوا فاستشفعھم إذا حبسوا و أنا مبشرھم إذا ائیسوا. الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدي و لواء الحمد یومئذ بیدي وأنا أکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خیادم کانھم لؤ لوء مکنون –رواہ البغوی فی تفسیر– (۲)

الغرض! آنحضرت اورسارے نبی اورفرشتے صلوات اللہ علیہم واجب التعظیم ہیں اوران کی سبکی کرنے والے کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز درست نہیں ہے، کیونکہ یہ سبکی کافر بنادیتی ہے جیسا کہ اوپر درمختار وفتاوی عالمگیریہ سے لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بُرے عقیدوں سے بچائے اور گمراہوں کو راہِ راست پرلائے۔آمین یارب العالمین۔

دوسرے نمبرسوال کا جواب ختم ہوا۔اب تیسرے نمبرسوال کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت مرقومہ ص۱۳تقویۃ الایمان کہ :

---

(۱) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی جناب میں ایسے معزز ہوں گے جیسا وزیر بادشاہ کے نزدیک معزز ہوتا ہے۔۱۲

(۲) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب بند رہیں گے اورمیں جناب الٰہی میں عرض معروض کروں گا سب چپکے ہو رہیں گے اورمیں سب کی شفاعت کروں گا جب سب بند رہیں گے اورمیں سب کوخوش خبری دوں گا جب سب بخشش اورعزت سے ناامید ہوں گے اورقیامت کے دن رحمت الٰہی کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھوں میں ہوں گی اورتعریف الٰہی کا جھنڈا میرے ہاتھوں میں ہوگا اور میں سب اولاد آدم سے خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تر ہوں گا، ہزار خدمت گزار میرے گرداگرد طواف کریں گے گویا کہ وہ سفید آب دار موتی ہوں گے۔۱۲

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبریل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔''

صریح اور صاف صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وسلم کی کروڑوں نظیریں ممکن ہیں اور قرآن مجید کی آیت محکم: **وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ** o (۱) ظاہر فرمارہی ہے کہ آپ کی ایک نظیر اور مثل بھی ممکن نہیں ہے، بلکہ اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ اجمعین کی مثل کے امکان کا قائل ہے وہ کفر کی طرف مائل ہے۔

امام تورپشتی علیہ الرحمۃ المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں کہ

وے صلی اللہ علیہ وسلم باز پسیں ہمہ پیغمبرانست درزمان وتا قیامت بعد از وے نبی دیگر بود یا انست یا خواہد بودن وآنکس نیز کہ گوید امکان دارد کہ باشد کافرست ایں ست شرط درستی ایمان برخاتم انبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی (۲)

حضرت مرشدنا میاں صاحب قصوری (غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری) قدس سرہ فرماتے ہیں:

قــد امتنع مثــل النبی محمّد .

من قال بالامکان کان مکفرا (۳)

بعض بے علم اس عبارت تقویۃ الایمان کو مطابق آیت

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ .

---

(۱) پارہ ۲۲، الاحزاب: ۴۰ یعنی محمد اللہ کا رسول ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔۱۲

(۲) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخرالزمان پیغمبر ہیں قیامت تک۔ ان کے پیچھے کوئی نبی نہ ہوگا اور جو شخص آپ کے خاتم النبیین (ہونے) میں شک کرتا ہے تو آپ کی نبوت میں بھی شک کرتا ہے اور جو شخص کہے کہ آپ کے پیچھے کوئی نبی ہے یا ہوگا یا ممکن ہے کہ آپ کے پیچھے کوئی نبی ہو تو یہ کہنے والا کافر ہے۔ یہی شرط ہے ایمان کی حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر۔۱۲

(۳) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر محال ہے جو اس کے امکان کا قائل ہے وہ کافر ہے۔۱۲

اور آیت :

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ .

کے جانتے ہیں۔سو یہ ان کی صرف ہٹ دھرمی ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز خطاب نہیں ہے کہ اگر خدا چاہے تو آپ کو نیست و نابود کر کے کوئی اور تمہارے برابر پیدا کر ڈالے۔نعوذ باللہ من ذلک

حق تعالیٰ آپ کو جب خاتم النبیین فرماتا ہے تو ان کے حق میں ایسا کیوں کر سناتا ہے بلکہ بالیقین ان آیتوں میں تو کفار مخاطب ہیں کہ ان بے فرمانوں کو فرمان ہے کہ اگر خدا چاہے تو تم کو نیست و نابود کر کے تمہاری جگہ پر مطیعوں کو قائم کر دے جیسا کہ تفسیر بغوی وغیرہ میں لکھا ہے۔

معاذ اللہ- یہ جاہل کیسے بے ادب ہیں جو کافروں میں نبیوں کو شامل کر کے مولوی اسمٰعیل قتیل کی تائید کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ تو مومن مطیعوں کو ایسا نہیں فرماتے کہ تم کو نیست و نابود کر کے تمہاری جگہ اوروں کو قائم کیا جائے کیونکہ گناہ اور فساد فی الارض نیست و نابود کرنے کا سبب ہے، مطیع کیوں نیست و نابود کیے جائیں پس وہ سخت ملحد اور زندیق ہے جو اس خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل کرے اور آپ پر نیست و نابود ہونے کا گمان دھرے۔العیاذ باللہ۔

ایسے دین کے دشمن اپنے آپ کو موحد جان کر اپنے گروہ کی زیادتی پر خوشیاں مناتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اب اس قرب قیامت میں تمہارے جیسے بے ادب بے دینوں کا پھیلنا اور روے زمین پر منتشر ہونا موعود ہے۔اگر بے دین زمین پر فساد نہ پھیلاتے تو حضرت مہدی سلام اللہ علیہ و علی ابائہ الکرام کیوں تشریف لاتے۔اللّٰھمَّ افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر .

اگرچہ ایسے بے ادبوں کے رد جواب کے طور پر بھی خطاب کرنے کو دل نہیں چاہتا ہے مگر ابتغاءً لمرضاتِ اللہ، اعلاءً لدین اللہ مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کی نظر سے کسی قدر لکھنا پڑ جاتا ہے۔ باقی رہا کہ آیت ان اللّٰہ علی کل شیئ قدیر سے سند اس عبارت (یعنی تقویۃ الایمان کی عبارت) کی نکالی ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' خاص ہے ان چیزوں سے جن کو خدا تعالیٰ چاہے اور جس کام کو حق تعالیٰ نہ چاہے مخلوقات اور محالات سے تو وہ اس آیت میں داخل نہیں پس نہیں کہا جا سکتا ہے کہ باری تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر اور مثل کے پیدا

کرنے پر قادر ہے کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کی کلام پاک کے کذب کا لزوم ہے اور وقوعِ محال معدوم ہے۔اور یوں بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہے کہ اس میں بے ادبی ہے اور یہی مطلب ہے مولانا قاری کی عبارت کا جو فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں :

کل عام یخص کما خص قوله تعالی و اللّٰه علی کل شیئ قدیر بما شاء ہ لیخرج ذاته و صفاته و ما لم یشاء من مخلوقاته و ما یکون من المحال وقوعه فی کائناته والحاصل ان کل شیئ تعلقت به مشیته تعلقت به قدرته وإلا فلا یقال هو قادر علی المحال لعدم وقوعه و لزوم کذبه و لا یقال غیر قادر علیه تعظیما لما لدیه . (۱)

اور کیمیائے سعادت اور پندنامۂ عطار میں جو عالم کے ویران کرنے کا ذکر ہے تو سابق لکھا گیا ہے کہ محققین کی اصطلاح میں عالم اور مخلوق سے حجاب اور غیریت کے باب میں دوستانِ حق تعالیٰ مستثنٰی ہوتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی عمومِ قدرت کے بیان میں لاکھ عالم کا پیدا کرنا کہنا کچھ اور ہے اور خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالنا، کہنا کچھ اور ہے، اس میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ پہلا ممکنات میں سے ہے اور دوسرا از بس محالات سے ہے۔ پہلا روا ہے دوسرا کفر تک پہنچا رہا ہے۔خدا سبحانہٗ فرما چکا ہے :

وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ o (سورۂ احزاب:۴۰/۳۳)

یعنی خدا تعالیٰ نہیں چاہتا ہے کہ کسی ایک کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرے۔

پس یہ کیا واہی تباہی بکواس خلافِ حکم باری تعالیٰ ہے کہ اگر چاہے تو کروڑوں محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔الغرض! اعتقاد امکان مثل و نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے اور اس عقیدہ والوں کے پیچھے بالکل نماز روا نہیں۔اوپر درمختار سے منقول ہو چکا ہے :

---

(۱) ہر عام خاص کیا جاتا ہے چنانچہ آیت **واللّٰه علی کل شئی قدیر** خاص ہے اس سے جس کو خدا تعالیٰ چاہے ذات اور صفات الٰہی اس سے باہر ہیں اور جو چیز خدا تعالیٰ نہ چاہے اور محال ہو یہ سب خاص ہیں مقدورات میں داخل نہیں جس چیز سے ارادہ الٰہی متعلق ہو تو وہ قدرت کے نیچے داخل ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ حق تعالیٰ محال پر قادر ہے کہ اس سے کذب لازم آتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس کو نہیں چاہتا ہے اور یوں بھی نہیں کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ اس میں حق تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔۱۲

و ان كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلا .

یعنی جب بدعت کفر تک پہنچ جائے تو اس بدعتی کے پیچھے ہرگز نماز روا نہیں ہے۔

اب چوتھے نمبر کا جواب یہ ہے کہ متقدمین فقہاے محدثین کے نزدیک ضاد(۱) کو ظا پڑھنے سے بہت صورتوں میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔اور متاخرین کہتے ہیں کہ اس سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے،مگر اکثر کتب معتمدہ میں مثل شرح کبیر منیہ وشرحِ ہدایہ وردالمختار وغیرہا میں لکھا ہے کہ متقدمین کے قول پر اخذ کرنا احتیاط ہے اور احتیاط پر عمل کرنا چاہیے خصوصِ نماز میں جس کا ایمان کے بعد سارے عملوں سے پہلے حساب ہوگا۔یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔مسائل زلۃ القاری کے موقع سے اور پھر بطور قول فصل ردالمحتار میں لکھا ہے :

و فی خزانة الاكمل قال القاضی ابوعاصم ان تعمد ذلک تفسد و إن جرى على لسانه أولا يعرف التمييز لا تفسد و هو المختار و حلية و فی البزازية و هو أعدل الأقوال و هو المختار . انتهى.

یعنی خزانہ اکمل میں لکھا ہے کہ قاضی ابوعاصم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر جان بوجھ کر ضاد کو ظا پڑھے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اگر کبھی بے اختیار زبان سے نکل جائے،یا کسی سے ان دوحرفوں میں تمیز نہیں ہوسکتی ہے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ قول بہتر ہے یہ منقول ہے حلیہ سے اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ یہ قول سب قولوں سے بہت عمدہ ہے اور فتوی دینے کے واسطے بہتر ہے۔

پس بخوبی ثابت ہوگیا کہ جو عمداً ضاد کو ظا پڑھے تو اس کی اپنی نماز بھی روا نہیں ہے اس کی مقتدیوں کی بھی نماز روا نہ ہوئی تو ایسے شخصوں کے پیچھے اقتدا جائز نہ ہوا۔

پانچویں نمبر سوال کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کتے بلی وغیرہ کے مر کر کنوئیں میں گل جانے سے اس کے پانی کو پلید نہیں جانتے ہیں تو وہ حدیث قلتین پر استناد کرکے باوجود پڑنے پلیدی کے کنویں

---

(۱) اس تحقیق میں کئی رسالے علماے حرمین شریفین اور علماے ہندوستان وغیرہ کے تالیف ہوکر چھپے ہوئے موجود ہیں،ان میں اس مسئلہ کی بہت مفصل تحقیق ہے اس جگہ بقدر کفایت لکھا گیا ہے جو سائل کے سوال کے متعلق تھا۔۱۲منہ کان اللہ لہ

کے پانی کو پلید نہیں جانتے ہیں، اور حدیث قلتین کا یہ حال ہے کہ وہ کئی اکابر محدثین کے اقرار سے صحیح نہیں ہے اور حنفیوں کو اس پر عمل درآمد نہ چاہیے کہ ان کے اصول کے مخالف ہے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ یہ امر بہت دینی کتابوں میں مرقوم ہے بنظر اختصار محدث دہلوی شیخ محقق محمد عبدالحق علیہ الرحمۃ کے ترجمہ مشکوۃ کی عبارت جو ذیل میں حدیث قلتین کے لکھتے ہیں، نقل کرتا ہوں، وہو ہذا :

درصحت ایں حدیث میان محدثانِ اختلاف ست وایں حدیث در صحیحین نیست وعلی بن مدنی کہ امام ائمہ حدیث ست واز شیوخ بخاری ست واز اقران امام احمد بن حنبل ست گفت کہ ایں حدیث ثابت نشدہ از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وگفتہ اند کہ ایں مخالف اجماع صحابہ است کہ زنگی در چاہ زمزم افتادہ بود پس ابن عباس وابن الزبیر امر کردند بکشیدن تمام آب وایں بحضور صحابہ بود ہیچ کس انکار برآں نکردہ

وطحاوی(۱) کہ از ائمہ مذہب حنفی ست گفتہ کہ حدیث قلتین اگرچہ صحیح باشد ولیکن عمل بداں نکردیم از جہت آنکہ قلہ مشترک است میان چند معنے قربہ وسر کوہ وغیرہ وبیقین معلوم نمی شود کہ مراد بداں چیست انتہی ۔(۲)

پس حنفیوں کے نزدیک جب یہ پانی پلید ٹھہرا تو پلید پانی سے وضو کرنے سے نہ امام کی نماز روا ہوئی نہ مقتدیوں کی۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب واللہ ہو الموفق للرشاد .

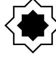
المجیب عبدالحقیر محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر- کان لہ نعم المولی ونعم النصیر-



---

(۱) حدیث قلتین کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ محدثوں کا امام اور بخاری کا استاذ یعنی امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ حدیث قلتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور صحابہ کا اجماع اس کے خلاف یہ ہے کہ انہوں نے چاہ زمزم میں زنگی گرنے سے تمام پانی نکلوایا تھا اور صحابہ سے کسی نے اس امر کا انکار نہیں کیا تھا۔۱۲

(۲) اور طحاوی جو حنفی مذہب کے اماموں سے ہے، فرماتا ہے کہ حدیث قلتین اگر صحیح بھی ہوتا ہم حنفی اس پر عمل نہیں کرتے کیونکہ لفظ قلہ چند معانی میں مشترک ہے بالیقین معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔۱۲ فقط



باسمہٖ حامداً ومصلیاً امابعد! میں نے اس تحریر کواول سے آخر تک دیکھا اور سنا۔ پس جناب فیض مآب مجیب مولف صاحب نے اپنی طرف سے کچھ نہیں ملایا جو کچھ تحریر فرمایا کتب معتبرہ معتبرین کبری اورسلف وخلف اہل سنت جماعت سے تحریر فرمایا ہے۔ یہ عین عقائد اہل تسنن ہیں گو کج سرشت اور کج رو ناراض ہو کیونکہ الحق مرٌّ ولو کان فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضًا .

لیکن انصاف پسند کے لیے یہ سند کافی ہے۔ اہل سنت کو لازم ہے کہ اس پر تعمیل کریں اور اجر پائیں۔ والله يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم .

حررہ الفقیر البگوی

غلام محمد عفی عنہ- امام وواعظ مسجد شاہی، لاہور

فقیر نور احمد- امام وواعظ جامع مسجد انارکلی، لاہور



باسمہٖ سبحانہٗ

يجوز الصلوة خلف صاحب هوىٰ و بدعة و لا يجوز خلف الرافضى والجهمى والقدري والمشبة و من يقول بخلق القرآن حاصلان كان هوى لا يكفر به صاحبه يجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا هكذا فى التبيين والخلاصة والاقتداء بشافعى المذهب إنما يصح إذا كان الامام يتحامى مواضع الخلاف بأن يتعرض فى الخارج النجس من غير السبيلين كالفصد هٰكذا فى النهاية والكفاية و ان يغل ثوبه من المنى ويفرك اليابس منه هكذا فى النهاية والكفاية و لايتوضاء بالماء القليل الذي وقعت فيه النجاسة كذا فى فتاوى قاضى خان و لا بالماء المستعمل هكذا فى السراجية فتاوى

عالمگیری . (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے جس کے عقائد اہل سنت کے مخالف ہوں یا وہ جس کے عقائد اہل سنت کے موافق ہوں اور رعایت مذہب مقتدی کی نہ کرے، نماز درست نہیں۔

خلیفہ حمید الدین۔قاضی لاہور

خادم العلماء الابرار محمد یار (نائب امام وواعظ مسجد شاہی، لاہور)

☆☆☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی و بعد فاعلموا رحمکم اللّٰہ إن من اعتقد ان اللّٰہ سبحانہ و تعالی جسم و لہ أعضاء و جوارح و مکان و شکل و سائر ما لا یلیق بذاتہ و یحمل ما ورد بہ الشرع من الید و الوجہ والیمین والساق والصورۃ والاستواء والنزول علی معانیھا الظاھرۃ و یزعم انھا محکمات غیر متشابھات فھو کافر. و من اعتقد ان شان الأنبیاء علیھم السلام ساداتنا الصوفیۃ الکرام باز... شانہ تعالی أھون من شان أھون الناس فقد ضل سواء السبیل لانہ تعالی .. مالکھم و مولاھم وھم عبیدہ المکرمون و وزراء ہ المشرفون . و من اعتقد ان اللّٰہ سبحانہ و تعالی بعد ما حکم بختم النبوۃ علی سیدنا و نبیا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان شاء أو جد

(۱) حاصل ترجمہ عبارت عربی کا یہ ہے کہ جو شخص خداے پاک کے لیے جسم و جوارح و مکان ثابت کر کے مشبہ بنے تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور علی ہذا القیاس جو بدعت کفر تک پہنچائے تو اس بدعتی کے پیچھے نماز درست نہیں ہے کہ ان کے عقائد مخالف اہل سنت کے ہو گئے اور اگر عقائد موافق بھی ہوں تو ان چیزوں کے استعمال کرنے والے کے پیچھے جو حنفی مذہب میں پلید ہیں جیسے تھوڑا پانی نجاست والا اور منی اور خون فصد اور مستعمل پانی۔نماز درست نہیں ہے۔۱۲

ألوف ألوف من التبيين فهو جاهل لان كذب النص محال و تخلف المراد عن الإرادة بما بعد تعلقهٖ مشكل و من قرأ الظاء بدل الضاد و متعمدا و قد يقدر على ادائه من مخرجه فالمفتي به انه تفسد الصلوة عند محققي الحنفية الكرام . والماء القليل الذي وقع فيه نجاسة و ان بلغ قلة او قلتين لا يجوز به التوضى على مذهب امام الائمة الامام الاعظم ابى حنيفة رضى اللّٰه عنه و عن متبعيه هذا خلاصة ما حرره الحرا التحرير اقتدم غلام دستگير عفى عنه . (۱)

عبدہ سلطان محمود انگوی

مدرس مدرسہ اسلامیہ انبرسر مسجد شیخ خیر الدین رئیس انبرسر

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس فقیر نے اجوبۂ حضرت مقبول رب بصیر مولوی غلام دستگیر صاحب سلمہم اللہ الخبیر کو دیکھا اور بغور ملاحظہ کیا سب عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مطابق پایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مجیب کو جزاے خیر دے۔ آمین یارب العالمین۔

نمقہ الراجی رحمۃ ربہ الباری

ابو البشیر عبد العلی قادری

☆☆☆☆☆☆

(۱) حاصل اس عبارت عربی کا یہ ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کو مکانی جسمانی جانے اور آیات و احادیث ید و وجہ کو متشابہات نہ جانے تو وہ کافر ہے اور جو شخص نبیوں ولیوں کو خدا کی شان کے آگے ذلیلوں سے ذلیل جانے وہ بھی اسلام کا رستہ بھولا اور جو عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ بعد ختم نبوت کے اگر چاہے تو لاکھوں نبی پیدا کر ڈالے تو وہ جاہل ہے اور جو جان بوجھ کر ضاد کو ظاء پڑھے اور تھوڑے پانی پلیدی والے سے وضو کرے تو اس کے پیچھے حنفیوں کی نماز روا نہیں ہے۔۱۲

باسمہٖ سبحانہٗ

مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے خوب جواب باصواب آیات اوراحادیث سے دیے ہیں۔عوام اہل سنت کومخالفین کے پنجہ سے بچائے۔جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر جزاء

المفتقر الی اللہ

فقیرغلام احمد عفی عنہ

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتقادِاہل سنت است کہ اللہ عزوجل محاط بمکان وزمان نیست وذاتش از جمیع لوازم جسمانیہ مبراست وآیت الرحمٰن علی العرش استوی ویداللہ فوق ایدیھم وامثال آں ازآیات واحادیث متشابہا تند کہ ایمان بدانہا واجب وتفویض تاویل ان الی اللہ لازم وحمل برمعانی ظاہریہ غیرجائزست و کسانی کہ استوارا حمل براستقرارمی نمائیند وعرش رامستقر ومحل اوتعالی قرارمیدہند از راہ ہدایت دور افتادہ اند۔نعوذباللہ من ہذاالاعتقادالفاسداالکاسد۔

وشک نیست کہ اہانت انبیاء بہرنوع یہ کہ باشد کفرست ونظیرسید عالم صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وسلم داخل فی الواقع درقدرت نیست واحترازازیں قول کہ اوسبحانہ قادر برہمچوامورنیست الزام ست وخواندظا بمکان ضادمفسدصلوۃ ست چنانکہ فاضل ادیب وحضرت مجیب لبیب بتصریح درجواب پر داختہ اندوآب کم ازدہ دردہ بافتادن نجاست نجس میگرددوخلف کسیکہ ازایں چنیں آب وضوساز ونماز حنفی المذہب روانیست۔واللہ اعلم بالصواب۔

واناأحقرالعباداللہ الغنی غلام الرسول حنفی

امام وواعظ مسجد میاں محمد جان رئیس انبرسر

☆☆☆☆☆

أحمـــد وأصــلى

بعد میں نے اِستفتا اور جواب کو حرف حرف بکمالِ غور دیکھا سو جواب باصواب پایا۔ بے ادبی انبیا کی ایسا گناہ ہے جس کے مرتکب سے عندالشرع توبہ منظور نہیں۔ درمختار میں ہے :

والکافر بسب نبی من الأنبیاء یقتل حدا و لا یقبل توبة مطلقا .
ص:۳٦٦

وانا العبد المسمی بہ احمد بخش تجاوز اللہ عنہ وعن سائر المسلمین
واعظ مسجد شیخ خیرالدین صاحب ومعلم المقال شاہ صاحب رئیسان انبرسر

☆☆☆☆☆

هذا جواب حق و صواب بالکتاب السنة وإجماع أهل السنة أولی الالباب

سید غلام حسین قصوری عفی عنہ

فقیر سید محمد قصوری

طالب الہدایت شاہ ولایت

فقیر عبدالمالک قصوری

فضل حق قصوری

حافظ غلام مصطفٰی قصوری

محمد فضل الرحمٰن خلف مولوی محمد عبدالرحمٰن مرحوم قصوری

حافظ اللہ بخش قصوری

☆☆☆☆☆

ضمیمہ

فقیر نے جب یہ فتویٰ مرتب کیا اور مواہیر مشاہیر علمائے لاہور وانبرسر وقصور سے مزین ہوا تو بعد ازاں فقیر کو قاضی محمد شوکانی المتوفی سن ۱۲۵۵ ہجری کے رسالہ درر البھیہ کا اُردو ترجمہ مسمی بہ فتح المغیث بفقہ الحدیث جو حسب فرمائش شیخ محی الدین تاجر کتب لاہور بازار کشمیری مطبع صدیقی لاہور میں چھپا ہے اور اسی رسالہ کی عربی شرح مسمی بہ روضہ ندیہ شرح درر بہیہ مطبوعہ لکھنو دستیاب ہوئے اور درر بہیہ کے ترجمہ اردو مسمی طریقہ محمدیہ مطبوعہ فاروقی دہلی پر مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کی مہر چسپاں ہو کر موحدوں کے لیے لکھا ہے کہ بے دھڑک اس پر عمل کریں اور یہ ترجمہ وشرح تصنیف نواب محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر کے ہیں اور غیر مقلدوں کے نزدیک یہ نہایت معتبر اور قرآن وحدیث سے ثابت اور انہیں پر ان کا عمل درآمد ہے جیسا کہ صفحہ ۲ و ۳ فقہ الحدیث میں لکھا ہے:

> یہ رسالہ درر بہیہ تالیف شیخ الاسلام قاضی القضاۃ محمد بن علی شوکانی یمانی رضی اللہ عنہ کا کہ جامع اصول عبادات ومہمات معاملات ہے اور ہر مسئلہ اس کا نص کتاب عزیز یا سنت مطہرہ سے ثابت ہے...... اور ہم نے اس رسالہ پر دو شرح عربی وفارسی میں بھی لکھی ہیں اس میں دلیل و ماخذ ہر مسئلہ کا لکھ دیا ہے...... اس کا رواج اہل سنت میں خوب ہوا اور اہل علم نے بجان اس کی خواہش کی...... متبع سنت ان پر آنکھ بند کر کے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بی بیوں کو پڑھائے۔ انتہیٰ ملتقطاً (۱)

اب سنیے کہ فقہ الحدیث کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے :

> پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا۔ نہیں نکالتے اس کو ان دونوں وصف یعنی طاہریت ومطہریت سے کوئی چیز مگر نجاست کہ بدل دے اس کی بُو اور رنگ اور مزہ کو...... اور نہیں فرق درمیان تھوڑے پانی اور بہت پانی اور زیادہ دو قلہ اور کم دو قلہ اور بہتے اور ٹھہرے اور مستعمل اور غیر مستعمل کے۔ انتہی بقدر الحاجۃ (۲)

---

(۱) فتح المغیث بفقہ الحدیث: ۳-۱

(۲) روضہ ندیہ میں ہے: فالحق ان المستعمل طاہر و مطہر عملا بالاصل. صفحہ: ۲،الجزء الاول مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

پس ثابت ہوا کہ ان صاحبوں کے نزدیک جن کے عقائد وغیرہ سوال میں مندرج ہیں، تھوڑا یعنی ایک پیالہ یا گھڑا پانی کا جب اس میں اتنا مُوت پاخانہ آدمی کا پڑ جائے جس سے اس قلیل پانی کی بُو، رنگ، مزہ میں فرق نہ آئے تو پاک ہے پس اس سے وضو کر کے نماز پڑھ لینی روا ہے اور ان کو نوش جان کر لینا بھی جائز ہے، نیز استنجا و غسل کا مستعمل پانی بھی ان کے نزدیک پاک اور پاک کنندہ ہے پس ان کے پیچھے یہاں کے مقلدین اہل سنت کی ہرگز ہرگز نماز روا نہ ہوئی۔

اور (۱) نیز ان کے نزدیک نجاست صرف پاخانہ اور بول آدمی کا ہے اور لڑکے شیر خواری کا بول پاک ہے اور سوائے لید گھوڑے خچر گدھے کے باقی سب حیوانات یعنی سُور، کتا، بندر، ریچھ وغیرہ کا بول اور لید پاک ہے اور لہو جاری جانداروں کا پاک ہے صرف حیض و نفاس کا خون پلید ہے۔ نیز منی آدمی اور کل حیوانات یعنی سور، کتے، بندر، ریچھ، لومڑ، بھیڑیے وغیرہ کی پاک ہے اور شراب اور گوشت مردار کا بھی پاک ہے صرف سور کا گوشت پلید ہے۔ نواب صاحب بہادر نے شرح عربی میں اس کی خوب تفصیل جمیل کی ہے کچھ ضروری عبارتیں اس کے حاشیہ پر لکھی جاتی ہیں۔

پس ان حضرات کے نزدیک کپڑے اور بدن اور جگہ کو سور کتے وغیرہ کے بول اور لید اور شراب اور لڑکے شیر خوار کے پیشاب کے لگ جانے سے بلکہ سارے کپڑے اور بدن کے تر ہونے سے نماز درست ہے اور منی ہر جانور سے کچھ پرہیز نہیں کہ اس کو پاک جانتے ہیں اور مردار کتے وغیرہ کے گوشت کو کپڑے میں باندھ کر اور اس کو بغل میں دبا کر نماز پڑھ لینی روا ہے پس کسی صورت سے بھی ان لوگوں کے پیچھے نماز ہم مسلمانوں کی جائز نہ ہوئی بلکہ ان سے ظاہری برتوارہ

---

(۱) والنجاساۃ ... غائط الانسان مطلقا و بوله ... الا الذکر الرضیع ... و اما ما عدا غائط الأدمي و بوله من الأبوال والازیال فلم یحصل الاتفاق علی شيئ فی شانها والادلة مختلفة فو رد فی بعضها ما یدل علی طهارته کأبوال الابل ... و ورد ما یدل علی نجاسة الروث ... وقد نقل التیمی أن الروث مختص بما یکون في الخیل والبغال والحمیر و لکنه زاد ابن خزیمة في روایة: إنها رکس إنها روثة حمار ... و لایخفی علیک ان الأصل فی کل شئی انه طاهر ... وأما سائر الدماء فالأدلة فیها مختلفة مضطربة والبراءۃ الأصلیة مستصحبة ... ولهٰذا جزمنا هٰهنا بنجاسة لحم الخنزیر دون المیتة والدم الذي لیس بدم حیض ....وفي سبل السلام: والحق أن الأصل الطهارۃ والدلیل علی القائل بالنجاسة فنحن باقون علی الأصل ... وأن التحریم لا یلازم النجاسة . فتحریم الخمر والمیتة والدم لا یدل علیٰ نجاسة ذٰلک .

(میل جول، تعلق واسطہ) بھی روا نہ ٹھہرا۔اللہ تعالیٰ ان آخرزمانہ کے فتنوں سے پناہ میں رکھے اور ہرکام میں انجام بالخیرعطافرمائے۔آمین یارب العالمین۔

اس تحریر کے بعدایک استفتااوراس کا جواب مولوی عبدالغفورمحمدی شاگردمولوی نذیرحسین (۱) کا-جوشوال ۱۲۹۸ھ میں مطبع حنفی دہلی میں چھپا ہے-

دیکھنے میں آیااس میں بروے سند دررہبیہ ایک پیالے یا گھڑے پانی میں گوہ موت آدمی کے پڑنے سے جب تک اس کا رنگ مزہ بُو نہ بدلے تو پاک ہےاور منی اور رطوبت فرجِ عورت کوشکر میں ملا کرکھانا یایوں ہی چاٹنا رواہےاورخنزیر کی چربی بھی کھانی درست ہے کیونکہ یہ سب چیزیں پاک ہیں اور پاک چیزوں کے کھانے کی قرآن سے اجازت ہے: کُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ (۲) اورخنزیر کی کھال سے ڈول بنا کر پانی نکالنا اوراس کی جانماز بنانی اور قرآن مجید کی جلد باندھنی اور پھوپھی سے نکاح کرلیناسب کچھ درست ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اسلام کو مضحکہ کفار بلکہ محل طعن چوہڑا چمار بنا دیا ہے اوراس پر دعوی ہے کہ ہم محمدی ہیں اوراگلے مسلمان بدعتی اور مشرک ہیں-نعوذ باللہ من ذالک-

اب فقیر جواب لکھتا ہے ان اعتراضات کا جوحنفیوں پرستارۂ محمدی والے نے کیے ہیں اور ہر اعتراض کے اخیر میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ حنفیوں کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔

پہلا مغالطہ: جوشخص محرمات ابدی مثل ماں بہن وغیرہ سے جان کرنکاح کرے اورصحبت کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس پرحد نہیں آتی ہے۔انتہیٰ (ستارۂ محمدی:۱۴ مطبع صدیقی، لاہور)

---

(۱) مولوی نذیرحسین اب اس استفتاء سے منکر ہے کہ میرے اشارے سے نہیں لکھا گیا ہے،سو واضح ہے کہ اس استفتاء میں جن کتابوں سے مسئلے لکھے ہیں سب نقل کے مطابق اصل کے ہے جب تک ان کتابوں کو نامعتبر نہ کہیں، انکارلغو ہے۔(یہ فتوی) خودمولوی صاحب کی مہر سے ترجمہ دررہبیہ دہلی میں چھپا ہے اوراس پرعمل کرنا روالکھا ہے۔۱۲

(۲) کھاؤپاک چیزوں سے۔۱۲

اورعوام کے پاس یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ماں بہن وغیرہ سے نکاح کر لینا درست ہے اور اس پر حد مارنے کا حکم نہیں اور اس میں کچھ گناہ بھی نہیں۔(ستارۂ محمدی:۱۴۰ مطبع صدیقی،لاہور)

جواب اس کا یہ ہے کہ حنفیوں کی ساری کتابوں میں لکھا ہے کہ ماں بہن پھوپھی ماسی (خالہ) وغیرہ محرمات سے کبھی بھی نکاح درست نہیں ہے اور جو شخص ان سے نکاح کرنا روا جانے تو کافر ہو جاتا ہے۔کوئی ادنی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ تو دین خدا تعالیٰ اور رسول علیہ السلام میں مجتہد مقبول ہیں ان کی تعریفیں ہزار ہا دینی کتابوں میں مرقوم ہیں اور سارے اہل سنت و جماعت کے اتفاق سے امام اور مخدوم ہیں،وہ کب ایسا فرما سکتے ہیں کہ ماں بہن سے نکاح کر کے جماع کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے اور روا ہے۔معاذ اللہ من ذلک۔

ان بہتانیوں اور امام صاحب رحمہ اللہ کی توہین کرنے والوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکَاذِبِیْنَ.

امام صاحب کے فضائل اور مناقب اگر دوسری معتبر کتابوں کے نہیں مانے جاتے تو دیکھو مولوی خرم علی رئیس الموحدین ترجمہ مشارق الانوار حدیث کی کتاب میں لکھتے ہیں:

جب زمانہ بگڑا اور شر غالب ہوا تو کسی کے قول اور فعل کا اعتبار نہ رہا تو دین داروں کو لازم ہے کہ سوا اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین کے کسی کی راہ و رسم قبول نہ کریں۔ امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں تھے دین کا پوچھنا ان کی محنتوں سے مسلمانوں کو آسان ہو گیا۔ اس واسطے کہ وہ خیر القرون میں داخل تھے،اسی واسطہ اہل سنت نے دین کے سمجھنے میں ان کو پیشوا بنایا۔انتہیٰ

پس ثابت ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد تو اہل سنت دین دار ہیں اور ان کی راہ و رسم کو ناپسند کر کے توہین کرنے والے بدعتی اور دین سے دست بردار ہیں۔اور مولوی خرم علی اسی حدیث صحیح کی کتاب مشارق الانوار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

جو عالم مجتہد وہ مسئلہ جو قرآن وحدیث واجماعِ امت میں صاف مذکور نہیں اس کو اپنے قیاس سے قرآن وحدیث میں غور کر کے نکالے تو مقرر ثواب پائے گا، اگر ٹھیک مسئلہ ہے تو دو ثواب ہیں اور اگر چُوک ہے تو بھی ایک ثواب ہے بشرطیکہ اجتہاد کی لیاقت رکھتا ہو۔ اجتہاد کرنا ہر عالم کا کام نہیں ہے اس کو بہت علم اور تیز فہم چاہیے اسی واسطہ اہل سنت میں چار مجتہد اماموں کے مذہب مقرر ہو گئے، ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں ہوا۔ علاوہ اس کے ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بہت قریب تھا جو آپ کے وقت کی رسم اور عادت اور اس وقت کی بول چال کا طریق وہ لوگ سمجھتے تھے اس وقت کے عالموں کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ انتہی ص ۱۶۰ مطبوعہ نظامی ۱۲۹۱ ہجری۔

پس متحقق ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اگر کہیں اجتہاد میں خطا بھی ہو گیا تو ان کو اللہ کریم سے ایک ثواب عطا ہوا اور ایسے توہین اور طعن کرنے والوں کو بموجب ارشاد رسول کریم علیہ التسلیم کے مشرکوں کا خطاب ملا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں دار قطنی سے بروایت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلف پر طعن کرنے والوں کو 'فانھم مشرکون' (یعنی بے شک سلف پر طعن کرنے والے مشرک ہیں۔۱۲) فرمایا ہے۔

تمہید ابوشکور سالمی اور مجمع بحار الانوار صحاح ستہ کی شرح میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔

باقی رہا مسئلہ حد مارنے کا، سو اس کی اگر تفصیل لکھوں جیسا کہ پہلے بھی علمائے دین داران لوگوں کے رد جواب میں لکھ چکے ہیں تو نہ ان کو مادہ سمجھنے کا ہے اور نہ یہ لوگ اتباعِ حق کی طرف رجوع لاتے ہیں، صرف طعن بزرگان دین کا ان کا پیشہ ہے، اس لیے مختصر طور پر لکھتا ہوں کہ بہت سی کتب معتبرہ فقہ میں مثل مضمرات وقہستانی و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں لکھا ہے کہ امام اعظم کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک ماں بہن سے نکاح کر کے جماع کرنے والے پر حد مارنی لازم ہے، اور اسی پر فتوی ہے اور فقہ کے متنوں میں جو شرحوں اور فتاوی سے معتبر ہیں، یوں ہی لکھا ہے۔ یہ ترجمہ ہے ان کتابوں کی عبارتوں کا۔

پس ثابت ہوا کہ حنفی مذہب میں اس شخص پر حد مارنے کا حکم ہے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے بھی جو قول ہیں تو وہ ان کے استاذ سے ہی روایت ہیں اپنی طرف سے نہیں ہیں۔ خصوص جب اس پر فتوی ہو گیا تو حنفی مذہب وہ ہی ٹھہرا۔ کذا فی ردالمحتار وغیرہ۔

پس امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو محرماتِ ابدیہ میں سے کسی سے نکاح کر کے جماع کرنا حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے، مگر ان زبانی حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک پھوپھی سے جو محرمات ابدیہ سے ہے بموجب استفتا مولوی عبدالغفور محمدی شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی کے درست ہے جیسا کہ اس استفتا میں لکھتے ہیں :

''پھوپھی سے نکاح درست ہے۔''

مولوی قربان علی رئیسُ المُحدِّثین کی کتاب تحفۃ المومنین مطبوعہ مطبع نول کشور ص ۱۵ کو دیکھو۔

یہ مسئلہ ان حدیث پر چلنے (کا دعوی کرنے) والوں کا ہے اور حنفی کیا چاروں مذہب والے اہل سنت جو یقیناً آیت اور حدیث پر چلنے والے ہیں اس مسئلہ کو مردود جانتے ہیں، اور واضح رہے کہ یہ استفتا اور فقہ الحدیث ترجمہ درر بہیہ اور روضہ ندیہ شرح درر بہیہ جو ان موحدوں کے یہاں حنفیوں کی ہدایہ وغیرہ سے بدرجہا معتبر ہے، سب فقیر نے خرید کرا پنے پاس رکھی ہوئی ہیں جس کا جی چاہے فقیر سے بجنس دیکھ لے کہ ان میں خدا تعالیٰ کے حراموں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو پاک کر کے اُلٹا دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

دوسرا مغالطہ: امام اعظم کے نزدیک جھوٹے گواہ گذران کر پرائی عورت کے لے لینے اور اس سے صحبت کرنے والے پر گناہ نہیں۔ (ستارۂ محمدی: ۱۶ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: یہ سراسر بہتان اور دروغِ بے فروغ ہے۔ کسی کتابِ فقہ حنفی میں نہیں لکھا ہے کہ جھوٹھے گواہ گذران کر پرائی عورت یعنی منکوحۃ الغیر یا معتدۃ الغیر کے لے لینے اور صحبت کرنے سے گناہ نہیں بلکہ سب کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ سخت گناہ اور ناروا ہے۔ کذا فی درمختار و ردالمحتار وغیرہما۔ بلکہ مسئلہ تو یوں ہے کہ ایک عورت فارغ حق غیر پر کسی نے جھوٹے گواہ گذران کر نکاح کا

دعوی کیا اور قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہیں ہے اس نے سچے گواہ جان کر نکاح ثابت کر دیا تو اب وہ عورت مدعی کی جورو ہو گئی کیونکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا تو عورت بولی کہ آپ میرا نکاح تو کر دیں۔ آپ نے فرمایا میرے نکاح کرنے کی کچھ حاجت نہیں دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔

امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: و بھذا نأخذ .

یعنی اس حدیث پر ہمارا اخذ ہے- کذا فی الدر المختار و ردالمحتار و غیرہما-

اور یہ حدیث شروح بخاری مثل فیض الباری وغیرہ میں موجود ہے۔

پس ثابت ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ حدیث کو مانتے ہیں اور ان کے معترض حدیث کو مردود جانتے ہیں- نعوذ باللہ من ہذہ الجہالۃ والضّلالۃ۔

تیسرا مغالطہ: اگر ذمی جزیہ دینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اس کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ (ستارۂ محمدی: ۷ا مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: بہت سی فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر ذمی علانیہ طور پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اس کو اپنی عادت ٹھہرا لے تو وہ قتل کیا جائے خواہ عورت ہی ہو اور اکثر حنفیوں کا اس پر فتوی ہے۔ خود امام محمد رضی اللہ عنہ نے جو حنفی مذہب کے تحریر کنندہ ہیں اس قتل کو کتاب سیر کبیر میں ثابت فرمایا ہے- کذا فی الدر المختار و ردالمحتار و غیرہما-

اللہ تعالیٰ اس معترض کو ہدایت فرمائے تا کہ ایسے بہتانوں سے باز آئے، خود تو بے چارہ علم سے بے بہرہ ہے کسی کو کچھ دے دلوا کر دفتروں کے دفتر سیاہ کر کے چھپواتا اور روپیہ پیسہ کماتا ہے اور یہ نہیں شرماتا ہے کہ قیامت کو کیا جواب دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کے پیچھے ناحق پڑ جانا منتقم حقیقی کے غضب میں آنا ہے۔ اگر ہدایت کی توفیق رفیق ہو تو اس کی ''بلاغِ مبین'' اور ''ظفر مبین'' کے جو ہندوستان سے رد ہوئے ہیں جیسا کہ ''ظفر المجتہدین'' تو چھپ کر آ گیا ہے اور دوسرا ''الفتح المبین'' آنے والا ہے اور تیسرا ''نصرۃ المقلدین'' بھی زیر تجویز طبع ہے، ان میں سے کسی کو دیکھ بھال کر تو بہ

کرے اور کبھی ایسا نہ خیال کرے کہ یہ چاروں مذہب حدیث کے برخلاف ہیں بلکہ از سرتا پا قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمت سے ثابت صاف صاف ہیں۔

حنفی کیا چاروں مذہب والے اہل سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گالی اور سبکی کو موجب کفر اور قتل کا جانتے ہیں۔البتہ ان لوگوں کے رئیس اور امام اپنی کتابوں میں صاف صاف حضرت کی سبکی اور استخفاف کررہے ہیں جیسا کہ دوتین عبارتیں تقویۃ الایمان کی اوپر لکھی گئی ہیں۔

مولوی غلام علی انبرسری اپنے رسالے تحقیق الکلام کے صفحہ ۵۴ میں لکھتا ہے :

رسول اللہ صلعم (۱) حاضر نہیں بلکہ حیات ہی نہیں۔انتہیٰ

دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا جو سارے اہل سنت و جماعت بلکہ ساری اُمت کے اِجماع (۲) سے ثابت اور قرآن وحدیث سے متحقق ہے، انکار کرکے کس قدر آپ کی سبکی کی ہے۔ کسی زندہ شخص کو مردہ کہنا بڑا جھوٹ اور بے ادبی ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

چوتھا مغالطہ: خرچی عورت زانیہ کی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال اورطیب ہے۔(ستارۂ محمدی:۷ امطبع صدیقی، لاہور)

جواب: یہ بھی بہتان ہے سب دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ بالاتفاق زانیہ کا مہر حرام ہے۔ معترض کو اگر عربی فارسی کتابوں کے دیکھنے کی دسترس نہیں تو ترجمہ مشارق الانوار مولفہ مولوی خرم علی موحد سے ہی دیکھ لے کہ لکھتے ہیں :

> خرچی زانیہ کی چاروں اماموں کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔اور چلپی میں محیط سے جو حلال ہونا لکھا ہے تو وہ خرچی مقررہ زانیہ کی بابت نہیں ہے، وہ تو یوں ہے کہ زانی نے زانیہ سے کچھ مقرر نہیں کیا ہے، اور بلا شرط دے دیا ہے تو گویا یہ مہر البغی نہ ٹھہرا کیونکہ مہر تو مقرر کا نام ہے، اس لیے اس کو مباح لکھا ہے اور اس پر بھی بہت سی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ بھی حلال نہیں ہے کیونکہ معروف مثل مشروط کی ہے جیسا کہ صاحب درمختار منتقی میں اور سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں اور علامہ سید ابن عابدین ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔

(۱) صلی اللہ علیہ وسلم کو صلعم اختصار سے لکھنا نا روا بلکہ استخفاف کا گواہ ہے۔دیکھو حاشیہ طحطاوی درمختار میں۔منہ ۱۲۔

(۲) یہ مسئلہ ہزارہا دینی کتابوں میں لکھا ہے جیسا کہ تحفہ دستگیریہ میں اس کا شمہ مرقوم ہے۔منہ عفی عنہ ۱۲

پس روایت ضعیف غیر مفتی بہ کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے ان پر طعن کرنا منتقم حقیقی کے غضب میں پڑنا ہے۔

پانچواں مغالطہ: قوت حاصل کرنے کے لیے حنفیہ کے نزدیک اس قدر شراب پی لینی جائز ہے کہ نشہ نہ کرے۔ (ستارۂ محمدی: ۷ امطبع صدیقی، لاہور)

جواب: حق تعالیٰ فرماتا ہے :

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ .

حنفیوں کی تو کسی کتاب میں بھی نہیں لکھا ہے کہ اختیار سے شراب کا پینا جائز ہے، البتہ ان موحدوں کی کتاب درر بہیہ اور روضہ ندیہ سے ثابت ہے کہ شراب پاک ہے اور خون و بول کل حیوانات کا پاک ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اور استفتاے عبدالغفور محمدی میں لکھا ہے کہ سور کی چربی اور خون پاک ہے اور جب پاک ہے تو خواہ اب اس کو کوئی کھائے یا پیے اور منی اور رطوبت فرج عورت پاک ہے، اب خواہ اس کو شکر میں لپیٹ کر کھائے یا زبان سے چاٹے سب درست ہے اور پاک چیزوں کی اجازت قرآن میں ہے: كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ . کھاؤ پاک چیزیں۔ انتہیٰ

یہ مسئلے نامی محمدیوں کے ہیں۔ اور حنفی کیا چاروں مذہب والے اہل سنت ان مسائل کو مردود جانتے ہیں۔ پس اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو حنفیوں کی طرف منسوب کرنا باری تعالیٰ کے غضب میں پڑنا ہے۔ ہاں اتنا تو قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حالت بھوک اضطرار میں محرمات کا استعمال علی قدرِ ضرورت روا ہے۔ نیز صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا والوں کو حالت اضطرار میں اونٹوں کے بول پینے کا اَمر فرمایا ہے، پس ایسا ہی حنفی کتابوں میں لکھا ہے کہ شراب قطعی حرام ہے اور بھاری پلیدی ہے مثل بول کے، اس کو حلال جاننے والا کافر ہے اور حالت اختیار میں اس سے نفع اٹھانا حرام ہے مگر جب کوئی پیاسا مرتا ہے یا گلے میں لقمہ اٹک گیا ہے اور بدوں شراب کے اور کوئی چیز پتلی نہیں ہے جس سے جان بچے تو اب جان کے بچاؤ کے واسطے قدرِ ضرورت تک شراب کا پینا جائز ہے۔ کذا فی الدرالمختار ورد المحتار وغیرہما۔

اور سب دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ مضطر کو حالت اِضطرار میں جس قسم کی حرام چیز موجود ہو

اس کا کھا پی لینا روا ہے۔کذافی التفسیر العزیزی وغیرہ۔

پس جو شخص حنفیوں کے اِس مسئلہ کو مردود مانتا ہے وہ قرآن اور صحیح حدیث کو مردود جانتا ہے ۔نعوذ باللہ من ذلک۔

چھٹا مغالطہ: شراب کا سرکہ بنانا اوراس کا کھانا پینا حلال ہے۔ یہ مسئلہ حنفیہ کا ہے، اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔(ستارۂ محمدی:۷ا مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم کی حدیث میں سرکہ کی تعریف آئی ہے کہ **نعم الادم الخل** یعنی سرکہ عمدہ سالن ہے، پس شراب بھی جب سرکہ بن جائے یا بنائی جائے تو اس کے استعمال میں کون سی قباحت ہے بلکہ وہ سرکہ بھی عمدہ سالن ہے۔ نیز یوں بھی حدیثوں میں وارد ہے کہ شراب کا سرکہ اچھا ہوتا ہے۔اور یہ بھی آیا ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت پاک کر دیتے ہیں جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہو جاتا ہے۔کذافی العینی ۔

پس جو شخص ان حدیثوں کے مضمون کو مردود بتاتا ہے وہ اپنا مردود ہونا جتاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ ان کی فقہ الحدیث مقبولہ اور معمولہ کتاب کی رو سے شراب تو پاک اور طیبات سے ہے اور ان کے مجتہد العصر نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۱، ۱۲ میں شراب کی پاکی کو بڑے مبالغہ سے ثابت کر چکے ہیں اور ان کے امام الحدیث شیخ الاسلام سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد مولوی عبدالغفور محمدی استفتاے مرقومہ بالا میں سور کی چربی(۱) اور منی کے پاک ہونے سے کھانے اور چاٹنے کی اجازت دے رہے ہیں بحکم آیت: **کلوا من الطیبات**.

پس ان کے نزدیک تو خود شراب ماکولات ومشروبات سے ہوگئی، پس ان کی فقہ الحدیث کے صفحہ ۳۴ میں جو لکھا ہے: ’اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا‘ سراسر خلاف ان کے اصول کے ہے، کیونکہ روضہ ندیہ میں جواز، عدم جواز دونوں پر حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کے نزدیک اختلاف سے اصلی حکم میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے۔

---

(۱) سور کی چربی وغیرہ کی حلت ان کے درر بہیہ وغیرہ سے بخوبی ثابت ہوئی جیسا کہ آگے اس کا ذکر آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔۱۲

جیسا کہ روضۂ ندیہ کے صفحہ ۱۰ میں ثابت کیا ہے۔اور اصل میں ہر شے حلال ہے جب تک اس کی اِتفاقی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔(۱)

چنانچہ روضۂ ندیہ کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے: پس جب بعض صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار سے شراب کے سرکہ بنانے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ صفحہ ۲۲۲ روضہ ندیہ میں ہے تو ثابت ہوا کہ عدم جواز اس کا ابتداے اِسلام میں تھا چنانچہ ابتدا میں اِستعمال ظروف شراب سے ممانعت تھی پھر جب مسلمان شراب سے بکلی ممتنع ہو گئے تو وہ ممانعت رفع ہوگئی۔فافهم و انصف .

پس شراب کے سرکہ بنانے اور کھانے کو حرام کہنا حلال کو حرام کرنا ہے جیسا کہ درر بہیہ اور روضہ ندیہ نے کئی حرام اور نجس چیزوں کو حلال اور پاک کر دیا ہے-نعوذ باللہ من ذلک-

یہاں پر تو اختصار کے طور پر طرز تحریر ہے-ان شاء اللہ الموفق -ایک کتاب ان کے درر بہیہ اور روضہ ندیہ کی غلطیوں کے اظہار میں تیار کروں گا۔ فانتظره .

ساتواں مغالطہ: تسکین کی نیت سے مشت زنی کرنی گناہ نہیں ہے۔یہ مسئلہ حنفیوں کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس مسئلہ کو مردود سمجھتے ہیں۔(ستارۂ محمدی: ۷امطبع صدیقی ،لاہور)

جواب: کتب معتبرہ حنفیہ میں مشت زنی کو حرام اور مکروہِ تحریمہ لکھا ہے جب شہوت رانی کے واسطہ ہو بدلیل حدیث: ناکح الید ملعون یعنی جو سنت مؤکدہ نکاح کو چھوڑ کر ہاتھ سے ہی شہوت رانی کرے تو ملعون ہے۔

پس جب کسی کو غلبہ شہوت کا ہو اور جورو یا کنیز نہیں رکھتا ہے پس ایسی حالت میں دفع شہوت اور زنا سے بچنے کی نیت سے کرے تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے-کذا فی الدر المختار ورد المحتار-

---

(۱) فتحريم الحمر والخمر – الذی دلت عليه النصوص – لا يلزمه منه نجاستها بل لا بد من دليل اخر و الا بقيا على الاصول المتفق عليها من الطهارة فمن ادعى خلافه فالدليل عليه. ۱۲ روضہ ندیہ صفحہ ۱۲ (الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ ،جزاول ،ص:۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ،کراچی) میں عن خلف نواب صاحب بہادر نہج مقبول (ص:۲۰ مطبوعہ مطبع رئیس شاہ جہانی ،بھوپال ۱۲۹۶ ہجری) میں لکھتا ہے: بر نجاست خمر ودیگر مسکرات دلیل کہ صالح تمسک باشد موجود نیست اور ایسا ہی عرف الجادی میں لکھتے ہیں۔۱۲

اگر ہماری نہیں مانتے تو نواب صاحب کے فرزند کی عرف الجادی کے صفحہ۲۱۴ میں دیکھو کہ مشت زنی اور چھید کنی اور دیواروں پتھروں کے سوراخوں میں دخول کر کے حاجت کے وقت منی کے اِنزال کو روا لکھتے ہیں، اور گناہ اور نظر بازی سے بچنے کے وقت ان دونوں کاموں کو مستحب بلکہ واجب لکھا ہے پس معترض کے نزدیک فقہ الحدیث مردود ٹھہری۔

آٹھواں مغالطہ: اگر کوئی چوپائے یا مردے میں دخول کرے اور اس کو اِنزال نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ستارۂ محمدی:۱۷ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: جان بوجھ کر جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ فقہ حنفی سے قطع نظر تمہاری فقہ الحدیث کے صفحہ۱۶ میں لکھا ہے:

جاتا رہتا ہے روزہ کھانے پینے صحبت کرنے سے جان بوجھ کر۔ انتہیٰ

اور روضہ ندیہ کے صفحہ۹۹ میں ہے:

وھکذا الجماع لاخلاف فی أنہ یبطل الصیام إذا وقع من عامدا.

پس چوپائے یا مردے میں دخول کرنے کو جماعِ مضطر سمجھنا سخت بے علمی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں کام گناہ کے ہیں۔ کذا فی جمیع کتب الفقہ۔

نواں اور پندرہواں مغالطہ: پیشاب اور نکسیر کے لہو سے قرآن لکھ لے اور مردار کی کھال پر قرآن لکھ لے تو مضائقہ نہیں۔ یہ مسئلہ حنفیہ کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔ (ستارۂ محمدی:۱۸ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: مرتے کی جان بچانے اور حالت اضطرار کا یہ مسئلہ ہے، اور حالت اضطرار میں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے بقدرِ ضرورت حرام اور پلید چیزوں کے کھا لینے اور دوا کے لیے برت لینے کی اجازت ہے جیسا کہ پانچویں مغالطے کے رد میں لکھا گیا ہے، اور باوجود اس کے یہ مسئلہ ضعیف ہے فقہ کے متنوں اور شرحوں میں جو بہت معتبر ہوتے ہیں اس کا ذکر نہیں ہے اور فتاووں میں تو ضعیف روایتیں بھی ہوتی ہیں، حنفی مذہب پر اعتراض نہیں آ سکتا ہے اور کیوں کر اعتراض آئے

جب سارے فقہ کے متنوں اور شرحوں بلکہ فتاووں میں بھی لکھتے ہیں کہ آدمی اور حیوانات حرام گوشت کا بول اور خون جاری پلیدی بھاری ہے (اور حیوانات حلال گوشت کا بول خفیف پلیدی ہے۔۱۲) جس کے لگنے سے کپڑا بدن جگہ پلید ہوجاتی ہے۔کذا فی الدر المختار وغیرہا۔

اور حنفی کیا سارے اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کا اس قدر ادب ہے کہ اس کو بے وضو ہاتھ میں لینا درست نہیں ہے۔کذا فی عامۃ الکتب۔اور قرآن مجید کی سُبکی جیسا کہ قارورات میں ڈال دینا کفر ہے۔کذا فی شرح فقہ الاکبر وغیرہ۔

البتہ ان نامی حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک سوا خون حیض ونفاس کے سارے جاری خون اور تمام حیوانات کے بول و براز پاک ہیں۔ درر بہیہ جو اُن کی فقہ الحدیث ہے اس کی عربی شرح روضہ ندیہ میں ان کے مجتہد العصر نواب صدیق حسن خان صاحب بہادر صفحہ ۸،۹،۱۰ میں ان چیزوں کو پاک لکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اصل عبارتیں سابق حاشیہ پر منقول ہوچکی ہیں پس جن کے نزدیک سور کتے بندر ریچھ وغیرہ کے بول و براز وخون پاک ہیں ان کے نزدیک ان چیزوں سے قرآن مجید کا بھی لکھ لینا درست ٹھہرا۔اور عرف الجادی جو نواب صاحب نے اپنے فرزند ارجمند کی کتاب تصحیح کر کے بھوپال میں چھپوائی ہے اس کے صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے :

محدث را مس مصحف جائز باشد۔

یعنی بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانا رواہے۔

اور رسالہ تحریق الاوراق میں جو قرآن شریف کے جلانے کے باب میں لاہوری انبرسری وغیرہ موحدوں کے اتفاق سے چھپا ہے، اور مولوی غلام علی و مولوی عبدالجبار و مولوی احمداللہ انبرسریان اس میں مقدمۃ الجیش ہیں اس کے صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ 'کسی عذر سے قرآن شریف کا قارورات میں ڈال دینا کفر نہیں رخصت ہے'۔

پھر صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اور چیز نہ ہوتو قرآن شریف کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اونچے مکان سے کھانا اُتار لینا رواہے اور نیز حاجت کے وقت (بھوک سے) قران شریف کو کشتے میں نیچے ڈال لینا رواہے۔انتہیٰ

یہ مسئلے ان زبانی حدیث پر چلنے والوں کے ہیں اور حنفی ان کو مردود سمجھتے ہیں۔

باقی رہا چمڑا مردار کا سو بحکم حدیث صحیح مسلم کہ **إذا دبغ الإهاب فقد طهر**. یعنی چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ پس پاک چیز پر قرآن شریف لکھنے کی کیا قباحت ہے۔ البتہ ان کی فقہ الحدیث کی رُو سے چمڑا کیا مردار کا گوشت اور گوہ موت بھی پاک ہے۔ روضہ ندیہ کے صفحہ ۸،۹، ۱۰، ۱۱ میں دیکھو۔ یہ مسئلے ان حدیث پر چلنے والوں کے ہیں اور حنفیہ ان کو مردود جانتے ہیں۔

دسواں مغالطہ: دارالحرب میں مسلمانوں کو کافروں سے بیاج لینا منع نہیں۔ یہ مسئلہ حنفیہ کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔ (ستارۂ محمدی: ۷، مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: شریعت میں ثابت ہے کہ مسلمان دارالحرب میں جا کر حربیوں کی مرضی سے جس وجہ سے ہو ان کا مال لے لے کہ وہ مباح ہے۔ کذا فی ردالمحتار وغیرہ۔

اگر ہماری نہیں مانتے تو اپنی عرف الجادی کے صفحہ ۷۰ میں دیکھو، لکھا ہے: مال حربیوں کے اصل میں مباح ہیں ہر شخص کو اس کا لے لینا جس طرح سے ہو جس چیز سے ہو سکے روا ہے۔ انتہی[1]

حنفیوں کی دلیل سنو روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ وغیرہ بہت سی دینی کتابوں سے ثابت ہے کہ بمجرد اُترنے آیت الٓـمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفارِ نابکار سے فرمایا کہ چند سال میں روم فارس پر غالب آئے گا اور کافروں کی خوشی غم سے بدل جائے گی۔ ابی بن خلف نے آپ کو جھٹلایا حتی کہ دس اونٹ کی شرط باندھی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اَمر سے دس اونٹ سے ایک سو اونٹ تک نوبت پہنچی اگر نو برس میں روم غالب آئے تو ایک سو اونٹ ابوبکر رضی اللہ عنہ ابی بن خلف سے لے لیں گے، ورنہ ایک سو اونٹ اس کو خود دیں گے تو جنگ بدر یا صلح حدیبیہ میں مدت مقرر کے اندر اندر فتح روم کی خبر آ گئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک سو اونٹ ان سے لے کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے، آپ نے فرمایا ان کو خدائے پاک کی راہ میں بانٹ دو گویا کہ شکرانہ اس نعمت کا

---

(۱) اموال اہل حرب بر اصل اباحت ست ہر یکے را اخذ آں چنانکہ خواہد از ہر چہ خواہد قبل از تامین رواست۔ (عرف الجادی: ۶۸ مطبوعہ مطبع صدیقی، بھوپال)

کہ مسلمانوں کا بول بالا ہوا۔

پس اس واقعہ کی سند سے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دارالحرب میں کفار سے عقودِ فاسدہ مانند عقد رباء وغیرہ کے روا ہے اور نیز اس کی سند میں فقہ کی کتابوں میں حدیث مرسل بھی موجود ہے، جس کا جی چاہے تفصیل وار شرح ہدایہ وغیرہ میں دیکھ لے۔

پس ثابت ہوا کہ حنفیوں کا یہ مسئلہ موافق ارشاد آنحضرت علیہ السلام ہے اور وہ بیاج کہ شریعت میں ناروا ہے، حنفیوں کے نزدیک بھی قطعی حرام ہے، البتہ ان نامی حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک بہت قسم کے بیاج جو چاروں مذہبوں میں حرام ہیں حلالِ لاکلام ہیں جیسا کہ روضہ ندیہ اور عرفُ الجادی کے باب ربا کے دیکھنے سے ثابت ہے کہ محرماتِ شرعیہ کو حلال بنادیا ہے، -ان شاء اللہ الموفق- تفصیل اس کی اس کتاب میں درج کروں گا جو ان کی فقہ الحدیث کے اظہار اُغلوطات میں لکھوں گا۔

گیارھواں مغالطہ: جب کہ سوئی ہوئی اور مجنونہ عورت سے صحبت کرے خاوند ان کا تو ان دونوں پر روزہ کی قضا ہے نہ کفارہ۔ اور کہا زفر امام اعظم کے شاگرد نے کہ نہیں ٹوٹتا روزہ ان دونوں کا۔ (ستارۂ محمدی:۷ امطبع صدیقی لاہور)

جواب: معترض ضعف الطالب والمطلوب کا مصداق بن گیا کہ دونوں استاذ اور شاگرد بہک گئے، کیونکہ یہ مسئلہ یوں ہے کہ روزہ دار عورت سوئی پڑی یا دیوانی سے اس کے خاوند روزہ دار نے جب جماع کیا تو ان دونوں عورتوں پر قضا ہے نہ کفارہ۔ کیونکہ جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے کفارہ ہوتا ہے اور ان عورتوں نے جان بوجھ کر نہیں توڑا۔ فقہ حنفی سے قطع نظر فقہ الحدیث کے صفحہ ۱۶ میں دیکھو۔ یوں لکھا ہے :

اور جو کوئی روزہ جان بوجھ کر توڑ ڈالے تو اس پر کفارہ ہے۔

پس حنفیوں کے اس مسئلہ کو مردود سمجھنا اپنی فقہ الحدیث کو مطرود سمجھنا ہے۔ مبارک ہو اور امام

زفر کا قول تو عین مطابق ہے تمہاری فقہ الحدیث کے کیونکہ اسی صفحہ (فقہ الحدیث کے) میں لکھا ہے :

جا تا رہتا ہے روزہ کھانے پینے صحبت کرنے سے جان بوجھ کر۔

پس بتاؤ کہ ان دونوں عورتوں نے کب جان بوجھ کر جماع کیا ہے کہ ان کا روزہ ٹوٹے ، پس امام زفر کے قول کو مردود جاننا فقہ الحدیث کو مطرود ماننا ہے۔ دوسری مبارک ہو۔

باقی رہا مردسواس پر عمداً جماع کرنے سے کفارہ بھی لازم ہوا۔ کذافی ردالمحتار والاشباہ وغیرہما۔ مگر ان کے مجتہد العصر روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۰۰ میں ایک ایسی روایت نقل کرتے ہیں جس سے عمداً کھانے پینے سے کفارہ لازم نہیں آتا ہے روایۃً اور عمداً جماع سے بھی کفارہ لازم نہیں آتا ہے۔ بحثاً اصل عبارت حاشیہ پر منقول ہے۔(۱)

اب معترض کو تیسری مبارک ہو کہ جان بوجھ کر روزے میں کھاؤ پیو جماع کرو کفارے سے تم چھوٹ گئے خوشیاں مناؤ اور اگر قسمت نیک ہے تو توبہ کرو اہل سنت حنفی مذہب میں آؤ۔ سور بندر ریچھ وغیرہ کے بول براز لہو منی کے پاک جاننے سے پھر جاؤ۔ حق تعالیٰ کے مقبولوں کی عداوت سے باز آؤ۔ ایمان بھی موافق فرقہ ناجیہ کے لاؤ۔ مشبہ کے پیچھے نہ جاؤ، تکبر اور خود بینی سخت مہلکات سے ہے، بدوں اس کے ترک کرنے کے کبھی بیڑا پار نہ ہوگا۔ اور یہ تحریر محض خیر خواہی کی رُو سے ہے، غصہ میں آکر غیر دین والوں کو نہ ہنساؤ۔ اسلام جو سب دینوں سے پسندیدہ دین ہے اس کو مضحکہٗ کفار نہ بناؤ۔ وما علینا إلا البلاغ المبین واللّٰہ هو الموفق والمعین .

بارہواں مغالطہ وہی آٹھواں مغالطہ ہے اور سوا فرج کے دخول اور مشت زنی سے سوا انزال کے روزے کا نہ ٹوٹنا فقہ الحدیث کے عین منشا ہے، اس کو مردود جاننا اپنی فقہ الحدیث کا مردود ماننا ہے۔ اور بنی آدم قابل شہوت زندہ سے جماع کرنے میں کفارہ لازم ہے بسند حدیث اعرابی جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہے۔ فقہ الحدیث کے روضہ ندیہ وغیرہ میں بھی وہی سند مذکور ہے پس بدونِ

---

(۱) وقد قیل: ان الکفارۃ لا تجب علی من أفطر عامدا بای سبب، بل بالجماع فقط، و لکن الرجل انما جامع امرأتہ فلیس فی الجماع فی نہار رمضان الاما فی الاکل والشرب لکون الجمیع حلالا لم یحرم الا لعارض الصوم. و قد وقع فی روایۃ من ہذا الحدیث ان رجلا افطر و لم یذکر الجماع ۔۱۲ روضہ ندیہ ص ۱۰۰ مطبوعہ لکھنو

(الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ، جزاول، ص: ۲۲۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حکم قرآن وحدیث کے کسی پر کفارہ ثابت کرنا بموجب (۱) اقرار اپنی فقہ الحدیث وغیرہ کے قہار جبار کے غضب میں پڑنا ہے۔

تیرہواں مغالطہ: حد نہیں غیر مکلّف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلَّفہ کے نہ مرد پر نہ عورت پر۔اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جس کو زنا کے واسطے مزدوری دی ہے۔(ستارۂ محمدی:۱۸)

جواب: غیر مکلّف بالاتفاق مرفوع القلم ہے،اس پر حد کیوں کر جاری ہو۔عرف الجادی کے صفحہ ۸۳ میں مجتہد العصر کے خلف رشید لکھتے ہیں :

وزوالِ عقل رافع قلم تکلیف ست

جب عاقل کی عقل کے زائل ہونے نے قلم تکلیف کو اٹھادیا تو جس کو اب تک عقل آئی ہی نہیں وہ کیوں قلم تکلیف کے نیچے آکر حد مارا جائے اور عورت اس لیے حد سے محفوظ ہے کہ زنا نام مرد کی وطی کا ہے غیر ملک میں۔اور نابالغ مرد نہیں کہ اس کا زنا متصور ہو پس عورت سے بھی وہ زنا نہیں ہوا جس سے حد ماری جاتی اور جب اصل پر حد نہ ہوئی تو تابع پر کیوں کر ہو۔کذافی ردالمحتار والنہر وغیرہما۔(۲)

اور شبہوں سے حد کا دفع کر دینا عمل بالحدیث ہے۔اگر ہماری بات کا اعتبار نہیں تو دیکھو تمہارے مجتہد العصر کے فرزند نہج مقبول کے صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں :

وساقط میشود حد بشبہات محتملہ۔

---

(۱) عرف الجادی کے صفحہ ۸۳ میں یوں اعتراض ہے کہ مجنونہ پر کیوں قضا ہوئی کہ وہ مکلفہ نہیں سو یہ اس مجنونہ کی بات ہے جو بعد از صبح صائمہ ہوکر مجنونہ ہوئی اور یہ معترض کہتا ہے کہ اس پر کفارہ کیوں نہ ہوا ان لوگوں کی باہمی نزاع ہے جیسا کہ روضہ ندیہ میں کچھ اور ہے ان کے بیٹے کا عرف الجادی وغیرہ میں کچھ اور طور ہے،ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے رد مفصل میں شرح وار لکھوں گا۔۱۲

(۲) روضۂ ندیہ کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ بدونِ دلیل حکم شرعی ثابت کرنا ایسا ہے جیسا قرآن وحدیث کے احکام کا انکار کرنا۔نعوذ باللہ من ذالک۔۱۲ منہ کان اللہ لہ۔

اورعرف الجادی کے صفحہ ۲۱۵ میں بھی اس امر کو کئی حدیثوں سے ثابت کیا ہے، اور یہ دونوں کتابیں تمہاری فقہ الحدیث ہیں۔

باقی رہا مسئلہ عورت کا جس کو زنا پر مزدوری دی گئی ہے سو معترض نے درمختار سے لکھا ہے، فقیر کہتا ہے کہ اسی درمختار میں لکھا ہے :

والحق وجوب الحد .

یعنی حق بات یہ ہے کہ اس میں حد مارنی لازم ہے۔

ردالمحتار اور فتح القدیر اور نہر الفائق وغیرہ میں یوں ہی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس معترض کو ایسی ناحق باتوں سے سچی توبہ نصیب کر کے حق کی طرف مائل کرے۔

چودہواں مغالطہ: جو حلوان سور کے دودھ سے پالا گیا ہے اس کا گوشت حلال ہے، یہ مسئلہ حنفیہ کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس مسئلے کو مردود سمجھتے ہیں۔ (ستارۂ محمدی: ۱۸)

جواب: کورے بہ از نادانے، جاہل رہنے سے اندھا ہونا بہتر ہے۔ واضح ہو کہ اس شخص نے فقہ الحدیث خود لاہور کے صدیقی مطبع سے چھپوائی ہے اور اس کے اخیر تاریخ کی نظم میں لکھا ہے کہ دین اسی میں ہے پس ان کی اس دینی کتاب کے صفحہ ۵ میں صرف گوشت سور کا پلید لکھا ہے اور سور کے باقی اجزا میں بحکم اصل کے پاکی کا فتوی ہے۔(۱)

اور روضہ ندیہ میں بھی گوشت خنزیر کو پلید لکھ کر بول و براز و منی سب حیوانات کو پاک لکھا ہے جس سے سور کے بول و براز و چربی و دودھ و منی وغیرہ کا سوائے گوشت کے پاک ہونا بخوبی ثابت ہے۔ اور اسی پاک ہونے سے مولوی نذیر حسین صاحب کے شاگرد عبدالغفور محمدی نے استفتائے مرقومہ بالا میں سور کی چربی وغیرہ کے کھا لینے کی اجازت لکھ دی ہے بحکم آیت **کلوا من الطیبات** کے۔

---

(۱) نواب صاحب کے فرزند کی کتاب نہج مقبول کے صفحہ ۲۰ میں گوشت سور کے پلید ہونے میں اِختلاف لکھا ہے یعنی یہ بھی اتفاقی پلید نہیں ہے اور یہ کتاب نواب صاحب کی تصحیح اور اجازت سے چھپی ہے پس نواب صاحب کے نزدیک گوشت سور کا بھی پاک ہے کیونکہ اختلاف سے اصلی پاک نہیں علاقی ہے۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

اور نیز نواب صاحب بہادر روضۂ ندیہ کے صفحہ ۲۱۲ میں سب طیبات کو حلال لکھتے ہیں اگر چہ اس سے حلال ہونا دودھ چربی سور کا پایا گیا مگر اس سے بڑھ کر اور بھی ثبوت ہے کہ فقہ الحدیث کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے :

'اصل ہر چیز میں حلت ہے اور نہیں حرام مگر وہ چیز جس کو حرام کیا خدا تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے اور جس چیز سے سکوت کیا خدا تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے وہ معاف ہے ، پس حرام ہے وہ چیز جو قرآن شریف میں ہے یعنی مردار جانور اور خون بہتا ہوا اور گوشت سور کا اور جس پر وقت ذبح کے نام غیر اللہ کا لیں۔' انتہیٰ

بعد اس کے باقی حرام جانوروں کا نام لکھ کر اخیر میں لکھا ہے :

'اور جو اس کے سوا ہے وہ حلال ہے۔'

اب غور کرو کہ جن جانوروں کے نام لے کر حرام لکھا ہے ان کی ساری جزویں حرام ہیں اور سور کا صرف گوشت لکھا ہے اس واسطہ کہ قرآن اور حدیث سے سور کا گوشت بھی حرام ہے اور سور کا نام لے کر سارے جانور کو حرام نہیں کہا بلکہ قرآن وحدیث سور کے باقی اجزا سے خاموش ہیں پس وہ سارے اجزا یعنی سور کی چربی اور دودھ وغیرہ ان کے نزدیک بموجب اصل بالا کے حلال ہیں اور سوا قرآن وحدیث کے فقہ الحدیث میں اور کوئی دلیل شرعی نہیں جس سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہو خود معترض ستارۂ محمدی کے صفحہ ۱۲ میں لکھتا ہے کہ :

'موحدین کا عمل تو قرآن وحدیث سے صحیح ہے۔' انتہی

اور مقلدوں کے نزدیک ضرور ہر جزو سور کی پلید اور حرام ہے بدلیل اجماع امت کے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :

تمام اُمت اجماع دارد برایں کہ ایں جانور نجس العین ست ہیچ جزو از و انتفاع نباید گرفت۔

اور فقہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ خنزیر نجس العین ہے یعنی اس کے ساری جزویں پلید اور حرام ہیں زندہ ہو خواہ مردہ۔ کذافی ردالمختار وغیرہ۔ اور اس اجماعِ امت کو فقہ الحدیث والوں نے اُڑا دیا ہے اور صرف ادِلۂ شرعیہ قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں جیسا کہ عرف الجادی کے صفحہ ۳ میں لکھا

ہے، پس ان کے اُصول کے مطابق سور کی چربی دودھ حلال ہیں-کما ہوالظاہرالباہر-

اگر کہیں تقیہ کے طور پر لکھ دیں کہ چربی دودھ سور کا حرام ہے تو جب تک اس کو آیت اور حدیث سے ثابت نہ کریں تب تک کسی عاقل کے نزدیک مقبول نہ ہوگا کیونکہ خلاف ان کے اصول کے ہے۔پس جب ان کے نزدیک سور کا دودھ پاک اور حلال ہو چکا تو معترض کس منہ سے حنفیوں پر طعن کرتا ہے،اوراس طعن کا بھی جواب ان کی فقہ الحدیث میں ہے جو صفحہ ۳۲ میں من جملہ محرمات کے لکھا ہے: ''اور گا و نجاست کھانے والی پہلے اِستحالہ سے۔''

اوراس کے حاشیہ پر لکھا ہے مثلاً مرغ کو تین روز بند کر کے اسی طرح اور جانوروں کے پھر اس کو ذبح کر کے کھائے پس جن کے نزدیک وہ دودھ پلید اور حرام ہے تو بموجب فقہ الحدیث کے بند کرنے تین روز کے اس حلوان کا ذبح کر کے کھالینا روا ٹھہرا۔پس یہی حکم ہے حنفی کتابوں کا دیکھو رد المحتار اور فتاوی خانیہ اور شرح وہبانیہ اور قنیہ اور فتاوی قاضی خان اور ابوالمکارم وغیرہ میں۔

باقی رہا یہ کہ اس معترض نے ستارۂ محمدی کے صفحہ ۱۲ میں بابت پنیر شام کے جس کا بننا پنیر مایۂ خنزیر سے مشہور ہے اوران موحدوں کے رسالے اظہار الحق کے صفحہ ۱۸ میں اس کا کھانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے پھر اس امر کا انکار کیا ہے کہ یہ فتوی موحدین کا نہیں ہے بلکہ مولوی عطا محمد حنفی کا ہے۔سو اب انصاف کرے کہ سور کی چربی اور دودھ کس کے نزدیک پاک اور حلال ہے۔حنفی تو ہزار زبان سے اس کی پلیدی اور حرمت کے قائل ہیں،صرف موحدوں کی فقہ الحدیث نے ان چیزوں کو پاک اور حلال کر دیا ہے۔

-ان شاء اللہ الموفق-تمہاری فقہ الحدیث کے جواب میں اس امر کی بخوبی تحقیق کر کے ساری ظاہرداریوں کے جواب شافی لکھوں گا۔میاں تم اس پنیر کی روایت سے کیوں انکاری ہوتے ہو تمہاری فقہ الحدیث سے نشان دیتا ہوں۔عرف الجادی (۱) کے صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے :

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر-جو نصاری کے شہروں سے آیا تھا-کھایا تھا۔

اور یہ ایک بات کیا تمہاری فقہ الحدیث نے کئی قطعی حراموں کو حلال کر دیا ہے،اگرچہ تفصیل اس کی اپنے موقع پر ہوگی مگر بالفعل اتنا نمونہ دیکھو۔درربہیہ فقہ الحدیث کی عربی شرح روضہ ندیہ کے

---

(۱) آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پنیر را کہ از بلاد نصاری آمدہ بود بخورد۔۱۲ عرف الجادی ص:۱۰

صفحہ ۱۱ میں ہے :

لعدم نجاسة ذوات المشركين كما ورد فی أكل ذبائحهم و أطعمتهم .

اورعرف الجادی کے صفحہ ۱۱ میں ہے :

وذبائح اہل کتاب ودیگر کفار نزد وجود ذبح بر بسملہ یا نزد اکل آں حلال است حرام و نجس نیست۔(۱)

یعنی مشرک اور کافر کی کھٹنی اگر بسم اللہ سے ہے حلال ہے اور اگر کافر بسم اللہ کے بغیر بھی ذبح کرے تو اس گوشت پر مسلمان بسم اللہ پڑھ کر کھالے حلال ہے۔

لومبارک ہووہ ذبیحہ جو بحکم قرآن وحدیث(۲) حرام تھے تمہاری فقہ الحدیث نے حلال کردیے۔

باقی رہا یہ کہ نہجِ مقبول من شرائع الرسول کے صفحہ ۲۷ میں کافر اور مشرک کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی یہ دلیل لکھی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نومسلم لوگ گوشت لاتے ہیں معلوم نہیں کہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں، یہ گوشت کھائیں یا نہ؟

آپ نے فرمایا: تم خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ یہ حدیث بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے پس آپ کے دوبارہ بسملہ کے حکم کرنے سے ثابت ہوا کہ جس ذبیحہ پر بسملہ نہ کریں وہ حلال ہے ذابح مسلمان ہو یا کافر۔ یہ ترجمہ ہے شرائع الرسول کا۔(۳)

فقیر عرض کرتا ہے خدائے جبار وقہار سے ڈرو۔ نواب یا نواب زادے بن کر دین اسلام میں اس قدر زیادتی اور طوفان انگیزی نہ کرو۔ بڑے بڑے محدث اور مفسر علمائے دین دار پرہیزگار لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس شک سے کہ شاید بسم اللہ وقت ذبح کے پڑھی گئی ہے یا نہیں، یقین اس امر کا کہ مسلمان بسم اللہ سے ہی ذبح کیا کرتے ہیں گو نومسلم ہی ہوں زائل نہیں ہوتا

---

(۱) حرام چیز کے کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنی کفر ہے، مولانا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کی تحقیق کی ہے۔۱۲

(۲) ذکر دلیل قرآن وحدیث کا حرام ہونے ذبیحہ کافر ومشرک پر ان شاء اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ردمفصل میں لکھوں گا۔۱۲

(۳) سبحان اللہ وبحمدہ حدیثوں میں ایسے تصرفات بے جا کر کے کتابیں لکھتے اور پھر ان کا نام شرائع الرسول رکھنا کیا نازیبا ہے۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

اس گوشت پر مثل دوسرے حلال گوشتوں کے بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور فی الحقیقت یہی مطلب ہے کافروں کے ذبح کرنے کا تو اس میں اشارہ کنایہ بھی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو انصاف نصیب کر کے اہل سنت کے طور وطریقے پر لائے اور دین اسلام پر کافروں کو نہ ہنسائے۔

پناہ بخدا ان کے نزدیک کافر مشرک کی بسم اللہ نے یہ تاثیر کر دی کہ وہ ذبیحہ حلال ہو گئی اور مسلمانوں کی بسم اللہ سے پیر صاحب کا بکرا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گوشت کو پکا کر ان کی فاتحہ کروں گا حلال نہیں ہوتا جیسا کہ عرف الجادی کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں طرفہ تر اور ہے کہ بعضے موحد تو کافر کی بسم اللہ کی تاثیر کے ایسے قائل ہیں جو اوپر لکھا گیا ہے اور بعض موحدوں نے بسم اللہ کو جو مسلمانوں میں ایک دوسرے کے آنے جانے کے وقت اور کھانا سامنے رکھنے کے وقت مروج ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ خدائے پاک کے نام سے آؤ، جاؤ، کھاؤ۔کلمۂ کفر قرار دیا ہے جیسا کہ مولوی غلام علی انبرسری رسالہ تحقیق الکلام کے صفحہ ۵۷، ۵۸ میں لکھتا ہے۔اور مولانا قاری نے یہ مسئلہ بعض غیر مشہور کتابوں سے فقہ اکبر کی شرح میں نقل کر کے پھر اس کو رد کیا ہے اور نامعتبر اور مجہول الاصل لکھا ہے۔ پس اس مجہول الاصل نامعتبر بات کو انبرسری صاحب نے پکڑ کر بسم اللہ کو باللات والعزی کے ساتھ ملا دیا ہے (تاکہ مسلمان جان لیں کہ بسم اللہ سے کام رکھنا غلط بات اور واہیات ہے) جیسا کہ لکھا ہے۔☆

میں کہتا ہوں کہ فقہا نے کہا ہے ملا علی قاری خواہ غصہ ہوں خواہ راضی۔کیا بھلا کلمۂ کفر کا جہان میں مستعمل ہو جائے تو جائز ہو جاتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جب ان کے منہ سے خطاً کلمہ باللات والعزی نکلتا تھا کلمہ پڑھواتے تھے۔

(☆) فقیر نے رسالہ ہدیۃ الشیعتین کے دیباچہ میں لکھا تھا کہ رسالہ تحقیق الکلام میں کافروں کے حق کی آیتیں مومنوں پر لگائی ہیں اس جگہ ایک نظیر اس کی لکھی جاتی ہے، صفحہ ۴۴ میں آیت وَاتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا کو علما کے حرام اور حلال کیے کو ماننے والوں کے حق میں راست کیا ہے بدلیل قصہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اور اس میں سخت غلطی ہے، اس لیے کہ حدیث عدی بن حاتم میں تو یوں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ تم اپنے علما کی اس میں اطاعت کرتے ہو کہ وہ جب خدا کے حلال کو حرام کر دیتے ہیں تو تم بھی اسے حرام جانتے ہو اور جب خدا کے حرام کو حلال کر دیتے ہیں تو تم اسے حلال جانتے ہو۔اس نے عرض کی ہاں۔فرمایا: یہی عبادت ہے۔كذا في البغوي وغيره .

پس مسلمان مقلدین کب ایسی اطاعت اپنے اماموں کی کرتے ہیں۔کب ان کے امام خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بناتے ہیں۔بل هذا إلا بهتان عظيم . على هذا القياس اس شخص نے مسلمانوں پر کافروں کی آیتیں لگا کر کافر لکھ دیا ہے۔نعوذ باللہ من ذالک۔منہ عفی عنہ ۱۲

فقیر کہتا ہے بسم اللہ شریف کو مثل باللات والعزی کے بنانا ۔نعوذ باللہ من ذالک ثم نعوذ باللہ من ذالک ۔ بڑا تعجب ہے ان انبرسری قاضی صاحب سے کہ پہلے صفحہ اسی رسالے تحقیق الکلام میں حنفی شافعی مالکی حنبلی چشتی قادری نقشبندی سہروردی سب کو بدعتی لکھا ہے اور پھر صفحہ ۹ میں مشرک فی الرسالۃ اور مشرک فی الالوہیۃ لکھا ہے اور پھر صفحہ ۳۸ میں ان کو کافر لکھا ہے پس اب صفحہ ۵۸ میں فقہا سے جو حنفی شافعی نقشبندی قادری وغیرہ ہیں کس منہ سے سند لیتے ہیں بھلا صاحب بدعتیوں مشرکوں کافروں سے سندیں لی جاتی ہیں! ع: بریں عقل ودانش بباید گریست

بسم اللہ کو کلمۂ کفر بنانے کے واسطے آیت و حدیث کیوں نہ سند لائے جس پر زبان سے تمہارے عمل درآمد ہے ۔حق تعالیٰ سے ڈرو فقہا کو بدنام نہ کرو۔ کسی ایک معتبر فقیہ کا نام تو لیا ہوتا صرف فرضی جمع فقہا کا لفظ لکھ کر اپنے خیالی مطلب ثابت کرتے اور قادر قہار جبار سے نہیں ڈرتے ہو ۔ابھی تک فرصت باقی ہے، خدا تعالیٰ کے لیے ایسی گستاخی اور بے ادبیوں سے باز آؤ، توبہ نامہ مشتہر کراؤ، قومی ہمدردی سے یہ تحریر ہے ۔اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں آپ کی بدنامی سے تشہیر ہے، فقیر کا دل جلتا ہے خون پگھلتا ہے ۔واللہ ہوالموفق ۔

اب ستارہ محمدی (۱) والے سے یہ تکرار ہے کہ علمائے لاہور ونواح نے تمہاری علمیت اور قابلیت کے لحاظ سے تمہاری بلاغِ مبین اور ظفر مبین کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے بھالنے کو عار سمجھا، تمہارے اشتہار سے ہندوستان کے علمائے دین دار نے ان کے کئی رد لکھے ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور فقیر نے بھی حق تعالیٰ کے بندوں کی پاس داری کی نیت سے اتنا قدر قلیل لکھا ہے ۔

---

(۱) یہ رسالہ (۲۴ صفحات) مولوی محی الدین وہابی (تاجر کتب لاہور) کا تصنیف کردہ ہے جو کہ مولانا غلام قادر بھیروی کے رسالہ صمصام قادری وسنان بغدادی کے جواب میں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں مطبع صدیقی، لاہور سے شائع ہوا ۔مرتبین

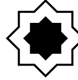
(☆) واضح ہو کہ امرت سر وغیرہ کے موحد جب سنتے ہیں کہ فقہ الحدیث والوں نے نجاستوں اور حراموں کو پاک و حلال کر دیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے بیزار ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ان کے علما ان کی کتابوں سے سندیں لیتے ہیں ۔مولوی غلام علی نے تحقیق الکلام کے صفحہ ۲۵ میں نواب صاحب کی کتاب سے سند لے کر ان کو علمائے محققین سے لکھا ہے، اور مولوی عبدالجبار صاحب نے بجواب تحقیق الکلام میں نواب صاحب بہادر سے سندیں لی ہیں ۔پس عوام کا انکار بے اعتبار ہے ۔۱۲ منہ کان اللہ لہ ۱۲

ذرا اپنے جوابوں کو غور سے خود یا کسی سے دیکھو بھالو۔اسلام کا نام رکھتے ہو خدا ے پاک سے ڈرو۔ابھی اپنا منہ سنبھالو،توبہ کرو باری تعالیٰ کے مقبولوں کی دشمنی میں قادرِ ذوالجلال کے غضب سے ڈرو۔کہاں تم اور کہاں ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم !۔ان کی عیب جوئی اپنی دارین کی رُسوائی سمجھو۔اگر ہماری نہیں مانتے دیکھو تمہاری فقہ الحدیث عرف الجادی کے صفحہ ۲ میں لکھا ہے :

واشتغالِ بمطاعن ائمہ اربعہ وچہ غیر انیاں کذبا و بہتانا پیشۂ ہر مخذول محروم از حلاوت ایمان و بشاشت اسلام باشد۔

یعنی امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم پر جھوٹ اور بہتان سے طعنے کرنا ایمان اور اسلام کی حلاوت سے بےنصیب کا کام ہے۔

أعاذنا اللّٰه وجميع المسلمين عن ذلک وأمدنا اللّٰه المعين بتوسلهم في الدنيا و فيما هنا لک آمين يا رب العالمين والحمد للّٰه تعالى على الإتمام و صلى اللّٰه تعالى على خير خلقه محمَّد سيد الأنام وآله وصحبه الكرام و علماء دينه العظام برحمتک يا أرحم الرحمين .



مخمس اَز مؤلف بر غزل جامع علیہ الرحمہ

دیدہ گریاں سینہ بریاں آہ و نالہ دم بدم
ہے یہ ذوق وشوق اپنا ہے یہ اپنا زیر و بم
دن کو ہے یہ فکر جی میں رات کو بھی ہے یہ غم
کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

دل کو بھاتی ہی نہیں ہے سیر حسن مہر و مہ
تیرے دروازے پہ جا کر میں کہوں یہ ناصیہ
ہے یہ مطلب دل کا اور ہے آرزوے ہر دمہ
بر کنار زمزمہ از دل کشم صد زمزمہ
وز دو چشم خوں فشاں آں خانہ را دریا کنم

گرچہ ہوں میں خاکسار و مفلس و بیکس گدا
پر نہیں دل کو تمنا مال و دنیا کی ذرا
سوزِ دل سے ہے یہی ہر دم وظیفہ اور دعا
یا رسول اللہ بسوے خویش مارا رہنما
تا ز فرقِ سرقدم سازم زدیدہ پا کنم

گرچہ عصیاں سے ہوں بس خوار ونزار ومنفعل
بے سروسامانی اپنے سے ہوں نادم اور خجل
لیکن عشق احمدی ہے جانشین جان ودل
آرزوے جنۃُ الماوی بروں کردم ز دل
جنتم ایں بس کہ برخاک درت ماءاکنم

دستگیری کیجیے یا شہ! بہ فیضِ خاصِ خود
آپ کی فرقت سے سب جاتی رہی ہے ہوش وسدھ
وصل بن دل رفتہ کو آتی نہیں ہے عقل وبدھ
صد ہزاراں وی دریں سودا مرا زرشد
نیست صبرم بعد زیں کا مرد زرا فردا کنم

یا خدا اس عشق میں رکھنا مجھے ثابت قدم
یا رسول اللہ تیرا کلمہ ہو منہ میں مرتے دم
زندگی میں ہے تمنا اے شہِ عرب وعجم
خواہم از سوداے تو پابوس درگاہت شوم
یا بپائت سرنہم یا سر دریں سودا کنم

تیرے اِحسانوں کا ممنون ہوں مگر یک لحظہ
گر نظر بہر خدا خیرالبشر یک لحظہ
اس غلامی پر ہو رحمت سربسر یک لحظہ
مردم از شوق تو معدوم مگر یک لحظہ
جاؔمی آسا نامہ شوق دگر انشا کنم

منظومہ ۔ منہ کان اللہ لہ۔

خدا ہی لائق حمد اور ثنا ہے ۞ نہیں اس جیسا کوئی دوسرا ہے
اکیلا ذات میں اور وصف اور اسم ۞ نہ اس کا ہاتھ پاؤں منہ ہے نہ جسم
نہ وہ کھائے نہ وہ پیوے نہ سووے ۞ کسی جگہ اور مکاں میں بھی نہ ہووے
وہ سنتا ہے مگر کانوں سے ہے پاک ۞ وہ دیکھے ہے مگر آنکھوں سے ہے پاک
اور ایسے جتنے ہیں اوصافِ انساں ۞ منزہ ہے وہ سب سے پاک رحماں
کسی جیسا نہیں ہرگز خداوند ۞ نہ ہے مخلوق کوئی اس کی مانند
یہ ہے ثابت کلام کبریا سے ۞ یہ ہے ثابت حدیث مصطفٰی سے
یدو وجہہ وقدم عین اِستوا بھی ۞ اصابع ساق اور فوق السماء بھی
جو آئی ہیں کلامِ کبریا میں ۞ اور آئی ہیں حدیث مصطفٰی میں
ہمیں ان پر بھی ایمان و یقیں ہے ۞ ولیکن پیروی ان کی نہیں ہے
انہیں اوصافِ متشابہ کہا ہے ۞ خدا جانے مراد اُن سب کی کیا ہے
چلیں ہم قل ھو اللّٰہ اَحد پر ۞ عقیدہ رکھیں اللّٰہ الصمد پر
کہا لیس کمثلہ شئیٌ خدا نے ۞ سکھایا ہم کو ایسے مصطفٰی نے
پھر ہم کیونکر کہیں اس کا مکاں ہے ۞ اور اس کے ہاتھ پاؤں کا نشاں ہے
عقیدہ اہل سنت کا یہی ہے ۞ عقیدہ ساری اُمت کا یہی ہے
ولیکن اہل تجسیم اس میں بہکے ۞ مکاں اور جسم خالق کا وہ سمجھے
اِماموں نے انہیں کا فر لکھا ہے ۞ یہ بدلہ اُن کی تشبیہ کا دیا ہے
کتابیں دین کی صدہا ہیں موجود ۞ جسے ہو دیکھنا وہ دیکھے مقصود
ہمارے وقت میں پھر شور اُٹھا ۞ مکاں اور جسم کا چرچا ہے پھیلا

خدا کا عرش پر ہونا سنایا	۞	اور ہاتھ اور پاؤں کا ملنا بتایا
حیاتِ سرورِ عالم سے اِنکار	۞	ہے تحقیر نبی پر دل سے اِصرار
نجس چیزوں کو پاکیزہ بنایا	۞	ذبیحہ کافروں کا حل سنایا
ذبیحہ مشرکوں کی بھی کھلائی	۞	حرام اَشیا پہ بسم اللہ پڑھائی
کہے گر آنے جانے پر مسلماں	۞	جو بسم اللہ تو کافر ہے اسی آں
براز و بول بندر ریچھ و خنزیر	۞	کریں ہیں اُن کے پاک ہونے میں تحریر
شراب وخون جاری گوشت مردار	۞	بتائیں سب کو پاکیزہ بہ تکرار
اورتحفۂ مومنیں (۱) میں یوں لکھا ہے	۞	نکاح پھوپھی سے کر لینا روا ہے
غرض دین خدا ایسا بگاڑا	۞	کہ ہنستا جس سے ہے چوہڑا چمارا
اماموں کی فقط چھوڑی نہ تقلید	۞	ہے بھولا بلکہ سیدھا راہِ توحید
تکبر اور خودی نے سخت گھیرا	۞	مسلمانوں کی رہ سے منہ ہے پھیرا
حدیثوں پر عمل کرنے کا دعویٰ	۞	اصولِ دین پر ہے سو تبرّا
یہ ثمرہ خود پسندی نے دیا ہے	۞	عجالہ نافعہ میں یوں لکھا ہے(۲)
خداوندا ہمیں ان سے بچانا	۞	مسلمانو نہ پیچھے ان کے جانا
نمازیں ان کے پیچھے ہیں ناجائز	۞	یہ ہے علماے دیں سے حکم فائز
امام اپنے کی ہی تقلید ہے دیں	۞	اسی پر خاتمہ ہو رب آمین

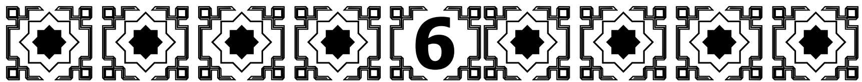
تمت بالخیر

(۱) کتاب تحفۃ المومنین مولوی قربان علی رئیسُ المُحدِثین ساکن پانسی ضلع بسی نے واسطے استفادہ محمدیوں کے تالیف کر کے بعد نظر ثانی ۱۲۸۹ھ میں مطبع منشی نول کشور میں چھپوائی ہے اس کے صفحہ ۱۶، ۱۷ میں لکھا ہے:

'سوال: ممانی و چچی و بھاوج و پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟۔

جواب: درست ہے۔'

(۲) مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں کہ جس نے احادیث کے معاملے میں معانی منقولہ سلف کے سوا اور رکھے یا راویوں میں بے امتیازی کی تو اس کو ثمرہ گم راہی اور گم راہ کرنا حاصل ہوتا ہے۔۱۲ منہ



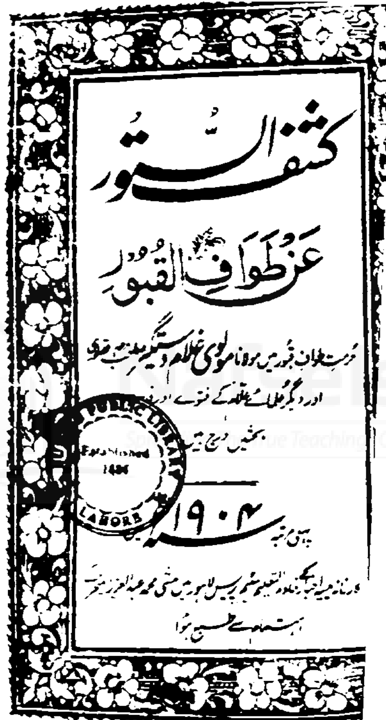
قبر کے طواف کی حرمت پر رسالہ عجالہ

کشف الستور
عن
طواف القبور

از

مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم قصوری

پہلی مرتبہ ۱۹۰۴ء میں کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں
منشی عبدالعزیز منیجر کے اہتمام سے طبع ہوا۔



[باہتمام منشی عبدالعزیز منیجر خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

اِستفتاء

سوال اینکہ درمیان اہل محبت کہ باولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم محبت و اعتقادِ قلبی میدارند برائے تعظیم اولیاء اللہ طوافِ مزارات اوشان مروّج ست شرعاً جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

نقل فتوی مولوی عبدالرحمٰن خیر پوری

الجواب بإعانة الملهم بالصواب :

آنکہ جائز ست چراکہ معنی طواف گرد گشتن ست چیزے را و مطلق طواف عبادت نیست کہ مختص بہ بیت اللہ شریف باشد۔ نعم طواف بیت اللہ شریف عبادت ست، وطواف اولیاء اللہ فعل تعظیم ست نہ عبادت تا کہ ممنوع باشد۔

چنانکہ قیام دو قسم ست: یکے عبادت چنانچہ قیام فی الصلوٰۃ۔ دوم تعظیمی چنانچہ برائے عظما چنانچہ دراحادیث شریفہ آمدہ **قوموا لسیدکم** پس طواف تعظیمی را بر طواف عبادت قیاس کردن وحکم کردن بعدم جواز قیاس سجدۂ عبادت وسجدۂ تعظیم۔

(ترجمہ) سوال: یہ ہے کہ اہل محبت کے درمیان جو اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت و اعتقاد رکھتے ہیں، اولیاء اللہ کی تعظیم کے لیے ان کے مزارات مقدسہ کا طواف مروج ہے- جائز ہے کہ نہیں؟ بیان کرو تا کہ اجر دیے جاؤ۔

الجواب باعانة الملهم بالصواب :

یہ جائز ہے کیونکہ طواف کا معنی کسی چیز کے گرد پھرنا ہے اور مطلق طواف عبادت نہیں ہے جو بیت اللہ شریف کے ساتھ مختص ہو۔ ہاں بیت اللہ شریف کا طواف عبادت ہے اور طواف مزارات اولیاء اللہ فعل تعظیم ہے نہ عبادت کہ ممنوع ہو۔ چنانچہ قیام دو قسم کے ہیں:
عبادت- جیسے نماز میں کھڑا ہونا۔ تعظیمی- جیسا کہ تعظیم کے لیے۔ چنانچہ احادیث شریفہ میں آیا ہے: **قوموا لسیدکم** (اپنے سردار کے لیے تم کھڑے ہو جاؤ) پس طواف تعظیمی کو طواف عبادت پر قیاس کرنا اور اس کے عدم جواز کا حکم کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیا تُو نہیں دیکھتا کہ سجدہ افعال عبادت میں سب سے بڑا ہے اس کی بھی دو قسم ہے: ۱۔سجدۂ عبادت۔ ۲۔سجدۂ تعظیمی۔

سجدۂ تعظیم لغیر اللہ اگرچہ در شرائع سابقہ جائز بود مگر در شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حرام شد۔ اگر طواف تعظیم برائے غیر بیت اللہ ممنوع بودے ہر آئینہ کدام نص از کلام ربانی یا احادیث نبوی یا قولِ مجتہد در حرمت او وارد شدے، حالانکہ ہیچ سند حرمت او یافتہ نشدہ پس فعل تعظیم را بغلط فہمی خود فعل عبادت نام نہادہ بلادلیل شرعی حرام گفتن بعید از عقل ونقل است۔

اگر مدعی حرمت در دعوئ خود صادق ست بروی لازم کہ سند از اسناد مرقومہ بالا پیش کند۔ و اینکہ قولہ تعالیٰ **و لیطوفوا بالبیت العتیق** سند گرفتہ حرام می فرمایند بداں ماند کہ قیام تعظیمی را بسند قولہ تعالیٰ **و قوموا للّٰہ قانتین** حرام گویند، حالانکہ قیام تعظیمی را کسے حرام نمی گوید۔

پس عجب ست کہ **و لیطوفوا الآیۃ** را سند خود قرار دادہ اند حالانکہ ایں طواف عبادت ست و در تفصیل ارکان حج بیت اللہ شریف مذکور شدہ۔

(ترجمہ) سجدۂ تعظیمی اگرچہ سابقہ شرائع میں جائز تھا لیکن شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حرام ہوا، اگر بیت اللہ کے سوا کسی کا طواف تعظیم ممنوع ہوتا تو کلام ربانی میں سے کوئی نص یا احادیث نبوی یا قول مجتہد اس کی حرمت میں وارد ہوتا حالانکہ اس کی حرمت پر کوئی سند نہیں پائی گئی ہے۔ پس اپنی غلط فہمی کی وجہ سے فعل تعظیم کا نام فعل عبادت رکھنا بغیر کسی دلیل شرعی کے حرام کہنا عقل ونقل سے بعید ہے۔ اگر مدعی حرمت اپنے دعوی میں سچا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسناد مرقومۂ بالا میں سے کوئی سند پیش کرے اور یہ جو اللہ تعالیٰ کا فرمان **و لیطوفوا بالبیت العتیق**

اور چاہیے کہ وہ بیت عتیق کا طواف کریں۔

سے سند پکڑتے ہوئے حرام کہتے ہیں تو اس کو جاننا چاہیے کہ قیام تعظیمی کی سند فرمان حق عزوجل؛

و قوموا للّٰہ قانتین

اور تم اللہ کے لیے ڈرتے ہوئے قیام کرو۔

کو حرام کہیں حالانکہ قیام تعظیمی کو کسی نے حرام نہیں کیا ہے۔ پس عجب ہے کہ ولیطوفوا الآیۃ کو اپنی سند قرار دیا ہے حالانکہ یہ طواف عبادت ہے اور ارکان حج بیت اللہ شریف کی تفصیل میں مذکور رہوا۔

خاصہ دریں آیۂ کریمہ ہیچ کلمۂ حصر نیامدہ کہ ازوی اختصاص طواف بہ بیت اللہ شریف ثابت شود۔ اگر انصاف فرمایند طواف مراقد اولیاء اللہ تعالیٰ ازیں آیۂ شریفہ ہم ثابت میشود۔ چرا کہ در تفسیر نیشاپوری تحت قولہ تعالیٰ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ الآية آمدہ وإن أنموذج بيت اللّٰه في الإنسان (و هو العالم الصغير) القلب الذي وضع ببكة صدر الاسلام مباركا عليه و هدى يهتدي به جميع أجزاء وجوده عبد اللّٰه بجوده. فإن النور الالٰهي إذا وقع في القلب انفسح له واتسع، فبه يسمع وبه يبصر وبه يعقل وبه ينطق وبه يبطش وبه يمشي وبه يتحرك وبه يسكن [فيه آيات بينات] يصل بها الطالب إلى مطلوبه والقاصد إلى مقصوده. انتهىٰ كلامه.(۱)

و درحدیث قدسی آمدہ لا يسعني أرضي و لا سمائي و لكن يسعني قلب عبدي المؤمن ونیز آمدہ قلب المؤمن عرش اللّٰه تعالیٰ۔

(ترجمہ) اس آیت کریمہ کے خاصہ میں کوئی کلمۂ حصر نہیں آیا ہے جس سے اختصاص طواف صرف بیت اللہ شریف کے لیے ثابت ہو۔ اگر وہ انصاف فرمائیں تو مرقد اولیاء اللہ کا طواف بھی اسی آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ تفسیر نیشاپوری میں اس قول باری تعالیٰ ان اول بيت وضع للناس الآية کے تحت آیا ہے:

''بے شک بیت اللہ انسان کے قلب کے ساتھ ملا ہوا ہے (انسان عالم صغیر ہے) پس جس نے مکہ کو بنایا انسان کا سینہ، بابرکت ہے اس پر اور ہدایت اللہ کے بندے کے تمام اجزائے بدن اس کے کرم سے ہدایت پاتے ہیں پس جب نور الٰہی قلب میں واقع ہوتا ہے تو اس کو وہ کھول دیتا ہے اور اس میں وسعت عطا فرماتا ہے، اس سے وہ سنتا، دیکھتا، سمجھتا، بولتا، پکڑتا، چلتا ہے اور اسی سے حرکت کرتا اور ساکن ہوتا ہے اور اس میں روشن نشانیاں ہیں طالب کو اپنے مطلوب سے ملاتا ہے، قاصد کو اس کے مقصود تک پہنچاتا ہے۔ انتہیٰ کلامہ (تفسیر نیشاپوری:۳۲۰/۲)

اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں زمین وآسمان میں نہیں سماتا ہوں لیکن میں بندۂ مومن کے قلب میں سماجاتا ہوں۔

اور یہ بھی ارشاد ہے کہ مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔

ودر بارۂ تعظیم اولیاء اللہ تعالیٰ احادیث نبویہ ہم وارداند کہ إن من إجلالي و توقيري توقير الشيخ من أمتي و الشيخ في قومه كالنبي في أمته. پس ہرگاہ کہ شانِ اولیاء اللہ تعالیٰ ایں ست پس چگونہ اکرام کردن ایشاں ممنوع باشد۔

ودر مشکوٰۃ شریف حدیث آمدہ کہ ما اجتمع قوم في بيت من بيوت اللّٰه تعالىٰ يتلون كتب اللّٰه و يتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة و غشيتهم الرحمة و حفتهم الملائكة و ذكرهم اللّٰه تعالىٰ فيمن عنده و من أبطأ به عمله لم يسرع به نسه . رواه مسلم ومعنی حفتهم الملائكة چنیں فرمودہ اند کہ طواف می کنند او شانرا فرشتگان اگر ایں طواف عبادت بودے معاذ اللہ کہ فرشتگانِ عبادت غیر خدا کنند۔ پس معلوم شد کہ طواف تعظیم لغیر اللہ ولغیر بیت اللہ جائز ست وطواف عبادت مخصوص بہ بیت اللہ ست۔

ومولانا عبدالحکیم سیالکوٹی درزاد اللبیب ......طواف مراقد اولیاء جائز فرمودہ اند۔

(ترجمہ) اور اولیائے کرام کی تعظیم کے بارے احادیث نبویہ بھی وارد ہوئی ہیں جیسا کہ فرمایا: 'بے شک میری بزرگی اور عزت میری امت کے شیخ سے ہے اور قوم کا شیخ ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں'۔

پس جب شان اولیاء اللہ ایسی ہے تو پھر ان کی تعظیم کرنا کیسے ممنوع ہوئی؟۔

اور مشکوۃ شریف میں حدیث مبارکہ نقل ہے جب لوگ اللہ کے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہوتے ہیں، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں اس کی تدریس وتفہیم کرتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے انھیں ڈھانپ لیتے ہیں۔ نیز اللہ اپنے پاس موجودین میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ اگر کسی کا عمل اسے پیچھے چھوڑ دے تو نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

مسلم نے اس کو نقل لیا اور حفتهم الملائكة کا معنی اس طرح فرماتے ہیں کہ طواف کرتے ہیں ان کا فرشتے۔ اگر یہ طواف عبادت ہے تو معاذ اللہ کیا فرشتے غیر خدا کی عبادت کرتے ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ طواف تعظیم غیر اللہ کے لیے اور غیر بیت اللہ کے لیے جائز ہے اور طواف عبادت صرف بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی زاد اللبیب میں مراقد اولیاء کے طواف کرنے کو جائز فرماتے ہیں۔

وفی دستور القضاۃ من الملتقط و ان کان قبر عبد صالح و یکنہ ان یطوف حولہ ثلاث مرات فعل ذلک. انتھیٰ وکذا فی خزانۃ الروایات ووسیلۃ القلوب ومحک الطالبین و فتاوی برہنہ وشہزادہ داراشکوہ کہ ازعلماے وقت واہل نسبت باطنی ہم بودہ۔

درسفینۃ الاولیاء نوشتہ کہ ہرگاہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ در مدینۃ منورہ میرفتند طوافِ روضۂ مقدسہ حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم میموودند۔اگرچہ ایں کتب دربیان اخلاق وآداب انداتا چوں ایں طواف ازآداب ست نہ ازعبادات ومعاملات پس مارا سندایں کتب ہم مفیدست۔فقط

حررہ خادم العلماء عبدالرحمٰن خیرپوری

یکم ماہ صفر ۱۳۰۵ ہجری المقدس

(ترجمہ) اوردستورالقضاۃ میں ہے کہ قبراگرعبدصالح کی ہوتوممکن ہے کہ اس کے گردتین بارطواف کرلے اوراسی طرح خزانۃ الروایات اور وسیلۃ القلوب اورمحک الطالبین اورفتاوی برہنہ میں اورشہزادہ داراشکوہ جوعلمائے وقت اوراہل نسبت باطن رکھنے والوں میں سے تھاسفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ جب بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ جاتے تو روضۂ مقدسہ حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کیا کرتے تھے،اگرچہ یہ کتب اخلاق وآداب سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہ طواف آداب میں سے ہے نہ کہ عبادات میں سے اورہمارے معاملات کے لیےان کتب کی سندبھی کافی ہے۔فقط حررہ خادم العلماء عبدالرحمٰن خیرپوری۔یکم ماہ صفر ۱۳۰۵ ہجری المقدس



مولوی عبدالرحمٰن خیرپوری کے فارسی فتوی کااردوترجمہ ہمارے معاون مرتب مفتی محمدسعیدصابرنعیمی صاحب نے کیا۔مولاناقصوری نے اس کاجواب اردومیں ہی تحریرکیاتھا۔(مرتبین)

تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب متوطن قصور ضلع لاہور

-درعدم جوازِ طوافِ قبور-

بجواب تحریر مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیاً .

امابعد! مخفی نہ رہے کہ چندروز سے ریاست اِسلامیہ بہاول پور سے ایک دوست نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری کی تحریر درباب جواز طواف قبور اولیاء اللہ کے بھیج کر لکھا کہ اگر یہ مسئلہ حق ہے تو اس پر دستخط کر کے اتفاق اپنا ظاہر کریں، ورنہ اس کا جواب لکھیں۔

چونکہ فقیر کو ردو جواب مخالفین اہل سنت اس ملک سے کم فرصت ملتی ہے، نیز دوایک رسالوں میں سابق بھی عدم جواز طواف قبور لکھا گیا تھا، اس لیے اس تحریر کا جواب بذمۂ علماے ریاست موصوف رکھ کر اس دوست سے عذر پیش کیا مگر اس طرف سے علاوہ اصرار اس مخلص کے اور بھی بعض عمائد ریاست سے اِستدعا ہوئی کہ ضرور اظہارِ حق کرنا چاہیے، اس لیے تحریر مذکور کو بطورِ قولہ نقل کر کے اس کا جواب ضروری قلم بند کرتا ہوں ۔اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کی نیت سے موافق مذہب اہل سنت کے لکھتا ہوں۔

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے اُمید ہے کہ علماے اہل سنت اس کو دیکھ کر پسند فرمائیں گے اور منصف حق پرست زیادہ بات نہ بڑھائیں گے۔

اِنْ اُرِیۡدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیۡہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ o (سورۂ ہود:۱۱/۸۸)

قولہ: عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

سوال اینکہ درمیان اہل محبت کہ باولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم محبت و اعتقاد قلبی میدارند برای تعظیم اولیاء اللہ طواف مزارات اوشان مروج ست شرعاً جائز است یا نہ ۔بینوا توجروا۔

الجواب باعانة الملهم بالصواب:

آنکہ جائز ست چراکہ معنی طواف گردگشتن ست چیزے را و مطلق طواف عبادت نیست کہ مختص بہ بیت اللہ شریف باشد نعم طواف بیت اللہ شریف عبادت ست وطواف مزارات اولیاء اللہ فعل تعظیم ست نہ عبادت تاکہ ممنوع باشد چنانکہ قیام دوقسم ست یکے عبادت چنانچہ قیام فی الصلوٰۃ ۔دوم تعظیمی چنانچہ برای عظماء چنانچہ دراحادیث شریفہ آمدہ قوموا السیدکم پس طواف تعظیمی را برطواف عبادت قیاس کردن وحکم کردن بعدم جواز قیاس مع الفارق ست۔

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیرعرض کرتا ہے کہ مجیب صاحب نے اس تحریر میں تسلیم کیا ہے کہ طواف کعبہ شریفہ عبادت ہے جیسا کہ قیام فی الصلوٰۃ عبادت ہے، پھر قیام تعظیمی بزرگوار کا جواز تو حدیث قوموا لسیدکم سے ثابت کیا ہے جو بجا ہے، مگر طواف تعظیم قبور اولیا کو بلا دلیل جائز لکھ دیا ہے جو شانِ مفتیانِ تقوی شعار سے بعید معلوم ہوتا ہے۔

ذرا غور فرمائیں کہ ایک امر عبادت الٰہی کو جو اپنے نزدیک بھی یقیناً عبادت ہو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے روا کر دینا جرأت علی الفتیا نہیں تو اور کیا ہے۔اور آگے چل کر جن دلیلوں سے جواز نقل کیا ہے اہل علم منصف مزاج کے نزدیک کوئی بھی ان میں سے دلیل نہیں اس کے جواز پر جیسا کہ اپنے موقع پر ظاہر ہوگا۔

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

نمی بینی کہ سجدہ از اعاظم افعال عبادت ست ہم دوقسم ست سجدۂ عبادت وسجدۂ تعظیم۔ سجدۂ تعظیم لغیر اللہ اگرچہ در شرائع سابقہ جائز بود مگر در شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حرام شد۔

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ کہ سجدۂ تحیت باوصفے کہ شرائع سابقہ میں جائز تھا مگر دین اسلام میں بسبب کمال توحید وخدا پرستی کے روانہ رکھا گیا بلکہ حرام قرار دیا گیا۔ اور ردالمحتار علی الدرالمختار میں بانقل بعضے معتبرات اس کو بھی کفر لکھا ہے جس سے محقق ہوا کہ فعل عبادت الٰہی کو مخلوق کے حق میں روا کردینا سوائے دلیل شرعی کے بالکل ناروا ہے۔ سو اگر طوافِ قبور اولیا کے جائز کرنے والے کے پاس دلیل اس کی کوئی آیت یا حدیث صحیح یا اجماع امت یا قیاس مجتہد جو یہ چاروں اَدلہ شریعت ہیں موجود ہے تو پیش کرے ورنہ تقول فی دین اللہ سے بچنا اہل اسلام کو واجبات سے ہے۔ واللّٰہ ھوَ الموَفق

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

اگر طواف تعظیم برائے غیر بیت اللہ ممنوع بودے ہر آئینہ کدام نص از کلام ربانی یا احادیث نبوی یا قول مجتہد در حرمت او وارد شدے حالانکہ ہیچ سند حرمت او یافتہ نشدہ پس فعل تعظیم را بغلط فہمی خود فعل عبادت نام نہادہ بلا دلیل شرعی حرام گفتن بعید از عقل و نقل است۔ اگر مدعی حرمت در دعوی خود صادق ست بروی لازم کہ سند از اسناد مرقومہ بالا پیش کند۔

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ مدعی حرمت طواف قبور کو اہل علم کے نزدیک کسی سند کے پیش کرنے کی حاجت

نہیں ہے جب آپ خود مقر ہیں کہ طواف بیت اللہ عبادت الٰہی ہے، مدعی حرمت آپ سے دلیل جواز طواف غیر بیت اللہ طلب کرتا ہے کہ کون سی آیت یا حدیث وغیرہما سے بیت اللہ کے سوا تعظیمی طواف کسی اور چیز کا روا ہے؟۔

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

واینکہ قولہ تعالیٰ و **لیطوفوا بالبیت العتیق** سند گرفتہ حرام میفر مایند بداں ماند کہ قیام تعظیمی را بسند قولہ تعالیٰ و **قوموا للّٰہ قانتین** حرام گویند حالانکہ قیام تعظیمی را کسے حرام نمی گوید پس عجب ست کہ و **لیطوفوا** الآیۃ راسند خود قرار دادہ اند حالانکہ ایں طواف عبادت ست و در تفصیل ارکان حج بیت اللہ شریف مذکور شدہ خاصہ دریں آیۂ کریمہ ہیچ کلمۂ حصر نیامدہ کہ ازوی اختصاص طواف بہ بیت اللہ شریف ثابت شود۔

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ قیام تعظیمی تو حدیث شریف سے روا ہو چکا ہے طوافِ تعظیمی کسی دلیل شرعی سے ثابت معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اور آیہ شریفہ و **لیطوفوا بالبیت العتیق** صریح فرما رہی ہے کہ طواف بیت اللہ ہی مشروع ہے۔ تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے :

وھو مطاف أھل الغیراء کما أن العرش مطاف أھل السماء. انتھی

اس لیے جو طواف قبل نزول اس آیت مبارکہ کے رائج تھا جیسا کہ صفا و مروہ میں طواف تھا تو اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم بعد نازل ہونے اس آیت شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگے کہ ہم پہلے اس سے صفا مروہ میں طواف کرتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ارشاد فرمایا ہے اور صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا پس ہم اگر صفا مروہ میں طواف کریں تو کچھ ہرج ہے۔ تب یہ آیت شریف اُتری :

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا o (سورۂ بقرہ:۲/۱۵۸)

جیسا کہ صحیحین وغیرہما میں یہ واقعہ مذکور ہے۔تبصرۂ صحیحین کی ضروری عبارت نقل کردیتا ہوں:
صحیح بخاری شریف کے باب **وجوب الصفا والمروۃ وجعلھما من شعائر اللّٰہ** میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حدیث طویل کے اخیر یوں لکھا ہے :

کانوا یطوفون کلھم بالصفا والمروۃ، فلما ذکراللّٰہ تعالیٰ الطواف بالبیت ولم یذکر الصفا والمروۃ فی القرآن، قالوا یا رسول اللّٰہ کنا نطوف بالصفا والمروۃ و إن اللّٰہ أنزل الطواف بالبیت فلم یذکر الصفا فھل علینا من حرج أن نطوف بالصفا والمروۃ فأنزل اللّٰہ تعالی [ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ] . الایۃ (۱)

یہ عبارت مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۳۲۳ سے منقول ہوئی ہے اور اس کے حاشیہ پر صحیح مسلم کی یہ عبارت درج ہے :

و قال آخرون من الأنصار إنما أمرنا بالطواف بالبیت و لم نؤمر بہ بین الصفا والمروۃ فأنزل اللّٰہ عزوجل : [ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ] . (۲)

پس اہل علم وانصاف کو اب بخوبی یقین ہوگیا ہے کہ آیت **و لیطوفوا بالبیت العتیق** صاف دلیل ہے اس پر کہ کعبہ شریفہ ہی کا طواف کرو۔جب دوسری آیت سے صفاومروہ میں طواف (جو دراصل وہ حقیقی طواف نہیں بلکہ سعی بین الصفا والمروہ کا نام طواف رکھا گیا ہے) روا معلوم ہوا تب مسلمانوں نے اس کا اِرتکاب کیا۔پس ایسا ہی اگر مجوزین طوافِ قبوراولیا کے پاس کوئی دلیل شرعی اس کے جواز کی ہے تو پیش کریں اور ہم کو تو جہاں تک تلاش کی ہے کوئی دلیل نہیں ملتی ہے بلکہ برعکس عدم جواز طواف وغیرہا دلائل شرعیہ سے ثابت ہورہا ہے۔

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

اگرانصاف فرمایند طواف مراقد اولیاء اللہ تعالیٰ ازیں آیۂ شریفہ ہم ثابت میشود چرا کہ

---

(۱) صحیح بخاری:۲/۱۵۸حدیث:۱۶۴۴۔
(۲) صحیح مسلم:۲/۹۲۹حدیث:۱۲۷۶۔

درتفسیر نیشاپوری تحت قولہ تعالیٰ ان اوّل بیت وضع للناس الآیة آمده و ان انموذج بیت اللّٰه فی الانسان (و هو العالم الصغیر) القلب فالذی وضع ببکه صدر الانسان مبارکا علیه و هدی یهتدی به جمیع اجزاء وجود عبدالله بجوده فان النور الالٰهی اذا وقع فی القلب انفتح له واشع فیه یسمع و به یبصر و به یعقل و به ینطق وبه یبطش و به یمشی و به یتحرک و به یسکن فیه ایات بینات یصل بها الطالب الی مطلوبه والقاصد الی مقصوده. انتهیٰ کلامه.

تردید آں ازمولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر مجیب صاحب سے عرض کرتا ہے کہ آپ نے اس عبارت میں کون سی آیت یا حدیث یا قول مجتہد سے مزارات اولیاء اللہ کے طواف کو ثابت کیا ہے، ذرابراے مہربانی سمجھا دیں کہ کسی مفسر کی عبارت کا نام آیت یا حدیث یا قول مجتہد ہے۔اگر ایسی دلیلوں سے آپ اثباتِ ادعا کرتے ہیں تو صریح یہ بھی فتویٰ دیں کہ انسان (عالم صغیر) کے قلب کو جو بیت اللہ کا نمونہ ہے قبلہ نما بنا کر نماز میں سجدہ بھی اس کی طرف کیا کریں۔نیز قبور اولیاء اللہ کو بھی سجدہ کرائیں کہ ان میں بھی وہی اربابِ قلوب ہیں۔

خدا کے لیے دین اسلام میں خصوص اس وقت میں جو غربت دین بدرجہ غایت ہے اور مذاہب زائغہ ہرقسم کے فتنہ برپا کررہے ہیں تو ہم اہل سنت کو لازم بل الزم ہے کہ ایسے فتووں سے زبان بند رکھیں۔آخر قیامت کے روز حساب دینا ہے۔

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

ودرحدیث قدسی آمده لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المؤمن ونیز آمده قلب المؤمن عرش اللّٰه تعالیٰ .

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ اول دونوں حدیثوں کو کتب معتبرہ احادیث کے نشان دے کر بعدہ کسی معتبر محدث سے ان کی تصحیح لکھ کر نقل کر کے پھر ان کا نص ہونا واسطے جواز طواف قبور کے شرح وار بیان فرمائیں تا کہ سب کی سمجھ میں آ جائے کہ ان دلائل شرعیہ سے فلانہ مسئلہ ثابت ہوا۔ اور جب تک ایسا نہ ہو تب تک اپنی فضیلت اور علمیت کو بٹہ نہ لگائیں اور فقیر کی محبانہ اور مخلصانہ تحریر کو برا نہ مانیں۔

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

ودر بارۂ تعظیم اولیاء اللہ تعالیٰ احادیث نبویہ ہم وارد اند کہ ان من اجلالی و توقیری توقیر الشیخ من امتی والشیخ فی قومه کالنبی فی امته.

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ یہ موضوعات میں سے ہیں۔ اور ایسے دلائل کے پیش کرنے سے علمائے اہل سنت ریش خند مخالفین ہوتے ہیں۔ خدا کے واسطے ذرا غور فرما کر ہر عربی عبارت کو حدیث نہ فرمایا کریں، جب تک کسی حدیث کا پتہ کتب حدیث سے نہ لگے، تب تک جرأت کرنی دیانت سے بعید ہے۔
غیر حدیث کو حدیث کہہ دینے میں صحیح حدیثوں میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ جس قدر اکرام و اجلال اولیاء اللہ کا شرع سے حکم ہے ہم لوگ اس میں سر مو خلل انداز کو دشمن خدائے تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کا یقین کرتے ہیں، البتہ غیر مشروع تعظیم کرنے سے رکتے ہیں کہ قیامت کو اس کا جواب کچھ نہیں بن پڑے گا۔ واللّٰہ ھو الھادی

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

ودر مشکوٰۃ شریف حدیث آمدہ کہ ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله تعالیٰ

يتلون كتب الله و يتدارسونه بينهم الا نزلت عليهم السكينة و غشيتهم الرحمة و حفتهم الملائكة و ذكرهم الله تعالىٰ فيمن عنده و من أبطا به عمله لم يسرع به نسبه . رواه مسلم ومعنى حفتهم الملائكة چنیں فرمودہ اند کہ طواف میکنند اوشانرا فرشتگان اگرایں طواف عبادت بودے معاذ اللہ کہ فرشتگان عبادت غیر خدا کنند۔ پس معلوم شد کہ طواف تعظیم لغیر اللہ و لغیر بیت اللہ جائز ست وطواف عبادت مخصوص بہ بیت اللہ ست۔

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ مجیب صاحب نے اوپر دلیل نص آیت یا حدیث یا قول مجتہد سے طلب کی ہے۔ پس اپنی تحریر کے موافق غور کریں کہ اول تو حدیث شریف فرشتوں کے طواف کرنے پر ذاکرین کے لیے نص نہیں ہے کہ تطوفهم الملائكة نہیں فرمایا بلکہ لفظ حف کے معنی کثیرہ ہیں جن میں سے اس جگہ احاطہ کے معنی بہت چسپاں ہیں جیسا کہ اہل علم پر روشن ہے۔

دوم: اگر یہی معنی طواف کے مراد رکھے جائیں، تاہم بنی آدم کو طواف قبور کی اجازت پر اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ فرشتے تو بحکم الٰہی اس طواف پر مامور ہوں گے بنی آدم کو طواف قبور کی اجازت کس حکم سے ہے؟۔ اگر وہ حکم قرآن وحدیث صحیح واجماع وقیاس سے دکھلائیں کہ نص ہو طواف قبور پر تو ہم کو ایک ذرہ بھی اس کی تعمیل میں توقف نہ ہوگا، مگر جب تک اجازت صریح نہ ملے تو ایسی فرضی اور زخمی دلیلوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کام مخلوق کے واسطے کیونکر روا کر دیا جائے۔ والله هو الهادي .

اور یہ بات اہل علم پر روشن ہے کہ جو احکام فرشتوں سے متعلق ہیں وہ سب حکم بنی آدم سے متعلق نہیں اور بفرضِ محال گر مان لیں تو اس سے خالصتاً للہ ذاکرین اللہ کا زندگی میں طواف کرنا پایا جاتا ہے، قبور کے طواف کا تو نام ونشان اس میں نہیں ہے!۔

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

ومولانا عبدالحکیم سیالکوٹی در زادالللبیب ......طواف مراقد اولیاء جائز فرمودہ اند وفی دستورالقضاۃ من الملتقط و ان کان قبر عبد صالح و یکنه ان یطوف حوله ثلاث مرات فعل ذلک. انتھیٰ و کذا فی خزانة الروایات و وسیلة القلوب و محک الطالبین و فتاوی برھنه .

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ اس قول میں مجیب صاحب نے بہت سی سہل انگاریاں کی ہیں۔

اول: تو اوپر نص آیت یا حدیث یا قول مجتہد کو سند مقرر کر چکے تھے اب ایسی کتابوں کو جن میں ہرقسم کے رطب و یابس جمع ہیں سند میں پیش کرنے لگ گئے۔آیت یا حدیث صحیح یا قول مجتہد سے سند پیش کرنا لازم تھا۔

دوم: زادالللبیب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تالیف نہیں۔سنا گیا ہے کہ ان کے خاندان میں سے کسی نے تالیف کی ہے اور جب اس کو دیکھا گیا تو اس میں مسائل صحیح بھی ہیں اور نہایت ضعیف بلکہ موضوع باتیں بھی منقول ہیں،اور خصوص مسئلہ طواف قبور میں کسی معتبر کتاب سے نقل نہیں کی ہے صرف فی الفتاویٰ لکھ کر آگے لکھا ہے :

اگر کسی نیک کی قبر ہو تو ممکن ہے کہ اس کے گرد تین مرتبہ طواف کر لیں۔اور قبروں پر ہاتھ رکھنے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سنت و مستحب نہیں لا باس بہ ہے اور بعضوں نے اس کو بدعت مکروہ کہا ہے کہ وہ عادت یہود و نصاریٰ کی ہے یہ ترجمہ ہے عبارت زادالللبیب۔

اب غور کرو کہ جو روایت کسی مجہول کتاب سے منقول ہو اور اس کی دلیل قرآن یا حدیث صحیح یا اجماع یا قیاس مجتہد سے مذکور نہ ہو تو اس کو کون سا دینی عالم قبول کرے گا!۔

یہ حال ہے مجیب صاحب کی پہلی کتابِ مستند کا۔اب اخیر کتاب فتاوی برہنہ کو جو دیکھا گیا

تو اس میں یوں لکھا ہے :

اَما طواف گور صالح سہ بار رواست ۔

اور دلیل اس مسئلہ کی کوئی نہیں لکھی کہ کس آیت یا حدیث وغیرہما میں سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ پھر قطع نظر اس سے مشہور ہے کہ فتاوی برہنہ میں بہت ضعیف مسائل و احادیث موضوعہ درج ہیں۔ علاوہ ازیں اس فتاوی برہنہ کی پہلی جلد محرمات کے بیان میں لکھا ہے :

تعلّم منطق چوں شربِ خمر ست ۔ص ۱۰۳ سطر ۸ مطبوعہ لاہور اور ص ۹۷ سطر ۱، ۲ میں لکھتے ہیں:

و در خبر ست کہ صوفی چوں رقص میکند شیطان انگشت در دُبرمی آرد تا یمن و شمال وشیہ زند۔

(روایت ہے کہ جب صوفی رقص کرتا ہے تو شیطان اس کی دُبر میں انگلی ڈالتا ہے جس سے وہ دائیں بائیں وجد کرتا ہے۔مترجم)

اب اگر مولوی صاحب کا ان مسائل پر بھی اعتبار ہے اور اس کتاب کو کمالِ معتبر جانتے ہیں اور اول سے آخر تک مانتے ہیں تو مسئلہ بلا دلیل طواف قبر صالح کے جواز پر بھی فتوی دے دیں۔اور اگر مولوی صاحب منطق کی کتابوں کا درس بھی ہمیشہ کرتے ہیں اور صوفیوں کے سماع و سرود و رقص کو روا جانتے ہیں تو گویا فتاویٰ برہنہ کے مسائل و دلائل ان کے نزدیک نامعتبر ٹھہرے، پھر ایسی کتاب کی دلیل سے فعل عبادتِ الٰہی کو مخلوق کے واسطے روا کرنا انصاف و دیانت سے کیوں نہیں بعید سمجھتے ہیں!۔واللہ ہوالہادی

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خیر پوری

وشہزادہ داراشکوہ کہ از علماے وقت و اہل نسبت باطنی ہم بودہ در سفینۃ الاولیاء نوشتہ کہ ہرگاہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ در مدینۃ منورہ میرفتند طواف روضۂ مقدسہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میمودند۔ اگرچہ ایں کتب در بیان اخلاق وآداب اندا تا چوں ایں طواف از آداب ست نہ از عبادات و معاملات پس مارا سند ایں کتب ہم مفیدست ۔فقط

حررہ خادم العلماء عبدالرحمٰن خیر پوری- یکم ماہ صفر ۱۳۰۵ ہجری المقدس

تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ داراشکوہ صاحب نے امام صاحب کے طواف کو دیکھا تو نہ تھا کیونکہ صدہا سال ان سے پیچھے پیدا ہوئے تھے، پس وہ سلسلہ سند اس روایت کا کیوں نہ لکھا۔ یا کسی کتاب فقہ حنفی معتبر کا نام کیوں نہ درج کیا جس سے یہ روایت قابل اعتبار ٹھہری۔

حضرت علامت! ایسی بے اصل روایات کا دین اسلام میں ایک ذرّہ برابر بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ اب آپ منصف ہو کر سوچیں کہ کئی متن وشروح وفتاوی ہائے فقہ حنفی کی معتبر مشہور ہیں اور ان میں آدابِ زیارتِ قبور درج ہیں، اگر امام صاحب کا طواف روضۂ منورہ کا واقعہ صحیح ثابت ہوتا تو اکابر علمائے حنفی روایت کیوں نہ کرتے بلکہ امام صاحب کے شاگردوں کی کتابوں میں ضرور درج ہوتا۔ پس برائے خدا ایسی واہیات باتوں پر بنیاد کر کے مخالفین اہل سنت کو نہ ہنسائیں۔ اور قیامت کے حساب سے اندیشہ فرمائیں۔

وما علینا إلا البلاغ المبین .

حضرت حافظ جی مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قصوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے فقیر سے ذکر کیا کہ میں نے بوقت سعادت زیارت روضۂ منورہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ گردا گرد روضہ شریف کے پھر کر احادیث مرقومۂ غلاف شریف کو ملاحظہ کروں اور طواف کا قطعاً خیال نہ تھا تاہم مجاورین اس بقعہ منورہ نے مجھ کو دھمکایا کہ طواف نہ کرو کہ بیت اللہ شریف سے مخصوص ہے پس جب ان وقتوں میں ایسا انتظام ہے تو اس سے پہلے وقتوں میں کیوں اس سے زیادہ انتظام نہ ہوگا اور خدا نخواستہ امام صاحب رضی اللہ عنہ ایسا نامشروع فعل کیوں کرنے لگے!۔ فافھم .

اب یہاں تک مجیب صاحب کے اقوال کے جواب شافی سے فارغ ہو کر ظاہر کیا جاتا ہے کہ اوپر قرآن وحدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ طواف اسی چیز کا کرنا روا ہے جس کو قرآن وحدیث روا فرمائیں۔ اس جگہ اس کی تائید کے لیے تھوڑا سا تفسیر فتح العزیز سے بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ مولانا صاحب ختم المفسرین والمحدثین آیت اِن الصفا والمروۃ کے نیچے لکھتے ہیں :

وابوداود وترمذی بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آوردہ اند کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام می فرمودند **انما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفا والمروۃ و رمی الجمار لاقامۃ ذکر اللّٰہ لا لغیرہ .** (۱)

پھر تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں :

چنانچہ طواف بخانہ کعبہ است ووقوف بعرفات ست ۔(۲)

پھر آیت **یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ** کے نیچے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرنے والوں کے ذکر میں اِفادہ فرماتے ہیں کہ

> بلکہ بعضے از ایشاں باصور و ہیاکل وقبور ومعابد ومساکن ومجالس آنہا (یعنی انبیاء واولیاء و عباد ور بانیین واحبار وعلما کی قبور وغیرہ کے ساتھ) افعالے کہ در مسجد وکعبہ برای خدا باید کرد بعمل مے آرند مانند سر برزمیں نہاون وگردا گرد گشتن و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن حالانکہ ایں محبت ایشاں مقتضائے ایمان بخدا و برای خدا نیست تا نزد خدا مفیدافند ودر رضامندی او بکار آید زیرا کہ ایں محبت از حد محبت مخلوق در گذشتہ است ۔انتہی (۳)

---

(۱) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی اور رمی جمار اللہ عزوجل کے ذکر کو قائم کرنے کے لیے ہیں نہ کہ غیر اللہ کے لیے۔

(۲) چنانچہ طواف خانہ کعبہ کا ہے اور وقوف عرفات کا ہے۔

(۳) بعض ان کی تصاویر (مورتیاں) ہیاکل ،قبور ،معابد (عبادت خانے) مساکن ،مجالس میں وہ افعال جو مسجد وکعبہ میں خدا تعالیٰ کے لیے کرنے چاہیے ،ایسے کام کرتے ہیں (یعنی انبیاء واولیاء وعباد ور بانیین و احبار وعلما کی قبور وغیرہ کے ساتھ) جیسے زمین پر سر کو رکھنا ، اردگرد گھومنا (طواف کرنا)اور نماز میں استقبالِ قبلہ کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا حالانکہ ان کی یہ محبت خدا پر ایمان اور للّٰہیت کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک مفید قرار پائے اور اس کی رضامندی میں کام آئے کیونکہ یہ محبت ، محبت مخلوق کی حد سے گذر چکی ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ اصل اس باب میں احادیث صحیحہ ہیں جو صحیحین وغیرہ میں مروی ہیں جن میں سے یہ حدیث شریف جو آپ نے مرض اخیر میں فرمائی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ آپ نے پانچ روز وفات مبارک سے پہلے فرمایا ہے :

لعن اللّٰہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور أنبیائھم مساجد – رواہ الشیخان وغیرھما – (۱)

اور یہ بھی ارشاد سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے :

ألا و ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم و صالحھم مساجد ألا فلا تتخذوا القبور مساجد انی أنھاکم عن ذلک – رواہ مسلم وغیرہ – (۲)

امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں :

'علما فرماتے ہیں کہ انبیا وغیرہم کی قبروں کے مسجد بنانے سے اس لیے نہی ہوئی کہ کہیں تعظیم میں مبالغہ کرنے لگ جائیں اور اس فتنہ میں گرفتار ہو کر کفر تک نہ پہنچ جائیں جیسا کہ بہت سی پہلی امتوں میں ایسا ہی واقع ہوا ہے۔' انتہی مترجماً

اور یہی امام نووی حدیث **لاتجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیھا** (۳) کے نیچے امام شافعی سے لکھتے ہیں :

وہ فرماتے تھے کہ میں ناپسند کرتا ہوں اس قدر تعظیم مخلوق کو کہ اس کی قبر کو مسجد بنا دیں کہ یہ فتنہ ہے لوگوں کے لیے۔ انتہی مترجماً (۳)

---

(۱) اللہ عزوجل نے یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائی بسبب انبیا وصالحین کی قبور کو مساجد بنانے کے۔ سو میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔ اسے شیخین (یعنی امام بخاری ومسلم) نے روایت کیا۔

(۲) یعنی خبردار تم سے پہلے لوگ انبیا وصالحین کی قبور کو مسجد بنایا کرتے تھے خبردار تم قبور کو مساجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔ اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(۳) تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں قبروں پر چراغ جلانے کی نہی کی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں :

علما نے کہا ہے کہ یہ نہی واسطے احتراز تعظیم قبور سے ہے۔ چنانچہ نہی مسجد بنانے قبر کی بھی ایسی ہے۔ انتہی مترجماً وملخصاً

اب اس سے بخوبی محقق ہوا کہ مبالغۂ (۱) تعظیم قبور سے نہی وارد ہوئی تا کہ لوگ اس فتنہ میں پڑ کر کفر تک نہ پہنچ جائیں پس طواف قبور کرنا بھی صریح مبالغہ تعظیم میں ہے بلکہ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ طوافِ قبور مسجد بنانے قبور سے کچھ اوپر ہے کہ فعل عبادات الٰہی کو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے روا کرنا ہے، اگر چہ مبالغہ تعظیم میں نہیں تو اور کیا ہے۔ علاوہ یہ طواف تعظیم مشابہ بت پرستوں کے شعار سے بھی ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :

قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما: کان علی الصفا صنم و علی المروة صنم و کان أهل الجاهلية يطوفون بهما و يتمسحون بهما فلما جاء الإسلام کره المسلمون الطواف بينهما فأنزل اللّٰه تعالیٰ هذه الأية يعني [ان الصفا و المروة من شعائر الله] .ص۶۵ جلد ۲ مطبوعه مصر. (۲)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز رئیس اہل تمیز علیہ الرحمہ نے اس امر کو عمدہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خطرۂ مشابہت کفار و بت پرستان تب معتبر ہوتا ہے جب حکم شرع وارد نہ ہو اور جب حکم ناطق شرع کا وارد ہو جائے جیسا کہ **ان الصفا والمروة الآية** ہے کہ یہ طواف تاکید طواف خانۂ کعبہ اور اس کی تتمیم ہی ہے تو وہ خطرہ مشابہت کا کوئی نہیں رہتا ہے۔ **الی اخر ما حققه بحق التحقيق و فصل بکمال التفصيل** .

---

(۱) فعل تعظیم قبور جو حق تعظیم مخلوق ہے مشروع۔۔۔۔نہ کریں اور۔۔۔نہ بیٹھیں اور تکیہ نہ بنائیں جیسا کہ اس کی حیات میں تعظیم تھی ویسا ہی قبر کی تعظیم ہے۔ کذا فی الکتاب الدینیۃ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: صفا پر ایک بت تھا اور مروہ پر بھی ایک بت تھا اور اہل جاہلیت ان کا طواف اور مسح کرتے تھے، پس جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان کے درمیان طواف کو مکروہ جانا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ بے شک صفا و مروہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پس ان اَدلۂ شرعیہ سے کئی اکابر علما نے طواف قبر کو غیر مشروع وحرام لکھ دیا ہے جن میں سے تفسیر فتح العزیز کی نقل اوپر گزر چکی ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضرت ختم المحدثین والمفسرین صاحب تفسیر فتح العزیز رحمۃ اللہ علیہ '**بیہقیٔ وقت**' فرمایا کرتے تھے اور ان کا ظاہر باطن کے علوم میں '**وحید العصر**' ہونا ان کی تصانیف سے ظاہر ہے مالا بد میں لکھتے ہیں کہ:

سجدہ کردن بسوے قبور انبیا و اولیا و طواف گرد قبور کدن و دعا از انہا خواستن ونذر برای انہا قبول کردن حرام است بلکہ بعضے چیز ہا بکفر میرسانند۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم برآنہا لعنت گفتہ است وازاں منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرایت نکفید۔انتہیٰ (۱)

بالفعل یہ دو کتابیں موجود تھیں جن کی نقل ثبت ہوئی۔ اب اخیر میں امام ابن الہمام جو حنفی المذہب میں مجتہد ہیں ان کی فتح القدیر سے ایک کلیہ نقل ہوتا ہے، فرماتے ہیں :

ویکره النوم عند القبر و قضاء الحاجة، بل أولیٰ و کل مالم یعهد في السنة، والمعهود منها لیس إلا زیارتها، والدعاء عندها قائما کما کان یفعل صلی الله علیه وسلم فی الخروج إلی البقیع ویقول: [السلام علیکم دار قوم مؤمنین وإنا إن شاء اللّٰه بکم لاحقون، أسأل اللّٰه لي و لکم العافیة] واختلف فی اجلاس القارئین لیقرء وا عند القبر والمختار عدم الکراهة . انتهی . (۲)

(۱) یعنی انبیا و اولیا کی قبور کی طرف سجدہ کرنا اور قبور کے گرد طواف کرنا اور ان سے دعا مانگنا اور ان سے نذر قبول کرنا حرام ہے بلکہ ان میں سے بعض چیزیں کفر تک پہنچاتی ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ تم میری قبر کو بُت نہ بنانا۔

(۲) یعنی قبر کے پاس سونا اور قضاے حاجت کرنا مکروہ ہے۔ سنت نبویہ کی روشنی میں اولیٰ یہ ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگی جائے۔ کیوں کہ جنت البقیع میں جا کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود یہ عمل فرماتے تھے۔ اور انھیں یوں خطاب کرتے: خانوادۂ مومناں! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے جلد ہی ملنے والے ہیں۔ میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے اَمن وعافیت کا خواستگار ہوں۔ نیز قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے کے سلسلے میں اہل علم کی مختلف آرا ہیں، تاہم مذہب مختار یہی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں!۔ (فتح القدیر:۳/۴۳۱)

پس غیر معہود از سنت کا مقابر میں کرنا مکروہ ٹھہرا تو طوافِ قبور جو مسنون چھوڑ کر مشروع بھی نہیں بن سکتا ہے کیونکر سخت مکروہ نہ ہو!۔

رہا یہ کہ ایک اور مولوی صاحب مجوزِ طوافِ قبورِ اولیاء اللہ نے یہ دلیل لکھی تھی کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں کے انبار کے گرد تین مرتبہ طواف کیا تھا جیسا کہ مشکوٰۃ میں حدیث بخاری سے لکھا ہے۔

سو فقیر کہتا ہے کہ یہ آپ کا گرد پھرنا ان خرما کے درختوں یا انبار کھجوروں کے جیسا کہ روایات بخاری میں لکھا ہے واسطے دعاے برکت کے تھا جیسا کہ حدیث بخاری باب **إذا قاض ...في الدين فهو جائز** کے آخر میں لکھا ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا دَین ادا ہو کر بہت سی کھجوریں بچ رہیں تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان درختوں میں چلے پھرے تھے تو میں نے یقین کر لیا تھا کہ ضرور ان میں برکت ہو جائے گی۔ دیکھو ص ۳۲۴ مطبوعہ مطبع احمدی میں۔

پس کلام تو اس میں ہے کہ کسی چیز کا سوائے کعبہ معظّمہ کے طواف تعظیمی واسطے حاصل کرنے ثواب یا برکت کے شرع میں ثابت نہیں اور اس پر یہ دلیل قائم کرنی بالکل لغو اور بے محل ہے۔ البتہ اس سے اتنا پایا گیا کہ اگر کسی بزرگ کے گرد پھرنے سے کسی قرض دار کے حال میں برکت پڑ جائے اور تھوڑی سی چیز سے بہت سا قرض اَدا ہو جائے تو اس بزرگ کا گرد پھرنا بجا ہے، اور طوافِ قبور جو شرعاً غیر مشروع ہے اس سے اس حدیث کو کیا تعلق!۔ مطافِ معظم کے طواف پر طائف معظم کی دلیل لانی اہل علم کے نزدیک ہیچ پوچ بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نیک سمجھ عطا فرمائے اور دین اسلام میں خلل اندازی سے بچائے۔ **واللّٰہ هو الموفق .**

فقیر نے جو یہ تحریر کی ہے محض خیر خواہی دین اسلام و رضا جوئی رب العالمین کے واسطے ہے۔ خدانخواستہ کسی بزرگ آدمی اپنے دوست دینی کی خاطر آزاری وغیرہ ہرگز ہرگز منظور نہیں ہے۔ **واللّٰہ علیم بذات الصدور .**

اوسبحانہٗ وتعالیٰ شانہٗ اہل سنت کے ایسے بے جا اِختلافات کو رفع فرما کر اتفاق نصیب کرے کہ

مخالفین کے ریش خند نہ ہوں۔

آمین یا رب العلمین و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہٖ وخیر خلقہٖ محمّدٍ وعترته أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین .

امر برقمہ فقیر غلام دستگیر الہاشمی الحنفی القصوری کان اللّٰہ لہ

أصاب من أجاب . العبد فقیر غلام محمد بگوی عفی عنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود

مجیب مصیب ہے۔العبد سید غلام حسین عفی عنہ قصوری خادم مسجد حضرت صاحبزادہ صاحب بقلم خود

ما فیہ صحیح وصواب ۔العبد حافظ غلام مصطفیٰ قصوری بقلم خود

من أیقن هذا فقد رشد واهتدی ومن أعرض عنه فقد ضل وغویٰ ،

العبد فقیر فضل حق صدیقی حنفی امام مسجد کلاں قصور بقلم خود

الجواب الصحیح ۔العبد محمد عبداللہ ٹونکی عفی عنہ اول مدرس عربی یونیورسٹی کالج، لاہور

المجیب المصیب ۔العبد فقیر خیر محمد عفی عنہ بہاول پوری

الجواب الصحیح ۔العبد جمعیت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ بہاول پور

الجواب الصحیح ۔خلیل احمد عفی عنہ مدرس بہاول پور

ما حرره الفاضل الجلیل کاف للمنصف العقیل لا المتعصب الذلیل واللّٰه الهادي الی سواء السبیل .

العبد نمقہ السید محمد زمان شاہ القصوری والخیر فوری عفی عنہ۔

تمام شد تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری غفر اللّٰہ لہ

عرضِ مرتبین

رسالہ 'کشف الستور عن طواف القبور' ۱۹۰۴ء میں خادم التعلیم پریس لاہور منشی عبدالعزیز کے اہتمام سے طبع ہوا۔ مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کا فتوی یہاں مکمل ہو گیا، اس کے بعد قدیم نسخہ میں ناشر نے کچھ دیگر علما کے فتاوی جات متعلقہ حرمت طواف قبور بھی شامل کر دیے تھے جنہیں ہم حذف کر رہے ہیں البتہ دیگر علمائے کرام کے اسمائے گرامی یہاں تحریر کیے جاتے ہیں:

۱۔ مولوی محمد حسین دہلوی

۲۔ سید محمد زمان شاہ خیر پوری تلمیذ مولانا غلام دستگیر قصوری (یہ فتوی خاصا طویل ہے اور دیگر علما کی تصدیقات سے مزین ہے، اس کا ترجمہ ہمارے فاضل دوست مفتی سعید صابر نعیمی صاحب نے کر دیا ہے، ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہوگا)

۳۔ مولانا قادر بخش صاحب، واعظ بہاول پور

علاوہ ازیں سید غلام مرتضٰی شاہ صاحب نے ایک استفتاء ترتیب دے کر علمائے حرمین شریفین سے بھی فتاوی و تصدیقات حاصل کی جو کہ رسالہ میں مندرج ہیں، ہم یہاں علمائے حرمین شریفین کے اسما پیش کر رہے ہیں کیونکہ ہماری تحقیق کا دائرہ کار مولانا قصوری کی تحریرات کا احاطہ کرنا ہے۔

۱۔ مولانا محمد صالح صاحب متوطن مکہ معظّمہ مفتی حنفیہ

۲۔ مولانا محمد سعید صاحب بن محمد بابصیل مفتی شافعیہ

۳۔ مولانا محمد حسین صاحب متوطن مکہ معظّمہ مفتی مالکیہ

۴۔ مولانا خلف بن ابراہیم صاحب متوطن مکہ معظّمہ مفتی حنابلہ

۵۔ مولانا عباس بن جعفر بن صدیق متوطن مکہ معظّمہ مفتی حنفیہ

۶۔ مولانا محمد حسین صاحب بن محمد السندھی الحنفی

۷۔ مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی حنفی مفتی مدینہ منورہ

تاريخ الطبع للعبد الظلوم الجهول غلام رسول الحنفي ساكن عادل گڈه مشتملا على إفتاء عدم جواز طواف القبور

بحمد اللہ از طبع کشف الستور
شکوک از دل مبتدع گشت دور
حق مسئلہ شد کما ہی عیاں
زحق رفت باطل چو ظلمت زنور
جو آب مصفا درو ہر جواب
بعدم جواز آمدہ بے قصور
طواف قبور از بزرگان دیں
نشد مروی الا ببہتان وزُور
کسے رانشد منفعت زیں طواف
بجز دور ماندن زقرب حضور
کنوں بوکہ ایں رسم بدتا ابد
نیارد درا سلام ہرگز ظہور
بسالش زانجام فتوی بخواں(۱)
۱۳۲۱ھ
روا نیست قطعاً طواف قبور

---

(۱) انجام فتوی مرادست از حرف اخیر فتوی کہ یا، است وعددش کہ دہ است در مادۂ تاریخ بطریق تدخلہ شمردہ می شود۔۱۲منہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

-: تصنیف :-

مفتی غلام دستگیر قصوری حنفی نقشبندی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ایک آٹھ ورقہ اشتہار سوالات من جانب عبدالوہاب معرفت محمد دین عرف چٹو پٹولی لاہوری کے مطبوعہ دیکھنے میں آیا جس کا جواب سائل نے قسمیں دے کر تمام علمائے اسلام سے طلب کیا ہے۔ اگرچہ ان سوالات سے ظاہر ہے کہ سائل کوئی غیر مقلد، کم علم، بے ادب شخص ہے جو علمائے دین کی توہین کرنی اورادنیٰ بات پر کافر کہہ دینے کا معتاد ہے جیسا کہ صفحہ ۳ سطر ۸ ص ۱۱ کے حاشیہ سے ثابت ہے، تو ایسے شخص سے مخاطب ہونا خلافِ مصلحت ہے۔

نیز کئی سوالوں میں جو بابت تقلید شخصی اوراس کے متعلقات کے استفسار ہے تو اولاً جواب ان کے دینی مبسوط کتابوں میں درج ہیں۔ ثانیاً مدت سے ان لوگوں کے رد و جواب کے رسائل میں چھپ کر شائع ہو رہے ہیں جو منصف اور طالب حق کے لیے شافی ووافی ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کو طلب حق بالکل منظور نہیں، ہٹ دھرمی پر کمر باندھ کر صرف اپنے ہم مسلکوں کا دل خوش کرنا اوران سے دُنیوی مفاد اٹھانا اورعوام اہل اسلام کا بہکانا منظور ہے، اس لیے اسی تقویم پارینہ کو پیش عوام کر رہے ہیں۔

پھر طرفہ تر یہ ہے کہ بنیاد ان کے مشرب کی محض افترا پردازی اورجعل سازی پر ہے، دوسرے فرق ضالہ سے اس بارے میں سبقت لے گئے ہیں جیسا کہ بیسواں سوال اس پر شاہد عادل ہے جس کو ایک نام کے مسلمان نے اس سے پیشتر بھی چھپوا کر نامۂ اعمال سیاہ کیا تھا اور کئی علمائے دین نے اس کے جوابات شائع کیے تھے۔

فقیر نے بھی رسالہ 'عروۃ المقلدین' کے اخیر اس کا رد لکھا تھا مگر یہ ناخدا ترس لوگ باز نہیں آتے۔ برائے نام مسلمان کہلا کر علاوہ بہتان بندی کے اسلام کو بدنام کیے جاتے ہیں، اس واسطے بھی ان کے رد و جواب میں کوئی فائدہ معتد بہا متصور نہیں ہے، مگر امت مرحومہ کی ہمدردی کی غرض سے فقیر کسی قدر تحریر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اوراہل اسلام کی ہدایت و اِستقامت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

سوالات کی عبارت حاشیہ پرنقل کر کے جواب متن میں لکھے جائیں گے۔(۱) اول تقلید کے متعلق سوالات کا جواب لکھ کر باقی سوالات کے جواب بعدازاں مرقوم ہوں گے کہ مناسب یہی ہےاورضروری بیان بھی وہی ہے۔

پہلاسوال

آپ کا کیا مذہب ہےاور جس مذہب کوآپ نے چنا ہےاس کی کیا دلیل ہےاور آپ کے مذہب کی کون کون سی کتابیں معتبر ہیں جن پرآپ کاعمل ہےاوران کو آپ خوب سمجھتے ہیں اورآپ کے مذہب کی کتابوں میں کوئی مسئلہ برخلاف کتاب وسنت کے بھی ہے یانہیں؟ اگر ہےتو آپ اس پرعمل کرو گے یانہیں؟ اگر کرو گے توکس دلیل سے۔اور قیامت کواللہ تعالیٰ کے آگے کیا عذر کرو گے۔اگر نہیں کرو گےتو اپنے مذہب سےنکل جاؤ گے یانہیں؟ (ص۲،۳)

جواب: ہمارااہل سنت و جماعت کے چار مذہبوں سے حنفی مذہب ہے جس کی حقیت کی دلیل قرآن وحدیث واجماع امت ہےاور بیان اس کا قرآن مجید کی تفسیروں اوراحادیث کی شرحوں اوراصول فقہ کی کتابوں میں شرح وارموجود ہےاورفقیر نے بھی رسالہ'تصریح ابحاث فرید کوٹ' میں بقدرضرورت اس امرکو مدلل لکھا ہے جو چھیاسٹھ(٦٦) علمائے کبار پنجاب و ہندوستان و ڈیرہ جات کی تصدیق سے مزین ہوکر۱۳۰۲ ہجری مقدس میں چھپ کرشائع ہوا تھا پھرایک دوغیر مقلدین لاہور نے جواس پر کچھ اعتراض کیے تھےتو اس کا جواب بھی اکابر علما کی تصحیح سے شائع ہوکر مکہ معظّمہ میں گیااوروہاں کے معتبراور معتمدعلما کی تحسین بلیغ سے بھی مستحسن ہوااوراحبا کوفرحت ودل افروزی اوراعدا کونکبت ودل سوزی نصیب ہوئی ۔

فالحمدللّٰه رب العالمین حمداً یوافی نعمه و یکافیٔ مزید کرمه .

(۱) اصل کتاب میں سوالات کو حاشیہ پر درج کیا گیا ہے ہم نے قارئین کی سہولت کے لیے انہیں متن کتاب میں درج کیا ہے۔مرتبین

اگر چہ اس تحریر میں دلیل حقیت ایک کی اربعہ مذاہب سے بیان کرنی چنداں ضروری نہیں کیونکہ دوسرے اور تیرہویں سوال سے ثابت ہے کہ سائل چاروں مذہبوں کو حق اور فرقہ ناجیہ مانتا ہے، صرف ایک پر عمل کرنے اور باقی تینوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ دریافت کرتا ہے، جس کا اپنے موقع پر جواب آئے گا، تاہم پانچویں سوال کے جواب میں یہ سب بیان کیا جائے گا۔

پھر ہمارے مذہب کی ظاہر روایت کی یعنی قوی تر کتابیں چھ(٦) ہیں (۱) جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب کے ارشاد سے جمع کی تھیں جو بنام مبسوط وزیادات وجامع صغیر وسیر صغیر وجامع کبیر وسیر کبیر کے مشہور ہیں۔

پھر امام حاکم شہید بلخی نے۔جو مستدرک حدیث کی کتاب کے مؤلف حاکم نیشاپوری کا استاذ ہے۔ چوتھی صدی کی ابتدا میں ان چھ کتابوں کو جمع کر کے ایک کتاب بنام کافی لکھی پھر ان کتابوں سے متن لکھے گئے جن میں قدوری، مختار، کنز، وقایہ چار متن مشہور ہیں اور چاروں متنوں میں سے ایک کتاب بنام ملتقی الابحر بھی تیار ہوئی پھر ان متنوں کی شرحیں مرتب ہوئیں جن کا متنوں کے بعد اعتبار ہے اور فتاوی بھی فقہ کی کتابیں ہیں مگر متنوں اور شرحوں سے بعد معتبر ہیں۔اور فتاووں میں جو روایت متنوں اور شروح سے مخالف ہوگی وہ غیر معتبر شمار کی جائے گی، الغرض حنفی مذہب کی معتبر کتابوں میں کوئی مسئلہ برخلاف کتاب وسنت کے نہیں ہے بلکہ ہر مسئلہ کتاب یا سنت یا اجماع امت سے مستند ہے جیسا کہ مبسوط ومدلل کتابوں میں ان کے دلائل لکھے ہوئے موجود ہیں۔

دوسرا سوال

یہ چار مذہب مشہورہ حنفی شافعی مالکی حنبلی اور سوائے ان کے اور مذاہب اہل سنت کے جو ہیں سب ہدایت پر ہیں یا نہیں؟ اگر کہو سب ہدایت پر ہیں تو فرمائیں کہ یہ

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار میں لکھا ہے کہ ان چھ کتابوں کو ظاہر الروایت اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی روایت امام محمد رحمہ اللہ سے ثقات رواۃ کے ساتھ ہے پس یہ کتابیں امام سے ثابت ہیں خواہ متواترۃ یا مشہورۃ دیکھو۔ص ۴۷ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد میں۔۱۲

بات دل سے کہتے ہو یا محض زبان سے؟ اگر نری زبان سے کہتے ہو تو یہ خصلت منافقت ہے اگر دل سے کہتے ہو تو تمام مذاہب اہل سنت پر عمل کیوں نہیں کرتے ہو اس کے کیا معنی کہ تمام مذاہب اہل سنت حق اور ہدایت پر ہوں ان میں سے ایک پر تو عمل ہونا واجب ہو اور باقی تمام مذہبوں پر عمل کرنا حرام؟ وہ واجب کس نے کیا اور یہ حرام کس نے کیا؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ یہ حکم قرآن میں ہے یا حدیث میں؟۔(ص۳سطر۵تا۱۲)

جواب: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، یہ چاروں مذہب ہی اہل سنت میں مشہور ہیں چنانچہ تیرہویں سوال میں خود سائل نے بھی ان کو فرقہ ناجیہ مانا ہے پس اس جگہ جو سوائے ان کے اور مذاہب اہل سنت کے بیان کرتا ہے یہ اس کی خانہ ساز واہیات بات ہے۔ پانچواں کوئی مذہب عرب وعجم میں رائج نہیں ہوا جس کو فرقہ اہل حق نے مانا ہو پس سائل جو سوائے چار مذہب کے اور مذاہب اہل سنت بیان کرتا ہے محض غلط ہے۔ یہی چار مذہب حق ہیں اور علماے دین یہ بات دل سے کرتے ہیں جو علماے دین پر بدگمانی کر کے معاذ اللہ منافقانہ صفت سے موصوف کہتا ہے، ہادی حقیقی اس کو ہدایت کرے کہ ایسے ناشائستہ کلمات سے سچی توبہ کر کے اسلام کو بدنام نہ کرے۔

یہ بات کہ چاروں مذاہب سے ایک پر عمل کرنا واجب اور باقی پر عمل حرام، کسی نے بھی اہل اسلام سے نہیں کہی ہے۔ خدا کرے ذہن دریدہ کوئی نہ ہو کہ جو افترا اس کے دل میں آئے زبان پر لائے۔ اہل سنت کا مشہور مسئلہ ہے کہ چاروں مذہب کے مقلدوں کو اپنے اپنے مذہب پر کاربند رہنا واجب ہے اور بلاضرورتِ ملجئہ دوسرے مذہب پر عمل کرنا نہ چاہیے تاکہ تلاعب فی الدین وتشبیہ بالکافرین نہ ہو جائے جیسا کہ اپنے موقع پر دلیل وجوب تقلید شخصی میں مذکور ہوگا۔ فانتظرہ .

تیسرا سوال

ان چار مذاہب میں ایک کی تقلید واجب جان کر کری باقی تین مذاہب کو چھوڑا تو

کیا جان کر چھوڑا اور جبکہ ایک ہی مذہب پر عمل کیا اس سے کل دین محمدی پر عمل ہو سکتا ہے تو کس دلیل سے، اگر نہیں تو پوری اور کامل اطاعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی مقلد کس طرح کر سکتا ہے؟۔(ص۳سطر۱۳تا۱۷)

جواب: جبکہ ہر مذہب کے مقلد کو اپنے مذہب کے مسائل میں کفایت حاصل ہے یعنی جمیع جزئیات و واقعات کا جواب اور فتوی ہر مذہب میں موجود ہے جیسا کہ اپنے محل پر ثابت ہو چکا ہے بلکہ مشاہدہ ہے تو ایک مذہب کے مقلد کو دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی حاجت نہ رہے، اس لیے باقی تین مذاہب کو چھوڑا اور خدانخواستہ اس ترک کی وجہ کسی قسم کی بدظنی وغیرہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے استطاعت والوں کو چار نکاح تک کی اجازت دی ہے پھر جس استطاعت والے نے ایک پر ہی کفایت کی تو یہ نہ کہا جائے کہ اس نے قرآن کے اس حکم پر عمل چھوڑا تو کیا جان کر چھوڑا۔

ظاہر ہے کہ اس نے بہت اچھا کیا کہ اقسام ظلم و حق تلفی سے بچا جس میں اکثر دو یا زیادہ جوروؤں والے مبتلا ہو کر روسیاہیِ دارین حاصل کر رہے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔علی ہذا دو یا زیادہ مذہبوں پر عمل کرنے میں کئی قباحتیں موجود ہوتی ہیں جس کا ذکر عن قریب آتا ہے۔اور یاد رہے کہ مثال میں جمیع وجوہ سے مساوات شرط نہیں ہوتی اور چونکہ سائل نے ابتدا ان سوالات کے، نیز انتہا میں چاروں دلائل شرعیہ سے جواب مانگے ہیں تو یہ چاروں دلائل شرعیہ پر عمل ہر مذہب میں اربعہ مذاہب سے موجود ہے تو ایک مذہب کے مقلد کو بے شک پوری اور کامل طور سے اطاعت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والثنا کی حاصل ہے۔کما لا یخفی علی من لہ ادنی من۔۔۔۔

پانچواں سوال

تقلید شخصی کے واجب ہونے پر کیا دلیل ہے؟ اگر کہو کہ اجماع ہے، تو یہ اجماع کب ہوا اور کہاں ہوا؟ مکہ معظّمہ میں ہوا یا مدینہ منورہ میں۔عرب میں یا عجم میں؟ اور کس قسم کا اجماع ہے اور اجماع کرنے والے کون لوگ ہیں۔صحابہ کرام یا

تابعین، یا مجتہدین یا مقلدین؟ بروایت صحیح متصل الاسناد بیان فرمائیں اور اجماع کی کیا تعریف ہے، بیان کیجیے۔(ص۴سطر۳تا۷)

جواب : تقلید شخصی کے وجوب پر بہت سے دلائل ہیں، بعض دینی کتابوں میں ساٹھ(۶۰) سے زیادہ دلیلوں سے تقلید شخصی کا ثبوت لکھا ہے، مگر اس جگہ بنظر اختصار تھوڑا سا لکھا جاتا ہے۔واضح رہے کہ بحکم آیت: **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** وآیت: **اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ** الآیۃ اورسواان کےاورکئی آیات سے مجتہدین دین کی اطاعت یعنی تقلید کا حکم ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ امام مجتہد مقبول اور مطاعِ امت مرحومہ چار ہیں جن کے چار مذہب اہل سنت میں رائج ہیں۔

اُصول میں چاروں کا اتفاق ہے،فروع میں کسی قدر اختلاف ہے جو سبب ہے رحمت کا—**کما ستقف علیه**— جب کسی مسلمان نے ان چاروں سے کسی ایک کی تقلید اختیار کی تو وہ قرآن مجید کے حکم کی فرماں برداری سے عہدہ برآ ہوگیا، پس اگر ایک امام کا مقلد دوسرے مذہبوں پر بھی عمل کرے یعنی چاروں کا مقلد بنے تو اس میں کئی سخت قباحتیں ہیں جن میں سے بعض قباحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی قباحت: یہ ہے کہ دو یا زیادہ مذہبوں کی تقلید سے تلفیق بھی واقع ہوجاتی ہے جو باطل ہے۔مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ شاہِ بخارا کے دس(۱۰) سوالوں کے جواب میں لکھتے ہیں کہ تین وجہ سے دوسرے مذہب پر عمل کر لینا روا ہے،لیکن ان تینوں وجہوں میں ایک شرط اور بھی ہے کہ تلفیق واقع نہ ہو یعنی بسبب عمل کرنے کے دوسرے مذہب پر ایسی صورت پیدا ہو جو دونوں مذہبوں میں ناروا ہے جیسا کہ فصد کو ناقض وضو نہ جانے اور بعد الفصد اسی وضو سے امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے تو یہ نماز کسی مذہب میں بھی روا نہ ہوئی۔وضو تو حنفی مذہب پر باطل ہوگیا یعنی فصد سے اور نماز شافعی مذہب پر باطل ہوئی۔یہ ترجمہ ہے عبارت جواب کا۔اور ردالمحتار علی الدرالمختار میں اس کی مثال یہ لکھی ہے کہ متوضی کے بدن سے خون جاری ہوا، نیز اس نے عورت کو لمس کیا پھر اسی وضو سے نماز پڑھ لی تو شافعی حنفی دونوں مذہب کے رو سے نماز ناروا ہوئی۔انتہی مترجماً

یعنی خون کے نکلنے سے حنفی مذہب پر وضو باطل ہوا اور عورت کے مس کرنے سے شافعیوں کے

نزدیک وضوٹوٹا تو دونوں مذہبوں کی رو سے یہ نماز ناروا ہوئی، حالانکہ دونوں مذہبوں پر عمل کیا تھا۔ اورعلی ہذاالقیاس بہت سی صورتوں میں دو یا زیادہ مذہبوں پر عمل کرنے سے تلفیق واقع ہوکر وہ عمل سب کے نزدیک باطل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ قلیل پانی نجاست دار سے وضوکر کے بعض سر کا مسح کیا اور نماز پڑھ لی اور نیز کم دہ دردہ پانی نجاست دار سے وضوکیا اور بعض سر کا مسح کیا اور نماز پڑھ لی اور یا کم دہ دردہ نجاست دار پانی سے وضو کر کے نماز میں الحمد نہ پڑھی تو ان سب صورتوں میں چاروں اماموں کے نزدیک نماز نا روا ہوئی، حالانکہ چاروں کے مذہب پر عمل کیا تھا اور ایسی ہی صدہا صورتیں ہیں کہ بسبب ترکیب کے بالا تفاق عمل باطل ہو جاتا ہے اور مدارالحق وغیرہ جواب معیار الحق میں بہت ہی کثرت سے ایسی صورتیں لکھی ہیں۔ **من شاء فلینظر ثَمَّه .**

دوسری قباحت: دویازیادہ مذہبوں پر عمل کرنے سے تشبیہ بمعاملہ کفار ہے یعنی ایک دفعہ سوسمار یعنی گوہ وموش دشتی یعنی جنگلی چوہا، خار پشت، لومڑ، نیولا کو شافعی مذہب کی رو سے حلال جان کرنوشِ جان کرلیا پھر جب طبع ان سے متنفر ہوئی تو بموجب مذہب حنفی کے ان چیزوں کو حرام جان کر کھانا ترک کر دیا تو یہ معاملہ کفار کا سا ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے :

يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا o (سورۂ توبہ:۹/۳۷)

یعنی ایک چیز کو اب کے سال حلال جانتے ہیں اور دوسرے سال اسی کو حرام مانتے ہیں۔

علمائے دین بحکم حدیث **من تشبہ بقوم فھو منھم** کے بدعتیوں سے مشابہت کو ناروا لکھتے ہیں تو کفار کی مشابہت ان کے شعار میں لامحالہ سخت بے جا ہوکر ان سے بنا دے گی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

تیسری قباحت: جو شخص ہر مذہب سے اپنا مفاد دیکھ کر عمل کر لے گا تو علاوہ اس کے کہ تقییداتِ شرعیہ کو باطل کرنا اور اتباعِ ہوا ہے، **تلاعب فی الدین** بھی ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ جواب سوالات عشرہ میں لکھتے ہیں کہ تین وجہ ضرورت کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرنا مکروہ قریب بحرام ہے، کیونکہ یہ تلاعب فی الدین ہے۔ مترجماً

چوتھی قباحت: دو یا زیادہ مذہبوں پر عمل کرنے سے رحمت کا اٹھانا ہے۔ بیان اس کا

مختصراً یوں ہے کہ کتاب الجمع بین الصحاح امام رزین رحمہ اللہ میں حدیث شریف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کا حال اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو حق تعالیٰ نے وحی فرمادی: یا محمد (ﷺ) تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں بعض بعضوں سے بہت روشن ہیں اور سب کے لیے روشنی ہے جس نے ان کے اختلاف سے کسی چیز کو پکڑا پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ یہ ترجمہ ہے اس حدیث کا مشکوٰۃ سے۔

اور فقیر نے ریاست بہاول پور کے قاضی القضاۃ محمود الدین صاحب مرحوم کے کتاب خانہ کی شرح طیبی قلمی پرانی دیکھی جس میں مشکوٰۃ بھی تمام وکمال مرقوم ہے اس میں اخیر اس حدیث رزین کے یہ حدیث بھی لکھی ہوئی ہے :

أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم .(۱)

اور اس کے پیچھے لکھا ہے رواہ رزین یعنی یہ حدیث بھی کتاب الجمع بین الصحاح رزین میں مروی ہے، نیز بائیس (۲۲) حدیث اور فقہ کی معتبر کتابوں سے حدیث شریف :

اختلاف أمتی رحمة و ان اختلاف الائمة رحمة للأمة .

رسالہ تصریح ابحاث فریدکوٹ میں منقول ہے جس سے علمائے کبار نے ثابت کیا ہے کہ اختلاف فروعی مجتہدین دین کا امت کے لیے رحمت ہے۔ پس جب کسی شخص نے چاروں مذہبوں پر عمل کرلیا تو اس رحمت کو اٹھا کر زحمت کو اختیار کیا گیا۔ معنی کہ اختلاف فروعی تب ہی قائم رہے گا جب چاروں مذہبوں کے پیرو اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے، ورنہ اختلاف موجب رحمت رفع ہوکر زحمت مزاحمت کرے گی۔

تقلید شخصی کا ثبوت اس سے بڑھ کر رسالہ تصریح ابحاث فریدکوٹ میں بجابجاے متعددہ موجود ہے جس نے بسط کے ساتھ اور جواب اعتراضات غیر مقلدین کے دیکھنے ہوں اس میں دیکھے۔ غور کرنے والے اہل علم کے واسطے حدیث: **أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم** سے تقلید شخصی کا عمدہ ثبوت حاصل ہوتا ہے کہ ہر ایک مجتہد کی پیروی سے ہدایت منصوص ہے۔

(۱) جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۸/۵۵۶ حدیث: ۶۳۶۹ ...... کشف الخفاء: ۱/۱۳۲۔ رواہ البیہقی واسندہ الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

رہا یہ کہ کئی غیر مقلد قاضی شوکانی کی سند سے اس حدیث قدسی (۱) اور حدیث نبوی (۲) کو ضعیف موضوع باطل کہتے ہیں اور حاشیہ شرح مسند امام اعظم مطبوعہ لاہور پر بھی یہ بات درج ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی شوکانی کا قول جو تیرہویں صدی میں ایک شخص مخالف ائمہ اربعہ کے گزرا ہے بمقابلہ کتاب الجمع بین الصحاح امام رزین کے جو پانچویں صدی میں تالیف ہوکر دوسرے طبقے سنن اربعہ میں شمار کی جاتی ہے کب باور ہوسکتا ہے اور علاوہ اس کے بہت سے محدثین وعرفا مشہورین مثل عارف شعرانی وشیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وعلامہ علی قاری وشاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز وغیرہم (۳) رحمۃ اللہ علیہم کی کتابوں میں حدیث **أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم** موجود ہے پس ان سب علمائے کبار کے برخلاف ہوکر باتباع قول بلا دلیل شوکانی کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کو جھوٹا بنانا سوائے غیر مقلدین کے کسی مسلمان کا کام نہیں ہے!۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ جو لوگ غیر مقلد تقلید شخصی مجتہد مقبول کو شرک وحرام کہتے ہیں علاوہ مخالفت ان دلائل شرعیہ مذکورہ بالا کے اور نیز تکفیر وتفسیق کروڑہا اہل اسلام خواص وعوام کے جو قدیماً حدیثاً اسی تقلید شخصی کے پابند رہے قرآن مجید وحدیث شریف کے بعض صریح حکموں سے صاف منکر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا یُبْدِئُ الْبٰطِلُ وَ مَا یُعِیْدُ ۝ (سورۂ سبا:۳۴/۴۹)

یعنی کہہ دو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا دین سچا اور جھوٹ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتا اور نہ پھیرتا ۔کذا فی موضح القرآن وغیرہ۔

یعنی شیطان وغیرہ شرک وغیرہ کے کرانے سے ناامید ہوئے ۔کذا فی التفاسیر المشہورہ۔ اور صحیح بخاری کے فتح مکہ کے تیسرے باب اور کتاب تفسیر میں بھی بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ میں تشریف لائے اور بیت اللہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے پس آپ اپنی چوب دستی ان کو چبھاتے اور فرماتے :

---

(۱) یعنی **سئلت ربی عن اختلاف اصحابی الحدیث** جس کا ترجمہ اوپر گزرا ہے۔

(۲) یعنی اختلاف اصحابی رحمۃ کو۔منہ عفی عنہ

(۳) ردالمحتار میں بسند مقاصد حسنہ لکھا ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے سند منقطع حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔دیکھو ص ۴۶، ۷ ہ مطبوعہ مصر کے جلد اول کا۔منہ عفی عنہ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبٰطِلُ اِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ٥ (سورۂ بنی اسرائیل:۸۱/۱۷)☆

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبٰطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ٥ (سورۂ سبا:۴۹/۳۴)

اور کئی تفاسیر اور سیر کی کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پھر مشکوٰۃ کے باب الوسوسۃ میں صحیح مسلم سے بروایت جابر رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک شیطان نا اُمید ہوا اس سے کہ جزیرۂ عرب کے مسلمان اس کی پرستش کریں ولیکن مسلمانوں کے باہم جدال وقتال کی برانگیخت میں ہے، یہ ترجمہ ہے صحیح حدیث کا۔ اور مرقات سے حاشیہ مشکوٰۃ پر منقول ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جزیرۂ عرب مکہ و مدینہ ویمن ہے۔ اور مجمع البحار میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جزیرۂ عرب حرمین و یمامہ ہے۔ انتہی۔

پس قرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حرمین شریفین میں دین اسلام شرک سے نہ بدلے گا اور ظاہر ہے کہ حرمین شریفین میں بھی صدہا سال سے تقلید شخصی ہی رائج ہے بلکہ چار مصلّے چاروں مذہبوں کے وہاں ہی ہیں، تو تقلید شخصی کو شرک وحرام کہنے والے قرآن مجید و صحیح حدیثوں کے اس حکم کے منکر ٹھہرے۔ **نعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور.**

رہا یہ جو سائل اجماع کا حال پوچھتا ہے سو معنی اجماع کے محققین کے نزدیک اتفاق ہے مجتہدین کا خواہ کسی طبقہ کے ہوں ایک حکم شرعی پر۔ کما فی مسلم الثبوت ونہایۃ الوصول وغیرہما۔ اور انہیں کتابوں سے یہ بھی واضح ہے کہ اجماع میں قوم مجمعین کا ضروری نہیں ہے یعنی بلکہ فعل اور سکوت اور تقریر سے بھی اجماع ثابت ہو جاتا ہے۔ کما فی المنار وشرحہ۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کتاب 'ازالۃ الخفاء' میں لکھتے ہیں کہ تیسرا اصول شریعت سے اجماع ہے اور وہ اجماع جو ہمارے زمانہ کے لوگوں کے خیال میں ہے کہ جمیع امت مرحومہ کا اتفاق ہو اور کوئی ایک بھی ان سے باہر نہ ہو اور سب زبان سے اقرار کریں خیال محال ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا ہے۔ کوئی اجماعی مسئلہ نہیں مگر یہ کہ فی الجملہ اس میں خلاف منقول ہو گا۔ اجماع کثیر الوقوع اہل حل وعقد مفتیان امصار کا اتفاق ہے۔ الخ

☆ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

یہ ترجمہ ہے ازالۃ الخفا کی فارسی عبارت کا۔ دوسرے مقصد کے صفحہ ۸۵ مطبوعہ بریلی میں ہے اورساری اس عبارت کے ملاحظہ سے منصفوں کے بہت سے خدشے رفع ہوسکتے ہیں اب اس مذکور کو یادرکھ کرآگے سنیئے کہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ درمختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے: اے ایمان دارو! فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی اتباع کرو کہ حق تعالیٰ کی مدد اور توفیق ان کی موافقت میں ہے، اوران کی مخالفت میں غضب الٰہی ہے اور یہ فرقہ ناجیہ آج جن مذاہب اربعہ حنفی مالکی شافعی حنبلی میں جمع ہے جو شخص ان مذاہب سے خارج ہے اس زمانہ میں تو وہ بدعتی اور ناری ہے۔ یہ ترجمہ ہے عربی عبارت کا۔

ایسا ہی امام الحرمین، امام فخرالدین رازی، امام ابی الفتح بغدادی، امام غزالی، ابن الصلاح، ابن السمعانی، علامہ تقی الدین سبکی، عارف شعرانی اور مولانا قاری و علامہ محمد طاہر فتنی وغیرہم من المحققین سے تصریحات منقول ہیں جو انتصار الحق جواب معیار الحق میں مع جواب جمیع شبہات غیر مقلدین کے مرقوم ہیں جس نے تفصیل وار دیکھنا ہو انتصار الحق اوراس کے جواب الجواب کو ملاحظہ کرے۔

الغرض! جیسے یہ مذاہب اربعہ رائج ہوئے جس کو ایک ہزار سال سے زیادہ مدت کہنا چاہیے تب سے اہل سنت ان چاروں مذہبوں میں ہی منحصر ہیں۔ یعنی استقرا اور جستجو سے دریافت ہوتا ہے کہ نیکوکاران اسلام انہیں چار مذہب میں سے کسی مذہب کے ساتھ متمذہب ہیں یہاں تک کہ مصنّفین کتب صحاح ستہ اور دوسرے محدثین بھی کسی نہ کسی امام مجتہد کے مقلد ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الانصاف' میں تصریح کی ہے۔ کمافی الفتح المبین وغیرہ۔

اب اس متعاد خواص وعوام اہل اسلام سے معلوم ہوا کہ سوائے ان چار مذہب کے کوئی سبیل مومنین اور طریق مختار صالحین کا نہیں ہے، پس بحکم آیت وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۝ (۱) کے مخالف ان اربعہ مذاہب کا جو بھی سبیل المومنین ٹھہرا بدعتی اور ناری ہوا۔ والعیاذ باللہ۔

---

(۱) اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ کنزالایمان سورۂ نساء: ۴/۱۱۵۔

اوراس سوال میں جو سائل نے بروایت صحیح متصل الاسناد جواب طلب کیا ہے سو ہمارے علمائے دین نے جو ایسے اہم مسائل لکھے ہیں تو صحیح سندوں سے لکھے ہیں مگر چونکہ علم حدیث اور مدلل کتابوں کے سوا دوسرے علوم کی کتابوں میں ذکر اسناد کا دستور نہیں اور مصنّفین اہل اسلام کو خود ان کا لکھنا ہی کافی ہے اور منکر کو سند صحیح کیا قرآن مجید کی نص بھی غیر وافی ہے پھر لاکھ ہا علما کروڑ ہا صلحا جو اس سے پہلے گزر چکے وہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہب کے پابند تھے کیا وہ سوائے سند صحیح کے اور اجماعِ مجتہدین کے اس تقلید شخصی کے پابند رہے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ اس تقلید شخصی میں اگر ذرّہ بھر بھی کسی قسم کا خلل ہوتا تو فرقہ ناجیہ اہل سنت کا اسی پر مدار رکھنا بالکل غیر ممکن تھا۔ **فافهم وانصف ولاتكن من القاصرين .**

اور یہ خیالات غیر مقلدین کے کہ تقلید شخصی شرک اور مقلدین مشرکین ہیں۔ان شاء اللہ تعالٰی۔کسی مسلمان کے دل میں کبھی خواب میں نہیں خطور کرتے۔واللہ ھوالھادی۔

تقلید اہل باطل کی جو شرک وحرام ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو مستقل جان کر اس کی تقلید کرے اور اس کا کہنا باوجود یہ کہ مخالف احکام الٰہی کے ہو، مانا جائے جیسا کہ تفسیر فتح العزیز وغیرہ دینی کتابوں میں مذکور ہے، جس کا ذکر بقدر کفایت رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں موجود ہے۔ **من شاء فلينظر ثمه .**

اور یہ تقلید تو کسی امام کی ائمہ مجتہدین دین سے نرا دین ہے جو من جانب شرع عمل اس پر مامور بہ ہے۔ واللہ ہوالموفق۔

بارہواں سوال

وہ مسائل کون سے ہیں جن پر عمل کر کے حنفی حنفیت سے نکل جاتا ہے اور جو کوئی کسی مسئلہ میں حدیث پر یا امام شافعی وغیرہ کے قول پر عمل کرلے وہ حنفیت سے نکل جاتا ہے یا نہیں؟ اگر نکل جاتا ہے تو اہل سنت و جماعت رہتا ہے یا نہیں؟۔

(ص۷سطر۷تا۱۰)

جواب: حنفی جب اپنے مذہب کے مخالف عمل کرے بلا کسی ضرورت ملجئہ کے تو بلا شک حنفیت سے نکل جائے گا اور جب ہر مذہب میں مذاہب اربعہ سے عمل بالقرآن والحدیث ہی ہے تو پھر کسی مسئلہ میں حدیث پر عمل کرنے کے کیا معنیٰ؟۔جس نے چاروں مذہبوں سے کسی ایک مذہب پر عمل کیا بلا شبہ اس نے قرآن وحدیث واجماع پر عمل کرلیا۔

اور حنفی کو شافعی وغیرہ مذہب پر عمل کرنے کی اجازت تین صورت میں ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ رسالہ جواب سوالات عشرہ میں لکھتے ہیں :

اگر حنفی المذہب بر مذہب شافعی عمل نماید در بعض احکام بیکے از وجہ سہ جائز ست اول آں کہ دلائل کتاب وسنت در نظر او در آں مسئلہ مذہب شافعی را ترجیح دہد دوم آں کہ در حنفی مبتلا شود کہ گذارہ بدوں مذہب شافعی نماند۔(۱)

پھر بعد ازاں تلفیق کے واقع ہونے سے عمل دوسرے مذہب پر ناروا لکھ کر اخیر میں تحریر فرماتے ہیں :

واگر سوائے ایں وجوہ ثلثہ ترک اقتدائے حنفی نمودہ اقتدائے شافعی کرد یا بالعکس مکروہ قریب بحرام ست زیرا کہ لعب ست در دین۔انتہی (۲)

اب اس جگہ یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مذہب کی دلیل کا ضعف معلوم کرنا اور دوسرے مذہب کو ترجیح دینا اور علیٰ ہذا احتیاط میں نظر کرنا یہ دونوں وجہ عوام بلکہ علما اس وقت کے واسطے بھی نہیں ہیں، دلیلوں میں نظر کرنے کا اہل ہونا مجتہدین کا کام ہے۔خود حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ بھی مدت العمر حنفی مذہب کے ہی پابند رہے اور فقہ حنفی کی کتابوں سے افتا فرماتے تھے جس پر بھی رسالہ شاہد ہے اور درمختار میں ہے :

و اما نحن فعلينا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو أفتوا في حيوتهم.

ردالمحتار میں ہے کہ مقلدین کو مخالفت مذہب کی وسعت نہیں ہے۔صفحہ ۵۳ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد میں دیکھو۔

(۱) رسائل خمسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی،ص:۱۵ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ

(۲) رسائل خمسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی،ص:۱۶ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ

پس دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی وجہ فی زمانناضرورت اور ضیق میں ہی مبتلا ہونا رہا۔ چنانچہ صاحب ردالمحتار علی الدرالمختار فتاوی خیریہ سے نقل کرتے ہیں :

فی الخیریة المقرر عندنا انه لا یفتی و یعمل الا بقول الامام الاعظم و لایعدل عند الی قولهما او قول احدهما او غیر هما الا الضرورة .

صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد۔

الحاصل بلاضرورت دوسرے مذہب پر عمل کرنا مکروہ قریب بحرام ہے کہ یہ لعب ہے دین میں کمامرنقلہ۔اور جب صدہا سال سے انہیں چار مذہبوں میں منحصر ہونا اہل سنت کا معلوم ہو چکا تو جو شخص ایک مذہب کا پابند نہ رہے اور موافق اپنی فکر کے جس مذہب سے مفاد اپنا دیکھے وہ کرلے اس کو تابع ہوائے نفس کہنا چاہیے،اہل سنت سے نہیں ہے،حقیقت میں ہادم مذاہب ہے اور دھوکہ دینے کے واسطے حدیث یادوسرے مذہب کا نام لے رہا ہے۔

درمختار وردالمحتار میں بہ نقل فتاوی بزازیہ و بحرالرائق وغیرہما کے لکھا ہے کہ ایسا کرنا یا فتوی دینا جس سے ہدمِ مذہب ہوٗ ناروا ہے۔باب تعلیق میں دیکھو۔

تیرہواں سوال

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت (کی امت میں) تہتر فرقے ہوں گے ایک فرقہ جو حضرت کے یاروں کے طریق (پر ہوگا) ناجیہ یعنی دوزخ سے نجات پانے والا ہے باقی بہتر دوزخ میں ہیں۔اب میں پوچھتا ہوں کہ ان مذہب مشہورین میں سے ناجیہ کون سا ہے؟ حنفی یا مالکی،شافعی یا حنبلی۔اگر کہو کہ سب ناجیہ ہیں تو گزارش ہے کہ حدیث میں تو ایک فرقہ ناجیہ آیا ہے،چار نہیں آئے اور اگر کہو کہ ایک فرقہ حنفیہ ناجیہ ہے،باقی سب دوزخی ہیں تو یہ بات تمام اہل سنت کے مخالف ہے۔اگر کہو یہ چاروں مذہب حقیقت میں ایک ہی فرقہ اور ایک ہی مذہب ہے اور یہی فرقہ ناجیہ ہے تو بے شک یہ بات حدیث کے موافق پڑے گی پس جب کہ یہ چاروں مذہب

ایک ہی مذہب ہےتو پھر کیا وجہ ہے کہ فرقہ ناجیہ کے چار حصوں میں سے تین حصہ کو ترک کردینا اور ایک حصہ کو اختیار کرنا اس کی دلیل بیان فرمائیں۔(صفحہ۷،۸)

جواب: اوپر کے جوابات سے اس سوال کا جواب بخوبی حاصل ہوگیا ہے یعنی کہ بے شک چاروں مذہب ایک فرقہ اہل سنت وجماعت ہے،ان میں سے ایک پر عمل کرنا تمام شریعت پر عمل کرنا ہے کیونکہ اصول میں چاروں متفق ہیں،فروع میں بھی ان کا عمل قرآن وحدیث وغیرہما پر ہی ہے۔پس ایک مذہب کے مقلد کو دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے مگر بوقت ضرورت کہ الضرورات تبیحُ المحظورات واقع ہے،اور چاروں کا خلط ملط کرنا بہت سی قباحاتِ شرعیہ کو لازم پکڑتا ہے۔کما مر ذکرہ فی الجواب الخامس۔

رہا یہ قول سائل کا کہ فرقہ ناجیہ کے چاروں میں سے تین حصوں کو ترک کردینا اور ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل بیان فرمائیں.انتہی یہ غلط فہمی یا تغلیطِ عوامی ہے کہ وہ ان چاروں کو ایک مذہب بتا رہا ہے،اور یہ نہیں سوچتا اگر یہ چار ایک ہی مذہب ہوتے تو ان کو چار مذہب کیوں کہا جاتا اور خود سائل نے بھی دوسرے تیسرے سوال میں ان کو چار مذہب سے تعبیر کیا ہے،پھر اس تیرہویں سوال میں بھی چار مذہب کہہ کر چاروں کے نام علاحدہ لکھتا ہے،اب چاروں کو جو ایک ہی مذہب لکھتا ہے تو یہ اس کی دھوکہ دہی ہے۔ہر عاقل کو یقین ہے کہ چار مذہب کو ایک ہی مذہب کہنا نرا جھوٹ ہے۔

چاروں مذہب فرقہ تو ایک ہے جس کا نام اہل سنت ہے مگر مذہب فروع مختلفہ میں علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں کہ ایک پر عمل کرنا تمام شریعت پر عمل کرنا ہے،نہ یہ کہ ایک پر عمل کرنا تین حصہ کو ترک کردینا ہے بلکہ ایک پر عمل کرنے سے دوسرے پر عمل کرنے کی حاجت نہیں ہے۔مع ہذا ممکن بھی نہیں ہے کہ مستلزم قباحات ہے۔دیکھو چار کتاب آسمانی ہیں چاروں پر ایمان لازم ہے مگر عمل چاروں پر غیر ممکن ہے۔آئندہ ہادیِ حقیقی نیک سمجھ عطا فرمائے اور دھوکہ بازوں سے مسلمانوں کو بچائے۔آمین یارب العالمین۔

چودہواں سوال

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خاص تصنیف کون کون سی کتابیں ہیں اور امام صاحب کا فرمانا افضل ہے یا ان کے شاگردوں کا قول افضل ہے؟ اگر امام صاحب کے قول کے برخلاف ان کے شاگردوں کا قول ہو تو کس کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور امام صاحب کے جس قول کو شاگردوں نے ۔۔۔۔دیا اس کو رد سمجھا ۔۔۔۔یا نہیں اور اس پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟۔(صفحہ۸)

جواب: منشا سائل کا اس سوال سے ظاہر کرنا قلت علم حضرت امام اعظم کا ہے جو اعلم ائمہ تھے، جیسا کہ ان غیر مقلدین نے مشہور کر رکھا ہے کہ امام صاحب کو تیرہ یا سترہ حدیث یاد تھیں اور یہ زعم رکھتے ہیں کہ کثرتِ تصانیف کثرتِ علم پر دلیل ہے اور یہ نہیں جانتے کہ حضرت امام صاحب کے زمان سعادت نشان میں علم درجلد خویش کو پسند کرتے تھے، نہ درجلد میش کو ورنہ فی الواقع امام صاحب کے علم کو نہ کوئی مجتہد پہنچ سکتا ہے نہ کوئی محدث، کیونکہ علم حدیث میں آپ کے چار ہزار استاذ ہیں-کذا فی مفتاح السعادت للمولی احمد آفندی المعروف بہ طاش کبری زادہ- اور آپ نے پانچ لاکھ حدیث سے پانچ حدیث(۱) انتخاب کر کے اس پر کاربند رہنے کی اپنے فرزند ارجمند کو وصیت فرمائی تھی-کذا فی جامع اصول اولیا للشیخ احمد کمشخانوی نقشبندی مجددی خالدی-

اور آپ کے چھوٹے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک کم' ہزار کتاب تصنیف ہے جن میں ایک کتاب سیر کبیر ساٹھ جلد میں ہے جس کو امام اہل شام اوزاعی علیہ الرحمہ نے دیکھ کر کہا تھا کہ اگر یہ کتاب متضمن احادیث کی نہ ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ مصنف اس کا واضع علم کا ہے اور بے شک اللہ

---

(۱) الاول: انما الاعمال بالنیات . والثانی من حسن إسلام المرء ترکه ما لا یعنیه . والثالث لایؤمن أحدکم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه . والرابع ان الحلال بین والحرام بین الحدیث . و الخامس المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده . جامع اصول الاولیاء فی وصایا ابی حنیفة رضی اللّٰه عنه ص ۲۷۸ مطبوعہ مصر من عینہ

تعالیٰ نے جواب باصواب کو اس کی رائے میں مقرر فرمایا ہے۔ کذا فی ردالمحتار ناقلاً عن طبقات التمیمی عن شرح السیر الکبیر للامام السرخسی۔

جب امام صاحب کے ایک شاگرد کی تصانیف اور وسعت علم کا یہ حال ہے تو آپ کے علم کمال کے بیان کی کس کو مجال ہے۔ پھر جمیع ائمہ مجتہدین اور صدہا اولیاے کاملین نے جو امام صاحب کے وفورِ علم وفہم وکثرتِ زہد وورع وعبادت واحتیاط وخوف خدا تعالیٰ کی تعریفات لکھی ہیں ان سے دفتروں کے دفتر پُر ہیں اور جس قدر اکابر علما، اولیا و بادشاہانِ اسلام وغیرہم خواص وعوام نے مذہب حنفی اختیار کیا ہے کسی دوسرے مجتہد مقبول کو اس قدر قبول حاصل نہیں ہوا ہے جیسا کہ صدہا دینی معتبر کتابوں میں درج ہے۔ فقیر نے بھی کسی قدر رسالہ 'عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان' اور رسالہ 'تصریح ابحاث فریدکوٹ' میں لکھا ہے۔

اللّٰهمَّ تقبل منی إنک أنت السمیع العلیم .

پھر امام صاحب کے قول کے برخلاف ان کے شاگردوں کا قول ہونا، نیز آپ کے قول کو شاگردوں نے رد کرنا جو سائل لکھتا ہے یہ اس کی دریدہ ذہنی ہے، ورنہ کوئی بھی ذی شعور اہل اسلام سے اس بات کا قائل نہیں کہ امام صاحب کے اقوال کو شاگردوں نے رد کیا اور کچھ ان کے مخالف فرمایا ہے۔ حاشا۔ بلکہ خود بڑے بڑے شاگردوں نے بھاری قسموں سے اقرار کیے ہیں کہ ہم نے امام صاحب کی روایات پر ہی عمل کیا ہے اپنی طرف سے کوئی قول بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ معتبرات سے ردالمحتار میں اس پر تصریح موجود ہے جو بقدر کفایت فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فریدکوٹ میں بھی لکھا ہے۔

ذرا غور کریں کہ جس امام مجتہد مقبول نے کوئی مسئلہ شرعیہ بیان کیا تو ضرور ماخذ اس کا قرآن یا حدیث یا اجماع یا قیاس ہوگا پس رد اس کا۔ معاذ اللہ۔ کسی دلیل شرعی کا ہی رد ہوا، اور یہ کام کسی دین دار مسلمان کا بھی نہیں ہے چہ جائیکہ علماے کبار کی طرف یہ بات منسوب کی جائے۔ صاحب درمختار نے بعض اکابر علما اور اولیا سے نقل کیا ہے۔

فلعنة ربنا أعـــــداد رملٍ

علی من رد قولَ ابي حنیفه

اوراوپر بارہویں سوال کے جواب میں معتبرات سے منقول ہو چکا ہے کہ فتوی اور عمل امام صاحب کے ہی قول پر چاہیے، مگر عندالضرورت کسی دوسرے کے قول پر علم روا ہے کہ **الضرورات تبیح المحظورات** وارد ہے۔

سولہواں سوال

فقہ حنفی کی کتابیں جوارد و میں ترجمہ ہوکر چھپی ہیں جیسے شرح وقایہ اور غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان کتابوں کے ترجمہ کرنے والے وہابی ہیں اور انہوں نے ان کتابوں میں اپنے مسئلے ملا دیے ہیں اس سبب سے یہ کتابیں لائق عمل کے نہیں رہیں، یہ بات سچ ہے یا غلط؟ اگر سچ ہے تو وہابیوں نے کون سے مسئلے کون کون سی کتاب میں ملا دیے ہیں ان مسائل کی پہچان کا کوئی طریقہ ہے اور ایسے مسئلے وہابیوں نے اردو کی کتابوں میں ملا دیے ہیں یا عربی فارسی کی کتابوں میں بھی ملا دیے ہیں اور جبکہ وہابیوں نے ان کتابوں میں خراب مسئلے ملا دیے ہیں تو اب حنفی کون کون سی کتابوں پر عمل کریں؟۔(ص۹ سطر۳ تا ۱۳)

جواب: فقہ حنفی کی اصل کتابوں کا جیسا اعتبار ہے اس زمانہ کے ترجموں کا ویسا اعتبار نہیں ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اصل قلمی کتابوں سے بعض چھاپے کی کتابیں برابر نہیں ہیں اور پھر پہلے چھاپہ سے پچھلا چھاپہ بعض جگہ تفاوت ہے اس کا نمونہ ہم تفسیر فتح العزیز وغیرہ سے دکھا سکتے ہیں۔

اور یہ بھی قدیم سے فرقِ ضالہ کا دستور چلا آتا ہے کہ مذہبی مخالفت سے کتابوں میں تدلیس کر دیا کرتے پس بصورت شک احتیاط اور دین داری یہی ہے کہ کسی کے کہنے پر اعتبار نہ کرے، خصوص جب راوی کوئی مخالفین اہل سنت سے ہو جو بطور اعتراض والزام کے حنفیوں کی کتابوں سے کچھ بیان کر رہا ہے تو اس کی بات پر ہرگز اعتماد نہ کرے بلکہ اگر اہل علم ہے تو پرانی صحیح کتابوں سے مقابلہ

کرلے اور حامی اپنے مذہب کے دین دار و متبحر علما سے دریافت کرے تا کہ اس کا شبہہ مٹ جائے اور کسی کے دھوکہ میں نہ آئے۔ واللہ ہوالہادی۔

اٹھارواں سوال

۔۔۔۔۔۔کے پاس۔۔صحیح۔۔۔معارض اور نہ معلوم ہو اس کا ناسخ اور اس حدیث کے مخالف ہو فتوی امام ابوحنیفہ یا شافعی وغیرہ کا تو اس وقت اس حدیث پر عمل کرے یا امام کے فتوی پر؟۔(ص۱۰)

جواب: فتوی مجتہد مقبول کا ضرور ہے کہ بسند قرآن یا حدیث یا اجماع کے ہوگا اور در صورت نہ پانے حکم کے ان تینوں دلائل میں قیاس پر مبنی ہوگا، پس اگر کوئی حدیث صحیح مرفوع غیر معارض وغیر منسوخ مخالف فتوی مجتہد کے ملے تو اہل علم مبسوط مدلل کتابوں سے اور عامی کو اپنے مذہب کے علماے گرامی سے دریافت ہو جائے گا کہ اس کے امام کے فتوی کی دلیل قرآن یا حدیث یا اجماع سے ہے اور اس حدیث پر سبب کسی وجہ معقول کے مجتہد مقبول نے عمل نہیں کیا تو اب مقلد کو اپنے امام کی تقلید میں عمل بالقرآن یا حدیث وغیرہ نصیب ہے اس حدیث پر جو اس کے امام کے نزدیک مجروح ہے عمل ناروا ہے۔ اور اگر فتوی امام کا قیاس سے تھا اور پھر برخلاف اس کے حدیث غیر معارض وغیر منسوخ فرضاً مل گئی تو اہل مذہب اس حدیث پر عمل کرلیں گے کہ چاروں اماموں سے مروی ہے :

إذا صح الحديث فهو مذهبي .

اور یہ کام انہیں لوگوں کا ہے جو نصوص میں نظر کرنے کے اہل ہیں اور محکم منسوخ وغیرہما کی معرفت رکھتے ہیں، عوام اہل اسلام کا یہ منصب نہیں ہے۔ کذا فی ردالمحتار وغیرہ۔

چوتھا سوال

ایک شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔اور مضمون اس کا بموجب

فرمودہ علما۔۔۔۔۔۔۔کے سمجھ لیا لیکن نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے تو اس شخص کو اس حدیث پر عمل کرنا صواب ہے یا خطا۔ اگر خطا ہے تو کسی درجہ کی خطا ہے؟۔(صفحہ۴۔۳)

جواب: جو شخص حدیث شریف کا مضمون بھی خودنہیں سمجھ سکتا اور ناسخ منسوخ میں بھی امتیاز نہیں کرسکتا تو اس کا حدیث پر عمل کرنا نرا غیر مقلد بننا ہے اور سراسر خطا ہے۔کیا معنی کہ منسوخ پر عمل کرنا بالاتفاق حرام ہے جیسا کہ اپنے محل پر مبین ہے، پھر جب خود امام بخاری علیہ الرحمہ نے مسئلہ رباعیات میں محدث عامل بالحدیث کی اس قدر مشکل شرطیں بیان فرمائی ہیں جو جمیع علوم کے ماہر سے بھی پورا ہونا ان شرطوں کا دشوار بلکہ متعذّر رہے جس کو قسطلانی نے شرح بخاری کی ابتدا میں سند صحیح متصل سے لکھا ہے اور فقیر نے بھی رسالہ تصریح ابحاث فریدکوٹ میں اس کی اصل عبارت مع ترجمہ لکھی ہے، نیز امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ جس کو یہ شرطیں میسر نہ ہوں تو علم فقہ کو لازم پکڑے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور رتبہ فقیہ کا محدث سے کم نہیں ہے۔انتہی۔

پس زہے قسمت ہم مقلدین کی جو فقہ پر عمل درآمد رکھتے ہیں جس سے قرآن وحدیث واجماع وقیاس چاروں دلیلوں پر عمل حاصل ہو گیا اور فقہ وتقلید مجتہد سے انحراف کرنے والے سخت مخالف شرع ہو کر کوئی نیچری بن کر ضروریاتِ شرع کے منکر ہو گئے اور کوئی (۱) الہام کو مترادف وحی کے جان کر غیر نبی کو نبوت کے خاصے ثابت کرنے لگ گئے اور دین اسلام سے بالکل برکنار ہو گئے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون .

بے علم حدیث پر عمل کرنے والا تو کسی شمار میں ہی نہیں ہے۔ عالم ظاہر حدیث پر عمل کرنے والے کا حال سن لیجیے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ قول جمیل میں محدث ظاہری یعنی ظاہر حدیث پر عمل کرنے والے کی صحبت اور ملاپ سے مسلمانوں کو ڈراتے ہیں۔ دیکھو وصایا قول جمیل میں۔

اب مناسب ہے رد اس خدشہ غیر مقلدین کا جو عوام اہل اسلام کو فقہ کی کتابوں سے بدظن کرتے ہیں۔پس اے طالب حق! دل لگا کر سن۔

(۱) مراد اس سے مرزا قادیانی اور اس کے مؤید واتباع ہیں جن کا رد مصدقہ علمائے حرمین شریفین عن قریب چھپ کر شائع ہوگا۔ان شاءاللہ تعالیٰ ۱۲

بیسواں سوال

فتاوی قاضی خان وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے اور ۔۔۔ میں لکھا ہے کہ خنزیر۔۔۔ کے نزدیک نجس عین نہیں اور طحطاوی میں ظاہر لکھا ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ کمبخت سور کی چربی ۔۔۔ساتھ دباغت کی ہوئی سے پاک ہوجاتی ہے ۔۔۔اس کا اثر باقی رہے اور منیہ میں ہے کہ سور کی کھال ابویوسف کے نزدیک دباغت دینے سے پاک ہوجاتی اور درمختار میں ہے کہ بکری کا بچہ جو سورنی کے دودھ سے پلا ہو حلال ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سور کے بال پانی کو ناپاک نہیں کرتے اور درمختار میں کہہ گئے کہ کتے کو گود میں لے کر نماز ہوجاتی ہے اور چلپی میں ہے کہ زنا کی خرچی ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور سوائے اس کے ایسی روایات ناقص وزبوں کہ بسبب خطا اور غلط فہمی فقہاء رحمہم اللہ کی سرزد ہوئی ہیں پھر جس کتاب میں ایسی گندی روایات بھی موجود ہوں اس کتاب کے لفظ لفظ کے صحیح اور صواب بلکہ نعوذ باللہ خلاصہ اور عطر قرآن کا سمجھنا اور اس کتاب پر اڑنا کہ اس کے مقابلہ میں اللہ اور رسول کے قول پر عمل نہ کرنا اور قرآن حدیث کے حکم کو معطل اور مہمل ۔۔۔قرآن وحدیث پر عمل ۔۔۔کو وہابی اور لامذہب ۔۔۔کس دین کا مسئلہ ہے؟۔(ص۱۰،۱۱)

جواب: واضح رہے کہ اس جواب کی تحریر سے پہلے تین مقدمے لکھے جاتے ہیں جن سے جواب کے ذہن نشین ہونے میں امداد کافی حاصل ہوگی :

پہلا مقدمہ: مضطر کو مخمصہ کی حالت میں بقدر سدِ رمق ہر قسم کے حرام قطعی چیز کے کھا

لینے کی رخصت ہے بدلیل آیت :

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (۱)

جو چار جگہ قرآن مجید کی علاحدہ سورتوں میں وارد ہے جس نے بھوکے کو حالت بے مقدوری اور نہ میسر آنے حلال چیز کے جان کے بچاؤ کے واسطے بقدر ضرورت خنزیر وغیرہ کا کھالینا شرعاً روا ہو گیا۔کذا فی جمیع التفاسیر۔

دوسرا مقدمہ: بیمار جب ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ سوائے قطعی حرام کے اس کی دوا نہیں ہے یا دین دار طبیب بالاتفاق کہہ دیں کہ اس مرض کا دوا سوائے ان حرام چیزوں کے اور نہیں ہے یعنی اس وقت بھی حرام چیز کا دوا کے لیے برت لینا روا ہے جیسا کہ اطفال کے ڈبہ کا علاج خرگوش ہے۔کما فی تفسیر فتح العزیز۔

اور یہ بھی تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ شراب اور دوسرے محرمات سے علاج کرنے میں اختلاف ہے اور صحیح حدیث میں جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے موجود ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا والوں کو اونٹ کے بول پینے کا حکم فرمایا تھا اور ظاہراً دوسرے محرمات بھی اس قیاس پر ہیں لیکن تجربہ یا دین دار طبیبوں کا کہنا شرط ہے، بے دین یا فاسق طبیبوں کے کہنے کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔

نیز مبسوط کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر سوائے حرام چیزوں کے اور دوا ہو اور شفا بھی اس سے متیقّن ہو تو اس حرام چیز سے دوا کرنی بعضوں کے نزدیک روا ہے اور بعضوں کے نزدیک روا نہیں ہے بدلیل روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حرام میں مقرر نہیں کی۔ کذا فی نصاب الاحتساب وغیرہ۔

---

(۱) اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔سورۃ البقرۃ:۲/۱۷۳۔کنزالایمان

اب اس جگہ معلوم رہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح حالت مخمصہ میں حرام چیز کے کھا لینے سے جان کا بچ رہنا متیقّن ہے ویسا شفا کا حاصل ہونا حرام چیز سے متیقّن نہیں ہے، اگرچہ سوائے اس کے کوئی اور دوا نہ ہو کیونکہ مدار اس کا اطبا کے قول پر ہے جو قطعی دلیل نہیں ہے۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں بروایت ابی دردا رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر درد کے لیے دوا بنایا ہے پس دوا کیا کرو اور حرام چیزوں سے دوا نہ کرو۔

اور یہ حدیث سنن ابی داود میں موجود ہے اور نیز مسند امام احمد و سنن ابوداود و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وارد ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث یعنی حرام و سمی دوا کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کذا فی المشکوٰۃ۔

نیز حدیث ابن مسعود میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حرام چیز میں مقرر نہیں کی ہے۔

بحر رائق شرح کنز دقائق ردالمحتار علی الدرالمختار میں بہ نقل فتاوی خانیہ لکھا ہے کہ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے، پھر بہت سی معتبر دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ حدیث استسقا والوں کو اونٹ کے بول پلانے کا جواب امام صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شفا وحی سے معلوم فرمائی تھی اور کسی دوسرے مستسقی کے واسطہ اونٹ کے بول سے شفا غیر متیقّن ہے کیونکہ وہاں طبیبوں کے قول پر مدار ہے جو قطعی دلیل نہیں ہے۔ کذا فی البحر الرائق، درالمختار وغیرہما۔

الحاصل! امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو حنفی مذہب کے بانی ہیں حرام چیزوں سے بقول اطبا علاج کرنا ہر چند کوئی اور علاج نہ ہوتا ہم روا نہیں ہے کیونکہ یقین و علم شفا کا وحی سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے حنفی مذہب کے جمیع متون میں لکھا ہے کہ حلال گوشت حیوانوں کا بول بھی پلید ہے جس کا پینا ہرگز جائز نہیں ہے یعنی باب معالجہ کے واسطے بھی پینا اس کا روا نہیں ہے۔

تیسرا مقدمہ: بہتان کبیرہ گناہ اور زیادہ تر بُرا ہے غیبت سے جو زنا سے بدتر ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں سے مشکوٰۃ میں لکھا ہے اور جھوٹ بولنا بھی کبیرہ گناہ اور منافقی کی علامت کا تیسرا حصہ ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث سے مشکوٰۃ میں ہے۔ اور مسلمانوں کو بہکانا سچے

مذہب سے بے اعتقاد کرنا سخت الحاد ہے بلکہ تفریق بین المومنین بحکم قرآن منافقوں کی صفت ہے اور اہل اسلام کے بزرگوں کی اور ان کے معتبر کتابوں کی توہین اور تحریف سخت ایذا رسانی ہے جس کی وعیدوں سے ایک یہ آیت شریف ہے :

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ o (۱)

اب تینوں مقدموں کے مراتب کو مدنظر رکھ کر بیسویں سوال کا نمبر وار جواب سنیے۔

سائل لکھتا ہے فتاوی قاضی خان وغیرہ کتبہ فقہ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے۔ص ۱۰ متن میں یہ عبارت ہے اور حاشیہ پر عبارت عربی لکھی ہے جو بجنسہٖ حاشیہ پر منقول ہوتی ہے (۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ایسا ہی اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں پس کہا اگر نکسیر چھوٹے پس الحمد خون سے ماتھے اور ناک پر لکھے تو روا ہے واسطے شفا حاصل کرنے کے اور ساتھ بول کے بھی اگر اس میں شفا معلوم ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ یہ ترجمہ ہے اس عبارت کا اور اخیر اس کے درمختار کا حوالہ لکھ کر معلوم کرایا ہے کہ یہ مضمون درمختار میں ہے۔سو حال یہ ہے کہ نہ فتاوی قاضی خان اور نہ کسی دوسری کتاب فقہ میں آیات قرآنی کا پیشاب کے ساتھ لکھنا روا لکھا ہے جس طرح سائل فتاوی قاضی خان وغیرہ سے نقل کرتا ہے بہتان ہے اور درمختار کا بھی حوالہ نرا بہتان عظیم ہے۔

فقیر نے لاہور ملا مجید کی مسجد میں بہت سے لوگوں کے روبرو غیر مقلدوں کے تو ایک آدمی کو جو یہ رسالہ سوالات و درمختار لے کر آیا تھا کہا تھا کہ اگر یہ عبارت حاشیہ کے درمختار سے نکلوا دو تو جس قدر نذرانہ چاہو لو، ورنہ اپنے جھوٹ کا برسر بازار اقرار کرو مگر اس شخص نے پھر منہ نہ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ حیا نصیب کرے۔

---

(۱) بے شک جنھوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو، پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب۔سورۃ البروج:۸۵/۱۰۔کنزالایمان

(۲) و کذا اختارہ صاحب الهدایة فی التجنیس نقال در کتب الفاتحه بالدم علی لاستستاء بالبول ایضاً ان اعلم فیه شفاء و لا باس به. ۱۲ درالمختار (حاشیه ص ۱۰)

الغرض! فتاوی قاضی خان میں یوں درج ہے کہ کسی کونکسیر چھوٹے اورخون بندنہیں ہوتا ہے (یعنی دوا سے بھی) پس کسی نے چاہا کہ اس کے ماتھے پرنکسیر کے خون سے کوئی آیت قرآن کی لکھے (یعنی کسی عامل نے کہا کہ اس عمل سے خون بند ہو جائے گا اوراس کی جان بچ رہے گی تو اس کے جواب میں ابوبکر اسعاف نے کہا جائز ہے کسی نے یہ بات سن کر اوراس کومخالف شریعت اورمستعد جان کر) کہا کہ اگر بول کے ساتھ بھی لکھے تو ابوبکر اسعاف نے کہ کہ اگراس میں بھی شفا ہو(یعنی مرتے کی جان بچ رہے تو روا ہے) یہ ترجمہ ہے عبارت فتاوی قاضی خان کا توضیح ضروری کے ساتھ۔

پس اب غور کرو کہ اول تو یہ مسئلہ ہے حالت اضطرار کا کہ جس میں جان کے بچاؤ کے لیے حرام چیز کا کھا پی لینا اورحرام چیز سے معالجہ کر لینا روا ہے۔یعنی ضرورت کے وقت بول وغیرہ کی حرمت دور ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر پہلے اوردوسرے مقدمہ سے ثابت ہو چکا ہے۔پس صورت مسئلہ کو بدلا کر حالت اضطرار کو بیان نہ کرنا اورمطلق کہہ دینا فتاوی قاضی خان وغیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے جیسا کہ سائل نے لکھا ہے اورآگے بھی ستارہ محمدی والے نے نامہ اعمال سیاہ کیا ہے دینی کتابوں میں تحریف کرنا ہے جو شیوۂ یہود ہے اورتفریق بین المومنین بھی انہیں کا مقصود ہے۔

دوسرا امام اعظم رضی اللہ عنہ جو رئیس اور مقتدا مذہب حنفی کے ہیں ان کے نزدیک بحالت اضطرار حرام چیز سے معالجہ نادرست ہے چنانچہ دوسرے مقدمہ کے اخیر میں متحقق ہو چکا ہے اورخود اسی فتاوی قاضی خان کے اسی باب میں لکھا ہے کہ مکروہ حرام کے نزدیک ہے اورمریض وغیرہ کو دودھ اور گوشت گدھے کا استعمال مکروہ ہے اورایسا ہی حرام شے سے دوا کرنی۔انتہی ملتقطاً

پس جب ثابت ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام چیز سے دوا نا کرنی نادرست ہے اورخود فتاوی قاضی خان سے بھی یہی ثابت ہے تو پھر فتاوی قاضی خان نے جو ابوبکر اسعاف سے کوئی قول نقل کرے گا تو اس سے حنفی مذہب پر طعن کرنا اوردھوکہ بازی سے مسلمانوں کو سچے مذہب سے بے اعتقاد کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔

تیسرا ابوبکر اسعاف کی تقریر سے بھی بخوبی ثابت ہے کہ حالت اضطرار میں معالجہ کے واسطے

حرام شے سے استشفا علم شفا پر ہی منحصر ہے یعنی اگر یقین ہو کہ اس علاج سے شفا ہو جائے گی تو ایسا کرنا روا ہے اور اوپر دوسرے مقدمہ کے اخیر میں مرقوم ہو چکا ہے کہ یقین شفا وحی سے ہوتا ہے اور خود فتاوی قاضی خان کے اسی باب میں ہے کہ کسی کو مرض ہوئی، حکیم نے کہا کہ اس کا علاج خون نکلوانا ہے مریض نے خون نہ نکلوایا اور مر گیا تو گناہ گار نہیں ہوتا کیونکہ خون کے نکلوانے میں یقین شفا کا نہ تھا یعنی طبیب کے قول سے یقین شفا حاصل نہیں ہوتا ہے تو قاضی خان کی سند سے ہی ثابت ہوا کہ خون و بول سے استشفا بکتابت قرآن ناروا ہے۔

چوتھا بحرالرائق و کنز دقائق اور ردالمحتار میں تصریح ہے کہ حالت اضطرار میں معالجہ کے واسطے بول سے کچھ لکھنا کسی سے منقول نہیں ہوا تو ناروا ٹھہرا۔

حاصل الکلام بہر حال سائل کا یہ لکھنا کہ فتاوی قاضی خان وغیرہ فقہ کی کتابوں میں ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے انتہی۔ اور ایسا ہی دوسرے غیر مقلدین کا یہ طعن سراسر بہتان اور دھوکہ دہی ہے جس کا حساب قیامت کے دن دینا پڑے گا پھر سائل کا بحوالہ درمختار یہ لکھنا کہ خنزیر امام اعظم کے نزدیک نجس العین نہیں ہے اور حاشیہ پر عبارت عربی (۱) درمختار کی جو لکھی ہے یہ بھی افترا اور بہتان ہے۔

درمختار کے موقع احکام دباغت و مسائل پر و کتاب البیوع و کتاب الصید و کتاب الذبائح پانچوں جگہوں میں خنزیر کا نجس العین ہونا لکھا ہے اور سائل نے جو حاشیہ پر کتاب الصید درمختار کا حوالہ لکھا ہے تو اس جگہ بھی درمختار میں لکھا ہے :

(ولا بخنزير) لنجاسة عينه . انتهى .

پھر صاحب درمختار نے قہستانی جو حاطب اللیل مشہور ہے اس کے قول کو کہ خنزیر نجس العین نہیں ہے دفع اور رد کیا ہے کہ ابتدا میں لفظ "ويندفع" موجود ہے کیونکہ ظاہر مذہب حنفی یہی ہے کہ خنزیر نجس العین ہے تو سائل نے اس قول مردود کو جس کو صاحب درمختار دفع کر رہا ہے، درمختار کی طرف منسوب کر کے عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے دیا علاوہ گناہ کبیرہ جھوٹ بولنے کے درمختار پر بھی افترا کیا۔ واللہ عزیز ذو انتقام۔

(۱) والخنزير ليس من جنس العين عند ابي حنيفة ۔۱۲ درالمختار ص۱۰

پھر اسی مسئلہ میں جو طحطاوی کا حوالہ متن اور حاشیہ(۱) پر لکھا ہے وہ بھی بہتان ہے کہ روایت مردودہ کو امام صاحب کا مذہب بنا کر دھوکہ دے رہا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

پھر سائل نے جو شرح منیہ سے کیمخت کا مسئلہ لکھا ہے یہ بھی بہتان ہے۔شرح منیہ پر مع ہذا حاشیہ(۲) پر دہن خنزیر لکھا ہے اور متن میں چربی خنزیر اس کا ترجمہ کیا ہے علاوہ اس غلطی کے دہن خنزیر اور چربی خنزیر کو دباغت میں کیا دخل ہے!۔

الغرض! سب کچھ جھوٹ ہے۔عوام مسلمانوں کے بہکانے کے واسطے بہتان وافترا پردازی میں یہ لوگ اگلے گمراہ اور گمراہ کنندوں سے بڑھ گئے ہیں۔والعیاذ باللہ من ذلک۔

پھر منیہ سے خنزیر کی کھال کا دباغت سے پاک ہونا ابو یوسف کے نزدیک جو سائل نے لکھا ہے تو اس جگہ بھی تحریف کر کے اعتراض بے جا قائم کر دیا۔کیا معنی کہ خود منیہ میں اس روایت کو مخالف ظاہر مذہب کے لکھا ہے اور بکری کے بچہ کا مسئلہ جو درمختار سے لکھا ہے اس میں بھی تحریف کی ہے جو عبارت کے معنی یوں کیے ہیں کہ بکری کا بچہ جو سُورنی کے دودھ سے پلا ہو حلال ہے۔انتہی

سو یہ بھی سائل کی کج فہمی یا تغلیطِ عوامی ہے، کیونکہ جس جانور کی غذا صرف پلید شے ہو تو اس کو جلالہ کہتے ہیں جس کو درمختار میں لکھا ہے کہ چار روز باندھ کر گھاس کھلائیں تب حلال ہے۔انتہی

پس عاقل دین دار کب مانتا ہے کہ اسی جلالہ کو صاحب درمختار نے حلال بنا دیا،نہیں ہرگز نہیں۔تو اب ظاہر ہو گیا کہ اس عبارت کے معنی یہ نہیں کہ بکری کا بچہ صرف دودھ سُورنی کا پی کر پلا ہو کیونکہ وہ جلالہ ہے تو بے شک یہ بکری کا بچہ وہ ہے جس نے کبھی دودھ سُورنی کا بھی پی لیا ہو تاہم رد المحتار علی الدر المختار میں تصریح ہے کہ یہ بچہ تب حلال ہو گا جب کتنے دن گھاس کھلا کر ذبح کریں۔ دیکھو ص ۲۱۷ مطبوعہ مصر کی پانچویں جلد میں۔

اور سائل نے جو تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ سور کے بال پانی کو ناپاک نہیں کرتے انتہی۔ سو فتاوی تاتارخانیہ فقیر کے پاس نہیں، ورنہ اصل اس کتاب سے بھی اس کی خیانت وغیرہ ثابت کی جاتی اور بالاجمال جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ حنفی مذہب میں کیا چاروں مذاہب میں خنزیر نجس

---

(۱) وروی عن الامام طہارۃ عینہ کذا فی الصید الکتاب طحطاوی۔۱۲

(۲) والکیمخۃ المد۔۔ بدہن الخنزیر اذا یطہر ولا یضر بقاء۔شرح منیہ حاشیہ

العین ہے کہ اس کی ذات جمیع اجزاے پلید ہے، زندہ ہو یا مردہ جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ جمیع کتب معتبرہ فقہ میں لکھا ہے پس جس شے کے تمام اجزا پلید ہوں تو وہ پانی پاک کو ناپاک کیوں نہ کرے گا۔

علاوہ ازیں درمختار میں لکھا ہے کہ حنفی مذہب میں خنزیر کے بال پلید ہیں اور ردالمحتار میں ہے کہ قلیل پانی کو خنزیر کے بال ناپاک کردیتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد میں۔

پس اس مسئلہ میں بھی سائل کے بہتان اور خیانت میں کچھ شک نہ رہا۔ واللہ ہوالہادی۔

پھر سائل نے کتے کو گود میں لے کر نماز پڑھ لینے کا مسئلہ جو درمختار سے لکھا ہے اس میں بھی خیانت کی ہے کیونکہ اسی جگہ درمختار میں لکھا ہے کہ بعضوں کے نزدیک کتے کے نجس العین ہونے کو ترجیح ہے۔ اور شرح کبیر منیہ میں ہے کہ صاحب فتاوی قاضی خان نے بھی کتے کے نجس العین ہونے کو اختیار کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ قاضی خان جو حنفی مذہب میں مجتہد ہے اور دوسرے جن حنفیوں کے نزدیک بھی کتا نجس العین ہے تو ان کے نزدیک کتے کو گود میں لے کر نماز روا نہیں ہوتی۔

سائل نے جو عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے کر سچے مذہب سے بے اعتقاد کرنے پر کمر باندھی ہوئی ہے اس مسئلہ کو نہ دیکھا اور دوسرا مسئلہ کہ زندہ کتا اکثر حنفیوں کے نزدیک نجس العین نہیں ہے تو صاحب درمختار نے اس پر تفریع کر کے لکھ دیا کہ کتے کا منہ باندھ کر گود میں اٹھایا ہو تو نماز روا ہو جاتی ہے۔ انتہی

یعنی کسی ضرورت کے وقت اگر کوئی ایسا کر لے تو روا ہے نہ کہ کتے کو گود میں لے کر عموماً نماز پڑھ لینی روا ہے۔ پھر کتے کا منہ باندھنے کی شرط جو سائل نے نہیں لکھی ہے تو یہ بھی اس کی خیانت ورزی ہے کہ درمختار کے مسئلہ میں تحریف کر دی۔

پھر اخیر میں جو سائل نے چلپی سے زنا کی خرچی کا امام صاحب کے نزدیک حلال ہونا لکھا ہے تو اس میں بھی سخت بہتان اور تحریف کا مرتکب ہوا ہے، مثل بعض بے علم غیر مقلدوں کے جنہوں نے پہلے بھی یہ بہتان بندی کی ہے کیونکہ یہ مسئلہ تو اجارۂ فاسدہ کا ہے اور یہ شخص اس کو اجارۂ باطلہ خیال کر کے زانیہ کی خرچی کہہ رہا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ زانیہ کی خرچی تو چاروں مذہبوں میں حرام ہے۔ اگر عربی فارسی کتابوں کے دیکھنے کی دسترس نہیں رکھتا تو مولوی خرم علی موحد کی شرح مشارق الانوار میں دیکھ لے کہ لکھا ہے کہ زانیہ کی خرچی بالاتفاق حرام ہے۔ انتہی

پس یہ مسئلہ چلپی کا جس کو سائل وغیرہ زانیہ کی خرچی جانتے ہیں وہ اجارۂ فاسدہ کا مسئلہ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی بازارن عورت کو روٹی پکانے کی خدمت پر رکھا اور یہ بھی شرط کر لی کہ تجھ سے وطی بھی کروں گا اور دس روپیہ مثلاً ماہوار دوں گا سوا صل خدمت باورچی کرنے کی حلال تھی شرط وطی نے اجارہ فاسدہ کر دیا اور اجارۂ فاسدہ میں اجرت مثل کی لازم ہوتی ہے یعنی روٹی پکانے کی اجرت جو تین چار روپے ماہوار ہے اس کو دلایا جائے گا اور وہ حلال ہے جس کو امام صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی حلال فرمایا ہے۔ اب اس کو خرچی زانیہ کی تعبیر کر کے امامانِ دین و علمائے شرع متین پر طعن کرنا حق تعالیٰ کے غضب میں پڑنا ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ سلف پر طعن کرنے والے مشرک ہیں۔ کذافی مجمع بحارالانوار وغیرہ۔

پھر ان روایات کو جو سائل نے اخیر سوال میں ناقص اور زبوں اور گندی روایات لکھا ہے اور فقہا کو خطا کار اور غلط فہم قرار دے کر کتب فقہ کو بے اعتبار خیال کر لیا ہے تو یہ اس سائل وغیرہ کی اپنی جہالت اور بہتان بندی اور دریدہ دہانی و نقصان ایمانی ہے۔ جس سے عندالعقلاء ان کی بخوبی تضحیک ہو رہی ہے اور کتب فقہ اور فقہا کا کچھ نہیں بگڑتا ہے!۔

اگر جاہلی مشک را گندہ گفت

تو مجموع باش او پراگندہ گفت

پھر اس سوال اور بائیسویں سوال کے اخیر میں جو فقہ کو قرآن وحدیث کا خلاصہ وعطر وست کہنے کو سائل کلمات کفر (۱) بتا رہا ہے تو یہ اس کی دریدہ دہانی بلکہ بے ایمانی کی نشانی ہے کہ اس کفر کی نسبت امام بخاری علیہ الرحمہ تک کر رہا ہے کہ سب سے پہلے اس بزرگ نے فقہ کو ثمرۃ الحدیث فرمایا ہے جس سے فقہا اور دوسرے مسلمانوں کی زبان پر بھی یہ کلمۃ الحق آیا ہے۔

اب سائل وغیرہ نے فقہا اور اہل اسلام کو ہی کافر بنا کر میاں چٹو وغیرہ کا دل خوش نہیں کیا بلکہ سب کے مقتدا امام بخاری علیہ الرحمہ کو بھی خالی نہ چھوڑا اب کوئی ظریف یہ کہہ دے گا ۔

---

(۱) جب۔۔۔کا خلاصہ اور۔۔ہوا تو باقی۔۔۔حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔۔۔باللہ فضلہ۔۔۔اور بے فائدہ نکمی رہ گئی اللہ۔۔۔دے ایسے کفر سے۔۱۲

شادم کہ از رقیبان دامن کشان گزشتی
گومشت خاک ما ربر باد وادہ باشی

پھر اخیر اس کے جو سائل نے لکھا ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے کو وہابی ولا مذہب کہنا یہ کس دین کا مسئلہ ہے تو اس کے جواب میں فقیر انیسویں سوال کا جواب تحریر کر کے سائل وغیرہ کو جو وہابی کے معنی اور عقائد اوران کی کتابوں کا حال پوچھتا ہے، معتبر کتابوں سے سنا دیتا ہوں جس سے ان لوگوں کا عمل بالقرآن والحدیث بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔

اُنیسواں سوال

وہابی کس کو کہتے ہیں اور وہابیوں کے معنی کیا ہیں اور یہ کون کون سی کتابوں پر عمل کرتے ہیں ان کے مذہب کی کوئی کتاب ملتی ہو تو نشان دیجیے اور وہابی قرآن کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اور قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری کرتے ہیں یا نہیں؟ اور کس کے مقلد ہیں ان کا امام مجتہد کون ہے کسی کتاب معتبر سے تحریر فرمائیں۔ (ص سطر ۴ تا ۹)

جواب: واضح رہے کہ کتاب ردالمحتار علی الدرالمختار جو مقبول العرب والعجم ہے اس کے باب البغات میں لکھا ہے :

كما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد... الخ

جس کا حاصل یہ ہے کہ خارجیوں سے ہیں وہابی عبدالوہاب نجدی کے تابع جو لوگ برائے نام حنبلی مذہب کے مدعی تھے لیکن دراصل ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم ہی مسلمان ہیں باقی سب اہل اسلام جو ہمارے عقائد کے مخالف ہیں وہ کافر ہیں اور اسی خام خیال پر مسلمانان اہل سنت اور ان کے علما کی قتل وغارت کو مباح جان کر حرمین شریفین پر متغلب ہو گئے تھے، تا کہ ۱۲۳۳ ہجری میں ان کی شوکت ٹوٹی گھر بار اجڑے لشکر اسلام ان پر فتح یاب ہوا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا۔

اوراسی (محمد بن) عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید ہے جس میں اس نے نبیوں اور ولیوں کو بت اور مسلمانان خداپرست ومتوسلین انبیاء واولیاء کو بت پرست لکھا ہے، اسی واسطے وہابیوں کی جبلی عادت ہے کہ مجازی استمداد پر کیا، بات بات پر مسلمانوں کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ یہ اپنے امام اور پیشوا (محمد بن) عبدالوہاب کی تقلید کر رہے ہیں۔

اورابن تیمیہ کے رسالہ حمویہ میں اللہ تعالی کے واسطے مکان و جوارح ثابت کیے ہیں جس سے مولوی صدیق حسن بھوپالی نے بھی رسالہ احتواء میں ایسا لکھا اوراس کے فرزند کے رسالہ نہج المقبول میں صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وصف میں جو اہل کلام لکھ رہے ہیں کہ نہ جسم ہے نہ جوہر نہ عرض نہ معدود نہ محدود نہ متبعض نہ متخیر نہ درمکان اور مانند اس کے یہ سب بدعت ہے۔قرآن وحدیث میں اس کی بُونہیں۔مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۸سطر ۱۳،۱۴ میں دیکھو اور صفحہ ۷ کی سطر ۲ میں بھی خدا کے واسطے صریح مکان ثابت کیا ہے۔

الغرض اس پاک ذات کو جسمانی ومکانی جانتے ہیں۔**تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوًا کبیرًا .**

پھرادلہ شرعیہ جو باتفاق چار ہیں ان میں سے قرآن وحدیث کو زبانی مان کر اجماع وقیاس کے منکر ہیں جس پر شوکانی اور بھوپالی کے رسائل شاہد ہیں جن کی عبارات فقیر نے رسالہ عروۃ المقلدین وتصریح ابحاث فریدکوٹ میں نقل کی ہیں اوران کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبرئیل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔(۱)

---

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** جس سے ثابت ہے کہ باری تعالی کو ایک شخص بھی برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کرنا منظور نہیں۔ پھر کروڑوں کے پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر کرنا نہایت ہی جھوٹ ہے۔اہل سنت کے اکابر علما کی تحریروں سے جواب رسالہ عروۃ المقلدین میں موجود ہے۔من شاء فلنظر بہ۔اور یہ جو علم معقول میں امکان اور امتناع کی ۔۔۔اقسام۔۔لکھی ہیں اور پھر بعض علما بہت زور دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو۔۔۔انصاف نصیب کرے ایسے موقع پر ذرا سمجھ سوچ کر کلام کریں قیامت کے خوف کو نصب العین رکھ لیں علاوہ علم معقول میں تو شریک الباری کو ہے جیسا کہ لکھا ہے معلوم ہے۔واللہ ہوالہادی ۱۲ منہ عفی عنہ

چنانچہ تقویت الایمان میں ہے جن کا مخالف قرآن و حدیث کے ہونا فقیر نے رسالہ عروۃ المقلدین میں لکھا ہے جو بہت سے اکابر علما کی تصدیق سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔ پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ بڑے بھائی کا سمجھنا اور آپ کو ماذون الشفاعۃ نہ جاننا بھی قرآن و حدیث کے برخلاف ہے جیسا کہ اپنے محل پر مبین ہے۔ پھر ان کے مذہب کی معتبر کتابیں دربہیہ قاضی شوکانی کی اور اس کی شرحیں ہیں اور اسی دربہیہ کا اردو ترجمہ بنام فقہ الحدیث اور عربی شرح روضہ ندیہ مولوی صدیق حسن بھوپالی نے بنا کر چھپوایا ہے اور حافظ محمد لکھوی نے اسی درربہیہ شوکانی سے رسالہ انواع محمدی بزبان پنجابی لکھا ہے۔

پھر ان کتابوں کے بہت سے مسائل قرآن وحدیث کے بالکل برخلاف ہیں جیسا کہ جمعہ وعید کے جمع ہونے سے جمعہ فرض قطعی کو چھوڑ دینا اور جمعہ کو پانچ وقتی نمازوں کی طرح غیر مشروط جاننا اور شرائط جمعہ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان کا انکار کرنا اور دیہات وغیرہ میں جمعہ پڑھ کر ظہر کی نماز جو فرضِ قطعی ہے اس کو چھوڑ دینا بلکہ اس کے پڑھنے کو بدعت سیئہ کہنا اور ایک مقتدی سے جمعہ پڑھ لینا اور اماماں مجتہدین دین کے مسائل کو مبنی براحادیث ضعیفہ کہہ کر خود سخت ضعیف کیا موضوع حدیث سے مسائل بیان کرنا جس کا رد فقیر نے ایک رسالہ مستقلہ جواب تبصرۃ الجمعہ وانواع محمدی و تفسیر محمدی میں لکھا ہے اور انہیں کتابوں میں خنزیر بندر کتے ریچھ وغیرہ کے بول و براز خون ومنی وغیرہ کو پاک لکھا ہے، اور شراب کو بھی پاک بنایا ہے، جس کا جی چاہے فقہ الحدیث مطبوعہ لاہور کے ص ۵ و روضہ ندیہ مطبوعہ لکھنو کے ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں دیکھ لے۔

اور کافر غیر کتابی کے ذبیحہ کو جو چاروں مذہبوں میں حرام ہے حلال جانتے ہیں۔ ص ۱۱ سطر ۲۰ روضہ ندیہ وغیرہ میں دیکھو۔ اور پانی قلیل نجاست دار خواہ ایک کوزہ تک ہو جب تک آدمی کے بول براز سے رنگ بُو نہ بدلے اس کو پاک جان کر وضو غسل وغیرہ سب کچھ کر لیتے ہیں۔ اور مستعمل پانی بھی ان کے نزدیک پاک ہے۔ دیکھو ص ۳، ۴، ۵، ۶، ۷ روضہ ندیہ و ص ۵ فقہ الحدیث میں۔

اور سور و کتے بندر وغیرہ کے بول براز کے پڑنے سے تو ان کا پانی پلید ہی نہیں ہوتا خواہ اس کا رنگ وغیرہ بدل ہی جائے کیونکہ وہ پاک چیزیں ہیں۔ اور انواع محمدی میں بھی یہ سب مسائل موجود ہیں اور قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا روا جانتے ہیں عرف الجادی مطبوعہ بھوپال کے ص ۱۵ میں دیکھو۔

پھرانبرسر کے موحدین نے جو ایک رسالہ تحریق الاوراق چھپوایا اس کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ اگر اور کوئی چیز نہ ہو تو قرآن مجید کو پاؤں تلے رکھ کر طاقچہ سے روٹی اتار لینی روا ہے اور حاجت کے وقت قرآن شریف کو کشتی میں نیچے ڈال لینا روا ہے۔انتہی علی ہذا القیاس

ان کے ایسے مسائل ہیں جو صریح قرآن وحدیث واجماع کے برخلاف ہیں اور برائے نام مدعی عمل بالقرآن و حدیث کے ہیں اہل سنت سے اصول وفروع میں بہت مخالفت رکھتے ہیں مذہبوں کی تقلید کو شرک وحرام جانتے ہیں پس ان کو لا مذہب ووہابی کہنا شرعاً وعقلاً روا ہے۔

بائیسواں سوال

بعض شخص کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کا مطلب ۔۔اور قرآن وحدیث پر عمل اماموں ہی کا کام تھا اور قرآن وحدیث سے اماموں نے جو ہر نکال لیا اب قرآن وحدیث کی ۔۔۔۔حاجت نہیں ، اماموں کے اقوال نے ہم کو قرآن وحدیث سے مستغنی ۔۔۔۔یہ فقہ قرآن وحدیث ۔۔۔بعض کہتے ہیں کہ فقہ ۔۔۔کا عطر ہے یہ سب قول ۔۔۔ہیں اور ایسے الفاظ کہنے والے کون ہیں؟۔(ص۱۱)

جواب: قرآن وحدیث پر عمل کرنا اماموں کے ساتھ خاص نہیں سب اہل اسلام دین داروں کا قرآن وحدیث پر ہی عمل ہے، البتہ قرآن وحدیث کا مطلب سمجھنا ائمہ مجتہدین کا ہی کام ہے۔پھر جیسا کہ انہوں نے فرمایا اہل علم کی سمجھ میں آیا اور یہ خیال کہ قرآن وحدیث کا مطلب کچھ مشکل نہیں سب کی سمجھ میں آجاتا ہے، کسی امام بزرگ کے معنی بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں اصل اور مادہ ہے بدمذہبی کا۔

جس قدر فرقِ ضالہ ہوئے ہیں وہ اسی خیال پر ہوئے اور اہل سنت کے نزدیک تو ایک عمدہ قاعدہ یہی ہے کہ قرآن وحدیث کی مراد وہی ہے جو سلف اوائل زبان دان ومراد شناس شریعت نے سمجھی کہ ان کو قرائن موارد کا علم تھا، اگرچہ بظاہر وہ مراد اپنی سمجھ کے برخلاف معلوم ہو اور یہ قاعدہ اصل عظیم ہے جس کے مخالف بدعتی ہیں-کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی المشکوۃ-

مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ رسالہ عجالہ نافعہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں کہ علم حدیث جو سب علوم سے شریف ہے اس کے حاصل کرنے میں دو چیز ضروری ہے: ایک راویوں کے حال کا ملاحظہ۔ دوسرا معنی کے سمجھنے میں احتیاط عظیم، ورنہ موجب ضلال واضلال کا ہے۔ انتہی ملخصاً

اور علم فقہ کی تعریف امام بخاری نے جو کی ہے وہ اوپر سوال بیسویں کے جواب میں مرقوم ہو چکی ہے جو فقہ کی تعریف کے کلمات کو ناپسند کرتا ہے وہ اپنا دین برباد کرتا ہے۔

الغرض! عمل برفقہ' سعادت دارین ہے اور فقہ سے منحرف ہونا اور عمل بالحدیث کا ادعا کرنا محض تکبر وخود بینی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

پھر جب حدیث ابوداود وابن ماجہ میں اجماع امت وقیاس مجتہد کو فریضہ عادلہ یعنی برابر قرآن وحدیث کے ارشاد ہوا ہے۔ کذا فی مجمع البحار وغیرہ۔ تو مجتہدین کے اقوال کو نہ ماننا یا قرآن وحدیث کے مخالف جاننا اہل اسلام کا کام نہیں ہے بلکہ اقوال اماماں دین مجتہدین کو مساوی اور معادل قرآن وحدیث کے یقین کرنا عین ایمان ہے۔ واللہ ہوالموفق

طرفہ تر اور ہے کہ یہ لوگ عامل بالحدیث خود بات بات میں کتب فقہ اور اقوال اماماں دین کے ہی محتاج ہیں۔ اپنے فتوی میں تو ان سے مدد لے لینا اور دوسرے مسلمانوں کو فقہ سے بے اعتقاد کرنا سوائے ان لوگوں کے کسی اور مسلمان کا کام نہیں ہے۔ واللہ ہوالہادی

آٹھواں سوال

سوال ہشتم: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جواب: کافر وہ ہے جو مومن بہ چیزوں سے کسی کا انکار کرے یا ضروریاتِ شرع سے کسی کا انکار کرے یا شرع کی استخفاف یا توہین کرے یا بعدالایمان کلمہ کفر عمداً کہے اور اس پر مصر رہے یا کوئی فعل شعار کفر اختیار کرلے اور یہ بھی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے تو کفر اسی کی طرف عود کر آتا ہے۔ کذا فی المبسوط من الکتب الدینیۃ

اور مشرک وہ ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وجوب وجود یا عبادت یا صفات ازلیہ ابدیہ میں

شریک بنائے یا کسی فعل مختص باللہ کو کسی غیر سے بالاستقلال منسوب کر دے۔

اور بدعتی وہ ہے جو مخالف شرع کام کرے اور اعتقادیات وغیرہ میں اہل سنت سے مخالف ہو جیسے فرقِ ضالہ اہل اسلام۔

اور اہل سنت وہ ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **ما أنا عليه و أصحابي** فرمایا ہے اور وہ لوگ مخالف ہیں جمیع فرق ضالہ روافض وخوارج قدریہ جبریہ معتزلہ وغیرہم سے اور صدہا سال سے اہل سنت و جماعت منحصر ہیں اربعہ مذاہب میں۔کمامر۔

سوالاتِ مرقومہ بالا کے جوابات سے تقلید شخصی اور متعلقات کا ثبوت ضروری تحریر ہو چکا، جس پر رسائل بہت زوروشور کر رہا تھا۔ باقی سوالات کے جواب بھی بقدرضرورت لکھے جاتے ہیں اور سوالات کا خلاصہ حاشیہ پر مرقوم ہوگا۔

چھٹا سوال

شریعت وطریقت لازم وملزوم ہیں یا مخالف؟ بعض کہتے ہیں کہ شریعت ۔۔۔ کے واسطے ہے اور طریقت خواص کے لیے اور دونوں حکم ۔۔۔ اور آپس میں بالکل مخالف ہیں مثلاً غیراللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے اور طریقت میں مرشد وغیرہ کے نام پر کرنا روا ہے جس کا یہ اعتقاد ۔۔۔ کیسا ہے اور شریعت وطریقت میں کیا فرق ہے؟۔

جواب: شریعت وطریقت مخالف نہیں، بلکہ احکامِ اسلام کا نام شریعت ہے جو سیدھا راستہ ہے اور ان پر چلنا طریقت ہے، اور اخلاص واحسان حقیقت ہے جس کو تصوف بھی کہتے ہیں۔ حدیث صحیح جس میں جبرئیل امین علی نبینا وعلیہ السلام کے اسلام وایمان واحسان کے معانی پوچھنے کا ذکر ہے وہ اس پر دلیل ہے اور بہت سی دینی کتابوں میں امام مالک رحمہ اللہ کا منقولہ قول ہے :

من تفقه و لم يتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم يتفقه فقد تزندق

و من جمع بینها فقد تحقق کذا فی ترجمة المشکوة للمحدث الدهلوي .

پھر یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ مجمع البحرین میں لکھتے ہیں :

کمان نبرند کہ طریقہ تصوف مخالف مذہب اہل سنت و جماعت است وصوفیہ فرقہ دیگر اندوراے ایں فرقہ ناجیہ حاشاوکلا۔انتہی (۱)

رسالہ مالا بدمنہ کے اخیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۔جن کو مولانا شاہ عبدالعزیز علیہما الرحمۃ 'بیہقی وقت' فرمایا کرتے تھے۔لکھتے ہیں :

صورت ایمان و اسلام شریعت ست ومغز وحقیقت او در خدمت درویشاں باید جبت خیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت ست کہ ایں سخن جہل وکفر ست ۔انتہی

اور رسالہ مجمع البحرین میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض تفریط کی رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو کچھ صوفی کرتے ہیں وہی حق ہے،اگر چہ خلاف شرع ہی ہو بلکہ شریعت وہی ہے جو صوفی کرتے ہیں اور محال ہے کہ ان سے خلافِ شرع سرزد ہو۔اور مفرط لوگ علما کے قول اور فقہ کا کچھ اعتبار نہیں کرتے اور اس کو مشائخ کی محبت اور پیروں کا اعتقاد کہتے ہیں،اگر چہ بظاہر فقہ وشریعت کو مانتے ہیں لیکن ان کے حال کی دلالت سے یہی نکلتا ہے کہ باطن میں وہی خیال رکھتے ہیں اور ان لوگوں کو جاہل صوفی کہتے ہیں۔

یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی مجمع البحرین کا۔اور اس کے حاشیہ پر کشف المحجوب سے لکھا ہے کہ علماے صوفیا ساری خلقت سے عزیز ہیں، اور جاہل صوفی سب سے ذلیل وخوار ہیں۔مطبوعہ مصطفائی ۱۲۶۵ھ کے صفحہ ۲۳ میں دیکھو۔

الحاصل شریعت وطریقت کے احکام مختلف نہیں،فرق صرف اعتباری ہے اور طریقت وحقیقت میں زیادہ تقوی واحتیاط کی رعایت ہے۔کمالا یخفی علی الماھر، واللہ ہو الموفق۔

---

(۱) مرج البحرین از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ص:۴۰ مطبع محمدی کلکتہ ۱۲۷۴ھ

ساتواں سوال☆

قبر کا طواف کرنا اور سجدہ کرنا منت مانگنا چڑھاوے چڑھانا عود سلگانا۔۔۔لے جا کر ہاتھ۔۔۔پڑھنا کیسا ہے؟۔☆

جواب: قرآن مجید میں بیت اللہ مبارک کے طواف کا حکم آیا ہے اسی لیے یہ طواف حج کا رکن قرار دیا ہے اور حدیثوں میں بیت اللہ کے طواف کو نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔کمافی معانی الآثار للطحاوی والہدایۃ وفتح القدیر وغیرہا۔

اور ترمذی ونسائی و دارمی کی حدیث میں کعبہ کے طواف کو مثل نماز لکھا ہے۔کذافی المشکوۃ۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ نماز وطواف دونوں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہیں۔نماز میں کعبہ کو قبلہ مقرر کیا گیا ہے اور طواف میں بھی کعبہ کو مطاف رکھا گیا ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نماز نہیں ویسا ہی کعبہ کے سوا کسی کا طواف ناروا ہے۔اسی واسطے مالا بدمنہ وغیرہ میں طواف قبور کو حرام لکھا ہے اور بعض بہت معتبر حاجیوں سے سند ہے کہ بوقت زیارت روضۂ منورہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کوئی کسی قدر گرد پھرنا چاہتا ہے گو اس کا قصد طواف کا نہ ہوتا ہم مجاورین اس بقعہ مطہرہ کے دھمکاتے اور سمجھاتے ہیں کہ طواف بیت اللہ کے ہی لیے ہے یہاں پر طواف نہ کرو اور سجدہ اصل عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے خاص ہے۔

فقہ کی کتابوں میں ہے کہ غیر اللہ کے لیے سجدہ تحیت حرام ہے اور سجدہ عبادت کفر ہے اور رد المحتار علی الدر المختار میں فتاوی ظہیریہ وغیرہ کی سند سے لکھا ہے کہ سجدہ غیر اللہ کا مطلقاً کفر ہے۔مطبوعہ مصر کی پانچویں جلد کے ص ۲۴۶ سطر ۶ میں دیکھو اور اسی ردالمحتار کی پہلی جلد کے ص ۶۰۲ میں ہے :

فی الاحکام عن الحجۃ تکرہ الستور علی القبور .

پھر پانچویں جلد میں استاذ عبدالغنی نابلسی کے کشف النور سے لکھا ہے کہ عوام کی نظروں میں

☆ فقیر نے مسئلہ طواف قبور کے عدم جواز میں رسالہ مستقلہ لکھا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ ریاست بہاول پور کے بعض عمائدین کی توجہ سے چھپ کر شائع ہوگا۔۱۲

تعظیم کی نیت سے ہمارے زمانہ میں روا ہے: **لأن الاعمال بالنیات** ۔ص ۲۳۲ میں دیکھو۔اور شرح کبیر منیہ وردالمختار وغیرہما میں فتاوی بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ قبر پر طعام لے جانا مکروہ ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ ظاہراً وجہ اس کی یہی ہوگی کہ قبر عبرت گاہ ہے وہاں کھانا پینا مکروہ ہے پس اگر کسی بزرگ کی قبر کے مجاور کے لیے کھانا لے جائیں اور وہ قبر سے علاحدہ ہو کر کھالے تو یہ مکروہ نہ ہوا۔اور یہ خیال کہ قبر پر کھانا لے جا کر بزرگ کو ثواب پہنچانا محض خام ہے۔خالص نیت اور حلال مال سے جس جگہ سے ثواب پہنچائیں اہل سنت کے نزدیک بفضلہٖ تعالیٰ پہنچ جاتا ہے اور منت یعنی نذر اللہ تعالی کے واسطے ہے۔ہاں! اگر مصرف اس کا کسی بزرگ کی فاتحہ دے کر اس کی اولاد یا مجاوروں کو دینا قرار دیا جائے تو روا ہے۔کمافی مبسوطاتِ الفقہ

اور طعام پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ کرنا روا ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، چنانچہ اس بارے میں کئی تحریرات ہو چکی ہیں۔اور ابوداود ونسائی کی حدیث (۱) کا دوسرا فقرہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ان پر جو قبروں پر مسجد بناتے اور چراغ جلاتے ہیں۔انتہی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سفرالسعادت کی شرح میں لکھتے ہیں :

وگفتہ اند کہ نہی از چراغ افروختن بر قبور از جہت تضییع مال ست زیرا کہ نفع نیست و روے ہیچ احد یرا واز جہت احتراز از تعظیم قبور انتہی ۔

فقیر کہتا ہے کہ تعظیم قبور وہ منع ہے جو مشابہ بت پرستوں کی تعظیم کے ہو، ورنہ صحیح حدیثوں میں قبروں کی توہین کی ممانعت بھی ثابت ہے جیسا کہ اسی مقام پر سفر سعادت اور اس کی شرح میں بھی لکھا ہے کہ قبروں پر نہ بیٹھیں اور نہ ان کو پامال کریں۔

اور یہ واضح رہے کہ فقہ کی کتابوں میں قبروں پر چراغ جلانا مکروہ لکھا ہے مگر جو چراغ قبر کی تعظیم کے واسطے نہ ہو اور اس سے زائرین وغیرہم کو نفع ہو تو وہ اس وعید کے نیچے داخل نہ ہوگا۔جامع ترمذی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے پس آپ کے لیے چراغ جلایا گیا تو آپ نے قبلہ کی طرف سے لاش کو دفنایا۔یہ ترجمہ ہے حدیث کا۔

---

(۱) مولوی صدیق حسن بھوپالی نے دررہیہ کی شرح روضہ ندیہ میں، حافظ محمد لکھوی نے انواع محمدی میں اس حدیث کے خلاف واقعہ ترمذی کی طرف اسناد کی ہے کہ یہ دوسرا فقرہ سنن ترمذی وسنن ابن ماجہ میں نہیں ہے۔نعوذ باللہ ۱۲ منہ عفی عنہ

اور فتاوی عالمگیریہ میں بہ نقل غرائب لکھا ہے کہ قبر کو ہاتھ سے مسح نہ کرے اور نہ اس کو بوسہ دے کہ یہ نصاری کی عادت سے ہے اور والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کچھ ڈر نہیں۔انتہی مترجماً

اور مشکوٰۃ میں جو بیہقی کی شعب الایمان سے ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن ماں باپ یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو بخشا جاتا ہے اور ماں باپ کے حق میں نیکوکار لکھا جاتا ہے۔تو اس حدیث کے نیچے شیخ محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں :

ودر بعض روایاتِ فقہیہ بوسہ دادنِ مرقبر پدر و مادر را نیز آمدہ است۔انتہی

اور معتبر روایت ہے کہ شاہ عبدالعزیز اپنے والد شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کی قبر کو بوسہ دیتے تھے۔

اب فقیر کہتا ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ایک صحابی نے آپ کے سر مبارک اور قدم مبارک بوسہ دیا تھا جس پر لکھا گیا کہ عالم وزاہد کا قدم چومنا روا ہے-کذا فی الدرالمختار وردالمختار-اور ماں باپ کا ہاتھ وسر چومنا ان بوسوں سے ہے جو شرعاً روا ہیں-کذا فی الدر والفتاوی الہندیۃ وغیرہما-اور مومن کی تعظیم حیات وممات میں یکساں ہے اور قبر کو حکم مافی القبر کا ہے۔معانی الآثار طحطاوی میں ہے :

عن عمرو بن حزم قال رآنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی قبر فقال انزل عن القبر لاتوذ صاحب القبر و لا یوذیک. انتھی

امام ابن الہمام جو مجتہد الوقت تھے، فتح القدیر میں لکھتے ہیں :

الاتفاق علی أن حرمة المسلم میتا کحرمته حیاً .

غرض فقیر کی اس تحریر سے عوام کو تقبیل قبور کے فتوی دینے کی نہیں کہ خدانخواستہ سجدہ تک نوبت پہنچادیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر احیاناً کسی سے ایسا ہو تو اس پر سخت انکار سے پیش نہ آئیں کہ لاباس بہ ہے۔

اب یہاں تک جواب ساتویں سوال کا تمام ہو چکا اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ قبروں پر چراغ وغیرہ کے مسئلے کے نیچے شیخ محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ صحیح حدیثوں کی رو سے اور زمانِ نبوت وخلافت میں چراغ وغیرہ قبروں پر مکروہ تھے لیکن بعدازاں مقابر میں تکلّفات پیدا ہوئے اور آخر زمانہ میں اس لیے کہ عوام کی نظر ظاہر مصلحت ہی پر ہوتی ہے، مشائخ اور

بزرگوں کے مقابر کی تعمیر و ترویج میں کئی چیزیں زائد ہوئیں تا کہ اہل اسلام اور نیکوکاروں کی شان و شوکت ظاہر ہو، خصوص ہندوستان میں مخالفین کے رعب اور انقیاد کا باعث ہے اور بہت سے کام اور اوضاع جو سلف کے زمانہ میں مکروہات سے تھے آخر زمانہ میں مستحسنات سے ہو گئے اور جاہلوں کے رویہ سے تو بزرگوں کی روح بھی ناراض ہیں۔ نیکوکاروں کے جوار میں دفن اور وہاں پر حضور موجب برکت و نورانیت کا ہے اور مقامات متبرکہ کی زیارت اور وہاں پر دعا متوارث ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قبر امام موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ وعلی اباءٔ الکرام تریاقِ مجرب ہے اجابت دعا کے لیے۔ اور قبروں کی زیارت اور ان کے احترام استقبال و جلوس و تادب میں ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ ان کی زندگی میں تھا۔ کذا قال الطیبی۔ یہ خلاصہ ترجمہ ہے عبارت شرحِ سفر کا ص ۳۵۰ مطبوعہ کلکتہ سے۔ اور کتاب زاد اللبیب میں بھی ایسا ہی منقول ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ ایسی باتوں سے منکرین ہر چند زبان درازی کرتے ہیں مگر شرع میں شناخت مصلحت وقت امر اہم ہے۔ اور ردالمحتار وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ اختلاف زمان و مکان سے فتوی مختلف ہو جاتا ہے اور اسی بنیاد پر ہے جو حرمین شریفین میں جمیع مشاہد و مزارات کبرائے دین پر مکلّف غلاف اور سامان روشنی من جانب سلطان اسلام موجود و مہیا ہے اور اعمال کی جزائیات پر ملے گی مطلب اس تطویل کا یہ ہے کہ جن مشاہد پر بنا و غلاف و چراغ ہوں تو بعض انکار ان کی زیارت سے محروم نہ رہیں اور دینی فائدہ حاصل کریں۔ واللہ ہو الموفق

سترہواں سوال

ذکر میلاد آنحضرت صلعم کا کرنا ساتھ راگ کے اور جنازہ کے روبرو میلاد پڑھتے جانا اور وقت ذکر ولادت حضرت کے قیام کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر ثابت ہے تو چاروں احکام شرعی میں ہے کون سا حکم ہے فرض یا واجب یا سنت یا مستحب اور جو کوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محفل میلاد میں حاضر مجلس اور غیب دان سمجھے اس کا کیا حکم ہے؟۔ ص۹

جواب: اس سوال میں ایک جگہ درود کو صلعم دوسری جگہ ص جو لکھا ہے یہ منع ہے جس کی تحقیق فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں لکھی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کا ذکر خیر جو بہت سے خوارق وارہاصیات پر مشتمل ہے موجب سعادت و برکت ہے۔ کما بین فی محلّہ۔

سائل جو اس ذکر کو راگ سے کرنے کا حکم پوچھتا ہے سو اگر مراد اس کی راگ سے اشعار ذکر خیر کو خوش آوازی سے پڑھنا ہے تو اس کے جائز ہونے میں کیا کلام ہے۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو مسجد شریف میں منبر پر بٹھا کر اپنی مدح کے اشعار سنے تھے اور اس پر بہت رضا مند ہوئے تھے پس اب بھی صحیح غرض کے واسطے مشروع خوش آوازی سے جو ویسے اشعار پڑھے جائیں تو اس کے جواز و مندوبیت میں کیا شک ہے اور اگر مراد سائل کی راگ سے مزامیر ہیں تو مزامیر کے ساتھ جو کچھ مذکور ہوگا اس کی غیر مشروعیت اور منع میں کسی کو بھی دین داروں سے کچھ کلام نہیں ہے۔ چاروں امام مجتہدین بہ سند دلائل شرعیہ مزامیر کو حرام فرما گئے ہیں۔ فقہ حنفی کی کتابوں سے بہت سی روایات اس مضمون کی مل جاتی ہیں جن کا نمونہ درمختار کی یہ عبارت ہے :

ان الملاهي كلها حرام .

اور ردالمحتار علی الدرالمختار میں بھی کئی جگہ فتح القدیر ہدایہ کی شرح سے نقل کیا ہے کہ اشعار اگرچہ متضمن مواعظ و حکمتوں کے ہوں تاہم ملاہی پر ان کا پڑھنا منع ہے، نفس آلات کے واسطے نہ تغنی کی وجہ سے۔ یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا پہلی جلد کے ص ۳۳، پانچویں جلد کے ص ۲۲۲ سطر ۲۷، ۲۸ میں سے۔

اور اس پانچویں جلد میں صوفیا حلیہ کی سماع کی شرائط اور اس امر کا ذکر کہ صدہا سال سے اس سماع کی رخصت منفی ہو چکی ہے موجود ہے جس کے ملاحظہ سے منصف کو بخوبی تشفی ہو جاتی ہے اور جنازہ کے روبرو مولود کا پڑھنا خلافِ ادب ہے۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے الحمد یا کلمہ طیبہ و آیت شریفہ پڑھنا بے ادبی ہے، یہ رباعی پڑھیں :

مفلسا نیم آمدہ در کوے تو　　　شیئا للہ از جمال روے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما　　　آفریں بردست ۔۔ روے تو

كذا فی نفحات الانس و تكملة المقامات المظهرية وغيرهما .

اور وقت ذکر ولادت باسعادت کے تعظیم کرنے کی تحقیق میں مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری نے اس ایک رسالہ بنام 'دافع الاوہام فی محفل خیرالانام (۱)' لکھا ہے۔ اور اس میں بہت سی وجوہِ شرعیہ کے اس تعظیم کا استحباب ثابت کیا ہے، اخیر اس تحریر کے یہ ابیات لکھے ہیں ۔

شرع کے مفتیان ماہر فن　　　لکھتے ہیں یہ قیام مستحسن
دیکھو روح البیان کی تحریر　　　سنو حلبی کی بعدازاں تقریر
عقد مفرد کی دیکھ لو تصحیح　　　اور علامہ غرب کی تصریح
مفتیوں کی سنو سخن سنجی　　　اور دیکھو کلام برزنجی
حسن پر اس کے عام فتوی ہے　　　صورت اجماع کیسی پیدا ہے
دیکھو اب توبہ کر کے چپ رہنا　　　بھول کر بھی نہ اس میں کچھ کہنا

فقیر کہتا ہے خبر متواتر ہے کہ حرمین شریفین میں بھی اس قیام تعظیمی کا دستور عام ہے۔ اور امام بخاری علیہ الرحمہ صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حرمین شریفین کے اجماع کی پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برانگیخت فرمائی ہے۔ دیکھو ص ۱۰۸۹ مطبوعہ احمدی دہلی میں۔

اور حدیث **مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن** جو کتب حدیث وفقہ میں بطور مرفوع وموقوف مروی ہے اس سے بھی بہ وضاحت تمام ثابت ہے کہ جو امر حرمین شریفین تک میں مستحسن اور پسندیدہ ہو جائے تو دین دار مسلمان کو لازم ہے کہ اس کو مان لے، اور کلام نہ بڑھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں خصوص اعمال امت جو بحکم آیت **وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا** وغیرہا کے آپ کو بالیقین معلوم ہیں۔ تفسیر فتح العزیز میں اس کا عمدہ بیان ہے۔

---

(۱) یہ رسالہ الحمدللہ فقیر ثاقب رضا قادری کی ترتیب وتخریج کے ساتھ مکتبۂ اعلیٰ حضرت، لاہور سے بنام 'محفل میلاد- کیا اور کیوں؟' شائع ہو چکا ہے۔

صاحب ردالمختار نے کئی جگہ لکھا ہے کہ انبیا و اولیا کو وحی و الہام سے بعض غیب معلوم ہوتے ہیں بلکہ کتب عقائد اہل سنت میں ہے کہ من جملہ کرامات اولیا کے بعض مغیبات پر اطلاع کا حاصل ہونا ہے اور معتزلہ اس کے منکر ہیں اور بسط اس مسئلہ کی ہمارے رسالہ 'سل الحسام الھندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی' میں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا جلد دوسری کے صفحہ ۲۷۶۔

اور جلد تیرہ کے ص ۲۹۷ سے مولوی اسمٰعیل صاحب کی صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے ص ۱۷۷ میں ہے کہ روح مقدس حضرت غوث الثقلین وخواجہ نقشبند قدس سرہما کی سید احمد صاحب پر ظاہر ہوئی اور ایک پہر تک سید صاحب کو دونوں ولیوں نے قوی توجہ دی۔ انتہی

پس جب بموجب قول پیشوائے غیر مقلدین کے ولیوں کی روح بغداد و بخارا سے متوجہ ہوکر دہلی میں اپنے ایک مرید کی توجہ کے واسطے آ گئی اور یہ غیب کی خبر ان کو ہوگئی کہ ہمارا مرید دہلی میں ہے چلو اس کو توجہ دیں تو اب اگر روح پُرفتوح سرور عالم جن کو اعمال امت بالیقین معلوم ہیں مجلس مولود میں نورافزا و پرتو افگن ہوئے تو کیا عجب ہے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باعلام الٰہی کسی قدر غیب دان (۱) ہونے کا منکر اہل سنت سے نہیں ہے۔ واللہ ہوالہادی

اکیسواں سوال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ کہنا درست ہے یا نہیں اور التحیات میں اشھدان محمدا عبدہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو بجائے اس کے کیا پڑھا جائے اور ۔۔۔ ناف کے راستہ ۔۔۔ ہوئے تھے اس واسطے عبدہ نہ کہنا چاہیے سچ ہے یا ۔۔۔ اور اس کا قائل مسلمان ہے یا کافر۔ انتہی

---

(۱) ردالمختار میں معتبرات سے درج ہے کہ ان النبی یعلم بعض الغیب۔ اور قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے پھر آپ پر غیب دان ہونے کا اطلاق کرنا جیسا کہ متن میں لکھا ہے غور کرنے والے اہل علم کے نزدیک کچھ بھی مستبعد نہیں ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

جواب: قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور مقبول جن کے برابر ساری خدائی میں کوئی بندہ نہ تھا آپ کو اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ اور پیارا رسول کہنا شرعاً وعقلاً درست ہے، البتہ بوجہ حقارت کہنا پیغمبر بھی خدا کا ایک بندہ ہی تھا کفار کے شعار سے ہے جیسا کہ قرآن میں کئی جگہ کافروں کی طرف سے یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر ہمارے جیسے ہی بندے ہیں اور آپ کا ناف کی راہ سے پیدا ہونا غلط بات ہے، سائل جو اس غلطی پر کفر تک نوبت پہنچانے پر آمادہ ہوئے تو یہ شعار وہابیت سے ہے۔ اہل سنت تو اسلام کے گم راہ فرقوں کے بھی کافر کہنے سے بہت بچتے ہیں چنانچہ ماہر احکام شرع پر مخفی نہیں ہے۔

چھبیسواں سوال

سوال بست وششم:-----------------------------------

جواب: امام ضامن کا پیسہ بازو پر باندھنا اور بوقت رخصت کے امام ضامن کے سپرد کرنا اگر بدیں نیت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ہیں ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ جو حافظ حقیقی ہے محفوظ رکھے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بزرگوں کی توجہ کے اعتقاد کا صحیح ہونا صراط مستقیم غیر مقلدین کی بہت معتبر کتاب سے عن قریب منقول ہو چکا ہے اور ہماری کتابوں میں بھی ایسا ہی ہے۔ مقامات مظہریہ میں لکھتے ہیں :

> التفات حضرت غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچ یکی از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بجاش مبذول نیست ہم چنیں عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف ست مغلان در صحرا وقت خواب اسباب واسپاں خود درحمایت حضرت خواجہ میسپارند(۱) وتائیدات ازغیب ہمراہ ایشاں میشود انتہی۔

(۱) قرآن مجید میں حضرت جبرائیل علی نبینا وعلیہ السلام سے حکایت ہے کہ: لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا. میں بخشوں تجھ کو اے مریم فرزند دانا۔ علی ہذا القیاس قرآن وحدیث میں اس کے نظائر بہت ہیں جن سے جواز ان کلمات مجازیہ کا ثابت ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

پس معلوم ہوا کہ یہ لفظ سپرد وغیرہ الفاظ توسلی ہیں، حافظ حقیقی اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے، ایسے الفاظ پر شرک تک نوبت پہنچانی وہابیوں کا کام ہے۔ ہاں! اگر کوئی جاہل کسی ولی بلکہ نبی کو مستقل سمجھ کر ایسے الفاظ کا استعمال کرے تو وہ داخل شرک ہے اور جہال کے اقوال خارج المبحث ہیں۔ کسی قدر واقف اور دین دار اہل اسلام میں استقلال کا اعتقاد نہایت ہی بعید معلوم ہوتا ہے، بالفرض کسی کا جو ایسا خیال ہو تو اس کو ملایمت سے سمجھا دینا حکم شرعی ہے اور مہما امکن کافر وغیرہ کہنے سے تحرز کرنا دین داروں اہل سنت کا شعار ہے۔ واللہ ہوالہادی

اٹھائیسواں سوال

زید کہتا ہے کہ غنیۃ الطالبین حضرت پیر کی تصنیف نہیں ہے اور اگر ہے تو اس میں حنیفہ کو مرجئہ لکھا ہے یہ کسی مردود کا ملایا ہوا ہے یہ بات سچ ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو زید گناہ گار و بے ادب ہوا یا نہیں؟ ص ۱۳ کو ملخصاً

جواب: بعض محققین نے لکھا ہے کہ غنیۃ الطالبین حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف نہیں کہ اس میں کئی ضعیف وغیرہ حدیثیں موجود ہیں مگر مشہور یہی ہے کہ یہ کتاب آپ کی تالیف ہے اور فرقہ حنفیہ کو مرجئہ میں داخل کرنا چونکہ فی الواقع خلاف نفس الامر ہے، اس لیے مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی مترجم غنیۃ وغیرہ بہت سے اکابر علما نے تصریح کی ہے کہ کسی معاند حنفیہ نے یہ کلام اس کتاب میں ملادی ہے پس جھوٹے اور مدلس کو مردود کہنا داخل بے ادبی نہیں۔

نواں سوال

بعض کہتے ہیں کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی نے حضرت ملک الموت سے روحوں کی زنبیل چھین لی تھی جس سے ہزاروں مردے جی اٹھے اور ایک عورت آپ سے دعا و اولاد چاہنے۔۔۔۔۔۔لوح محفوظ سے دیکھ کر فرمایا تیری قسمت

میں اولاد نہیں وہ رونے لگی تو آپ نے فرمایا: یاالٰہی تیرانام بھی قادر ہے اور میرا نام بھی قادر ہے۔۔۔۔۔۔نہیں تو میں نے اس کو سات بیٹے دیے چنانچہ اس کے سات بیٹے ہوئے اور کسی کی ناؤ ڈوب گئی بعد ۱۲سال کے آپ نے وہ نکالی یہ باتیں صحیح سے ثابت ہیں یا نہیں؟ یہ اعتقاد کہ آپ ملک الموت سے روح چھین سکتے ہیں صحیح ہے یا نہیں اور ایسا اعتقاد کیا ہے؟۔ص۸

جواب: حضرت غوث الثقلین کا حضرت ملک الموت علی نبینا وعلیہ السلام سے روحوں کا چھین لینا اور کسی عورت کو اپنے حکم سے سات فرزند دینا کسی معتبر کتاب میں نظر نہیں آیا اور اہل سنت کے عقائد کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ ولی کو رسول فرشتے پر فضیلت نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقۃً اولاد دینے والا ہے۔کذافی معتبرات العقائد۔

اور بارہ سال کے بعد ڈوبی ہوئی ناؤ کا حضرت کی دعا سے نکلنا بعض کتابوں میں مذکور ہے اور یہاں تک مشہور ہے کہ بغداد شریف میں ایک محلّہ اس شخص کے نام پر آباد ہے جس کی بارات ڈوبی ہوئی نکلی تھی۔ اور ولی کی دعا سے مردوں کا زندہ ہوجانا کرامات اولیا میں داخل ہے جو اہل سنت کے نزدیک حق ہیں اور اس ناؤ کے نکلنے کو یوں تعبیر کرنا کہ حضرت پیران پیر ڈوبی ہوئی ناؤ کو اپنے حکم سے نکال سکتے ہیں جیسا کہ سائل نے لکھا ہے، یہ وہابیوں کی عادات سے ہے کہ خواہ مخواہ مسلمانوں کی درست باتوں کو اُلٹا پلٹا کر غلط بنانا پھران کو کافر کہہ کر اپنے ہم مسلکوں کا دل بہلانا ہے۔نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

اہل حق کے نزدیک لازم ہے کہ مسلمانوں کو رفق اور ملایمت سے سمجھائیں اور بصورت بولنے کسی کلمہ نامشروع کے باوصف یہ کہ وہ بہت وجوہ سے کفر کا کلمہ ہو حتی الامکان اس کی تاویل کرکے مسلمانوں کو اِسلام سے خارج نہ کریں اور ہوسکے تو کفار کو مسلمان بنائیں۔ **ونعم ماقیل** ؎

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

واللہ ہوالموفق۔

حضرت مولانا ومرشدنا نے ذکراس کرامت کا جونظم فارسی میں کیا ہےتو بعدالتجا کرنے پیرزال کے حضرت پیرصاحب قدس سرہ کی دعا کا حال یوں لکھا ہے :

پس پیر پیراں با صفا درسجدہ شد پیش خدا
با عجز و زاری و بکا شد ہمتش مشکل کشا

یارب مرایں اموت رادر جوف حوت اقوات را
ہر جزو جزو اشتات راازفضل خوددزندہ نما

سرمدبسجدہ ہم چناں کرجائے غرق آمدفغاں
کشتی پرازمردان زناں پیداشدہ برروئے ما

چوں این کرامت شدمبیں شدخلق راراسخ یقیں
برودرب العلمیں برحشرنشرو برجزا

ظاہر چوشدایں طرفہ سر بسیارمنکرشدمقر
گشتند کافرمنکسر شدمومناں رااعتلا

رہا یہ جوسائل نے دسویں سوال میں تعزیہ بنانے اوراس کی تعظیم کرنی اوراس پر منت ماننی اوراس کے سوم وغیرہ کرنے اورشدی نعل جھنڈے بنانے کا اوران کاموں پرخرچ کرنے کا اور ایسے کاموں میں شریک ہونے کا حکم پوچھا ہے پھر بارھویں سوال میں عالمگیر بادشاہ کے قاضی قوی کوزیارت ہونے حضرت امام حسین سلام اللہ علیہ وعلی اباۂ الکرام کی اورخود عالم گیرکوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوکرحکم موقوفی تعزیہ کے بعدتعزیہ کے بنانے کا حکم دینا پھر پندرھویں سوال میں تعزیہ پرستی گورپرستی نجومی رمال جوتسی سے پوچھنا اورشادی کی تاریخ برہمن سے پوچھ کرمقررکرنااورملا سے فال دکھلاکرغیب کی خبریں پوچھنے کاحکم جومولوی مفتی قاضی ایسے کاموں میں شریک وحامی ہوان کے پیچھے اقتدا کا حال پوچھا ہے۔

پھراٹھتیسویں سوال میں زیدکا یہ قول نقل کرکے کہ اگرتعزیہ براہےتواس کے ساتھ سینکڑوں نیکی کے کام ہوتے ہیں،قرآن ودرود پڑھا جاتا ہے،کھانا ملتاہے،خیرخیرات بہت ہوتی ہے جب

اتنے نیک کام ہوئے تو ایک گناہ کا کیا ٹھکانہ ہے بلکہ وہ گناہ بھی نیکی میں داخل ہو جاتا ہے۔سائل نے پوچھا کہ یہ بات حق ہے یا ناحق ہے تو زید اس عقیدہ سے مسلمان رہا یا مشرک ہوا۔

پھر **تیسویں سوال میں** ۔۔زید کا یہ قول نقل کر کے ایک مرتبہ علما نے تعزیہ کے برا ہونے پر فتوی دیا تھا،ایک ملانے ان کے مخالف ہو کر کہا کہ اب لوگ شرع پر قائم نہیں پھر تعزیہ کیوں موقوف کرتے ہو اس کے بہانہ سے لوگ حسین کا نام لیتے ہیں جہاں اور گناہ ہیں ایک یہ بھی سہی،تب سب علما ساکت ہوئے۔سائل نے پوچھا کہ یہ بات سچ ہے یا جھوٹ اور جو شخص ایسا کہے اس کا کیا حکم ہے وہ مسلمان رہا یا نہیں ؟ اور تعزیہ پرست وغیرہ کو مشرک کہنا جائز ہے یا نہیں مشرک کی بیٹی سے نکاح درست ہے یا نہیں ؟۔

تو ان کا جواب یہ ہے کہ تعزیہ بنا کر اس کی تعظیم کرنی اور منت ماننی مشابہ بت پرستوں کے شعار سے ہے اور گور پرستی ہے اس لیے بہت سے علماے دین نے اس کو حرام لکھا ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالی نے شہدا کو زبان سے مردہ کہنا اور دل سے بھی مردہ جاننے سے نہی فرمائی ہے کہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں :

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ o (سورۂ بقرہ:۲/۱۵۴)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا o (سورۂ آل عمران:۳/۱۶۹)

پس جب عموماً شہدا کی قبروں کی نقلیں بنانی خدا تعالیٰ کی سخت بے فرمانی ہے اور قرآن وحدیث میں صبر اور تحمل کے واسطے فرمایا ہے ماتم جزع فزع سے مسلمانوں کو سخت دھمکایا ہے پس تعزیہ وغیرہ بنانا اور اس میں مال خرچ کرنا اور ترغیب دلانا کبیرہ گناہ ہے-اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو ایسی بدرسموں سے بچائے۔

اور یہ خیال کہ اس سے حسنین کی یاد ہوتی ہے محض خام اور دھوکہ دہی شیطان کی ہے۔قرآن وحدیث کے مخالف کاموں میں یادگیری کیا ان کی نقلیں بنا کر ان کے دشمنوں میں شامل ہو کر بالیقیں ان کی ارواحِ طیبہ کو ناراض کر کے غضب الٰہی میں آنا ہے-اللہ تعالی محفوظ رکھے-

اور حکایات زیارات کی محض بناوٹی اور جھوٹ ہیں۔مخالفین اہل سنت کیا کیا بہتان بندیاں نہیں کرتے ہیں،خواب اور زیارت کی ابلہ فریبیوں سے گزر کر کتابوں پر بہتان کر کے شائع کرتے

ہیں جیسا کہ سائل نے بیسیوں سوال میں کارستانیاں کی ہیں جس کا جواب اوپر قلم بند ہو چکا ہے۔اور ایک رسالہ اثبات تعزیہ داری و ماتم میں سید ارشاد علی اثنا عشری مطبوعہ مطبع حسینی لکھنو ۱۲۹۴ھ موسوم بہ تعزیہ الم، فقیر کو ایک دوست نے دکھایا جس کے دیباچہ میں درج ہے کہ تعزیہ داری و ماتم جناب حسین علیہ السلام کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کیا ہے، پھر ابتدا میں فتاوی عالمگیر یہ وغیرہ سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی تھی کہ بہشت کی چوکھٹ اور حورعین کی پیشانی کو بوسہ دوں گا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے قدم اور پیشانی کو چوم لے۔

اس نے عرض کی: وہ مر گئے ہیں۔آپ نے فرمایا: ان کی قبروں کو بوسہ دے۔اس نے عرض کی کہ ان کی قبریں بھی مجھ کو معلوم نہیں۔آپ نے ارشاد کیا دو خط بصورت قبر کھینچ کر ان کو والدین کی قبریں تصور کر کے بوسہ دے کہ تیرے واسطے کافی ہے۔

پھر جامع الاصول سے نقل کیا ہے کہ عائشہ صدیقہ گڑیاں بنا کر کھیلتی تھیں اور ابطال الباطل سے لکھا ہے کہ وہ تصویریں گھوڑوں کی تھیں اور گھوڑوں کی تصویریں بنانی حرام نہیں ہیں پس اس بات سے صاف معلوم ہوا کہ ذی روح کی تصویر بنانی اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

اور شرح دلائل الخیرات سے لکھا ہے کہ جبرئیل صورت عائشہ کی سبز حریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے، نیز دلائل الخیرات وغیرہ میں تصویر روضہ منورہ و منبر شریف اور تصویر قبر خلیفہ اول و دوم و تصویر نعل مبارک وغیرہ لکھی ہیں جبکہ اہل سنت کی کتابوں سے ذی روح و غیر ذی روح دونوں کی تصویر بنانی جائز ہوئیں تو تعزیہ کی ممانعت جو نقل روضہ امام حسین علیہ السلام ہے انصاف سے بعید ہے۔تصویر نعل چرمی پاؤں کے باعث برکت ہو اور نقل روضہ امام علیہ السلام سبب برکت نہ ہو اسے بت پرستی کہیں۔انتہی من صفحہ ۱، ۲، ۳ ملخصاً

فقیر کہتا ہے کہ ارشاد علی اثنا عشری نے اس تحریر میں بہتان وافترا و کذب و دھوکہ دہی کا کوئی ادنیٰ دقیقہ بھی فروگذاشت نہ چھوڑا۔

اوّل فتاوی عالمگیر یہ وغیرہ سے جو حدیث موضوع نقل کی ہے ایک تو فتاوی عالمگیر یہ پر بہتان کیا۔دوسرا اتنا بھی نہ سمجھا کہ فقہ کی کتابوں میں روایاتِ فقہیہ ہوتی ہیں حدیث کو ان سے کیا نسبت۔

فقیر سارے اثنا عشری لوگوں کو اعلان کرتا ہے کہ اگر یہ حدیث فتاوی عالمگیر یہ سے نکال دیں

جو کچھ مانگیں ہم ان کو نذرانہ دیں، ودرصورتِ خلاف گوئی ذرا شرمائیں اور دروغ گو میگویم بروے تو سے باز آئیں کہ حق تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ **لعنةُ اللّٰهِ علَى الكاذبين o**

دوم اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالت صغر سنی میں ایسی گڑیوں سے کھیلنے سے جن کی کوئی اصلی صورت و ما بہ التمیز ظاہر نہ تھی جیسا کہ دینی کتابوں میں لکھا ہے یہ نتیجہ نکالنا کہ ذی روح کی تصویر بنانی اہل سنت کے نزدیک جائز ہے سوائے ارشادعلی کے کسی ادنی دانش مند کا کام بھی نہیں ہے کیونکہ اہل سنت کی جمیع مبسوطات فقہ واحادیث وتفاسیر میں درج ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانی حرام وگناہ کبیرہ ہے اور کفار کے بعد ایسے مصوروں کو عذاب ہوگا۔

سوم حضرت جبریل امین بحکم رب العالمین جو کوئی شبیہ سیدالمرسلین کے پاس لے آئیں تو اس میں کیا قباحت ہے گناہ تو بنی آدم پر ہے اگر ذی روح کی تصویر بنا کر خالق بلا شبیہ سے تشبیہ پیدا کرے۔اور صحیح بخاری میں ہے کہ وہ شبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھائی گئی تھی پس عالم رؤیا کی بات کو احکامِ دنیویہ سے کیا تعلق ہے؟۔

چہارم دلائل الخیرات وغیرہ میں جو شبیہ کعبہ وروضۂ منورہ کی ہے تو شرعاً ان کا بنانا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب یعنی کسی طرح کا اس میں ثواب نہیں صرف اباحت ہے اور نہ یہ حکم ہے کہ اس کو دیکھ کر اصل کی سی تعظیم کرو، پس اس سے تعزیہ کا جواز نکالنا جس میں شہدا کو مردہ بنانا ہے اور گور پرستی کے گناہ کے سوا اور کئی قباحتیں موجود ہیں سوائے سخت بے انصافی کے اور کیا تصور کیا جائے!۔واللہ ہوالہادی

پھر اسی رسالہ تعزیہ الم کے صفحہ ا میں امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں خاک بسر ہونا اور سینہ زنی اور چاک گریباں ہونے کی دلیل کتاب الاستیعاب سے لکھی ہے کہ جناب رسول خدا نے طلاق دی بی بی حفصہ دختر خلیفہ دوم کو اور خبر یہ خلیفہ دوم نے سنی تو اس وقت خاک اپنے سر پر ڈالی انتہی بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ اس میں بھی دو بہتان ہیں نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تھی اور نہ اس کی خبر سن کر شہ سوار میدان ولایت وعدالت جناب خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ خاک بسر ہوئے تھے، حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کے بدگوؤں کو دیکھ کر کہہ دیا کرو کہ تمہاری شرارت پر خدا ذوالجلال کی لعنت ہو۔

الغرض! اس رسالہ میں اس قدر بہتان وکذب ودھوکہ بازیاں ہیں جن کے شمار کے لیے ایک طومار مرتب ہو، اضلال علی کا نام ارشاد علی رکھنا از قبیل: 'برعکس نہند نام زنگی کافور' کے ہے۔

فقیر اتنا لکھ چکا تھا کہ پھر اسی دوست (۱) سے ایک اور رسالہ کے براہین الانصاف مطبوعہ جعفری پریس لاہور ۱۳۰۴ھ مولفہ سید زین العابدین ساکن بٹالہ کا دیکھنے میں آیا جس میں حامیانِ دین اسلام صحابہ کرام ومجتہدین عظام واولیا خدا ذوالجلال والاکرام کے حق میں بہتان بندی اور خلاف ورزی کی رو سے سخت زبان درازیاں کر کے اسلام کو بدنام کیا ہے، ہر چندان لوگوں کے جواب میں رسالہ ہدیۃ الشیعتین فقیر کا منصفوں کے لیے کافی ہے مگر اس جگہ کئی بہتان اس کے قلم بند کرتا ہوں تاکہ عوام اہل اسلام اس کی دھوکہ دہی سے بچیں۔

واضح رہے کہ براہین الانصاف کے صفحہ ۵۹ کی ابتدا میں چاروں امامان اہل سنت پر لعنت کرنے کی دلیل کے بیان میں ہرزہ درائی کر کے سطر اخیر میں میزان شعرانی کے ص۶۳ سے لکھا ہے :

وکان الإمام أبو حنیفة اذا افتی یقول ھذا رائ أبی حنیفة .

یعنی تھا امام ابوحنیفہ کہ جب فتوی دیتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ رائے ہے ابی حنیفہ کی۔انتہی بلفظہ

اور نیز اس کے ص ۵۹ سطر ۱۵ سے ۱۹ تک ہے اور میزان الشعرانی کے ص ۶۲ میں لکھا ہے :

وکان الامام الجعفر یقول من اعظم فتنة یکون علی الامة قوم مقییون فی الامور برائھم فینھدم الاسلام بذلک .

یعنی امام جعفر صادق فرماتے تھے کہ بڑا فتنہ ہوگا اوپر امت کے کہ ایک قوم قیاس کرے گی بیچ امروں کے ساتھ رائے اپنی کے پس گرائے گی اسلام کو ساتھ اس قیاس کے۔ انتہی

اور اوپر اس کے دراسات اللبیب وہابی کی کتاب سے نقل کرتا ہے کہ امام جعفر صادق نے ابو حنیفہ سے کہا کہ پہنچا ہے ہم کو کہ تُو قیاس کرتا ہے نہ قیاس کر کہ اوّل جس نے قیاس کیا تھا وہ ابلیس ہے۔ جب امام جعفر صادق سے ثابت ہوا کہ پہلے قیاس شیطان نے کیا تھا پس خداے تعالی نے فرمایا :

---

(۱) یعنی خلیفہ محمد فضل الرحمٰن صاحب امام جامع مسجد کنپ فیروز پور۔۱۲

وَاِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَۃَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ٥ (سورۂ حجر:۱۵/۳۵)

ابوحنیفہ پر بھی بسبب قیاس کرنے کے مثل ابلیس کے لعنت ہوئی۔انتہی ملخصاً

اب اہل حق پر روشن ہو کہ اس شخص نے پہلے نقل میں سخت خیانت یہ کی ہے کہ عارف شعرانی نے میزان کبری میں لکھا ہے کہ چاروں امام مخالف شرع رائے کی مذمت کرتے ہیں پہلا ان ۔۔۔۔۔۔۔ ہر رائے مخالف شرع سے بیزار ہے جھوٹ ہے جو بعض متعصب اس امام کی طرف رائے کی نسبت کرتے ہیں یہ متعصب قیامت کے دن امام کے روبرو سخت فضیحت ہوں گے جس کے دل میں نورِ ایمان ہے وہ کسی کو چاروں اماموں سے بُرا نہیں کہتا ہے۔الخ

پھر آگے اس کے امام صاحب کی تبری رائے کی دلیل میں لکھتے ہیں :

و کان اذا افق یقول هذا رائ ابی حنیفة و هو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء بأحسن منه فهو اولی بالصواب . انتهی

اس مقولہ میں سے اخیر عبارت میزان شعرانی کی جو امام صاحب کے نہایت انصاف اور کمال اتباع شرع کی دلیل تھی سقط کر کے صرف پہلا فقرہ نقل کیا اور اس کو رائے کے مخالف شرع پر حمل کر کے معاندانہ اور حاسدانہ طور پر جو جی میں آ گیا کہہ دیا۔

پھر دوسری نقل میں امام ہمام سیدنا جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی اباۂ الکرام علاوہ اس سے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت کے نزدیک امام بحق ہیں شیعہ کے ہی اتفاق سے امام معصوم ہیں جن کے کلام کو تحریف کرنا اور ان کے مخالف مرضی حکم کو ان کی طرف نسبت کر دینا کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے بہتان کر دیا کہ ان کے کلام کے اخیر سے یہ عبارت کہ **یحرمون ما احل اللّٰہ و یحلون ما حرم اللّٰہ** کو جو صریح بتلا رہی ہے کہ حضرت امام کے نزدیک وہ رائے جو مخالف شرع کے ہو بُری ہے سقط کر کے بجائے اس کے یہ فقرہ کہ **فینهدم الاسلام بذلک** کسی اور کے کلام کو امام ہمام کی طرف نسبت کر دیا۔

پھر یہ شخص مؤلف براہین الانصاف کا اس قدر علم سے عاری ہے کہ **فتنةِ** کی صفت **تکون** کو جو مؤنث چاہیے اور میزان شعرانی میں بھی یوں ہی منقول ہے، **یکون** لکھتا ہے اور **فینهدم** جو انہدام لازمی سے ہے اس کے معنی متعدی کے کرتا ہے۔پھر دراسات اللبیب سے بہ سند امام شعرانی

جوامام ہمام سیدنا جعفرصادق سے امام صاحب کی زجر نقل کی ہے وہ بھی ہیچ پوچ ہے دووجہ سے :

اوّل تو یہ کہ امام شعرانی نہایت ثنا خواں ہے ائمہ اربعہ خصوص امام اعظم رضی اللہ عنہم کا جیسا کہ ان کی میزان سے اوپر ابھی کچھ منقول ہوا ہے پس شعرانی کی سند سے امام صاحب کی توہین ثابت کرنا محض خلاف واقع اورنرا بہتان ہے۔

دوم یہ کہ شیعہ کی معتبر کتابوں سے مثل نہج الحق ومنہج الکرامہ سے ثابت ہے کہ امام جعفرصادق سلام اللہ علیہ وعلی اباءَ الکرام نے امام اعظم کوفرمایا تھا کہ تو میرے جد بزرگ وار کی سنت کوزندہ کرنے والا ہےاورسیدھے راستہ کی طرف رہنما ہےاورایسا ہی ان کوحضرت باقر وزید شہید سلام اللہ علیہما نے اجازت فتوی کی دی ہے۔ چنانچہ فقیر نے اصل عبارت اس کے عبارت شرح تجرید کے رسالہ ہدیۃ الشیعتین میں نقل کی ہے۔ **من شآء فلینظر ثمّہ** .

اورشیعہ کا ہے کہ اجتہاد کا جامع ہووہ واجب الاطاعت ہے پس جوشخص امام ابوحنیفہ کوواجب الاطاعت نہ جانے تواس نے ائمہ اہل بیت اطہار کی شہادت کورد کیا ہے جوشیعہ کے نزدیک کفر ہے ۔کماحققہ فی التحفۃ الاثناعشریۃ من معتبرات الشیعۃ۔جب امام صاحب کے واجب الاطاعۃ نہ جاننے والے کی کفرتک نوبت پہنچی شیعہ کے اصول کی روسے توامام صاحب پرلعنت کرنے والے کا حال تو کافروں سے بھی زبوں ترہوا۔ **فویل لصاحب براھین الانصاف الذي ھو مظھر الکفر والجور والاعتساف** .

پھراسی براہین کےص ۶۷، ۶۸ میں بہت سی فقہ حنفی کتابوں کے نام لکھ کرایک عبارت عربی لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلث عنبی اگرچہ شدید ہوجائے ابوحنیفہ کےنزدیک حلال ہے تو اس کے ترجمہ میں لکھا ہے یعنی سکر پیدا ہوجائے اورنیز اپنی طرف سے یہ بھی لکھا ہے کہ سوا شراب انگوراورخرما کے اورسب قسم کی شراب مباح ہے، اگرچہ سکرکرے سطر۵، ۶، ص ۶۸ سو یہ بھی نرا بہتان ہے کیونکہ مسندامام اعظم میں حدیث **لا تشرب مسکرا** اورحدیث **حرمۃ الخمر بعینھا قلیلھا وکثیرھا والمسکر من کل شراب** موجود ہے۔اورہدایہ وغیرہ میں بھی یوں ہی ہے اورنووی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جوشراب مسکرہووہ باجماع مسلمین حرام ہے۔ دیکھودوسری جلد کےص ۱۶۴ میں ۔اورحنفی مذہب میں فتوی اسی پرہے کہ جس شراب کا کثیرمسکرہوتو

قلیل بھی حرام ہے۔کذافی کتب الفقہ۔

پس اس ظالم بہتانی سے منتقم حقیقی بدلہ لے، پھر اسی براہین کے ص ۶۸، ۶۹ میں امام مالک سے جوازِ لواطت غلام ومنکوحہ نقل کر کے اس امام ہمام کے حق میں بھی بہت ہرزہ درائی کی ہے اور یہ بھی نرا بہتان ہے، کیونکہ خود امام مالک رحمہ اللہ کی موطا میں باب حد اللواطہ میں ابن شہاب سے لکھا ہے کہ لوطی کے واسطے رجم یعنی سنگ سار کرنا ہے محصن ہو یا غیر محصن اس کی شرح عربی میں شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ مذہب امام مالک کا بھی ہے کہ لوطی کو رجم ہے محصن ہو یا غیر محصن ۔اور میزان شعرانی وطیبی شرح مشکوۃ وغیرہما میں ایسا ہی لکھا ہے، نیز موطا امام مالک کے کتاب النکاح میں ہے :

باب یحرم الایتان فی الدبر و یحل فی قبلها من جانب دبرها قال اللّٰه تعالی: نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ .

اور اس کی شرح عربی میں ہے کہ باتفاق اہل علم ایسا روا ہے اور عورت سے لواطت حرام ہے۔ انتہی مترجماً

اب اس سے صریحۃً بہتان بندی شیعہ کی ثابت ہوئی۔ پھر اسی صفحہ ۶۹ میں امام شافعی علیہ الرحمۃ سے طہارتِ منی کے مسئلہ میں نووی شرح صحیح مسلم کی عبارت **بل یحل أکل منی** لکھ کر اس کا ترجمہ یوں کیا ہے بلکہ حلال ہے کھانا منی کا۔سطر ۱۳ میں دیکھو۔

سو یہ بھی اس شخص کی تحریف اور بہتان بندی ہے کیونکہ نووی شرح صحیح مسلم میں **هل یحل أکل المنی** بطور استفہام کے لکھ کر اخیر میں لکھا ہے کہ حلال نہیں، کیونکہ منی گندگی ہے اور جملہ خباثت مرحمہ میں سے ہے۔مطبوعہ احمدی کے پہلی جلد کے ص ۱۴۰ سطر ۲۴ میں دیکھو۔

پس اس شخص نے واوٌ عاطفہ کو حذف کر کے اہل استفہامہ کو بل سے تحریف کر کے اخیر ساری عبارت کو سقط کر کے بہتان کر دیا کہ منی کا کھانا شافعی کے نزدیک روا ہے۔واللہ عزیز ذوانتقام۔

اور اسی براہین کے ص ۶۹ میں لکھا ہے اور کتاب فتح القدیر اور ہدایہ کی کتاب الاشربہ میں ہے کہ امام حنبل بھنگ نوشی واسطے خوشی کے جائز جانتا ہے۔انتہی

فقیر کہتا ہے کہ یہ بھی اس شخص کا بہتان ہے۔فتح القدیر اور ہدایہ کے باب الاشربہ میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے اور خود امام احمد کی مسند میں حدیث مروی ہے کہ **ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام .**

ردالمحتار میں ہے: رواہ احمد وابن ماجۃ الدارقطنی وصححہ ص۲۹۳ جلد۵ پھر اسی صفحہ میں ردالمحتار کے ابن تیمیہ حنبلی مذہب سے اجماع اس پر نقل کیا ہے کہ حشیشہ یعنی ورق القنب جس کو ہندی میں بھنگ کہتے ہیں حرام ہے اور اس کو حلال جاننے والا کافر ہے۔انتہی مترجماً

اور درمختار میں بھی معتبرات سے نقل کیا ہے :

من قال یحل البنج والحشیشة فهو زندیق مبتدع .

ردالمحتار میں ہے کہ اس کو فتح القدیر و بحرالرائق وغیرہما میں تسلیم کیا گیا ہے۔الغرض صاحب براہین الانصاف بہتانات میں سخت جری ہے،اور یہ نہیں جانتا کہ بہتان غیبت سے بدتر ہے جو ماں سے زنا کرنے سے بہت بری ہے-کما جاء فی الحدیث-

رہا یہ کہ اسی صفحہ ۶۹ براہین میں امام شافعی رحمہ اللہ سے جواب لعب شطرنج نقل کر کے اس سے روا ہونا قمار بازی کا ان کے نزدیک ادعا کیا ہے جس پر کسی شیعہ ناصر خسرو کے یہ ابیات لکھتا ہے ؎

شافعی گفت کہ شطرنج مباحت مدام کج مبازید کہ جز راست نفرود امام

بوحنیفہ بہ ازیں گفت دراحوال شراب کہ ز جوشیدہ بخور رنبود بر تو حرام

حنبلی گفت چو در ورطہ غم در مانی اندکی بنگ خور و سوئے احبا نجرام

گر کنی پیروی مفتی چارم مالک او ہم از بہر تو تجویز کند وطی غلام

بنگ و می خور و کون میزن و خوش باز قمار

کہ مسلمانی بریں چار امام ست تمام

انتہی من صفحہ ۶۹،۷۰۔

فقیر کہتا ہے کہ اس تمام ہذیانات کا بہتانات ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے۔اب شطرنج قمار بازی کی افترا پردازی کا حال سنو کہ بہت سی کتب فقہ میں ہے کہ شطرنج میں جب قمار نہ ہوا اور نہ کسی واجب میں خلل پڑے اور نہ اس میں قسمیں کھائے اور نہ اس پر مداومت کرے اس صورت میں امام شافعی مباح جانتے ہیں یعنی واسطے تیزیِ عقل کے اور اگر ان چار چیز سے ایک بھی پائی جائے تو شطرنج بازی باتفاق ائمہ اربعہ کے حرام ہے۔کذا فی الدرالمختار و ردالمحتار وغیرہما

پس قمار لگا کر شطرنج ہمیشہ کھیلنے کو امام شافعی کے نزدیک روا کہنا جیسا کہ ناصر خسرو نامۂ اعمال سیاہ کر رہا ہے محض باطل وافترا ہے۔

الحاصل شیعہ کا دین جھوٹ بولنا اور بہتان کرنا اور نیک راہ سے اہل اسلام کو دھوکہ دے کر ہٹانا ہے اور برائے نام مومن کہلانا ہے جو قرآن وحدیث سے منافقین کی صفت ہے۔ہاں کیوں نہ ہو کہ ان کا مقتدا اور بُرا پیشوا عبداللہ بن سبا یہودی منافق تھا جیسا کہ اپنے مقام پر مبین ہے۔اور ائمہ اربعہ کا قبول اور مدارج علیا اسلام پر وصول ایسا نہیں کہ کسی کے غوغا وغیرہ سے کچھ نسبت ہو جائے۔

چراغے را کہ ایزد برفروزد
ہر آنکس فف زند رشیش بسوزد

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

پھر اس براہین کے صفحہ ۵ ۷ میں حضرت محبوب سبحانی سید السادات شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے بُرا کہنے کی دلیل یہ لکھتا ہے کہ الشیخ عبدالقادر الجیلانی انه کان مشکوک النسب اس سے سید ہونا کجا ان کا شیخ ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔انتہی ملخصاً

فقیر کہتا ہے: اول تو یہ بھی نرا بہتان ہے، اس لیے ابن جوزی علیہ الرحمہ کی کسی کتاب کا نام نشان نہیں لکھا ہے اور سوائے براہین والے کم علم کے اس عبارت کو ابن جوزی کثیر العلم کی طرف کوئی نسبت نہیں کرسکتا ہے کیونکہ علاوہ دوسرے قبائح لفظی معنوی اس کے لفظ کان کا بالکل بے محل ہے ہم عصروں کے کلام میں اس کو کیا گنجائش ہے۔

دوم اگر مان لیں کہ ابن جوزی نے اس قسم کی کچھ بات کہی ہوگی تو اس کا کہنا داخل اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت غوث الثقلین کا ہم عصر اور منکر تھا صوفیہ کرام کا۔کمافی ترجمۃ المشکوٰۃ والفصول الستۃ وغیرہما۔اور قول اقران کا ایک دوسرے حق میں خصوص جب مذہبی تغائر ہو غیر مقبول ہے، کیونکہ حسد سے انبیا وصدیقین ہی بچے ہیں۔ قاله جماعة من الائمة الكبار. كذا في ردالمحتار وغیرہ .

سوم اگر مان لیں کہ یہ قول مقبول ہے تاہم غیر معتبر عندالفحول ونامعقول ہے کیونکہ اس میں یہ کچھ بھی تشریح نہیں کہ حضرت کے نسب میں کیا خلل تھا پس حرج غیر مفسر نامعتبر ہوا کرتی ہے۔کمابین

فی موضعہ۔ پھر براہین کے ص ۸۷ گلستان بلبل شیراز کی یہ عبارت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ راویدم کہ درخانہ کعبہ روے بر حصا نہادہ میگریست ومینالیدومی گفت کہ خدایا ور وز قیامت مرانا بینا برانگیز تا درروے نیکاں شرمسارنکردم۔انتہی

نقل کر کے پھر لکھتا ہے کہ بعض سنیوں نے لفظ دیدکم شنیدکم سے بدل کر دیا ہے تا کہ زمانہ اس کا موافق رہے اس شعر کسی صوفی کے ؎

منیش کامل وعاشق تولد

وفاتش داں زمعشوق الٰہی

فقیر کہتا ہے کہ تحریف کتب شمیہ فرقہ شیعہ سے ہے، سنیوں سے اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرائے۔اوپر کی تحریفات سے اگر کسی قدر ہوگیا۔اب اس عبارت گلستان کا حال جو مکتبوں اور مدرسوں میں لڑکوں کی بھی زیر نظر ہے دیکھو کہ اس شخص نے کتنی تحریفات اس میں کی ہیں۔

اول ابتدا میں لفظ ''شیخ'' کا بڑھا دیا ہے۔

دوسرا ''دیدند'' کو ''دیدم'' سے تبدیل کر دیا ہے ''رحمۃ اللہ'' کے اخیر سے لفظ ''علیہ'' کو گرا دیا ہے ''درحرم کعبہ'' کو ''درخانۂ کعبہ'' بنایا ہے۔ ''نہادو بودمی گفت'' کے درمیان سے لفظ ''بود'' کو حذف کر کے دو لفظ ''میگریست ومینالید'' جو دونوں کا جامع ہونا سخت قبیح ہے زیادہ کیے ہیں۔ ''اے خداوند'' کو ''خدایا'' لکھ کر اس کے اخیر سے ''بخشا واگر مستوجب عقوبتم'' اس قدر عبارت کو اڑایا ہے۔ ''مرا روز قیامت'' کو ''درروز قیامت مرا'' سے تبدیل کیا ہے۔ اور اخیر کے ''نباستم'' کو ''نگردم'' بنادیا ہے جیسا کہ اصل عبارت گلستان مطبوعہ نول کشوری سے جس کے راقم مرزا جان نے تاریخ ۱۲۹۱ ہجری نکالی ہے، حاشیہ ص ۳۷ پر مرقوم ہوئی ہے تا کہ ناظرین اصل اور نقل صاحب براہین مقابلہ کر کے اس کی تحریف کا حال مشاہدہ کریں کہ دوسطر میں دس بناوٹ کی ہیں اور یہ جو دیدم کو صحیح بیان کرتا ہے یہ بھی براہین والے کی بے سمجھی ہے کیونکہ حضرت سلطان الاولیاء محبوب پاک کی تاریخ وصال ۵۶۴ ہجری ہے اور تاریخ تصنیف گلستان ۶۵۶ ہجری ہے جس سے ثابت ہے کہ بعد وصال حضرت کے ایک سوسات برس یہ گلستان لکھی گئی اور ابھی تک شیخ سعدی علیہ الرحمہ قید حیات میں تھے اور مشہور ہے کہ پہلے چالیس سال اپنی عمر میں شیخ علیہ الرحمہ نے تحصیل علوم کر کے دوسرے

چہل سال میں سیاحت کی ہے تو پھر حرم کعبہ میں حضرت کا دیکھنا غیر صحیح نکلا۔ کما لا یخفی علی المتأمل۔

حاصل کلام حضرت غوث الاعظم کی سیادت اور عموم ولایت اور تواتر کرامات کا چرچا اس قدر ہے کہ حرمین شریفین وغیرہ بلاد اسلامیہ کے قبول سے بڑھ کر شرعاً غرباً زبان زد خلائق ہے، بے دینوں کی بکواس سے کیا ہوتا ہے۔ جب انبیا وصدیقین حاسدوں وطاعنوں سے نہ چھوٹے بلکہ خالق کل عزوجل تک زبان درازیاں پہنچ گئیں تو باقی کیا رہا۔ ونعم ما قیل .

ومن ذا الذي ينجوا من الناس سالما

وللناس قال بالظنون و قيل

صدق اللّٰه تعالی: اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ .

اہل سنت کے مخالف فرقوں کے رسالوں وغیرہ کے جھوٹ و بہتان کے نمونہ کا یہ حال ہے جو اوپر تحریر ہوا ہے۔

فاللّٰهُ خيرُ حافظاً وهو ارحمُ الرَّاحمين .

رجعنا إلى جواب السائل: تعزیہ پرستی، گور پرستی، کسی سے غیب کی خبر پوچھنی، برہمن سے پوچھ کر شادی کی تاریخ مقرر کرنی سخت گناہ ہیں اور کسی سے خبر غیب پوچھ کر اس کا باور کرنا ایمان کا نقصان ہے۔

فاسق سے اقتدا مکروہ ہے کافر سے اقتدا ناروا ہے اور افعال کفر وکلمات کفر مبسوط کتابوں میں درج ہیں۔ مولانا قاری علیہ رحمۃ الباری نے شرح فقہ اکبر کے اخیر اس کی خوب تحقیق کی ہے۔ من شاء فلينظر ثمّه .

تیئیسواں سوال

دو حقیقی بہنوں کا معاً ایک مرد کے ساتھ نکاح روا ہے یا نہیں اور جو جائز جان کر ایسا نکاح کرائے اس کا کیا حکم ہے؟۔ (ص۱۲)

جواب: دو حقیقی بہنوں کا معاً ایک مرد سے نکاح بالکل ناروا ہے اور جو شخص ایسا نکاح

کرائے اور اس کو حلال جانے تو کافر ہو جاتا ہے حرام قطعی کا حلال جاننا کفر ہے۔

چوبیسواں اور پچیسواں سوال

۲۴: نکاح طلاق عیدین کی نماز جنازہ وغیرہ قاضی کے حکم سے متعلق ہیں یا نہیں؟ اگر متعلق ہیں تو کس دلیل سے؟ ص ۱۲

۲۵: نکاح اور ذبح کی اجرت یعنی وہ بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جواب: لائق فائق قاضی جو من جانب بادشاہ اسلام یا بہ تجویز اہل اسلام مقرر ہو جائے تو جو کام اس کی تفویض ہوں شرعاً اس کو ان کا اختیار ہے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں تو بادشاہ یا اس کے ماذون کا ہونا شرط ہے جیسا کہ اپنے محل میں مذکور ہے اور فقیر نے رسالہ ردتبصرہ وانواع محمدی وغیرہما میں اس کا ذکر مدلل لکھا ہے جو بسط چاہے اس میں دیکھے۔

نکاح خوانی وغیرہ کی شرعاً کوئی اجرت مقرر نہیں البتہ وقت بے وقت جو ایسے کاموں کے انجام کے لیے کسی اہل علم کو بلایا جاتا ہے اگر وہ اس آنے جانے اور وقت کے صرف ہونے کے بدلے کچھ اُجرت لے لے تو روا ہے۔ یا اگر اہل محلّہ وشہر یا گاؤں کے مسلمان اپنی مسجد کے امام کی خدمت کے واسطے نکاح وغیرہ پر کچھ مقرر کر چھوڑیں تو ادا کرنا اس کا ایفاے معاہدہ کے رو سے لازم ہوگا۔

اور مسجد کا امام اگر صرف مسجد کی خدمت و جماعت میں ہی مصروف ہے اور کوئی دنیاوی شغل نہیں کرتا جس سے اس کی اوقات بسر ہو تو لامحالہ مسلمانوں خصوص اس کے مقتدیوں کو لازم ہوگا کہ اس کے مایحتاج اور ضروریات کا خیال رکھیں چنانچہ اسی نظر سے اب ان وقتوں میں اہل اسلام نے شادی غمی کے موقعوں پر اماموں اور دوسرے اہل علم کی خدمت مقرر کر رکھی ہے جو شرعاً مستحسن ہے۔ مگر امامانِ مسجد کو لازم ہے کہ وہ نیت خالصاً للہ رکھیں تا کہ دینی و دنیاوی دونوں فائدے حاصل ہوں ۔واللہ ہوالہادی

دراصل تو اہل علم کے حقوق بیت المال سے متعلق تھے بہ توفیق والی اہل اسلام اگر اس طرف متوجہ ہوں تو ان کی سعادت اور سبک دوشی ہے۔ واللہ ھوالہادی

ستائیسواں سوال

(۱) ــــــــــــــــــــ

جواب: کچھ تو اوپر مسطور ہو چکا ہے۔ باقی یہ رہا کہ شادی پر رسومات تیل مہندی وغیرہ کا کرنا علی العموم سب مسلمانوں کے گناہ ہے تو اہل علم کو ان بُری رسموں سے بچنا بہت ہی ضروری ہے قیامت کو بھی علما کو عوام سے زیادہ پرسش ہوگی جیسا کہ شرع میں مقرر ہے اور بُرے کاموں سے سچی توبہ لازم ہے اور گناہ پر اصرار کرنا اور اس کی استخفاف کفر تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔ عالم ہر چند خود بے عمل ہو، تاہم جب نیک کام بتائے تو اس کی اتباع کیوں نہ کی جائے۔ نیک بخت امام کے پیچھے نماز پڑھنی بہت ثواب ہے، گناہ گار کے پیچھے بھی روا ہے مگر مکروہ ہے۔ اہل سنت کا مسئلہ محققہ ہے :

و یجوز الصلوۃ خلف کل بر و فاجر .

اللہ تعالی اہل سنت و جماعت میں ہی رکھے اور دوسرے گمراہ فرقوں کی صحبت و محبت سے بچائے۔ آمین۔

المجیب بمقصد اعلاء کلمۃ اللہ وابتغاء مرضات اللہ فقیر محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر الہاشمی الحنفی القصوری کان اللہ لہ فی ابتداء ۱۳۰۵ ہجری علی صاحبہا الف الف صلوۃ وسلام مع العترۃ اجمعین۔

تــــــــــــمــــــــــــت

تصدیق علمائے اہل سنت

ان جوابات کی تحقیق باسند ہے۔

فقیر غلام محمد بگوی، امام مسجد شاہی لاہور

فقیرنور احمد،امام جامع مسجد انارکلی،لاہور

حافظ غلام مصطفیٰ خان قصوری

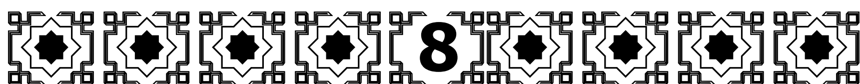
فقیر فضل حق،امام مسجد کلاں قصور

اِعلان

اہل اسلام کو مژدہ ہو کہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان نے جو براہین احمدیہ وغیرہ میں الہامات غیر مشروعہ کا دعوی کر کے علاوہ کمال تخالف شرع شریف کے دین حقہ اسلام پر مخالفین سے زبان درازی شروع کرادی تھی اور صاحب رسالہ اشاعۃ السنۃ نے بھی اس کی تائید میں سخت مخالفت شرع اختیار کی تھی پہلے اس سے اکثر علمائے عرب وعجم نے فتوی دیا تھا کہ یہ دونوں بطالت وضلالت پر ہیں اب ان دونوں کے نہایت ضلال واضلال کی تحقیق میں حرمین شریفین کے چاروں مذہب کے مفتیوں کا فتوی آ گیا ہے جو۔ان شاء اللہ تعالی۔عن قریب چھپ کر موجب ازدیادِ رونق اسلام وسبب ہدایت خاص وعام ہوگا۔ واللّٰہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون ۔

العبد

حافظ عبدالخالق



لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ وَّهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ o

جميع العلم فى القراٰن لكن
تقاصـــر عنه أفهـام الرجـال

الوقف للہ الغفور من جانب حامیانِ دین از فیروز پور وقصور

تحقیق
صلوٰۃ الجمعۃ

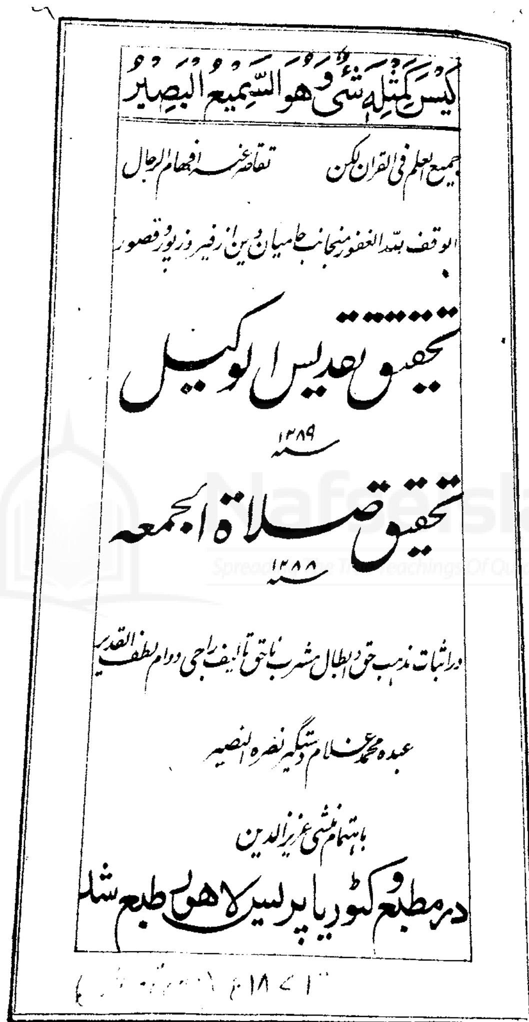
{۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء}

-: تالیف :-

اضعف عباد اللہ الخبیر محمد ابوعبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہٗ

ترجمہ: مفتی محمد سعید صابر نعیمی

تعداد جلد ۳۵۰- ۱۲۲ اگست ۱۸۷۳ء کو طبع ہوئی۔



لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال

ابو قف بتہ العفو منجانب جامیاں دین ا/ رفیر وزپور قصور

تحقیق تقدیس الوکیل

سنہ ۱۲۸۹

تحقیق صلاۃ الجمعہ

سنہ ۱۲۸۸

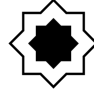
در اثبات مذہب حق و ابطال مشرب نا حق تالیف راجی دوام لطف القدیر

عبدہ محمد غلام دستگیر نصرہ النصیر

باہتمام منشی عزیز الدین

در مطبع وکٹوریا پریس لاہور طبع شد

[باہتمام منشی عزیز الدین' وکٹوریہ پریس، لاہور سے طبع شدہ نسخے کا سرورق]



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ عزوجل کی بے حد تعریف اور بے شمار مدح وستائش کے بعد جس نے اپنے دائمی فضل وکرم سے ہماری تعلیم وتربیت کے لیے اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو دستور العمل احکامات، فرائض اور واجبات کی صورت میں عطا فرمائے اور اس کے ضمن میں اپنی ذات پاک کے قرب وعرفان کے لیے عبادت کے ذریعہ ہدایت فرمائی۔

لاکھوں درودوسلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت جبلی اور لطف اصلی پر جو ہماری آسانی وسہولت کے لیے ہیں۔ یہ مشت خاک اس ذات پاک کا دامن کرم تھامے ہوئے ہے جس کے جملہ فرامین شہنشاہی کو حواشیِ حدیث اور سراسر آگاہی سے مزین وآراستہ کیا گیا اور بیان شافی کے ساتھ جس نے مجمل کلام کی عقدہ کشائی فرمائی اور اعیانِ وافی کے ذریعہ سے ہر جگہ اور ہر مقام پر دستگیری فرمائی۔

اور آپ کی عترتِ طاہرہ پر سلام ہو جنھوں نے شارح متن کے کلمات خیر اور شارع ملت کے کلمات طیبات کو من وعن ہم تک پہنچایا اور اپنے اجماعیات ومجتہدات سے بھی آگاہ فرمایا۔

میں علماے ربانیین کا خادم عبدحقیر غلام دستگیر خاکسار عرض گزار ہے کہ ان دنوں ایک رسالہ 'تذکرۃ الجمعہ' کا معائنہ ومطالعہ کیا جس کا موضوع ومقصد انکار فقہ اور ثقہ روایات کی تضعیف وتردید کے سوا کچھ نہیں۔ میرا دل اس سے بہت زیادہ دُکھی ہوا۔ بعض احباب سے تذکرہ کے دوران اس کی خامیوں اور مضامین کی نادرستگی کو دکھایا اور یہ میری دلی تمنا تھی نیز بعض احباب نے اس درد کا رونا بھی رویا کہ آپ اس کا جواب تحریر کریں۔ پس غفلت سے ایام گزرتے گئے، کام تعطل کا شکار رہا اور بظاہر طبیعت اس کی طرف مائل نہ ہوئی کہ یکا یک میرے ایک عزیز کی جانب سے جمعہ کے حوالے سے میرے مخدوم وپیشوا کی بارگاہ میں استفسار پہنچا اور آپ کی بارگاہ سے اس ناکارہ کو جواب تحریر کرنے کا اِشارہ موصول ہوا اور یوں میری دلی مراد حصول انجام سے سرفراز ہوئی تو اس پر بنا کرتے

ہوئے سب سے پہلے آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم عالی کی تعمیل دوسرا احباب کی رضائے دلی کے بعد میں استفسار کا جواب معتبراتِ اہل سنت اور مقبولاتِ ملت سے پیش کروں گا اور تذکرۂ مذکورہ کا رد بلیغ کروں گا۔

اللہ عزوجل اپنی بارگاہ سے اس کو مقبولیت کی خلعتِ فاخرہ پہنائے اور یہ ہدیہ جناب عرش قباب معدن رسالت ومخزن نبوت علیہ وعلی الہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ تک پہنچائے اور اس سراپا خطایات کے لیے سبب نجات بنائے۔آمین یارب العالمین

سوال

اگر نماز جمعہ فرض عین نہیں ہے تو پھر ایک کے بعد دوسری جماعت کرنا جائز کیوں نہیں ہے۔اگر سلطان (حاکم وقت) کی اجازت پر موقوف ہے تو پھر امام سے پوچھا جائے کہ دوسری جماعت کیوں نہیں کرنی چاہیے؟۔

اگر تمام اہل اسلام کے نزدیک فرض ہے تو پھر شہر کا ہونا اور امام کا ہونا کیوں شرط ہے؟ حالانکہ شریعت میں ایک وقت میں دو فرض کہیں بھی بالکل فرض نہیں ہیں۔

جواب

نماز جمعہ فرضِ عین ہے۔کتاب مجید،حدیث رسول اور اجماعِ اُمت سے یہ بات ثابت ہے کہ اس کا منکر کافر ہے جیسا کہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الفقہ میں لکھا ہے۔

طیبی (شارحِ مشکوۃ) نے بعض کے حوالے سے لکھا ہے کہ فرض کفایہ ہے بہر حال والاوّل ھو المعول یعنی پہلا ہی قابل تحویل وحمل ہے۔

تحقیق شرط مصر

اور رہی بات مصر (یعنی شہر) اور امام کے شرط ہونے کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لا جمعة و لا تشريق إلا فى مصر جامع -رواه عبدالرزاق كذا فى إرشاد السارى شرح صحيح البخارى .

جمعہ اور تکبیرات تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں ہیں۔اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا جیسا کہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے۔(۱)

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا أضحى إلا فى مصر جامع -كذا فى الهداية-

جمعہ تشریق،عید فطر و اضحیٰ سوائے شہر کی جامع مسجد کے کہیں ادا نہیں ہوتے۔جیسا کہ اس کو ہدایہ نے نقل کیا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم روایت فرماتے ہیں :

لا جمعة و لا تشريق و لا صلوٰة الفطر ولا الضحى الا فى مصر جامع أو مدينة عظيمة . رواه ابن شيبة و صححه ابن حزم -كذا فى الشرح الكبير للمنية-

جمعہ،تشریق،نماز عید فطر و اضحیٰ سوائے شہر کی جامع مسجد یا بڑے شہر کے کہیں جائز نہیں۔

پس ان احادیث کے ذریعہ سے احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہ پڑھا جائے گا اور یہی مذہب حضرت علی،حذیفہ،عطا،حسن بن ابی حسن نخعی،مجاہد،ابن سیرین،ثوری اور سحنون کا کام

(۱) جیسا کہ ان میں سے ہر ایک کی تصریح کی گئی ہے اور اس کی تحقیق کا حق اس کے مقام پر ادا کیا جائے گا۔اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مذہب حنفیہ کی احادیث کی سند کتب صحاح کے علاوہ کتب میں ہیں اور دوسرے مذاہب کی احادیث بخاری میں ہیں۔تو اس وہم کو یوں دور کیا جائے گا کہ کتب صحاح کی تالیف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے بعد ہوئی ہیں،اگر ان کتب کے مؤلفین نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق احادیث کو نقل نہیں کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احادیث غیر صحیح ہیں کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ صحاح کی بہت سی ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن کو ان کتب میں نقل نہیں کیا گیا اور اگر کوئی اصحاب سنن کی احادیث کو جنھیں مذہب امام میں نقل کیا گیا ہے ضعیف کہے تو اس سے اعتراض امام صاحب پر نہیں بلکہ ان راویان حدیث پر ہوگا۔۱۲

ہے جوکہ معرکہ دین کے شہر ہیں۔

بخلاف دوسرے ائمہ جیسے امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک دیہات میں بھی جمعہ جائز ہے بشرطیکہ وہاں چالیس بالغ مرد اصلی مقیم ہوں (یعنی مسافر نہ ہوں) اور موسم گرما و سرما میں سوائے حاجت اصلیہ کے باہر نہ جاتے ہوں۔ اور مالکیہ نے بھی اسی طرح کی نصوص کے ساتھ تخصیص کی ہے کہ دیہات قدیم ہونا چاہیے اور اس میں مسجد اور بازار ہو اور ان کی بطور حوالہ مستند حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے جس کو بخاری نے باب الجمعہ فی القریٰ والمدن میں نقل کیا ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جواثی بحرین میں اَدا کیا گیا تھا۔ اور وکیع کی روایت کے مطابق یہ بحرین کے دیہات میں سے ایک قریہ تھا۔

اور حنفیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں قریہ سے مراد مدینہ (یعنی شہر) ہے جیسا کہ بکری نے کہا اور اس کو قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا۔ اور صحاح میں ہے کہ جواثی بحرین میں ایک قلعہ ہے اور قرآن مجید میں قریہ پر شہر کا اطلاق کیا گیا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلاً اَصْحَابَ الْقَرْيَةِ o (سورۂ یٰس:۱۳/۳۶)

اور ان کے لیے اصحاب قریہ (شہر) والوں کی مثال بیان فرمائیں۔

اس میں قریہ سے مراد انطاکیہ ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے :

لَوْ لاَ اُنْزِلَ هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْم o (سورۂ زخرف: ۳۱/۴۳)

یہ قرآن ان دو بڑے شہروں کے لوگوں پر کیوں نازل نہ ہوا۔

قَرْيتين سے مراد مکہ اور طائف ہے۔ اور اس طرح اب دونوں احادیث (مرویات حضرت ابن عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہم) کے درمیان کوئی منافاۃ (تضاد) نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد ہیں۔

بالفرض اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ ان احادیث میں قریہ سے مراد دیہات لینے سے بھی کوئی

مضائقہ نہیں ہے تو ان احادیث کا یہ مفہوم نہ صراحۃً اور نہ دلالۃً ہے کہ شارع علیہ السلام جواثی میں اقامت جمعہ پر مطلع ہوئے ہوں اور آپ نے ان کو قائم رکھا اور جب تک یہ معنی ثابت نہیں ہو جاتا ہے تب تک استدلال نہیں کرنا چاہیے اور حدیث مرتضوی کے مقابل پیش نہیں کرنا چاہیے۔

اورنووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرتضوی کے تحت لکھا ہے کہ یہ باتفاق ضعیف ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ حدیث دوطرق سے مروی ہے ایک حجاج سے اور دوسرا جریراز منصور ہے۔ پہلی ضعیف ہے اور دوسری صحیح ہے۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں یہ حدیث آجاتی اور ان کو اس کا علم ہو جاتا تو وہ کبھی بھی اس قسم کا قول نہ کرتے جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں تحریر کیا ہے۔اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ ابن حزم نے اس حدیث کی صحت کی صراحت کی ہے اور ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے لیے جناب علی المرتضٰی ہی امام وپیشوا کافی ہیں کیونکہ آپ کی تعریف میں **باب مدینۃ العلم** اور **لو لا** (**لو لا علی لھلک عمر** یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) ہونا ہی کافی ہے،شرح الکبیر میں زیادہ وضاحت کے ساتھ ہے۔

رسالہ تذکرۃ الجمعہ میں ہے کہ اسد بن زرارہ کی امامت کا قصہ فرضیت جمعہ اور مدینہ شریف میں نزول آیت سے پہلے کا تھا۔

شرطِ مصر کی نفی کرنے کے لیے اس کو لانا سراسر حق سے چشم پوشی اور ناحق کا تمسک ہے، کیونکہ ایک واقعہ فرضیت جمعہ سے پہلے اور شارع علیہ السلام کے وجود علم میں آئے بغیر کا ہے بشرطیکہ شارع علیہ السلام اس کے بارے میں کوئی حکم ارشاد فرماتے ان کے درمیان مساوات کسی طرح قائم ہوگی بلکہ اس کی نفی نمایاں ہو رہی ہے یہ تو صرف پاگلپن ہے۔

اگر ہم اس تحقیق کو بھی نظر انداز کر کے یہ کہیں کہ یہ قصہ حدیث مرتضوی کے معارض ہے تو پھر مدینہ (شہر) قریہ پڑھنے کو بطور سند شمار کرنا یہ کہاں کی دانش مندی ہے؟ شہر اور گاؤں کو یکساں جاننا یہ کون سی عقل مندی ہے؟ ان دشمنوں کے نصیب میں فہم کلام کی سعادت کہاں!!!

نیز یہ قصہ بیہقی وغیرہ کی روایت اقامت جمعہ اسد بن زرارہ کے حرہ میں واقع ہے اور وہ فنائے مصر (شہر سے دُور) تھا پس تعارض نہ ہوا اور منکرین کا زور وشور اس طرح سے جڑ سے ختم ہو جاتا ہے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ o (سورۂ جمعہ:۶۲/۹)

پس تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

تمام اہل سنت کے نزدیک اس کا اطلاق مفرد پر محمول نہیں ہے، کیونکہ اہل علم میں سے کسی نے صحرا میں نماز جمعہ ادا کرنے کو تجویز نہیں کیا ہے۔ پس مطلق کو حدیث مرتضوی کے ساتھ شہر میں مقید کر کے مطابقت پیدا کرنا صحیح اور مناسب ہے جیسا کہ شرح المنیہ میں ہے۔

معنی مصر کا بیان

جب شہر کی شرط شریعت نے مقرر کر دی ہے تو تم کو شہر کا معنی لازمی سننا چاہیے۔ اگر چہ شہر کی تعریف میں بہت زیادہ اختلاف ہے مگر فیصلہ یہی ہے کہ حضرات مکہ و مدینہ دونوں شہر ہیں کہ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک وہاں جمعہ جاری ہے جو شہر بھی ان دو شہروں کی مثل ہوگا وہ مصر کہلائے گا اور مصر کی جو بھی تفسیر ان دو شہروں میں سے کسی ایک کے بھی خلاف ہوئی تو وہ نا معتبر تصور کی جائے گی جیسا کہ متاخرین کی جماعت درمختار اور وقایہ وغیرہ نے اختیار کی ہے کہ 'مصر وہ شہر ہے کہ اگر اس جگہ کے تمام مقیم لوگ بڑی جامع مساجد میں جمع ہو جائیں تو اس میں سما نہ سکیں'۔

یہ تعریف درست نہیں ہے کیونکہ حرمین شریفین کی مساجد وہاں کے مقامی باشندوں اور دیگر کے لیے گنجائش رکھتی ہیں پس اس تعریف کے تحت یہ دونوں مصر نہ کہلائیں گے حالانکہ اس جگہ پر اقامت جمعہ چودہ سو سال سے جاری و ساری ہے۔ اور یہ ہرگز معلوم نہیں ہے کہ مکہ و مدینہ دورِ نبوت وخلافت میں وہاں کی مساجد آج کے دور سے بہت چھوٹی تھیں۔ لٰہذا وہ تعریف جس کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے افادہ سے جنھوں نے سیکھی اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا وہ صحیح اور درست ثابت ہوتی ہے اور وہ تعریف یہ ہے :

مصر سے مراد ایسا شہر ہے جو بازاروں، چوراہوں پر مشتمل ہو وہاں پر حاکم مظلوم کو انصاف دلوانے پر قادر ہو اور عالم مرجع عالم ہو۔

چنانچہ حرمین شریفین اس تعریف میں شامل ہیں۔

اس تعریف کوضعیف ثابت کرنا اس لحاظ سے کہ اجراے احکام کی صورت نہیں بندھتی ہے، غیر معقول ہے کیونکہ قدرتِ اجرا مطلوب ہےاور وہ اللہ کے فضل سے ہمیشہ حاصل ہے جیسا کہ شرح الکبیر میں ہےاس کومعتبرات سے نقل کیا ہے۔پس صاحب تذکرہ کا یہ قول کہ شارع علیہ السلام سے حدود مصر کا تعین مضبوط طور پر سامنے نہیں آیا ہے یہ محض مجتہد کی رائے ہے،مقرراتِ شرعیہ سے غفلت ہےاور اجتہادی انکار ہے۔

قنیہ میں ہے کہ جب قرآنی آیات اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ سے مزین دلائل قویہ پایۂ ثبوت تک پہنچ چکے ہیں جیسا کہ خود اپنے مقام پر مذکور ہے تو یہ خبر سواد اعظم کی اتباع کے لیے کافی ہے کہ اس کی پیروی واتباع کا حکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، اس سے اتباع لازم ہی نہیں بلکہ الزم ہو جاتی ہے چنانچہ فرمان مصطفوی ہے :

اتبعوا السواد الاعظم ، و يد الله على الجماعة من شذ شذ فى النار.

—رواه الترمذی و ابن ماجه وغیرهما—

سواد اعظم کی پیروی کرواور اللہ کا دست قدرت جماعت پر ہے جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں کٹ کر گر گیا۔

اور صحیح بخاری وقسطلانی میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کولزومِ جماعت کا حکم دیا ہے،اس سے مراد اہل علم یعنی مجتہدین ہیں۔

اہل سنت کا چار مذاہب میں منحصر ہونا

پس اس مقام پر ہے کہ محققین امت کا اتفاق ہے کہ اہل سنت چار مذاہب میں منحصر ہیں ان کے ماسوا بدعتی اور جہنمی ہیں جیسا کہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ درمختار میں کہا ہے۔بعض مفسرین نے فرمایا: اس طائفہ (جماعت) کا نام اہل سنت و جماعت ہے۔تمام مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہےاور جو ان مذاہب سے خارج ہے وہ بدعتی اور اہل جہنم سے ہے۔

اور عارف شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان کبریٰ میں افادہ نقل فرمایا ہے :

فكل من خطأ مجتهدا بعينه فكانه خطأ الشارع .

جس کسی نے مجتہد معین کی طرف خطا کی نسبت کی پس گویا اس نے شارع علیہ السلام کی طرف نسبت خطا کی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام امت حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو مجتہدین کی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے اوران بزرگوار کا انکار کرنا بڑی دلیری ہے جنھوں نے پروردگار کی اطاعت کی۔حق تعالیٰ ان کو اپنا مزید قرب عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

ایک جگہ میں جمعہ کی ادائیگی

ہم اپنے اصل مطلب کی طرف آتے ہیں۔شارع علیہ السلام کے ظاہری زمانۂ حیات اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور تمام صحابہ کرام اور تابعین ایک ہی مقام پر نماز جمعہ ادا فرماتے تھے حالانکہ نماز پنج گانہ کی جماعت کا متعدد مقامات پر رواج پڑ گیا تھا۔چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حضرت معاذ اورابی بن کعب رضی اللہ عنہما کا جماعت کے لیے تقرر عمل میں آچکا تھا جیسا کہ اس کی تصریح صحیحین (بخاری ومسلم) وغیرہما نے کی ہے۔لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے شہر میں دو مقام پر اقامت جمعہ کو تجویز نہیں فرمایا۔آپ فرماتے ہیں کہ جمعہ علاماتِ دین سے ہے،لہٰذا اس کو تقلیل وکمی کے ساتھ ایک شہر میں متعدد مقامات پر اَدا نہیں کرنا چاہیے۔جیسا زمانۂ نبوی تھا،اسی طریق پر یک جا جمعہ ادا کرنا چاہیے۔

امام صاحب سے ایک روایت کے مطابق اور صاحبین کے قول کے مطابق کہ اگر کسی شہر کو ایک نہر (دریا) دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے اور ایک جگہ اکٹھا ہونا متعذر یا موجب حرج ہو تو ایسی صورت میں ضرورت کی بنا پر دو یا دو سے زائد مقامات پر جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے۔فتوی اسی روایت پر ہے جیسا کہ شرح الکبیر میں اس کی صراحت ہے اور دیگر کتب میں بھی مذکور ہے۔

شرطِ سلطان کے بیان میں

ان مذکورات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب شرط سلطان کو سنو کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے امام

یعنی سلطان کا ہونا بھی شرط ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :

من ترک الجمعة و له امام جابر او عادل لا جمع اللّٰه شمله –رواه ابن ماجه والبزار وغيرهما–

جس نے جمعہ کی نماز کو ترک کیا اور اس کا بادشاہ ظالم ہے یا عادل ہے، اللہ عزوجل اس کو جمعیت نہیں عطا فرمائے گا۔

اور نائب سلطان اس کا قائم مقام ہے جب کہ قسطلانی وغیرہ میں ہے حسن بن ابی الحسن بصری نے فرمایا کہ سلطان پر چار چیزیں موقوف ہیں اور جمعہ ان میں سے ایک ہے۔

حبیب بن ثابت اور امام اوزاعی نے کہا کہ جمعہ صرف امیر کے ساتھ ہی پڑھا جائے۔

ابن منذر نے کہا کہ سلطان یا اس کا نائب کے لیے جمعہ سنت ہے ورنہ وہ لوگ ظہر ادا کریں۔

یہ طریقہ صحابہ کرام اور تابعین سے سلف نے حاصل کیا حتی کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے ایام محاصرہ میں اقامت جمعہ فرماتے تھے اور خود کو امر مبادرت کا نہ فرماتے تھے۔

اگر سلطان یا قاضی موجود نہ ہو اور شہری لوگ ہوں تو کسی ایک کو امام بنائیں اور نماز جمعہ ادا کریں، تو ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ وہ شخص لوگوں کی رضا سے امام مقرر ہوگا۔ شرح الکبیر میں اسی طرح ہے۔

احتیاطِ ظہر کا بیان

جب تم نے یہ دونوں شرطیں ذہن نشین کر لیں تو چار رکعت احتیاط بھی لازمی سن لو۔

فقہ کی عام کتب نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر تم کو بعض شرائط جمعہ کے وجود میں تردّد ہو یا متعدد مقامات پر جمعہ پڑھا جائے تو بہتر ہے کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد چار رکعت احتیاطِ ظہر پڑھ لے تا کہ اگر جمعہ بغیر شرائط کے ہو رہے ہے تو ظہر ساقط نہ ہو وہ اپنے وقتی فرض کی ادائیگی سے یقین کے ساتھ عہدہ برآ ہو اور فرضِ خدا کو پورا کرنے سے اس کو خلاصی حاصل ہو۔

اس تقریر سے یہ بات مستفید ہوتی ہے کہ ان چار رکعت احتیاط ظہر کو ادا کرنے سے ایک وقت

میں دوفرض کا اجتماع ہر گز لازم نہیں آتا ہے، پس اس کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرلو اور آئندہ مذکورات میں یہ وہم بھی دُور ہو جائے گا۔ان شاءاللہ عزوجل

مگر صاحب بحرالرائق شرح کنزالدقائق نے ان چار رکعت کے عدم جواز پر فتوی اعتقاد عدم فرضیت جمعہ کے خوف سے دیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب ظہر ادا کرلی ہے تو جمعہ فرض ہی نہ تھا۔

درمختار کے کلام کو نقل کرنا

صاحب درمختار نے اس مسئلہ میں بحرالرائق کی متابعت کی ہے لیکن علامہ سید ابن عابدین نے ردالمحتار علی الدرالمختار میں اس وجہ کی عقدہ کشائی فرمائی ہے، بحرالرائق کے اس قول کا رد بلیغ کیا اور درمختار میں بہت سی مستند روایات جو بزرگوں سے افادہ ہو کر معمول سابق کو تقویت پہنچاتی ہیں، کو شامل کیا ہے چنانچہ میں سید واجب الاکرام (سید ابن عابدین) کے تمام کلام کا ترجمہ کرتا ہوں تاکہ حقیقت حال منکشف ہو جائے :

سید السند رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بحر میں ہے کہ ان چار رکعات کو پڑھنے میں بالتحقیق کوئی احتیاط نہیں ہے۔

یعنی اس کی بنا ایک شہر میں متعدد مقامات پر نماز جمعہ کے عدم جواز پر ہے اور تعدد جمعہ کا جواز دو قوی ترین دلائل سے ثابت ہے۔

میں (مولانا قصوری) کہتا ہوں کہ یہ قول مردود ہے بلکہ چار رکعت احتیاطاً ہے، اس معنی کے لحاظ سے کہ وہ یقین کے ساتھ وقتی فرض کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہو جائے کیونکہ تعدد جمعہ کا جواز اگرچہ راجح ہے اور اس کی دلیل بھی قوی ہے مگر اس جگہ شبہہ اس سے بھی قوی تر ہے کیونکہ عدم جوازِ تعدد کی روایت بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی روایت تمرتاشی اور طحاوی کی مختار ہے اور صاحب مختار نے اسی راستے کو اختیار کیا اور اس کی عنابی کو اظہر فرمایا اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور امام مالک سے بھی مشہور ہے اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین سے دو روایات میں سے ایک روایت یہی ہے چنانچہ اس کو مقدسی (علامہ نورالدین علی مقدسی۔شارح نظم الکنز) نے اپنے رسالہ 'نورالشمعہ فی ظہر الجمعہ' میں ذکر کیا بلکہ امام سبکی جو محققین شافعیہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ

تعدد جمعہ کے عدم جواز کا قول اکثر علما کا ہے اور صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک نے بھی ایک شہر میں متعدد جمعہ کو تجویز نہیں کیا ہے۔

تعددِ جمعہ کی روایت کے عدم جواز کا قول قوی ہے ضعیف نہیں

صاحب بدائع الصنائع کا قول بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے، وہ فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز پر ہے۔

شرح منیہ میں جوامع الفقہ سے نقل ہے کہ ظاہر تر مذہب تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز پر ہے۔امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایات ہیں۔

اور صاحب نہر الفائق نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

اور تکملہ میں رازی نے کہا کہ ہم اس سے یہ اخذ کرتے ہیں۔یعنی ایک شہر میں تعدد جمعہ کے عدم جواز کی روایت پر ہم عمل کرتے ہیں۔

پس یہ مذکورات ہی کافی ہیں۔ان سے ثابت ہو گیا کہ ایک شہر میں تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز کا قول مذہب حنفیہ میں معتبر ہے اور ضعیف نہیں ہے۔اسی بنا پر شرح منیہ میں ہے کہ اختلاف کے پیش نظر جواز تعدد جمعہ اور اس کے عدم جواز کا اختلاف قوی ہے، اس لیے چار رکعت احتیاطاً پڑھنا بہتر ہے اور ضرورت کے پیش نظر جواز تعدد کی روایت کے مطابق فتوی دینے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔چار رکعت کو احتیاطاً روا کرنا تقوی کی بنا پر ہے۔

میں (مولانا قصوری) کہتا ہوں کہ اگر ہم روایت عدم جواز تعدد کو ضعیف فرض کر لیں تو احتیاط ظہر اس اختلاف سے باہر آنے کے لیے بہتر ہے۔اور بہتر کیوں نہ ہو گی کہ ائمہ کرام کا اختلاف ہے، حالانکہ بخاری و مسلم وغیرہما کی حدیث میں واقع ہے کہ جو کوئی شبہات سے پرہیز کرتا ہے وہ اپنے دین اور عزت کو پاک کرتا ہے۔

اسی بنا پر بعض کہتے ہیں کہ جس کسی کی زندگی میں کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو، تاہم وہ قضائے عمری اَدا کرتا ہے تو یہ مکروہ نہیں، کیونکہ اس عمل کی بنیاد احتیاط پر ہے۔

قنیہ میں ہے کہ بے شک یہ قضا مستحسن ہے اگر اس میں مجتہدین کا اختلاف پایا جائے۔ائمہ کے اختلافِ مذکورہ کے سبب ہمارے لیے چار رکعت احتیاط ہی کافی ہے۔

اور مقدسی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ ہر وہ جگہ جس کی مصریت (شہریت) میں شک ہے تو وہاں کے لوگ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد چار رکعت احتیاط ظہر ادا کریں کیونکہ اگر جمعہ اپنی جمیع شرائط کے ساتھ واضح نہیں ہے تو پھر وہ ادا نہ ہوا، اس لیے اپنے وقتی فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وہ چار رکعت احتیاط ظہر پڑھے۔

اسی طرح کافی میں تحریر ہے اور قنیہ میں ہے کہ جب لوگ جمعہ کی نماز ادا کر کے کسی دوسری جگہ میں مبتلا ہو جائیں تو تکرار جمعہ کے جواز اختلاف کی بنا پر ائمہ کرام ان کو جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط ظہر چار رکعت پڑھنے کا حکم دیں۔

اور اس واقعہ کو ہدایہ کے بے شمار شارحین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

ظہیریہ میں ہے کہ بخارا کے اکثر مشائخ چار رکعت احتیاط ظہر پڑھنے میں متفق ہیں تا کہ وہ وقتی فرض نماز کے عہدہ سے بری الذمہ ہو جائیں۔

مقدسی نے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ فرض کے بعد چار رکعت احتیاط ظہر کو اس کے وقت میں ادا کر لے اگر اس نے ادا نہیں کی ہے کیونکہ وجود مصر پر تردد لاحق ہے یا متعدد جگہوں پر جمعہ ادا کیا گیا ہے۔اسی طرح محقق ابن جرباش رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور اس مدقق نے فرمایا :

یہ اختلاف موہوم ہو یا محقق ہو یہ چار رکعت پڑھنے کا فائدہ تو باہر (نماز جمعہ سے) آنے سے ہے اور اگر ہم تعدد جمعہ کو صحیح سمجھیں تب بھی یہ چار رکعت بغیر کسی ضرر کے باعث نفع ہیں۔

اس کے بعد محقق مذکور نے چند چیزیں ذکر کی ہیں جن سے چار رکعت احتیاط ظہر چھوڑنے والوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور پھر ان کا نہایت نفاست اور محققانہ شان سے رد بلیغ فرمایا ہے۔

نہر الفائق میں ہے کہ چار رکعت کی مندوبیت میں شک نہیں ہے اگرچہ ہم جواز تعدد کے قائل بھی ہو جائیں کیونکہ اس اختلاف سے چھٹکارا اسی وجہ سے ہے یعنی چار رکعت ادا کرنے سے۔

شرح باقانی میں ہے: صحیح یہی ہے کہ تعدد جمعہ کے جواز کے باوصف چار رکعت ادا کرنا مندوب ہے۔

چار رکعت واجب ہیں یا مستحب!

تحقیق یہ ہے کہ چار رکعت نماز جمعہ کے بعد ادا کرے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ چار واجب ہیں یا مستحب؟ تو اس حوالے سے مقدسی نے ابن شحنہ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ چار رکعت مستحب ہیں۔

پھر تو اس قول میں بحث کرے گا اس وجہ سے کہ توہم کی صورت میں صحت جمعہ کے لیے چار رکعت پڑھنا مستحب ہے اور شک وشبہہ کے قائم ہونے کی صورت میں چار رکعت ادا کرنا واجب ہے اور اپنے استاذ ابن ہمام کی تقریر کو نقل کر دیا ہے جو اس جگہ بہت فائدہ مند ہے اور اس مقام پر یہ معلوم ہوا کہ شک قائم ہونے کی صورت میں یہ چار رکعت سنت جمعہ کے قائم مقام نہ ہوگی اور غیر شک کی صورت میں نائب سنت ہو جائیں گی۔ اور تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار رکعت کو لازمی تعبیر کیا، اس تفصیل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اور قنیہ کے کلام سے جو کہ اوپر مذکور ہوا ہے اسی طرح پایہ ثبوت تک پہنچے ہیں اور اس مقام کی تمام تحقیق رسالہ مقدسی میں ہے یعنی نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ میں۔

اور اس کی قدرے تحقیق امداد الفتاح میں مذکور ہے اور اس باب میں اس قدر طوالت مکالمت کو میں نے رد کر دیا ہے تاکہ کلام شارح کا تدافع ہو جائے جس نے بحر الرائق کے فتوی کی متابعت کرتے ہوئے چار رکعت نماز احتیاط ظہر کو مطلق ناجائز کہا اور لوگوں کو وہم میں ڈال دیا۔ اگر ان چار رکعت کو اعلانیہ پڑھنے سے فساد برپا ہوتا ہے تو پھر اس کو اعلانیہ نہ پڑھے۔ مقدسی کہتے ہیں کہ چار رکعت احتیاط ظہر کی ادائیگی عوام کے لیے محل فساد ہے لہٰذا ہم ان کو حکم نہیں دیں گے بلکہ خواص کو کہیں گے کیونکہ وہ ان کی نسبت رہنما ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اس مقام تک ردالمحتار کے کلام کا ترجمہ ہے۔

اس سے خاص قوم مفہوم لی گئی ہے

اور اس سے خاص قوم مراد لی گئی ہے کہ اگر کسی شہر کی مسجد میں نماز جمعہ دیگر مساجد کی نسبت

پہلے پڑھی گئی تو جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد کوئی شخص کسی حاجت کے لیے اگر وہاں آتا ہے تو وہ چار رکعت احتیاط ظہر نہیں پڑھے گا اس کو اچھی طرح سے سمجھ لو۔

حالانکہ مناسب تو یہی ہے کہ صاحب تذکرہ کے اعتراضات جو اس نے ردالمحتار کے مؤلف کی عبارت پر وارد کیے ہیں ان کو رد کرنے کے لیے اس کو نماز میں مصروف ہو جانا چاہیے۔

اس بات کو خوب ذہن نشین کر لو کہ تذکرہ میں ردالمحتار کی عبارت کو بہت زیادہ حذف کرنے کے بعد نقل کیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت جو محیط اور کافی میں چار رکعت ادا کرنے کے حوالہ سے تھی اس کے درمیان اسقاط ظاہر ہے، اس لیے کہ کافی نے حاکم کو جمع کیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو جو ظاہر الروایات سے ماخوذ ہے جیسا کہ بحرالرائق کے رد میں اس کی تصریح ہے پس اس معتبر کے واضح خلاف ہونا خود پسندی کو ملامت کرنے کا موجب ہے اس کی روایت میں واضح فرق ہے نیز محقق ابن جرباش نہرالفائق اور ابن الہمام کی نقل کو پس پشت ڈال دیا ہے، نقل کرنے میں بھی علمی خیانت جگہ جگہ سے عیاں ہے اور انتہا تو یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے مطابق بھی حفاظت نہیں کر پایا ان تمام کا سبب اعراض ہے۔

سبحان اللہ و بحمدہ – کہ صاحب ردالمحتار کی تحقیق کو عرب و عجم میں مقبولیت حاصل ہے اس قدر عالی مرتبت ائمہ کی اسناد کے ذریعہ سے رد ظاہر ہوا اور بے وقوف دھوکہ باز جو اس کو نا معتمد، ضعیف اور متروک العمل ذکر کرتے ہیں اور پھر ردالمحتار کی عبارت کے تکرار کے ساتھ اس کو مستند بنانے کی ناحق جسارت کرنا کیا دین دار لوگوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے؟۔

اس سے خاص قوم مفہوم لی گئی ہے۔ میں نے سید مدنی صاحب سے اس حوالے سے دوبار پوچھا تو آپ نے کافی دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا کہ صحیح اور درست ہے۔

تذکرۃ الجمعہ کے اعتراضات کے جوابات

برخیالِ صلح شان و جنگ شان۔ ان کے ساتھ صلح کے خیال یا جنگ کے خیال سے اس مقام پر ان کے نامعقول اعتراضات کا جواب دینے کی بالکل ضرورت نہیں ہے مگر ان کی خلاف ورزی کو نظر تشہیر کے ساتھ میں نے اس تفصیل کو اجمال کے ساتھ جمع کیا ہے اور میں نے بنیادِ فساد کو منہدم کر دیا

ہے تاکہ امثلہ کو اغوا کرنے والے لوگوں کے لیے کسی قسم کی جگہ نہ بچے۔ان شاء اللہ القوی

قولہ: تعدد جمعہ کے عدم جواز کے باب میں اس طرح استدلال کرنا یہ کہ تجویز تعدد سوائے اس معنی میں کسی صحابی یا تابعی سے محفوظ نہیں ہے معلوم نہیں ہے اور اس کے منع میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے چنانچہ ردالمحتار میں خود اس طرح سے تصریح کی ہے: **ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد .**

یعنی عدم جواز تعدد کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔پس یہ استدلال ضعیف اور ناتمام ہے۔الیٰ قولہ

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت اقامت جمعہ کے تعدد کی عادت نہ ہوئی تھی یا پھر اپنی رائے کے تحت جو کہ وقت کی مصلحت بھی تھی کہ تعدد جماعت اس لیے نہ کی گئی کہ لوگ اس وقت حلقہ بگوشِ اسلام تعداد میں کم تھے لوگوں کی قلت کی وجہ سے اس حکم کا اجرا نہ کیا گیا یا پھر کسی اور وجہ سے انہوں نے تجویز نہ کیا ہوگا۔

اقول: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار و تابعین ابرار کی عادت (من حیث المجموع) قابل سند نہ جاننا، استدلال کو ضعیف جاننا اور اس کو ناتمام خیال کرنا یہ کیا دین داری، تقوی و پرہیزگاری ہے؟۔

مسلمانوں کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ تین ادوار جو کہ یقینی خیر قرون ہیں تعددِ جمعہ عام نہ ہوا تھا بلکہ عدم تعدد متعارف تھا اور ایک شہر میں تعدد جمعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت شریفہ کے خلاف ہے۔

اور معترض کے اقرار سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ اور تابعین نے اپنی رائے اور اجتہاد کو تقلیل جماعت کے تعدد کی وجہ سے بنا بر تقوی و احتیاط کے اس کو تجویز نہ کیا پس اس سے زیادہ کنہ منع کیا درکار ہے؟۔

یعنی جو جمعیت اور کثرت کا نام ہے پس ہمارے دل کی ماہیت اس کی قلت اور تقلیل کو ظاہر

کرتی ہے پس تعدد کی صورت میں جمعہ گویا جمعہ نہ رہا۔

نیز نص صریح میں شہر کی جامع میں واقع ہو اور جماعت جمعہ کو متفرق مواقع پر ادا کرنا شہر کی جامع مسجد پر کس طرح درست آئے گا اس جگہ پر عدم جواز کی دلیل دلالۃً اور اشارۃً مفہوم ہوتی ہے پس تضاد یہ نہیں ہے۔ وہ جو ردالمحتار میں عدم جواز کی دلیل نفی ہے یعنی دلیل صریح تعدد منع پر ناطق ہے، یہ شرع میں مفقود ہے اگرچہ منع کرنے کا موجب دلالۃً اور اشارۃً موجود ہے۔

قولہ: شہر کی نص مطلق واقع ہے اور اس کا نص مقید کے ساتھ مقابلہ نہیں ہے کہ اس کو اس پر محمول کیا جائے۔

اقول: نص مصر کا اِطلاق

لاجمعة إلا فی مصر .

جمعہ صرف شہر میں ہے۔

شے دیگر ہے اور جواز تعدد اور عدم تعدد شے دیگر ہے، اگرچہ اسی نص سے کسی طرح تعدد اور عدم تعدد مستفاد نہیں ہوتا ہے مگر ہم تینوں خیر قرون سے فعل اور عادت کو عدم جواز تعدد کے اِستدلال کے لیے لائے ہیں پس اس معاملہ میں بنی اسرائیل کی گائے کا قصہ تقیید مطلق کو سند منع کے ساتھ لایا گیا (جیسا کہ تذکرہ میں بیان ہے) اور عدم جواز تعدد کے قول سے احتراز کرنا اسی قبیل سے ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے زلیخا کے بارے میں کتنی پیاری بات کی ہے۔

ألا یا أیھا الساقی أدر کاسا وناولھا

آ گاہ ہو جاا ے ساقی جام کا ادراک کرا اور اس کو پالے۔

قولہ: شارع علیہ السلام کا مقصود دین میں آسانی ہے اور حرج کو دفع کرنا ہے۔

اقول: وہ اسی حرج کو دفع کرنے کے لیے شہر میں تعدد جمعہ کو جائز قرار دینے کا فتوی دیتے ہیں مگر امر مجوزہ کو بنا برضرورت امر متعدی کیسے ختم کرسکتا ہے اور ضعیف کو نمودار کرنے کا اظہار ہوگا پس اس کو اچھی طرح سمجھو اور کم مائیگی کو ختم کرو۔

قولہ: صاحب ردالمحتار کے قولِ مرجوح کوضعیف احادیث کی تائید حاصل ہے جبکہ ان ضعیف احادیث کی اصل ثابت نہیں ہے۔ مذہب میں قول معتمد اور غیر ضعیف کوقضیہ کلیہ کے حکم میں مذکورکرنا دائرہ اعتماد سے خارج ہوگیا اپنے مرکز کے ضعف عائدکرنے کی وجہ سے غیرمختار اورمتروک العمل برآمد ہوا ہے۔

اقول: ائمہ کرام کی ان کی طرف روایات مستند ہیں۔سیدابن عابدین بلکہ جمیع مسلمین کو ضعیف اور بےاصل خیال کرنا اوراُمت مرحومہ کے مقتدایان کے خلاف اس قدر واویلا کرنا ایسے ہی لوگوں کا حوصلہ ہے۔چشم انصاف کے ساتھ اس کا جائزہ لیں کہ مقتدایانِ اہل سنت ایک پلڑے میں اورصاحب تذکرہ جس کا علم آپ نے سن لیااوران کی فضیلت کوآپ نے دیکھ لیا ہے دوسرے پلڑے میں ہوں اور کہتے ہیں کہ راجح کیا ہےاورمرجوح کون ہے؟اورعدم جواز تعدد جمعہ کی اصل روایت کو حدیث سے غیرثابت کہنامعترض کا خالی الذہن ہونا ہے کیونکہ اس سے پہلے کیا کہا گیا ہے کہ تعدد معتاد (زیادہ جگہ پر جمعہ کا ہونا) صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں نہ تھا اوراصول حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ صحابہ کرام کا قول فعل اورتقریر بھی حدیث ہوتی ہے تو پھرمعتاد صحابہ بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ کوحدیث سے غیرثابت کرنا کیامعنی رکھتا ہے؟۔
ہم نے تسلیم کیا کہ تعدد جمعہ کی عدم جواز والی روایت حدیث سے ثابت نہیں ہے مگرمعترض نے بھی کسی قوی یاضعیف حدیث سے جوصراحتاً جوازتعدد کے لیے مثبت ہوروایت (پیش) نہیں کی تاکہ ان کے قول کی حمایت ہو۔

قولہ: چاررکعت کواحتیاطاً اس لحاظ سے اَداکرنا کہ اس کے فاسد ہونا جمعہ کی عدم فرضیت کے بخوف ہوجوکہ منکرات اورمنہیات ہے پس ایسی صورت میں احتیاط کےسبب سے جوکہ فرض نہیں ہے مباح نہ ہوگی (یعنی چاررکعت جب فرض نہ رہی توپھرمباح بھی ہوگی)اورہمارے زمانہ میں یہ اعتقاد بہت واضح اورظاہر ہے۔

اقول: ہمارے زمانہ میں چاررکعت کی ادائیگی بہت کثرت سے جاری ہے۔ جمعہ کی عدم

فرضیت کا اِعتقاد ہم نے کتب دینیہ میں سے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے، اور نہ ہی کسی خاص و عام سے سنا ہے بلکہ یہ تمام معلوم ہے کہ جملہ اُمت کا فرضیت جمعہ پر اجماع ہے اور اس کی فرضیت کے منکر کو کافر شمار کرتی ہے۔لہٰذا شارع معصوم جن کی شان میں آیا ہے :

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ο (سورۂ نجم:۵۳/۳-۴)

اور آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں فرماتے مگر وہی جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔

اگر آپ کے بعض شرائط مقررہ کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس مقام پر تردد وحرج لازم آئے گا۔تو اگر اس موقع پر چار رکعت احتیاطاً بری الذمہ ہونے کی نظر سے پڑھ لیں تو یہ جمعہ کی عدم فرضیت کو کس طرح شامل حال ہو جائے گا!۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھنا منقول ہے پھر آپ نے بدگمانی کے اثبات کے پیش نظر دونوں صورتوں کا رد کیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ چار رکعت کی ادائیگی کی نیت کرنے میں مسلمانوں کی ہرگز کوئی بدگمانی نہیں ہے اور مسلمانوں کے ذمہ پر طرح طرح کے اِلزامات لگانا نامناسب ہے کیونکہ ع :

خوے بد لا بہا نہ در کار است

بری عادت والے کو تو بس بہانہ چاہیے

قولہ: صاحب بحرالرائق کا قول ہے کہ **أنه لا احتياط فی فعلیها لأنه العمل بأقوی الدلیلین .**

اس نے فعل میں کوئی احتیاط نہیں کی ہے کیونکہ اس پر عمل دو قوی دلیلوں کے ساتھ ہے۔اس مقام پر انصاف کا تقاضا بھی نہایت احسن وانسب ہے۔

اقول: صاحب ردالمختار کے بیان سے اس کی تائید ہوتی ہے بہت سے بزرگ وار سے بھی اسی طرح منقول ہے احسنیت اور انسبیت تو چار رکعت احتیاطاً ادا کرنے میں ہے پھر ہی کرسی تحقیق پر بیٹھیں۔

قولہ: چار رکعت احتیاطاً ادا کرنے کا حکم وجوبی تو شک کے قائم ہونے پر ہے اور اشتباہِ کلام ہے کیونکہ تو ہم وشک کا لغت میں معنی گمان کرنا ہے اور وہ خلاف یقین ہے- الی قولہ- اور فقہا کے نزدیک ظن، تو ہم اور اشتباہ تمام شک کے ساتھ ملحق ہیں- الی قولہ- پس قیام شک واشتباہ کی صورت میں اس احتیاطی رکعات کے وجوب کا حکم کرنا لغت اور اصطلاحِ فقہا کے خلاف ہے۔

اقول: ظن اور وہم کو شک کے ساتھ ملحق کرنا لغت اور اصطلاحِ فقہا سے کیا غفلت ولاعلمی پر مبنی ہے۔ یہ دونوں جلیل القدر امر اگر لغت کی قدیم کتب پر عبور حاصل نہ ہو تو ان میں مذکور ہیں۔ غیاث اللغات مطبوعہ کہ جس کی قیمت بھی انتہائی قلیل ہے (اگر صاحب تذکرہ کتاب خرید نہیں سکتے تو) عاریتاً اس کو حاصل کر کے دیکھیں اس میں لکھا ہے کہ بعض اہل تحقیق نے یقین کی تعریف اس طرح کی ہے :

یقین وہ چیز ہے جو تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو۔ اور شک وہ ہے کہ جو مساوی الطرفین ہو۔ اور وجود وعدم وجود میں طرف راجح کو ظن کہتے ہیں اور طرفِ مجروح کو وہم کہتے ہیں۔

اور بالکل واضح لکھا ہے کہ بعض اوقات یقین سے ظن عبارت ہوتا ہے اور بعض اوقات ظن سے یقین مراد ہوتا ہے۔

اس مرقوم سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ظن وہم اور شک ایک دوسرے کے مغائر ہیں۔

اب تم کو اصطلاحِ فقہا بھی سن لینی چاہیے اور صاحب تذکرہ کی خوش فہمی سے مکمل طور پر واقف ہونا چاہیے۔ درمختار اور ردالمحتار کی عبارت کا ترجمہ ہی کافی ہے، دونوں نے فرمایا کہ فقہا کے نزدیک نسیان اور شک ایک ہی چیز ہے اور ظن جانب راجح ہے اور وہم طرفِ مرجوح۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دل میں جو کچھ بھی گزرے گا اگر اس کا علم حد یقین تک نہیں پہنچا اور اس کی دونوں طرفین برابر ہوں تو وہ شک ہے اور اگر دو میں سے ایک جانب غالب ہو اور دوسری مغلوب تو مرجوح جانب وہم ہے اور راجح جانب ظن ہے اور اکثر اوقات راجح حد یقین تک نہیں پہنچتا ہے اور ظن غالب ہوتا ہے۔

اور ردالمحتار میں ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں :

وإذا شک هو تساوی الطرفین والظن و قدمناه .

اور جب شک ہوتو وہ طرفین برابر ہوتا ہے اور اس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

اس جگہ ثابت ہو گیا کہ صاحب ردالمحتار کا بیان لغت اور فقہا کی نامراد اصطلاح کے موافق ہے۔پس وہم اور شک کے درمیان فرق علم وکمال کی بنا پر ہے اور صاحب ردالمحتار کے مقابل کا قول خام خیال ہے اور اس کی فہم میں خلل ہے جو شخص اقوال فقہا کو بے اصل اور ضعیف سمجھتا ہے یہ تمام اس کا منشاے غلط ہے کیونکہ ان کے فہم معانی اور حقائق کلام تک رسائی نہیں کر سکتے ہیں۔

قولہ: یہ خوف تو اداے جہر اور خفیہ میں بھی متصور ہے- الی قولہ- اور اس امر کا تعلق قلب سے ہے کیونکہ جہر و اخفا دونوں اسی محل میں نقصان دہ ہیں۔(۱)

اقول: چار رکعت کو احتیاطاً علانیہ اور خفیہ ادا کرنا جمعہ کی عدم فرضیت کو موجب نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عوام جو کالانعام ہے اس کی ادائیگی سے اگر یہ خیال کریں کہ اس حالت میں ان کا جمعہ ادا نہ ہو گا نہ صرف اس کو اعلانیہ ادا کرنے کا اعتقاد رکھنا باعث فساد بلکہ اگر لوگ مسئلہ فرضیت جمعہ اور واقعۂ احتیاطی کو ذہن نشین کر لیں تو نہ ہی اداے عیانی کا خوف ہو گا اور نہ ہی چھپ کر ادا کرنے کا۔ائمہ مساجد کو کیا تکلیف ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو ایسے مسائل سے باخبر کریں اور چار رکعت کو چھپ کر ادا کرنے کا حکم دینے میں تن آسانی کیوں ہے۔(مقتدیوں کو کھل کر مسئلہ احتیاط ظہر بیان کریں تا کہ وہ برملا اس کو اَدا کریں۔)

قولہ: ان (چار رکعت) کو ادا کرنے سے اعتقاد بھی پیدا ہو گا کہ ہم نے جمعہ پڑھا ہے پتہ نہیں فرض واقع ہوا بھی تھا کہ نہیں؟۔

---

(۱) جہر و اخفاء کے مقابلے سے صاحب تذکرہ کمال دانش مندی سے باخبر ہیں جس کو تھوڑا سا بھی لغت عرب سے شغف ہے وہ جانتا ہے کہ جہر سر کے مقابل ہے اور خفیہ اعلانیہ کے مقابل ہے حالانکہ ردالمحتار میں لفظ اعلانیہ موجود ہے پس اس لفظ کو بھی فراموش کر دیا اور جہر کو خفیہ کے مقابل کرنا کون سی دانش مندی ہے؟۔

اقول: کلام فقہا میں اس معنی کا فساد اس طرح واقع نہیں ہوا ہے بلکہ معترض جو صاحب فہمید سدید ہیں اس کو سمجھیں کہ مفسدہ یہ ہے کہ جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو جائیں اور اگر ایسا اعتقاد نہیں ہے تو پھر کوئی فساد نہیں ہے اور احادیث تردّد میں بعض شرائط کے وجود کی وجہ سے چار رکعت کو احتیاطی روا کرنا خوانخواہ عدم فرضیت جمعہ کے اِعتقاد کو مستفاد نہیں ہے۔

قولہ: ایک وقت میں دو فرض کو قطعی طور پر اکٹھا کرنا ایک وقت کہ جس میں دو فرض ادا کرنا لازم آئے گا۔

اقول: دو فرائض کو ادا کرنا اس وقت میں قطعاً شرع سے ثابت نہیں ہے کیونکہ چار رکعت احتیاطاً ہر ایک کی زبان پر عام ہے اور علما اس کی مندوبیت کے قائل ہیں۔ قیام شک کی حالت میں غایت امر کے لیے بعض اس کے وجوب کی طرف مائل ہیں۔ اس اجتماع میں دو فرض کی بیک وقت ادائیگی کو تصور کرنا یہ روایت ودرایت کے خلاف ہے۔

الحمدللہ! دو فرض کو ایک ہی وقت میں جمع کرنے کو شریعت میں غیر ثابت جانتے ہیں نہ کہ ہم اس زمانہ کے مولویوں کی طرح کہ جو فرض نماز جداگانہ کو جس کا حق تعالیٰ نے کتاباً موقوتاً فرمایا ہے اس کو ایک وقت میں اَدا کرتے ہیں اور اپنے جسم کو آسانی وسکون فراہم کرتے ہیں اور اس کام کو حدیث پر عمل کا علم کا نام دیتے ہیں بلکہ اس عادت اور اس کام کی اور اس کی حقیقت ومعرفت سے بالکل ناآشنا ہیں بلکہ ہوائے نفس اور قہر خداوندی کے درپے ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۴)

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○ (سورۂ شعراء:۲۶/۲۲۷)

حق تعالیٰ ان کے اعمال سے غافل نہیں عنقریب ظالمین جان لیں گے کہ وہ کس طرف سرگرداں پھرتے ہیں!۔

قولہ: بالجملہ جمعہ عمدہ شعائر اسلام ہے اور اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، بہرحال اس کے مقرر ہونے کی وجہ سے اس کو ادا کرنا چاہیے محض اپنے زعم

کے مطابق بعض شرائط کے فقدان اور وہ شرائط بھی دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں امر قطعی کو ترک کرنا فہم کی کمی اور ضعیف ایمان ہے۔(۱)

اقول: عمومِ ادا تو ہر حال اور ہر صورت میں مذہب اہل سنت کے خلاف ہے۔ کیا مصدور شدہ کے صادر ہونے پر کہ جمعہ کو صحراؤں میں ادا کرنے کا کوئی اہل علم قائل نہیں ہے۔ اگر چہ وجود شرائط کے باوجود ترک جمعہ ضعف ایمان ہے مگر اتنی بات بھی ہوش وحواس کے ساتھ سنو اور اس کو اپنی جان میں جگہ دو کہ شرائط جمعہ کو زعم ووہم خیال کرنا بھی سستی ایقان اور وسوسہ اندازیِ شیطان ہے۔

خبردار ہوجاؤ کہ دلیل قطعی کا معنی وہی ہے جسے شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا آپ کی مراد کو دل ودماغ میں محفوظ نہ کیا نہ ان لوگوں کی عقول پر جو ہر قدم پر تازیانہ کھاتی ہیں، اس آیت کا بھی یہی مفہوم اخذ کیا گیا ہے۔ اگر آپ تک شارع علیہ السلام کی بارگاہ سے جمعہ کی تفصیل نہیں پہنچی تو آپ نے معلوم نہ کیا کہ 'فَاسْعَوْا' کا حکم وجوبی ہے یا مندوب ہے، یا اور ذکر اللّٰہ سے مراد نماز ہے یا خطبہ یا کوئی دوسری چیز؟ بلکہ اگر آپ کو حق شناس آنکھیں میسر ہوں تو اس آیت کا منشا اور مضمونِ شرائط کی تفہیم حاصل ہوجائے گی۔

و بیان ھذا المقیل طویل والوصول إلیه لا یتسر إلا بتوفیق الجلیل .

اور بحث کا بیان طویل ہے اور اس کا حصول توفیق جلیل کے بغیر آسان نہیں ہے مگر اس مدعا کا ذکر صرف اس وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے آیت جمعہ کا ترجمہ آپ کو سننا چاہیے :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ o

اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے کیونکہ لوگوں کے اجتماع کا دن ہے۔

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ

---

(۱) اگر کوئی یہ کہے کہ تذکرہ کی عبارت ہی شرائط جمعہ کو وہمی نہیں کہا گیا تو ہم کہیں گے کہ اس کے نزدیک ظن تو ہم اور اشتباہ ملحق ہیں پس جب شرائط جمعہ جو ثابت ہیں ان کو جب وہمی کہے گا تو وہم کی تمام تفصیلات عبارت کے ذریعہ واضح کردی گئی ہیں اسے بخوبی سمجھ لو۔

پس اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

تاکہ کوئی امر مانع نہ پہنچ جائے خطبہ سننے اور نماز کی ادائیگی کی طرف آؤ۔

وَ ذَرُوا الْبَیْعَ

اور خرید وفروخت چھوڑ دو

یعنی صرف اذان سنتے ہیں دیگر امور خرید وفروخت کا موجب ہے۔

ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (سورۂ جمعہ:۹/۶۲)

یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

یعنی اگر تم خیر وشر کو حقیقی طور پر جانتے ہو اِستفادہ کے طور پر یہ بات ضروری ہے کہ امام اور شہر کی شرط بلکہ مرقاۃ جمعہ کے مسئلہ کے حوالے سے نمازِ جمعہ شہر میں صرف ایک جگہ ہی ادا کی جانی چاہیے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اوّلاً اور اصالۃً دوجہاں کے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کو خطاب ہے اور اِذَا نُوْدِیَ یہ صیغہ باب مفاعلہ سے اشارہ ہے کہ اذان کو مؤذن خود نہیں دے رہا ہو بلکہ یہ امام کے حکم سے دے رہا ہے اور امام بھی سب سے اول اور اسبق سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اب چاہیے کہ فَاسْعَوْا کو اختیار کرے پس شریعت میں وقار اور سکون درکار ہے۔

یہ تمام اشعار (نشانیاں) اس پر موقوف ہیں کہ جب جمعہ کی اقامت ایک جگہ پر پائی جاتی ہو تاکہ وہ ترکِ دنیاوی معاملات کا تدارک جلدی سے کر کے مسجد میں چلا جائے۔ اگر تم توقف میں پڑے رہے تو جماعت ادا ہو جائے گی اور ثوابِ جماعت سے محرومی کی تلافی تو ناممکن ہے پھر یہ مسئلہ پیدا ہو جائے گا اور جمعہ کا ذکر برائے نام رہ جائے گا اور یہ مدعا شاہد بے ریا ہے۔

نیز شہروں میں جامع مسجد اور بازار میں اکثر فاصلہ بہت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ بازار سے مسجد پہنچنے میں تاخیر ہو جائے گی اس بنا پر فَاسْعَوْا کے صادر حکم پر صرف اذان ہی ہو گی یعنی جمعہ کی جماعت میں شمولیت کے لیے جلدی جانا کہیں ایسا نہ ہو کہ طویل مسافت کے ساتھ ساتھ تجارت کی مصروفیات کی وجہ سے مسجد میں پہنچنے سے پہلے ہی جماعت ہاتھ سے نکل جائے اور اجر سے محرومی ہو جائے۔

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ خرید وفروخت ہر جگہ پر ہوتی ہے کیونکہ وہ جگہیں اس قابل ہیں اور بعد شہر وہاں پر شہری بھی موجود ہوں گے، بازاروں پر مشتمل ہوں گی اور انصاف کی فراہمی کے لیے حاکم بھی وہاں پر موجود ہوگا، ورنہ مالِ تجارت کی عدم حفاظت اور جابر لوگ اس کو غائب کر دیں گے۔اس بنا پر شارع علیہ السلام کی دلالات پر کہ جو مہد جبرائیل ہیں اور وحی ربّ جلیل کے اسرار ورموز سے آگاہ وواقف ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لا جمعة إلا فی مصر جامع .

جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد میں ہے۔

اور یہ بھی ارشاد نبوی ہے :

فمن تركها وله إمام عادل أو جابر فلا جمع اللّٰه شمله .

جس نے اس کو ترک کیا درآں حال یہ کہ اس کا امام عادل یا جابر ہو تو اللہ عزوجل نے ان کے اتحاد کو قبول نہ کیا۔

اسی لیے آپ کا معمول شریف تھا کہ اقامت جمعہ کو ایک جگہ پر مقرر کیا اور صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین' رب العالمین کے احکام کے رمز شناس ہیں اپنی تمام کاوشوں کو اسی راستے پر جاری رکھا، پس شرائط جمعہ کو وہمی اور امر یقینی کے خلاف خیال کرنا کورفہمیدا ورفتوردید ہے۔

ارے محرم اسرار، ہر گستاخ اور نکتۂ چیں ابرار نہیں ہوتا ہے۔

خلاصۃ المرام میں ہے کہ شعار ایمان واسلام یہی ہے کہ آیات ان تمام معانی اور محامل میں پیش کی جائیں جس میں ان کا نزول ہوا ہے جس کا شارع علیہ السلام نے راستہ دکھایا اور ہدایت فرمائی۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''سرورالمحزون ''میں لکھا کہ آیت کا معنی

اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُباً اَتْرَاباً o (سورۂ واقعہ:۵۶/۳۵-۳۷)

بے شک ہم نے عورتوں کو پیدا کیا ان کو پیدا کرنا دوسری مرتبہ پس ہم ان کو محشر میں جوان بنادیں گے۔

حدیث کے تقاضا کے مطابق بوڑھی عورتوں کو دخولِ جنت کے وقت جوان کیا جانے کا ثبوت یہ آیت ہے کہ ہم نے عورتوں کو پیدا کیا ان کو پیدا کرنا دوسری مرتبہ یعنی حشر میں پس ہم ان کو حشر میں جوان بنا دیں گے۔ واللہ تعالی اعلم

چار رکعت ادائیگی کی کیفیت کی تفصیل

اب نماز جمعہ کے مسئلہ میں صاحب تذکرہ کے شبہات زائل کرنے کے بعد ہاتھ کو فراغت دی اور تحقیق چار رکعت احتیاطی کو حسب معمول ادا کرنے میں فقہائے اہل سنت میں سے کسی کا بھی معارضہ سامنے نہیں آیا ہے تو پھر مناسب یہی ہے کہ اب اس کی ادائیگی کی تفصیلی کیفیت کو خیریت سے احاطۂ تحریر میں لایا جائے۔

جاننا چاہیے کہ صاحب ردالمحتار نے تتمہ میں اس بحث کو لکھا اور یہ اس کا ترجمہ ہے۔ صاحب شرح الصغیر منیہ نے کہا کہ بہتر ہے نماز جمعہ کے بعد چار سنت پڑھے پھر چار رکعت احتیاطی ظہر کی نیت کے ساتھ ادا کرے پھر دو رکعت سنت ادا کرے اگر اس وقت جمعہ ساقط ہو جائے تو ظہر واقع ہو جائے گی سنت کی ادائیگی خود اپنی صورت کی وجہ سے باندھے۔

اور مناسب یہ ہے کہ ان چار رکعات میں سورہ کو فاتحہ کے ساتھ ملائے اگر اس کے ذمہ واقعتاً قضا نماز لازم نہ ہو کیونکہ اگر چار رکعت فرض ہے تو ہر رکعت میں سورہ کو پڑھنا نقصان دہ ہے اور اگر نفل ہے تو پھر تمام رکعت میں قراءت واجب ہے یعنی اس کے ذمہ قضا نمازیں باقی ہوں تو اس صورت میں سورۃ کو ملائے کیونکہ اگر فرض وقتی نماز کا نہیں ہے تو پھر قضا ہی محسوب آئے گا۔

میں (مولانا قصوری) کہتا ہوں کہ اس تمام شرح مذکور کا حاصل کلام یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعت پڑھے چار سنت جمعہ کی اور چار رکعت احتیاط ظہر اور پھر دو سنت وقتی اگر چہ ظاہر ہے کہ جمعہ کے صحیح ہونے کی صورت میں بعد نماز جمعہ چار رکعت سنت کی نائب ہو جائیں گی مگر طوالت کی بنا پر خطبہ جمعہ کے بعد دس رکعت کو ادا کرنا بہتر ہے تا کہ دونوں نمازیں اپنی جگہ پر صحیح ہو جائیں۔

جمعہ کے بعد سنن کا بیان

یہ بات پیش نظر رہے کہ جمعہ کے بعد چار سنت احادیث صحیحہ ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل اربعاً ـ كذا فى الزيلعى ـ

جوکوئی تم میں نماز ادا کرے اسے چاہیے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت اَدا کرے۔

نیز یہ بھی ہے :

و اذا صليتم بعد الجمعة فصلوا أربعا ـ كذا فى الكبيري ـ

اور جب تم نماز پڑھو جمعہ کے بعد تو چار رکعت پڑھو۔

کبیری میں یوں بھی آیا ہے :

إذا صلى أحدكم الجمعة فليتصل بعدها أربعا .

جب تم میں کوئی نماز جمعہ پڑھے تو چاہیے کہ وہ اس کے بعد چار رکعت ادا کرے۔

پس حدیث اول استحباب پر دلالت کرتی ہے اور حدیث دوم وجوب پر دلالت کرتی ہے، حنفی اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور وسط ہی خیر الامور ہے، اس لیے وہ اس کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

پس ان محدثان پر افسوس ہے کہ بعض رسائل کی پیروی میں جمعہ کے بعد چار رکعت اور چار سنت کو چھوڑ کر صرف دو رکعت پڑھتے ہیں اور خود کو اہل حدیث جانتے ہیں۔

نیز کبیری میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جمعہ کے بعد چھ رکعت مروی ہیں اور امام ابو یوسف کے مذہب میں ان چھ رکعت کو ادا کرنا محکم بیان کیا گیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد چھ رکعت کو اَدا کرنا عین حدیث پر ہے، اور فقہ حنفی کی مدلل

احادیث کی اپنے زعم کے مطابق مخالفت کرنے والے جاہل اورخبیث ہیں۔

باقی یہ جومشہور ہوگیا کہ بعض متفقہان نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد چار رکعت احتیاط کو با جماعت ادا کرتے ہیں کیا یہ جماعت مشروع ہے یا نہیں؟۔

تو جاننا چاہیے کہ فقہاے حنفیہ اپنی کتب جیسے بحرالرائق، شرح کبیر منیہ ، ردالمحتار، جامع الرموز اور رحمتی وغیر ہا میں تصریح کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز جومعذورین ہیں ان پر جمعہ فرض نہیں ہے، وہ اپنی نماز ظہر کو اپنے علاقہ میں با جماعت ادا نہ کریں جمعہ سے پہلے اور بعد میں اور یہ جماعت مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ جمعہ جامع جماعات ہے، دوسری جماعت کے ساتھ معارضہ نہ لایا جائے۔ پس چار رکعت احتیاطی ظہر بعض جگہوں پر مستحب ہے اور جماعت کے ساتھ اس کو کس طرح ادا کرسکتا ہو بلکہ یہ تو یقینی طور پر بالجماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور کیوں نہ ہوگا کہ فقہ حنفی کی کتب جیسے تنویرالابصار، درمختار، درمختار اور کبیری شرح منیہ وغیرہ میں بالکل واضح لکھا ہے کہ وتر اور نوافل کو رمضان کے علاوہ کوئی تین سے زائد ادا نہ کرے، کیونکہ مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔نقل عبارت موجب طوالت ہے۔**من شک فلینظرنھا** . (جس نے شک کیا اسے چاہیے کہ وہ اس میں غور وفکر کرے)۔

چونکہ طاقت بشری کے لحاظ سے تحقیق الجمعہ کو ان اوراق میں بذریعہ قلم آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور یہ تحریر صرف تذکرہ نہیں ہے، لہٰذا اس کا نام 'تحقیق صلوۃ الجمعہ [۱۲۸۸ھ]' ہے کیونکہ اسی نام میں تاریخ تالیف ہے اور اس کے آخر میں عمومی فائدہ کے لیے اس مسئلہ مرقوم کا خلاصہ اُردو اشعار میں پیش کیا ہے۔

اُردو اَشعار

نماز جمعہ کو فرض عین جانو ۞ یہ ثابت آیت و سنت سے مانو
اسی پر ہو گیا اجماعِ علا ۞ تو منکر اس کا کافر ہے مقرا
خدا نے کر دیا قرآں میں فرماں ۞ نمازِ جمعہ کی جب ہووے آذاں
تو تم اس وقت بے تاخیر دوڑو ۞ اور اپنی بیع شرا بیوپار چھوڑو
پس اس سے ہے ثبوت اس کا کہ دائم ۞ جمعہ ہووے گا شہروں میں ہی قائم
کہ بازار اور منڈی اور بیوپار ۞ نہیں ہوتی ہیں گاؤں میں یہ زنہار
جو قریہ میں جمعہ پڑھنے کی بابت ۞ حدیثوں سے ہوا ہے جو کہ ثابت
تو اس کو شہر پر کرتے ہیں محمول ۞ کہ ہے قرآن میں بھی ایسا معمول
اور آیا ہے حدیثوں میں برابر ۞ نہیں ہے جمعہ لیکن شہر اندر
اور فاسعوا میں بھی ہے اس پر دلالت ۞ کہ یک ہی جا جمعہ کی ہو اِقامت
جوانی میں کوئی متوقف ہو گا ۞ ثوابِ جمعہ سے محروم ہو گا
اسی پرانا جلدیبی ہے واجب ۞ وقار ہے شرع میں گرچہ مناسب
پھر ایسا ہی ہوا حضرت سے منقول ۞ صحابہ سے ہوا ایسا ہی معمول
مگر جب شہر میں ہو نہر فاصل ۞ اور آنے جانے میں ہو حرج حاصل
تو پھر فقہا نے یہ فتوی دیا ہے ۞ کہ دو یا بہت جا پڑھنا روا ہے
تو اس پر ہے کتابوں میں روایت ۞ فقیہوں نے یہ کر دی ہے صراحت
وجودِ شہر میں گر ہو تردّد ۞ نمازِ جمعہ میں یا ہو تعدد
تو بعد الجمعہ پڑھ لو چار گانی ۞ بنظر احتیاطِ مسلمانی

جمعہ سے ظہر گر ساقط نہیں ہے	۞	تو ہو جانا اَدا اس کا یقیں ہے
مگر ہو گا جمعہ اپنی جگہ پر	۞	تو ہوں گے یہ نوافل نفع بے ضر
عقیدہ اس سے یہ ہر گز نہیں ہے	۞	جمعہ اس پر فرض ہے یا نہیں ہے
یہ کی تحقیق سب فقہا نے آخر	۞	ملی ہے حاشیہ شامی میں وافر
مگر جس نے شبہ اس پر کیے ہیں	۞	وہ حق سے برطرف ہو لکھ دیے ہیں
تأمل گر ذرا ان میں کرو گے	۞	تو حق ہیں قولِ فقہا مان لو گے
خودی نے تم کو یہ اِغوا کیا ہے	۞	تکبر نے تمھیں رسوا کیا ہے
حدیثوں سے ملی تم کو یہ تاثیر	۞	ہوئے تم پیشواؤں کے خطا گیر
حدیثوں میں جو تھی بے شک ہدایت	۞	نہ ہاتھ آئی ملی تم کو غوایت
یہ ثمرہ خود پسندی نے دیا ہے	۞	عجالہ نافعہ (۱) میں یوں لکھا ہے
گلستاں سے گل آداب چن لو	۞	ہماری مت سنو اگلوں سے سن لو
ادب تا جیست از فضل الٰہی	۞	بنہ بر سر بہ دہر جا کہ خواہی
از خدا خواہیم توفیق ادب	۞	بے ادب محروم شد از لطف رب

واللّٰہ أعلم و علمہ أحکم وآخر دعوانا اَن الحمد للّٰہ رب العٰلمین

وصلی اللّٰہ تعالٰی وسلم علی حبیبیہ محمد وعترتہ أجمعین .

آمین آمین آمین .

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب نے عجالہ نافعہ میں لکھا ہے کہ جس نے احادیث کے معانی منقولہ سلف کے سوا اور معنی مراد رکھے یا راویوں میں بے امتیازی کی تو اس کو ثمرہ گمراہی اور گمراہ کرنا حاصل ہوتا ہے۔۱۲عفی عنہ

تقاریظ وتصدیقات

☆ هذا الجواب حق وصواب والعمل عليه موجب للثواب .

فقیرعبدالرسول قصوری عفی عنہ۔

☆ ما حققه المجيب المصيب حقيق بالقبول .

خلیفہ حمیدالدین عفی عنہ

☆ فى الفتاوى العالمگيرية عن المحيط ينبغي أن يصلوا بعد الجمعة أربعا الخ

–كذا قال الحلبى فى شرح المنيه–

فقیرنوراحمد

☆ للّٰه در المجيب مصيبا .

الفقیر عبدالقادرالبهیروی عفی عنہ

☆ هذه الرسالة صحيحة .

حافظ محمود

☆ مـــا أجاب المتبحر النحرير فهو غاية التهذيب ونهاية التحرير . جزاه اللّٰه عنا خير الجزاء .

ابومحمد حبیب اللہ پشاوری

☆ قد أصاب من أجاب .

مولانا قاری صاحب دہلوی

☆ ما حقق الفاضل المجيب المصيب فى هذه الرسالة حق أحق بالاتباع .

بندہ احمد یار عفی عنہ

☆ ایں جواب صحیح ست .

محمد قدرت اللہ حنفی نقشبندی دہلوی

☆ الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ الأبرار وصحابتہ الأخیار . أما بعد فان ما اشتملت علیہ ھذہ الرسالۃ ھو الحق الصریح الواجب اتباعہ والعمل بہ وما سواہ تعصب او جھالۃ .

حررہ العبد الضعیف

المدرس بالمسجد النبوی الشریف، الراجی دوام لطف الکریم

عبدہ بن خلیل بن ابراھیم .

باسمہ سبحانہ

واضح رہے کہ ایک ہزار برس سے زیادہ مدت سے دین اسلام میں چار مذہب جاری ہیں اور لاکھ ہا علما، فضلا ،اولیا،غوث، قطب انہیں مجتہدوں کی پیروی کرتے اوران کے ثنا خواں ممنون احساں چلے آئے۔اب اس آخرزمانہ کفروظلمت میں بعض خودپسند نام کے دانش مند جن کے حق میں یہ شعرصادق آتا ہے ؎

یہ تیرویں صدی کے عجب طور ہیں

کہ ماں اور باپ اورآپ اور ہیں

ایسے پیدا ہوئے کہ مجتہدوں کی خصوص امام اعظم کی تحقیراورانکارورد ہورہا ہے۔کہتے ہیں کہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی نہ کہلاؤ، نرے محمدی بن جاؤ۔جاہل ناواقف ان جیسوں کے پھندے میں پھنستے ہیں، دانا ان کی نادانی پر ہنستے ہیں۔صدہا کتابیں جن سے حقیقت ان چار مذہبوں کی ثابت ہے،اگروہ نہ ملیں تو مولوی خرم علی کی ترجمہ مشارق کے صفحہ ۱۴۳ میں دیکھو یہ لکھا ہے :

مجتہد لوگ بعض جگہ قرآن وحدیث کے کئی مطلب سمجھتے ہیں اورسب حق پر ہیں۔اسی واسطہ اہل سنت چاروں اماموں کوحق اوران کا مذہب برحق جانتے ہیں اور یہ جوبعض

ناواقف کہتے ہیں کہ کیوں ایک محمدی دین میں اختلاف کیا اور چار مذہب ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ نادان ہیں۔

اور کئی کتابیں فقہ کی ایسی موجود ہیں کہ جن میں ہر ایک مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل آیت و حدیث مذکور ہے اور جس حدیث سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اَخذ نہیں کیا ہے اس کا جواب دوسری آیت حدیث میں مسطور ہے، کتابوں کی طرف کیوں متوجہ ہوں اب تو امام صاحب سے بڑائی کے دعوی ہیں، عوام کو چالاکیوں اور طمطراقیوں کا دکھانا اور اپنا حلوا مانڈا کھانا منظور ہے۔ اگر چہ تمام دلائل ہماری کتب قدیمہ وجدیدہ میں مبین ہیں مگر نظر اس کے کہ اب اس جگہ میں چرچا فاتحہ خلف الامام کا ہو رہا ہے اور عوام کالانعام کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کا مذہب برخلاف حدیث کے ہے۔ ایک دو حدیثیں دلیل امام اعظم صاحب کی لکھی جاتی ہیں۔ امام مالک صاحب کی مؤطا اور صحیحین کے سوا سب صحاح وغیرہ میں روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

من كان له إمام فقراءة الامام له قراءة .

(جو کسی امام کے پیچھے نماز اَدا کرے تو امام کی قراءت اس کی بھی قراءت ہے۔)

(۱) سنن ابن ماجہ: ۱/۲۷۷ حدیث: ۸۵۰...... سنن دار قطنی: ۱/۳۲۳ حدیث: ۱۔

اور مؤطا شریف کی صحت کا اور کتابوں سے اگر حال معلوم نہ ہو تو بستان المحدثین وعجالہ نافعہ میں دیکھو کہ یہ کثیر الوجود ہیں ایک ہزار سے۔ یہ بھی جو بستان المحدثین میں لکھا ہے :

ابوزرعہ رازی کہ رئیس محدثین است گفتہ اگر شخصے بطلاق زن خود سوگند خورد کہ انچہ در مؤطا ست بلا شک وشبہ صحیح است او حانث نشود وایں وثوق واعتماد بر کتابے دیگر نیست۔ اھ

ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ سے بہ روایت ابوہریرہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا :

إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرء فانصتوا .

(امام اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو، لیکن جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔)

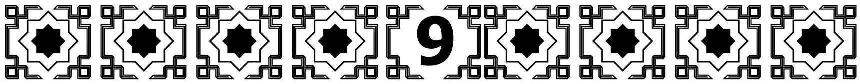
اس حدیث میں ظاہر فرما دیا کہ امام خواہ آہستہ پڑھے یا پکار کر بہرصورت مقتدی کو چپکے رہنا

چاہیے۔قرآن میں بوقت پڑھے جانے قرآن کے فَـاسْتَـمِعُوْا یعنی سنوفرمایا کیونکہیہاں قراءت سے بلند پڑھنا مراد تھا۔اور یہاں حدیث میں فـاَنْـصِتُـوا ارشاد ہوا یعنی چپکے رہوامام خواہ ہولے (آہستہ) پڑھے یا پکار کر، کیونکہ پکار کر پڑھنے کی حالت میں سننے کا امر مناسب ہوتا ہے۔فافھمُ .

اسی واسطے امام رحمۃ اللہ علیہکے نزدیک پیچھے امام کے پڑھنا مکروہ ہے۔

امام محمد کہتے ہیں کہ ایک جماعت صحابہ کے نزدیک مقتدی کی قراءت پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ خلف الامام نہ پڑھنے پر اجماع ہے صحابہ کا۔۱۲ منہ عفی عنہ

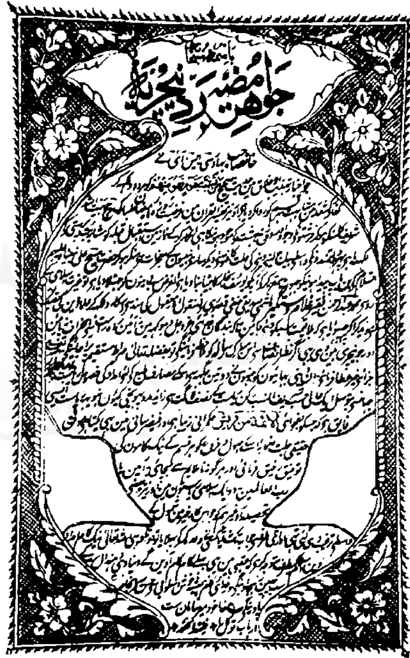


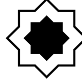


خـــــــلاصۂ رسالـــــــۂ
’جواھرِ مضِیہ ردِ نیچریہ‘

-: تالیف :-

راجی دوام لطف القدیر عبدہ محمد غلام دستگیر نصرہُ النصیر


جواہر مضیہ ردِ نیچریہ



بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

حق تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ - یعنی قرآن ہے عربی زبان کا جس میں کجی نہیں -فرمایا ہے۔اور یہ بھی فرمایا ہے :

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ o (سورۂ قمر:۱۵/۵۴)

یعنی اور ہم نے آسان کیا قرآن نصیحت لینے کو۔پس ہے کوئی نصیحت لینے والا !۔

پھر کئی بار اِس کو'کتابِ مبین' اور 'قرآنِ مبین' اِرشاد کیا ہے یعنی روشن اور بیان کرنے والا۔

جن سے بہ صراحتِ تمام متحقق ہوا کہ قرآن ہدایت نشان سوائے چند آیاتِ متشابہات کے کمال وتمام علی الخصوص قصص واحکام اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے، اور معمہ چیستان کی طرح نہیں کہ مرادی مخفی معانی پر محمول ہو کہ ایسا ہونا کلامِ موعظت انجام، فصاحت و بلاغت اِلتیام کی شان کو شایان نہیں، اس لیے اہل سنت بلکہ اکثر فرقِ امت کا یہ اِعتقاد ہے کہ قرآنِ مجید کے اخبار جیسا کہ بہشتیوں کے لیے حور، قصور، انہار، اشجار، اثمار کا دینا اور دوزخیوں کو زقوم، حمیم، سلاسل، اغلال میں مبتلا کرنا و دیگر مضامین سب حق ہیں اور ظاہری معنوں سے اِنحراف کر کے باطنی معانی پر محمول کرنا، چناں چہ باطنیہ کا اِدعا ہے اِلحاد ہے(۱)-کذا فی جمیع کتب العقائد-

اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں ملائکہ، جن، شیطان کے وجود ولوازم جسمیت پر تصریح ہے بلکہ ملائکہ پر اِیمان فرض بتایا ہے اور اِنکار کو کفر فرمایا ہے اور آں حضرت ﷺ کے فرمانوں کو بھی وحی و

---

(۱) قولہ تعالیٰ: الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِي اٰيَاتِنَا لاَ يَخْفُوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاتِيٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ .

یعنی جو لوگ کج روی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں ہم سے چھپے نہیں، بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں بہتر ہے یا جو آئے گا امن سے دن قیامت کے، کرتے جاؤ جو چاہو، بے شک جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے۔(موضح القرآن وغیرہ)

لازم الاطاعت سنایا ہے اور حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا قرآن وحدیث واِجماع سے ثابت ہے اور ایسے ہی اِعتقادات پر نجاتِ اُخروی منحصر ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے :

من قال اشهد ان لا اِله اِلا اللّٰه وحده لا شرِيک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله و ان عِيسى عبد اللّٰهِ و رسوله و ابن امتِه و كلِمته القها اِلى مريم و روح مِنه و ان الجنة حق و النار حق ادخله اللّٰه مِن اىِّ أبوابِ الجنةِ الثمانِيةِ شاء .

جس کا ترجمہ رسالہ ہٰذا (حاشیہ۲) پر درج ہے جس سے ثابت ہے کہ ایسے خوش اِعتقاد ضرور ناجی وبہشتی ہیں۔

پس یہ رسالہ شریفہ جو ایسے دِینِ اِسلام کے اصول ومسائلِ مہمہ پر مشتمل ہے جن کے باور کرنے پر نجاتِ اُخروی منحصر ہے، بلا قیمت تقسیم ہوتا ہے۔تو نہایت خوش قسمتی ہے ان دینی بھائیوں کی جو اِس مبارک رسالہ کو خود بھی بہ شوق ومحبتِ تمام پڑھیں اور اِس پر کاربند رہ کر دوسرے مومنوں کو بھی سنائیں۔ان کے عقائد کو جمائیں گے تو بے شک باری تعالیٰ سے بہشت عیش ابدی پائیں گے اور اس کی رضا وخوش نودی- جو منتہائے مراد ہے- حاصل فرمائیں گے۔

و اللّٰه هو الموفِق و المعِين و الحمد لِلّٰهِ ربِ العالمِين و صلى اللّٰه تعالى علىٰ خيرِ خلقِه و حبِيبِه محمد و عِترتِه أجمعِين. اللّٰهم ارحمنا معهم بِرحمتِک يا أرحم الراحِمِين. آمِين .

---

(۲) یعنی جس نے وحدانیت باری تعالیٰ وحقیت رسالت آں حضرت ﷺ پر شہادت دی اور یہ بھی گواہی دی کہ حضرت مسیح خدا کے بندے ورسول ہیں اور اس کی باندی کے بیٹے اور اس کا کلمہ جو اس نے مریم کی طرف اِلقا کیا اور ان کا روح یعنی بن باپ پیدا ہوا اور یہ بھی شہادت دی کہ بہشت ودوزخ حق ہیں۔ایسے شخص اِیمان دار کو بہشت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے وہ چاہے گا اللہ تعالیٰ داخل کردے گا۔ **فللّٰه الحمد حمدا كثيرا كبيرا.** منہ عفی عنہ

بِاسمِہ سبحانہٗ

جواھرِ مضیہ رد نیچریہ

خان صاحب بہادرسی-ایس-آئی نے جواخبارتہذیب الاخلاق میں حدیث صحیح **مَن تشبہ بِقوم فھو مِنھم** کومردودلکھ کرکفار کے شعار میں مشابہت ہرقسم کوروا کردیا ہےاور نیزتفسیرالقرآن میں فرضیت روزۂ رمضان المبارک وحج بیت اللہ شریف کا منکر ہوکرفرشتوں کے وجوداور دوزخ، بہشت کے موجود ہونے کا بھی انکارکرکے نماز میں استقبالِ قبلہ کومشابہ بت پرستی کےلکھ دیا ہے پھر دولت مندوں کے واسطے بیاج لینے دینے کی حلت کا فتوی دے کرسارے نبیوں کے معجزات سے منکر ہوکرحضرت مسیح علی نبینا وعلیہم السلام کے بن باپ پیدا ہونے کوجھوٹ مقررکرکے آپ کو یوسف نجار کا بیٹابنادیا ہے۔

الغرض سب دینوں کوجھٹلا دیا ہےتو غیرتِ اسلامی کی رو سے محمد ابوعبدالرحمٰن فقیرغلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری نےمنقول اورمعقول کی سند سےاس کا ردلکھ کرعلماے دین کی تصدیق سے مؤیدکراکرچھپوایاہے کہ بلا قیمت سب کودیے جائیں تاکہ بندگانِ خداعزوجل دھوکہ میں نہ آئیں، راہِ راست سے انحراف نہ پائیں اور جونیچری ہیں وہ بھی اگرنظرانصاف سےاس مبارک رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں گےتو بفضلہٖ تعالیٰ صراطِ مستقیم پرآجائیں گے۔

اللہ تعالی جزاے خیرعطا فرمائے ان دینی بھائیوں کوجنہوں نے دوتین جگہ سےاس کے مصارف طبع کے لیے امدادکی خصوص ریاست بہاول پور جہاں سے بتوسل ایک عالی حسب شریف النسب رکن ریاست کےنصف لاگت سےزائدمدد پہنچی کیوں نہ ہو یہ ریاست ایسی فائق ہے کہ جس کو بہ فحواے **الائمّۃُ مِن قریش** حکم رانی زیباہےاورفیض رسانی میں بھی یکتاہےموفق حقیقی جلت نعمائہ اس کے اُصول وفروع کو ہرقسم کے نیک کاموں کی توفیق رفیق فرمائے اور ہرگونہ ناملایم سے بچائے۔آمین یارب العالمین۔

دوایک اِسلامی ریاستوں میں اور نیزبعضے تحصیل داروغیرہم کو جواس کارِخیر میں شمول کے واسطےترغیب دی گئی تھی اوران کی طرف سے جواب تک نہ آیاکسی نے وعدہ کرکے بھلا دیا توان کو

بھی اللہ تعالیٰ نیک کام، امدادِ دین اسلام کی طرف متوجہ کرے کہ عقبیٰ میں یہی بھلے کام کام آئیں گے۔ دنیاوی دھندال سب کے سب یہیں رہ جائیں گے، اور خدائی کام ہمیشہ خوش اُسلوبی سے حسن سرانجام پائیں گے۔ خدا خود میر ساماں ست ارباب توکل را۔ فللّٰہ الحمد

نقل مکتوب

بِسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحِیمِ

نحمده و نصلی علی رسولِهِ الکرِیمِ

امابعد! بہ خدمت باعظمت جناب مخدومی ومخدوم الانامی مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی قصوری مدظلہ العالی پس از سلام مسنون بہ تحیت مقرون معروض ہے کہ ایک روز میرے ایک دوست نے پرچہ تہذیب الاخلاق ۱۵ / ربیع الاول ۱۲۹۵ھ سے ذکر حدیث تشبہ کا پڑھ کر حاضرین کے پاس بیان کیا تو بادی النظر میں وہ مضمون مخالفِ شرع نظر آیا، اس لیے وہ سوال و جواب بعینہٖ نقل کر کے اِرسالِ عالی خدمت ہے کہ برائے اِعلاے کلمۃ اللہ آگاہ فرمائیں کہ یہ مضمون درست مطابق احکامِ دِین اِسلام ہے یا نہیں؟۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کا اجر عطا فرمائے گا کہ اِنَ اللّٰہ لا یُضِیعُ اجرَ المُحسِنِینَ وارد ہے۔ زیادہ حدادب۔

خادم العلما خلیفہ محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد کنپ فیروز پور

نقل مضمون نمبر ۱۳۹ حدیث تشبہ، تہذیب الاخلاق ۱۵ / ربیع الاول ۱۲۹۵ھ / ۱۳۰۴ نبوی۔

جناب مخدوم مکرم مولانا سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی زید مجدکم تسلیم کے بعد گزارش ہے کہ حدیث شریف مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ کے معانی اور مراد میں لوگوں کو نہایت اختلاف ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے پس واسطے حصولِ اطمینان اور تنقیح مرادِ حدیث کے ضرور ہوا

کہ اس کا مورد تحقیق کیا جائے تا کہ مراد صحیح لفظ ''تشبہ'' کی معلوم ہو جائے لہٰذا بصد نیاز خدمت عالی میں گذارش ہے کہ ارشاد ہو کہ اس حدیث کا مورد کیا ہے اور لفظ تشبہ سے کس امر میں تشبیہ مقصود ہے زیادہ نیاز و تسلیم آپ کا خادم۔ح

جواب: یہ حدیث ابوداؤد میں باب ماجاء فی الوقبیۃ میں نقل کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا ابو النضر عبدالرحمن بن ثابت نا حسان بن عطیة عن ابی منیب البجرشی عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه و آله وسلم: من تشبه بِقوم فهو مِنهم .

اول تو مجھ کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ یہ حدیث ثابت نہیں نہ روایتاً اور نہ درایتاً۔روایتاً تو اس لیے ثابت نہیں کہ جو سند اس حدیث کی بیان ہوئی ہے اس سے اتصال سند کا رسول خدا ﷺ تک ثبوت نہیں ہے۔کیونکہ جو الفاظ روایت کے ہیں ان سے یہ بات لازم نہیں ہے کہ حسان اور ابی منیب اور ابن عمر کے درمیان میں اور کوئی راوی نہ ہو۔پس جب کہ سلسلہ رواۃ غیر ثابت ہے تو وہ حدیث فی نفسہٖ ثابت نہیں ہے۔

اور درایتاً ثابت نہ ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں ایک یہ کہ راوی نے مورد حدیث بیان نہیں کیا ہے اور لفظ ''تشبہ'' کا جو حدیث میں واقع ہے مورد کے نامعلوم ہونے سے کسی حکم مدلولی یا استنباطی یا قیاسی کا فائدہ نہیں دیتا۔پس مورد اس حدیث کا تحقیقاً معلوم نہیں ہے اور نہ معلوم ہوسکتا ہے۔ہاں اگر اس حدیث کو ثابت تسلیم کرلیا جائے تو قیاساً اس کا مورد قرار پاسکتا ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

دوسری یہ کہ لفظ ''قوم'' جو اس حدیث میں ہے وہ بھی کسی نتیجہ کا فائدہ نہیں دیتا۔کسی قوم کا ہونا یا کسی قوم کے مشابہ بننا کسی نتیجہ شرعی کو مفید نہیں ہے۔ایک انگریز نے ایرانی یا افغانی لباس پہن کر اپنے تئیں قوم ایران اور قوم پٹھان کے مشابہ کرلیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ لوگوں نے اس کو ایرانی یا پٹھان سمجھا مگر پھر اس سے نتیجہ کیا؟۔علی ہٰذا القیاس ایک ہندوستانی مسلمان نے عربی یا ایرانی یا پٹھانی یا روسی یا انگریزی پوشاک پہن کر اپنے تئیں مشابہ ان قوموں کے بنایا اور لوگوں نے بھی اس کو اسی قوم کا سمجھا تو پھر اس سے نتیجہ شرعی کیا نکلا؟۔

تیسری یہ کہ تشابہ ایک قوم کا دوسری قوم سے بلاشبہ زیادہ تر لباس پر منحصر ہوتا ہے مگر خود رسولِ

خداﷺ نے یورپ کی قوم کا اور خاص رومن کیتھلک میں جو لباس مروّج تھا وہ لباس پہنا ہے۔مشکوۃ میں بخاری و مسلم سے یہ حدیث موجود ہے کہ **ان النبی ﷺ لبس جبة رومية ضيقة الكمين .**

جبہ رومی بطور عبا یا چوغہ کے ایک قسم کا لباس ہے تنگ آستینوں کا جواب بھی رومن کیتھلک کے پادری پہنتے ہیں اور خاص پادریوں کی پوشاک ہے۔رسول خداﷺ کے زمانے میں تمام یورپ اور شام میں رومی عیسائیوں کی سلطنت تھی جو پوپ (نام پادری) کے تابع تھے،اس لیے تمام یورپ کی قوموں کو عرب کی زبان میں رومی کہتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے: **الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ.** اور وہ سب رومن کیتھلک تھے اور جبۂ رومیہ خاص ان کی پوشاک تھی۔ بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خداﷺ نے یہودیوں کی پوشاک بھی پہنی ہے جیسا کہ حدیث مغیرہ میں ہے:

فتوضأ و عليه جبة شامية . (ص:۸۶۳)

اور جبہ شامیہ خاص یہود کا لباس تھا جواب تک ان کے راہبوں کا لباس ہے۔مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خداﷺ نے خاص آتش پرستوں کا لباس بھی پہنا ہے جیسا کہ حدیث عبداللہ مولیٰ اسما بنت ابی بکر میں ہے :

فاخرجت الی جبة طيالسة كسروانية . (ص:۱۹۔ج:۲)

اور یہ وہ جبہ کسروانی ہے جو بروقت وفات آپ پہنے ہوئے تھے، پھر جب بخاری کھولتے ہیں تو بسم اللہ کے بعد یہ عبارت پڑھتے ہیں :

كتاب اللباس. باب قول الله عزوجل : قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده . قال النبى ﷺ كلوا واشربوا و البسوا اى ما طاب لكم و تصدقوا فى غير إسراف و لا مخيلة . و قال ابن عباس كل ما شئت و البس ما شئت، ما اخطائک اثنتان سرف او مخيلة .

پس ہم ان روایتوں کی رو سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے تو لفظ تشابہ کو مشابہت ٹوپی ولباس پر بھی حمل نہیں کر سکتے۔

چوتھی یہ کہ تمام مسلمان اور صحابہ اور خود جناب رسول خداﷺ اور کفار عرب ایک سازی ولباس

رکھتے تھے اور دونوں قومیں جو باعتبار مذہب کے دوتھیں بالکل ایک دوسرے کے مشابہ تھیں اور کوئی تفرقہ کفار اور اہل اسلام میں تمیز کا قائم نہیں کیا گیا تھا تو پھر **من تشبہ بِقوم فھو مِنھم** کے کیا معنی؟۔کیا عقل سلیم اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ اگر جناب رسول خداﷺ لندن میں یا جرمن وایشیا میں پیدا ہوتے تو ان کا لباس ویسا ہی نہ ہوتا جیسا کہ ان ملکوں کے لوگوں کا ہے۔پس تشابہِ قومی سے کیا نتیجہ شرعی پیدا ہوسکتا ہے؟۔

پانچ ویں یہ کہ لفظ ''**تشبہ**'' اور ''**منھم**'' سے خواہ ان کے کامل معنی مراد لو یا ناقص اور ''**قوم**'' کے معنی حقیقی بھی چھوڑ کر اس کے فرضی معنی یعنی ایک مذہب کے لوگ لو تو بھی حدیث کے معنی درست نہیں ہو سکتے۔کیا ادنی مشابہت سے مثلا دھوتی باندھ لینے سے یا بگھی و چرٹ پر چڑھنے یا بالکل پوری ظاہری مشابہت کر لینے سے باوجود اقرار توحید و رسالت کے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔حاشا وکلا۔

پس اصل یہ ہے کہ یہ حدیث روایتاً اور درایتاً دونوں طرح پر مردود ہے، بایں ہمہ اگر ہم اس کو صحیح مان لیں تو ہم کو اس کا مورد تلاش کرنا ہوگا کیوں کہ بغیر مورد تحقیق کیے اور مابہ التشبہ قرار دیے اس کے معنی قائم نہیں ہوسکتے،مگر چناں چہ خود حدیث میں ان دونوں میں سے کوئی بھی مذکور نہیں ہے تو جو کچھ قرار دیا جائے گا وہ صرف قیاسی ہوگا جو ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق اس کا مورد یا مابہ التشبہ جو در حقیقت ایک ہیں قرار دے گا۔

بعضے عالموں نے مشابہت سے مشابہت فی خصوصیاتِ الدین مراد لی ہے۔مثلا زُنّار پہننا یا صلیب رکھنا یا ٹیکا لگانا یا اعیادِ کفار کو بطور عید اختیار کرنا یا اس میں شریک ہونا اگرچہ یہ رائیں (آراء) کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں ان کو پسند نہیں کرتا اور نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں،اس لیے کہ میرے نزدیک قطعیات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین رکھتا ہے اس کا کوئی فعل مع یقین مذکور کے اس کو کافر نہیں کرسکتا ہے،پس اِس قول پر جس پر ابوجہل کی نجات منحصر تھی اس کو یقین ہے تو گو وہ کسی کے ساتھ تشابہ کرے **ولو فی خصوصیات الدین و شعائر الکفر کالزنار والصلیب و الأعیاد** وہ کافر نہیں ہوسکتا ہے۔

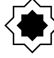
کیا ہم دیوالی، دسہرا میں اپنے ہندو دوستوں سے اور نوروز میں اپنے پارسی دوستوں سے اور

بڑے دن میں اپنی عیسائی دوستوں سے مل کر اور معاشرت وتمدن کی خوشی حاصل کر کے کافر ہو جائیں گے۔نعوذ باللہ من ذالک۔

اگر درحقیقت ہمارا مذہب اسلام ایسا ہی بودا ہے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، ایک نہ ایک دن اس کو ذبح ہونا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کا جس کو میں آیندہ سے 'قول' کہوں گا کیوں کہ میرے نزدیک اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے، کوئی صحیح مورد بجز ایک کے وہ بھی قیاساً قرار نہیں پاسکتا ہے، اور وہ مورد موتِ اژدحام یعنی جس حالت میں موتِ اژدحام واقع ہو اور مختلف قوموں کے مردے گڈمڈ ہو جائیں تو حکم **من تشبه بقوم فهو منهم** کا جاری ہوگا یعنی لاشوں میں جو لاش جس قوم کی مشابہ ہوگی وہ اسی قوم کی شمار ہوگی اور اس کی تجہیز وتکفین اسی طرح کی جائے گی۔

درمختار میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں پہچاننے کی چار علامتیں ہیں: خضاب اور سیاہ لباس اور حلق عانہ اور ختنہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اژدحام کے جس قدر احکام ہمارے ہاں کی کتب فقہ میں مندرج ہیں وہ اس قول کی بنا پر ہیں۔پس میری دانست میں یہی مورد اس قول کا اور یہی مراد اس قول کی ہے، **و بهذا اعتقادي و على هذا عملي و السلام** .

راقم سید احمد



الجواب و اللّٰہ ھو الملھم للصواب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب حمداورستایش خالق ذوالجلال والاکرام کے لائق ہے جس نے اپنے خلیفہ اتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی اطاعت اورفرماں برداری کواپنی اطاعت اورامتثالِ امرفرمایا کہ:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ (سورۂ نساء:۴/۸۰)

(جس نے اطاعت کی رسولِ خدا کی پس بے شک اس نے اطاعت کی خدا کی)۔

اورحدیث کی مخالفت اورمؤمنوں کے اجماع اوراتفاق کی نامتابعت میں ملحدوں کوسخت دھمکایا بلکہ مستحق عذاب دوزخ بتایا کہ:

وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۚ (سورۂ نساء:۴/۱۱۵)

(اور جوکوئی برخلافی کرے رسول کی پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سواراہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوااورداخل کریں گے اس کودوزخ میں اور بڑی بری جگہ ہے پھرنے کی)۔

اور بے شمار درود اوران گنت سلام سید الرسل ہادی السبل رسول الخواص والعوام پر نثار ہوں جس نے اپنی اُمت مرحومہ کواتباعِ سواداعظم اور پیرویِ جمہورعلما کرام کے لیے تاکید وتشدیداور ترغیب مزیدفرمائی اوراس کے خلاف میں تہدیداوروعیددخول جحیم سنائی کہ:

اتبعوا السوادَ الأعظمَ فانہٗ من شَذَّ شُذَّ فی النار ۔ —رواہ ابن ماجہ و ابن ابی عاصم فی کتاب السنۃ کذا فی المشکوۃ—

فعلیہ وعلی آلہ و صحبہ من الصلوات أفضلھا ومن التحیات أکملھا ۔

امابعدواضح رہے کہ خان صاحب بہادرکاجواب بہ چندیں وجوہ مخالف شرع اورخلافِ اصل وفرع ہے۔

پہلی وجہ مخالفت شرع کی یہ ہے کہ اس حدیث کو بہ سبب روایت کے غیر ثابت لکھا ہے اور دلیل اس کی یوں بیان کی ہے کہ جو سند اس حدیث کی بیان ہوئی ہے اس سے اتصال سند کا رسول خدا ﷺ تک ثبوت نہیں، کیوں کہ جو الفاظ روایت کے ہیں ان سے یہ بات لازم نہیں ہے کہ حسان اور ابی منیب اور ابن عمر کے درمیان میں اور کوئی راوی نہ ہو، پس جب کہ سلسلہ رواۃ غیر ثابت ہے تو وہ حدیث فی نفسہ ثابت نہیں ہے۔ انتہی بلفظہ۔

اس تحریر سے بہ خوبی ثابت ہے کہ خان صاحب بہادر کو علاوہ ناواقفیت علم اصول حدیث کے صرف مدعا کو مدلل کرنے کا بھی ڈھب نہیں آتا ہے۔ کیا معنی کہ اگر بقول خان صاحب بہادر اس حدیث کے الفاظ روایت سے اور راوی کا درمیان میں نہ ہونا لازم نہیں آتا تو پایا گیا کہ کسی اور راوی کا درمیان میں ہونا ممکن ہے تو امکان وجود راوی سے ایک حدیث موجود و ثابت کتب معتبرہ حدیث اور مسلم و مقبول علماے حدیث و فقہ کو کون عاقل دین دار تسلیم کر لے گا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے بلکہ حدیث کے غیر متصل ثابت کرنے کے لیے واجب ہے کہ اول یقیناً ایک راوی درمیان سے متروک ہونا ثابت اور متحقق کیا جائے۔

پھر جب ثابت ہو کہ تابعی نے ایک راوی کا ذکر نہیں کیا ہے تو تب اس حدیث کو بمقابلہ متصل مرسل کہتے ہیں۔ اور حدیث مرسل بھی امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے نزدیک مقبول ہے، کیوں کہ جو راوی درمیان سے متروک ہوا ہے وہ ثقہ اور معتمد تھا، اس لیے اس کا ذکر ضروری نہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور اگر وہ راوی متروک معتبر نہ ہوتا تو اس کا ذکر لازم آتا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حدیث مرسل مقبول ہے اگر کسی دوسری وجہ سے قوت حاصل کر لے اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قول میں حدیث مرسل مقبول ہے، اور دوسرے قول میں اس میں توقف لازم ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مقدمہ ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے جس کی اصل عبارت حاشیہ پر منقول ہوتی ہے۔

حاشیہ : نزد ابوحنیفہ و مالک رحمہما اللہ تعالیٰ حدیث مرسل بہر حال مقبول است و ایشاں گویند کہ ارسال بجہت کمال وثوق و اعتماد است زیرا کہ کلام در ثقہ است و اگر نزد وے صحیح نمی بود ارسال نمی نمود و نزد شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر حدیث مرسل اعتقاد یا بوجہ دیگر مقبول است و نزد احمد دو قول است بقولے قبول و بقولے توقف۔ اشعۃ اللمعات من عن۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول، ص:۲ مطبوعہ کارخانہ محمدی ۱۲۷۷ھ)

پس اگر بالفرض یہ حدیث مرسل یعنی غیر متصل ثابت ہو جائے تا ہم اکثر ائمہ مجتہدین کے نزدیک مقبول ہےتو اس کو غیر ثابت فی نفسہٖ کہنے والاظلوم وجہول ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس حدیث کے راوی امام ابوداؤد اور آں حضرت ﷺ کے درمیان پانچ ہیں ان میں سے حسان بن عطیہ تابعی ثقہ فقیہ عابد نے ابی منیب تابعی ثقہ سے اور ابی منیب تابعی ثقہ نے حضرت ابن عمر مشہور جلیل القدر صحابی سے رضی اللہ عنہم بلفظ ''عن'' روایت کی ہے جس سے خان صاحب بہادر کو دھوکہ پڑا کہ یہ حدیث معنعن ہے اور معنعن حدیث متصل نہیں ہوتی بلکہ مرسل ہوتی ہے تو اس وہم سے اس حدیث کو غیر ثابت لکھ دیا ہو تو یہ بھی ان کی علم اصول حدیث سے ناواقفیت ہے، کیوں کہ بعضے محدثین نے جو معنعن کو مرسل کہہ دیا ہے تو وہ غیر صحیح ہے اور صحیح قول جس پر جمہور محدثین اور فقہا اور اصولیین ہیں یہ ہے کہ حدیث معنعن متصل ہوتی ہے بشرطیکہ راوی جس نے لفظ عن سے روایت کی ہے مدلس نہ ہو، نیز جن راویوں میں عنعنہ سے روایت ہوئی ہے ملاقات باہمی کا امکان ہو جیسا کہ مقدمہ صحیح بخاری -مطبوعہ احمدی- میں لکھا ہے جس کی اصل عبارت بھی حاشیہ پر سنداً مسطور ہوتی ہے۔(۱)

پس حسان بن عطیہ اور ابی منیب دونوں تابعی ثقہ ہیں جو اکثر تابعین سے اور صحابہ سے بھی روایت کرتے ہیں، اور تدلیس سے بری ہیں جیسا کہ تقریب التہذیب میں ان کی تعریف ہے جو حاشیہ پر بہ جنس ثبت ہوتی ہے۔(۲)

پھر جب ایک تابعی ثقہ فقیہ عابد نے -جو حسن بن عطیہ ہے- دوسرے تابعی ثقہ سے -جس کا نام ابی منیب ہے- روایت کی، اور ابی منیب تابعی ثقہ نے حضرت ابن عمر جلیل القدر صحابی سے روایت لی تو غیر متصل کہاں رہی بلکہ بالیقین یہ حدیث متصل نکلی اور سوا اس کے مسند امام احمد اور سنن

---

(۱) **حاشیہ** : المعنعن قال النووی هو فلان عن فلان، قال بعض العلماء هو مرسل و الصحيح الذي عليه العمل، و قاله الجماهير من اصحاب الحديث و الفقه و الاصول أنه متصل بشرط أن يكون المعنعن غير مدلس وبشرط إمكان لقاء من أضيفت العنعن إليهم بعضهم بعضا. مقدمه صحيح بخاری. من عن مطبوعه احمدی .

(۱) **حاشیہ**: حسان بن عطية المحاربي مولاهم ابوبكر الدمشقی فقيه عابد من الرابعة مات بعد العشرين ومائة. أبوالمنيب الجرشی بضم الجيم و فتح الرا و بعدها معجمة الدمشقی ثقة من الرابعة . تقريب التهذيب من عن .

ابوداؤد میں اس حدیث کا موجود ہونا جیسا کہ صاحب مصابیح اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی اس پر تصریح کی ہے مؤید ہے اس کا کہ یہ حدیث صحیح بھی ہے کیوں کہ امام ابوداود سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر سجستانی رحمہ اللہ تعالی نے پانچ لاکھ حدیث سے۔ جوان کو یاد تھیں۔ انتخاب کر کے سنن ابوداود میں چار ہزار چھ سو حدیث درج کی ہیں جوان کے نزدیک صحیح اور قریب بہ صحیح تھیں جیسا کہ محدث دہلوی نے مقدمہ ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے جس کی اصل عبارت حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

اور نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ کے وصل لباس میں ابن قیم سے نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے اور ترمذی کی بھی حدیث ہے کہ: لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَیْرِنَا۔ انتہی۔

نیز خلفاے راشدین اور سب علماے مجتہدین اور اکابر محدثین اس سے حکم شرعی بیان کر گئے ہیں چناں چہ آیندہ مذکور ہوگا۔ تو ایسے حدیث متصل، ثابت، صحیح، مقبول الائمہ، سند الامہ کو غیر ثابت اور مردود کہہ دینا۔ جیسا کہ خان صاحب بہادر نے لکھا ہے۔ کسی دین دار کا کام نہیں!۔

دوسری وجہ خان صاحب بہادر کے جواب کے خلاف شرع ہونے کی یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ راوی نے مورد حدیث بیان نہیں کیا ہے اور لفظ تشبہ جو حدیث میں واقع ہے مورد حدیث کے نہ معلوم ہونے سے کسی حکم مدلولی یا استنباطی یا قیاسی کا فائدہ نہیں دیتا۔ پس مورد اس حدیث کا تحقیقاً معلوم نہیں اور نہ معلوم ہوسکتا ہے۔ انتہیٰ

فقیر کہتا ہے کہ حدیث کا مورد یا معنی معلوم ہونا راوی کے بیان پر ہی موقوف نہیں ہیں کئی احکام شرعیہ منصوصات قرآن وحدیث ہیں اور بہت سے احکام مجتہدین اسلام کے استنباط سے ظاہر ہوتے ہیں جو وہ بھی باجماع امت مسلمات سے ہیں۔ اور اس حدیث کا مورد تو آیات کثیرہ واحادیث صحیحہ صریحہ کے مطابق بہت عمدہ طور سے ثابت ہے جو علماے دین نے بیان کیا ہے اور اہل علم اس کو بخوبی

(۱) **حاشیہ** : ابوداود منقول است کہ پانصد ہزار حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم از مشائخ در قید ضبط وحیطہ کتابت در آوردہ ام وسنن خود را از یں پانصد ہزار بیرون آوردہ ام ودر آں کتاب چہار ہزار شش صد حدیث ایراد کردہ ام کہ صحیح است وآں چہ نزدیک صحیح است بآں۔ اشعۃ اللمعات۔ من عن۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص: ۱۰ مطبوعہ کارخانہ محمدی ۱۲۷۷ھ)

تسلیم کرتے ہیں، چناں چہ اس کا ذکر آگے آتا ہے تو خان صاحب بہادر کو اس حدیث کے مورد نہ معلوم ہونے سے یا عناداً اور اِستکباراً اس سے انکار کرنے سے حدیث بے فائدہ نہیں ہوسکتی ہے صرف فہمید غیر شدید۔

تیسری وجہ خان صاحب بہادر کے جواب کے خلاف شرع ہونے کی یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ ایک ہندوستانی مسلمان نے روسی یا انگریزی پوشاک پہن کر اپنے تیئں مشابہ اس قوم کے بنا، یا اورلوگوں نے بھی اس کو اسی قوم کا سمجھا تو پھر اس سے نتیجہ شرعی کیا نکلا؟ انتہی بقدر الحاجۃ۔

فقیر کہتا ہے کہ اس جگہ پر خان صاحب بہادر کا کفار کے مشابہ بننے میں نتیجہ شرعی کا انکار کرنا شرع سے بالکل فرار کرنا ہے، کیوں کہ جس مسلمان نے کفار سے ایسی مشابہت کی جس سے وہ اس قوم میں سمجھا گیا تو بے شک اس کا نتیجہ شرعی یہ نکلا کہ وہ شخص مشابہت کرنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کا سخت بے فرمان اور مخالف ہوا، اس لیے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے -جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے- اپنی امت مرحومہ کو کافروں کے شعار میں یعنی جس سے ان کی شناخت ہو تشبیہ کرنے سے ممانعت فرمائی ہے جیسا کہ بہت سی صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے۔ چناں چہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہم کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم .(۱)

اور سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہما میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

غيروا الشيب و لا تشبهوا باليهود .(۲)

یعنی سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہود و نصاری نے جو ترک خضاب کو اپنا شعار کیا تم ان کا خلاف کرو یعنی بالوں کو خضاب لگاؤ اور کفار سے مشابہ نہ بن جاؤ۔

---

(۱) صحیح بخاری:۴/۱۷۰ حدیث:۳۴۶۲...... صحیح مسلم:۳/۱۶۶۳ حدیث:۲۱۰۲...... سنن ابوداؤد:۴/۱۳۶ حدیث:۴۲۰۵...... سنن ابن ماجہ:۲/۱۱۹۶ حدیث:۳۶۲۱...... سنن نسائی:۸/۱۸۵ حدیث:۵۲۴۱۔

(۲) سنن ترمذی:۴/۲۳۲ حدیث:۱۷۵۲...... سنن نسائی:۸/۱۳۷ حدیث:۵۰۷۳...... صحیح ابن حبان:۱۲/۲۸۷ حدیث:۵۴۷۳...... مسند احمد بن حنبل:۳/۳۲ حدیث:۱۴۱۶۔

تنبیہ: صرف سیاہ خضاب کا امر نہیں بلکہ سرخ وسیاہ شامل کر کے اورصرف سرخ کا بھی حکم ہے۔کذا جاء فی الاحادیث و ھکذا فی شروح البخاری و مسلم و غیرھا من الکتب الدینیۃ.

نیز بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہم کی حدیث میں وارد ہے کہ رسول خداﷺ سے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ صحابی نے پوچھا کہ ہمارے پاس اگر کارد نہ ہوتو کیا تیز کلک اورسرکنڈا اسے ذبح کرلیا کریں تو آپ نے جامع جواب دیا کہ جو چیز خون کو جاری کردے اورخدا کا نام اس پرلیا جائے تو تو اسے کھالے،مگر دانت اور ناخن یعنی ان دونوں سے ذبح منع ہے۔

() سنن ابوداؤد:۳/۶۲ حدیث: ۲۸۲۶......سنن ابن ماجہ:۲/۱۰۶۰ حدیث: ۳۱۷۷......مسند طیالسی:۲/۳۶۷ حدیث:۱۱۲۷۔

اور میں تمہیں اس ممانعت کی وجہ بتاتا ہوں۔دانت اس لیے کہ وہ استخوان ہے اور ناخن اس لیے کہ وہ حبشیوں کا رد ہے،یعنی حبشی کافر اورنصاری ہیں اور ناخن سے ذبح کرنا ان کا شعار ہے،پس اس سے ذبح کرنے میں کافروں سے تشبیہ لازم آتی ہے اورتم کو کفار کی تشبیہ سے ممانعت ہوچکی ہے بلکہ مسلمان کافروں کی مخالفت پر مامور ہیں جیسا کہ قسطلانی شرح صحیح بخاری (۱) اورنووی شرح صحیح مسلم (۲) اور طیبی شرح مصابیح (۳) اورنہایہ اورمجمع البحار شرح صحاح ستہ (۴) اور مرقات اور اشعۃ اللمعات مشکوۃ کی شرحوں وغیرہا میں لکھا ہے اورنیز صحاح ستہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کی محبت اور دوستی سے آں حضرت ﷺ عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے اورصحابہ کو بھی اس روزہ کا امر فرماتے تھے۔

پھر صحیح مسلم اورسنن ابوداؤد اورسنن ابن ماجہ اورمصابیح اورمشکوۃ المصابیح وغیرہا میں بروایت حضرت ابن عباس آیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ عاشورہ کے دن کی یہود ونصاریٰ بھی تعظیم کرتے اوراس میں روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے ارشاد کیا :

---

(۱) اما الظفر ذی الحبشۃ وہم کفار وقد عن نہیۃ التشبیہ بہم۔۱۲قسطلانی ۱۲
(۲) اما الظفر ذی الحبشۃ معناہ انہم کفار وقد نہیتم عن التشبیہ بالکفار وہذا شعار لہم۔۱۲نووی
(۳) معناہ انہم کفار وقد نہیتم عن التشبیہ بہم وبشعارہم۔۱۲شرح مصابیح
(۴) اما الظفر ذی الحبشۃ ای شعار لہم فلا یجوز التشبیہ بہم۔۱۲مجمع البحار

لئن بقیت إلی قابل لأصومن التاسع .(۱)

یعنی اگر میں سال آیندہ تک زندہ رہا تو نویں تاریخ بھی عاشورا کے ساتھ روزہ رکھوں گا تاکہ کفار کے ساتھ تشبیہ نہ ہو۔

قاضی عیاض نے صحیحین کی شرح میں، امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں، ابن الاثیر کی نہایہ، علامہ محمد طاہر کی مجمع البحار، مرقات اور اشعۃ اللمعات وغیرہا میں یوں ہی لکھا ہے۔اور مجمع البحار میں معتبرات سے یہ بھی لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ ابتداے اسلام میں اہل کتاب کی موافقت کو ان کی تالیف قلوب کے لیے پسند فرماتے تھے، پھر جب حق ظاہر اور غالب ہوا اور انہوں نے عناد ورزی کی تو آپ نے بھی ان کی مخالفت اختیار فرمائی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ آیندہ سال ان کی مخالفت کے واسطے نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت مجمع بحارالانوار کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔(۲)

اور محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ﷺ اس محرم سے دوسرے محرم تک دنیا میں نہ رہے بلکہ ربیع الاول میں قبر مطہر کے روضہ منورہ میں خلوت فرما ہوگئے۔

پھر محدث دہلوی محمد عبدالحق مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فتح مکہ کے بعد فرمایا کہ اگر سال آیندہ تک میں دنیا میں رہا تو نویں کا روزہ رکھوں گا یعنی نویں تاریخ کو عاشورا کے ساتھ ملاؤں گا۔مقصود اس سے اہل کتاب کی مخالفت تھی کہ وہ ایک عاشورا کا ہی روزہ رکھا کرتے تھے۔اور مسند امام احمد اور بزار میں بروایت حضرت ابن عباس آیا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ 'عاشورا کا روزہ رکھو اور یہود سے مخالفت کرو کہ عاشورا سے پہلے اور پیچھے بھی روزہ رکھو'۔کذا فی سفر السعادۃ۔

---

(۱) صحیح مسلم:۲/۲۹۸ حدیث:۱۱۳۴......ابن ماجہ:۱/۵۵۲ حدیث:۱۷۳۶......مسند احمد:۵/۲۸۰ حدیث:۳۲۱۳۔

(۲) حاشیہ: غیر لکنه کان فی اول امره یحب موافقة اهل الکتاب تالیفا بهم استجلاء بقلوبهم ثم صار یجب مخالفتهم لما ظهر الحق فلما علم اصحابه صحبته مخالفتهم اخبروه بتعظیمهم له لیخالفهم فقال مخالفهم بصوم التاسع فی القابل . مجمع البحار من عن . بذیل لفظ تسع اور لفظ وفق میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔۱۲

یہ ترجمہ ہے عبارت مدارج النبوۃ کا، اوراصل عبارت بھی حاشیہ میں مسطور ہوتی ہے۔(۱)

نیز صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد غلام نافع سے روایت آئی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی مسکین کے سوا طعام نہیں کھایا کرتے تھے۔ پس ایک دن میں ایک شخص کو لے آیا کہ ان سے مل کر کھانا کھائیں، پس اس نے کھانے کو بہت کھایا تو اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے نافع! اس کو پھر میرے پاس نہ لانا یعنی اس لیے کہ یہ کافر کی صفت سے- جو بہت کھاتا ہے- متصف ہے۔ اور مومن اس سے بھاگتا ہے جو کافر کی صفت سے متصف ہو۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر یہ دلیل بیان کی :

سمعت النبی ﷺ یقول: المؤمن یاکل فی معیٍ واحد و الکافر یاکل فی سبعة أمعاء .(۲)

یعنی حضرت ﷺ فرماتے تھے کہ مومن ایک رودے (آنت) میں کھاتا ہے اور کافر سات رودوں (آنتوں) میں کھاتا ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں بہت کھانے کو کافر کی صفت بنانے میں اس آیت قرآنی سے تائید کی ہے :

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ o
(سورۂ محمد: ۴۷/۱۲)

یعنی کافر نفع اٹھاتے اور کھاتے ہیں جیسا کہ چوپائے کھاتے ہیں اور بازگشت ان کی آگ دوزخ ہے۔

---

(۱) حاشیہ: وبعد از فتح مکہ فرمود اگر سال آئندہ دریابم روزہ دارم تاسع را یعنی ضم کنم آنرا یوم عاشورا مقصود مخالفت اہل کتاب بود و درا فراد صوم عاشورا و تعظیم آن و در روایات احمد و بزار از ابن عباس آمدہ کہ رسول خدا ﷺ فرمود روزہ دارید روزِ عاشور و مخالفت کنید در وے یہود را، و روزہ دارید پیش از وی۔ کذا فی سفر السعادۃ،۱۲۔ مدارج النبوۃ۔ من عن۔ (مدارج النبوۃ فارسی، ج۲،ص:۲۷ مطبع منشی نولکشور)

(۲) صحیح بخاری: ۷/۷۱: حدیث: ۵۳۹۳...... صحیح مسلم: ۳/۱۶۳۱...... سنن ترمذی: ۴/۲۶۶ حدیث: ۱۸۱۸...... سنن ابن ماجہ: ۲/۱۰۸۴...... سنن دارمی: ۲/۱۳۵ حدیث: ۲۰۴۰۔

پھر قسطلانی شرح صحیح بخاری میں ہے کہ یہ مومن اور کافر کے کھانے کی حدیث صحیح مسلم اور موطا امام مالک رحمہما اللہ اور طبرانی میں بھی ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ سنن دارمی وابن ماجہ وغیرہما میں بھی یہ حدیث موجود ہے، اور مقصود اس سے یہ ہے کہ مومن کی شان طلب حلال اور ترک دنیا اور قناعت ہے، اور اکثر مومنین ایسے ہی ہوتے ہیں اور کافر کا طور حرام حلال کی حرص اور طمع ہے اور اکثر کفار ایسے ہوتے ہیں۔کذافی شروح الصحیحین وغیرہما۔

اور نیز قسطلانی شرح صحیح بخاری، مشکوۃ المصابیح اور شعب الایمان بیہقی میں بہ روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آں حضرت ﷺ سے لائے ہیں کہ آپ نے ایک غلام کے مول لینے کا ارادہ کیا، پس اس کے آگے کھجوریں ڈالیں پس غلام نے بہت کھائیں تو آپ نے فرمایا کہ بہت کھانا بے برکتی کی علامت ہے اور حکم کیا کہ اس غلام کو لوٹا دو یعنی ہم نہیں خریدتے کہ بہت کھانے میں کفار کے مشابہ ہے-کذافی شرح المشکوٰۃ۔

پس اب ان احادیث صحیحہ سے صراحۃً اور دلالۃً صاف صاف ثابت اور متحقق ہو گیا کہ آں حضرت ﷺ کو اہل کتاب اور دوسرے کفار سے مشابہت کرنے اور نیز کافروں کی صفت سے متصف ہونا ناپسند تھا اور امت مرحومہ کو اس سے روکتے اور منع فرماتے تھے کہ کفار کے شعار میں ان کے مشابہ نہ بنو اور ان کی صفت سے متصف نہ ہو جیسا کہ حدیث سنن ابوداود اور مسند امام احمد حنبل و مصابیح ومشکوۃ المصابیح وغیرہا جو بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہما آئی ہے کہ آپ نے فرمایا: مـــن تشبــہ بِقــوم فھو مِنھم کا یہی مطلب ہے۔یعنی نیکوکاروں کی تشبیہ اور مانند بننے کی اس حدیث میں ترغیب ہے اور بدکاروں کی تشبیہ سے ترہیب ہے۔

یعنی فرمایا ہے کہ جو شخص کافروں اور فاسقوں کے شعار میں ان سے مشابہ بنے گا گناہ میں ان کا شریک ہوگا اور جو نیکوں ایمانداروں کے ساتھ مماثلت اور مشابہت پیدا کرے گا ثواب اور نیکی میں ان کا ساتھی ہوگا-کذافی المرقات واشعۃ اللمعات ومجمع البحار وغیرہا-

مولانا قاری مرقات میں اس حدیث شریف کے ذیل میں ایک غریب حکایت اور عجیب روایت لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب منتقم حقیقی نے فرعون اور فرعونیوں کو غرق کیا تو ایک مسخرہ

جوحضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے لباس اور بول چال میں نقلیں کر کے فرعون اوراس کی قوم کو ہنسایا کرتا تھا وہ غرق ہونے سے بچ رہا۔اس پرحضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے حضور میں باری تعالیٰ کے عرض کی کہ اے میرے رب ایہ مسخرہ تو مجھے سب سے زیادہ ستاتا تھا اورتوہین سے پیش آتا تھا یہ غرق ہونے سے کیوں کر بچا؟۔

تب حق تعالیٰ نے حضرت موسی علی نبینا وعلیہ السلام سے فرمایا کہ اس مسخرہ کو ہم نے اس لیے غرق نہ کیا کہ یہ لباس وغیرہ میں آپ سے مشابہت رکھتا تھا،اور دوست اپنے دوست کے ہم شکل کو بھی عذاب نہیں کرتا ہے۔

اب غور کرو کہ جس نے برے ارادے سے خدا کے دوست سے مشابہت کی تو اسے ظاہر کی نجات ملی اور بسا اوقات یہ مشابہت ایمان اوراتباع کا ذریعہ بن کر معنوی نجات بھی دلا دیتی ہے، پس کیا خوش قسمتی ہے ان کی جو ادب اور تعظیم کے ارادے سے نبیوں اور ولیوں سے مشابہت کرتے اوران کی ہم شکل بنتے ہیں۔یہ ترجمہ ہے عبارت مرقات کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر منقول ہوتی ہے۔(۱)

پس اب بمقابل اس کے یہ بھی ثابت ہوا کہ کیا بدقسمتی اور شقاوت ہے ان کی جو مسلمانوں میں سے ہو کر محبت اور پیار کی رو سے کافروں سے مشابہت کر کے ان میں سے بن جاتے اورلوگوں کو معلوم کراتے ہیں اوران سے بڑھ کر بڑے تعجب کی بات ہے جو مسلمانوں کو ایسے برے کاموں کی اجازت فرماتے اورحق تعالیٰ اوراس کے رسول مقبول ﷺ سے نہیں شرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نیک سمجھ نصیب کرے۔

---

(۱) حاشیہ : و قد حکی حکایة غریبة و لطیفة عجیبة و هی انه لما اغرق اللّٰه سبحانه فرعون و آله لم یغرق مسخرة الذی کان یحاکی سیدنا موسی علی نبینا و علیه السلام فی لبسه و کلامه و ملاقاته فیضحکه فرعون و قومه من حرکاته و سکناته فتضرع موسی الی ربه یا رب هٰذا کان یوذینی اکثر من بقیة آل فرعون فقال الرب تعالی ما غرقناه فانه کان یماثل لباسک والحبیب لا یعذب من کان علی صورة الحبیب. فانظر من کان تشبه لاهل الحق علی قصد الباطل حصل له نجاة صورته و ربما آلت الی النجاة المعنوي، فکیف بمن تشبه بأنبیائه و اولیائه علی قصد الشرف و التعظیم و غرض المشابهة الصوریة علی وجه التکریم .مرقات ذیل حدیث من تشبه بِقوم فهو مِنهم .

اب باقی رہا یہ کہ مشابہت پیار اور محبت کا نتیجہ ہے یعنی آدمی جس سے دوستی اور پیار رکھتا ہے اور جس سے مجالست اور موانست کو پسند کرتا ہے اسی سے مشابہت پیدا کرتا ہے اور اس کا پیرو بنتا ہے اگر چہ یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ تفصیل اور دلیل کی محتاج نہیں، تاہم اتنا لکھ دیتا ہوں کہ مولانا قاری زین الحلم شرح عین العلم، نیز مرقات شرح مشکوۃ میں اور علامہ محمد طاہر فتنی مجمع البحار شرح صحاح ستہ میں امام غزالی علیہم الرحمہ سے لائے ہیں :

وقال الغزالی مجالسة الحریص ومخالطته تحرک الحرص ومجالسة الزاهد تزهد فی الدنیا لان الطباع مجبولة علی التشبه والاقتدا. انتهی

یعنی حریص سے مجلس کرنا اور مل بیٹھنا حریص بنا دیتا ہے اور تارک دنیا سے ملنا دنیا کی ناپائیداری جتا دیتا ہے، کیوں کہ طبیعتوں کی جبلت تشبہ اور پیروی پر ہے۔

پس جب مشابہت ثمرہ ہوا محبت اور مجالست کا تو اب جاننا چاہیے کہ ہم مسلمان کفار اور فجار کی محبت اور پیار سے منع کیے گئے ہیں اور مومنوں سے اخلاص محبت رکھنے پر مامور ہیں جیسا کہ ابتدائے سورۂ آل عمران میں فرمان ہے :

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْئٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ o (سورۂ آل عمران:۲۸/۳)

یعنی مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ پکڑیں اور جس نے ایسا کیا تو خدا کے دین اور دوستی میں نہ ہوا مگر جب تم کو ان سے ڈر ہے (یعنی تب زبانی دوستی کا اظہار کرو نہ دل سے) اور خدا تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے (یعنی اگر کافروں سے دوستی رکھو گے تو خدا تم پر غضب کرے گا) اور خدا کی طرف ہی لوٹنا ہے۔

یعنی پس تم کو قیامت میں بدلہ دے گا۔ کذا فی الجلالین وغیرہ۔ اور یہ بھی جلالین وحسینی وغیرہ میں لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفار کے ڈر سے یا دارالحرب میں کافروں سے زبانی دوستی کے اظہار کا حکم ہے، پھر تفاسیر معتبرہ میں مثل تفسیر نیشاپوری اور تفسیر کبیر وغیرہما کے لکھتے ہیں کہ کافروں سے میل ملاپ تین قسم ہے :

ایک تو یہ کہ ان کے کفر کو اچھا جان کر ان سے دوستی رکھنا اور یہ قسم دوستی کا تو کفر ہے کیوں کہ **الرضا بالکفر کفر** مشہور ہے۔اگر کوئی مسلمان کافر سے ایسی دوستی رکھے تو اسلام سے خارج ہو کر کافر کہلائے گا۔

دوسرا یہ کہ معاملہ اور معاشرت کے طور پر کافروں سے دنیا میں لین دین رکھنا اور یہ منع نہیں۔

اور تیسری قسم جو دونوں قسموں کے درمیان ہے یہ ہے کہ کافروں سے محبت اور رغبت کرنا اور دوستی یا قرابت کے لیے ان کی مدد کرنا۔یہ قسم اگر چہ کفر نہیں مگر منع اور ناروا ہے،تا کہ یہ محبت کافروں کے طریق کی پسندیدگی اور ان کے دین پر رضامندگی کی طرف کھینچ نہ لے جائے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر ان کو دوست بنائے،اس لیے تہدید سے فرمایا کہ:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْئٍ o

یعنی جس نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کی تو خدا کے دین میں سے نہیں ہے۔

یہ ترجمہ ہے عبارت تفاسیر کا اور اصل عبارت تفسیر نیشا پوری کی جو مختصر ہے حاشیہ پر مسطور ہوتی ہے۔(۱)

دیکھو اب اس آیت اور تفاسیر سے جو وہ بھی قران و حدیث سے ہی مستنبط ہے اس حدیث شریف متنازع فیہ کے معنی کیسے درست اور ٹھیک ٹھیک ذہن نشین ہو گئے کہ جس نے مسلمانوں کی محبت چھوڑ کر کافروں کے دین کو اپنے لیے پسند کر کے ان سے مشابہ بنا تو وہ ان کافروں سے ہی ہوا اور جو صرف محبت کے طور پر ان سے تشبہ کرے تو وہ سخت گناہ گاری میں ان کا شریک ہوا پس اس حدیث کے روایۃً ودرایۃً (۲) صحیح اور درست ہونے میں کسی مسلمان بایقان کو کچھ شک نہ رہا۔

اب ایک دو روایتیں اور بھی لکھ دیتا ہوں سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصارٰى اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ

---

(۱) وکون المومن موالیا للکافر یحتمل ثلثہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بالکفر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۲) صحیح املا اس لفظ کا یوں ہے،اور تہذیب الاخلاق میں جو روایتاً اور درایتاً لکھا ہے تو وہ املا نا درست ہے۔کما لا یخفی علی الماہر۔نقل مطابق اصل کرنے کے واسطے ص ۳ میں رسالہ ہذا کے مطابق تحریر تہذیب الاخلاق کے منقول ہوا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

بَعۡضٍ وَّمَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ٥
(سورۂ مائدہ:۵/۵۱)

یعنی اے ایمان والو! یہود ونصاری کو دوست نہ پکڑو (یعنی ان کی مدد پر بھروسانہ کرو اور ان سے دلی محبت نہ رکھو) وہ اپنی اپنی قوم کے دوست دار ہیں اور جوتم سے دوستی کرے گا ان کے ساتھ وہ ان میں سے ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود ونصاری سے دوستی رکھنا گویا ان کے مانند بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نہایت ڈرانا اور دھمکانا ہے، تاکہ اہل اسلام دینی دشمنوں سے کنارہ کریں اور ان کے ساتھ دوستانہ میل جول نہ رکھیں، چہ جائیکہ دلی محبت ہو۔کذا فی التفسیر الکبیر والنیشا پوری وابی السعود وغیرہا۔

اب اس آیت مبارک سے بھی ثابت ہوا کہ جس نے کفر کو پسند کر کے کافروں سے دوستی کی تو وہ بالیقین کافروں میں سے ہوا اور اس کے حق میں فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ حقیقۃً راست آیا اور جس نے صرف دلی محبت کی تو وہ گناہ گار سخت ہوا اور تہدیداً اس پر فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ وارد ہوا۔ پس یہی حال ہے حدیث: من تشبه بِقوم فهو مِنهم کا۔

غور کرنے والے مسلمان کو قرآن کی وَمَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اور حدیث من تشبه بِقوم فهو مِنهم میں کیسی عمدہ مطابقت معلوم ہوتی ہے۔ اور تفصیل اس محبت کی اوپر گزر چکی ہے کہ محبت کفار جو دین میں خلل انداز ہو وہ ناروا ہے، اور یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ جس نے اس حدیث کا انکار کیا اس نے قرآن کی آیت کا بھی بے شک انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ خان صاحب بہادر کو ہدایت کرے کہ شرع اسلام کے نسخ مسخ کرنے سے باز آ جائیں۔ واللہ ھوالموفق۔

پھر اسی سورۂ مائدہ میں تلقین فائدہ ہے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَكُمۡ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَالۡكُفَّارَ اَوۡلِیَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ٥
(سورۂ مائدہ:۵/۵۷)

یعنی اے ایمان والو! جوتمہارے دین کو مسخری کرتے اور کھیل سمجھتے ہیں اہل کتاب اور

دوسرے کافروں سے ان سے دوستی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو یعنی اس کفار کی دوستی سے اگر تم سچے ایماندار ہو۔

یعنی اہل کتاب اور دوسرے کفار جو تمہارے برحق دین سے ٹھٹھا مسخری کرتے ہیں اور تم ان سے دوستی کرو تو یہ بات عقل اور مروت کے بھی برخلاف ہے۔کذا فی التفسیر الکبیر والتفسیر النیشا پوری وغیرہما۔ بلکہ ایمانداروں کو ایسے کافروں سے بحسب ظاہر دوستوں کا سا معاملہ رکھنا بھی ناروا ہے۔ اسی غرض سے یہ تہدید فرمائی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ . ورنہ ایسے کافروں سے محبت دلی تو ایمان کے ساتھ جمع ہی نہیں ہوسکتی ہے۔کذا فی تفسیر ابی السعود، مفتی الشرق والغرب وغیرہ۔

دیکھو اب اس آیت شریف نے بھی اہل کتاب سے مشابہت کرنے کو بابلغ وجوہ منع فرمایا ہے پھر سورۂ ہود کے اخیر میں ارشاد پر تاثیر ہے :

وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ (سورۂ ہود:۱۱/۱۱۳)

یعنی اور تھوڑی بھی رغبت اور محبت نہ کرو ان سے جو ظالم ہیں تب تم کو لگے گی آگ دوزخ کی اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

تفاسیر مشہورہ میں مثل ابوالسعود، مدارک، جلالین، کمالین اور بیضاوی وغیرہا کے لکھا ہے کہ کافروں اور فاسقوں سے دوستی اور مداہنت نہ کرو یا ان کے کاموں پر راضی نہ ہو اور تھوڑی سی رغبت یعنی ان کے مانند لباس نہ پہنو اور ان سے مشابہ نہ بنو اور خوبی سے ان کا ذکر نہ کرو کہ اس میں تم دوزخ کا عذاب پاؤ گے۔اگرچہ ان آیات سے مطلب حقہ بخوبی ثابت ہوگیا ہے، مگر برکت حاصل کرنے کے لیے یہاں پر بھی کچھ احادیث مبارکہ کا ذکر کرنا مناسب ہو کر لکھا جاتا ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے سرور عالم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں کہ جس نے ایک قوم سے محبت رکھی اور ان سے نہیں ملا، یعنی باہمی ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا یا عملوں میں ان کے برابر نہیں۔تب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا :

المرء مع من أحب .

یعنی وہ شخص اس کے ساتھ ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔(۱)

اس صحیح حدیث میں نیکوکاروں، علما و پرہیز گاروں اور ولیوں کے دوستوں کے لیے بشارت ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے محبوبوں کے زمرہ میں اٹھیں گے، اوران کے ساتھ ہوں گے-ان شاءاللہ تعالیٰ-کذافی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی ومجمع البحار وغیرہما-ولنعم ما قیل ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گر تو سنگ خارہ و مرمر بدے ☆ چوں بصاحب دل رسی گوہر شوے

صحبت صالح ترا صالح کند ☆ صحبت طالح ترا طالح کند

اور مولانا قاری شرح مرقات شرحِ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر اس حدیث کا عموم ہے کہ شامل ہے واسطے صالح اور بدبخت کے، اور مؤید اس کے ہے حدیث: **الْمَرْءُ عَلىٰ دِينِ خَلِيلِهٖ** جیسا کہ آگے آئے گی۔

پس اس حدیث میں نیکوکاروں کی محبت اور مجالست کی ترغیب ہے، اور کفار اشرار کی دوستی سے ترہیب ہے۔کذا فی مظاہر حق اور کیا خوب فرمایا ہے ؎

صحبت بدحال تبہ می کند ☆ دیگ سیہ جامہ سیہ می کند

اور نیز سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن دارمی وغیرہا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول خدا ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے :

لا تصاحب إلا مؤمنا ولا يأكل طعامك إلا تقى . كذا فى المصابيح و مشكوة المصابيح . (۲)

یعنی مجلس نہ کر اور دوستی نہ رکھ مگر مسلمان نیکوکار سے، نہ کافر اور بدکار سے۔اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیز گار۔

---

(۱) صحیح بخاری:۳۹/۸ حدیث: ۶۱۶۸......صحیح مسلم:۲۰۳۴/۴ حدیث: ۲۶۴۰......سنن ترمذی:۵۹۵/۴ حدیث: ۲۳۸۵......سنن ابوداؤد:۴۹۵/۴ حدیث:۵۱۲۹......صحیح ابن حبان:۳۰۸/۱ حدیث:۱۰۵۔

(۲) سنن ابوداؤد:۴/۲۴۰ حدیث: ۴۸۳۴...... جامع ترمذی:۶۰۰/۴ حدیث: ۲۳۹۵......سنن دارمی:۱۴۰/۲ حدیث:۲۰۵۷......صحیح ابن حبان:۳۱۴/۲ حدیث:۵۵۴۔

اس حدیث شریف میں مسلمان کو کافروں اور فاجروں کے ساتھ ملاپ کرنے سے اورمل کر کھانا کھانے سے ممانعت فرمائی ہے، تاکہ دوستی اور محبت کا سبب نہ بن جائے اوران کی بری صفتیں مسلمان میں سرایت نہ کرجائیں۔کذافی اشعۃ اللمعات ومظاہرحق وغیرہما۔اورمصابیح میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ سرورعالم ﷺ نے فرمایا :

المرء علی دین خلیلہٖ فلینظر أحدکم من یخالل . (۱)

یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے کیا معنی کہ بسا اوقات آدمی اپنے دوست کے مذہب اورسیرت سے متمذہب اورمتخلق بن جاتا ہے۔پس چاہیے کہ فکراوراندیشہ کرلے کہ کس سے دوستی کرتا ہے،اپنی جنس سے یا ناجنس سے۔کذافی اشعۃ اللمعات ومجمع البحار وغیرہما۔ولنعم ما قیل :

بود قبطی جنس فرعون ذمیم ☆ بود سبطی جنس موسیٰ کلیم

جاذبہ جنست ست اکنوں ببیں ☆ کہ تو جنس کیستی از کفرودیں

گر بہاماں مائلے ہامانئے ☆ ور بموسی مائلے سبحانئے

حق ذاتِ پاک اللہ الصمد ☆ کہ بود بہ ماربد از یاربد

ماربد جانت ستانت اے سلیم ☆ یاربد آرد سوئے نارجحیم

زہرقاتل می ثمرصحبت بہ عام ☆ ہست صحبت رااثرہاے تمام

پھرمصابیح کی اس حدیث کوصاحب مشکوۃ نے یوں تخریج کیا ہے کہ یہ حدیث مسندامام احمد بن حنبل، جامع ترمذی،سنن ابوداؤداورشعب الایمان بیہقی میں ہے۔اورامام نووی نے لکھا ہے کہ اسناداس حدیث کی صحیح ہیں۔اورمرقات شرح مشکوۃ میں ہے کہ یہ حدیث ریاض الصالحین میں ہے۔پھرعلامہ قاری مرقات اورنیز زین الحلم شرح عین العلم میں اورمحدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ صاحب مشکوۃ نے جواس حدیث کی اسنادوطوالت سے بیان کی ہے تو مقصوداس سے یہ کہ مردودہوقول اس کا جس نے وہم کیا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح:۳/۸۷حدیث:۵۰۱۹......مسند شہاب قضاعی:۲/۳۷حدیث:۹۰۷......مسند اسحٰق بن راہویہ:۱/۳۵۲حدیث:۳۵۱......مسند احمد بن حنبل:۱۳/۳۹۸حدیث:۸۰۲۸۔

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو جوقزوینی نے موضوع کہا تو علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا رد کیا کہ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح لکھا ہے، پس اس کو موضوع کہنا خطا اور بے جا ہے۔ اصل عبارت مشکوۃ ومرقات اور ترجمہ فارسی مشکوۃ کی حاشیہ پر منقول ہوئی ہے۔(۱)

مولانا قاری علیہ رحمۃ الباری نے بذیل اسی حدیث شریف کے زین الحکم شرح عین الحلم میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جاہل کے ساتھ دوستی اور مجلس نہ کر اور اس کام سے نہایت ڈر، کیوں کہ کئی نادان دوست بن کر دانا کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ ایک آدمی کی چال چلن دوسرے آدمی پر قیاس کی جاتی ہے۔ ایک شے کو دوسرے سے مشابہت آتی ہے۔ ایک دل کو دوسرے دل پر وقت ملاقات کے دلیل نکل آتی ہے، اور کیوں نہ ہو کہ نادان دوست سے تجھے ضرر ہی ہوگا گو وہ ارادہ کرے کہ تجھے فائدہ پہنچائے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا کہ گناہ گاروں کے ساتھ دشمنی کرنے سے خدا کے دوست بن جاؤ اور ان سے دُور رہ کر حق تعالیٰ کے مقرب کہلاؤ، اور ان سے غصے ہو کر باری تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرو۔ تب لوگوں نے عرض کی: یا روح اللہ! پھر ہم کس سے محبت کریں اور مجلس رکھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کے دیدار سے پروردگار یاد آئے، اس کی ہم نشینی اختیار کرو اور جس کے کلام اور نصیحت سے تمہاری نیکیاں زیادہ ہوں اس کے یار بنو، اور جس کا علم تم کو آخرت کی رغبت دلائے اس سے پیار رکھو۔

---

(۱) حاشیہ: رواہ احمد و الترمذی و ابوداود و البیھقی فی شعب الایمان، و قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب، و قال النووی اسنادہ صحیح. قال الطیبی ذکرہ فی ریاض الصالحین و غرض المؤلف من إیرادہ وإطنابہ دفع الطعن فی ھذا الحدیث و رفع توھم من توھم أنہ موضوع . قال السیوطی ھذا الحدیث أحد الاحادیث التی انتقدھا الحافظ القزوینی علی المصابیح و قال إنہ موضوع فقال الحافظ ابن حجر یعنی العسقلانی فی ردہ علیہ قد حسنہ الترمذی و صححہ الحاکم مرقات من عن .

مقصود مولف ازیں تطویل مبالغہ ورد توہم کردہ کہ ایں حدیث موضوع است ۔ شیخ ابن حجر عسقلانی حافظ سراج الدین قزوینی کہ ایں را موضوع گفتہ رد کردہ بگفتہ کہ ترمذی ایں حدیث را تحسین کردہ و حاکم صحیح نوشتہ است کذا قال السیوطی ترجمہ مشکوۃ من عن ۔

اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی ایماندار کسی مجلس میں آئے جہاں ایک سو منافق اور صرف ایک ہی مومن موجود ہوتو وہ اسی ایک مومن کے پاس بیٹھے گا، اور اگر کوئی منافق کسی مجلس میں جائے جہاں ایک سو مومن اور صرف ایک منافق ہوتو وہ اسی ایک منافق سے ہی ملے گا۔

اس حدیث کو بیہقی علیہ الرحمہ نے شعب الایمان میں مرفوع اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف دونوں طرح سے روایت کیا ہے۔ اور اس لیے مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت فرشتوں کی مقرر کر رکھی ہے کہ ہم جنسوں کو باہم ملا دیتی ہے، اور آیت: **وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ** میں بھی اس پر اشارہ ہے، اور بعض حکماء نے بھی کہا ہے کہ ہر آدمی اپنے ہم پیشہ اور ہم شکل سے اُنس رکھتا ہے جیسا کہ پنکھی اپنی مثل سے اڑتا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت زین الحلم کا۔ اور اصل عبارت عربی بھی حاشیہ پر منقول ہوتی ہے۔(۱)

پس جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ حدیث شریف: **من تشبه بِقوم فهو مِنهم** مطابق آیات قرآنی کے ہے ویسا ہی یہاں پر متحقق ہوگیا کہ **المرء مع من أحب** اور **المرء على دين خليله** بھی بے شک موافق حدیث **من تشبه بِقوم فهو مِنهم** کے ہیں، جس نے اس حدیث کو نہ مانا گویا کہ فی الاصل آیات قرآنی اور حدیث حبیب رحمانی ﷺ سے روگردانا۔

---

(۱) **حاشیہ:** و عن علی کرم اللّٰہ وجهه لا تصاحب أخا الجهل و اياک و اياه فكم من جاهل روى حكيما حين آغاه يقال ؟؟؟ المر اذا شاماه للشی على الشی مقيا و اشباه للقلب على القلب دليل حين يلقاه كيف و الاحمق قد يضرک وهو يريد ان ينفعک و عن عيسى على نبينا و عليه السلام تحبوا الى الله ببغض اهل المعاصی و تقربوا الى الله بالتباعد عنهم التمسو رضی الله بسحطهم قالوا يا روح الله فمن نجالس قال جالسوا من يذكركم الله رويته من يزيد فی عملكم كلامه و من يرغبكم فی الآخر عمله و عنه عليه السلام لو ان مومنا دخل الى مجلس فيه ماء منافق و مومن واحد لجا حتى يجلس اليه و لو ان منافقا دخل الى مجلس فيه ماء مومن و منافق واحد لجا حتى يجلس اليه رواه البيهقی فی الشعب مرفوعا و موقوفا على ابن مسعود و من ههنا قيل ان للّٰہ ملائكة يخوا الاهل الى الاهل و يشير الى قوله تعالى و هو على جمعهم اذا يشا قدير قال بعض الحكما كل انسان يانس الى شكله كما ان كل طير طير مع مثله زين الحلم من عن .

اب یہاں تک بالبلغ وجود حدیث تشبہ کی صحت لفظی اور معنوی ثابت ہوگئی اور روایۃً ودرایۃً ثابت نکلی، بناءً علیہ دینی کتابوں میں کفار اور فجار کی ظاہری مشابہت بھی مکروہ لکھی ہے، تاکہ موجب رضا بالکفر کا نہ ہوجائے اور دائرۂ اسلام سے کہیں خارج نہ کرائے۔

ردالمحتار میں۔جو کتاب مقبول العرب والعجم ہے۔معتبرات سے لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کسی نے موچی کو کہا کہ مجھے مجوسیوں یا فاسقوں کی وضع پر موزہ بنادے یا درزی سے بولا کہ مجھے گنہ گاروں کا سا کپڑا تیار کردے تو موچی اور درزی کو مکروہ ہے کہ ویسا بنائے اور اسے پہنائے کیوں کہ یہ سبب ہے مجوس اور فساق کی تشبیہ کا۔انتہی۔

اور مولانا قاری فقہ اکبر کے ملحقات میں لکھتے ہیں:

لبس تاج الرفقة مكروه كراهة تحريم و إن لم يكن كفرا بناء على عدم تكفيرهم لقوله عليه السلام : من تشبه بِقوم فهو مِنهم .

یعنی رافضیوں کی ٹوپی جوان کا شعار ہے پہننی مکروہ تحریمہ ہے بہ حکم حدیث مرفوع: **من تشبه بِقوم فهو مِنهم** کے، پس اب غور کرو کہ اس حدیث شریف کی راستی پر قرآن مجید اور صحیح حدیثیں اور دینی کتابیں برابر شہادت دے رہی ہیں تو خان صاحب بہادر جو اس کی تکذیب کر رہے ہیں تو سوائے بے دینوں کے ان کی کون سنتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت فرمادے اور وہ راہ راست پر لائے۔

چوتھی غلطی اور خلاف شرع جانا خان صاحب بہادر کا اس جواب میں یہ ہے جو لکھتے ہیں۔

تیسری یہ کہ تشابہ ایک قوم کا دوسری قوم سے بلا شبہ زیادہ تر لباس پر منحصر ہے، مگر خود رسول خدا ﷺ نے یورپ کی قوم کا اور خاص رومن کیتھلک میں جو مروج تھا وہ لباس پہنا ہے۔مشکوۃ میں بخاری اور مسلم سے یہ حدیث موجود ہے کہ:

إن النبي ﷺ لبس جبة رومية ضيقة الكمين . (۱)

جبہ رومی بطور عبا یا چوغہ کے ایک قسم کا لباس ہے تنگ آستینوں کا جواَب بھی رومن کیتھلک کے

---

(۱) سنن ترمذی:۴/۲۳۹ حدیث: ۱۷۶۸...... مشکوۃ المصابیح:۲/۴۷۹ حدیث: ۴۳۰۵...... مسند احمد:۳۰/۱۷۴ حدیث:۱۸۲۳۹......جامع الاصول فی احادیث الرسول:۱۰/۶۶۷ حدیث:۸۳۰۳۔

پادری پہنتے ہیں اور خاص پادریوں کی پوشاک ہے۔رسول خداﷺ کے زمانے میں تمام یورپ اور شام میں رومی عیسائیوں کی سلطنت تھی-الی قولہ- بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے یہودیوں کی پوشاک بھی پہنی ہے جیسا کہ حدیث مغیرہ میں ہے:فتوضأ وعليه جبة شامية . ص ٨٦٣۔اور جبہ شامیہ خاص یہود کا لباس تھا جواب تک ان کے راہبوں کالباس ہے۔

مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خداﷺ نے خاص آتش پرستوں کا بھی لباس پہنا ہے جیسا کہ حدیث عبداللہ مولا اسما بنت ابی بکر میں ہے :

فأخرجت إلى جبة طيالسة كسروانية . (ص١٩٠جلد٢)

اور یہ وہ جبہ کسروانی ہے جو بروقت وفات آپ پہنے ہوئے تھے، پھر جب بخاری کھولتے ہیں تو بسم اللہ کے بعد یہ عبارت پڑھتے ہیں: کتاب اللباس باب قول اللہ عزوجل :

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ . قال النبی ﷺ كلوا واشربوا والبسوا أى ما طاب لكم و تصدقوا فى غير إسراف ولا مخيلة وقال ابن عباس كل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاتك اثنتان سرف او مخيلة . (١)

پس ہم کو ان روایتوں سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے تو تشابہ کو مشابہت نہ رہی اور لباس پر بھی حمل نہیں کر سکتے۔انتہی بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ اس تیسری وجہ کے بیان میں خان صاحب بہادر نے بہت سی سخت غلطیاں کی ہیں۔پہلی غلطی یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے جو حدیث بخاری و مسلم سے آں حضرت ﷺ کا جبہ رومی تنگ آستین پہننا ثابت کیا ہے، یہ محض دروغِ بےفروغ اور بہتان ہے۔

صحیح بخاری کے وضو اور مسح موزہ اور لباس اور غزوات کے بابوں میں کہیں بھی اس بات کا نام ونشان تک مذکور نہیں اور صحیح مسلم میں بلکہ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کی ص ٨٦٣، اور صحیح مسلم مع شرح نووی پہلی جلد کے صفحہ ١٣٣ میں بہ روایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے سفر میں جبہ شامیہ تنگ آستین پہنا تھا جس کو وضو کے وقت اتارنا پڑا تھا۔پھر صحیح بخاری کے صفحہ ٦٣٧

(١) صحیح بخاری،ترجمۃ الباب:٧......مسند احمد بن حنبل:١١/٢٩٤ حدیث:٦٦٩٥۔

میں یہ واقعہ جنگ تبوک کا لکھا ہے۔اور فتح الباری شرح صحیح بخاری اور نووی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ جبہ تنگ آستین آپ کا معتاد اور دائمی لباس نہ تھا بلکہ سفر کی ضرورت اور حاجت کے واسطے آپ نے یہ پہنا تھا چناں چہ اصل عبارت حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

دوسری غلطی یہ ہے کہ جامع ترمذی، سنن ابوداود اور نسائی میں یہ روایت انھیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے اسی جنگ تبوک کے واقعہ میں لکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے جبہ رومی تنگ آستین پہنا۔پس اس روایت کو صحیحین کی طرف منسوب کرنا خان صاحب بہادر کی غلطی ہے۔

پھر اصل میں یوں ثابت ہوا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے سفر میں آپ کو جبہ تنگ آستین پہنے ہوئے دیکھ کر کبھی اس کو جبہ شامیہ سے تعبیر کی اور یہ روایت درج صحیحین ہوئے اور کبھی اس کو جبہ رومی بتایا اور یہ روایت سنن والوں نے لی تو اب صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ نے سفر جنگ کی ضرورت میں جبہ تنگ آستین پہنا اور شامی یا رومی میں تعارض واقع ہونے سے جو ایک ہی راوی نے ایک ہی واقعہ میں ایک ہی جبہ کو ایک دفعہ اپنے خیال سے شامی بیان کیا اور ایک دفعہ رومی کہا تو بالیقین نہ اس جبہ کا شامی ہونا ثابت ہوا اور نہ رومی ہونا پایا گیا تو وہ خان صاحب بہادر کے استدلال کی بنیاد ہی قائم نہ رہی۔

تیسری غلطی خان صاحب بہادر کی یہ ہے اس جبہ تنگ آستین کو جو خاص پادریوں کی پوشاک بیان کیا ہے بلا دلیل ہے بلکہ یہی حدیث دلالت فرما رہی ہے کہ وہ جبہ پادریوں کی پوشاک نہ تھی جیسا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی :

فلما رجع ذهبتُ اصبت عليه وعليه جبة رومية ضيقة الكمين فاراد ان يخرج يده منها فضاقت عليه فاخرج يده من تحت الجبة -کذافی سنن النسائی- **ثم اراد ان يخرج ذراعيه وعليه جبة من صوف من حباب الروم ضيقة الكمين فضاقت فادرعهما اذراعا** – کذافی سنن ابی داؤد-

---

(۱) **باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر صحيح بخاری من عن . كانه يشير الى ان لبس النبی ﷺ انما كان لكاد السفر لاحتياج المسافر الى ذالک لان لم يفسر فيه لبس المعتاد فی الحضر. ١٢ فتح الباری حاشيه صحيح بخاری ص ٨٦٢ .** اور صحیح مسلم مع نووی کے ص ۱۲۴۸ بھی یوں ہے کہ یہ لباس خلاف مروت صرف سفر کی ضرورت کے واسطے تھا۔

یعنی حضرت ﷺ جب قضاے حاجت سے فارغ ہوکر آئے تو میں وضو کرانے لگا تو آپ جبہ رومی تنگ آستین پہنے ہوئے تھے آپ نے چاہا کہ آستینوں کو اونچا کر کے ہاتھ کہنیوں تک دھوئیں تو آستینیں بہ سبب تنگی کے اونچی نہ ہوئیں تو آپ نے وہ جبہ اتار کر وضو فرمایا۔(۱)

تو اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ ان تنگ آستینوں کو بٹن یا تکمے لگے ہوئے نہ تھے جیسا کہ پادریوں اور عیسائیوں کی آستینوں کو لگے ہوتے ہیں ورنہ جبہ کے اتارنے کی حاجت نہ پڑتی بٹن کھول کر آستین اونچی ہو جاتی تو اب خان صاحب بہادر کا اس جبہ رومی کو پادریوں کا خاص لباس جاننا کم علمی یا دھوکہ دہی ہے۔

اور صرف لفظ رومی سے خصوصیت سمجھ رہے ہیں تو خاصہ کے معنی سے غافل ہیں رومی تو روم کی ساخت پر دلالت کرتا ہے اور خاصہ (جس کے معنی یہ ہیں: **ما يوجد في الشي و لا يوجد في غيره** جیسا کہ ضحک انسان کا خاصہ ہے حیوانات میں نہیں پایا جاتا ہے) یہاں پر کہاں سے نکلا۔ پس جبہ رومی کو رومیوں خصوصاً پادریوں کی خاص پوشاک بنا دینا ایسا نکتہ بیان کرنا ہے جس پر اطفال مکتب بھی دل کھول کر ہنسیں گے۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ حدیث مغیرہ واقعہ بخاری کے فقرہ: **فتوضا وعليه جبة شامية** سے جو خان صاحب بہادر ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت ﷺ نے یہودیوں کی پوشاک پہنی ہے قطع نظر دوسرے دلائل کے خود خان صاحب بہادر کی تحریر جو اس سے ایک سطر اوپر لکھ چکے ہیں کہ تمام یورپ اور شام میں رومی عیسائیوں کی سلطنت تھی۔ انتہی بلفظہ. اس مطلب کو باطل کر رہی ہے یعنی کہ جب شام میں عیسائیوں کی سلطنت تھی تو جبہ شامیہ خاص یہود کا لباس کیوں کر بن گیا۔

پانچویں غلطی اس حدیث سے جو جبہ شامیہ ثابت کر رہے ہیں یہ جبہ وہی ہے بعینہٖ جس کو راوی نے رومیہ بھی کہا ہے یعنی بہ سبب تنگ آستین ہونے کے شامیۃً رومیۃً کہہ دیا، ورنہ فی الواقع اس کا رومی شامی ہونا ثابت نہیں، اسی لیے امام بخاری نے ترجمہ باب میں صرف اتنا ہی لکھا ہے :

باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر .

---

(۱) سنن نسائی: ۱/۸۳ حدیث: ۱۲۵...... سنن ابوداؤد: ۱/۵۸ حدیث: ۱۵۱۔

یعنی آپ کا سفر میں تنگ آستین جبہ پہننا ثابت ہے۔

اوراس حدیث میں بھی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہی بیان کیا ہے کہ آپ جب قضاے حاجت سے واپس تشریف لائے تو میں پانی لے کر آیا، آپ نے وضو کا ارادہ فرمایا اور آپ پر جبہ شامیہ تھا۔ پس آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ دھویا، پس ارادہ کیا کہ ہاتھوں کو آستینوں سے نکالیں تو آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اندر سے ہاتھ نکال کر دھوئے اور سر پر اور موزہ پر مسح فرمایا۔ یہ ترجمہ ہے حدیث بخاری کے لفظوں کا اصل حدیث بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

اور آگے اس کے صحیح بخاری میں انہیں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی جبہ کا جبہ صوف تنگ آستین جنگ میں پہننا لکھا ہے جس سے عاقل کو یقین آجاتا ہے کہ ایک ہی واقعہ میں ایک ہی جبہ کو راوی نے بسبب تنگ آستین کے کبھی رومیہ کہہ دیا، کبھی شامیہ فرمایا تو اس سے خان صاحب بہادر کا دوجبّے یہودیوں اور پادریوں کے نکالنا محض علم دین سے غفلت ہے یا دیدہ دانستہ اسلام میں خلل اندازی ہے۔

چھٹی غلطی یہ ہے کہ حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ سے خود ثابت ہے جیسا کہ امام بخاری نے ترجمہ باب میں تصریح کی ہے کہ آپ کا یہ جبہ تنگ آستین پہننا صرف سفر میں تھا اور اس سے پچھلے ترجمہ باب میں ہے کہ جنگ میں تھا یعنی سفر جنگ تبوک میں تو ضرورت سفر جنگ میں ایک کپڑے کے پہن لینے سے جو خلاف معہود ہو یہ ثابت کرنا کہ آپ نے فلانی قوم کی پوشاک پہنی غلطی ہے۔

ساتویں غلطی شامیہ کے لفظ سے (جو راوی نے اپنی سمجھ سے بیان کی اور دوسری جگہ اسی کو رومیہ سے تعبیر کی ہے) اس جبہ کو یہود کا خاص لباس سمجھنا خلاف علم ہے جیسا کہ رومیہ کے لفظ پر کلام ہو چکا ہے۔

آٹھویں غلطی علی ہذا القیاس کسروانیہ کے لفظ سے خاص آتش پرستوں کا لباس جاننا بھی غلط ہے۔ پارسیوں کی ساخت کو ان کے خاص لباس پر حمل کر لینا خانہ ساز اصطلاح اور علم کے برخلاف ہے۔

---

(۱) حَدَّثَنِی الْمُغِیرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَقِیتُهُ بِمَاءٍ ، وَعَلَیْهِ جُبَّةٌ شَأْمِیَّةٌ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ یُخْرِجُ یَدَیْهِ مِنْ كُمَّیْهِ فَكَانَا ضَیِّقَیْنِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ، وَعَلَى خُفَّیْهِ.

نویں غلطی اس جبہ کسروانیہ کو جو خان صاحب بہادر یوں لکھ رہے ہیں کہ 'یہ وہ جبہ کسروانی ہے جو بروقت وفات آپ پہنے ہوئے تھے، انتہی بلفظہ' محض جھوٹ اور بہتان ہے۔نہ حدیث کے لفظوں سے پایا جاتا ہے اور نہ کسی معتبر شارح نے اس پر تصریح کی ہے،صرف خان صاحب بہادر کا -جو دین اسلام میں رخنہ اندازی یا دھوکہ بازی کر رہے ہیں- خام خیال ہے،اور کیوں بہتان نہ ہو جب کہ ایک صحیح تر حدیث کے برخلاف ہے جس کو بخاری اور مسلم اور ابوداود اور ترمذی اور محی السنہ وغیرہم نے بدیں الفاظ روایت کیا ہے :

عن أبي بردة رضي الله عنه قال أخرجت إلينا عائشة كساء ملبدا و إزارا غليظا فقالت قبض رسول الله ﷺ في هذين . (۱)

یعنی حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک چادر جس کو کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک تہہ بند موٹے کپڑے کا یا پیوند دار نکال کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو کپڑوں میں وفات پائی۔

-کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی وغیرہ-

پس خان صاحب بہادر کا جبہ کسروانیہ کو آخریں لباس سید الناس ﷺ بتانا محض بہتان ہے،اور جس حدیث مسلم سے یہ بات ثابت کر رہے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما (جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں) ایک جبہ طیلسان کسروانی کو (جو عجمیوں کا لباس تھا) نکال کر بیان کیا کہ یہ جبہ حضرت کا ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا پھر بعد وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کے مجھ کو ورثہ ملا،اس لیے کہ ان کی میں ہی وارث تھی اور آں حضرت ﷺ نے اس کو پہنا تھا ہم اس کو دھو کر شفا کے لیے مریضوں کو پلاتی ہیں-کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی وغیرہ-

دیکھو اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ یہ جبہ کسروانی آں حضرت ﷺ کا دائمی لباس تھا یا آخرین وقت کا لباس تھا بلکہ اتنا پایا جاتا ہے کہ عجمی بادشاہوں سے کسی نے یہ جبہ ہدیہ کے طور پر آپ کو بھیجا،آپ نے ان کی خاطر داری کی راہ سے اس کو پہنا،پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دیا

---

(۱) صحیح بخاری:۴/۸۳حدیث:۳۱۰۸......سنن ترمذی:۴/۲۲۴حدیث:۱۷۳۳......مصنف عبدالرزاق:۱۱/۳۰۹ حدیث:۲۰۶۲۴......مشکوۃ المصابیح:۲/۴۷۹حدیث:۴۳۰۶۔

ان سے ان کی بہن کو ورثہ میں آیا وہ تبرک کے طور پر مریضوں کو دھوکر پلاتی تھیں اور ایسا ہی آپ کی عادت مبارک سے ثابت ہے جو دینی کتابوں میں مرقوم ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ آپ کی عادت شریف لباس میں تکلف اور توسع کی تھی، اکثر اوقات موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے اور اونی کپڑے بھی پہن لیا کرتے تھے۔

اور صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آپ چادر پیوند دار پہنتے اور فرماتے کہ میں ایک غلام ہوں غلاموں کا سا لباس پہنتا ہوں، اور کبھی اگر میرا نفیس بیش قیمت لباس کے پہننے کا اتفاق پڑتا جو عجمی بادشاہ بھیج دیا کرتے اور آپ ان کی خاطر داری کے طور پر اس بیش قیمت لباس کو پہن لیتے تو پھر جلد اُتار دیتے اور کسی کو بخش دیتے اور لوگوں پر بانٹ دیتے تھے۔ اور انصاف کی رو سے اور علو ہمت پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فخر کے لباس اور بیش قیمت لباس پہننا اہل شرف کی خصال سے نہیں بلکہ عورتوں کی صفات سے ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت مدارج النبوۃ کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

دسویں غلطی بخاری کی کتاب اللباس میں آیت کریمہ: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اور حدیث: كلوا و اشربوا والبسوا في غير إسراف و لا مخيلة سے ہر قسم کی پوشاک پہننے کی اجازت سمجھ لینا خیال بے جا اور اتباعِ ہوا ہے، کیوں کہ اسراف اور تکبر کی استثنا بخوبی فرما رہی ہے کہ مسرفانہ اور متکبرانہ لباس پہننے کی مسلمانوں کو ہرگز اجازت نہیں ہے چہ جائیکہ کافروں کا سا لباس پہننا روا ہو جائے۔

گیارھویں غلطی خان صاحب بہادر کا یہ قول کہ 'پس ہم ان روایتوں سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے'۔ انتہیٰ بلفظہ محض غلط اور نادرست ہے، کیوں کہ ان روایتوں سے اتنا ثابت ہوا کہ کبھی کسی ضرورت سفر جنگ میں حضرت ﷺ نے کوئی غیر معتاد لباس پہنا اور کسی وقت

---

(۱) عادت شریف در لباس عدم توسع وترک تکلف بود و غالب احوال کسا درداو از مشیت نمیشید آوردہ اند کہ بود مرا آں حضرت را کسا ملید پیوند کردہ کہ می پوشندہ میفر مودہ نیستم نگرینده میسونم چنانکہ بندگان میسوشند ایشیخان وا گاہے لباس نفیس گراں بہا کہ ملوک عجم امداد ارسال می نمودند بقصد استمالت خاطر ایشاں می پوشید بود میکشند از بدن شریف و مین او؟؟؟ میکردونزد انصاف ونظر بعلو ہمت مباہات بودتزین بدا خصال اہل نزعت وجلالت نیست بل کہ از سمات وصفت نساست۔ مدارج النبوۃ۔ من عن۔

میں کسی کی خاطرداری کی نظر سے جبہ کسروانی بھی پہنا تو اس سے یہ اصلاً ثابت نہ ہوا کہ یہ آپ کا دائمی لباس اور معتاد پوشاک تھی۔

اگر بفرضِ محال مان لیں کہ یہ آپ کا دائمی لباس اور معمولی پوشاک تھی تاہم دیکھنا چاہیے کہ ہم لوگوں کو ایسی پوشاکوں سے کہیں منع تو نہیں کیا گیا۔ پھر جب دیکھا جاتا ہے تو صریح قرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم مسلمان کفار و فجار کی محبت و پیار اور نیز ان کی مشابہت سے منع کیے گئے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اور پھر علی الخصوص کفار کی سی پوشاک پہننے سے ممانعت ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن نسائی اور مصابیح اور مشکوۃ وغیرہا میں حدیث موجود ہے کہ:

عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال رای النبی ﷺ علي ثوبين معصفرين فقال لی ان هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها . (۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھ پر دو سرخ کپڑے دیکھ کر فرمایا کہ بے شک یہ کافروں کی پوشاک کی جنس سے ہے اور کافروں کے لائق ہے پس تو ایسی پوشاک مت پہن۔ -کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی-

نیز صحیح مسلم کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۹۱ میں خلیفہ دوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ آپ نے گویا مدینہ والوں کے اتفاق سے اپنے لشکریوں کو آذربیجان کی طرف لکھا کہ:

إياكم و التنعم و زی أهل الشرك .

پھر صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی نے اس حدیث کے نیچے لکھا ہے کہ مسند ابی عوانہ اسفرائنی وغیرہ میں بسندِ صحیح اس حدیث میں یوں بھی روایت آتی ہے :

و اياكم و التنعم و زی الأعاجم . الحديث . (۲)

اور شرح نووی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ

---

(۱) صحیح مسلم:۳/۱۶۴۷حدیث:۲۰۷۶......مسند ابوعوانہ:۲۳۶/۵حدیث:۸۵۳۲......مشکوۃ:۴۸۳/۲حدیث: ۴۳۲۷......مصنف عبدالرزاق:۷۷/۱۱حدیث:۱۹۹۶۵۔

(۲) مصنف عبدالرزاق:۸۴/۱۱حدیث:۱۹۹۹۳۔

لکھا ہے کہ اس حدیث کی نسبت دار قطنی نے بخاری اور مسلم پر یوں اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو ابوعثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا بلکہ ان کے خط میں سے پڑھا اور دراصل یہ اعتراض باطل ہے کیوں کہ صحیح قول یہی ہے جس پر جماہیر محدثین اور فقہا محققین اور اصولیین ہیں کہ خط پر عمل جائز ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح امام نووی کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

پس ثابت ہوا کہ باجماع صحابہ یوں ارشاد ہے کہ عرب کی سادی وضع اور بلا تکلف پوشاک پہنو اور کفار اور عجمیوں کی تکلّفانہ پوشاکوں کی عادت نہ پکڑو۔ کذافی شرح النووی والنہایہ لابن کثیر و القاموس ومجمع بحارالانوار وغیرہا۔

پس جب ہم مسلمان بالیقین کفار اور فجار کی ہم پوشاکی سے ممنوع ہوئے تو خان صاحب بہادر کا یہ قول کہ 'ہم ان روایتوں سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے'، انتہیٰ ۔ یا تو بے علمی کا ثمرہ ہے یا مسلمانوں کو گردابِ ضلالت میں دبانا اور شتر بے مہار بنانا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اللہ تعالیٰ تبارک سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

اب یہ گیارہ غلطیاں پہلی تین غلطیوں سے مل کر چودہ غلطیاں ہوئیں۔

پندرھویں غلطی خان صاحب بہادر کی وہ ہے جو چوتھی وجہ میں لکھتے ہیں کہ 'تمام مسلمان اور صحابہ اور خود جناب رسول خدا ﷺ اور کفار عرب ایک سا ہی زی ولباس رکھتے تھے الخ'۔

جب صراحۃً صحیح حدیثوں میں صحابہ اور دوسرے مسلمانوں کو ارشاد ہوئے تھے کہ تم کافروں کا سا لباس نہ پہنو اور کفار کے شعار میں ان کے مشابہ نہ بنو چناں چہ اوپر اس سے بسطِ مناسب کے ساتھ یہ تحریر ہو چکا ہے تو اب اس قول کی غلطی ظاہر کرنے کے لیے کوئی اور دلیل وسند پیش کرنے کی کیا حاجت ہے۔ نیز دین اسلام میں جو بحکم شارع علیہ السلام مردوں کو صرف ریشمیں کپڑے پہننے اور سونے کی

(۱) الحدیث مستدرک و الدار قطنی علی البخاری و مسلم و قال ھذا الحدیث لم یسمعه ابو عثمان عن عمر ؟؟؟ اذ عن کتاب عمر و ھذا الاستدراک ؟؟ فان الشیخ الذی علیه الجماھیر المحدثین ؟؟ الفقھا و الاصولیین قال العمل بالکتاب صحیح شرح نووی من عن ص جلد .

انگوٹھی وغیرہ رکھنے سے ممانعت کی گئی ہے تو اس کی بنیاد اسی پر ہے کہ کافروں کا زی ولباس نہ رکھو چناں چہ بہت سی حدیثیں صحاح ستہ وغیرہا میں موجود ہیں جو اس مطلب پر مفیض کررہے ہے۔

سولھویں غلطی یہ ہے جو پانچویں وجہ میں خان صاحب بہادر لکھتے ہیں: 'کیا ادنی مشابہت سے مثلاً دھوتی باندھنے سے یا بگھی یا چرٹ پر چڑھنے سے یا بالکل پوری مشابہت کرنے سے باوجود اقرار توحید ورسالت کے آدمی کافر ہوجاتا ہے حاشا وکلا۔ پس اصل یہ ہے کہ یہ حدیث روایتا ودرایتا دونوں طرح پر مردود ہے'۔ انتہی بلفظہ۔

فقیر کہتا ہے کہ اوپر قرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی کافروں سے دلی محبت رکھے اوران کے شعار واطوار پسند کرکے اپنے لیے ان پر رضامندی ظاہر کرنے کی غرض سے ان سے تشبہ کرے تو وہ بے شک کافر ہے، کیوں کہ اس کے دل میں توحید اور رسالت کی تصدیق نہیں اور صرف لباس میں مشابہت بھی محبت اور موانست کی دلیل ہے۔

بناءً علیہ شریعت غرا میں ایسے خللوں کے انتظام اور انسداد کے لیے ارشاد ہوا کہ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اور ترمذی میں بھی وارد ہوا کہ لیس منا من تشبه بغیرنا ۔کمافی مدارج النبوۃ ناقلاً عن ابن القیم۔

پس اب حدیث شریف من تشبه بِقوم فهو مِنهم کو روایۃً ودرایۃً مردود کہنا بروے انصاف مردود ہے بلکہ فی نفس الامر یہ حدیث مطابق کلام ملک علام اور فرمانِ رسول الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، اور روایۃً ودرایۃً دونوں طرح پر سند اور مقبول علماے اعلام واہل اسلام ہے۔

سترھویں غلطی اس اوپر کی عبارت میں جو خان صاحب بہادر نے اقرار توحید رسالت کو ایمان قرار دیا ہے ایمان کے معنوں سے اپنی ناواقفی ظاہر کی ہے کیوں کہ بحکم قرآن وحدیث ایمان نام تصدیق توحید ورسالت کا ہے صرف اقرار زبانی ایمان نہیں بن سکتا ہے بدونِ تصدیق قلبی کے کہ اقرار صرف ایمان نہیں ورنہ منافق لوگ بھی (جن کو قرآن وحدیث کافر فرمارہے ہیں) مومن کہلاتے۔ و لا قائل به۔

چوں کہ یہ مسئلہ سب تفسیروں اوراحادیث کی شرحوں اور عقاید کی کتابوں میں قرآن اور حدیث سے مبین ہے، تو اس جگہ پر اس کے دلائل تحریر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے جس کا جی چاہے تفسیر

عزیزی کی پہلی جلد کی ابتدا میں بذیل آیت الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے دیکھ لے اور شمہ اس کا ہم نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کی آٹھویں توضیح میں بھی لکھا ہے۔

اٹھارھویں غلطی یہ ہے جو خان صاحب بہادر پانچویں وجہ میں لکھتے ہیں: 'اگر ہم اس کو صحیح مان لیں تو ہم کو اس کا مورد تلاش کرنا ہوگا کیوں کہ بغیر مورد تحقیق کیے اور ما بہ التشبیہ قرار دیے اس کے معنی قائم نہیں ہو سکتے ہیں' الخ۔

فقیر کہتا ہے کہ جو مورد آیت وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ کا اور حدیث لیس منا من تشبہ بغیرنا کا ہے وہی مورد حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کا ہے جیسا کہ تصریح اس کی اوپر ہو چکی ہے تو اس کا مورد تلاش کرنا اور باوجود تلاش کے کسی مورد کا نہ ملنا علامت کم علمی، کند ذہنی کی یا دلیل بے ادبی کم یقینی کی ہے۔

انیسویں غلطی خان صاحب بہادر لکھتے ہیں: 'بعض عالموں نے مشابہت سے مشابہت فی خصوصیات الدین مراد لی ہیں مثلاً زنار پہننا یا صلیب رکھنا یا ٹیکا لگانا یا اعیاد کفار کو بطور عید اختیار کرنا یا اس میں شریک ہونا اگر چہ یہ رائیں (آراء) کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں ان کو پسند نہیں کرتا اور نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں، اس لیے میرے نزدیک قطعیات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین رکھتا ہے اس کا کوئی فعل مع یقین مذکور کے اس کو کافر نہیں کر سکتا ہے۔ پس اگر اس قول پر جس پر ابو جہل کی نجات منحصر تھی اس کو یقین ہے تو گو وہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے–و لو فی خصوصیات الدین و شعائر الکفر کالزنار و الصلیب و الاعیاد– وہ کافر نہیں ہو سکتا ہے۔ کیا ہم دیوالی، دسہرہ میں اپنے ہندو دوستوں سے اور نوروز میں اپنے پارسی دوستوں سے اور بڑے دن میں اپنے عیسائی دوستوں سے مل کر اور معاشرت و تمدن کی خوشی حاصل کر کے کافر ہو جائیں گے، نعوذ باللہ منہا اگر درحقیقت ہمارا مذہب اسلام ایسا ہی بودا ہے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ایک نہ ایک دن اس کو ذبح ہونا ہے'۔ انتہی بلفظہٖ

اس تحریر میں خان صاحب بہادر نے کمال ہی بہادری کی جو قرآن و حدیث و اجماع تینوں کو پیٹھ دے کھڑے ہوئے اور اسلام کو سلام کر کے جواب صاف دے دیا کئی وجہ سے۔ اول تو یہ کہ کفر اور اسلام دو نقیضوں کو جمع کر دیا ہے۔ افسوس اتنی سوچ ہی نصیب نہیں کہ غور کریں کہ جس کے دل

میں وحدانیت اور رسالت کا یقین ہو گا وہ زنار کیوں پہنے گا، اور صلیب کیوں رکھے گا، ٹیکا کیوں لگائے گا، کافروں کی عیدوں میں خوشی اور محبت سے کیوں جائے گا، یہ بے ایمانی کے کام کرنے ایمان داروں سے ممکن ہی نہیں ہیں۔

اس میں کیا شک ہے کہ جس نے شعارِکفر کا اپنی ذات پر اظہار کیا تو کافر ہونے کی نیت کی۔ جیسا ایمان دار کفر کے کلمہ اور کفر کے کام سے کافر ہوتا ہے ایسا ہی کفر کی نیت سے بھی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ ثبوت اس کا صدہا دینی کتابوں سے ہے، مگر اس جگہ عارف شعرانی قطب ربانی کی میزانِ کبریٰ سے لکھ دیتا ہوں :

الردة هو قطع الاسلام بنية او قولِ كفر او فعل . انتهى

تو اب جس نے مسلمانوں سے ہو کر بلا ضرورت بمحبتہٖ زنار پہن لیا یا صلیب یا ٹیکا لگایا یا کفار کے تہواروں میں دل کی محبت سے شامل ہوا تو کیوں کر کہا جائے گا کہ اس کو کلمہ طیب پر یقین ہے بلکہ اس نے تو اس کے خلاف پر یقین رکھنا ظاہر کر کے کفر میں پڑنا ثابت کر دکھلایا۔

بے شک یہ اجازت دینی خان صاحب بہادر کی۔یعنی کفار کے شعار میں مشابہت تامہ کو روا کر دینا۔خلاف شرع ہے۔اللہ تعالیٰ سچے مومنوں سے ایسے کام نہ کرائے۔

سارے نبی اور ان کے نائب کافروں کے شعار اور طور اطوار کی ناپسندیدگی بیان اور عیاں کرنے کے واسطے تشریف لائے اور ایمانداروں کو ان کے شمول اور محبت سے روکتے گئے۔حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ السلام کو ہر چند ان کے والد اور بادشاہ وقت نے چاہا کہ ہمارے ساتھ عید پر چلو اور ہمارے معبودوں کا تجمل دیکھو، آپ نے تخلّف کیا اور سخت تر مصیبت سے بچنے کی غرض سے بیماری کا بہانہ بنا کر عید گاہ میں نہ گئے چوں کہ ان کا یہ خلاف صرف خدا کے لیے اور دینداری کے واسطے تھا گناہ شمار نہ کیا گیا اگر چہ بعضے مفسروں نے اس کی تاویلیں کی ہیں، مگر صحیح یہی ہے کہ یہ ایک ان تین کذبات سے ہے جو آپ نے خدا اور اس کے دین کے لیے بولے تھے۔کذا فی مجمع البحار وغیرہ۔

اور حدیث صحیح حسن جامع ترمذی وغیرہ سے بھی ثابت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ آپ بیمار نہ تھے یوں ہی بیمار بن گئے تھے یعنی کفر کے میلے میں شامل نہ ہونے کی نیت سے پس اللہ تعالی

نے گویا اس کی برکت سے آپ پر ایک سخت مہم آسان کردی کہ باوجود نہایت انتظام اور پاسداری نمرود مردود کے آپ نے ان کے جھوٹے خداؤں کا کام تمام کردیا جیسا کہ قرآن مجید اور سب تفسیروں میں یہ ذکر موجود ہے۔

پھر فرقانِ حمید میں اُمت مرحومہ کو بارہا ارشاد ہوا ہے کہ یہود و نصاری اور دوسرے کفار سے جو تمہارے دین کو ٹھٹھا مسخری کرتے ہیں دوستی نہ کرو اور اس ناجائز دوستی میں خدا سے ڈرو اگر تم سچے مسلمان ہو۔اور یہ بھی فرمان ہوا کہ جو تم میں سے کفار کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہ ان میں سے ہے جیسا کہ ایسی آیتیں اوپر مسطور ہو چکی ہیں۔

اور رسول خدا ﷺ نے بھی بارہا فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے دوست کے ساتھ اور اس کے دین پر ہوتا ہے۔کما مر ذکر الاحادیث۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہادی اور رحمۃ للعالمین بنایا ہے اور یہ مجھے حکم فرمایا ہے کہ معازف، مزامیر، بت، صلیب اور کفر کے کام کو نیست و نابود کروں۔اس حدیث کو ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل اور ابن منیع نے بھی اس کی روایت کی ہے۔یہ ترجمہ ہے عبارت شرح سفر السعادۃ کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

پھر اسی بنیاد پر خلفا اور امامانِ دین مجتہدین اور دوسرے علمائے راسخین کا بھی مطابق اس کے فتوی رہا جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ سے فرمانِ خلیفہ دوئم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اوپر منقول ہو چکا ہے کہ آپ مسلمانوں کو کافروں وغیر دین والوں کے مشابہ بننے سے ڈراتے اور دھمکاتے تھے۔تو اب خان صاحب بہادر جو یوں فتوی دے رہے ہیں کہ کلمہ پر یقین کرنے والا زنار پہن لے یا صلیب رکھے یا کافروں کی عیدوں میں خوشی سے شامل ہو تو مسلمان ہی ہے، سراسر خلاف قرآن اور برعکس ارشاد انبیا و مخالف اجماع اہل ایمان کے ہے۔

---

(۱) واز ابی امامہ رضی اللہ عنہ آوردہ اند کہ ان اللہ عزوجل بعثنی ہدی ورحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر و الاوثان والصلیب وامر الجاہلیۃ۔الحدیث۔وایں حدیث را ابوداود طیالسی روایت کردہ واحمد بن حنبل وابن منیع بر ناپنداین آوردہ۔شرح سفر السعادت من عن۔

کافروں سے پورا ہم شکل ہونا یعنی ان کے شعار کو اپنا شعار بنالینا اور اسلام کے شعار کو ترک کردینا کفر پر راضی ہونے اور کلمہ طیبہ کے انکار کے سوا اور کیا ہے۔ ایسے شخص کے دل میں کلمہ پر ہرگز یقین نہیں ہے صرف منہ سے کلمہ پڑھتا ہے اور دل میں کفر مضمر رکھتا ہے۔ ایمان اور کفر باہم نہیں مل سکتے ہیں: **الکفر ضد الایمان و الایمان نقیض الکفر** مشہور ہے۔اور **النقیضان لا یجتمعان و لا یرتفعان.** ارباب عقول کے نزدیک بھی مقبول ومنظور ہے۔

اوپر قرآن وحدیث سے تو بقدر کفایت منقول ہو چکا ہے اب دینی کتابوں سے علمائے دین کے بعض اقوال نقل کرسناتا ہوں تاکہ مومنوں کو عبرت ہو کہ خان صاحب بہادر کی طرح پر آزادی کا لباس نہ پہن لیں اور اگر قادر برحق چاہے تو شاید خان صاحب بہادر بھی دین میں رخنہ ڈالنے اور مخبط کرنے سے باز آجائیں اور عوام کو سیدھے راستے سے نہ بہکائیں۔

مولانا (علی) قاری جو عمدہ محققین اور فقہا و محدثین سے ہیں شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ بعض گناہ امارتِ تکذیب کے ہیں یہ مطلب فرقہ مرجیہ کے رد میں ہے۔ پھر اسی فقہ اکبر کی شرح کے ملحقات میں جہاں پر کلمات کفر لکھ کر پھر بہت تنقیح سے معتبر اور پختہ بات کو نامعتبر اور واہیات سے ممتاز کر کے لکھا ہے وہاں پر تصریح کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ فتاوی صغریٰ (۱) میں لکھتے ہیں کہ جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی پہنے اور اس میں مجوسیوں کی تشبہ کرے یا زرد کپڑا کندھے پر دوخت کرائے جو مجوسیوں کا شعار ہے اور مجوسی یعنی آتش پرستوں کی طرح کمر میں تاگہ باندھے تو کافر ہوجاتا ہے جب آتش پرستوں کے تاگہ باندھنے سے مشابہت کرے اور اس کا نام زنار رکھے۔اور اگر آتش پرستوں سے مشابہت منظور نہیں ہے اور اس تاگہ کو زنار نہیں کہتا ہے تو کافر نہیں ہوتا۔اور اگر اہل کتاب کے ساتھ شکل اور سیرت میں مشابہت کرے گو بطور تمسخر کے ہوتا ہم کافر ہوجاتا ہے۔

---

(۱) اصل عبارت شرح فقہ اکبر کی صفحہ پر مطابق ترجمہ کے متن کے حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔**و فی الفتاوی الصغری من تقلنس قلنسوة المجوسي ای لبسها و تشبه بهم فیها او خاط خرقة صفرا علی العاتق ای وهو من شعارهم و شد فی الوسط خیطا کفر اذا کان متشابها بخیطهم او رماه زنارا و الا فلا یکفر و لو شبه نفسه بالیهود و النصاری ای صورة او سیرة علی طریق المزاح و الهزل أي ولو علی هذا المنوال کفر و فی الخلاصة من وضع قلنسوة المجوس علی راسه قال بعضهم یکفر و قال بعض المتاخرین ان کان لضرورة البرد او لان البقرة لا تعطیه اللبن حتی یلبسها .**

اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ جس نے فارسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھی تو بعض علما کہتے ہیں کہ کافر ہو جاتا ہے اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ اگر ضرورت سردی کے واسطے ہے یا اس لیے کہ اس کی گائے (۱) بدون اس ٹوپی پہنے کے دودھ نہیں دیتی ہے تو کافر نہیں ہوتا ہے، اور اگر بلا ضرورت فارسیوں کی ٹوپی پہنے تو کافر ہو جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں (یعنی مولانا قاری) اور ایسا ہی رافضیوں کا تاج پہننا اگر چہ کفر نہیں مگر مکروہ تحریمہ ہے بدلیل حدیث: من تشبه بقوم فهو منهم کے، لیکن اگر رافضیوں کے دیس میں ہے اور جبراً اس کو پہنواتے ہیں تو پھر کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور محیط میں یوں لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ کافروں کی تشبیہ کرنے والا ان کے شعار میں کافر ہو جاتا ہے اور دوسرے کی ضرورت کچھ نہیں، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کی شکل بدل کر پہنے اور سردی رفع کرے پس اس میں پہلی شکل پر پہننے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں (یعنی مولانا قاری) جب مسلمان کافروں کے پاس قید ہے یا امان سے ان کے دیس میں داخل ہوا ہے یا کافر سے وہ ٹوپی عاریۃً لی ہے تو ان صورتوں میں ضرورت متصور ہے کہ اس کی شکل بدلنے کا اختیار نہیں ہے۔ علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ صورت کے بدلنے سے شاید سردی رفع نہ ہو۔ اور اگر کمر پر زنار باندھے یا طوق اپنے کاندھے پر رکھے تو کافر ہو جاتا ہے یعنی اگر جبراً ایسا نہیں کیا ہے۔

اور خلاصہ میں لکھا ہے ہے کہ اگر زنار باندھے تو ابو جعفر استروشی نے کہا ہے کہ اگر اپنے قیدیوں کے خلاص کرانے کی ضرورت کے واسطے ایسا کیا ہے تو کافر نہیں ہوتا ہے اور اگر بلا ضرورت ایسا کیا ہے تو کافر ہو جاتا ہے اور جو اہل کتاب کا زنار باندھے، اگر چہ ان کے معبد میں داخل نہ ہو تاہم کافر ہو جاتا ہے، اور جو اپنی کمر پر رسا باندھ کر کہے کہ یہ زنار ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اور ظہیریہ میں لکھا ہے کہ اس کی جورو اس پر حرام ہو جاتی ہے اور محیط میں ہے کیوں کہ اس نے کفر کی تصریح کی

---

(۱) یعنی ایک مسلمان نے کسی مجوسی سے گائے خریدی ہے اور وہ گائے اس مجوسی کے ہاتھ پر پڑی ہوئی تھی کہ بس اسی سے دودھ دہواتی تھی تو اب مسلمان جب تک مجوسی کی ٹوپی نہ پہنے اور اس کا لباس نہ پہنے تب تک وہ گائے دودھ نہیں دیتی اس ضرورت سے وہ ٹوپی پہنی جائے تو کفر نہیں ہے۔ منہ عفی عنہ۔

اور اگر مسلمان نے زنار پہنا اور دارالحرب میں بیوپار کے لیے گیا تو کافر ہوجاتا ہے، کیوں کہ اس نے بلا اشد ضرورت کے یا فائدہ معتد بہ کے کفر کا لباس پہنا، برخلاف اس کے کہ اگر قیدیوں کو چھڑانے کی نیت سے پہنے تو کفر نہیں جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔ اور پھر محیط میں لکھا ہے کہ اکثر علما نے سیاہ پوشاک کفار کے شعار کے پہننے میں ایسا ہی فرمایا ہے یعنی اگر اشد ضرورت سے پہنے تو کفر نہیں ورنہ کفر ہے۔

اور ملتقط میں ہے جو شخص زنار باندھے یا طوق ڈالے یا فارسیوں کی ٹوپی پہنے دل سے ہو یا مسخرے کے طور پر تو کافر ہوجاتا ہے، مگر آنکہ جنگ کی گھات پر ہو یعنی وہ کفر نہیں۔ اور ظہیریہ میں ہے کسی نے فارسیوں کی ٹوپی سر پر رکھی تو لوگوں نے اسے روکا یعنی اس تشبیہ سے اس کو منع کیا تو وہ بولا کہ دل برابر اور مستقیم چاہیے تو اس سے کافر ہوا کیوں کہ اس نے ظاہر شریعت کے احکام کو باطل اور بے کار کیا۔ یہاں تک ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا جو اصل عبارت بھی اپنے موقع پر حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔

فتاوی عالم گیریہ ملقب بہ فتاوی ہندیہ میں جس کو عالم گیر بادشاہ غازی محمد اورنگ زیب علیہ الرحمہ نے چالیس سے زائد علماے کبار سے تالیف کرایا ہے اور اس کی سندیں عرب کی کتابوں میں برابر لی جاتی ہیں لکھا ہے :

> **و یکفر بوضع قلنسوة المجوس علی رأسه علی الصحیح إلا لضرورة دفع الحر و البرد و بشد الزنار فی وسطه إلا إذا فعل ذالک خدیعة فی الحرب و طلیعة للمسلمین .**

ترجمہ اس عبارت کا وہی ہے جو بہ بسط مناسب مولانا قاری نے معتبرات سے لکھا ہے اور اوپر مرقوم ہو چکا ہے اختصار کی نظر سے ان دونوں معتبر کتابوں کی نقل پر کفایت کی گئی ورنہ صدہا دینی کتابوں میں یوں ہی لکھا ہے۔(۱)

---

(۱) **قلت و کذا لبس تاج الرفضة مکروه کراهة تحریم و ان لم یکن کفر بناء علی عدم تکفیرهم لقوله علیه السلام من تشبه بِقوم فهو مِنهم و فی المحیط لکن الصحیح انه یکفر مطلقا و ضرورة البرد لیس بشیئ لامکان ان یمر و یخرجها عن تلک الهیئة قلت**

اب غور کرو کہ قرآن و حدیث اور اقوال علما بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ کافروں کے شعار میں تشبیہ کرنے سے اور اس شعار کو اپنے لیے پسند کرنے سے کلمہ توحید پر یقین نہیں رہتا ہے بلکہ کفر ہے یعنی کفر کی نیت کا اظہار ہے اور خان صاحب بہادر شریعت اسلام کے برخلاف چل کر برائے نام کلمہ گو بن کر کفار کے شعار میں مشبّہ بکفار ہو کر اور دوسرے نادانوں آزادگی پسندوں کو کفر پر جری اور دلیر کر کے پھر ابھی تک مسلمان ہونے کا دعوی کیے جاتے ہیں حاشا وکلا یہ صاحب نام کے مسلمان بلکہ مہدی وقت بن کر دین اسلام کے اصول و فروع کو الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور دانشمندوں کے نزدیک بظاہر اور نادانوں میں در پردہ نردِ دغا کھیل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور نادانوں کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین یارب العالمین۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے اس تحریر میں اپنی دوستی کا ان لوگوں سے اقرار کیا ہے جو دین اسلام کو ٹھٹھا مسخری کرتے بلکہ درپئے تخریب دین برحق ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ان کی عیدوں میں بخوشی خاطر شامل ہونے کو جائز کہہ کر اور ان کے اعیاد میں دوستانہ اور مخلصانہ شمول کو اپنا معمول بنا کر خود تو یہ چال چلتے تھے دوسرے تماشائی مزاجوں کو بھی ملحد بنا کر ابھی تک اپنے آپ کو مسلمان جان رہے ہیں۔

بقیہ ... يتصور الضرورة بان يكون المسلم اسيرا و مستامنا اوعاره من الكافر تلك القلنسوة فلبس ان يغير تلك الهيئة على ان تغير تلك الهيئة قد لا يكون مانعا من تلك البرد و لو شد الزنار على وسطه او وضع النعل على كتفه فقد كفر اى اذا لم يكن مكرها فى فعله و فى الخلاصة و لو شد الزنار قال ابو جعفر الاشروشى ان فعل تخليص الاسارى لا يكفر و الا كفر و من تزنر بزنار اليهود والنصارىٰ و ان لم يدخل كنيستهم كفر و من شد على وسطه حبلا و قال هذا زنار كفر و فى الظهيرية وحرم الزوجة و فى المحيط لان هذا تصريح بما هو كفر و ان شد المسلم الزنار و دخل دار الحرب للتجارة كفر اى لانه تلبس بلباس كفر من غير ضرورة ملجئة و لا فائدة مترتبة بخلاف من لبسها لتخليص الاسارى على ما تقدم قال و كذا قال الاكثر اي اكثر العلماء فى لبس السراويل على منوال لبسهم المعتاد و فى الملتقط اذا شد الزنار او اخذ النعل او لبس قلنسوة المجوس جادا او هازلا كفر الا اذا فعل خديعة فى الحرب و فى الظهيرية من وضع قلنسوة المجوس على راسه فقيل له اى انكر عليه فقال ينبغى ان يكون القلب سليما او مستقيما كفر اى ؟؟؟ ابطل حكم ظواهر الشريع شرح فقه اكبر من عن .

ان کو یہ بڑا بھاری نسخہ ملا ہے ملحدوں کے خوش کرنے کا اور اسلام میں خلل زلل ڈالنے کا، اگر چہ پکے مسلمان ان کے اس کید اور فریب سے آگاہ ہیں۔ چناں چہ مشہور ہے اور تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن کے ص ۱۲۸ میں لکھا ہے کہ علما ہند کے اتفاق سے ان کی تکفیر میں ایک رسالہ بنام 'اِمداد الآفاق برجم اہل النفاق' مطبع نظامی میں چھپا ہے جس میں ان کے کفریات کو بہ پایۂ ثبوت پہنچایا ہے، مگر اس پر بھی خان صاحب بہادر باز نہیں آئے اور قرآن وحدیث کی تکذیب سے نہیں شرمائے۔العیاذ باللہ من ذالک۔

ہم تو اب تک یہی دعا مانگتے ہیں کہ ہادی حقیقی ان کو راہ راست پر لائے۔افسوس کیوں نہیں غور سے سوچتے کہ خداوند کریم ورحیم کفار کے ساتھ دوستی اور محبت سے منع فرما رہے ہیں اور ان کے خلیفہ اعظم جناب رسول اکرم ﷺ بھی اس کام بدانجام سے ہٹا رہے ہیں اور سب کے سب علماے کرام بھی اس عادتِ نافرجام سے ڈرا رہے ہیں پھر باوصف اس قدر تاکیداتِ متواترہ کے اسے اپنی نفسانی رائے اور اتباع ہوا کے پیچھے چلے جانا اور صدہا لوگوں کو جو علم دین سے جاہل اور ایسی آزادیوں پر مائل ہیں ساحل سلامتی سے منحرف کر کے ضلالت کے غرقاب اور گمراہی کے گرداب میں ڈبونا سخت مصیبت اور کمالِ وبال میں پڑ کر پروردگار عالم کی دشمنی اور غضب میں آنا ہے۔اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو بھی یہ بات نصیب نہ کرے۔

صاحبو! اللہ جل وعلا کو احکامِ قرآنی اور وحی آسمانی کا محفوظ اور مصئون رکھنا یہاں تک منظور و قبول ہے کہ جب کافروں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ اس کلام یعنی فرمان ملک علام میں نصیحت کی باتیں بے شک اچھی ہیں مگر ہر جگہ ہمارے دین کی نکوہش کی ہے اتنا بدل دو تو ہم سب اس کو قبول کرلیں گے اور مانیں گے اس پر باری تعالیٰ نے یہ سورہ بنی اسرائیل کی آیتیں نازل فرمائیں :

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِىْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ لِتَفْتَرِىَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَ اِذًا لاَّ تَّخَذُوْكَ خَلِيْلاً وَّ لَوْ اَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اِذاً لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لاَ تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا o (سورۂ اسراء: ۱۷/۷۳)

یعنی اور تحقیق وہ نزدیک تھے کہ تجھ کو فریب سے بہکا دیں اس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف۔ باندھ لائے تو اس کے سوا اور تب پکڑ لیتے تجھ کو دوست اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو ثابت رکھا تو تو لگ ہی جاتا جھکنے ان کی طرف تھوڑا سا تب مقرر چکھاتے ہم تجھ کو دونا عذاب زندگی میں اور دونا عذاب مرنے کا پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والا۔-کذافی موضح القرآن وغیرہ-

اب غور کرو کہ حضرت رسول خدا ﷺ کو باری تعالیٰ نے معصوم رکھا کہ آپ کافروں کی محبت پر مائل نہ ہوئے اور بفرضِ محال اگر آپ معصوم نہ ہوتے اور کافروں سے تھوڑی سی بھی محبت کر بیٹھتے بدیں وجہ کہ احکام الٰہی میں کسی قدر ان کی مرضی کو برت لیتے تو پناہ بخدا دوچند عذاب کے مستحق ہوتے، تو اب خان صاحب بہادر کس شمار میں ہیں جو قرآنی آیتوں کو تحریف معنوی سے محرف کتابوں کے تابع کر کے کافروں کے دل خوش کر رہے ہیں، یہاں تک کہ اصولِ اسلام کی استیصال میں ساعی ہیں اور صدہا مسلمانوں کو گمراہ بنا دیا اور خود ''مہدیِ وقت'' لقب خیال کر لیا ہے اور حدیثوں سے بھی صاف انکار ہو رہا ہے کہ صحیح حدیثوں کو آپ اپنے خیالاتِ نفسانی کے برخلاف پا کر مردود کہہ رہے ہیں جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے اور سارے علمائے اسلام کو (جن کی مخالفت میں عذاب دوزخ کی وعید منصوص قرآنی ہے) گمراہ بتا رہے ہیں۔ خدا معلوم کہ یہ کس عذابِ الیم اور نار جحیم میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس بلا سے بچائے اور دین اسلام کے پیچھے سے اس آفت کو دفع فرمائے۔

[خان صاحب بہادر کے کچھ عقائد وافکار]

یہاں پر لازم وقت ہے کہ فقیر کسی قدر اس تحریر کا ثبوت خان صاحب بہادر کی تصنیف سے ظاہر کرے تا کہ ناظرین باعلم کو یقین آجائے کہ فی الواقع خان صاحب بہادر برخلاف صریح احکام قرآن وحدیث شریعت اسلام کو بگاڑ رہے ہیں۔ خان صاحب بہادر نے جو تفسیر القرآن سورہ بقرہ کی اردو شرح لکھ کر مطبع علی گڑھ میں ۱۲۹۷ ہجری میں چھپوائی ہے اس کے ص ۲۹ میں مرقوم ہے:
'وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا سے پیغمبر کو دی جاتی ہے، مگر اگلے مفسروں نے اس کا بیان کہ وہ کیوں کر دی جاتی ہے ٹھیک طور پر نہیں کیا انہوں نے خدا رسول کو دنیا کے بادشاہ و وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ

کے کلام یا حکم پیغام کی مانند سمجھا ہے اور جبرئیل کو ایک مجسم فرشتہ بادشاہ وزیر میں ایلچی پیغام لیجانے والا قرار دیا ہے'۔ یہ حرف بحرف عبارت ہے تفسیر القرآن کی جس کو تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن مطبوعہ دہلی کے ص ۱۸ میں بھی نقل کیا ہے۔

پھر تفسیر القرآن ص ۲۹ میں ہے کہ خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموسِ اکبر اور زبانِ شرع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی خادم پہنچانے والا نہیں اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیاتِ ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے وہ خود ہی وہ مجسم خیر ہوتا ہے جس میں خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے خود اسی کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے اسی کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اس کو کوئی نہیں بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود کہتا ہے: وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۔انتہی۔

پھر اسی تفسیر القرآن کے ص ۱۵۳ میں ہے کہ اسی ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیا میں پیدا کیا ہے جبریل نام ہے-الی قولہ- کہ خدا اور پیغمبر میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔انتہی

پھر اسی تفسیر القرآن کے ص ۱۵۳ میں لکھا ہے: جبرئیل و میکائیل کے نام جو قرآن مجید میں ہیں ان سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ درحقیقت اس نام کے دو فرشتے مع تشخصہما علاحدہ علاحدہ ایسے ہی مخلوق ہیں جیسے کہ زید و عمرو، انتہیٰ۔

پھر ص ۱۵۴ میں لکھا ہے: یہ بات کہ جبریل درحقیقت کسی فرشتہ کا نام ہے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ ہاں اس قدر تسلیم ہوسکتا ہے کہ اسے ملکہ نبوت پر جبریل کا اطلاق ہوا ہے۔فرشتوں کے نام یہودیوں کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔انتہی

اور ص ۶۳ میں ہے: فرشتے یعنی قوائے ملکی ابلیس یا شیطان یعنی قوائے بہیمی۔انتہی

پھر ص ۱۵۳ میں لکھا ہے: ملائکہ کا اطلاق ان قدرتی قوائے پر جس سے انتظام عالم مربوط ہے اور ان شیونِ قدرت کاملہ پروردگار پر جو اس کے ہر ایک مخلوق میں بہ تفاوتِ درجہ ظاہر ہوتے ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے۔انتہی

یہ عبارات تفسیر القرآن کی بعینہٖ ہیں جو تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن میں بھی بعضے یہ عبارات منقول ہیں۔

اب فقیر عرض کرتا ہے کہ خان صاحب بہادر نے ان عبارات میں صریح طور پر سب ملائکہ کے وجود کا عموماً اور جبریل ومیکائیل کا خصوصاً انکار کیا ہے جس کا سارے مفسرین متقدمین ومتاخرین بہ سند قرآن وحدیث اجماع امت اثبات کررہے ہیں۔کوئی ادنی دانشمند بھی خیال نہیں کرسکتا ہے کہ ہزارہا لاکھہا علمائے اسلام بھول گئے اور انہوں نے معانی قرآن کے ٹھیک طور پر نہیں کیا اور صرف خان صاحب بہادر کو تیرھویں صدی کے اخیر میں قرآن کی ٹھیک حقیقت معلوم ہوگئی-حاشا وکلا-عقل سلیم اس کو ہرگز تسلیم نہیں کرسکتی بلکہ معنی قرآن کے وہی ہیں جو آں حضرت ﷺ سے جن پر وحی ہوئی تھی منقول ہوکر اسناد کے ساتھ علما کو معلوم ہوتے رہے اور دینی کتابوں میں لکھے گئے۔اور خان صاحب جو سب کے برخلاف چلتے ہیں تو عقل بھی شہادت دیتی ہے کہ یہ ایک ہی خلاف پر ہے اور اگلے سب راستی پر تھے۔

اب سنو کہ یہ ان کا بیان کہ فرشتے قوائے کا نام ہے اور ان کا وجود زید وعمرو کی طرح کوئی نہیں اور یہودیوں کے نام رکھے ہوئے ہیں۔یہ سراسر منطوقِ قرآن کے برخلاف ہے۔بہت سی وجھوں سے جن میں سے چند وجوہ بیان ہوتی ہیں :

پہلی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کو قوتیں اور جبریل امین علی نبینا وعلیہ السلام کو ملکہ نبوت ماننا استعمال میں زنانہ جاننا ہے، اور یہ بات بحکم خالق البریات غلط ہے اور بالکل واہیات، کیوں کہ سورۂ حم زخرف میں ارشاد ہے :

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا o (سورۂ زخرف:۱۹/۴۳)

یعنی اور کافروں نے مقرر کیا فرشتوں کو جو خدا کے بندے ہیں عورتیں یعنی دختریں۔

ف: یہ جو فرمایا بندے رحمٰن کے ہیں یعنی بیٹیاں نہیں اور معلوم ہوا کہ فرشتے اگرچہ نہ مرد ہیں نہ عورت، پر بولی مردانی بولیے-کذا فی موضح القرآن وفتح الرحمٰن وغیرہما-

اس آیت مبارک سے صریح ثابت ہے کہ فرشتے عباد ہیں قوا نہیں ہیں اور نہ ان کو بصیغہ مؤنث یاد کرنا رواہے، نیز جابجا قرآن مجید میں فرشتوں کی طرف ضمیر ذوی العقول راجع فرمارہے ہیں جیسا

کہ فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ۔

اورخودخان صاحب بہادرص ۷۵ میں اپنی تفسیر القرآن میں اقرار کررہے ہیں کہ انبئھم اور اسمائھم میں جو ھُمْ کی ضمیر ہے وہ فرشتوں کی طرف راجع ہے انتہی ۔پھر ذوی العقول سے قوا اور ملکہ نبوت مراد بیان کرنا غیر ذوی العقول کا کام ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۂ فاطر کی پہلی آیت یوں ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰئِکَۃِ رُسُلاً اُولِی اَجْنِحَۃٍ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o (سورۂ فاطر:۳۵/۱)

یعنی سب تعریف اللہ کو ہے جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اورزمینوں کا جس نے مقرر کیے فرشتے پیغام لانے والے جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار، بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے بے شک اللہ ہر چیز کرسکتا ہے۔

ف: بڑھاتا ہے یعنی چار سے زیادہ پر ہیں بعضوں کے۔ جبریل کے چھ سو ہیں۔کذافی موضح القرآن وغیرہ۔

اب دیکھو کہ اس آیت شریف سے صراحۃً فرشتوں کا مخلوق ہونا جس کو جسمیت لازم ہے ثابت ہوا اور نیز ان کا پیغام لانا۔اس لیے سارے مفسروں نے اس بات کو مانا اور خان صاحب بہادر نے جو قرآن کے حکم سے روگردانا اور بایں ہمہ ہدایت یافتوں کا گمراہ بتانا اور عوام لوگوں کا بہکانا ۔نعوذ باللہ من ذالک ۔اللہ تعالیٰ قرآن کے انکار سے بچائے اور سیدھے راستہ پر لائے۔

تیسری وجہ سورۂ انفال کے دوسرے رکوع میں ہے :

اِذْ یُوْحِیَ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰئِکَۃِ اَنِّی مَعَکُمْ فَثَبِّتُوْا الَّذِیْنَ آمَنُوْا o (سورۂ انفال:۸/۱۲)

یعنی جب حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے سوتم دل ثابت کرو مسلمانوں کے۔

اس آیت مبارک سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کی طرف حکم بھیجنا اوران سے مومنوں کی تائید کرانی

صریح بتارہی ہے کہ فرشتے خدا کے بندے مجسم ہیں جن کو پیغامِ الٰہی آتے ہیں اور وہ احکام الٰہی آگے پہنچاتے ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ سورۂ زمر کے اخیر میں ارشاد ہے :

وَ تَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ o (سورۂ زمر:۳۹/۷۵)

یعنی تو دیکھے فرشتوں کو کھڑے ہیں عرش کے گرد پاکی سے بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں۔

یہ آیت مبارک بھی سارے مفسرین کے بیانوں کو سچا کرتی ہے اور خان صاحب بہادر کے خام خیال کی بہ ہزار زبان تکذیب فرما رہی ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ابتدائے سورۂ حم مؤمن میں فرمان ہے :

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبائِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ... o (سورۂ غافر:۴۰/۷تا۹)

یعنی جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور اس کے جو گرد ہیں پاکی سے بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر و علم میں سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تری راہ پر اور بچا ان کو آگ دوزخ سے، اے رب ہمارے داخل کر ان کو ہمیشہ بسنے کے باغوں میں جن کا وعدہ دیا تو نے ان کو اور جو کوئی نیک ہوا ان کے باپوں میں اور عورتوں میں اور اولادوں میں بے شک تو ہے زبردست حکمت والا اور بچا ان کو برائیوں سے۔

ف: تیری مہر ہی ہو کہ برائیوں سے بچے، اپنے عمل سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ کذا فی موضح

القرآن وغیرہ۔

اب ان آیتوں سے بہ وضوح تمام متحقق ہے کہ فرشتے تن دار مجسم ہیں جو عرشِ مجید کو اٹھانے والے اوراس کے گرد گرد خدا کی تسبیح تحمید میں مشغول ہیں اوراس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کی بہ خوب ترین اُسلوب وطرز مرغوب باری تعالیٰ سے شفاعت کرتے ہیں جن کا خدا اوراس کے فرشتوں پر ایمان ہے ان کے گناہ بخشواتے اور دوزخ سے چھڑواتے اور بہشت میں داخل کرواتے ہیں اور گناہوں سے بچاتے ہیں۔

پس سارے مفسرین اور جمیع مومنین جن کا خدا تعالیٰ اور فرشتوں اور بہشت ودوزخ پر ایمان ہے وہ فرشتوں کی شفاعت سے مغفور ہیں اور خان صاحب بہادر جو ملائکہ کو صرف وہمی قوتیں جانتے اور بہشت دوزخ کا بھی وجود نہیں مانتے ہیں۔کما سیاتی۔قرآن کے برخلاف ہوکر فرشتوں کی دعاو اِستغفار سے محروم ومہجور ہیں۔العیاذ باللہ من ذالک۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے جو تفسیر القرآن کے ص ۲۹ میں لکھا ہے:اس کو کوئی نہیں بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود کہتا ہے: وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی جیسا کہ یہ عبارت اوپر منقول ہو چکی ہے سراسران کی کم لیاقتی پر دلیل ہے کیوں کہ جو شخص خود بولتا ہے اور کوئی اسے نہیں بلواتا ہے تو اس کا بولنا ہوائے نفسانی سے ٹھہرا پھراس کے حق میں وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی کیوں کرراست آیا وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی تواس کے حق میں راست آتا ہے جو خود نہیں بولتا ہے بلکہ اس کو کوئی بلواتا ہے اور اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس کا بولنا خود بخود نہیں بلکہ خدا کی طرف سے جو پیغام آتا ہے وہ آگے پہنچاتا ہے تو اب خان صاحب بہادر کی دلیل سے ہی ان کا دعوی جھوٹا ہو گیا اور کیوں نہ ہو جب اس آیت سے اگلی آیت یوں ہے :

عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ذُوۡ مِرَّۃٍ ... o (سورۂ نجم:۵۳/۵،۶)

یعنی پیغمبر خواہش نفسانی سے بات کرتا ہی نہیں قرآن مگر وحی کو اس کی طرف بھیجی گئی ہے سکھلائی ہے اس کو فرشتے بڑے باقوت صاحب حسن نے۔کذافی فتح الرحمٰن وغیرہ۔

پس اسی آیت خان صاحب بہادر کی دلیل سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ وہ وحی خود بہ خود دل میں نہیں آتی ہے بلکہ ایک فرشتے نے تعلیم کی ہے جو اس کے پاس ہمیشہ آمد ورفت رکھتا ہے جیسا کہ

سارے مفسرین قرآن و حدیث سے بیان کرتے ہیں اور اہل کتاب بھی اس کو مانتے ہیں کہ بے شک وہ جسیم قوی حسین ہے صرف قوت اور ملکہ ہی نہیں کہ یہ مجنونانہ خیال ہے۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ حضرت ﷺ کا جبریل امین کو اصلی شکل میں دیکھنا قرآن سے دو مرتبہ ثابت ہے جس کا ذکر سورۃ النجم میں موجود ہے کہ **فَاسْتَوٰی وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی** اور **وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی**. اور خود رسول کریم ﷺ نے اس کی تفسیر میں ارشاد کیا ہے جس کو مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز میں لائے ہیں کہ حدیث شریف میں آپ نے فرمایا کہ میں نے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں کبھی نہیں دیکھا مگر دو بار۔

ایک بار تو جب وحی میں دیر ہوگئی تھی اور میں نے چاہا کہ پہاڑ سے نیچے گر جاؤں تب میں نے دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان شرقی جانب جبرئیل چمکدار زرّیں کرسی پر بیٹھے ہیں اور ان کی شکل نے سارے آسمان کے کنارے کو روک لیا ہے اور ان کے چھ سو پر ہیں سارے یاقوت اور مروارید سے مرصع ہیں، نہایت عجیب اور نورانی شکل میں دیکھا۔

اور دوسری مرتبہ شب معراج سدرۃ المنتہی کے پاس اسی شکل میں دیکھا اور قرآن مجید میں ابتدائے سورۃ النجم میں ان دونوں مرتبہ دیکھنے کا ذکر ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فتح العزیز کا جو اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہوتی ہے، اور حدیث بہت سی دینی کتابوں میں موجود ہے۔(۱)

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سورۂ کوِّرت میں اللہ تعالیٰ نے بلیغ قسموں کے بعد قرآن مجید کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے :

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ وَّ لَقَدْ رَآهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ o (سورۂ تکویر:۸۱/۱۹تا۲۳)

---

(۱) حاشیہ: درحدیث شریف وارداست کہ من جبرئیل را گاہے بصورت اصلیہ اش ندیدہ ام مگر دو بار یکبار در زمان فترت وحی کہ بیتاب شدہ میخواستم کہ خود را از بالاے کوہ بیندازم بایں داعیہ در مقام احیاد کہ مکانیست در مکہ معظّمہ گزشتم درآں وقت جبرئیل را دیدم کہ بر کرسی زرّیں درخشاں درمیان آسمان و زمین جانب شرق نشستہ اند و ہیکل ایشاں تمام کنارہ آسمان را فرا گرفتہ شستد پر دارد ہائے ایشاں ہمنہ بجرواریدو یاقوت یافتہ شعرہ شکل عجیب نورانی مشاہدہ کردم، و بار دوئم در شب معراج نزد سدرۃ المنتہی نیز ایشاں را بہمیں صورت دیدم و در سورۂ نجم ایں بر دو بار راند کور فرمودہ اند۔ تفسیر فتح العزیز من عن۔

یعنی بے شک یہ قرآن البتہ سخن ہے خدا کی طرف سے خدا کے ایلچی کا پہنچایا ہوا جو عزت والا قوت والا عرش کے مالک کے نزدیک مرتبے والا ملکوت آسمان میں فرمان برداری کیا گیا امانت دار اور تمہارا صاحب یعنی پیغمبر دیوانہ نہیں اور بے شک اس نے اس فرشتے کو آسمان کے روشن کنارے میں دیکھا ہے۔کذا فی فتح العزیز وغیرہ۔

پس اب غور کرو کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام کو ان آیتوں میں ایلچی فرما کر ان عمدہ صفات سے موصوف فرمایا اور پھر رسول اکرم ﷺ نے اس کا بیان یوں بتایا کہ ایک دن اس نے جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوت اور امانت سے تعریف کی ہے بارے اپنی قوت اور امانت سے کوئی حکایت بیان فرمایئے تو جبرئیل امین علی نبینا وعلیہ السلام نے کہا کہ میری قوت اس قدر ہے کہ مجھ کو قوم لوط کے چاروں شہروں کی تخریب کے لیے باری تعالیٰ نے بھیجا تھا ان شہروں میں سے ایک شہر سدوم تین چار لاکھ مرد ہتھیار باندھنے والے تھے میں نے ان چاروں شہروں کو ساتویں زمین کے نیچے سے اپنے ایک پر کے اوپر اٹھا کر اس قدر اونچا آسمان کے نزدیک لے گیا کہ آسمان کے رہنے والوں کو ان شہروں کے مرغوں اور کتوں کی آواز سنی جاتی تھی پھر ان شہروں کو الٹا کر کے پھینکا اور اس میں مجھے کچھ تکلیف معلوم نہ ہوئی اور میں امانت دار ایسا ہوں کہ جب کبھی مجھے کوئی حکم ہوا تو میں نے بلا کم وکاست اور بغیر تغیر وتبدل کے اسے پورا کیا اور جب کوئی بھید مجھے فرمایا تو میں اسے سینہ میں مدفون کر کے کسی سے درمیان نہ لایا۔کذا فی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔اور اصل عبارت تفسیر فتح العزیز کی جو فارسی ہے قریب الفہم حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

---

(۱) حاشیہ: درحدیث شریف وارد است کہ آں حضرت ﷺ ذرے با حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام فرمودہ کہ حق تعالیٰ شمارا با قوت وامانت صفت فرمودہ است بار پیش از قوت وامانت خود حکایتے بفرمائید ایشاں فرمودند کہ قوت من با ؟؟؟ کہ مرا برائے تخریب شہر ہائے قوم لوط کہ چہار شہر بودند در یک شہر ازاں شہر ہا کہ سدوم نام داشت چہار لکھ مرد اسلحہ دار سائے زنان واطفار بودند من آں ہمہ شہر ہا را از زمین ہفتم بیک پر خود بر دشتہ آنقدر نزدیک آسمان بردم کہ ساکنان آسمان بانگ خروسان وسگان آں شہر ہا برداشتہ میشنید ند باز آں ہمہ شہر ہا را واژگون انداختم ومرا ہیچ تعب وکلال محسوس نشد وامانت من با ؟؟؟ است کہ مرا ہیچ گاہ بخبرے فرمودند الا بے کم وکاست و بے تغیر وتبدل بجا آوردم وہیچ رائے باہم نکشو دند الا کہ آں از مرا در سینہ خود مدفون داشتم ونزد غیر درمیان نیاوردم۔تفسیر عزیزی من عن۔

اب جس نے کہا کہ جبریل صرف ملکہ نبوت کا نام ہے کوئی اور واسطہ خدا اور پیغمبر میں نہیں ہے تو اسے کلام الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کا صریح انکار ہے۔نعوذ باللّٰه العظیم من هذا الذنب الجسیم۔

نویں وجہ یہ ہے کہ سورۂ اقرا کہ جس کو سورۂ علق بھی کہتے ہیں، پہلی پانچوں آیتیں جو اکثر مفسرین کے نزدیک اوّل ما نزل من القراٰن اس کی شان نزول میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما میں بہ روایت حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آیا ہے جس کو ختم المحد ثین خاتم المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے بضم دیگر روایات تفسیر فتح العزیز میں درج فرمایا ہے کہ اس سورہ کے نازل ہونے کی کیفیت یوں ہے کہ حضرت ﷺ کو پہلے وحی کی علامت سچی خوابیں تھیں کہ آپ جو کچھ رات کو خواب دیکھتے دن کو بعینہٖ واقع ہو جاتا پھر ان کو خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت غالب ہوئی تو حرا پہاڑ میں جو مکہ کے متصل ہے تشریف لے جا کر غار میں خلوت فرمائی چند روز کا کھانا لے کرا کیلے خدا کی حمد وثنا میں مصروف رہتے۔جب وہ آزوقہ ختم ہوتا تو آپ گھر میں تشریف لاتے چندے اہل وعیال کے حقوق اَدا فرما کر پھر آزوقہ ہمراہ لے کر غار کو جاتے بسا اوقات غار میں ایک مہینے سے کم رہتے اور کبھی ایک مہینہ تک وہاں پر رہنا ہوتا۔

ایک دن آپ غسل کے ارادے پر غار سے نکل کر پانی کے کنارے کھڑے تھے کہ جبریل امین نے پکارا یا محمد ﷺ! آپ نے اونچی نظر کی کچھ نہ دیکھا دوبارہ سہ بارہ آواز آئی آپ حیران دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک نورانی شخص آفتاب سا روشن نور کا تاج سر پر دھرے ہوئے عمدہ سبز لباس پہنے ہوئے آدمی کی شکل پر آپ کے پاس آیا اور فرمایا کہ پڑھو اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے ہاتھ میں سبز دریائی کے کپڑے پر کچھ لکھا ہوا تھا وہ آپ کو دکھایا اور فرمایا کہ پڑھیے، آپ نے فرمایا: میں حرف شناس نہیں، ان پڑھ ہوں۔اس نے پھر کہا کہ پڑھو اور آپ کو بہت زور سے چھاتی سے لگایا یہاں تک کہ آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور پسینہ آیا تین مرتبہ ایسا کیا پھر کہا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تا پانچوں آیتیں۔

ابتدا اس سورہ کی آپ کو یاد ہو گئیں۔اور بعضے روایتوں میں آیا ہے کہ اسی بزرگ نے یہ پانچ آیتیں ورد کرا کے زمین پر اپنا پائے نور مارا چشمہ پانی کا جاری ہوا آپ کو غسل اور وضو اور استنجا کا

طریقہ سکھلایا اور دوگانہ نماز کا پڑھا اور الحمد شریف بھی یاد کرایا کہ نماز میں پڑھا کریں۔

ازاں بعد آپ لرزاں ترساں گھر کی طرف تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جو آپ کی حرمِ محترم تھیں فرمایا کہ مجھ پر بالا پوش ڈالو کہ لرزہ دفع ہو۔ جب لرزہ دفع ہوا تو ام المومنین نے حال پوچھا تب آپ نے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اس صدمہ سے کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

تب ام المومنین نے عرض کی کہ آپ اصلاً نہ ڈریے۔ اللہ تعالی نے آپ کو اپنی رحمت کا مظہر بنایا ہے، آپ ضعیفوں پر رحم فرماتے ہو اور خویشوں کو احسان اور سلوک سے عزیز رکھتے ہو، مہمان کی ضیافت کرتے ہو، حاجتمندوں کو مدد دیتے ہو، ایسا شخص جو خلق اللہ پر رحم فرمائے وہ مستحق رحمت الٰہی ہوتا ہے نہ کہ مستوجب غضب کا۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو نصاریٰ کا دین رکھتا تھا اور عبرانی کتابیں اور توریت وانجیل سے ماہر تھا اور ان کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ لکھا کرتا تھا۔ ام المومنین نے ان سے کہا کہ اے بھائی! اپنے برادرزادہ کا حال سن کہ کیا بیان کرتے ہیں۔

جب آپ نے سارا قصہ سنایا تو ورقہ نوفل نے بتایا کہ یہ جبرئیل ہے، جس کو اہل کتاب ''ناموسِ اکبر'' بولتے ہیں اور خدا کی طرف سے نبیوں پر وحی لاتا ہے اور موسیٰ پر بھی یہی نازل ہوتا رہتا تھا۔ آپ خوش ہو جایئے اور کچھ فکر نہ کیجیے لیکن افسوس ہے کہ اس نعمت کی قدر آپ کی قوم نہ پہچانے گی بلکہ آپ کو ایذا دیں گے، یہاں تک کہ آپ کو اس شہر سے نکالیں گے۔ کاش! تب تک میں زندہ رہوں کہ آپ کی خدمت گذاری اور مددگاری کر کے دو جہاں کی سعادت حاصل کروں۔ پھر تھوڑے روز بعد ورقہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ آپ نے ان کو خواب میں دیکھا کہ سفید پوشاک رکھتے ہیں جس کی تعبیر فرمائی کہ یہ شخص بہشتی تھا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا۔

اب دیکھو کہ قرآن اور حدیث اور دوسری آسمانی کتابوں کے علما کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام جسم اور اعضا رکھتے ہیں اور سب نبیوں پر احکامِ الٰہی کے پہنچانے میں واسطہ ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کا وجود اور جسم کچھ نہیں صرف خیالی قوت اور ملکہ کا نام

جبرئیل ہے۔نعوذ باللہ۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جوشرح صدر نبوی کا سورۂ الم نشرح میں ذکر ہے تو اس کی نسبت مفسرین، اہل حدیث (یعنی گروہ محدثین) لکھتے ہیں کہ چار مرتبہ یہ واقعہ آپ سے درپیش آیا ہے: پہلی مرتبہ آپ کی عمر چار سالگی میں۔دوسری مرتبہ عمر دس سالگی میں جس کو محدثین معتبرین میں سے ابن حبان، حاکم، ابونعیم، ابن عساکر، ضیائی مقدسی اور عبداللہ بن احمد سند صحیح سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ جب دس سالہ ہوئے تو جنگل میں آپ کو دو شخص دکھائی دیے۔

آپ نے فرمایا کہ ان کی شکل جیسی میں نے کوئی نورانی شکل نہیں دیکھی تھی اور ان کی خوشبو جیسی کسی عطر میں خوشبو نہیں سونگھی گئی تھی اور ان کے کپڑوں جیسے کوئی کپڑے عمدگی اور صفائی اور زیبائش میں میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔وہ دونوں شخص جبرئیل و میکائیل تھے۔ان دونوں نے میرے بازو اتنے پکڑے کہ مجھے معلوم نہ ہوا اور مجھے آسانی سے پیٹھ پر لٹا دیا اور میرے پیٹ کو چاک کیا جب کہ نہ خون نکلا اور نہ درد ہوئی۔

ایک سونے کے طشت میں پانی لاتا تھا اور دوسرا شخص اس سے میرا تمام اندرونہ دھوتا تھا۔پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کا دل چاک کر کے کینہ اور حسد نکال ڈال چناں چہ اس نے میرے دل سے لہو کا تکّا نکال کر پھینک دیا، پھر کہا کہ مہربانی اور شفقت ان کے دل میں بھر دے جیسا کہ اس نے سکینہ میرے دل میں ڈالا، پھر میرا انگوٹھا پکڑ کر کہا کہ جایئے سلامتی اور عافیت سے روزگار بسر فرمایئے۔آپ نے فرمایا کہ تب سے میں نے اپنے دل میں ہر چھوٹے بڑے پر رحمت اور شفقت پاتا ہوں۔

تیسری مرتبہ جب زمانہ نبوت کا قریب آیا تب پھر آپ سے شق صدر ہوا جس کو بیہقی اور ابونعیم و دلائل النبوۃ اور ابوداود طیالسی اور حارث ابن ابی حسامہ نے اپنی مسندوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یوں لائے ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ ایک مہینہ اعتکاف کی منت مانی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس اعتکاف میں شریک تھی اور وہ مہینہ رمضان کا تھا جس میں یہ دونوں غار میں معتکف تھے۔ایک مرتبہ آپ رات کے وقت دیکھنے کے لیے غار سے باہر آ کر تاروں کی طرف دیکھ رہے تھے کہ آواز آئی السلام علیک آپ نے فرمایا کہ میں نے خیال کیا کہ کسی

جن کا گزار رہے۔ میں غار میں چلا گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا انہوں نے عرض کی کہ یہ کوئی خبر خوش ہے۔ سلام علیک امان اور محبت کی نشان ہے کچھ ڈر کی بات نہیں۔

آپ نے فرمایا میں پھر باہر آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ جبرئیل آفتاب کے تخت پر بیٹھا ہوا ایک پر مشرق تک پھیلا رہا ہے اور دوسرا مغرب تک۔ میں پھر مارے ڈر کے غار کی طرف متوجہ ہوا۔ جبرئیل نے مجھے فرصت نہ دی اور جلدی سے میرے اور غار کے درمیان آ گیا تا کہ اس کے دیکھنے اور کلام سننے پر میں مانوس ہوا تب جبرئیل نے مجھ سے وعدہ لیا کہ فلانے وقت آپ تنہا آئیں میں اس وقت میں اکیلا منتظر کھڑا رہا۔

جب بہت دیر ہوئی میں نے چاہا کہ گھر کو لوٹ جاؤں اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جبرئیل اور میکائیل دونوں آسمان اور زمین میں بڑی شان وشوکت سے آ رہے ہیں اور مجھے دونوں نے پکڑ کے زمین پر لٹا دیا اور میرا سینہ چاک کر کے دل کو سونے کے طشت میں آبِ زم زم سے دھو کر کچھ اس میں سے نکالا، مجھے کچھ معلوم نہ ہوا، پھر دل کو اپنے مکان پر رکھ کر سینہ کو درست کر دیا اور دونوں فرشتوں نے میرے ہاتھ پاؤں پکڑ کے الٹایا جیسا کہ کسی چیز کے پھینکنے کے وقت برتن کو الٹاتے ہیں، پھر میری پیٹھ پر مہر لگائی جیسا کہ اس کی تاثیر میں نے اپنے دل میں پائی۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا بہت سی عبارت کا حاشیہ پر لکھنا مشکل ہے جس کا جی چاہے الم نشرح کی تفسیر میں دیکھ لے۔

اور چوتھی بار شق صدر شب معراج میں ہوا جس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہم نے روایت کیا ہے اور وہ قصہ معراج میں مشہور متواتر ہے، اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔ کذا فی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

اب قرآن اور حدیث سے بہ خوبی ثابت ہوا کہ خان صاحب بہادر کا یہ خیال کہ جبرئیل اور میکائیل دونوں فرشتے اس نام کے مع تشخصہما علیحدہ علیحدہ موجود نہیں ہیں متعصّبانہ قرآن وحدیث سے منکرانہ مقال ہے نعوذ باللہ منہا۔

گیارھویں وجہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید سورۂ تحریم میں فرمایا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○ (سورۂ تحریم:۶۶/۴)

یعنی بے شک اللہ وہی پیغمبر کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیکوکار مسلمان اور فرشتے اس سے پیچھے مددگار ہیں۔

اب اس آیت شریف کو یاد رکھ کر دوسری آیتوں کو بھی ملحوظ رکھو جو جنگوں میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ سورۂ انفال میں جنگ بدر کے موقع کا بیان ہے :

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّی مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلاَئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ o (سورۂ انفال:۹/۸)

یعنی جب فریاد چاہتے تھے تم اپنے رب سے پس قبول کیا رب نے تمہارے لیے کہ بے شک میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار فرشتے جو آگے پیچھے آنے والے ہیں۔

پھر اس سے تیسری آیت میں فرشتوں کو ارشاد ہے :

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ o (سورۂ انفال:۱۲/۸)

یعنی پس مارو اوپر گردنوں کے اور مارو ان میں سے ہر پوری پر یعنی ان کی سرانگشتان کاٹو۔

پھر اسی سورہ میں فرمان ہے :

اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ الْمَلاَئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ o (سورۂ انفال:۵۰/۸)

یعنی جب فوت کرتے تھے کافروں کو فرشتے مارتے تھے ان کے منہ اور پیٹھوں پر۔

پھر سورۂ توبہ میں ارشاد ہے :

وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا o (سورۂ توبہ:۲۶/۹)

یعنی اور اتارے خدا نے لشکر جن کو تم نہیں دیکھتے اور عذاب کیا کافروں کو۔

پھر اسی سورہ میں فرمایا ہے :

وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا السُّفْلٰى o (سورۂ توبہ:۴۰/۹)

یعنی خدا نے مدد کی پیغمبر کی لشکروں سے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کیا کافروں کی بات

کو نیچا۔

علی ہذا القیاس اور بھی آیات ہیں ان سب پر یقین کر کے آں حضرت ﷺ سے جو انہیں موقعوں پر ارشاد ہوئے ہیں ان سے بھی ایک دوسن لو کہ صحیح بخاری اور دوسرے صحاح میں بہ روایت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وارد ہے کہ جب حضرت ﷺ جنگ احزاب سے واپس تشریف لائے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمایا تو جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے ہتھیار اُتار دیے بخدا ہم نے ابھی تک نہیں اُتارے، آپ ان کی طرف چلیے آپ نے فرمایا: کن کی طرف؟۔عرض کی بنی قریظہ کی طرف۔پس آپ بنی قریظہ کی طرف نکلے۔

یہ ترجمہ ہے بخاری وغیرہ کی حدیث کا اور تفسیر معالم التنزیل ومدارک وغیرہما میں بھی لکھا ہے کہ آپ جنگ احزاب سے جب لوٹے تو جبریل علی نبینا وعلیہ السلام گھوڑے پر چڑھے چڑھائے آپ کی خدمت میں آنکلے۔ان کے گھوڑے کے چہرے اور زین پر راستہ کی گرد وغبار پڑی ہوئی تھی آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کے گھوڑے کا منہ صاف کیا الحدیث۔یہ ترجمہ ہے عبارات تفاسیر کا جو حدیث صحیح سے بیان کیا ہے۔

اب غور کرو کہ سند عقیدۂ اہل سنت اور ساری امت بلکہ جمیع اہل کتاب کی کیسی صریح قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ جبرئیل و میکائیل اور سارے فرشتے علیحدہ علیحدہ اپنے تشخصات سے مجسم موجود ہیں، خدا کے بندے ہیں، جس جس کام پر باری تعالیٰ نے مامور کیا ہے نہایت خوبی اور خوش اُسلوبی سے اس کو انجام کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ o (سورۂ تحریم:۶/۶۶)

پس جس نے فرشتوں کے وجود اور جسم اور تشخص کا انکار کیا قرآن وحدیث سے منکر ہو کر علاوہ فرشتوں کا دشمن بھی ٹھہرا کیوں کہ جس نے ہست کو نیست کہا اور موجود یقینی کو موہوم بنایا تو بے شک اس کی دشمنی سے کوئی دقیقہ فروگزار نہ کیا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے دشمنوں کو کافر فرماتا ہے۔سورۂ بقر پہلے پارہ میں ارشاد ہے :

مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِلّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ o (سورۂ بقرہ:۹۸/۲)

یہود مردود باوجود اقرار موجودگی اور تشخص اور واسطہ ہونے حضرت جبرئیل کے صرف ان کی دشمنی سے کافر ہوئے تو جس نے ان کے وجود اور تشخص کا ہی انکار کیا اور موہوم محض قرار دیا وہ -معاذ اللہ- یہود سے بھی بڑھ کر خدا جل وعلا کا دشمن اور بے فرمان ٹھہرا، اور کیوں نہ ہو جب فرشتوں پر ایمان فرض ہے: کُلٌّ آمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلائِکَتِہٖ الآیہ(سب ایمان لائے خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر) جو اخیر سورہ بقر میں ارشاد ہے تو مومن کا یہ انکار اور اس سے دشمنی بھی کفر تحقیقی ہے۔سورۂ نساء کے اخیر میں ہے :

وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَ مَلائِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالًا مُّبِیْنًا o (سورۂ نساء:۱۳۶/۴)

یعنی جو منکر ہوا خدا اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں اور پیغمبروں اور دن قیامت سے تو بے شک گمراہ ہوا گمراہی ظاہر۔

اور شرع سے متحقق ہے کہ ان میں سے ایک چیز کا انکار بھی کفر ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو ایسے بد اعتقاد سے امان دے، اور خان صاحب بہادر اور ان کے متبعین کو بھی سچی توبہ نصیب کرے کہ اس گردابِ بلا سے ساحل سلامت تک پہنچیں۔

باقی رہا خان صاحب بہادر کا یہ خیال کہ جو چیز دیکھنے میں نہ آئے تو اس پر کیوں کر یقین کیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ ایک چیز کو ثابت اور متحقق فرمائے اور اس کا برحق رسول ﷺ بھی اس کو مشاہدہ فرما کر اس پر ایمان لائے جیسا کہ عنقریب قرآن سے ثابت کیا گیا ہے اور پھر قرآن و حدیث سب کو اس پر ایمان لانے کے واسطے ارشاد فرمائیں تو ایمان بالغیب کے معنی (جو سورۂ بقرہ کی ابتدا میں تعریف ہے کہ یؤمنونَ بالغیْبِ،یعنی متقی وہ ہیں جو اَن دیکھی چیزوں کو خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کر کے مان لیتے ہیں-کذا فی تفسیر العزیز وغیرہ-) یہی ہیں کہ ہم مومنین احکام قرآن و حدیث کو واقعی طور پر دل و جان سے مان لیں اور خدانخواستہ خیالاتِ فلسفہ کو دماغ میں متمکن کر کے مجانین نہ کہلائیں اور دین برحق سے باہر نہ نکل جائیں-نعوذ باللہ من الحور بعد الکور-

اور کوئی مسلمان بھی وجودِ ملائکہ سے عموماً اور حضرت جبرئیل امین سے خصوصاً کیوں کر منکر ہوسکتا

ہے جب کہ قرآن وحدیث ان کے وجود وجسمیت پر ناطق ہیں۔اگر اوپر کے دلائل سے علاوہ اور بھی ثبوت درکار ہوں تو سن لیجیے کہ قرآن مجید صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نیچے سے جومٹی اٹھائی تھی وہ بناوٹی گو سالہ کے قالب میں ڈال دی تو وہ زندہ ہوکر آواز کرنے لگا جس سے بنی اسرائیل دھوکہ میں آکر گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوگئے، پھر جب حضرتِ موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے سامری سے پوچھا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے :

مَا بَالُکَ یَا سَامِرِیُّ

اور کیا حال ہے تیرا اے سامری۔

پھر باری تعالیٰ نے اُس کا جواب بیان فرمایا ہے :

بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا ٥ (سورۂ طٰہٰ:۲۰/۹۶)

دیکھا میں نے اس کو جوانہوں نے نہیں دیکھا پس اٹھائی میں نے ایک مٹھی قدم رسول کے نیچے سے، پس ڈالا میں نے اس کو۔

اور تفاسیر مشہورہ میں لکھا ہے کہ ایک قراءت میں من اثر فرسِ الرسول بھی آیا ہے۔پس قرآن شریف سے متحقق ہوا کہ نبیوں کے سوا بعضے اور لوگوں نے بھی فرشتوں کو دیکھا ہے۔اور صحیحین وغیرہما کی حدیث میں وارد ہے کہ آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرئیل ایمان، اسلام اور احسان کے معنی پوچھنے کے واسطے تشریف لائے جن کو بہت صحابہ کبار نے دیکھا۔نیز جنگ بدر وغیرہ میں فرشتوں کو صحابۂ کرام کا دیکھنا ثابت ہے جس کا انکار ایماندار کی مجال نہیں ہے۔

تفسیر فتح العزیز میں مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِلّٰہِ الآیۃ کے نیچے لکھا ہے کہ حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دن آں حضرت ﷺ کی خلوت میں جانکلا تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام کو دیکھا۔تب آپ نے فرمایا: افسوس جس نے سوائے نبیوں کے جبرئیل کو سر کی آنکھوں سے دیکھا تو وہ نابینا ہو جاتا ہے، لیکن میں نے تیرے لیے حق تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ نابینائی تجھے آخر عمر میں لاحق ہو چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا۔

نیز اسی تفسیر میں بہ ضمن قصہ پیدائش حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے لکھتے ہیں کہ اکثر اہل اسلام اور یہود ونصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ فرشتے اجسامِ لطیفہ نورانی ہیں،اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے کہ جس شکل سے متشکل بن جائیں بن سکتے ہیں اور اہل مجاہدہ کشف کی رو سے ان صورتوں پر مطلع ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی حاجتمندوں کو ان کے عجائب تاثیرین حل مشکلات اور کفایت مہمات میں نمودار ہوتی ہیں۔

چناں چہ حکما نے لکھا ہے کہ جالینوس کو ایسی درد جگر لاحق ہوئی کہ اس کے علاج سے عاجز رہے۔ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی شکل فرماتا ہے کہ دستِ راست کی شریان کا جو انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان ہے فصد لے کہ تجھے مفید ہوگی،اس نے ایسا ہی کیا تندرست ہو گیا۔

اور شریعتوں میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ فرشتے ان گنت ہیں اور سب مخلوقات سے زیادہ اور صحیح حدیثوں کی رو سے فرشتوں کی خدمتیں یوں ثابت ہیں کہ بعض حاملانِ عرش ہیں اور بعضے اکابر ملائکہ بڑے بڑے کام ان کی تدبیروں سے وابستہ ہیں جیسا کہ حضرت جبریل صاحب علم وحی اور حضرت میکائیل صاحب رزق اور غذا کے اور حضرت اسرافیل صاحب لوح محفوظ اور صور اور نفخ ارواح کے اور حضرت عزرائیل ملک الموت ہیں علی نبینا وعلیہم السلام،اور بعض فرشتے خازن بہشت کے اور بعض زبانیہ دوزخ کے اور بعض محافظ بنی آدم کے آفات اور بلیات سے اور بعض اعمال بنی آدم کے لکھنے والے اور بعض دنیا کے نظام پر موکل ہیں جیسا کہ ملک الجبال۔یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔اور دوسری جگہ اسی تفسیر میں ان خدمتوں کی توکیل اور تفویض کے دلائل بھی لکھے ہیں،اختصار کی جہت سے نقل نہیں کیے گئے۔

الغرض فرشتوں کے وجود اور جسم سے انکار کر کے ان کو وہمی قوتیں جاننا مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔الحمدللہ تعالیٰ کہ اس خام خیال خان صاحب بہادر کا رد وجواب قرآن وحدیث کی سند سے بسط مناسب کے ساتھ مرقوم ہوا۔باقی خیالات کے رد میں اگر اسی قدر بسط ہو تو رسالہ طویل الذیل ہو جائے گا،اور ناظرین کم رغبت یا قلیل الفرصت کو تصدیع بڑھائے گا،اس لیے اب باقی خیالات کے رد میں ایک دو آیت وحدیث کے ذکر پر کفایت کروں گا-واللہ ہوالہادی-

دوسرا خیال خان صاحب بہادر کا یہ ہے کہ بہشت دوزخ دونوں بالفعل موجود نہیں جیسا کہ ص

۳۵ تفسیر القرآن میں لکھا ہے اُعِـدَّتْ جس کے معنی تیار یا آمادہ کے ہیں اس لفظ پر علمائے اسلام نے استدلال کر کے یہ عقیدہ قائم کیا ہے کہ

الجنة و النار مخلوقتين یعنی بہشت اور دوزخ پیدا ہو چکے ہیں یعنی بالفعل موجود ہیں مگر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ ان آیتوں سے یا **اعدت** کے لفظ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا پھر صفحہ: ۳۸،۳۹ میں لکھا ہے: یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگِ مرمر اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں، باغ ہیں، شاداب وسرسبز درخت ہیں، دودھ وشراب وشہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے، ساقی وساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں گھوسنین پہنتے ہیں، شراب پلا رہی ہیں الی قولہ ایسا بے ہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہترین ہیں۔

پھر ص ۴۰ میں لکھا ہے: وعدہ و وعید دوزخ و بہشت کے جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں ان سے بعینہٖ وہی اشیا مقصود نہیں بلکہ اس کا بیان کرنا صرف اعلیٰ درجہ کی خوشی و راحت کو فہم انسانی کے لائق تشبیہ میں لانا ہے۔ انتہی بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ فی الواقع خان صاحب بہادر کے دل میں سخت تعصب پڑ گیا ہے کہ بمقابلہ علمائے اسلام کے جو اکابر محدثین ومفسرین اور فقہا ومحدثین ہیں قرآن کے مضمون سے قطعی منکر ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید جو عربی زبان میں صاف بیان ہے اس کو حقیقت سے نکال کر مجاز کی طرف کھینچنا علاوہ ناراضگی حق تعالیٰ اور اس کے رسول کریم علیہ التسلیم کے سب اولی الالباب بھی اس کو برا جانتے ہیں، کیوں کہ جہاں حقیقت متعذر ہو وہاں مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور برخلاف اس کے ہر جگہ مضامین قرآن مبین کو مجاز اور تشبیہ پر محمول کرنا سخت بیجا اور بالکل ناروا ہے۔

اگر کسی مفسر نے بعد بیان کرنے اصلی معنی آیت کے کسی فلسفی فکر کے موافق کوئی تاویل بعید لکھ دی تو خان صاحب بہادر کو اس سے سند نہیں مل سکتی ہے، اس لیے کہ خان صاحب بہادر تو حقیقی معنی کے قائل ہی نہیں ہیں صرف تشبیہ اور مجاز کے قائل ہیں، پس کوئی بھی مفسرین اہل اسلام سے ان کے موافق نہیں اور ان کا کسی مسلمان سے اتفاق نہیں۔

اب ذرا غور کرو کہ دنیا میں جو عمدہ مکانات، لذیذ طعام، حسین عورتوں سے بوجہ حلال اِنتفاع

سب دینوں میں روا لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں کو اگر قیامت میں بجائے اس کے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو حرام لذتوں سے باز رکھا یہ لذتیں حاصل ہوں اور بے فرمانوں کو بسبب اتباع ہوائے نفسانی کے دوزخ کی تکلیفیں لاحق ہوں تو کیا مانع ہے، اور فطرت انسانی کے کب مخالف ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ سراسر مطابق فطرت انسان کے ہے۔ پھر جب قرآن وحدیث میں یہ مطلب صاف صاف بیان ہے تو اس کا انکار سوائے بے دینی کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَّ لَهُمْ فِیْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ (سورۂ بقرہ:۲/۲۴،۲۵)

پس بچو اس آگ سے جس کا بالن (ایندھن) آدمی اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے اور خوشخبری دو ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو اس بات کی کہ ان کے لیے موجود ہیں باغ (یعنی آٹھ جن کے نام یہ ہیں جنت الفردوس، جنت عدن، جنت الماویٰ، دارالخلد، دارالسلام، دارالمقام، علیین، جنت نعیم اور یہ باغ ہمیشہ سرسبز ہیں) اس لیے کہ ان کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں جب روزی دیے جائیں گے ان باغوں کے پھل سے (رزق خواہ حسی ہو یا عقلی یا خیالی) کہیں گے یہ رزق بدلہ اس چیز کا ہے کہ ہم کو دی گئی تھی اس سے پہلے (یعنی دنیا میں مقامات اور احوال سے جو ایمان اور نیک کاموں کے پھل تھے) اور دیے جائیں گے وہ رزق ہم رنگ اور ہم صورت یعنی باوجود تفاوت درلذت پھر بہشتی ایسی عمدہ مسکن اور ایسے لذیذ طعام کی خوشی کو تنہائی سے مکدر نہ کریں گے، کیوں کہ تنہائی میں سب عیش متعفن ہوتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

بہار عمر ملاقات دوستدارانست
چہ حظ بر وخضر از عمر جاوداں تنہا

بلکہ ان کی خوشی کو کامل کرنے کے واسطے ان کو موافق ہم صحبت بھی دیے جائیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے اور ان کے لیے ان باغوں اور نہروں ومیوہ جات میں عورتیں ہیں جو پاک اور صاف

ہوں گی یعنی بدخلقیوں سے اور بول براز، حیض ونفاس اور دوسری طبعی مکروہات سے پھران کوموت کا غم بھی دامن گیر نہ ہوگا، کیوں کہ اگر موت کا فکر لاحق رہا تو سب نعمتیں بیکار گئیں چناں چہ کہنے والے نے کہا۔

مرادِ منزلِ جاناں چہ امن وعیش چوں بردم

جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا

اس لیے ان کو اس غم سے بھی آزاد کیا گیا جیسا کہ فرماتے ہیں اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔کذافی تفسیر فتح العزیز۔

پہلے سیپارہ میں بہ ضمن قصہ پیدائش حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام فرماتے ہیں :

وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ o (سورۂ بقرہ:۳۶/۲:۲)

اور کہا ہم نے اے آدم! بس تو اور تیری عورت جنت میں رہو اور کھاؤ اس سے محظوظ ہو کر جس جگہ چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے پھر ڈگایا اس کو شیطان نے اس سے پھر نکالا اس کو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہم نے تم سب اترو ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تم کو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک۔

اب ان آیتوں سے کیسا صاف ظاہر ہے کہ بہشت ایک باغ ہے بے انتہا درخت کا جس میں ہر قسم کے کھانے کی چیزیں موجود ہیں۔حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام بحکم باری تعالیٰ اس میں چندے شادکام اور فائز المرام رہے، پھر شیطان نے دھوکہ اور وسواس سے ان کو وہاں سے نکلوایا چناں چہ آپ اس سے نکلے اور نیچے زمین پر اتارے گئے۔پس بہشت کو برخلاف اس واقعی حقیقت کے کے حرف تشبیہ پر محمول کرنا بے شک انکارِ قرآن ہے۔پھر سورۂ محمد (ﷺ) میں ارشاد ہے :

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ

مُّصَفًّی وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ o (سورۂ محمد:۴۷/۱۵)

یعنی صفت اس بہشت کی جس کا متقی وعدہ دیے گئے ہیں یہ ہے کہ اس میں نہریں ہیں پانی غیر متعفن یعنی لطیف اور پاکیزہ کی اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں بدلا اور نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو لذت دیتی ہے یعنی شراب حلال خوش ذائقہ برخلاف شراب حرام کے کہ وہ تلخ ہوتی ہے اور نہریں ہیں شہد صاف کیے ہوئے کی اور بہشتیوں کے لیے وہاں پر ہر جنس کا میوہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بخشش ہو گی۔کذا فی الجلالین وفتح الرحمٰن وغیرہما۔

اب ان آیات کی دلیل سے اہل سنت نے عقیدہ مقرر کیا ہے کہ بہشت اور دوزخ موجود ومہیا ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی سے بھی یوں ہی ثابت ہے۔کذا فی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔ اس لیے بہشت اور دوزخ کے اعتقاد کرنے اور ان کے حق جاننے پر نجات منحصر ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی میں آیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے **لا الٰہ الا اللّٰہ** پر یقین کیا اور **محمد رسول اللّٰہ** کو بھی مانا، اور حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا بندہ اور اس کا حکم جو مریم کی طرف القا ہوا اور روح اللہ پہچانا اور بہشت اور دوزخ کے حق ہونے پر بھی باور کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر آٹھوں بہشتوں کو مباح کر دے گا جس دروازہ سے وہ چاہے داخل ہو جائے گو عمل اس کے بڑے ہی ہوں۔کذا فی الحصن الحصین۔

یعنی عقیدۂ اہل سنت و جماعت سے نجات ہوگی جس میں باور کرنا بہشت پر اور دوزخ پر حکم ہے، پس باوجود اس کے اگر خان صاحب بہادر حور و بہشت اور دوزخ کو تشبیہ پر محمول کر کے وہمی بتائیں اور علما اسلام کو بھول گئے فرمائیں تو بے شک جہال کو اپنے ساتھ رفیق کر کے خوشی منائیں، ورنہ اہل علم کے نزدیک تو ان کے خیالات محض ہذیانات اور خرافات ہیں۔

افسوس خان صاحب بہادر علومِ عربیت سے ایسے ناواقف ہیں کہ حالت رفع اور نصب میں تمیز نہیں رکھتے جیسا کہ عبارت عقیدۂ علمائے اسلام کو یعنی **اَلْجَنَّةُ وَ النَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ** کو **مخلوقتین** لکھتے ہیں۔چناں چہ ص ۴۵ سے منقول ہوا ہے (جو ص ۴۱ کے ابتدا پر بجنس منقول ہے۔۱۲)۔پھر دعویٰ یہ ہے کہ علمائے اسلام بھول گئے اور ہم نے غور سے مطلب سمجھا۔نعوذ باللہ من

الحور بعد الکور–فی الواقع اگر ان کو علم کامل و نافع نصیب ہوتا تو اس الحاد اور فساد میں نہ پڑتے۔

تیسرا خام خیال یہ ہے کہ خان صاحب بہادر تفسیر القرآن کے ص ۴۶ میں لکھتے ہیں: وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ اس آیت سے وہ ذکر شروع ہوا ہے جو آدم کا قصہ کہلاتا ہے۔تمام مفسرین اس کو ایک واقعی جھگڑا یا مباحثہ سمجھتے ہیں جو خدا اور فرشتوں میں ہوا– تعالیٰ شانہ عما یقولون–تنقیح البیان کے ص ۴۵ میں بھی یہ عبارت منقول ہوئی ہے۔

پھر خان صاحب بہادر ص ۵۲ میں لکھتے ہیں: خدا نے انسانی فطرت کے زبانِ حال سے آدم و شیطان کے قصہ یا خدا اور شیطان کے مباحثہ کے طور پر اس فطرت کو بیان کیا ہے، چناں چہ یہ عبارت تنقیح البیان کے ص ۴۹ میں بھی منقول ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ آیت: وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ سے اُولٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ تک دس آیتوں میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے پیدا کرنے اور فرشتوں سے سجدہ کرانے اور شیطان کے روگردان ہونے کا ذکر ہے، جس کو تمام مفسرین اور سب اہل دین قرآن اور حدیث کی رو سے واقعی راست راست قصہ جانتے ہیں، چناں چہ خان صاحب بہادر بھی اس کے مقر ہیں اور قرآن مجید میں مکرر اس کا ذکر آیا ہے۔اور احادیث صحاح ستہ وغیرہا سے بھی ثابت ہے جس کے ضمن میں فرشتوں اور ابلیس کے وجود کا ایمان داروں کو یقین آجاتا ہے–کما فی تفسیر فتح العزیز وغیرہ–

خان صاحب بہادر اس کو معما اور چیستان اور امر موہوم جان کر واقعی جاننے والوں کو گویا بے دین مانتے ہیں کہ ان کے حق میں–تعالیٰ شانہ عما یقولون– لکھتے ہیں: حق تعالیٰ جب ایک ذکر صاف بیان فرمائے اور رسول کریم ﷺ بھی موافق اس کے بتائیں اور سارے مفسرین مجتہدین و محدثین بھی اس کو ایک سچا قصہ مانیں، نیز جمہور اہل کتاب بھی بموجب حکم توریت وانجیل کے اس واقعہ پر ایمان لائیں اور واقعی جانیں جیسا کہ خود خان صاحب بہادر ص ۵۳ تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں: توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے فرشتوں سے کہا کہ ہم آدمی کو اپنی صورت پر بنائیں– انتہی –تو پھر خان صاحب بہادر اس کو جھگڑا یا مباحثہ جان کر اس کے منکر بن جائیں تو اسی کا نام الحاد اور دین حق میں فساد ہے–نعوذ باللہ العظیم من ہذا الذنب الجسیم–

تنقیح البیان کے ص ۴۶ میں دبستان المذاہب مطبوعہ لکھنو ۱۸۷۷ء کے ص ۳۴۳ سے ۳۴۶ تک نقل کیا ہے کہ بعضے فلاسفہ بے دین نے جو اپنی عقل پر بہت نازاں تھے انہوں نے عقلی دلیلیں پیدا کر کے حضرت آدم کے قصے اور شیطان کے انکار اور جنت اور نار وغیرہا کو وہمی باتیں تصور کر کے ان سب چیزوں کی تاویلیں کی ہیں۔ پھر اسی تنقیح البیان میں دبستان المذاہب کے ص ۴۹۹ سے لکھا ہے اور مسیلمہ کذاب کی کتاب میں جسے وہ کتاب آسمانی اور وحی کہتا تھا لکھا ہے: یہ جو کہتے ہیں کہ خدا نے ابلیس کو سجدۂ آدم کا حکم دیا اور اس نے انکار کیا اور اسی وجہ سے مردود ہوا یہ قول کفر ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کسی غیر کو سجدہ کرنے کا کبھی نہیں حکم دیتا اور اس نے کوئی شیطان جو آدمیوں کو گمراہ کرے پیدا نہیں کیا ہے، کوئی شیطان موجود نہیں دیکھو دبستان المذاہب ص ۴۹۹۔

انہیں باتوں کو خان صاحب بہادر بڑی فضول اور طول بیان کے ساتھ کئی ورقوں پر لکھا ہے یہ مضمون تنقیح البیان سے منقول ہوا ہے۔ پس بے شک خان صاحب بہادر قرآن وحدیث اور توریت وانجیل کے بیانوں سے منکر ہو کر بے دین فلاسفہ وغیرہم کے پیرو ہوئے- اللہ تعالیٰ پناہ دے-

اور یہ جو خان صاحب بہادر تفسیر القرآن کے ص ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ بعض اکابر اسلام کا بھی یہی مذہب ہے جو میں لکھتا ہوں اور امام محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں یہی مسلک اختیار کیا ہے الخ۔ چناں چہ یہ عبارت تنقیح البیان کے ص ۴۸ میں بھی منقول ہوئی ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ خان صاحب بہادر کا یہ بہتانِ عظیم ہے حضرت ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ پر، کیوں کہ قطب صمدانی عارف شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں لکھتے ہیں کہ سب اکابر کا عموماً اور حضرت محی الدین ابن عربی کا خصوصاً یہی اعتقاد ہے کہ ملائکہ اور دوزخ اور بہشت وغیرہا سب حق ہیں اور احکام ظاہری شرع کے تمام مسلم اور درست ہیں جیسا کہ اہل سنت کے نزدیک محقق ومقرر ہے اور اس پر بھی اکابر اہل اسلام نے تصریح کی ہے کہ فصوص الحکم وغیرہ میں یہود نے تدلیسات کی ہیں جیسا کہ مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں، نیز ردالمحتار میں لکھا ہے۔

اور یہ امر بھی اہل علم پر ظاہر ہے کہ صوفیہ کرام قرآن وحدیث کے ظاہری اور اصلی معنی کو تسلیم کر کے دوسرے معنی بھی بطور اظہار اسرار کے بیان کرتے ہیں اور یہ کشفی باتیں عندالشرع کسی پر حجت نہیں اور نہ تفسیر میں داخل ہیں- کما صرح بہ فی الاتقان وغیرہ- بلکہ صرف بطور عبرت ونصیحت

کے ہوتی ہیں نہ یہ کہ خدانخواستہ صوفیا کرام خان صاحب بہادر کی طرح ظاہر احکام شرعی سے منکر ہو کر خام خیال کے پیچھے لگ کر ملحدانہ چال چلتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک الغرض سوا آیاتِ متشابہات کے سارا قرآن مجید قصص ہوں یا احکام اپنے ظاہری معانی پر محمول ہیں اور یہ ہی عقیدہ ہے فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا۔

اول خان صاحب بہادر کا دعویٰ تھا کہ ہم اہل ظواہر سے ہیں سو اب اہل ظواہر کو بھی چھوڑ گئے خان صاحب بہادر کے انتقالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ اور لباس پہننا ہے۔اب دیکھو کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے :

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ o (سورۂ بقرہ:۲/۳۴)

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو پس سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے انکار کیا اور تکبر اور غرور۔

پھر سورۂ اعراف کے دوسرے رکوع میں ہے :

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ o (سورۂ اعراف:۷/۱۱)

پھر ہم نے کہا فرشتوں کو کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

پھر سورۂ حجر کے تیسرے رکوع میں ہے :

فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ o (سورۂ حجر:۱۵/۳۰)

پس سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا۔

اس کے پیچھے شیطان کو ارشاد ہوا :

وَ اِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ o (سورۂ حجر:۱۵/۳۵)

اور بے شک تجھ پر لعنت ہے قیامت تک۔

پھر سورۂ بنی اسرائیل کے ساتویں رکوع کے ابتدا میں ہے :

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ o (سورۂ اسرا:۱۷/۶۱)

یعنی اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرہ پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے نہ کیا۔

پھر سورۂ کہف کے نصف میں ہے :

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ o (سورۂ کہف:۱۸/۵۰)

اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان جو جنوں سے تھا پس شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردان ہوا۔

پھر سورۂ ص کے اخیر رکوع میں ہے :

فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ o (سورۂ ص:۳۸/۷۳،۷۴)

پس سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے تکبر کیا اور کافر ہوا۔

پھر جب اسے پوچھا گیا کہ تو نے کیوں نہ سجدہ کیا تو اس نے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ o (سورۂ ص:۳۸/۷۶)

میں آدم سے اچھا ہوں مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔

تو اسی سے وہ بہشت سے نکالا گیا اور رجیم اور لعنتی ہوا قیامت تک۔ پھر اس نے عرض کے: اے رب مجھے قیامت تک مہلت دے یعنی کہ نہ مروں۔

رب نے فرمایا: بے شک تو مہلت والوں سے ہے قیامت تک۔ شیطان نے کہا پس تیری عزت کی سوگند کر کے کہتا ہوں کہ بنی آدم سب کو گم راہ کروں گا مگر انہیں سے جو تیرے خالص بندے ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ یہ تیری بات سچ ہے اور میں بھی کہتا ہوں کہ ضرور تجھ سے اور تیرے سب کے سب تابع داروں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ یہ ترجمہ ہے آیات سورۂ ص کا۔

پس غور کرو کہ جس نے خان صاحب بہادر کی طرح فرشتے اور شیطان اور جن کو موہوم چیزیں خیال کر کے ان کے وجود اور واقعی ہونے اس گفتار اور تکرار سے انکار کیا تو بے شک قرآن مجید کی چھ سات سورتوں کی بہت سی آیتوں سے منکر ہوا۔نعوذ باللہ الکریم من ہذا الکفر العظیم۔اور یہ جو اس قصہ کے زبان حال سے وہمی بیان ہونے پر تفسیر القرآن کے ص۵۴۳ میں زمین اور آسمان اور دوزخ کے بولنے کو (جو قرآن مجید میں مذکور ہے) دلیل گردانا گیا ہے۔

یعنی صاحب تفسیر القرآن کا یہ خیال ہے کہ جس طرح قرآن میں زمین وآسمان اور دوزخ کے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا زبانِ حال سے مذکور ہے ویسا ہی قصہ آدم و شیطان و ملائکہ کا وہمی طور پر زبان حال سے مذکور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب دانشمندوں کی عقل کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق الخلق نے ہی انسان کو زبان اور بیان دے کر دوسری ذی روح چیزوں پر ممتاز کیا ہے۔ پس اگر وہی خالق الکل اب چاہے کہ غیر ناطق چیزیں مجھ سے بات چیت کریں تو ہرگز کوئی بھی مانع نہیں کہ حیوانات یا جمادات یا نباتات اللہ تعالیٰ کے ارادے سے اپنا تخالف ظاہر کریں، اس کی قدرت سب پر عیاں ہے کہ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ فرمان ہے۔

پس خان صاحب بہادر جو زمین وآسمان دوزخ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے جواب میں بات چیت کرنے کو زبانِ حال سے بطور وہمی خیال کر رہے ہیں یہ اُن کی غلط فہمی اور پناہ بخدا انکار قدرت الٰہیہ کا ہے۔پس جس خالق نے انسان کو زبان بخشی اور قوتِ تکلم عطا فرمائی اگر وہی ذوالجلال و الاکرام دوسری چیزوں کو جو ہماری نظروں میں بے زبان اور غیر حیوان ہیں زبان دے دے اور وہ چیزیں اللہ تعالیٰ سے کلام کریں اور باری تعالیٰ اپنے کلام صداقت نظام میں اس کا بیان فرمائے تو وہ کون مسلمان ہے کہ اس میں شک لائے پھر جن صوفیوں کی باتوں پر اعتبار کر کے خان صاحب بہادر برائے نام ان سے اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہیں ان میں سے ایک جلیل القدر صوفی کا بیان ہے:

بادوخاک وآب وآتش بندہ اند	بامن وتو مردہ باحق زندہ اند
پیش حق آتش ہمیشہ در قیام	ہمچو عاشق روز وشب پیچان مدام

الحق صوفیوں سے اپنا اتفاق ظاہر کرنا خان صاحب بہادر کا عوام اہل اسلام کو دھوکہ دینا ہے کہ ان کے دام میں پھنس جائیں ورنہ کہاں صوفیا کرام کی مقال اور کہاں ان کی بول چال۔اللہ تعالیٰ

سیدھے راستہ پر لائے اور پیچ وخم سے بچائے۔

چوتھا خام خیال خان صاحب بہادر کا یہ ہے کہ نبیوں کے معجزات کا اِنکار کرتے ہیں، چناں چہ تفسیر القرآن کے ص ۱۲۸ میں جو تنقیح البیان کے ص ۱۱۷ میں بھی منقول ہے لکھا ہے کہ ہم آیاتِ بینات سے جہاں کہ وہ خدا کی طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہیں لیتے جس کو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہیں گو مفسرین نے اکثر مقامات میں بلکہ قریباً کل مقامات میں ان الفاظ سے معجزات ہی مراد لیے ہیں، مگر یہ غلطی ہے معجزہ پر آیت یا آیات کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ معجزہ امر مطلوب پر یعنی اثباتِ نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔اھ۔

پھر ص ۱۳۵، ۱۳۶ میں ہے: تم کو رسول خداﷺ کے حال سے ظاہر ہوگا کہ آں حضرت نے نہ کسی ایک شخص کے اور نہ کسی گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں کہا کہ اس کے پہلے اس کے سامنے کوئی خرقِ عادت کی ہو۔ الی قولہ۔ اور اس کا ثبوت خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے جہاں خدا نے آں حضرت سے فرمایا ہے :

وَقَالُواْ لَن نُّؤْمِنَ لَکَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الأَرْضِ يَنبُوعاً، أَوْ تَكُونَ لَکَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الأَنْهَارَ خِلالَهَا تَفْجِيراً، أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاء كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفاً أَوْ تَأْتِيَ بِاللّهِ وَالْمَلآئِكَةِ قَبِيْلاً، أَوْ يَكُونَ لَکَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاء وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّکَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَاباً نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إَلاَّ بَشَراً رَّسُولاً، وما منعنا ان نرسل بالأيٰت الا ان كذب بها الاولون .

اور ترجمہ ان آیات کا جو خان صاحب بہادر نے لکھا ہے وہ حاشیہ پر منقول ہوتا ہے۔(مصنف نے ترجمہ حاشیہ میں نقل کیا تھا ہم اسے سہولت کی خاطر متن میں نقل کر رہے ہیں۔ مرتبین)

کافر کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو زمین پھاڑ کر ہمارے لیے چشمہ نہ نکالے یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ نہ ہو جس کے بیچ میں تو بہتی ہوئی نہریں نہ نکالے دُور سے بہتی ہوں یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ ڈالے یا خدا اور

فرشتوں کو اپنے ساتھ نہ لائے یا تیرے لیے کوئی مزین گھر نہ ہو یا تو آسمان پر چڑھ نہ جائے اور ہم تو تیرے منتر پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم پر ایسی کتاب نہ اُترے جو ہم پڑھ لیں (اس پر خدا اپنے پیغمبر سے کہتا ہے کہ) تو ان سے کہہ دے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں مگر رسول (اور فرمایا کہ) نہیں روکا ہم کو آیات کے پہنچنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا ان کو اگلوں نے تفسیر القرآن ص ۱۳۵، ۱۳۶۔

پھر ص ۱۳۹ میں ہے: هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةً کیوں کہ وہ اونٹنی فی نفسہٖ کوئی معجزہ نہ تھا۔ اور تہذیب الاخلاق میں جمادی الاول تا ماہ رمضان ۱۳۰۹ نبوی مطابق ۱۲۹۶ ہجری، و ۱۸۷۹ء کے صفحہ ۵۰ کی سطر ۲ میں لکھا ہے کہ معجزات حقیقت میں ایک بہان متی کا سانگ تھا۔ انتہی کذا فی تنقیح البیان ص: ۱۳۷۔

فقیر کہتا ہے کہ مطلب خان صاحب بہادر کا معجزات کے انکار سے اور علی ہذا جبریل امین علی نبینا وعلیہ السلام کے وجود اور آنے جانے کے انکار سے اپنی پیغمبری کا بسہولت ثابت کر لینا ہے کہ جیسا اگلے نبیوں سے کوئی معجزہ نہیں ہوا تھا اور نہ کوئی فرشتہ ان کے پاس وحی لے کر آیا صرف دلی خیالات سے وہ نبی مانے گئے تھے ویسا ہی خان صاحب بہادر بدون کسی معجزہ ونزول وحی کے صرف اپنے مجنونانہ خیالات سے شرعِ اسلام کو نسخ اور تبدل کر کے اپنی پیغمبری کا ڈنکہ بجا رہے ہیں مگر حاشا وکلا:

کلاہِ خسروی وتاجِ شاہی ☆ بہر کل کے رسد حاشا وکلا

جب تک علمائے اِسلام موجود ہیں ایسے بے صرفہ گو اور علم دین سے عاری کب قرآن کو تبدیل وتحریف معنوی کر سکتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی خدا کا بندہ کمر بستہ ہو کر دندان شکن جواب لکھ دیتا ہے اور عقل ونقل دونوں کی رو سے غلطی ظاہر کر دکھاتا ہے، تاکہ مسلمان بھائی ایسے دین کے بگاڑنے والوں کے پنجہ سے نجات پائیں۔

خان صاحب بہادر جب خود مقر ہیں کہ مفسرین نے آیات سے معجزات مراد لیے ہیں، مگر یہ ان کی غلطی ہے در حقیقت مفسرین کی غلطی نہیں کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں قرآن وحدیث کے مطابق لکھتے ہیں جیسا کہ منقولاتِ صدر سے دین داروں پر روشن ہو چکا ہے اور یہاں پر بھی خان صاحب کی آیات منقولہ سے جو نفی معجزات سرور کائنات ﷺ پر دلیل لکھے ہیں بخوبی ثابت ہے کہ مراد الآیات

سے معجزات ہی ہیں کیا معنی کہ خان صاحب بہادر سے اللہ تعالیٰ نے آیت وَمَا مَنَعْنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالآیَاتِ اِلَّا اَنْ کَذَّبَ بِهَا الاَوَّلُوْنَ (اورہم کو منع نہیں کیا معجزات کے بھیجنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا ان معجزوں کو پہلوں نے ۔۱۲منہ) کو جو پہلے آیاتِ منقولہ کے ماقبل کی ہے اسے مابعد نقل کرا دی تاکہ اظہارِ حق کما ینبغی ہو جائے۔

اس لیے کہ مراد اس آیات کے لفظ ''الآیات'' سے معجزات ہی بن سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی آیات کے نازل کرنے سے کبھی نہیں رکا سارا قرآن تمام وکمال نازل ہو گیا البتہ معجزات کو دیکھ کر جب کفار ایمان نہ لائے اور بے ایمانی وتکذیب پر ہی اصرار کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے معجزات کا ظاہر کرنا جب تک مصلحت دیکھی روک دیا تاکہ دُنیوی عذاب میں توقف رہے اور توبہ کا موقع ملا ہے۔سبحان من سبقت رحمتہ علی غضبہ- اور ایسے معجزات مقترحہ کفار کا اظہار کرنا جن کے طلب کرنے میں کافروں کی نیت راستی پر آنے کی نہ ہو بلکہ صرف جھگڑنا اور جھٹلانا ہی منظور ہو کچھ قرین مصلحت نہیں ہے۔اگر اس قسم کے معجزات کسی خاص وقت میں کسی اگلے نبی یا آں حضرت صلی اللہ علیہ واخوانہ وعترتہ وسلم سے ظاہر نہ ہوئے تو کچھ قباحت نہیں چہ جائیکہ اس سے نفی معجزات کی پائی جائے جیسا کہ خان صاحب بہادر کا خیال ہے، کیوں کہ پھر دوسرے وقتوں میں بہت سے معجزات جو ان معجزات مقترحات سے بڑھ کر اچنبا تھے آپ سے ظاہر ہوئے جس پر قرآن وحدیث ناطق ہے جس کا عنقریب ذکر آتا ہے۔

پس پہلی آیات سے ثابت ہے کہ معجزہ مقترحہ کفار سے انکار تھا اور اخیر کی آیت صریح فرما رہی ہے کہ معجزات ہمیشہ جاری رہے صرف کفار کی شرارت کے سبب کبھی انہیں رکاوٹ ہو گئی۔ اب ان آیات کا (جن کو خان صاحب بہادر پادریوں کی طرح نفی معجزات پر دلیل لائے ہیں باوصف یہ کہ علما اسلام نے اس کے شافی جواب دیے ہیں چناں چہ فقیر نے بھی نغمہ طنبوری کے رد میں کسی قدر لکھا ہے)۔

مطلب یہ ہوا کہ کفار نے مکابرہ اور بے ادبی کی راہ سے آں حضرت ﷺ کو کہا کہ ہم تیری بات کبھی نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لیے پانی کا چشمہ جاری نہ کرو) یعنی جیسا کہ موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے کیا تھا یا تمہارے لیے ایک باغ ہو جس میں میوے اور نہریں ہوں یعنی جیسا کہ

ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام پر آتش نمرود باغ ہوئی (یا ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرادو) جیسا کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور اونچا کیا گیا تھا) یا تم خدا اور فرشتوں کو اپنے ساتھ لاؤ) یعنی جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام سے خدا کے دیکھنے کو کہا تھا) یا تمہارے لیے سنہری گھر ہو) یعنی بہشت جیسا کہ ادریس بہشت میں چلے گئے تھے) یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ یعنی جیسا کہ مسیح آسمان پر چڑھ گئے تھے) اور ہم ہرگز یقین نہیں کریں گے تمہارے چڑھنے کو جب تک کہ اتارلاؤ ہم پر ایک کتاب جو ہم پڑھ لیں) یعنی جیسا موسیٰ توریت کے الواح لائے تھے خدا نے فرمایا: یا محمد! تو کہہ رب میرا پاک ہے میں اور تو کچھ نہیں مگر ایک آدمی پیغام کے پہنچانے والا ہوں پھر بموجب نقل کرنے خان صاحب بہادر کے ان آیتوں کو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کو ایسے معجزات کے بھیجنے سے اور کوئی رکاوٹ نہیں، مگر یہ کہ پہلے بھی سب لوگوں نے ایسے معجزات دیکھ کر تکذیب ہی کی تھی اور ایمان نہیں لائے تھے یعنی معجزہ تو صرف وسیلہ ایمان دلانے کا ہے نبی کی تصدیق پر کفار کے عاجز کرنے کی راہ سے۔

پھر جب معجزہ سے ایمان کی اُمید نہ ہو کافر عناد وفساد کے رو سے جھگڑا قائم کرنے کو معجزہ طلب کریں تو اس کے دکھلانے سے کیا فائدہ۔ اس لیے معجزات مقترحہ کے دکھلانے کی نبیوں کو کچھ ضرورت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کو متقیوں کی ہدایت منظور ہے۔ **ھدی للمتقین** قرآن کی صفت ہے اصلی کافروں اور فاسقوں کی ہدایت کے لیے نبی نہیں آئے ان پر صرف الزامِ حجت کرنا ہوتا ہے **واللّٰہ لا یھدی القومَ الظٰلِمین** اور **الکافرین** اور **الفاسقین** وارد ہے۔ تفسیر فتح العزیز سورۃ النازعات میں لکھا ہے :

وفرعون را کہ کافر ازلی بود غرض الزام حجت وتخویف محض بود۔ انتھی

نیز ظہور معجزات کا باذن اللہ ہے۔ انبیا تابع مرضی الٰہی کے ہوتے ہیں۔ متصرف حقیقی اور فاعل حقیقی باری تعالیٰ ہی ہے۔ نبی اس کے محکوم و مامور ہیں۔ جب خدا چاہتا ہے ان کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کردیتا ہے اور جب نہیں چاہتا ہے ظاہر نہیں فرماتا ہے۔ اس کی حکمت وہ خود خوب جانتا ہے۔ چناں چہ یہی اُلوہیت اور عبودیت کا تقاضا ہے۔

پھر ان آیات سے انکار معجزات نکالنا قرآن پر ایمان لانے والوں کا کام نہیں ہے۔ الغرض یہ آیتیں مطلقاً معجزہ کی نفی پر ہرگز دلالت نہیں کرتی ہیں بلکہ اگلے نبیوں کے معجزات پر اِشارہ کر رہی

ہیں، چناں چہ ان کے ترجمہ میں فقیر نے لکھا ہے پس صرف معجزہ مقترحہ اور کارخانۂ خدائی میں شرکت کی نفی پر یہ آیت بینات دال ہیں دیکھو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جن کا وجودِ مسعود ہی معجزہ تھا اور قرآن مجید میں ان کے بہت سے معجزات کا ذکر ہے وہ بھی معجزہ مقترحہ کے دکھلانے سے انکار کر جاتے تھے جس سے درجہ عبودیت بھی روشن ہو جاتا تھا جیسا کہ انجیل مرقس کے باب ۸ کی آیت (۱۱،۱۲) سے ظاہر ہے۔

الحاصل خان صاحب بہادر کی غلطی پر اہل علم وعقل کو یقین اگر دل سے مان لینا لازم ہو گیا کہ مفسرین کی غلطی نہیں بلکہ صرف خان صاحب ہی لفظ لفظ میں غلطی کر رہے ہیں۔ دیکھو **لِــرُقِيِّكَ** مشدد کے معنی منتر کر رہے ہیں جیسا کہ ان کا ترجمہ منقولہ حاشیہ ص ۴۷ بتا رہا ہے جس پر اطفالِ مکتب بھی ریش خند کر رہے ہیں کہ **رقیک** مشدد کے معنی چڑھنے کے ہیں جس پر قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیریں اور لغت کی کتابیں شاہد ہیں۔ خدا کرے بے علم اور بے ہدایت کوئی نہ ہو۔

اب مناسب وقت ہے کہ اختصار سے پہلے نبیوں کے معجزاتِ قرآنی ذکر کروں تا کہ دینداروں کو تفسیر القرآن کی واہیات سے کمالِ نفرت حاصل ہو۔ سورۂ والصافات میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ السلام نے جب کافروں کے بت توڑے اور لاجواب کیا تو انہوں نے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قَالُوْا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ○ (سورۂ صافات:۳۷/۹۷)

یعنی کافروں نے باہم کہا کہ ابراہیم کے لیے ایک عمارت بناؤ یعنی اس میں بہت آگ جلاؤ پھر اس کو اس آگ میں ڈال دو۔ کذا فی فتح الرحمٰن وغیرہ۔

اور سورۂ انبیا میں ہے :

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِى بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ○ (سورۂ انبیاء:۲۱/۶۸)

یعنی کافروں نے آپس میں کہا کہ ابراہیم کو جلاؤ اور اپنے خداؤں کو مدد دو اگر کرنا ہے۔ القصہ آگ میں ڈالا تو خدا نے فرمایا: ہم نے کہا اے آگ سرد اور سلامت ہو ابراہیم پر ۔کذا فی فتح الرحمٰن وغیرہ۔

دیکھو آگ کا گلزار بنا دینا کیسا اپنے دوست کا معجزہ ظاہر کرنا ہے اور سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَا النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ٥ (سورۂ اسراء:۵۹/۱۷)

یعنی اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی تا کہ نشان ہو پس ظلم کیا اس کے ساتھ۔

اور سورۂ اعراف میں ہے :

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً ٥ (سورۂ اعراف:۷۳/۷)

یعنی حضرت صالح علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا بے شک آئی ہے تمہارے لیے دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی ہے خدا کی تمہارے لیے نشانی۔

اور سورۂ الشّمس میں ہے :

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْیٰهَا ٥ (سورۂ شمس:۱۳/۹۱)

یعنی پس کہا ان کو خدا کے رسول نے جو حضرت صالح علی نبینا وعلیہ السلام تھے چھوڑ دو خدا کی اونٹنی اور اس کے آبخورہ کو خدا کی اونٹنی۔ اس لیے کہا کہ بلا واسطہ ماں باپ کے بہ حکم خدا پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور دلیل اور نشانی تھی قیامت پر اور مردوں کے زندہ ہونے پر۔ کذا فی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہما میں لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ جنگ تبوک میں جب ثمود قوم صالح کے مکانوں میں پہنچے تو آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ ان کے کنوں سے پانی نہ پیو اور اپنے چوپایوں کو بھی نہ پلاؤ اور ان کے مکانوں میں نہ جاؤ مگر روتے اور پھر آپ نے سر مبارک پر چادر اوڑھی اور جلد اس وادی سے گزرے۔

پھر تفسیر معالم التنزیل میں اس کے اخیر میں بہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: اما بعد تم اپنے رسول سے معجزے نہ طلب کیا کرو، یہ قوم صالح کی انہوں نے اپنے رسول سے اونٹنی کا سوال کیا تھا اللہ تعالیٰ نے معجزے سے اونٹنی پیدا کی، پس انہوں نے خدا کے حکم سے سرکشی رکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کیا۔ یہ ترجمہ ہے حدیث بخاری و ترمذی ومحی السنہ کا۔

سورۂ اعراف میں ہے :

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَ نَزَعَ يَدَهُ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ o (سورۂ اعراف:۱۰۶/۷)

یعنی فرعون نے کہا: اگر تو یعنی اے موسیٰ لایا ہے کوئی معجزہ پس حاضر کر اگر تو سچا ہے دعویٰ پیغمبری میں پس ڈالا یعنی موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنا عصا پس اچانک وہ عصا ظاہراً اژدہا ہوگیا اور باہر لایا یعنی موسیٰ اپنا ہاتھ پس اچانک وہ ہاتھ نورانی ہوا دیکھنے والوں کے لیے۔

پھر بعد اس کے آٹھ آیت چھوڑ کر جہاں ذکر ہے کہ جادوگروں نے رسیوں کو سانپ بنا دیا فرمایا :

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ o (سورۂ اعراف:۱۱۷/۷)

یعنی اور ہم نے وحی بھیجی موسی کی طرف کہ تو ڈال دے اپنا عصا پس اچانک وہ عصا نگل جاتا ہے ان کے جھوٹ ظاہر کرنے کو۔

پھر دو آیت کے بعد فرمایا :

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ قَالُوْا آمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ o (سورۂ اعراف:۱۲۰/۷،۱۲۱)

یعنی اور ڈالے گئے جادوگر سجدہ کرنے والے کہا انہوں نے ہم ایمان لائے پروردگار عالمیان پر جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ! جادوگر کافر بھی نبیوں کے معجزے دیکھ کر ایمان لاتے تھے اور خان صاحب بہادر مسلمانوں سے کہلا کر معجزوں سے منکر ہو کر ان کو سانگ بتاتے ہیں۔ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تابکجا۔

سورۂ آل عمران میں ہے :

اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ

اُبْرِئُ الاَکْمَهَ وَالاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ o (سورۂ آل عمران::۴۹/۳)

یعنی حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے شکل پرندہ کی مانند پس میں پھونکتا ہوں اس میں پس ہو جاتا ہے پنکھی خدا کے حکم سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردہ کو بہ حکم خدا۔

پھر سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ انہیں معجزوں کا حضرت عیسیٰ کو دینا تصدیق فرماتا ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے :

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِی فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِی وَ تُبْرِئُ الاَکْمَهَ وَالاَبْرَصَ بِاِذْنِی وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ o (سورۂ مائدہ::۱۱۰/۵)

یعنی اور جب تو یعنی اے عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام پیدا کرتا ہے مٹی سے مانند شکل مرغ کی میرے حکم سے پس تو پھونکتا ہے اس میں پس ہو جاتا ہے پنکھی میرے حکم سے اور تو اچھا کر دیتا ہے مادرزاد اندھے اور کوڑی کو میرے حکم سے اور جب تو نکالتا ہے مردوں کو یعنی قبروں سے میرے حکم سے۔ کذا فی فتح الرحمٰن وغیرہ۔

پس ان قرآن کے محکم حکموں کی رو سے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر معجزات سے ان کی تائید کی ہے اور خان صاحب بہادر معجزات سے منکر ہو کر اور ان کو سانگ بتا کر اہل اسلام سے بھاگے جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

اب یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعترتہ وسلم اجمعین کے بعضے معجزۂ قرآنی ذکر کروں تا کہ خان صاحب بہادر کا پورا رد ہو جائے، اور شاید کہ ہادی حقیقی ان کے انکار کو اقرار سے بدل دے۔ سورۂ قمر کی ابتدا ہے :

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَ اِنْ یَّرَوْا آیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ o (سورۂ آل عمران::۵۴/۱،۲)

یعنی قیامت نزدیک آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور کافر بے دین معجزہ دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے ہمیشہ کا۔

عیسائی علما اعتراض کرتے ہیں کہ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہ شق القمر قیامت میں ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ سب کے سب مفسر متفق ہیں اس پر کہ یہ شق القمر بہ اِشارہ شہادت خیرالبشر ﷺ حسب اِستدعاے کفار ہے۔کسی مفسر نے جو یوں لکھا کہ قیامت کو ہوگا تو مطلب اس کا بیان ضعف اس توجیہ کا تھا جیسا کہ ذکر کرنا اس کا لفظ قِیْلَ سے اس پر شاہد ہے کیوں کہ آیت وَ اِنْ یَّرَوْا آیَۃً اس توجیہ کو باطل کر رہی ہے۔کیا معنی کہ قیامت کو تو کوئی معجزہ کافروں کو نہیں دکھایا جائے گا جس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ یہ قدیم کا جادو ہے،تو اب صاف ثابت ہوا کہ شق القمر واقع ہوا جس کو دیکھ کر ابوجہل وغیرہ نے جھٹلایا اور جادو بتایا چناں چہ سب حدیثوں کی کتابوں میں یوں ہی لکھا ہے۔

پس عیسائی علما بہ سبب اپنی کم علمی یا ہٹ دھرمی کے اس کو نہیں مانتے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، کیوں کہ حاسدین کیا کیا نہیں کہتے۔مسلمانوں کے علما مفسرین اور محدثین کے سچے بیان کے علاوہ غیر دین والوں نے بھی اس معجزہ کے واقعہ ہونے کو مانا ہے۔

رسالہ حجت احمدی مطبوعہ بنگلور واقعہ ۱۲۹۸ ہجری کے ص ۳۵ میں لکھا ہے اور محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ کے مقالہ یازدہم میں لکھا ہے کہ یہ معجزہ شق القمر کا سامری نام راجہ ملیبار نے جو کرناٹک میں تھا بچشم خود دیکھا اور اپنے دفتر میں لکھوا دیا،اور جب حبیب بن مالک اور مالک بن دینار تاجران عرب سے آئے اور ان سے دریافت کیا اس معجزہ کی تصدیق پا کر ایمان لایا اور دوسری تواریخ سے پایا جاتا ہے کہ راجہ بھوج حاکم دکن نے یہ معجزہ شق القمر اپنی آنکھ سے دیکھا اور اس سے راجہ سراندیپ نے سنا اور پنڈتوں سے دریافت کر کے بعدِ تصدیق ایمان لایا۔انتھی ،علی ہذاالقیاس۔

اور معجزاتِ قرآنی آں حضرت ﷺ کے ایسے ہیں جن کو اہل کتاب بھی تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن کے ص ۱۲۱ میں لکھا ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے تو بکثرت معجزے دکھائے ہیں جیسا کہ آل عمران رکوع ۲، وانفال رکوع ۵ وغیرہ مقاموں میں مذکور ہے جن کا اقرار علماے اہل کتاب نے بھی کیا ہے۔دیکھو فہرست قرآن مرتبہ پادری ویری صاحب مطبوعہ لدیانہ ۱۸۷۶ء کے ص ۳۵ میں۔انتھی ملخصاً

اور جو معجزے سرور عالم ﷺ کے صحیح حدیثوں میں مروی ہیں ان کا ثبوت بھی قرآن مجید سے ہو

سکتا ہے جیسا کہ رئیس اہل تمیز مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر الفتح العزیز کی پہلی جلد میں بذیل آیت وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ وَ مَا یَکْفُرُ بِھٰذَا اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ کے لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یوں بھی ہوسکتے ہیں کہ یہودی لوگ اگرچہ حضرت جبرئیل کی عداوت سے کافر ہوئے، مگر یہ بات قرآن کے انکار کا موجب نہیں ہوسکتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بلا واسطہ جبرئیل کے تم پر یا محمد ﷺ بہت معجزے اُتارے ہیں جیسا کہ آپ کے فراق میں ستون کا واویلا کرنا، درختوں نے آپ کا حکم ماننا، اونٹوں اور ہرنوں نے آپ کے پاس شکایات اور عرض حاجات کرنا، پتھروں اور پہاڑوں کا آپ کو سلام کرنا اور آپ کا باوجود اُمی ہونے کے علماے یہود وغیرہم کو جواب باصواب دینا اور ماسوائے اس کے کئی معجزے کہ سب مل کر تمہاری پیغمبری کے صحیح ہونے پر یقین دِلا دیتے ہیں اور ایسے باترتیب اور دیکھے گئے معجزوں کا انکار نہیں کرسکتا ہے، مگر وہی شخص جو کہ دین اسلام کے دائرے سے بالکل نکل جائے اور کسی دین اور آئین پر ایمان نہ لائے یعنی اگر دوسرے کسی دین کو مانے تو تو اس پیغمبر صاحب دین کے معجزوں کو بھی اسے ماننا پڑھے گا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ معجزے اور ایسا ہی صدہا دوسرے معجزے جو آں حضرت ﷺ سے ظاہر و مشتہر ہوئے ہیں اگر ان کی سندیں صحیح حدیثوں کی رو سے نقل کروں تو ایک دفتر طویل الذیل مرتب ہو جائے اس لیے اتنے ہی ذکر پر کفایت کر کے اس کے نتیجہ پر مطلع کرتا ہوں کہ سب کے نزدیک قرآنی اور متواتر اور مشہور معجزوں کا انکار کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے، اور منجملہ الحاد کے ہے، اس لیے بعضے علما غیر مقلدین نے بھی خان صاحب بہادر کے دجال ہونے کو ثابت کیا ہے۔

تنقیح البیان کے ص ۲۲۲ میں درج ہے کہ کتاب آثار القیامہ مصنفہ مولوی صدیق حسن خان کے ص ۲۳۹ میں منجملہ تیس نفر دجالوں کے جن کی خبر صحیح حدیثوں میں آئی ہے خان صاحب بہادر کو اٹھائیسواں دجال شمار کر کے ان کی صفت یوں لکھی ہے کہ ان دنوں میں بہ عہد برطانیہ ۱۲۷۳ ہجری کے بعد ایک شخص سید احمد خان نامی کاشمیری الاصل دہلوی الوطن جو پہلے صدر امین پھر صدر الصدور تھا اور اب ایس آئی کے خطاب سے مشہور ہے نیچری مذہب کا بانی ہوا ہے فرشتوں اور شیطانوں اور جنوں کے وجود سے منکر ہے اور اسلام میں غلام بنانے سے انکاری ہے اور نصاری کے ذبیحہ کو حلال

جانتا ہے اور نصاریٰ کے شعار اور لباس اور کھانے پینے وغیرہ میں تشابہ اختیار کرنے کو روا مانتا ہے الخ۔ یہ تحریری تنقیح البیان کے ص۲۲۳ تک ہے۔

اب فقیر کہتا ہے کہ اگرچہ مولوی صدیق حسن بھوپالی نے خان صاحب بہادر کو دجالوں میں شمار کیا ہے مگر خود بدولت بھی بہت سے اصول وفروع میں اہل سنت کے مخالف ہوکر خان صاحب کے موافق ہیں جیسا کہ اجماعِ امت اور قیاسِ مجتہدین کو دلیل شرعی نہیں مانتے۔ دیکھو روضہ ندیہ شرح دربہیہ کا ص۱۱، ۲۰۹۔

اورعرف الجادی کا ص۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸۔ اور یہی مطلب تہذیب الاخلاق ۱۲۹۵ ہجری میں درج ہے اور سب اہل سنت و جماعت کے نزدیک ادلہ شرعیہ چار ہیں: قرآن و حدیث و اجماع امت و قیاس مجتہد۔ قرآن اصل الاصول ہے اور تینوں پچھلے اس کی شاخیں ہیں- کذا فی تفسیر فتح العزیز وغیرہ من التفاسیر وشروح الاحادیث وکتب الاصول-

پھر مولوی صاحب بھوپالی کی اس تحریر میں جو خان صاحب بہادر پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ نصاریٰ کے ذبیحہ کو یعنی جو بسم اللہ سے ذبح کریں حلال جانتے ہیں اور اگر اس سے اہل کتاب کا ذبیحہ تقرب لغیر اللہ یا گردن مروڑی مرغی مراد رکھی ہے جیسا کہ خان صاحب بہادر اس کو بھی حلال جانتے ہیں تو وہ اس سے غیر متبادر ہے، اس پر تصریح واجب ہے اور پھر اسی مسئلہ کے متعلقات میں مولوی صاحب بھوپالی کو خان صاحب بہادر سے اتفاق ہے چناں چہ روضۂ ندیہ کے ص۱۱ میں لکھتے ہیں کہ مشرکین کے ذبائح کا کھانا روا ہے، اورعرف الجادی کے ص۱۱ میں ہے کہ سب کفار کے ذبائح کو خواہ بسم اللہ سے ذبح کریں یا بغیر بسم اللہ کے حلال لکھا ہے۔(۱)

---

(۱) اور فقیر نے بھی یہ کتاب مطبوعہ بھوپال مقام چکوری ضلع گجرات پنجاب میں دیکھی اس میں بصفحہ ۲۳۹ یہ اصل عبارت موجود ہے: دریں زمانہ بہ عہد برطانیہ بعد از ۱۲۷۳ ہجری سید احمد خان نام مردے کشمیری الاصل دہلی الموطن کہ پیشتر صدر ایں بعدہ صدر الصدور بود الحال بخطاب ایس آئی شہرت دارد موجد است نیچریہ گردیدہ از وجود ملائکہ وشیاطین و جنات انکار دارد و استنقاق را در اسلام منکر است و بحلت ذبائح نصاریٰ اختیار وشعار و شعائر؟؟؟ ایشاں ؟؟؟ ماکل ومشارب ومطاعم ومناکح وجذ آں قائل و بحث او دریں ابواب با علما اسلام درپیش مولوی بادوانعلم ڈپٹی کلکٹر ؟؟؟۔

پھر نہج مقبول کے ص ۱۷، ۲۷ میں بھی اسی بات کو بڑی تاکید سے ثابت کیا ہے چناں چہ فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کی بارھویں توضیح میں ان کی اصل عبارتیں، نیز منشاء غلط مع اس کے اردو جواب کے تحریر کیا ہے۔من شاء تمام الاطلاع فلینظر ثَمَّہ ۔

اور خان صاحب بہادر نے بھی تفسیر القرآن کے ص ۲۰۷ میں کافر غیر کتابی کے ذبیحہ کو موافق بھوپال والوں کی تصریحات کے حلال لکھا ہے یعنی کہ قرآن سے اس کی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔اب بھوپال والوں اور خان صاحب بہادر کا متفقہ مسئلہ برخلاف چاروں مذاہب حنفی مالکی شافعی حنبلی کے ہے کہ یہ سارے اہل ایمان کافر غیر کتابی کے ذبیحہ کو بحکم قرآن وحدیث حرام جانتے ہیں جیسا کہ فقیر نے دلائل اس کی حرمت کے بقدر ضرورت رسالہ تصریح ابحاثِ فرید کوٹ میں لکھے ہیں پس مولوی صاحب بھوپال خان صاحب بہادر سے کیوں دست بہ گریبان ہوتے ہیں باوجود اتفاقِ اصول وفروع (۱) کے اگر خوف تطویل کا نہ ہوتا تو بہت سے اصول وفروع میں ان صاحبوں کا اتفاق باہمی اور مخالفت اہل سنت کی بیان کرتا مگر مشتے نمونہ خروار مثل مشہور ہے، اور باطنی دوستوں سے بہ ظاہر بزبان مخالف ہونا انصاف سے دُور ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ غیر مقلدین ہی نیچری ہوئے حامی حقیقی اور ہادیِ حقیقی کے فضل اور کرم سے مقلدین اہل اسلام ایسے تہلکوں سے محفوظ ہیں۔فالحمد للّٰہ رب العالمین حمدا یوافی کرمہ و یکافی مزید کرمہ رجعنا الی ھو المقصود۔

یہاں تک تو خان صاحب بہادر کے اصول عقائد اہل اسلام کے بگاڑنے کا بطور مشت نمونہ خروار بیان کیا گیا ہے۔اب آگے ضروریاتِ دین یعنی فرائض ومحرماتِ اسلامیہ کے انکار وتبدیل کا

---

(۱) انصاف تو یہ ہے کہ مولوی صاحب بھوپالی بھی خان صاحب بہادر سے اتباع ہواءِ نفسانی میں کم درجہ کے نہیں ہیں جیسا کہ حرام کو حلال بنادیتے ہیں ویسا ہی نجس چیزوں کو پاک جانتے ہیں سب حیوانات کے بول وبراز اور منی کو پاک جانتے ہیں اور شراب کو بھی پاکیزہ مانتے ہیں جیسا کہ فقیر نے رسالہ عروۃ المقلدین میں ان کی کتابوں کی عبارتوں سے اس مطلب کو ثابت کیا ہے من شاء فلینظر ثمہ۔۱۲

الحمدللہ حمداً کثیراً کہ ان کی نوابی اور شوکت جس سے حنفیوں کو لعن طعن کررہے تھے ہمارے سامنے ٹوٹے اور جیسے کے تیسے رہ گئے چنانچہ فقیر نے رسالہ عروۃ المقلدین ورسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں جناب باری تعالیٰ سے دعاوالتجا کی تھی ویسا ہی ظہور میں آیا۔فالحمدللہ علی ذلک۔۱۲منہ (۱۳۰۳ہجری)

بھی مختصر ذکر سن لو کہ وہاں بھی خان صاحب بہادر نے کوئی فرق نہیں چھوڑا ہے جیسا کہ تفسیر القرآن کے ص۱۹۰ میں لکھا ہے: کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہیں ہے۔

پھر ص۱۹۴ میں ہے: نماز میں سمت قبلہ کوئی حکم اصلی مذہب اسلام کا نہیں ہے۔

پھر ص۱۰۹ میں ہے: اختیار کرنا سمت قبلہ کا گو وہ کیسی ہی خدا پرستی پر مبنی ہو خوف واندیشہ سے خالی نہیں ہوتا

اور ص۱۷۶ میں لکھا ہے: ہم قدیم سے مومنوں کا اور وحشی سے وحشی لوگوں کا جب حال تحقیق کرتے ہیں تو ان میں بت پرستی کے یعنی ایک شے محسوس کر کے پوجنے کے آثار پائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خصال حضرت ابراہیم کے زمانہ تک معدوم نہیں ہوا تھا اور اس سبب سے حضرت ابراہیم بھی خدا کی عبادت کے لیے ایک بن گھڑا پتھر کھڑا کر لیتے تھے اور یہ رسم حضرت موسیٰ کے وقت تک قائم رہی تھی۔ الی قولہ۔ یہ سمجھنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لیے مخصوص ہے محض غلط ہے۔انتہی۔

پھر ص۱۷۷ کے اخیر میں حضرت ابراہیم کے بن گھڑے پتھر کی خان صاحب بہادر یہ صفت بیان کرتے ہیں کہ جواب ہم مسلمانوں میں حجر اسود' یمین الرحمٰن کے نام سے مشہور ہے۔ پھر تہذیب الاخلاق میں ابتدائے جمادی الاول لغایت رمضان ۱۲۹۶ھ میں اس مضمون کی ذیل میں جس کی سرخی یہ ہے کہ 'مذہب انسان کا امر طبعی ہے' لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اگرچہ کھول کھول کر بتادیا کہ یہ جو کچھ ہے اسی بے نشان کا نشان ہے مگر کوئی خاص سمت اور خاص گھر اس بے نشان کے لیے نہیں ہے، تاہم اس رسم کو موقوف نہیں کیا جس کے سبب سے مسلمانوں میں بیت الحرام قائم ہے۔ الی قولہ۔ اگر زمانہ مہلت دیتا تو شاید یہ بھی نہ رہتا یعنی نہ کالا پتھر نہ سیاہ لباس کا گھر کیوں کہ جو اصول قرار دیے تھے وہ لاتعین کی طرف راجع تھے، انتہی بلفظہ کذا فی تنقیح البیان ص:۱۵۶۔

عباراتِ منقولہ سے ہر ذی علم پر ظاہر ہے کہ خان صاحب بہادر نے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو بے اصل بلکہ بت پرستی قرار دیا ہے، علاوہ اس کے انبیا کو بت پرستوں کی وضع خیال کیا ہے، سو یہ ہذیانات خان صاحب بہادر کی پرلے درجہ کی دیدہ دہانی اور بے ایمانی کی علامات ہیں۔

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واخوانہ وعترہ اجمعین کو جو ماحی الشرک والکفر اور امام الموحدین

ہیں اللہ تعالیٰ نے دوسرے سیپارہ کے پہلے اور دوسرے رکوع میں حسب منشا آپ کو تین مرتبہ حکم دیا ہے کہ آپ مع اپنے اتباع کے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرو، چناں چہ ان آیات کو مع ترجمہ عبارت تفسیر فتح العزیز نقل کرتا ہوں :

فَلَنُوَلِّيَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا o (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۴)

یعنی پس البتہ ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں جو بہ چند وجوہ آپ کو پسند ہے۔ چوں کہ وہ وجہیں معقول ہیں لہٰذا ہم بھی آپ کے پسندیدہ کو پسند فرماتے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْهَکَ .

یعنی پس پھیرا اپنے منہ کو کعبہ کی طرف نماز میں۔

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ o (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۴)

یعنی بطور مسجد الحرام کے کہ اس قبلہ کے دَور پر بنائی گئی ہے اور ہر طرف سے اس کے دروازوں کا منہ کعبہ کی طرف واقع ہے برخلاف دوسرے مکانات کے کہ ایک طرف سے محاذی کعبہ کے ہوتے ہیں نہ دوسری طرفوں سے۔

مسجد الحرام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہل کمال کو وہاں پر غیر اللہ کی طرف نظر حرام ہے، اور نیز وہ مسجد ایسی عزت رکھتی ہے کہ کوئی روئے زمین کی مسجد ویسی حرمت نہیں رکھتی ہے اور گو یہ قبلہ آپ کا پسندیدہ ہے اور آپ کے کمال کے مناسب مگر آپ کے تابعوں کو بھی آپ کے طفیل ہم نے اس قبلہ میں شریک کیا اس لیے آپ اور آپ کی امت کو جمع کر کے ہم خطاب فرماتے ہیں :

وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ .

یعنی اور جس جگہ کہ تم ہو خواہ مدینہ میں یا کسی دوسرے شہر میں حتی کہ عین بیت المقدس میں:

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ o (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۴)

یعنی پس پھیرو اپنے منہ کو طرف اس مسجد کے تا کہ اپنے پیغمبر کے طفیل ایک بڑا کمال حاصل کر لو جو اگلے نبیوں کو باوصف کہ وہ تم سے افضل تھے یہ کمال حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔

پھر پانچ آیت کا درمیان میں بیان کر کے لکھتے ہیں: یعنی جس شہر سے آپ سفر کرو پس راستہ میں اس شہر کی سمت قبلہ کا التزام نہ کرو بلکہ نفس قبلہ کو بلاتعین جہت کے ملحوظ رکھو: فَـوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس پھیر لے اپنے منہ کو مسجد الحرام کی طرف- کہ وہ دوران میں کعبہ کی مانند ہے اور اس مسجد کی طرف منہ کرنا جو کعبہ معظّمہ کے استقبال کو جو قبلہ حقیقی ہے مستلزم ہے۔ ہاں اگر کوئی مسجد الحرام کے متصل ہو اور اس کی نظر میں مسجد الحرام کے جوانب کعبہ کے محاذات جو کعبہ کے محاذی ہو ضروری ہے تاکہ قبلہ حقیقی سے منحرف نہ ہو- الی قولہ- تیرے پروردگار کا حکم یہ ہے کہ کعبہ کی طرف استقبال لازم ہے، خواہ سفر ہو یا حضر۔ یا ایک شہر سے دوسرے شہر کو ہجرت ہو، تب بھی استقبال قبلہ کو ہاتھ سے نہ دو جیسا کہ پیشتر اس سے ہجرت کے وقت کا استقبال قبلہ موقوف ہوا تھا اب ایسا نہ ہو:

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

یعنی اور جس جگہ بھی تو نکلے گو مکہ سے پشت بہ کعبہ روانہ ہو:

فَوَلِّ وَجْهَكَ یعنی پس پھیرا اپنے منہ نماز کے وقت سمت مقصود اپنے کی طرف۔

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی مسجد حرام کی طرف جو کعبہ معظّمہ کے دور پر ہے، اور یہ حکم خاص آپ کی ذات سے ہے نہیں بلکہ اور آپ کے اُمتیوں کے لیے بھی ہے، اور کبھی منسوخ نہ ہوگا:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ یعنی اور جس جگہ تم سب ہو خواہ پیغمبر، خواہ امت، خواہ حضر میں، خواہ سفر میں، خواہ راہ میں، خواہ صحرا میں یا منزل وسرائے میں، خواہ مسجد، خواہ گھر، خواہ بازار میں:

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ یعنی پس اپنے مونہوں کو پھیرو مسجد الحرام کی طرف اپنے پیغمبر کی متابعت میں اور کبھی بھی اس کی مخالفت نہ کرنا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فتح العزیز کا۔

پس ان آیتوں میں تامل کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ کعبہ کی سمت خدا جل وعلا کی عبادت نماز کے لیے مخصوص ہے، اور کعبہ کو نماز میں قبلہ بنانا شریعت حقہ کا اصلی حکم ہے، اور اس میں کوئی شرک کا خوف نہیں بلکہ عین توحید وامتثال اَمر ہے۔ فرشتوں نے بہ حکم الٰہی حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو قبلہ بنایا تھا پھر ویسا ہی نبیوں اور مسلمانوں نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر لیا، جب کہ فرشتوں سے ابلیس جنی نے انکار کیا اور ابدی کافر ہوا ویسا ہی جو کعبہ کے قبلہ ہونے سے منکر ہو وہ بھی شیطان کا سچا

نائب اور حقیقی بھائی ہے۔

اگر چہ ہم مسلمانوں کو صرف اِمتثالِ امر سے کام ہے تاہم اس تعین قبلہ میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ طرفوں سے منہ پھیر کر ایک ہی طرف فرمودہ خدا کا استقبال کرنا گویا خشوع کا حاصل ہونا ہے جو عبادت کی روح ہے جب تک عابد چپ وراست کی التفات کو ترک کر کے ایک ہی جانب پر متوجہ نہ ہو تب تک جمعیت ظاہری کا حصول محال ہے اور پھر جمعیت ظاہری جمعیت باطنی پر دال ہے اسی وجہ سے قبلہ کا استقبال نماز میں فرض ٹھہرایا گیا ہے کمافی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

اب اس امر کو بے اصل اور مظنہ شرک جاننا گویا کہ سب نبیوں کی شریعت سے منہ پھیر کر صرف اپنی نبوت کا ثابت کرنا ہے۔ **کما لا یخفی علی المتفطین**۔ اور دراصل یہ دعوی مسیلمہ کذاب اور اس کے اتباع کا ہے جیسا کہ دبستان المذاہب کے ص ۲۹۸ سے تنقیح البیان کے ص ۱۷۴ میں لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے پیرو کہتے ہیں کہ مسیلمہ کو حکم ہوا تھا کہ نماز میں محراب کی طرف منہ کرنا اور معین جہت کی جانب متوجہ ہونا کفر ہے اور علامت شرک کی۔ جب آدمی اور دوسرے جان واروں کو قبلہ بنانا نہ چاہیے تو ایک گھر کو قبلہ بنانا کب روا ہوگا پس نماز کے وقت جس طرف چاہیں منہ کریں اس نیت سے کہ بے جہت کی طرف نماز کرتا ہوں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت دبستان المذاہب کا۔

پس خان صاحب بہادر بے شک شرع اسلام کے برخلاف ملحدانہ دین قائم کرنا چاہتے ہیں مگر درِ پردہ کیوں کہ ابھی تک مسلمان ہونے کا دعوی کیے جاتے ہیں تاکہ جہال دام سے نہ نکلیں اور آہستہ آہستہ مطلب براری ہو جائے گی۔

اب باقی رہا یہ جو خان صاحب بہادر کا خام خیال ہے کہ اگر زمانہ فرصت دیتا تو شاید حجر اسود اور بیت اللہ نہ رہتا یعنی مسمار ہوتا۔ معاذ اللہ من ذالک۔ بیت اللہ تو بحکم خدا نبیوں کی تعمیر ہے:

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ o (سورۂ بقرہ:۲/۱۲۷)

یعنی اور یاد کر جب ابراہیم اپنے ہاتھ سے اس گھر کی دیواریں بلند کرتا تھا اور کسی دوسرے گلکار اور معمار سے نہیں بنواتا تھا تاکہ کوئی غیر اس ثواب میں شریک نہ ہو اور اسماعیل بھی جو بمنزلہ اسی کے تھا اس کام میں شریک تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام راج کا کام کرتے تھے اور اسمٰعیل مزدور بن کر پتھر اور مٹی دیتے تھے۔

اور اکثر مؤرخین نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ بنیاد خانہ کعبہ کی ابراہیم سے پہلے موجود تھی اور آپ نے اس بنیاد پر دیواریں بلند کر کے گھر کے طور پر بنایا۔ چناں چہ بیہقی نے شعب الایمان اورازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام نے بحکم خداوند کعبہ معظّمہ کی بنیاد کی اوراس پر بیت المعمور رکھا گیا اس کے طواف پر حضرت آدم اوران کی اولاد مامور ہوئی ایام طوفان میں پھر بیت المعمور اٹھایا گیا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کعبہ کی بنیاد پر مامور ہوئے جیسا کہ یہ قصہ موافق حدیثوں کے تفسیر عزیزی میں بہت بسط کے ساتھ منقول ہےاور پھراللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا o (سورۂ بقرہ:۱۲۵/۲)

یعنی اور یاد کرو جب ہم نے کعبہ کو واسطے حصول فوائد دین و دنیا کے لوگوں کا مرجع بنایا اور جاے امن۔

پس اللہ تعالیٰ جس گھر کو ہمیشہ کے واسطے خلق اللہ کے بار بار آنے اور دینی دنیاوی فائدے اٹھانے کے لیے بنائے اوراپنے خلیفوں سے اس کی تعمیر کرائے جیسا کہ تفصیل اس اجمال کی تفسیر عزیزی میں موجود ہے پھر وہ کون مسلمان ہے جو یہ بتائے کہ اگر حضرت کو زمانہ فرصت دیتا تو آپ بیت اللہ کو مسمار کرتے ۔نعوذ باللہ من ہذالجنون۔

حضرت ﷺ نے تو بیت اللہ اور حجر اسود کے اس قدر فضائل اور مناقب بیان فرمائے جس کے بیان کے لیے دفتر مرتب کرنے پڑتے ہیں پس ایسے بابرکت مکان سے جس کو اللہ تعالیٰ اپنا گھر عزت اورحرمت کی رو سے فرما کر نبیوں سے پاک کرائے، یہ کب متصور ہوتا ہے کہ قطع نظر کسی نبی کے اس کو کوئی عامی مسلمان بھی گرادے،صرف خان صاحب بہادر کے ہذیانات اور ہفوات کسی نہ کسی تقریب سے سر دھور ہے ہیں کہ اہل اسلام کو گمراہ کریں: خوے بدرا بہانہ درکار ست

اب غور کرو کہ استقبالِ قبلہ جو نماز میں فرض ہے جب اس کو خان صاحب بہادر نے اٹھایا بلکہ موجب شرک بتایا تو گویا نماز رکن اسلام کو گرایا۔

اب آگے حال سنو روزہ رمضان کا، خان صاحب بہادر نے تفسیر القرآن کے ص ۲۱۸ سے ص ۲۳۲ تک روزہ کی فرضیت کو باطل کیا ہے اور تمام مفسرین نے جو روزوں کی فرضیت قرآن سے

ثابت کی تو اس کی نسبت ص ۳۲۲ میں لکھتے ہیں: تمام اقوال مفسرین کے ایسے لغو اور بے ہودہ ہیں جیسے کہ ان کی اور باتیں متعلق قصص و حکایات کے لغو اور بے بنیاد ہوتی ہیں جن کی نہ کوئی سند ہوتی ہے اور نہ کوئی ثبوت ہوتا ہے۔

پھر ص ۲۴۴، ۲۴۵ میں ہے: ایک روزہ جو ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو رکھا جاتا تھا اور جو کفارہ کا روزہ کہلاتا تھا بلا شبہ فرض تھا۔ الیٰ قولہ۔ علاوہ اس کے جس قدر روزوں کا بیان ہے وہ سب روزے کیا یہودی مذہب میں اور کیا عیسائی مذہب میں فرض روزے معلوم نہیں ہوتے بلکہ بطور نفل روح کے تزکیہ اور عبادت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے معلوم ہوتے ہیں۔

پھر ص ۲۲۹ میں ہے: بعض ملکوں میں دن کبھی اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ انسان کی طاقت سے روزہ رکھنا خارج ہوتا ہے۔ الیٰ قولہ۔ پس خدا تعالیٰ نے ان تمام حالات کے لحاظ سے جو اس کے علم میں تھے نہایت عمدہ ترتیب سے جو فطرت انسان کے بالکل مطابق ہے یہ حکم دیا کہ **وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامِ مِسْكِيْنٍ** .

پھر ص ۲۳۰ میں روزہ کو بت پرستوں کی ریاضاتِ شاقہ سے میل جول دے کر ص ۲۳۱ میں لکھا ہے: جب انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ دیوتا یا خدا انسان کی جسمانی تکلیف سے راضی ہوتا ہے تو اس وقت روزہ نے مذہبی امر ہونے کا درجہ پایا ہوگا۔ الیٰ قولہ۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس خیال کو کہ خدا انسان کی ریاضت بدنی یعنی جسم اور روح کو تکلیف میں ڈالنے سے راضی ہوتا ہے متعدد طرح سے باطل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ رہبانیت اسلام میں نہیں ہے، اس لیے یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ آں حضرت ﷺ نے اس خیال پر رمضان کے روزوں کا حکم دیا۔ الیٰ قولہ۔ عرب کے لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھتے تھے کہ خدا کے خوش کرنے کے خیال سے اور اپنے پیغمبر کی پیروی کی نظر سے روزہ رکھتے ہیں، آں حضرت ﷺ بھی اس رسم کو جاری رکھنے کی ایک عمدہ اور آسان اور غیر مخالف فطرت انسانی کے طریقہ میں اجازت دی۔ انتہی

اب دیکھو کہ ان بیانات میں سے صاف روزۂ رمضان کی فرضیت کو اڑایا بلکہ رہبانیت میں داخل کر کے ریاضاتِ شاقہ نامشروعہ سے ملایا اور اہل کتاب کی تالیف کے طور پر روزہ کا حکم بنا کر پھر ہر ایک مسکین کے فدیہ دینے پر روزہ کا ادا ہونا باور کر لیا اور معاذ اللہ کس قدر قرآن و صحیح حدیثوں

کا نافرمان بنتا ہے۔دوسرے سیپارہ میں باری تعالیٰ کا صریح حکم ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ، اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ... o (سورۂ بقرہ:۲/۱۸۳،۱۸۴)

یعنی اے ایمان والو! فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے تھے تم سے پہلوں پر تا کہ تم متقی بن جاؤ ایک مہینہ کامل۔یعنی ایام جس پر معدود کا اطلاق صحیح ہے۔

پس تمام مفسرین اس آیت سے ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت کرتے ہیں اور خان صاحب بہادران سب کے اقوال کو لغو اور بیہودہ کہہ کر اپنی لغویت بلکہ قطعی فرض کے انکار سے اپنی کفریت متحقق کر رہے ہیں- پناہ بخدا- اللہ تعالیٰ کسی دشمن سے بھی ایسا نہ کرائے۔اوران کو بھی راہ راست پر لائے۔

طاقت والوں کو ابتدامیں فدیہ دینے کا حکم تھا پھر آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے وہ حکم منسوخ ہوا، خان صاحب بہادر اگر ناسخ ومنسوخ کا انکار کریں تو کیا مضائقہ ہے۔قرآن و حدیث اور سارے اہل اسلام جب ناسخ منسوخ کو ثابت کر رہے ہیں جو کسی ایک خلل انداز کا کیا اعتبار ہے اور صحیح حدیثوں سے جو رمضان کے روزوں کی تاکید اور اجر عظیم اور روزوں کے نہ ادا کرنے میں جو وعید شدید مذکور ہیں اہل علم دین داروں پر سب ظاہر ہے،ضروریاتِ دین کے اثبات کی کیا حاجت ہے، اعلیٰ ادنی مومن اس سے واقف ہیں خان صاحب بہادر جو حدیثوں کو نامعتبر کہہ رہے ہیں تو ان کی دریدہ دہانی اور بے ایمانی کی علامت ہے حدیثوں سے نصف بلکہ کسری زائد احکام دینیہ کا ثبوت ہے کما نصوا علیہ وہو الظاہر من الشریعۃ۔

اب سنو حال حج کا تفسیر القرآن کے ص ۲۴۹ میں ہے: حضرت ابراہیم نے بغرض آبادی مکہ اور ترقی تجارت یہ بات چاہی کہ لوگوں کے آنے اور زیارت کرنے اور اس مقام پر عبادت معبود کی بجالانے کے لیے ایام خاص مقرر کیے جائیں۔

پھر ص ۲۵۰ میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے بھی اس رسم کو انہیں اغراض کے لیے جاری رکھا کہ حضرت ابراہیم نے مقرر کی تھیں- الی قولہ- پس یہ سمجھنا کہ بانی اسلام نے کعبہ شریف کو مثل پارسی پتھر کے قرار دیا کہ جس نے اس کو چھوا وہ سونا ہو گیا یہ ایک خیال غلط ہے۔

پھراسی صفحہ میں ہے کہ موسم حج کا صرف تجارت کی نظر سے مقرر کیا گیا تھا کہ قوم اس سے فائدہ اٹھائے۔ پھر صفحہ ۲۵۱ میں ہے کہ حقیقت حج کی ہماری سمجھ میں یہ ہے کہ جو ہم نے بیان کیا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چوکھونٹے گھر میں ایک ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس کے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے یہ ان کی خام خیالی ہے۔

پھر ص ۲۵۲ میں لکھا ہے: اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے، اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں تو وہ کبھی حاجی نہ ہوئے پھر دو پاؤں کے جانور کو اس کے گرد پھر لینے سے ہم کیوں کر حاجی جانیں، الخ۔

اب دیکھو کہ ان عبارتوں سے حج کی فرضیت سے قطع نظر حج کے موجب ثواب ہونے سے بھی انکار ہے بلکہ اس کو سراسر عیب سمجھا ہے اور اس کے ثواب جاننے والوں کی خطاؤں اور غلطیوں کا اظہار ہے حالاں کہ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے :

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً وَمَنْ یَّکْفُرْ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ o (سورۂ آل عمران:۹۷/۳)

یعنی اور اللہ کے لیے ہے لوگوں پر حج بیت اللہ کا جس کو زادراہ کی طاقت ہو اور جو ناشکرا ہو پس خدا سب سے بے حاجت ہے۔

معالم التنزیل میں صحیح بخاری اور دوسرے صحاح سے اس آیت کے نیچے لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی پانچ بنیاد ہیں :

۱: توحید ورسالت کی شہادت

۲: اور نماز کا قائم کرنا

۳: اور زکوۃ کا دینا

۴: اور حج

۵: اور رمضان کے روزے۔

پھر سعید بن مسیّب نے لکھا کہ یہود نے حج مکہ کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر فرمایا۔ پھر حدیث ابی امامہ سے نقل کیا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن کو فقر یا مرض یا سلطان ظالم کی رکاوٹ نہ

ہو اور حج نہ کرے پس وہ مرے خواہ یہودی بن کر یا نصرانی بن کر۔

یہ ترجمہ ہے عبارت معالم التنزیل کا۔ اور یہ حدیث اخیر کی سنن دارمی سے مشکوٰۃ میں بھی مروی ہے اور یہ بھی سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے :

وَ عَهِدْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (سورۂ بقرہ:۲/۱۲۵)

یعنی ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل کی طرف ایسی وحی جو تاکید اور مبالغہ میں مشابہ عہد کے ہو اس پر کہ پاک رکھو میرے گھر کو ناپاکیوں سے طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور نمازیوں کے لیے جو رکوع وسجود کرتے ہیں ۔کذا فی تفسیر فتح العزیز۔

اب دیکھو کہ کیسا بہ صراحت قرآن سے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدور والے مسلمانوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے، منکر اس کا کافر ہے، اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علی نبینا وعلیہما السلام کو پھر فرمان دیا ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم وتکریم کرو، پس جس نے اس کو نہ مانا اور حج کو صرف تجارت کے لیے جانا تو بے شک اس نے صریح ضروریاتِ دین اور احکام قرآنی سے انکار کیا ۔نعوذ باللہ من ذالک۔

پھر جب حق تعالیٰ فرمائے کہ ہم نے بیت اللہ کو ہمیشہ کے واسطے لوگوں کے اجتماع کرنے کی جگہ اور جائے امن بتایا ہے۔ اور پھر صحیحین اور دوسرے صحاح کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے حکم سے ثابت و متحقق ہے کہ با آداب حج کرنے والے کے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور نیز کہ صرف بیت اللہ کی طرف نظر کرنی عبادت ہے تو اب بیت اللہ کے پارس ہونے میں مسلمانوں کو کیا شک ہے، اور بے شک بیت اللہ کی اس قدر تعظیم ہے کہ اکثر حیوانات بھی اس کے ادب اور تعظیم کی نہایت رعایت رکھتے ہیں۔

ازرقی مطلق بن حبیب سے روایت کرتا ہے کہ ہم ایک دن کعبہ معظّمہ کے سایہ میں بیٹھے تھے جب آفتاب بہت اونچا ہوا اور سایہ نہ رہا تو مجلس برخواست ہوئی۔ اچانک مسجد الحرام کے ایک دروازہ کی طرف سے ایک سانپ دکھائی دیا سب اس کی طرف دیکھنے لگے وہ سانپ سیدھا خانۂ

کعبہ کی طرف آیا اور سات مرتبہ طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے جا کر نفلیں پڑھنے لگا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے کبرائے مجلس اس کے پاس گئے اور کہا اے عزیز! تیرا طواف تو ہو گیا لیکن اس شہر میں ناواقف لوگ اور غلام خدمتگار بہت ہیں بہتر ہے کہ تو لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے مبادا کہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے۔اس کلام کے سنتے ہی اس سانپ نے اپنے سر کو دم پر لگا کر آسمان کی طرف اڑا اور نظروں سے غائب ہوا۔

ابوالطفیل نے روایت کی کہ نوجوان نیکوکار جن ذی طویٰ میں رہا کرتا تھا اور اکثر سانپ کی شکل بن کر کعبہ کے طواف کے لیے آتا اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتا اس کی ماں اسے منع کرتی کہ مبادا تجھے آدمی سانپ جان کر کہیں مار نہ دیں وہ باز نہ آتا تھا کہ بنوسہم کی ایک جماعت نے اس کو قتل کیا جس پر مکہ معظّمہ میں بڑا طوفان آیا ان بنوسہم کے آدمیوں کو اپنے گھروں میں مقتول پایا گیا۔ اور بھی تواریخ میں اونٹ طواف کرنے والے کی حکایت مشہور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمادی الثانی ۸۱۵ ہجری میں ایک اونٹ جمال فاروقی کے اونٹوں سے اپنے مالک سے بھاگ کر مکہ معظّمہ کی مسجد الحرام میں داخل ہوا لوگ ہر چند چاہتے تھے کہ اسے پکڑیں وہ کسی طرف متوجہ نہ ہوا اور بیت اللہ کے گرد سات مرتبہ طوف بجالایا۔ تین اسبوع تمام کر کے حجر اسود کی طرف آیا اور اس کو چوما پھر میزاب الرحمۃ کے مقابلہ میں کھڑا ہو کر رونے لگا۔ چناں چہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اسی حالت میں گر پڑا اور جان آفرین کو جان دے دی۔لوگوں نے -جو اس کا تماشا کر رہے تھے- اس کو اٹھایا اور صفا و مروہ کے درمیان دفنایا- کذا فی تفسیر فتح العزیز-

اور بہت سے نہایت معتبر حاجیوں سے سنا گیا ہے کہ کبوتر مسجد حرام میں پنجال نہیں کرتے، کبھی کسی نے وہاں پر پنجال نہیں دیکھی۔

اب غور کرو کہ ایسے متبرک مکان کی جس کے ادب اور تعظیم میں حیوانات بھی مشغول ہیں بے ادبی کرنے اور اس کے ادب کرنے والے ایمانداروں کو خام خیال اور غلطی پر جاننا جیسا کہ خان صاحب بہادر کا شیوہ ہو رہا ہے سخت بے دینی ہے۔فرض قطعی کا انکار کرنا جیسا کہ اتفاقی کفر ہے ویسا ہی حرام قطعی کا حلال بنانا بالاجماع کفر ہے چناں چہ سب تفسیروں اور احادیث کی شرحوں اور

احادیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے تو اب حرام کے حلال جاننے کا بھی نمونہ دیکھو کہ خان صاحب بہادر تفسیر القرآن کے ص ۳۰۷ میں لکھتے ہیں کہ ذی مقدور لوگوں سے سود لینے کی حرمت کی کوئی وجہ قرآن مجید کی رو سے مجھ کو نہیں معلوم ہوتی، اسی طرح تجارت کے کاروبار اور بنکوں میں جو سود کہ دیا جائے قرآن مجید کی رو سے اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ انتہی

سبحان اللہ وبحمدہ! خان صاحب بہادر کو جو مجنونانہ خیال رکھتے اور ملحدانہ چال چلتے ہیں اگر کوئی وجہ معلوم نہ ہو تو کیا اس سے فی الواقع اس کا حرام نہ ہونا ثابت ہو جائے گا۔ حاشا وکلا یہ صرف خان صاحب بہادر کی ہفوات اور ہذیانات واسطے ترغیب بیاج خوروں کے اور چندہ کا روپیہ جمع کرنے کی غرض سے ہیں کہ سود خواروں وغیرہ حرام کاروں کو نماز روزہ حج سے منحرف کر کے سود کی اجازت دے کر ان سے نذر و نیاز لیں۔ چناں چہ ویسا ہی ہو رہا ہے کہ دنیا دار ناعاقبت اندیش لوگ ان کے دام میں آ کر اور ہوا پرستوں کی خوشی منا کر ان کے مدرسۃ العلوم کے لیے جس کی خرابیاں شرعاً اظہر من الشمس ہیں ہزار ہا روپیہ کی مد میں دیتے ہیں اور ان کو پیشوائے وقت مانتے ہیں۔(۱)

ایہا المومنون! دنیا سرائے چندروزہ ہے، عیش جاودانی کی فکر پر ضرور ہے۔ سود وغیرہ کے پیسہ اکٹھے کرنے سے سوائے دوجہاں کے نقصان کے کچھ حاصل نہیں بلکہ سود خوروں کے خاندان غارت ہوتے دیکھنے میں آئے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۷۶)

دولت مندوں سے سود لینا اور تجارت کے کاروبار میں بھی سود لینا دینا بحکم قرآن مجید حرام قطعی ہے :

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا o (سورۂ بقرہ:۲/۲۷۵)

---

(۱) حاشیہ: اس مدرسہ کے دروازہ پر دو بڑی تصویریں لگی ہیں جنکا بنانا اور دیکھنا اور مکان میں رکھنا بروئے قرآن و حدیث حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اکثر مدد اہالیانِ مدرسہ کو سود وغیرہ کے روپے سے ملتی ہے جس سے ان کا گوشت و پوست بڑھتا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: کل لحم نبت من الحرام فالنار أولیٰ به - کذافی المشکوٰۃ۔ اور بانی مدرسہ ایسا سخت ملحد ہے جس کو اس کے ہم مشرب بھی دجال جانتے ہیں اور تعلیم یافتہ اطفال اس مدرسہ کے لباس میں عیسائیوں سے پوری مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دل سے مانتے ہیں کہ خان صاحب بہادر قرآن کی غلطیاں نکال رہے ہیں تو پھر اس کے مدرسۃ الجہالات ہونے میں کیا شک ہے من عفی عنہ۔

یعنی اور خدا نے حلال کیا ہے خرید وفروخت کو اور حرام کیا ہے سود کو۔

پس جس کا نام سود ہے وہ حرام لا کلام ہے۔قرآن اور حدیث پر ایمان لانے والے کا اسی پر یقین ہے، اور اسی کا نام اسلام ہے۔اور یہ جو خان صاحب بہادر آیت: **وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** کے نیچے تفسیر القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے انتقال فرمایا اور ربا کی تفسیر ہم سے بیان نہیں فرمائی یعنی ہم کو اس بات کے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ آیا جس کو خدا نے حرام فرمایا وہ کیا ہے اور کون سا ربا ہے جو حرام ہے اور جس پر ایسے سخت وعید نازل ہوئی ہیں۔پس جب کہ اتنے بڑے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کو ربا کی حقیقت پر تشفی نہ تھی تو ضرور تھا کہ صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین اور علماے امت میں اختلاف رائے ہو اور ہر ایک اپنے اجتہاد کے موافق اس کی نسبت مسائل قرار دے، چناں چہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہوتا ہے اور ہوگا اور اس چودھویں صدی میں جس کا یہ دسواں برس ہے میں بقدر اپنے فہم کے علماے امت سے اس مسئلہ میں مختلف رائے رکھتا ہوں، الخ۔

جیسا کہ یہ عبارت تنقیح البیان کے ص ۲۲۱ میں بھی درج ہے اس تحریر میں خان صاحب بہادر سخت خیانت اور خلاف امانت کر کے اپنے اصول کو بھی بھول گئے ہیں جس کا اختصار کے طور پر یوں اظہار ہے کہ ابتداے تفسیر القرآن میں سورہ فاتحہ کے ناموں کے بیان میں خان صاحب بہادر احادیث صحیحین وغیرہما کو غیر ثابت لکھتے ہیں تو اب یہاں حدیث ابن ماجہ دارمی ان کے نزدیک کیوں کر ثابت اور صحیح ٹھہر گئی۔مسائل شرعیہ کے دلائل میں جب اونچے طبقے کی احادیث صحیح پیش ہوں تو صرف اپنی زبان سے کہہ دینا کہ یہ غیر ثابت ہیں جیسا کہ پادری کہہ دیتے ہیں اور پھر اپنے زعمی مطالب کے اثبات میں نچلے طبقے کی حدیث بیان کر کے خوش ہو بیٹھنا سوا اس کے کہ- دیوانہ بکار خود ہوشیار- کیا سمجھا جائے باوجود یہ کہ اس حدیث کی روایت میں خیانت بھی کی ہے۔

کیا معنی کہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ سے **ان آخر ما نزلت آیہ الربوا و ان رسول اللّٰہ ﷺ قبض و لم یفسرھا لنا** کا ترجمہ کر دیا ہے اور بعد اس کے وہ جملہ جو اس حدیث کا نتیجہ تھا وہ ذکر نہیں کیا یعنی **فدعو الربوا و الریبۃ** ۔علماے حدیث نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ربا کی آیت اخیر اتری ہے اور حضرت ﷺ قبض کیے گئے اور اس کی تفسیر اور بیان نہ فرما گئے پس تم ربا کو چھوڑ

دواوراس چیز کو بھی چھوڑ دو کہ جس میں ربا کا شبہ ہو۔

مقصود اس سے یہ ہے کہ آیت ربا کی محکم اور غیر منسوخ ہے۔ ہر چند حضرت ﷺ نے ربا کی ایسی تفسیر نہیں فرمائی جو سب جزئیات پر شامل ہوتی بلکہ بعض چیزوں کا بیان فرمایا اور بعض چیزوں کو قیاس اور اجتہاد پر چھوڑا۔ تو اب لازم ہے کہ صریح بیاج کو بھی چھوڑ دو اور جس چیز میں بیاج کا شبہ پڑے اس کو بھی چھوڑ دو احتیاط اور پرہیز گاری کی رو سے۔ ظاہر حدیث سے تو یہی معنی سمجھے جاتے ہیں۔ اور شارح طیبی نے کہا ہے کہ مقصود اس کا یہ ہے کہ ربا کی آیت غیر منسوخ اور غیر مشتبہ ہے، اسی واسطے حضرت ﷺ نے اس کا وافر بیان نہیں فرمایا پس تم اس کو ویسا ہی چھوڑ و اور بے شک شبہ کو دخل نہ دو اور ربا کی حلت کے لیے حیلے نہ اٹھاؤ جیسا کہ مجمع البحار اور ترجمہ محدث دہلوی وغیرہما میں لکھا ہے۔

اب دیکھو کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ سود سے بہ کلی بچو اور جس چیز میں بیاج کا شبہ بھی پڑے تو اس کو چھوڑ دو تو اس اخیر نتیجۂ حدیث کو خان صاحب بہادر اُڑا کر ابتدائے حدیث سے برخلاف منشا حدیث کے اپنا زعمی مطلب ثابت کر رہے ہیں کہ بیاج کے بارے میں بحکم اس حدیث کے ہر مجتہد کو اختلاف کی گنجائش ہے، اور میں بھی اختلاف رائے رکھتا ہوں۔ مطلب کے برخلاف دلیل بیان کر کے پھر اس میں خیانت ورزی کرنی خان صاحب کی بہادری اور طور ہے ۔

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اور یہ نہیں جانتے کہ بحکم قرآن دین اسلام کامل ہو چکا ہے کوئی نقصان باقی نہیں رہا کہ جس میں کسی کے دخل دینے کی حاجت ہوتی: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وارد ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی راہ راست کی ہدایت فرمائے اور انجانوں کو ان کے پنجہ سے بچائے۔

فقیر نے ان کی تفسیر القرآن سے بچشم خود دیکھ کر یہ عبارتیں نقل کی ہیں اگر کسی کو شک ہو صفحوں کے پتہ سے نقل مطابق اصل سے کر لے۔ پھر ص ۳۰۹ میں جو پرامیسری نوٹوں (Promissory Notes) کا سود لینا جائز لکھا ہے اور وہ جو بادشاہ دہلی کو نذرانہ دے کر تنخواہ جاری کرانے کا حال لکھا ہے جب تک اس کا ثبوت نہ دیں تب تک اس کے جواب کی حاجت نہیں ہے۔ اب حسب ضرورت بیان ہو چکا کہ خان صاحب بہادر نے بے شک عقائد اصول اہل

اسلام اور ضروریاتِ دین میں سخت فساد اور الحاد کیا، کفر کو اسلام جان لیا اور اسلام کو کفر بنادیا ہے۔

اس جگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیان کیا جائے کہ اس امر کا قرآن وحدیث کے انکار کا کیا حکم ہے اگرچہ خان صاحب بہادر کے پہلے خام خیال کے رو کے اخیر میں سورۂ نساء سے مذکور ہو چکا ہے کہ خدا کے کلام کا انکار صریح کفر اور ظاہر گمراہی ہے، مگر بنا برمزید تصریح شرح فقہ اکبر سے کسی قدر عبارت عربی کا ترجمہ کیا جاتا ہے وہو ہذا:

خلاصہ میں لکھا ہے کہ کافر ہے جو ساز اور سُر تار سے قرآن مجید پڑھے۔ اور ایسا ہی کافر ہے جو کسی کتاب پر آسمانی کتابوں سے ایمان نہ لائے یا کسی جزا وسزا پر جن کا ذکر باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے انکار کرے۔ یا کسی قرآنی جز کو جھٹلائے اور یہ بات -یعنی کافر ہونا ایسے شخص کا- ظاہر ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی مخالف ہے۔ یہ ترجمہ ہے، شرح فقہ اکبر کی اصل عبارت بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔(۱)

اب فقیر رجوع کرتا ہے مضمون حدیث تشبیہ کی طرف جو خان صاحب بہادر کے جواب کی انیسویں غلطی شروع کر کے اس کی دوسری وجہ کے بیان میں تھا سو جاننا چاہیے کہ اس میں خان صاحب بہادر نے کفار کے تہواروں میں خوشی سے شامل ہونے کو جائز کہا ہے، سو یہ بھی ان کی خلل اندازی ہے دین اسلام میں کیوں کہ شریعت میں اس شمول کو اعلانِ کفر قرار دیا گیا ہے، قرآن سے تو اس کا ثبوت اوپر لکھ چکا ہوں اب اتنا ہی کافی ہے کہ امام مشہور احمد بن حفص ابوحفص کبیر بخاری سے (جو امام محمد بن حسن امام اعظم رضی اللہ عنہم کے شاگرد کے شاگرد ہیں اور مجتہدین مقبولین سے ہیں) مولانا قاری شرح اکبر میں لائے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کسی نے پچاس سال عبادت خدا کی کی پھر پارسیوں کے نوروز میں کسی مشرک کو نوروز کی تعظیم کر کے ہدیہ بھیجا تو بے شک حق تعالیٰ سے کافر ومنکر ہوا اور اس کی پچاس سالہ عبادت ضائع ہوگئی۔ اور جو نوروز کے دن کافروں کی عیدگاہ پر گیا تو کافر ہوا کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے گویا اس نے کافروں کی اعانت کی اور اس قیاس پر اس دن

(۱) حاشیہ: و فی الخلاصة من قرء علی ضرب الدف القصیب یکفر و کذا من لم یؤمن کتاب من کتب اللّٰہ اوجحد وعدا او وعیدا مما ذکر اللّٰہ تعالی فی القرآن او کذب شیئا منه ای من اخبارہ ھذا ظاھر لا ریبة فی امرہ ولا مخالف لحکمه . شرح فقه اکبر من عن

میں کافروں کی اعانت کرنی نوروز کے کاموں میں یہ بھی موجب کفر کا ہے۔ یہ ترجمہ ہے، عبارت عربی شرح فقہ اکبر کا جو اصلی عبارت (۱) بھی حاشیہ پر مسطور ہوتی ہے۔

اور بحرالرائق کی سند سے فتاوی عالم گیریہ میں بھی یوں ہی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کافر ہوتا ہے مجوس کے نوروز میں جانے والا (۲) اور ان کے نوروز میں موافقت کرنے والا اور اس میں مشرکوں کو ہدیہ دینے والا اگرچہ ایک بیضہ ہی ہو اور نوروز کی تعظیم کے رو سے کچھ خریدنے والا اوپر اپنے کھانے کے لیے کچھ خریدے تو کفر نہیں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فتاوی عالم گیریہ کا اور یہی مضمون صدہا دینی کتابوں میں موجود ہے۔

اب خان صاحب بہادر سے التماس ہے کہ قرآن وحدیث وفقہ کے برخلاف نہ جاؤ اور باوجود اعلانیہ ارتکابِ افعالِ کفر کے اپنے آپ کو مسلمان نہ بتاؤ اور لوگوں کو بھی دلیری دے کر راہِ راست سے نہ بھولاؤ، خدا کے لیے اس حالت آفتاب برسر بام میں تو کچھ شرماؤ اور دل سے پچھتاؤ کہ یہ تیز لگامی اور متعصّبانہ سینہ زوری اچھی نہیں ہے اور یہ خیال جو تم لوگوں کے دل میں جم رہا ہے کہ فقہ کے فتاووں کا کچھ اعتبار نہیں یوں ہی کفر کا فتوی لگا دیتے ہیں بعض روایات کے ضعیف ہونے سے ہر جگہ تو ضعف اور بے اعتباری نہیں آجاتی خصوصاً ایسی روایات جو مطابق قرآن وحدیث کے ہیں اس لیے ان پر علمائے محققین کو اعتبار ہے ان کو بے اعتبار کہہ کہا کر اپنی اور اپنی ذریات کی خوشی منا کر پیشوائے وقت کہلا یئے یا ہزار ہا روپے کمایئے، آخر عاقبت کی فکر بھی ضرور ہے، ان چندروزہ ناز ونعیم پر کیا غرور ہے۔

---

(۱) حکی من ابی حفص الکبیر البخاری لو ان رجلا عبدالله حسنین ..ماثم جار یوم النیروز فاھدی الی بعض المشرکین یرید تعظیم ذلک الیکوم فقد کفر بالله العظیم و حبط علمه خمسین عاما و من خرج علی السدة ای مجتمع اهل الکفر فی یوم النیروز کفر لان فیه اعلان الکفرو کانه اعانهم علیه و علی قیاس مسئلة السدة ای النیروز المجوسی الموافقة معهم فیما یفعلون فی ذلک الیوم موجب للکفر. ۱۲ شرح فقه اکبر من عن

(۲) سخت افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو قدیم سے مسلمان چلے آئے اور اب نیچری بن کر ایام دسہرہ وغیرہ میں اشتہار چھپوا کر مسلمانوں میں نہایت ترغیب دیتے ہیں میلہ میں شامل ہونے کے لیے اور خدا جل وعلا سے نہیں ڈرتے دنیا کے مفاد پر ایمان فروشی کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔۱۲

من آنچہ شرطِ بلاغت با تو میگویم برد
تو خواہ پندازاں درپذیر وخواہ ملال

خان صاحب بہادر آپ کے سامنے فقہ کی کتابیں کس شمار میں ہیں۔آپ تو آیاتِ قرآنی کو جھٹلا رہے ہو، حدیثوں کو مردود بتا رہے ہو جیسا کہ حدیث من تشبہ کو بلاتحاشا مردود لکھ دیا ہے۔ آپ ذرا کان کھول کر سنیے کہ آپ کا حال کیا ہے۔مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے جو حدیث کو مردود کہے تو بعض مشائخ کے نزدیک کافر ہے اور متاخرین کہتے ہیں کہ حدیث متواتر کا رد کفر ہے۔میں (یعنی مولانا قاری) کہتا ہوں یہی صحیح ہے مگر جب کوئی کسی حدیث احاد کو بھی سبکی اور توہین اور انکار کی رو سے رد کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔

اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ جس کے پاس یہ حدیث بیان ہوئی کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور منبر یا قبر اور منبر کے درمیان روضہ ہے روضہ بہشت سے۔تو اس نے کہا منبر اور قبر تو میں دیکھتا ہوں اور تو کچھ نہیں دکھائی دیتا تو کافر ہو جائے گا، کیوں کہ یہ استہزا اور انکار ہے، اور اُمور غیبیہ پر جو حدیثوں میں آئی ہیں ایمان نہیں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر منقول ہے۔اللہ تعالیٰ راہ راست پر لائے اور دین اسلام میں فساد اور الحاد سے بچائے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے یہ بھی ایک ابلہ فریبی کی جو لکھا ہے: اگر در حقیقت ہمارا مذہب اسلام ایسا ہی بودا ہے تو بکری کی ماں کب تک خیر منائے گی ایک نہ ایک دن کو اس کو ذبح ہونا ہے۔انتہی

فقیر کہتا ہے کہ فی نفس الامر اور دراصل دین اسلام بودا نہیں بلکہ بالیقین دین قیم، صراطِ مستقیم، عروہ وثقیٰ اور حبل متین ہے مگر اپنی کمالِ نظافت ولطافت سے خبیث اور کثیف چیزوں سے شمول نہیں رکھتا ہے، کفر کے اقوال اور افعال سے میل ملاپ کا تو کیا ذکر ہے، اس کی شکل دیکھنے سے بیزار ہے۔ جہاں کفر کا نام آیا اسلام کا سلام ہے۔پس کفر کے آنے سے اسلام کا چلا جانا اس کی بودگی کی علامت نہیں بلکہ اس کی لطافت اور نظافت کی نشانی ہے۔جیسا کہ زندگی اور موت بینائی اور نابینائی جمع نہیں ہوتیں ویسا ہی کفر اور ایمان نہیں مل بیٹھتے، کیوں کہ ان کے درمیان نسبت تضاد واقع ہے اور

نیز حکمانے لکھا ہے کہ کل إنسان يأنس إلى شكله كما أن كل طير يطير مع مثله۔
یعنی کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔
اور یہ خیال (کہ ایمان لانے کے بعد کبھی کفر نہیں آتا خواہ آدمی شعار کفر میں ہی گرفتار ہو) تو قرآن کی رو سے محض باطل ہے پہلے سیپارہ کی آیت مبارک ہے :

وَ مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا o (سورۂ بقرہ:۱۰۹/۲)

یعنی اور جس نے ایمان کو کفر کے ساتھ بدل کیا یعنی ایمان کے بعد کافر ہوا پس بے شک سیدھے راستہ سے بھولا۔ بہت سے اہل کتاب کا دل چاہتا ہے کہ تم کو تمہارے ایمان کے بعد کافر کردیں۔

اور یہ بھی پہلے سیپارہ کی آیت شریف ہے :

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً

یعنی جو کوئی کرے کوئی گناہ خواہ صغیرہ ہی ہو۔

وَ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ

یعنی اور گھیر لے اس کو وہ گناہ اور احاطہ کی حد یہ ہے کہ اول گناہ کی تاثیر جوارح عمل سے دل کو پہنچے اور بہت لذت آئے پھر اس گناہ کی پسندیدگی اور عمدگی دل میں گڑ جائے اور اس کی قباحت کا انکار دل سے دُور ہو جائے پس کفر لازم آیا اس لیے فرمایا :

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ

یعنی وہ جماعت دوزخ کے ملازم ہیں۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o (سورۂ بقرہ:۸۱/۲)

وہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ کذا فی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

پھر دوسرے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کی آیت کریمہ :

وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اُولٰئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۱۷)

یعنی جو کوئی پھرے گا تم میں سے اپنے دین سے پھر مر جائے گا کفر ہی پر تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل، دنیا اور آخرت میں اور وہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ گناہ کا مباح جاننا کفر ہے اور مباح جاننے کے معنی یہ ہیں کہ دل میں اس گناہ کا خوف نہ رہے اور اس کا قبح دل سے دُور ہو جائے گو زبان سے اس کو حرام اقرار کرے اور دل سے بھی حرام جانے کہ شرع میں اس کو کسی مصلحت کے واسطے حرام کیا ہے اور اس پر وعید تخویف کے واسطے آئی ہے، ورنہ فی نفسہٖ اس فعل میں کوئی وجہ قباحت کی نہیں۔ کذا فی تفسیر فتح العزیز فی ذیل آیت بلی من کسب سیئۃ۔

پس غور کرو کہ جب دل سے گناہ کو مباح جاننے سے کفر عائد ہوتا ہے تو جو شخص خان صاحب کی طرح سود کو حلال کہے اور کفر کے شعار اور افعال میں شمول کو مباح جانے اور اس میں شامل ہونے کے واسطے مسلمانوں کو جری کرے تو اس کے کافر مابعد ہونے میں کیا شک ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اب خان صاحب بہادر کی اس انیسویں غلطی کے تین وجہوں پر شامل ہونے سے اکیس غلطیاں ہوئیں۔

بائیسویں غلطی یہ ہے جو لکھتے ہیں: اس حدیث کو جس کو میں آئندہ سے قول کہوں گا کیوں کہ میرے نزدیک اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے، کوئی صحیح مورد بجز ایک کے کہ وہ بھی قیاسا قرار نہیں پاسکتا ہے۔ انتہی بلفظہٖ

او پر اس حدیث: مَن تشبہ بِقوم فھو مِنھم کا روایۃً حدیث ہونا بہت سی معتبر حدیث کی کتابوں کی رو سے ثابت ہو چکا ہے اور درایۃً بھی اس کا حدیث ہونا مطابق آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیحہ حبیب رحمانی کے متحقق ہو گیا ہے تو پھر خان صاحب بہادر کے عندیہ کا کیا اعتبار ہے!۔ وہ تو کئی ضروریاتِ دین سے مثل تعیین سمت قبلہ کا نماز میں اور روزہ وحج کی فرضیت کے منکر ہیں اور سود لینا دولتمندوں سے، نیز کاروبار بیوپار میں سود کا لینا دینا جو منجملہ قطعی حراموں کے ہے حلال سمجھتے ہیں جیسا کہ اوپر آچکا ہے۔ پس خان صاحب بہادر اور ان کے عندیے تو خارج البحث ہیں۔

تیئیسویں غلطی موتِ اژدہام میں یعنی جس حالت میں موت اژدحام واقع ہواور مختلف قوموں کے مردے گڈمڈ ہوجائیں توحکم **من تشبہ بِقوم فھو مِنھم** کا جاری ہوگا یعنی لاشوں میں جولاش جس قوم کے مشابہ ہوگی اسی قوم کی شمار ہوگی اوراس کی تجہیز وتکفین اسی طرح کی جائے گی۔ درمختار میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں پہچاننے کی چار علامتیں ہیں خضاب اور سیاہ لباس اور حلق عانہ اور ختنہ۔انتہی

اس جگہ خان صاحب بہادر سے دوغلطیاں سرزد ہوئی ہیں :

اوّل تو یہ کہ پہلے زوروشور سے کہہ رہے تھے کہ اس حدیث کا کوئی صحیح مورد نہیں ہے، اب موتِ اژدحام میں اس کے حکم کے جاری ہونے پراپنا اعتماد اوراعتقاد بیان کیا ہے۔پس سوچو کہ جب بعدالموت تشبہ نے یہ تاثیر کی کہ جس قوم سے کوئی لاش مشابہ ہوئی تو وہ اسی قوم کی متصور ہو کہ بموجب ان کے تجہیز وتکفین اس کی وقوع میں آئی تو پھر زندگی میں اس حدیث نے کیوں نہ تاثیر کی اورکون (سا) لفظ ہے اس حدیث میں جس کی رو سے یہ مورد قرار دیا گیا ہے۔الغرض خان صاحب بہادر ہوائے نفسانی کے مقلد اور پیرو ہیں، جدھر کھینچتی ہے جاتے ہیں۔

رشتہ درگردنش افگندۂ دوست ☆ می کشد برجا کہ خاطر خواہ اوست

دوسری یہ کہ درمختار میں خضاب اور سیاہ لباس اور حلق عانہ اور ختنہ کوکہیں بھی لاشوں کو پہچاننے کی علامت ذکر نہیں کیا ہے،صرف خان صاحب بہادر کے خبط اور مختل الحواسی پر بنیاد ہے کیوں کہ درمختار کے باب صلوۃ الجنازہ ضمن فروع میں یوں لکھا ہے کہ اگر کسی کی لاش کہیں ملے اور معلوم نہ ہو کہ مسلمان ہے یا کافر اورکوئی علامت بھی نہ ہوتو پس اگر دارالسلام میں ہے تو غسل دے کر جنازہ پڑھا جائے اور اگر دارالحرب میں ہے تو ایسا نہ کریں۔اور جب مسلمانوں کی لاشیں کفار سے گڈمڈ ہوں اورکوئی علامت شناخت کی نہ ہوتو اکثر کا اعتبار ہوگا، پس اگر برابر ہیں تو غسل دیں اور جنازہ میں اختلاف ہے۔یہ ترجمہ ہے عبارت درمختار کا۔

اور خان صاحب بہادر کی علامتوں کا درمختار میں نام ونشان بھی نہیں ہے۔ہاں حاشیہ شامی درمختار میں جس کا نام 'ردالمحتار' ہے اس میں یہ چار علامتیں مذکور ہیں، پس کہاں درمختار اور کہاں ردالمحتار جن میں لفظی معنوی اتحاد نہیں ہے۔

دیکھو خان صاحب بہادر کی نقل ایسی بے اصل ہے اور عقل ایسی مختل ہے کہ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ادنی درجہ علم سے بھی عاری ہیں اور قدم قدم پر لغزش کر رہے ہیں۔اس ایک حدیث کے جواب کی ایک ورق عبارت میں چوبیس (۲۴) فاحش غلطیاں کی ہیں اور تفسیر القرآن کا حال بھی کسی قدر راو پر عیاں ہو گیا ہے کہ از سر تا پا غلطی پر مدار ہے پھر دعوی یہ ہے کہ ہم سب متقدمین علما کی غلطیاں نکالتے ہیں اور غور سے حق معلوم کرتے ہیں۔

افسوس صد افسوس اس خام خیال اور ہزار ہا افسوس ان کی قوم اور ذریات کے چلن چال پر جو ان کو پیشوائے وقت اور سچارہ نما جانتے ہیں اور ان کے مدرسہ کو مدرسۃ العلوم مانتے ہیں، اپنے مال کا اسراف کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو بے دین صاف۔پس سب اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے بد اعتقادوں کی مجالست اور محبت سے بچیں، ورنہ عذابِ اُخروی میں گرفتار ہوں گے کہ حق تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کا حکم محکم یہی ہے جیسا کہ اوپر مشرح بیان ہو چکا ہے۔

الغرض بے شک پیشین گوئی رسول اکرم ﷺ کی جو بہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحیحین وغیرہما میں آئی ہے ان کے حق میں سراسر راست آئی ہے یعنی ذات پاک محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آخر زمانہ میں جب عالم نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا کر مسائل پوچھیں گے۔ **فَاَفتُوا بغَیُر عِلُمٍ**۔پس وہ جاہل بغیر علم کے فتوے دیں گے۔**فَضلُّوا و اضَلُّوا**۔پس وہ پیشوا خود تو گم راہ تھے، دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔یہ ترجمہ ہے حدیث صحیح کا۔

پس اس تحریر کے ناظرین باتمکین یقین کریں گے کہ خان صاحب بہادر اور ان کے پیرو کیسے ٹھیک ٹھیک اس کا مصداق ہیں۔اللہ تعالیٰ ضلال اور اضلال سے بچائے اور راہ راست اہل سنت پر لائے اور فقیر کی اس تحریر کو موجب ہم دردی امت مرحوم بنائے اور اس گنہ گار کے لیے سبب نجات اخروی فرمائے۔آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعترتہ وسلم اجمعین۔

تمت فی قصبة مگھووال من مضافات گجرات یوم السبت

ثالث عشر من رجب المرجب ۱۳۰۰ هجرية مقدسة

تقریظاتِ علماے کبار

اِنَّا سَمِعۡنَا کِتَابًا عَجَبًا یَّهۡدِیۡ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

فقیر غلام مرتضی ساکن بیربل عفی عنہ

شیخ احمد دریکانی عفی عنہ

فقیر غلام نبی احمدی عفی عنہ اللّٰہ والہ

الحمد للّٰه الذي هدانا الى الصراط المستقيم و ثبتنا على المنهج القويم و الصلوة على سيدنا محمد حبيب الرحمٰن الرحيم وعلى آله و اصحابه الذين جعلوا محبتهم فداء لاِمتثال احكام الرؤف الكريم .اما بعد فقد طالعت الرسالة العجيبة التى صنفها الفاضل الالمعى و الكامل الاوزعى فى رد شبهات خان صاحب بهادر فوجدتها حقا و شبهات الخان المذكور مردودا باطلا، كيف و هى مخالفته بصريح النصوص و قاطعة لعرق الفصوص اللّٰه يقول الحق و هو يهدى السبيل .

كتبه العبد المسكين محمد نور الدين عفى عنه چكورى و اله–

محمد امين ولد مولانا نور الدين(مرحوم)۔

الحمد للّٰه الذي انزل على عبده الكتاب و لم يجعل له عوجا و بعد ! فانى قد طالعت مرارا جزالات تهذيب الاخلاق المشتهر فى الآفاق المملوة من الشواز و النوادر المرسلة من سيد احمد خان بهادر هداه اللّٰه تعالى فوجدتها قاطعة لاصول الإسلام حديدة من قطع الصمصام مبانيها معنونة بالدلائل الاسلامى و معانيها مقرونة الى الملة النصرانية فلا تغتر بفصاحة كلماتها و بلاغة إشاراتها فانها مزبلة مستورة بالخضرآء و سودآء محترقة تحت الصفراء وماكل سودآ تمرة ولا كل بيضا شمحة و للّٰه در من قال ۔

كــــم حسنت لــــذة للمرء قاتلة

من حيث لم يدر ان السم فى الدسم

و انا العبد المسكين شيخ عبداللّٰه صدر الدين عفى عنه الساكن فى قرية چك عمر من نواح الكجرات ۔

از مفتی صاحب میانی والہ۔

الطافِ دل نواز تو آمد بسوے من

یا کاروانِ مشک زراہِ ختن رسید

هذا كتاب قد كمل بوروده نشاطى

☆ غلام محی الدین نکساری عفی عنہ، غلام احمد خلف مفتی صاحب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلام دستگیر غوث اعظم بفرمودست تقریر مسلم

بحق گفتن سخن را داد میداد بنائے دین احمد تازہ بنہاد

چہ می گویم ز تحقیق بیانش کتاب عمدہ لا ریب ست شانش

منم عالم بریں آوردم ایماں چو ایمانیکہ آوردم بقرآں

الٰہی بر مصنف رحمتت باد بیمن آنکہ النون ست والصاد

محمد عالم بن محمد کوھر ساکن کھوری غفرلھما، غلام جیلانی بن محمد عالم، غلام غوث بن محمد عالم، عبدالملك بن محمد عالم ، از علماے بھرہ وغیرہ ضلع شاہ پور

سبحان من تنزه عن التشبيه و الصلوة على من ليس له شبيه و آله وصحبه الذين كلهم فقيه ونبيه و بعد فقد طالعت هذه العجالة الرائعة التى حجمها قليل و فحواها كثير جليل فوجدتها تشفى العليل و تروى الغليل مدار الاسلام على التشبه بالمسلمين و التبرئ عن المشركين و صاحب الرسالة اتى بلب تقارير فحول العلماء الراسخين و استأصل

اصول الملحدين و الدهرين و السلام على من اتبع الهدى .

حرره الفقير عبدالقادر البهيروى عفى عنه، المسكين عبدالعزيز بگے واله عفى عنه، غلام رسول چاوى واله عفى عنه، محمد عبدالكريم قاصى شاه پور، فقير قل احمد ساكن چك رامداس، فقير عبدالحق عفى عنه، فقير علا الدين ساكن بهابره،

ازعلماے ڈیرہ اسماعیل خان۔

نعم الكتاب، الناطق بالحق والصواب وحبذا لمولف الملهم من اللّٰه الوهاب.

عبدالقادر بن الشيخ الامام قادر بخش الديروى، عبدالغفار عفى عنه، محمد مسكين عفى عنه، ولى محمد جانشين حضرت مرالى واله، خادم العلما غلام محمد، شير محمد خلف مولوى غلام محمد ساكن ليه علاقه ڈيره،

ازعلماریاست اسلامیہ بہاول پور

حدیث تشبہ مقبول ہےاورتردیدمردود۔ يضل اللّٰه من يشاء ويهدى من يشاء.

خليل احمد مدرس اول مدرسه بهاولپور، نذير احمد مدرس دوم، رشيد احمد عفى عنه، محمد غوث بهاول پورى، فقير احمد بخش عفى عنه، مشتاق احمد قادر بخش، فقير فتح محمد شاه

ازعلماے لاہور

رأيت هذه الرسالة من اولها الى آخرها فهذا هو الرشد لا اكراه فى الدين قد تبين الرشد .

فقير غلام محمد بگے والا امام مسجد شاهى لاهور، فقير نور احمد امام مسجد انار كلى، محمد يار نائب امام مسجد شاهى لاهور، فقير احمد

دین جانشین درس۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، الحمد للّٰہ الذي اعز العلماء المقصمین بالکتاب و السنة فی کل زمان ، و افل الجھلاء المبتدعین فی الملة و المذھب فی کل مکان، اضاء انوار الملة بالعلماء الراسخین و اطفاء أشرار الیدعة الرذلة بالفضلاء المتقنین، و الصلوة و السلام علی من ھو ذروة سنام المجد و العلی و الذی ھو فص ختام العلم و الھدی و علی آلہ و اصحابہ ائمة الوری وتابعھم و تبعھم شموس الدجی و بعد فھذہ رسالة ألفھا العالم الخبیر واللبیب الکبیر محبنا و مولانا المولوی غلام دستگیر سلمہ اللّٰہ القدیر عن سوء کل شریر فأنعم تألیفھا وأحسن ترصیفھا و قد رأیت اکثر مواضعھا و بقی ایضا أوفر مواقعھا لقلة الامھال و کثرة الاشتغال و بالجملة فالحدیث المذکور اعنی من تشبہ بِقوم فھو مِنھم أحسن روایة و أصح درایة وحاصلہ أن من اشتھی المشابہ بقوم فھو منھم کما تدل علیہ صیغة التفعل و ھذا المعنی لا شک فی استقامة أو اشتھاء المشابھة بقوم لا ینشأ إلا عن حب صادق و المرء مع أحب کما ثبت فی الصحیح و دوام الموافقة مع الکفار فی الاوضاع المختصة من غیر ضرورة صحیحة کما ھو داب أھل الزمان شاھد صدق علی اشتھاء المشابہ و قصدھا قال سیدنا عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ لا یشبہ الزی فی الزی حتی یشبہ القلوب بالقلوب و ما ثبت من لبسہ علیہ السلام بعض ألبسة الکفار فی بعض الاحیان فمحمول علی ما اذا لم یقصد التشبہ، والتشابہ لا یستلزم التشبہ، فان الثانی بالقصد دون الاول علی أن القول راجح علی الفعل والمحرم قاض علی المبیح کما ثبت فی الاصول و قد ثبت نھیہ علیہ السلام عن التشبہ بالکفار مرة بعد الاخری و کرة غب الاولیٰ ھذا و اللّٰہ اعلم بالصواب .

نمقہ العبد المذنب الاواہ المفتی محمد عبداللّٰہ الٹونکی مدرس اوسط یونی ورسٹی عفی اللّٰہ عنہ ما جناہ۔

از علماے قصور

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا o

سید غلام حسین قصوری عفی عنه، فقیر حافظ سید محمد قصوری، حافظ غلامِ مصطفی قصوری، فقیر عبد الملك واعظ قصور، فقیر محمد فضل حق امام مسجد کلاں قصور، سید محمد عبدالحق قصوری کوٹ مراد خان، سید محمد زمان شاہ ساکن ایضا۔

تمت بالخیر و الظفر

ضمیمہ

بِسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحِیمِ ۱۳۰۳ھ

بعد مرتب ہونے رسالہ جواہر مضیہ کے خان صاحب بہادر کی تفسیر القرآن کی دوسری جلد دیکھنے میں آئی جس میں حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے سے، نیز ان کے معجزات سے اِنکار ہے تو بہ نظر اِبتغاءً لمَرضات اللّٰه اس کا قول قول نقل کر کے اور اس کی تردید واقعی کر کے رسالہ موصوفہ کے اخیر ملحق کیا جاتا ہے۔ و بِاللّٰہِ التوفِیق .

قولہ: عیسائی اور مسلمان دونوں خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا کے حکم سے عام انسانی پیدائش کے برخلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔(ص۲۲)

اقول: عیسائی بحکم انجیل اور مسلمان بفرمانِ قرآن سچا اِعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا جل وعلا کے حکم سے بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ چناں چہ متی کی انجیل کے پہلے باب کے ورس ۱۸ سے ۲۱ تک لکھا ہے :

> ۱۸: اب یسوع کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو ان کے اکٹھے آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔

۱۹: تب اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور نہ چاہا کہ اسے تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اسے چپکے ہی چھوڑ دے۔

۲۰: وہ ان باتوں کی سوچ میں تھا کہ دیکھو خداوند کے ایک فرشتے نے اس پر خواب میں ظاہر کیا اے یوسف ابن داود! اپنی جورو مریم کو اپنے یہاں لے آنے سے مت ڈر کیوں کہ جو اس کے رحم میں ہے سو روح القدس سے ہے۔

۲۱: اور وہ بیٹا جنے گی اور تو اس کا نام یسوع رکھے گا۔ انتہی

اور لوقا کی انجیل کے پہلے باب کے ورس ۲۶ سے ۳۵ تک کا خلاصۂ عبارت یہ ہے :

۲۶: جبرئیل فرشتہ نے خدا کی طرف سے۔ ۲۷: ایک کنواری کے پاس جس کے یوسف نامی ایک مرد سے منگنی ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا اندر آ کر کہا کہ اے پسندیدہ سلام خداوند تیرے ساتھ تو عورتوں میں مبارک ہے۔ ۲۹: پَر وہ اسے دیکھ کر گھبرائی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔ ۳۰: تب فرشتے نے کہا: اے مریم! مت ڈر کہ تو نے خدا کے حضور فضل پایا۔ ۳۱: اور دیکھ تو حاملہ ہوگئی اور بیٹا جنے گی اس کا نام یسوع رکھے گی۔ ۳۴: تب مریم نے فرشتے سے کہا: یہ کیوں کر ہوگا جس حال میں میں مرد کو نہیں جانتی۔ ۳۵: فرشتے نے جواب میں اسے کہا کہ روح قدس تجھ پر اُترے گی اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہوگا۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔

اور قرآن میں کئی جگہ ایسا ہی مذکور ہے صرف انجیل میں یوسف سے منگنی کا ذکر زائد ہے باقی قصہ پیدائش حضرت مسیح بن باپ بحکم حق سبحانہ وتعالیٰ پیدا ہوئے تھے، مگر خان صاحب بہادر کا قرآن وانجیل پر اِیمان نہیں ہے، یہود مردود کی طرح حضرت مسیح کی شانِ والا کو بٹہ لگاتے ہیں جس کا مفصل ذکر آگے آتا ہے۔

قولہ: بہ طریق اِعجاز عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہوسکتا۔ معجزہ بہ مقابلہ منکرانِ نبوت صادر ہوتا ہے قبل ولادت حضرت مسیح بلکہ قبل اِدعائے نبوت یا اُلوہیت کوئی شخص منکر نہیں ہوسکتا تھا پھر معجزہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے۔ مع ہذا اگر وہ معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت مسیح کا، علاوہ اس کے جب کہ ان کی ولادت ٹھیک اسی طرح پر واقع ہوئی تھی جس طرح کہ عموماً بچوں کی ہوتی کہ نو مہینے تک حمل میں رہے اور وقت ولادت حضرت مریم پر وہ تمام حالات

طاری ہوئے جوعموماً عورتوں پر بچوں کی پیدائش میں طاری ہوتے ہیں تو کسی طرح اِعجاز اان کے پیدا ہونے کا اِحتمال بھی کسی کونہیں ہوسکتا تھا۔(ص:۲۳،۲۴)

اقول: خان صاحب بہادر نے تفسیر القرآن کی پہلی جلد کے ص ۱۲۸ میں لکھا تھا کہ معجزہ امرِ مطلوب پر یعنی اثباتِ نبوت یا خدا کی طرف ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔انتہی

جیسا کہ ہم مبحث اِنکارِ معجزات کے رد میں یہ قول نقل کر چکے ہیں اوراب خان صاحب بہادر لکھتے ہیں کہ معجزہ بمقابلہ منکرانِ نبوت صادر ہوتا ہے۔انتہی

خیر ہم ایسے تناقضات سے درگزر کر کے لکھتے ہیں کہ معجزہ میں یہ کوئی ضرورت نہیں ہے کہ بمقابلہ منکرانِ نبوت ہی صادر ہو بلکہ بہت سے معجزات صرف مسلمانوں میں ہی ظاہر ہوئے ہیں کسی کافر نے کوئی درخواست نہیں کی تھی چناں چہ سفروں میں پانی اور طعام کا زیادہ ہونا اور دعوت کے موقع پر ہی ایسا وقوع میں آنا جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے اوراس میں بھی شک نہیں ہے کہ معجزہ وسیلہ ہے ایمان دلانے یا یقین بڑھانے کا اس نبی کے حق میں جس سے صادر ہوتا ہے،سوحضرت مسیح نے جب کہ اپنے تولد کے بعد عنقریب ہی نبوت کا دعویٰ ظاہر کیا کہ جس کو حق تعالیٰ نے ان سے حکایت فرمایا ہے کہ اِنِّی عَبۡدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِی نَبِیًّا الآیۃ تو اس دعویٔ نبوت پر تصدیق دلانے کے لیے ان کا بن باپ کے پیدا ہونا من جانب اللہ تعالیٰ از قسم اِرہاص جو قبل النبوۃ خارق العادۃ کا نام ہے قرار دیا گیا اور تکلم فی المہد معجزہ بعد النبوۃ واقع ہوا جس کی تفصیل اپنے موقع پر ہوگی۔

اور یہی تولد بلا والد حضرت مریم کی بھی کرامت ہے جو ان کی صداقت اور عفت اور قبولیت کا ثمرہ ہے پھر مدت حمل کی جو نو مہینے لکھی ہے تو یہ روایت قوی اور معتبر نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو اعلم الصحابہ بہ تفسیر القرآن ہیں روایت ہے کہ ایک ہی ساعت حضرت مسیح کی حمل اور ولادت کی مدت تھی جیسا کہ سب سے پہلے بھی روایت تفسیروں میں درج ہے اور بطریق تسلیم اگر نو مہینے ہی مدت حمل کی تھی اور حضرت مریم کو دردِ زہ وغیرہ عوارض لاحق بھی ہوئے تو کیا اس سے بن باپ پیدا ہونے کے معجزہ میں کوئی خلل واقع ہو گیا۔نہیں ہرگز نہیں، بن باپ پیدا ہونا فی نفسہٖ بڑا بھاری نشان ہے جس میں بہ سبب نو مہینے مدت حمل کے اور بہ وقت ولادت لحوق عوارض سے کسی

ایمان دار کو مجالِ انکار نہیں ہے اور بے ایمان جو چاہے سو کہے۔ واللہ ھوالھادِی۔

قولہ: مسلمان بھی قرآن کی رو سے جیسے کہ سورۂ انعام میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ کو حضرت ابراہیم کی ذریت یعنی اولاد میں سمجھتے ہیں پس اگر حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے ہوں تو وہ نسل اور اولادِ ابراہیم سے کیوں کر قرار پا سکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ماں کے سبب سے ان کو داوٗد کی نسل سے قرار دیا گیا ہے تو یہ بات دو وجہ سے غلط ہے: اول اس لیے کہ یہودی شریعت میں عورت کی طرف سے نسب قائم نہیں ہوسکتا۔ دوسری یہ کہ حضرت مریم کا نسل داوٗد سے ہونا ثابت نہیں۔ (ص:۲۵)

اقول: خان صاحب بہادر نے اپنا نرالا دین نکالا ہے جس بات کو علمائے اسلام متقدمین و متاخرین سب کے سب اور ایسا ہی عیسائی قرآن اور انجیل سے نہایت متانت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں، یہ نئے مفسر اپنی زبان سے اس کا انکار کر کے اس کے برخلاف قائل ہو جاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ساری کارروائی بلا حجت و دلیل ہوتی ہے اور ممکن بھی نہیں کہ جو اہلِ قرآن و انجیل کے برخلاف ہو اس کے پاس کوئی دلیل بھی ہو، مگر تعجب ہے ان سے جو ایسے متکبر خود بینی میں گرفتار کا اِعتبار کر کے اس کے پیروکار بنتے جاتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف کی سورۂ انعام کے نویں رکوع میں حضرت خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بارے میں اِرشاد ہے :

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَیْنَا وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ o (سورۂ انعام:۶/۸۴تا۸۶)

ان آیتوں میں جو حضرت عیسیٰ کو ذریت ابراہیم میں داخل کیا ہے حالاں کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے تو اس کی وجہ مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ بہ سبب اس کے کہ حضرت مریم اولادِ ابراہیم میں سے ہیں تو حضرت عیسیٰ بھی اولادِ ابراہیم سے شمار کیے گئے کہ نواسہ بھی نانک والوں کی ذریت میں سے ہوتا ہے تو اس توجیہ سے خان صاحب بہادر منکر ہو کر یہودی شریعت کے پیرو بن گئے اور یہ نہیں جانتے کہ یہود مردود تو ۔ معاذ اللہ ۔ حضرت مریم کو عفیفہ اور حضرت مسیح کو ولد حلال

نہیں جانتے ہیں۔لعنهم الله لعنا كبيرا۔ ہاں خان صاحب بہادر بھی حضرت مسیح کو مسیح موعود نہیں مانتے بلکہ یوسف نجار کا بیٹا جانتے ہیں۔انا لِلّٰهِ و انا اِلیهِ راجعون۔

پھر یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہیں۔انتہی، جھوٹ اور بالکل دروغِ بے فروغ ہے، کیوں کہ آلِ عمران کی تفسیر میں مفسرین تصریح کر رہے ہیں کہ حضرت مریم بنت عمران کا نسب حضرت داؤد سے ملتا ہے۔ چناں چہ بیضاوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بیسویں پشت حضرت مریم کی حضرت داؤد سے ملتی ہے۔ پس بایں ہمہ حضرت مریم کے نسل داؤد سے ہونے کا اِنکار کرنا یہودِ مردود میں شامل ہونا ہے۔

قولہ: قرآنِ مجید نے اِس بات میں کہ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے تھے کچھ بحث نہیں کی، یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے تھے، جہاں تک کہ اشارہ ہے حضرت عیسی کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت کا اِشارہ ہے۔(ص:۳۱)

اقول: قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ کے باپ کی نسبت کچھ بھی بحث نہیں ہے یہ کہیں بھی بیان نہیں ہوا کہ حضرت عیسیٰ فلانے باپ کے بیٹے ہیں اس امر پر اشارہ تک قرآن مجید میں نہیں حالاں کہ جن کے باپ ہیں ان کی تصریح قرآن مجید میں موجود ہے کہیں یٰبنی اِسرائیل فرمایا، کہیں یابنِی ادم سنایا اور مریم بنت عمران بھی وہاں ہے۔

پس حضرت مسیح کے باپ کا ذکر نہ کرنا اور کئی جگہ ابن مریم ہی تعبیر کرنا اور بن باپ کے ہونے میں اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ فرمانا دلیل تام ہے اس پر کہ حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا عمدہ طور سے قرآن میں مذکور ہے، اور جو اس سے منکر ہے وہ اپنی جہالت میں معذور ہے۔

پھر حضرت مسیح کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت کا اشارہ قرآن میں بیان کرنا سخت نادانی ہے، بندۂ خدا جن کے بارے میں ارشاد ہو وکلمتُهٗ القَاهَا الیٰ مَریَم و روح منه اور جس کے حق میں والتی احصَنَتْ فرجَها کئی مرتبہ وارد ہو ایسے منصوصاتِ قرآنیہ کو اشارہ سے تعبیر کرنا صریح غفلت یا جہالت ہے قواعد اصول سے۔الحق اگر خان صاحب بہادر ایسی جہالت اور بطالت میں گرفتار نہ ہوتے تو ضروریاتِ دین متین سے اِنکار نہ

کرتے۔اللہ تعالیٰ راہ ہدایت دکھائے اور ضلالت وغوائت سے بچائے۔

قولہ:سب سے زیادہ غور کے لائق لفظ **لَمْ یَمْسَسْنِی بَشَرٌ وَّ لَمْ اَکُ بَغِیًّا** ہے بلاشبہ یہ دو کلمے تو نہایت صحیح ہیں اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اس زمانہ میں بلاشبہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا بلکہ غالبًا ان کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا۔اور کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم کو اور ان کے مربیوں کو حضرت مریم کی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو جو آخر کار یوسف کے ساتھ عقد ہونے سے پورا ہوا۔اس تعجب کے بعد فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا: **کذالک اللّٰہ یخلقُ ما یشاء.** اسی طرح حضرت زکریا سے کہا تھا: **کذالک اللّٰہ یفعل ما یشاء.** حضرت مریم سے کہا: **قال کذالک قال ربک هو علی هین.** اسی طرح حضرت زکریا سے کہا: **قال کذالک قال ربک هو علی هَیِّنٌ**۔(ص:۳۳)

اقول: خان صاحب بہادر نے اندھیری رات میں بیٹھ کر علم پڑھا تھا جس سے تاریکی آپ کے ظاہر باطن پر چھا گئی یہاں تک کہ اپنے وہم اور خیال سے قرآن میں تاویلاتِ باطلہ کو دخل دے رہے ہیں اور اپنی رائے نفسانی کی طرف کلام پاک کو کھینچ رہے ہیں،اس مایہ علمی پر کہ لفظوں کی بول چال سے بھی ناواقف ہیں بلکہ مفرد وتثنیہ میں اِمتیاز نہیں دیکھو **وَلَمْ یَمْسَسْنِی بَشَرٌ وَّ لَمْ اَکُ بَغِیًّا** جو ایک آیت کے دو فقرے نو لفظوں سے مرکب ہیں جس کو خان صاحب بہادر نے اول لفظ اور اخیر میں دو کلمے لکھا ہے۔پس نو کلموں کے دو فقروں کو لفظ پھر دو کلمے کہنا کس قدر ناواقفیت تعبیرات محاورات سے ہے،اور اِبتدا سے آیت کے آخری حرف واؤ(۱) کو دُور کر کے قرآن میں نقصان کر دیا ہے جو ان کی سمجھ کا نقصان ہے،اور اس تمیز پر نازاں ہو کر علماے اولین وآخرین اہل اسلام ونصاری کے مقابلہ کا بیڑہ اٹھالیا ہے ع: برایں عقل وہمت بباید گریست

پھر خطاب وجواب حضرت جبریل ومریم کو جو بیداری میں روبرو ہوا تھا جیسا کہ سب تفسیروں میں درج ہے اور سیاق قرآن بھی اسی پر دال ہے واقعہ خواب بیان کرنا خان صاحب بہادر کی خوابِ خرگوش ہے کہ سوتے پڑے باتیں کر رہے ہیں کہ اس مکالمہ کو خواب سے تعبیر کرنے کا ذکر چھوڑ کر

---

(۱) دیکھو پہلی سطر اس صفحہ کے ابتداء میں کہ آیت کو نقل کرنے میں حرف واؤ کو ساقط کر دیا ہے۔۱۲

قرآن میں اس کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے، مگر خان صاحب بہادر نے اپنی بہادری سے باز نہیں آنا اور قرآنِ مجید محفوظ کو تحریف کیے جانا ہے، خواہ دانش منداور دین داروں کے ریش خند ہی بن جائیں۔

پھر یہ توجیہ وجیہ بیان کرنی کہ 'کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم اور ان کے مربیوں کو شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو' الخ ۔محض ہٹ دھرمی ہے، قرآن اور انجیل دونوں اس کی تکذیب کررہی ہیں۔ چناں چہ انجیل سے اوپر صاف صاف منقول ہو چکا ہے کہ مریم مرد سے جمع ہونے سے پہلے روح القدس سے حاملہ ہوگئی اور فرشتہ نے کہا: دیکھ تو حاملہ ہوگئی اور بیٹا جنے گی اور قرآنِ مجید کے طرزِ کلام اور مقتضاے مرام سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے کی بات چیت کرتے ہی بلاتوقف ومہلت حضرت مریم حاملہ ہوگئیں تھیں جیسا کہ سورۂ مریم کی آیات کو لکھ کر ترجمہ سناتا ہوں:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَم .

اور یاد کر قرآن میں مریم کا قصہ۔

اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا .

جب گوشہ پکڑا اس نے اپنی قوم سے گھر کے شرقی مکان میں۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا .

پس پکڑا اس نے ورے ان کے اوپر پردہ۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا .

پس بھیجا ہم نے اس کی طرف اپنی روح یعنی جبریل کو۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا .

پس صورت پکڑی یعنی جبریل نے اس کے لیے آدمی تندرست کی۔

قَالَ اِنِّي اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا .

کہنے لگی یعنی مریم میں پناہ پکڑتی ہوں خدا کے ساتھ تجھ سے اگر چہ ہے تو پرہیزگار۔

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لاَھَبَ لَکِ غُلاَماً زَکِیًّا.

کہنے لگا یعنی فرشتہ مریم کو اور کچھ نہیں میں تو تیرے رب کا رسول ہوں کہ بخشوں تجھے پاکیزہ لڑکا۔

قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِی غُلاَمٌ وَ لَمْ یَمْسَسْنِی بَشَرٌ وَ لَمْ اَکُ بَغِیًّا.

کہا یعنی مریم نے کیوں کر ہوگا میرے لیے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی مرد نے یعنی نکاح سے اور نہیں میں بدکار۔

قَالَ کَذَالِکَ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَلِنَجْعَلَہٗ آیۃً لِلنَّاسِ وَ رحمۃً مِنَّا وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا.

بولا یعنی فرشتہ یوں ہی فرمایا ہے تیرے رب نے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور اس کو یعنی لڑکے کو ہم کیا چاہیں لوگوں کے لیے نشانی اور مہربانی ہماری طرف سے اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا۔

فَحَمَلَتْہُ فَانْتَبَذَتْ بِہٖ مَکَانًا قَصِیًّا.

پس حاملہ ہوگئی یعنی مریم ساتھ اس کے یعنی لڑکے کے پس کنارے ہوئی اس کو لے کر ایک پڑے مکان میں۔

فَاَجَآءَ ھَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَۃِ.

پس لے آیا اس کو درد زہ ایک کھجور کی جڑ میں۔

قَالَت یٰلَیْتَنِی مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ٥ (سورۂ مریم:۱۹/۱۶تا۲۳)

کہا: اے کاش! میں مرگئی ہوتی پہلے اس سے اور ہوتی بھولی بھلائی۔

۔کذافی فتح الرحمٰن وغیرہ۔

اب ہم خان صاحب بہادر کی پاس خاطر اگر تفسیروں کے بیان کا لحاظ نہ کریں تاہم عربی کلام کے مذاق دان یقین کرتے ہیں کہ جب حضرت مریم نے فرشتے کی بشارت دینے کے بعد کہا کہ مجھے لڑکا کیوں کر ہوگا حالاں کہ اب تک نہ میرا نکاح ہوا اور نہ میں بدکار ہوں یعنی ان دونوں وجہوں سے

لڑکا ہوتا ہے اور مجھ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔تو فرشتے نے جواب میں کہا کہ تیرا رب فرماتا ہے کہ یہ کام یعنی سوائے ہم بستری مرد کے لڑکا دینا مجھ پر آسان ہے یعنی خدا قادر ہے کہ بن باپ لڑکا پیدا کردے اور یہ خدا کی قدرت کی نشانی ہے اور رحمت ہے اور یہ کام یعنی بن باپ لڑکا دینا خدا کے حکم میں آچکا ہے تو اس گفتگو کے بعد ہی خبر دی **فحملته** یعنی مریم اس لڑکے سے حاملہ ہوگئی بغیر مہلت اور فرصت کے، کیوں کہ حرف فا جو حروفِ عاطفہ سے ہے اس میں ترتیب ہوتی ہے بلا مہلت کے۔

اگر خان صاحب بہادر کو مطول، مختصر معانی، شرح ملا جامی وغیرہا پر دیکھنے کی دست رس نہیں تو شرحِ مائۃ عوامل میں ہے دیکھ لیں کہ فا میں مہلت نہیں ہوتی، ترتیب بلا مہلت پر دلالت کرتی ہے۔ پس فرشتہ کی گفتگو اور حضرت مریم کے حاملہ ہونے میں اتنی مہلت ثابت کرنی کی شاید یوسف سے نکاح ہوا ہوگا اور اس کے نطفہ سے حمل ٹھہرا ہوگا قرآن کے فرمان کے برخلاف ہے اور تحریفِ فرقان اسی کا نام ہے۔نعوذ باللہ من ذالک

پھر سوچو کہ عورت جب مرد سے ہم بستر ہو جائے تو اس وقت لڑکا پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں کہ جس کی نسبت کہا جائے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے بلکہ محاورہ دان بخوبی سمجھتے ہیں کہ جو کام سب کی نظروں میں مشکل ہو تو اسی کو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے ہمیشہ کی ہونہار بات کو حق تعالیٰ کیوں کر فرمائے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔

پھر خان صاحب بہادر کا یہ مقولہ کہ فرشتے نے مریم سے کہا: **کذلک اللّٰہ یخلق ما یشآء** ۔اسی طرح حضرت زکریا سے کہا تھا کہ **کذلک اللّٰہ یفعل ما یئشا**۔حضرت مریم سے کہا: **قال کذلک قال ربک ھو علی ھین** ۔اسی طرح حضرت زکریا سے کہا کہ **قال کذلِک قال ربک ھو علی ھین**. انتہی۔

خان صاحب بہادر کی ساری کارروائی کو باطل کر رہا ہے یعنی بحکم قرآن وانجیل ثابت ہے کہ حضرت زکریا نے لڑکے کے واسطے دعا کی تو حق تعالیٰ نے قبول فرمائی، تب حضرت زکریا نے عرض کی: خداوندا! میرا لڑکا کیوں کر ہوگا حالاں کہ میری عورت بانجھ اور اٹھانوے برس کی عمر میں ہے اور میں بھی نہایت درجہ بڑھاپے کو پہنچا ہوں یعنی ایک سوبیس برس کا ہوں۔تو اس استبعاد کے دُور کرنے کو فرشتے نے کہا: تیرا رب فرماتا ہے: **هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ** یہ کام یعنی پیرزال بانجھ اور بڑے بوڑھے مرد

کے گھر میں لڑکا دینا مجھ پرآسان ہے، ایسا ہی خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے یعنی گو وہ لوگوں کی نظروں میں محال اور مشکل ہو۔علی ہذا القیاس حضرت مریم کے استبعاد کے دُور کرنے کو بھی اشارہ ہوا کہ یہ کام یعنی بدون چھونے مرد کے لڑکا دینا مجھ پرآسان ہے اور خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو یہ دونوں امر یعنی حضرت زکریا اور مریم کو لڑکا دینا معجزے کے رو سے ہوئے۔حسب فطرتِ انسانی محال اور مشکل تھے تو اس باہم متناسب ہونے سے بہ اقبال خان صاحب بہادر واقعی بات ثابت ہوگئی یہ بھی ایک معجزہ ہے نبیوں کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاس خاطر ایک منکر شدید کی زبان وقلم سے کلمہ حق نکلوا دیا۔فللّٰہ الحمد۔

اور **قال ربک** اور **ھو علی** کے درمیان حرف واؤ کا لکھنا یعنی قرآن میں زیادتی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔سابق میں **و لم یمسسنی** سے حرف واو کو کم کردیا تھا، یہاں پر حرف واو بڑھا دیا ہے۔یہ ان کا مایۂ علمی ہے۔

قولہ: کُنْ فَیکونُ سورہ آل عمران میں سے وہ کسی کے امر ہونے پر بلا اسباب قدرتی وفطرتی کے دلالت نہیں کرتا کیوں کہ ہر شے کے ہونے کو خدا اسی طرح فرماتا ہے :

اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اِنَّمَا یَقُوْلُہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○

پس ہر شے کن کے حکم سے ہمیشہ قانونِ قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔پس یہ الفاظ کسی طرح اس بات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الفور خلاف قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوئی تھی دلالت نہیں کرتی۔(ص:۳۳)

اقول: خدا کرے بے علم کوئی نہ ہو۔اور باوصف بے علمی کے علمی باتوں میں دخل دینا اپنا جہل مرکب ظاہر کرنا ہے۔مخفی نہ رہے کہ معجزہ کی رو سے جو شے پیدا ہوتی ہے اس کو کوئی بھی اہل علم سے بلا اسباب قدرتی وفطرتی نہیں کہہ سکتا، کیوں کہ وہاں پر بھی کوئی نہ کوئی سبب اسبابِ قدرتی وفطرتی سے ہوتا ہی ہے بلکہ خود قدرتِ الٰہیہ کو بھی سبب کہہ سکتے ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شے کو پیدا کرتا ہے بلا سبب کچھ نہیں پیدا ہوتا دیکھا ہے، سو یہ دعوی بھی باطل ہے، کیوں کہ اول جب عدمِ محض سے قادرِ مطلق نے حیوانات از قسم مادہ ونر یعنی آدمی، گائے، بکری، بھینس، مکھی، چیونٹی، سانپ وغیرہ مخلوقات علوی وسفلی جو اول ہی پیدا کیے تھے تو کون ان کا سبب اور ماں باپ تھا جس سے وہ پیدا

کیے گئے تھے اس وقت تو سوائے ذات خالق البریات کے کچھ بھی نہیں تھا۔پس جس نے پہلے پہل بلا توسط اسباب سب کچھ بنا دیا تو اب جب دنیا عالم اسباب موجود ہوگئے اور اسباب مہیا ہو گئے پھر بھی وہی خالق الکل اپنی قدرتِ کاملہ دکھلانے یا کسی کو آیۃ لـلـنـــاس بنانے کے واسطے احیاناً بلا سبب ظاہری پیدا کر دے تو کسی اہل عقل کے نزدیک مستبعد یا غیر ممکن نہیں ہوگا بلکہ سب دین دار ذی شعور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو خالق اسباب ہے اور اسباب سے پیدا کرتا ہے وہ بلا سبب بھی پیدا کرنے پر طاقت رکھتا ہے: **يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ .**

ولنعم ما قيل :

از سبب سازیش سوفسطا ئیم   در سبب سوزنش من سودا ئیم

ہر چند کوئی دلیل نقلی اس پر قائم نہ ہوئی تاہم عقلاً اس پر یقین آ سکتا تھا اور جب نقلی دلائل بخوبی موجود ہوں تو انکار کرنا ذوی العقول سے خلاف ہے۔دوسرا شخص جو چاہے سو کہے۔اور فقرہ کـــن فیـکون جو قرآن کی کئی آیاتِ بینات میں آیا ہے تو اس کا مطلب اہل علم پر روشن ہے کہ وہ تمثیل ہے جلد اور بلا مہلت حاصل ہونے اس چیز سے کہ جس سے ارادہ اِلٰہی نے تعلق پکڑا ہے ساتھ بلا توقف حکم مان لینے مامور مطیع کے پس اس سے بھی یہی مستفاد ہوا کہ تکوین الٰہی اس بات پر ہی موقوف نہیں بلکہ بلا سبب ظاہری بھی سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے، کیوں کہ اگر اسباب کی حاجت ہو تو صمدیت کے مخالف ہے اور حاصل ہونا فی الفور مـا یتـعـلـق بہ الإرادة الالٰهية کا بھی بلا مہلت متصور نہ ہو اور منافی ہوا کـن فیـکـون کے پس یہ الفاظ ناطق ہیں اس پر کہ حضرت مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے فی الفور ہوگئی تھی جیسا کہ ایمان داروں کا اعتقاد ہے اور یہ مقولہ خان صاحب بہادر کا کہ ہر شے کے ہونے کو خدا اسی طرح فرماتا ہے:

اذا اراد شيئا انما يقول له كن فيكون.

پس ہر شے کُن کے حکم سے ہمیشہ قانونِ قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔انتہی

سراسر غلط ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کن کے لفظ کے حکم سے کسی شے کو پیدا نہیں کرتا ہے، اس لیے کہ شے سے مراد یا موجود یا معدوم پس موجود کو کن کا حکم کرنا تحصیل حاصل عبث ہے اور معدوم قابل خطاب نہیں ہوتا تو مراد کن فیکون سے وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں یعنی بلا مہلت حاصل ہونا ما

یتعلق به ارادة اللّٰه سبحانه کامثل بلاتوقف اطاعت کرنے مامور مطیع کے۔

اور یہ آیت اذا اراد شیئا انما یقول له کن فیکون جوخان صاحب بہادر نے لکھا ہے سارے قرآن میں الحمد سے والناس تک نہیں ہے، ہاں سورۂ یٰسین کے اخیر اِذَا اَرَادَ شَیْـئًـا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ہے جس کو خان صاحب بہادر نے تحریف کر کے انما یقول له خانہ ساز آیت بنادی ہے۔

نیز جب انما جزائے شرط واقع ہوا ہے تو قرآن میں اس پر کلمہ فا آیا ہے جیسا کہ پہلے سیپارہ کے چودھویں رکوع اور تیسرے سیپارہ کے تیرھویں رکوع اور سولھویں سیپارہ کے چوتھے رکوع اور چوبیسویں سیپارہ کے گیارھویں رکوع؛ ان چاروں موقعوں میں فانما یقول له کن فیکون ہے اور بہ اعتبار قاعدہ نحو کے بھی جو نحوی انما کے مدخول کو جملہ اسمیہ جانتے ہیں ان کے نزدیک اس فا کا آنا واجب اور لازم ہے۔ اور مضارع مثبت پر ہی فا کا آنا مستحسن ہے۔ پس ایسے کلام مخالف مقتضائے مقام کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سخت جہالت ہے اور قائل کی بے علمی پر تمام تر دلالت ہے۔

قولہ: آیة للناس کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بہ طور ایک نشانی معجزہ پیدا کیا تھا محض بے جا ہے۔اس لیے کہ بے باپ کے پیدا ہونا (اگر بالفرض ہوا بھی ہو) ایسا امر مخفی ہے جو کسی طرح (آیۃ للناس) نہیں ہوسکتا۔(ص:۳۴)

اقول: آیت کے معنی لغت کی رو سے علامت کے ہیں پس و لنجعله آیة للناس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بن باپ کے پیدا کر کے لوگوں کے لیے اپنی کمال قدرت پر علامت اور نشان بنایا ہے اور اس آیۃ للناس کو مخفی امر بتانا مشہورات اور متواترات سے انکار کرنا ہے۔ساری عوام اور علما کی زبانوں پر مذکور اور کتابوں میں مسطور ہے کہ حضرت مریم کو بدون شوہر کے لڑکا ہوا۔

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے قرآنِ مجید میں یہ حکایت فرمائی ہے :

اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِآیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ -الی- اِنَّ فِی

ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ o (سورۂ آل عمران:۳/۴۹)

یعنی حضرت مسیح نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے اپنی راستی پر علامت لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں مٹی سے پنکھی کی صورت بنا کر اس میں پھونکتا ہوں وہ اُڑ جاتا ہے خدا کے حکم سے اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں خدا کے حکم سے اور تم کو بتا دیتا ہوں جو کھا کر آئے ہو اور جو گھر میں ذخیرہ گھر میں رکھتے ہو بے شک تمہارے لیے علامت ہے یعنی میری راستی پر اگر تم ایمان دار ہو۔

یہ ترجمہ ہے آیاتِ قرآنی کا سورۂ آل عمران سے جہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا ذکرِ خیر ہے۔ پس اب قرآن سے ثابت ہوا کہ آیت کے معنی معجزہ کے ہیں جو علامت صدق اس نبی کا ہوتا ہے جس سے بحکم خدا ظاہر ہو۔ پس حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا بھی ان کا معجزہ ٹھہرا ایمان داروں کے واسطے اور بے ایمان خواہ انکاری ہے پڑے کریں۔

قولہ: **بکلمة منه** کے الفاظ یا **کلمته القاها الی مریم** کے الفاظ بھی کسی طرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔ (ص:۳۴)

اقول: **بکلمة منه** کو الفاظ کہنا اور **لم یمسسنی بشر و لم اک بغیا** کو لفظ بولنا خان صاحب بہادر کی دانش مندی کی دلیل ہے۔ اب جن الفاظ قرآن کو وہ کہتے ہیں کہ یہ بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے، فقیر انھیں سے ثابت کر دکھاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ پہلے الفاظ **بکلمة منه** کے واقع میں اس آیت کریمہ میں کہ

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عَیْسَی بْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ o

یعنی جب کہا جبریل نے: اے مریم! بے شک اللہ تجھے مژدہ دیتا ہے ساتھ کلمہ کے اپنی طرف سے یعنی فرزند کے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں صاحب جاہ اور مقربین درگاہ سے ہے۔

پھر اس آیت کے بعد حضرت مریم کے اِستبعاد کا ذکر ہے کہ

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ .

پھراس کے جواب میں فرمایا :

کذلکَ

یعنی مثل اس فرزند کے جو تجھے بن باپ پیدا ہوگا۔

اللّٰہُ یخلُق ما یشاءُ

خدا پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اذا قضٰی امرًا.

جب ارادہ کرتا ہے کسی کی پیدائش کا۔

فانمَا یقوْلُ لہٗ کنْ فیَکونُ o (سورۂ آل عمران:۳/۴۷)

یعنی بے شک اس کے ارادہ پر وہ شے جلد پیدا ہو جاتی ہے۔

پس اب عاقل دین دار پر بخوبی روشن ہوگیا کہ حق تعالیٰ نے بکلمة منه کی تفسیر اسمه المسیح عیسی بن مریم فرمائی اور عیسیٰ کو ماں کی طرف منسوب کیا، حالاں کہ عرب کے محاورہ میں ہمیشہ بیٹے کو باپ کی طرف نسبت کرتے ہیں تو کلمۃ یعنی فرزند کو اول خدا کی طرف سے کہنا پھر ابن مریم بتانا پھر حضرت مریم کے بن باپ فرزند ہونے کی استبعاد کو دُور کرنا اور اپنی کمال قدرت کا اظہار فرمانا پوری پوری دلالت کرر ہا ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے، خواہ خان صاحب بہادر اپنی زبان سے انکار ہی کرتے جائیں۔

اب فقرہ کلمة القاها الی مریم کا حال سنو کہ وہ اس آیت اخیر سورۂ نسا میں واقع ہے کہ

یٰاَھْلَ الْکِتَابِ لاَ تَغْلُوْا فِی دِیْنِکُمْ وَ لاَ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی بنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِنْہُ o (سورۂ نساء:۴/۱۷۱)

یعنی اے اہل کتاب! حد سے نہ بڑھو اپنے دین کی بات میں اور نہ بولو اللہ پر مگر سچی بات۔ مسیح تو عیسیٰ بن مریم ہی ہے، خدا کا رسول اور اس کا حکم جوڈالا طرف مریم کی اور

روح ہے اس سے یعنی خدا کی طرف سے۔

جب نصاری نے حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کے سبب خدا کا بیٹا کہہ دیا تو حق تعالیٰ نے اس آیت میں ان کو فرمایا کہ مسیح کی تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو اور خدا کی شان کو بٹہ نہ لگاؤ، عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں ہے مریم کا بیٹا ہے، خدا کا رسول ہے، خدا کا حکم ہے، مریم کی طرف ڈالا جس سے عیسیٰ پیدا ہوا یعنی بن باپ خدا کے حکم سے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ بہت سے نبیوں کے ذکر قرآن مجید میں ہیں کسی کے بارے میں حق تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ **و کلمته القاها الی ام موسی او الی ام مریم** مثلاً پس حضرت مریم کا **و کلمته القاها** سے منسوب فرمانا دلالت کرتا ہے اس پر کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور کسی کا انکار کسی شمار میں نہیں ہے۔

قولہ: سورۂ مریم میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ان سے بن باپ کے پیدا ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے۔سورۂ مریم میں حضرت مریم کے رؤیا کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے انسان کی صورت دیکھی جس نے کہا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تم کو بیٹا دوں اس کے بعد جو کچھ بیان ہوا ہے اس پر فی تعقیب کی آئی ہے جیسے کہ **فحملته ، فاجاء ها المخاض** مگر اس فی سے اتصالِ زمانی مستنبط نہیں ہوسکتا جیسے کہ مثال مذکور بالا سے ظاہر ہے، کیوں کہ ان کے حاملہ ہونے اور دردِ زہ پیدا ہونے میں اتصال زمانی نہ تھا۔ (ص:۳۵)

اقول: قصہ حضرت مریم واقعہ سورۂ مریم کو رؤیا یعنی خواب کا واقعہ بیان کرنا قرآن سے منکروں کا کام ہے۔دیکھو سورۂ مریم میں ابتدائے قصہ حضرت مریم کے :

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَم .

یعنی یاد کرو قرآن میں قصہ مریم کا۔

اور اس سے پہلے ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا آیا ہے۔

پھر اسی سورہ میں ہے :

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيم اور وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسٰى اور وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اسْمٰعِيل اور وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيس .

اورعلی ہذالقیاس دوسری جگہ بھی قرآن شریف میں جونبیوں کے قصے مذکور ہوئے ہیں تو ایسا ہی فرمایاہے جیسا کہ سورۂ ص میں آیا ہے :

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ اور وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اور وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ .

توان سب بزرگ وار کے حالات واقعی و واقعات نفس الامری و بیداری کا قرآنِ مجید میں ذکرآیا ہے جیسا کہ سب اہل اسلام سے بڑھ کر سارے اہل کتاب کا اسی پر اتفاق ہے مگر خان صاحب بہادر جوقصہ واقعی بیداری حضرت مریم کوخواب سے تعبیر کرتے ہیں تو انھوں نے تمام قصص قرآنی کوخواب اورخیال ہی مقررکرچھوڑا ہے ۔**اعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور .**

راہِ حق تو یہ ہے کہ خواب کی تعبیر بھی بحکم قرآن راست ہوتی ہے وقوع میں آجاتی ہے اوران خان صاحب بہادر نے تو قرآنِ مجید کومعاذ اللہ محض مجاز اورلغز چیستان مقررکرچھوڑا ہے جیسا کہ اس رسالہ کے ناظرین کواس پر یقین حاصل ہوسکتا ہے، لیجیے دُور نہ جایئے اس نئے مفسر نے آیت **فتمثل لها بشرا سويا** سے عالم مثال نکال کرخواب کی بات قراردے دی ہے جس پر اطفال صرف خواں بھی دل کھول کرہنسیں گے کہ کہاں لفظ مثال جس سے عالم مثال یعنی خواب مراد رکھا ہے اورکہاں باب تفعُّل مجرد کے معنی مرادی لے کرمزید فیہ میں بھی وہی معنی مستعمل کرنے سخت بے علمی ہےاوربعینہٖ یہ واقعہ ویسا ہے جیسا کہ لنگوٹی پوش داڑھی مونچھ منڈانے کی دلیل **کلا سوف تعملون** بیان کیا کرتے ہیں۔غورکرواللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا .

اور بعداس کے کلمہ حصرسے آتا ہے :

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلاَمًا زَكِيًّا o (سورۂ مریم:۱۹/۱۹)

اورخان صاحب بہادراس کوخواب اورخیال میں منحصرکررہے ہیں،قرآن شریف کو چیستان بنانانہیں تو اور کیا ہے۔ **و کفی باللّٰہ العزیز منتقما .**

اورخدا شاہد ہے—**و کفی باللّٰہ شہیدا**— کہ فقیر نے جو کچھ لکھا ہے اورلکھ رہا ہے قرآنِ محفوظ کی حمایت اوردین متین اورانبیاے مرسلین کی نصرت کی رو سے ہے **ابتغاء لمرضات اللّٰہ**

فی الدارین و طلبا لشفاعة سید المرسلین فی الملوین صلوۃ اللّٰہ و سلامه علیه وإخوانه و عترته أجمعین .

باقی رہا یہ دعوی کہ **فحملته، فاجاء ها المخاض** پر فی تعقیب کی آئی ہے اور اس فی سے اتصال زمانی کا مستنبط نہیں ہوسکتا۔انتہی ۔

سو یہ بھی محض باطل اور بلا دلیل ہے۔طالب علم شرح مائۃ عوامل اور ہدایۃ النحو خوان بھی جانتے ہیں کہ فا عاطفہ ترتیب بلامہلت کے واسطے ہوتی ہے۔کافیہ کی شرح میں عارف جامی لکھتے ہیں :

و الفاء للترتیب أی للجمع مع الترتیب بغیر مهلة . انتهی.

مختصر معانی میں ہے :

فالثلث تشترک فی تفصیل المسند إلا ان الفاء تدل علی التعقیب من غیر تراخ و ثم علی التراخی وحتی مثل ثم الخ. انتهی.

اور ایسا ہی مطول میں لکھا ہے۔

اور اتقان فی علوم القرآن میں فا کی تین قسم ترتیبیہ،تعقیبیہ،مسببیۃ لکھ کر تصریح کی ہے کہ فا تعقیبیہ میں تراخی نہیں ہوتی ہے۔

پس خان صاحب بہادر کا فا تعقیبیہ میں اتصال زمانی کا انکار کرنا نہایت بےعلمی کی دلیل ہے جس کو فا اور فی کے لکھنے میں تمیز نہ ہو بعینہٖ فا عاطفہ کو بہ صورت فی جاریہ تحریر کرے تو اس کو ان حروف کے معانی پہچاننے کی کب اِستعداد ہوگی !۔

حکایت کرتے ہیں کہ ابی علی فارسی ایک شخص کا شہرۂ علم سن کر اس کی ملاقات کو آئے،اس کے پاس ایک ورق لکھا پڑا تھا،ابی علی نے اس کی چند سطریں پڑھ کر پوچھا کہ یہ کس کا لکھا ہوا ہے؟اس نے کہا:میرا لکھا ہوا ہے۔تو ابی علی بولے:الف کو آپ نے بہ صورت یا لکھا ہے،میں تو تمہارے فضل وکمال کو سن کر آیا تھا افسوس میرا وقت ضائع ہوا کہ ایسے بے تمیز کے پاس آیا فوراً اپنے مکان کو واپس آئے۔

فقیر کہتا ہے کہ اگلے وقتوں میں ایسے شناس تھے اب ایسے لوگ جو الف اور یا میں تمیز نہیں کرتے وہ مہدیِ ثانی بن کر قرآن مجید کی تفسیریں لکھ کر پہلے سب مفسرین کی غلطیاں نکالتے ہیں اور

خودحرفوں کے نام لکھنے اورمعنی بیان کرنے میں پامالِ اطفال ہورہے ہیں۔

پھرعجب تر یہ ہے کہ اس زمانے کے اُردوخوان جوتقییداتِ شرعیہ کوناپسندکرکے ملحدانہ چال مرغوب جانتے ہیں اورایسا ہی بعض نام کے مولوی دنیاوی لالچ میں مبتلا ہوکراس کی تفسیرکونہایت دل پذیراورناسخ تفاسیر جان کراس کے پڑھنے پڑھانے چھپوانے میں کوشش کررہے ہیں۔و **سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون .**

اور یہ دعویٰ کہ ان کے یعنی حضرت مریم کے حاملہ ہونے اوردردِزہ شروع ہونے میں اتصالِ زمانی نہ تھا،انتھی، باطل ہے اوراس سے زیادہ ہم اس کے باطل ہونے کی وجہ کیالکھیں کہ خوداللہ تعالیٰ نے کلمہ فا جوتعقیب بلامہلت کے واسطے موضوع ہے اس پرداخل فرمایا ہے۔جس سے اہل ایمان کوایقان ہے کہ ان کے حاملہ ہونے اوردردِزہ شروع ہونے میں بلاشبہ اتصالِ زمانی تھا۔

لوقا کی انجیل سے جوخان صاحب بہادرنے جننے کے دن سے پورے ہونے کے فقرہ سے مدتِ حمل نومہینے نکالی ہے غلط ہے،کیوں کہ اس کے آگے لکھا ہے کہ فرشتے نے اسی روزبشارت دی اوراسی روزلڑکا پیداہو۔ااورتفسیرکبیروغیرہ کی روایات کا حال ہم لکھیں گے کہ خودصاحب تفسیرکبیر نے ان کومخالف الفاظ قرآن بیان کیا ہے۔

قولہ:اس بات کے سمجھنے کے بعدآیات سورہ مریم پرغورکرنا چاہیے کہ جب حضرت مریم نے اپنی رؤیامیں انسان کودیکھاتوانہوں نے کہا :

اِنِّی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا

اس نے کہا :

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلاَماً زَکِیًّا .

حضرت مریم نے کہا :

اَنّٰی یَکُوْنُ لِی غُلاَمٌ وَ لَمْ یَمْسَسْنِی بَشَرٌ وَّ لَمْ اَکُ بَغِیًّا.

اس نے کہا :

کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّ لِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِلنَّاسِ ورَحْمَۃً مِنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا.

اس کے بعد ہے :

فَحَمَلَتْهُ پس اس حرف فی سے جو حملتہ پر ہے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بہ مجرد اس گفتار کے حضرت مریم حاملہ ہوگئی تھیں بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کے بعد کسی زمانۂ مابعد میں وہ حاملہ ہوئیں جس وقت کی یہ گفتگو ہے بلا شبہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا لیکن اس کے بعد ان کا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں۔(ص:۳۵،۳۶)

اقول: ان آیات سے ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوے اور رؤیا کا جواب بھی اوپر لکھا گیا ہے اور فاے **فحملته** اور **فاجاء ها المخاض** سے حسب موضوع لہ اس کے متحقق ہو چکا ہے کہ بہ مجرد اس گفتگو کے حمل اور درد زہ ہونے لگ گیا تھا۔

اور اس امر کا قائل ہونا کہ حضرت مریم کا بعد اس گفتگو کے یوسف سے خطبہ ہوا اور وہ اپنے خاوند سے حاملہ ہوئیں-انتہی-قرآن کے فرمان سے انکار کرنا اور نبی برحق کی شان والا کا اِنتقاص کرنا اور حضرت مریم کی عفتِ کلیہ میں خلل ڈالنا ہے جس کی نسبت خداے عظیم کے رو برو حساب دینا اور عذابِ الیم میں گرفتار ہونا پڑے گا :

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم　　تو خواہ پند از ان در پذیر خواہ ملال

و الله هو الهادي إلى الصراط المستقيم .

رہا یہ کہ خان صاحب بہادر نے جو **انی اعوذ بالرحمن** کی جگہ **اعوذ بالله** لکھا ہے تو یہ تحریف قرآنی ہے۔ ہمیشہ تحریف معنوی کرتے کرتے اس جگہ تحریف لفظی بھی کر دی ہے۔

قولہ: اسی طرح **فاتت به قومها تحمله** کی 'فی' کا حال ہے کہ وہ ولادت کے زمانہ سے متصل نہیں ہے بلکہ امر ولادت کے بعد کسی زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ ولادت کے چالیس دن بعد یہ واقع ہوا۔ اور ابوالقاسم ملکی کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ جوان کے ہونے کے قریب تھے جب یہ واقعہ ہوا تھا، چناں چہ تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہے الی قولہ غرضے کہ علماے مفسرین یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تکلم حضرت عیسیٰ ولادت کے متصل نہ تھا۔(ص:۳۶)

اقول: جیسا کہ حال فاے **فحملته** اور **فاجاء ها المخاض** کا ہے کہ اس میں ترتیب اور تعقیب بلا مہلت ہوتی ہے ویسا ہی حال ہے فاے **فاتت به قومها تحمله** کا ہے۔ اگر پہلی اسناد

سے بہ سبب کسی قدر دُور ہونے کے غفلت ہوگئی ہوتو اور بھی سن لیجیے۔

کافیہ کی شرح غایۃ التحقیق میں لکھا ہے :

و الفاء للترتیب مع الوصل و ثم مثلها ای مثل الفاء فی الترتیب لکن بمهلة . انتهی.

مطول میں بعد ذکر واؤ وفا وثم لکھتے ہیں :

فهذه الثلثة مشترک فی تفصیل المسند و تختلف من جهته ان الفاء یدل علی ان ملابسة الفعل للتابع بعد ملابسته للمتبوع بلا مهلة و ثم کذالک مع مهلة وحتی مثل ثم إلا أن فیه الخ. انتهی.

غور کرو کہ تمام علمائے نحو ومعانی واصول متفق ہیں اس پر کہ فا کے تابع اور متبوع میں اتصال ہوتا ہے اور خان صاحب بہادر اس اتصال کے منکر ہیں، مگر بے شک قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب حضرت مریم کو درِدزہ لگی تو انہوں نے اس فکر سے کہ بن شوہر جو بچہ پیدا ہوا تو لوگوں میں سخت رسوائی ہوگی کہا: کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور نسیا منسیا ہوتی جیسا کہ اس قدر لکھا گیا ہے تو اس حالت میں ان کے نیچے سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے بہ قول اقرب الی الصواب یا جبرئیل امین نے آواز دیا کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ پیدا کیا ہے اور ہلا اپنی طرف سے کھجور کی جڑ کو اس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں پس کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ سو جب تو دیکھے کسی آدمی کو تو کہہ: میں نے نذر مانی ہے خدا کے واسطے روزہ پس آج کے دن ہرگز کسی سے کلام نہ کروں گی۔ کذا فی موضح القرآن- یہ ترجمہ ہے آیات قرآن کا جن میں حضرت عیسیٰ کے پیدا ہوتے ہی بات چیت کرنے کا اور چشمہ نکلوا دینے اور تنۂ کھجور سے پکی کھجوریں اتروا دینے کا بہ شہادت قرآن مجید معجزہ ظاہر ہے۔

پھر بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ

یعنی پس لائی اس کو اپنی قوم کے پاس گود میں لے کر

قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا

لوگوں نے کہا: اے مریم! تو بری چیز لائی یعنی بن شوہر بچا جن لائی۔

یٰاُخْتَ ھٰرُوْنَ مَا کَانَ اَبُوْکَ امْرَءَ سَوْءٍ وَ مَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا .

اے ہارون کی بہن! تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تھی تیری ماں زانیہ یعنی تو اچھے خاندان کی لڑکی تھی یہ اچنبا بن باپ لڑکا کہاں سے لے آئی۔

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ .

پس مریم نے اشارہ کیا طرف اس کے یعنی حضرت عیسیٰ کے

قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا.

بولے: کیوں کر بات کریں ہم اس سے جو گود میں ہے لڑکا۔

تب حضرت عیسیٰ نے ان کو یہ جواب دیا جو باری تعالیٰ نے ان سے حکایت فرمائی ہے :

قَالَ اِنِّی عَبْدُاللّٰهِ آتٰنِیَ الْکِتٰبُ وَجَعَلَنِی نَبِیًّا وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ وَ اَوْصٰنِی بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَ بَرًّا بِوَالِدَتِی وَلَمْ یَجْعَلْنِی جَبَّارًا شَقِیًّا وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا o

(سورۂ مریم:۱۹/۲۸ تا ۳۳)

اب اس قصہ میں غور کرنے سے بحکم الفاظ قرآن مجید یہ معجزہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی والدہ کی گود میں کلام فرما کر اپنے تئیں خدا کا بندہ بہت نیکوں کا بلکہ نیکو کا رسردار بنا کر اپنی والدہ شریفہ سے لوگوں کا طعنہ دُور کیا کیا معنی کہ نطفہ حرام سخت بدکار رہوا کرتا ہے۔

خان صاحب بہادران تمام آیات کو درمیان سے اُڑا کر صرف **فاتت به قومها تحمله** کا ایک فقرہ آیت لکھ کر پھر اس کے بعد میں کئی آیتوں کو حذف کر کے حضرت عیسیٰ کے کلام کرنے کے باب میں تفسیر ابن عباس اور تفسیر کبیر سے نقلیں لکھنے لگے اور اخیر میں اس کا نتیجہ نکالا کہ علمائے مفسرین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تکلم حضرت عیسیٰ ولادت کے متصل نہ تھا۔ سو فقیر کہتا ہے کہ اس میں خان صاحب بہادر نے بہت سی غلطیاں کی ہیں :

پہلی غلطی یہ ہے کہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کوئی بھی تفسیر نہیں ہے اور یہ تو مشہورات و مقررات سے ہے کہ صحابہ کرام کے زمانِ سعادت نشان میں کوئی تصنیف نہیں ہوئی۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ خان صاحب بہادر اپنے آپ کو مجتہد جانتے اور مفسرین محدثین وغیرہم سب کی غلطیاں نکالتے ہیں۔اب اس جگہ تفسیروں کی طرف کیوں رجوع لائے،اپنی ہوا کے حکم سے کیوں نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ نے تکلم فی المہد جیسا کہ منصوص قرآنی ہے ہرگز نہیں کیا جس طرح اپنے خیالاتِ نفسانی سے حضرت عیسیٰ کو خلاف حکم قرآن کا یوسف کا بیٹا بنا رہے ہیں۔ واللہ عزیز ذوانتقام۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ تفسیر کبیر سے اول نقل کیا کہ یہ کلام کرنا حضرت مسیح کا نزدیک جمہور کے صغرسنی میں یعنی والدہ کی گود میں واقعہ ہوا پھر ابوالقاسم بلخی کے قول کو کہ یہ کلام کرنا قرب بلوغ کے تھا نقل کر کے بعد اس کے جو صاحب تفسیر کبیر نے اس قول کو بدیں عبارت رد کیا ہے :

اما قول ابی القاسم البلخی فبعید و ذالک لان الحاجة الی کلام عیسی عند وقوع التهمة علی مریم علیهما السلام .

ہضم کر گئے اب سخت پاسداری سخن کی خان صاحب بہادر کی عادت ہونے کا کمالِ یقین ہوا کہ ایک تفسیر کی سند سے اسی تفسیر کے مردود قول کو اپنی دلیل بنالیا اور اس میں سرقہ کیا۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ صاحب تفسیر کبیر نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو کہ مدت حمل کی ایک ساعت تھی دووجہ سے بحکم قرآن مستند کیا ہے: اول یہ ہے کہ فاے **فحملته فانتبذت به، فاجاء ها المخاض، فناداها من تحتها** سے جو تعقیب بلافصل کے واسطے سے ثابت ہے کہ مدت حمل کی ایک ساعت ہی تھی۔

دوم یہ کہ آیت **ان مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون** سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش **کن فیکون** سے ہوئی ہے جس میں مدت حمل معتاد کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ وہ مدت اس حمل میں متصور ہے جو نطفہ سے ہی ہو۔

چناں چہ یہ مضمون تفسیر کبیر کی پانچویں جلد کے ص۷۸۴ میں موجود ہے۔تو اس قول کو جو قرآن سے مستند ہے خان صاحب بہادر اپنی زبان سے جھوٹ اور خلاف کہتے جاتے ہیں اور جھوٹی اور مخالف قرآن کی باتوں کو سچ مچ بناتے آتے ہیں۔ **واللّٰه یحق الحق وهو خیر الفاصلین .**

اب اس روایت تفسیر کبیر سے وہ روایت کہ مدت حمل کی نو مہینے تھی جس کو خان صاحب نے

انجیل لوک کی روایت کے بعد نقل کیا تھا اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ حال اس کا آگے لکھیں گے باطل ہو گئی، کیوں کہ وہ قرآن کے برخلاف ہے جب خان صاحب بہادر نے ایک دو تفسیروں کی سند سے اپنے خیال سے اپنا مطلب ثابت کرنا چاہا حالاں کہ کچھ بھی ثابت نہ ہوا، تو اب ہم بھی ایک دو تفسیروں سے قولِ حق کی تائید کریں تو کچھ مضائقہ ہوگا۔ اتقان فی علوم القران میں لکھا ہے :

عیسی بن مریم بنت عمران خلقه اللّٰه تعالی بلا اب .انتهی .

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ السلام کو بن باپ پیدا کیا۔

علامہ محمد طاہر فتنی مجمع بحارالانوار میں نووی شرح صحیح مسلم اور طیبی شرح مصابیح سے لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ کے نام سے موسوم ہوئے، اس لیے کہ کلمہ کن سے بن باپ پیدا کیے گئے یا اس لیے کہ انھوں نے لڑکپن یعنی والدہ کی گود میں کلام کی۔ص ۲۲۷ مطبوعہ نول کشوری۔

اور تفسیر معالم التنزیل وکبیر وغیرہما میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی والدہ کی گود میں دودھ پی رہے تھے جب یہود کی بات سنی کہ ان کی والدہ پر تہمت لگاتے ہیں تو آپ نے دودھ کا پینا چھوڑ دیا اوران کی طرف متوجہ ہوکر دائیں ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کرکے فرمایا :

انی عبداللّٰه – تا- و یوم ابعث حیا .

اب ثابت ہوا کہ علمائے مفسرین بہ دلالت قرآنِ مبین تسلیم کررہے ہیں کہ تکلم حضرت عیسیٰ ولادت کے متصل تھا۔فللّٰہ الحمد۔

خان صاحب بہادر کا یہ خام خیال کہ پہلے عقائد فی زمانناکے تعلیم یافتہ لوگوں کو مؤثر نہیں، اب نیا علم کلام چاہیے جو ہم نے لکھا ہے۔اھ۔(جیسا کہ خان صاحب بہادر نے اس مضمون کا ایک لیکچر مشتہر کیا ہے۔)تحریف بلکہ نسخ شرع شریف ہے جب اللہ تعالیٰ **الیوم اکملت لکم دینکم** الآیۃ. فرمادے تو اس دین متین میں تبدیل کرنے والا کب مسلمان کہلائے!۔ہادی حقیقی ان کو اور ان کے پیرووں کو راہِ راست پر لائے۔

قولہ:قرآن مجید میں صاف پایا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ایسے وقت میں ہوا تھا جب حضرت عیسیٰ نبی ہوچکے تھے کیوں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ **انی عبداللّٰه اتنی الکتاب و جعلنی نبیا.** تاریخ پر اورانجیلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بارہ برس کی عمر تھی۔دیکھوانجیل لوقا باب

۲ جب انہوں نے بیت المقدس میں یہودی عالموں سے گفتگو کی۔الخ۔

اقول: حضرت مسیح ماں کے پیٹ سے نکلتے نبی تھے اور یقیناً یہ گفتگو اسی وقت کی ہے جس پر قرآن مجید صاف صاف شہادت دے رہا ہے اور تفسیروں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے جس میں جی چاہے دیکھ لو خصوص تفسیر کبیر جس سے خان صاحب بہادر بھی سند لاتے ہیں اس کی پانچویں جلد کے ص ۷۹۴ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ لڑکپن میں نبی تھے۔(ص۲)

پس ثابت ہوا کہ لڑکپن میں نبی ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور آیت **اتٰنِیَ الکتاب و جعلنی نبیا** صاف دلالت کررہی ہے اس پر کہ حضرت عیسیٰ لڑکپن میں ہی نبی تھے۔پس واجب ہے کہ ہم اس کو اپنے ظاہر پر جاری رکھیں۔(ص ۱۸، ۱۹)

اور یہ جو انجیل لوقا سے خان صاحب بہادر نے لکھا ہے کہ یہودی عالموں نے حضرت مریم سے کہا کہ تیرے ماں باپ تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب یعنی بدمذہب لڑکا جنا ہے تب حضرت مسیح کو والدہ اٹھالائیں تو اس وقت بارہ برس کی عمر میں آپ نے کہا: **انی عبد اللّٰہ اتانی الکتاب. انتھی.** محض جھوٹ ہے۔اس انجیل کے دوسرے باب میں یہودی عالموں سے بارہ برس کی عمر میں ایسی گفتگو کرنے کا ذکر کوئی نہیں ہے، جس کا جی چاہے انجیل لوقا باب ۲ مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۵ء میں دیکھ لے۔اور ظاہر کہ خان صاحب بہادر کا انجیل کو اپنی خیالی ممکنات سے رد کردیا ہے تو اس کی بات کے مردود ہونے میں کیا شک ہے غرض کہ علماے مفسرین کی تسلیم وغیرہ جو کچھ لکھا ہے سب غلط ہے کسی عبارت اور مضمون میں خان صاحب بہادر سرقہ کردیتے ہیں کسی کتاب کی طرف جھوٹا حوالہ لکھ دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ عقل سلیم نصیب کرے۔

قولہ: قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا کلام کیا تھا۔قرآن مجید کے یہ لفظ ہیں: **کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا** اس میں لفظ 'کان' کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیوں کر کلام کریں جو مہد میں تھا یعنی کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لائق نہیں الخ۔(ص ۳۷)

اقول: خان صاحب بہادر جیسے خود پسند کم علموں کو خوب خوش کرسکتے ہیں اور اہل منصف مزاجوں کے نزدیک ان کی بات سراسر واہیات اور دھوکہ دہی ثابت ہورہی ہے۔دیکھو لفظ کان

کے قرآن مجید میں آٹھ معنی ہیں: ماضی منقطع، حال، استقبال، دوام استمرار بمعنی صار، بمعنی ینبغی، بمعنی حدث وجد، تاکید کے واسطے جس کو زائد بھی کہتے ہیں جیسا کہ اتقان فی علوم القرآن میں یہ اقسام مع ان کی مثالوں کے مذکور ہیں۔ اور خاص یہ کان جو **کیف نکلم من کان فی المهد صبیا** میں واقع ہے اس کی نسبت سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ ماضی منقطع کے معنی میں مستعمل نہیں جو معنی خان صاحب بہادر کر رہے ہیں بلکہ تفسیر کبیر اور نیشا پوری اور مدارک اور بیضاوی اور ابوالسعود وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ کان تامہ ہے بہ معنی وجد وحدث کے۔

پس آیت کے معنی یوں ہوئے ہم کیوں کر کلام کریں اس سے جو ماں کی گود میں لڑکا شیر خوار پایا گیا ہے۔ اور صاحب تفسیر کبیر ونیشا پوری نے اسی معنی کو پسند کیا ہے اور محی السنہ قاضی بیضاوی اور مفتی الثقلین ابوالسعود نے اس کان کو واسطے تاکید کے یعنی زائدہ بھی لکھا ہے جس کی رو سے معنی یوں ہوئے: ہم کیوں کر کلام کریں اس سے جو ماں کی گود میں لڑکا ہے شیر خوار۔ اور مفسرین نے جو یہ معنی کیے ہیں تو اس آیت کو دوسری دو آیتوں سے تطبیق دینے کے لیے جو سورۂ آل عمران اور سورۂ مائدہ میں ہیں جن میں **نکلم فی المهد** منصوص ہے، اور کان کا لفظ مذکور نہیں اور نہ وہاں گنجائش ہے جیسا کہ اپنے موقع پر ہم آئندہ ان کو لکھیں گے اور خان صاحب بہادر کی ہٹ دھرمی اور ناحق پرستی ظاہر کریں گے۔

قولہ: اور بالفرض حضرت عیسیٰ نے اگر مہد میں کلام بھی کیا ہو تو اس سے ان کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کیوں کر اِستدلال ہو سکتا ہے۔

قولہ: اگر اس وقت یہودیوں کی مراد اس سے تہمت بدنسبت حضرت مریم کے اور ناجائز مولود ہونے کے نسبت حضرت عیسیٰ کے ہوتی تو ضرور حضرت عیسیٰ اپنے جواب میں اپنی اور اپنی ماں کی بریت اس تہمت سے ظاہر کرتے۔ (ص ۳۷،۳۸)

اقول: بالفرض کیا فی الحقیقت اور فی نفس الامر بہ حکم نافذ قرآن حضرت مسیح نے ماں کی گود میں وہ کلام معجز نظام ہدایت فرجام فرمائی جیسا کہ مذکورات ماسبق سے ناظرین باتمکین کو یقین آ چکا ہے اور صرف اس تکلم فی المہد سے کسی نے بھی اہل علم میں سے ان کے بن باپ پیدا ہونے پر استدلال نہیں کیا ہے بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے ثابت ہوا ہے کہ آپ بن باپ پیدا ہوئے جیسا کہ کچھ ان میں سے اوپر مذکور ہوئی ہیں اور کچھ آئندہ مسطور ہوں گی اور اس وجہ سے کہ یہود مردود نے حضرت

مریم سے جب یہ طعنہ کیا کہ تمہارے والدین تو بدکار نہ تھے تم یہ بری چیز یعنی بن باپ لڑکا کہاں سے لے آئی تو آپ نے جو یہ جواب دیا کہ میں خدا کا بندہ ہوں یعنی وہ خدا جو صاحب کن فیکون کا ہے اور اس پر لڑکا بن باپ پیدا کرنا آسان ہے۔تو اس سے بھی پایا گیا کہ آپ ضرور بن باپ ہیں۔

نیز یہ تکلم فی المہد جو خرقِ عادت ہے اس نے دلالت کی بن باپ پیدا ہونے پر اس وجہ سے بھی کہ جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اس کا تکلم فی المہد خلافِ عادت ہے اور جو بدونِ نطفہ کے صرف خدا کے حکم سے پیدا ہوا اس لیے اس پر تکلم فی المہد بھی آسان ہے چنداں مستبعد نہیں ہے۔اور سارے اہل علم متفق ہیں اس پر کہ یہود مردود نے حضرت مریم پر تہمت لگائی جو قرآن کے طرزِ بیان سے صاف عیاں ہے جس کی بریت کے واسطے حضرت مسیح نے اپنی بخوبی تعریف فرمائی اور ثابت کیا کہ میں جو نبی صاحب کتاب نیک اعمال پسندیدہ چلن چال اپنی والدہ کا فرمان بردار اسے نیکوکار ہوں یعنی وہ والدہ جس نے حق تعالیٰ کی نذر میں مقبول ہو کر بہشتوں کے کھانے کھا کر عبادت الٰہی میں نشو و نما پایا ہے تو ایسے ولد اور والدہ پر تہمت لگانا نرا جاہلوں کا کام ہے جس کو بتصریح جواب دینا اور محل خطاب سمجھنا امر نا فرجام ہے کہ جوابِ جاہلاں خاموشی باشد۔خموشی مع ہذا کنایۃً جوابِ شافی بھی دیا گیا کہ ایسی ماں بیٹا ظاہر اور باطن کے پاک ممکن ہی نہیں کہ بدکار اور مولود ناجائز ہوں اور اہل علم پر بخوبی روشن ہے کہ:الکنایة ابلغ من التصریح و التلویح اشد من التوضیح۔

قولہ: نفخ روح حضرت عیسیٰ میں کچھ دلیل ان کے بن باپ ہونے کی نہیں ہوسکتی تمام انسانوں کی نسبت خدا تعالیٰ نے نفخ روح کیا ہے جیسے سورۂ تنزیل میں فرمایا ہے :

خَلَقَ الاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلاٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰهُ وَ نُفِخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ .

پس جس طرح کہ اور تمام انسانوں میں اپنی روح نفخ کرتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ میں بھی کی تھی۔(ص:۳۹)

اقول: خان صاحب بہادر قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی کرتے کرتے اب حد سے بڑھ گئے خوفِ خدا اور حیا کے دشمن ہو گئے۔دیکھو اس قول میں ایک محض جھوٹے دعوی پر قرآن مجید میں تحریف کر کے سند قائم کر دی ہے،کیا معنی کہ چھٹی آیت سورۂ سجدہ کی ابتدا سے الـذی احسن کل

شی خلقه و بدا کوحذف کر کے **خلق الانسان من طین** مصدر مفعول کوفعل ماضی بنا کر اس سے کلام شروع کر دی ہے، پھر ساتویں آیت جس میں نسل آدم کے منی سے پیدا کرنے کا ذکر ہے لکھ کر آٹھویں آیت جس میں خاص حضرت آدم میں نفخ روح اللہ کا بیان ہے، اس کو تمام انسانوں میں نفخ روح اللہ کی دلیل بنا دیا ہے، اس غرض سے کہ جیسے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ میں اپنی روح نفخ کی ہے اسی طرح تمام انسانوں میں خدا تعالی نے اپنی روح نفخ کی ہے تا کہ حضرت مسیح کا کسی طرح سے امتیاز نہ رہے سب آدمیوں سے برابر ہو جائیں، سو یہ بات محض غلط اور بالکل جھوٹ ہے، کہیں بھی اس امر کا ذکر قرآن میں نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم میں جو پہلے انسان وہی ہیں اپنی روح کے نفخ کرنے کا اسی آیت میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اور جگہ بھی حضرت آدم کی پیدائش کے قصہ میں آیا ہے :

فاذا سویته و نفخت فیه من روحی .الایة. (سورۂ حجر رکوع ۳)

پھر یہ آیت رکوع اخیر سورہ ص میں بھی موجود ہے جن سے ثابت ہے کہ حضرت ابوالبشر آدم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم میں حق تعالی نے اپنی روح پھونکی علی ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم میں بھی اپنی روح نفخ کر کے حضرت مسیح کو پیدا کیا جیسا کہ سورہ انبیا میں فرمایا ہے :

وَالَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا آیَةً للعٰلَمِیْنَ o (سورۂ انبیاء:۲۱/۹۱)

پھر سورۂ تحریم کے اخیر میں آیا ہے :

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا o (سورۂ انبیاء:۶۶/۱۲)

پس اب اہل علم دین داروں پر روشن ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے کہ حضرت آدم میں اپنی روح نفخ کر کے بن باپ پیدا کر دیا ویسا ہی حضرت مریم میں اپنی روح نفخ کر کے حضرت مسیح کو بن باپ پیدا فرما دیا۔ **فدیتک اللّٰهمَّ** یہ تیرا کس قدر اس فقیر پر عظیم احسان اور عمیم امتنان ہے کہ تیرے مقبولوں کے دشمن جن دلیلوں سے ان کے استخفاف ظاہر کرتے ہیں یہ تیرا نہایت عاجز بندہ انہیں ادلہ سے خاک بدہانِ اعدا کر کے ان کی عزت وتوقیر کثیر روشن کر دکھایا ہے۔ سچ ہے کہ اس سچے دین

کا خدا خود حافظ و کفی به حفیظا.

قولہ:سورۂ آل عمران میں ہے: ان مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون . اس آیت سے بھی حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا مفسرین نے لکھا ہے کہ وفد نجران جب آں حضرت ﷺ کے پاس آیا اور جو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے پر دلیل لاتے تھے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے خدا کے بیٹے ہیں اس دلیل کے رد کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۔اگر یہ روایت صحیح مانی جائے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ آں حضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم کر لیا ہو، کیوں کہ یہ دلیل بطور دلیل الزامی کے ہے، دلیل الزامی میں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے بیان کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ۔الخ (ص:۳۹)

اقول: چوں کہ ہم بہت سے ادلۂ قطعیہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور اور بیشک حضرت مسیح کو بن باپ پیدا کیا، قرآن مجید اور انجیل میں اس کی خبریں دی ہیں جن سے ایک یہ آیت بھی دلیل ہے کہ اس میں ایک اچنبھا بات یعنی حضرت عیسیٰ جو بن باپ کے پیدا ہوئے تھے ان کی تشبیہ دی گئی ہے ساتھ بہت سی اچنبھا بات کے جو حضرت آدم ہیں بن ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے اور یہ دلیل الزامی نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار خبر دی ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے پھر یہ ممکن ہے کہ مہبط وحی اور منزل علیہ قرآن مجید کے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کو تسلیم نہ فرمائیں- حاشا وکلا- بلکہ آپ نے خود اپنے تسلیم فرمانے سے بڑھ کر سب اہل اسلام سے تسلیم کرایا ہے، اور اس تسلیم کو نجاتِ عقبیٰ کے اسباب میں سے ایک سبب مقرر فرمایا ہے جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی حدیث میں آیا ہے :

قال: من شهد ان لا اِله اِلا اللّٰه وحده و اشهد ان محمدا عبده و رسوله و ان عِیسی عبد اللهِ و رسوله و ابن امتِه و کلِمته القها اِلی مریم و روح مِنه و ان الجنة حق و النار حق ادخله اللّٰه مِن ایِ ابوابِ الجنةِ الثمانِیةِ شاء .

صاحب حصن حصین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی اور محی السنہ فی تفسیر معالم التنزیل میں بھی اس کو اخراج کیا ہے، اور مشارق الانوار میں بھی لائے ہیں اور اس کے اخیر یوں ہے کہ اس عقیدہ والا بہشتوں میں داخل ہوگا، خواہ عمل اس کا کیسا ہی ہو۔

اب غور کرو کہ آں حضرت ﷺ نے حضرت مسیح کے ابن مریم اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ یعنی بن باپ کے پیدا ہونے کے یقین پر دخولِ بہشت موقوف کیا ہے، اور علی ہذا القیاس تکلم فی المھد بھی حضرت مسیح کا مان لیا ہے جیسا کہ صاحب مجمع بحارالانوار نے صحیحین وغیرہما سے حدیث صحیح نقل کی ہے کہ

لم یتکلم فی المھد الا ثلثۃ عیسی و صاحب جریح و غلام کان یرضع فی حجر امہ و مر راکب الخ .

پھر بعد اس کے لکھا ہے کہ حدیث سے ساحر اور راہب کے دونوں شیر خوار لڑکوں کا بھی بولنا ثابت ہے پھر لکھا ہے :

و کذا قالوا انہ تکلم ابراھیم الخلیل و ابنتہ ماشطۃ و شاھد یوسف و یحیی و مریم علی نبینا وعلیھم السلام مبارک الیمامۃ حین کلمہ النبی ﷺ .

صاحب مجمع البحار نے یہ سارا مذکور زبدہ شرح شفا سے نقل کر کے پھر کرمانی شرح صحیح بخاری سے لکھا ہے کہ جس وقت آں حضرت ﷺ نے حدیث لم یتکلم فی المھد کی فرمائی تھی اس وقت تک دوسرے مہد میں بولنے والوں کا آپ کو علم نہ تھا یعنی بعد اس کے دوسروں کا تکلم فی المھد بھی معلوم ہوا۔

فقیر کہتا ہے کہ تفسیر فتح العزیز میں حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا تنور آگ میں اپنی والدہ شریفہ سے کلام کرنا بھی لکھا ہے۔ چالیس دن کی عمر میں خان صاحب بہادر صرف حضرت عیسیٰ کے تکلم فی المھد سے منکر تھے اور شرع سے بارہ شخصوں کا تکلم فی المھد ثابت ہو رہا ہے، کتابوں میں مسطور ہے، علمائے کبار کی زبان پر مذکور ہے۔ واللہ ھوالھادی۔

قولہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت عیسیٰ کو ابن مریم کہا گیا اگر ان کا کوئی باپ ہوتا تو ان کی ابنیت باپ کی طرف منسوب کی جاتی نہ ماں کی طرف، مگر یہ دلیل نہایت بودی ہے کیوں کہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسیٰ یہود اور نصاریٰ دونوں میں ابن مریم کے لقب سے مشہور تھے، وہی لقب مشہور ان کا قرآن میں بھی بیان کیا گیا، اس سے ان کا بے باپ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ (ص: ۴۰)

اقول: خان صاحب بہادر جیسا بہادر آدمی کوئی کم ہوگا کہ جو واہی تباہی بات دل میں آتی ہے زبان سے ہانک دیتے ہیں اور بلا دلیل جھوٹے دعوے ثابت کررہے ہیں۔حضرت مسیح کے ابن مریم بولے جانے سے بن باپ کے پیدا ہونے کو بودی دلیل کہنا اوہن من بیت العنکبوت ہے، جب کہ سارے عرب کا یہی رواج تھا کہ ہر کسی کو باپ کی طرف منسوب کرتے تھے،کوئی بھی آدم سے ماں کی طرف منسوب نہیں ہوا،مرد تو مرد تھے عورتوں میں بھی یہی دستور تھا،چناں چہ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا. الأية .

پس برخلاف ساری خدائی کے استعمال اور محاورہ کے حضرت عیسٰی ابن مریم کیوں مشہور ہوئے ، ہر عاقل دیندار بھی جواب دے گا کہ ان کا باپ کوئی نہیں تھا جیسا کہ قرآن وانجیل سے ثابت ہے، اس لیے ماں کی طرف منسوب ہوئے۔غور کرو کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کا نام نامی اکتیس (۳۱)مرتبہ آیا ہے چودہ (۱۴) جگہ عیسٰی ابن مریم اور چھ(۶) جگہ مسیح ابن مریم اور دو (۲) جگہ ابن مریم اور ایک (۱) جگہ وابنھا یعنی ابن مریم اور آٹھ (۸) جگہ صرف عیسٰی فرمایا ہے،اب ہر دانش مند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح کے باپ نے کیا گناہِ عظیم کیا تھا جس کے نام لینے سے اور حضرت مسیح کو اس کی طرف منسوب کرنے سے حق تعالی بیزار ہے، اور ساری خدائی کے برخلاف ان کو ماں کی طرف منسوب کیا گیا۔

پس جب یہ بات (۱) تو کوئی بھی نہیں ہے اور قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا ہوئے تو اس پر یہ بھی دلیل قائم ہوگئی کہ آپ ماں کی طرف ہی منسوب ہوئے ہیں، کہیں بھی باپ کا ذکر نہیں ہوا۔اگر باپ آپ کا کوئی ہوتا تو کہیں نہ کہیں اس کا ذکر آجاتا،موجودہ شے کا ذکر ہوا ہی کرتا ہے،معدومِ محض کا ذکر کیوں کر ہو اور خان صاحب بہادر کا یہ مقولہ کہ بروقت نزول قرآن کے یہود ونصاری میں آپ ابن مریم کے لقب سے مشہور تھے۔انتہی

نہایت ہی دینی مسائل سے ناواقفی ہے، کیوں کہ قرآن شریف وقت نزول سے پہلے بلکہ زمین آسمان ارواح سارے جہاں کے پیدا ہونے سے بھی اول لوح محفوظ میں لکھوایا گیا تھا جیسا کہ سورۂ بروج کے اخیر میں ارشاد ہے :

(۱) یعنی کہ حضرت مسیح کے باپ نے کوئی گناہ عظیم نہیں کیا جس سے نام ان کا نہ لیا جائے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ o (سورۂ بروج:۲۱/۸۵)

اوراحادیث شریفہ اوراجماع امت اورمعتقدات اہل سنت سے بھی یہ امر ثابت ہے، چناں چہ تحقیق اس کی فقیر نے رسالہ 'رجم الشیاطین برد ہفوات البراہین' (۱) میں کی ہے، علاوہ ابن مریم جو کنیت ہے اس کولقب کہنا نہایت کم علمی کی دلیل ہے۔

یہاں پر دوایک اور بھی دلیل قوی قرآنی حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی لکھی جاتی ہیں پہلے یہ کہ جب آپ نے یہود کے جواب میں اپنی والدہ کی گود میں اپنا نبی اور مبارک اور نماز پوش وغیرہ ہونا بیان کیا جیسا کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے اس سے حکایت فرمایا ہے تو اس کے بعد یہ بھی آیا ہے :

وَ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ .

یعنی مجھ کواللہ تعالیٰ نے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے۔

پس اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کا والد کوئی بھی نہ تھا، ورنہ خدانخواستہ آپ والد کے عاق تھے کہ والدہ کے ساتھ نیکی کا ذکر کیا اور والد کو بھول گئے حالاں کہ اس سے اوپر کے رکوع ابتدائے سورۂ مریم میں حضرت یحییٰ کا حال حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ و برا بوالدیہ یعنی اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکوکار تھا۔ پس حضرت عیسیٰ کے باپ کا ذکر نہ آنا اور والدہ کے ساتھ ہی نیکو کار فرمانا صریح تر دلیل ہے اس پر کہ آپ بن باپ پیدا ہوئے۔ واللہ ہوالہادی الی سبیل الرشاد۔

دوم یہ کہ سورہ مائدہ میں چھٹے سیپارہ کے اخیر میں ہے :

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ o (سورۂ مائدہ:۷۵/۵)

نہیں مسیح بیٹا مریم کا مگر پیغمبر گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے۔

دیکھواس جگہ حضرت مسیح کی والدہ کو''صدیقہ'' فرمایا ہے اور والد کا ذکر نہیں آیا ہے، اگر وہ صدیق نہ تھا تو جیسا تھا ویسا ہی ذکر کرنا چاہیے تھا۔ چناں چہ سورۂ کہف میں ہے :

(۱) یہ رسالہ رد ہے براہین احمد یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلافِ شرع اِلہامات کا اور نیز رسالہ اِشاعۃ السنۃ کا جس میں ان الہامات کی ناحقہ تائید کی ہے۔

وَاَمَا الْغُلاَمُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤمِنَيْنِ o (سورۂ کہف:۱۸/۸۰)

یعنی لڑکا پس تھے اس کے والدین ایمان دار۔

یعنی جس کے ماں باپ ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر دونوں کا ذکر ہوتا ہے، پس مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کی صرف ماں کا ذکر فرمانا صحیح تر دلیل ہے اس پر کہ ان کا باپ کوئی نہیں تھا۔ کما ہو ثابت من القرآن والانجیل۔

سوم یہ کہ اسی سورہ مائدہ میں :

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الاَرْضِ جَمِيْعًا o (سورۂ مائدہ:۵/۱۷)

اب اس موقع پر بھی حضرت مسیح اوران کی والدہ شریفہ کا ہی ذکر ہے، جمال اور جلال دونوں موقعوں پر والد کا مذکور نہیں ہے بلکہ سارے حالات ولادت حیات ممات وغیر ذالک کسی میں بھی والد کا ذکر کا اشارہ تک بھی مذکور نہیں ہے، تو ثابت ہوا کہ آپ کا والد کوئی نہیں تھا اگر ہوتا تو کہیں نہ کہیں مذکور ضرور ہوتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ ایسے رشید سعید فرزند کا باپ اور ایسی عفیفہ صدیقہ کا شوہر مبارک کہیں صراحۃً اشارۃً مذکور نہ ہو۔

قولہ اول تکلم فی المہد اس امر کی نسبت سورۂ آل عمران میں ہے :

و یکلم الناس فی المهد و کهلا .

اورسورۂ مائدہ میں ہے :

تکلم الناس فی المهد و کهلا.

اورسورۂ مریم میں ہے:

قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیا .

ان آیتوں میں صرف لفظ مہد کا ہے جس پر بحث ہوسکتی ہے مگر مہد سے صرف صغرسنی کا زمانہ مراد ہے نہ وہ زمانہ جس میں کوئی بچہ مقتضائے قانونِ قدرت کلام نہیں کرسکتا۔ (ص:۲۳۴)

اقول: ہر دانش مند کو یقین ہے کہ مہد تب تک لڑکے شیر خوار کے لیے ہوتا ہے جب تک وہ اپنے پاؤں سے یا گھٹنوں کے بل نہ چل سکے پھر جب اس کو طاقت چلنے کی خواہ کسی طرح کی ہو

حاصل ہوتی ہے تو مہد میں نہیں ٹھہرتا، پس اظہر ہے کہ ایسی حالت میں کوئی لڑکا عادتاً بول نہیں سکتا اور جب زمانہ کلام کرنے کا آجائے تو اس وقت کا بولنا کچھ بھی اچنبھا نہیں ہے جس کی بابت حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریم کو بشارت ہو جیسا کہ آل عمران میں ہے: یا اللہ تعالیٰ اس بولنے کو اپنی عظمیٰ نعمتوں میں شمار کر کے حضرت مسیح پر احسان جتاتے وچناں چہ سورۂ مائدہ میں ہے: تو بالضرور یہ بولنا مہد کا شیرخوارگی کے بھی ابتدا کا مراد ہے جب تک لڑکا اپنے ہاتھ پاؤں سے چل پھر نہیں سکتا اور ماں اس کو اپنی گود سے نہیں اتارتی ہے، اس لیے ان دونوں جگہوں میں موضح القرآن میں **مهد** کے معنی گود کے کیے ہیں اور تیسری جگہ سورۂ مریم میں تو **مهد** کے ساتھ **صبیا** کا لفظ جو شیرخوارگی کے معنی پر نص ہے موجود ہے تو اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ اس مہد سے مراد وہی زمانہ ہے جس میں اور بچے کلام نہیں کر سکتے ہیں۔

الحاصل قرآن مجید کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں کہ حضرت مسیح نے پیدا ہونے کے بعد متصل ہی اول اپنی والدہ ماجدہ کی تسلی کے لیے کلام فرمایا اور پھر جب یہود مردود نے ان پر طعنہ کیا تو ان کو آپ نے جواب دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

قال انی عبداللّٰه اتنی الکتب و جعلنی نبیا –تا– حیا .

پھر کسی تفسیر میں اگر کوئی روایت مخالف الفاظ قرآن کے پائی جائے تو ہم اس کا بھی ساقط الاعتبار ہونا یقین کرتے ہیں اور خان صاحب بہادر کی جو سراسر قرآن و حدیث اور اجماع کے برخلاف ہیں وہ تو ہرگز ہرگز قابل پذیرائی کسی دین دار مسلمان کے نہیں ہیں۔

قولہ: دوم خلق طیر یہ اس حالت کا ذکر ہے جب کہ حضرت عیسیٰ بچے تھے اور بچپن کے زمانہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے اس کی نسبت خدا نے سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی زبان سے یوں فرمایا ہے کہ

اِنِّی اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ .

اور سورۂ مائدہ میں فرمایا ہے :

وَ اِذْ تَـخْـلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِی فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِی الی قوله .

اب اس پر بحث یہ ہے کہ کیا درحقیقت یہ کوئی معجزہ تھا اور کیا درحقیقت قرآن مجید سے ان مٹی کے جانوروں کا جاندار ہوجانا اوراڑنے لگنا ثابت ہوتا ہے۔تمام مفسرین اورعلماے اسلام کا جواب یہ ہے کہ ہاں، مگر ہمارا جواب ہے کہ نہیں بشرطیکہ دل ودماغ کوان خیالات سے جوقرآن مجید پرغور کرنے اورقرآن مجید کا مطلب سمجھنے سے پہلے عیسائیوں کی صحیح وغلط روایات کی تقلید سے بیٹھا لیے ہیں خالی کرکے نفس قرآن مجید پر بنظر تحقیق غور کیا جائے۔(ص:۲۳۵)

اقول: مخفی نہ رہے کہ سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی بشارت اور حضرت مریم کے استبعاد کے بعد جب فرمایا کہ خدا جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بلا تامل موجود ہوجاتی ہے۔پھر بعد اس کے حضرت مسیح کی تعریف یوں کی :

و یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة والانجیل و رسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بآیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن اللّٰه و ابرئ الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن اللّٰه و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لاٰیة لکم ان کنتم مومنین o

چناں چہ ترجمہ اس کا ہم اوپر آیۃ للعالمین کے ذیل میں لکھ چکے ہیں۔

یعنی اور خدا تعلیم کرے گا اس یعنی عیسیٰ کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور کرے گا اس کو رسول بنی اسرائیل کی طرف یعنی وہ کہے گا: تحقیق میں لایا ہوں تمہاری طرف معجزہ اپنے رب سے کہ میں پیدا کرتا ہوں تمہارے لیے پنکھی کی شکل پر مٹی سے اور پھونکتا ہوں اس میں اور وہ خدا کے حکم سے اڑتا ہے اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو خدا کے حکم سے اور بتاتا ہوں تمہیں جو چیز تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ گھر میں ذخیرہ کرتے ہو۔بے شک اس میں علامات ہیں یعنی میری راستی پر تمہارے لیے اگر تم مومن ہو۔

پھر سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح اور مریم دونوں پر اپنی نعمتوں کے یاد دلانے کے لیے فرمایا ہے :

اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والدتک اذا ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد و کھلا و اذ علمتک الکتب و التوراۃ و الانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکمہ و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی .

اب الفاظِ قرآن مجید صریح فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مٹی سے جانور کی شکل بنا کر پھونک مارتے تو وہ اُڑنے لگ جاتا تھا خدا کے حکم سے اور ایسا ہی خدا کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے اور مردہ کو زندہ کر دیتے تھے اور غیب کی خبریں دیتے تھے۔

اور تفاسیر وغیرہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ بارہا ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار اندھے اور کوڑھی آپ سے اچھے ہوتے تھے اور آپ ان سے شرط کر لیتے کہ تم نے ایمان لانا ہے تو بعد صحت وہ مسلمان ہوتے تھے اور آپ خفاش کی شکل مٹی سے بنا کر پھونک مارتے تو وہ لوگوں کے سامنے اڑنے لگ جاتی اور چار شخص ایک غار پر اپنے دوست کو تین روز اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا جو مدت تک جیتا رہا اور اس کے اولاد ہوئی۔ دوسرا ایک بڑھیا کے فرزند کی لاش چارپائی پر لیے جاتے تھے آپ نے اس کے لیے خدا سے دعا مانگی وہ زندہ ہو کر چارپائی پر بیٹھ گیا اور لوگوں کے کندھے سے اُتر کر کپڑے پھینک کر چارپائی سر پر اٹھا کر گھر کو چلا گیا اور مدت تک زندہ رہا جس کے اولاد ہوئی۔ تیسرے ایک محصولیے کی لڑکی کو ایک دن بعد مرنے کے زندہ کیا جو باقی رہی اور اس کی اولاد ہوئی۔ چوتھا سام بن نوح کو آپ نے زندہ کیا جس کا آدھا سر قیامت کے خوف سے سفید ہو گیا تھا حالاں کہ ان کے وقت میں کسی کا سر سفید نہیں ہوتا تھا اور اس نے زندہ ہو کر کہا: کیا قیامت آ گئی؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں نے اسم اعظم کے ساتھ دعا کر کے تجھے زندہ کیا ہے خدا کے حکم سے۔ پھر آپ نے فرمایا: تو فوت ہونا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: اس شرط سے کہ مجھے نزع کی تکلیف نہ ہو آپ نے دعا کی کہ وہ بلا عذابِ نزع فوت ہو گیا۔ ذکرہ محی السنۃ وغیرہ۔

اب ایسے قرآنی معجزات باہرہ اور روایاتِ بینات کو خان صاحب بہادر بچوں کے کھیل پر حمل کر کے کہتے ہیں کہ تمام مفسر اور علمائے اسلام اس خلق طیور کو معجزہ کہتے ہیں اور میں انکار کرتا ہوں۔

سو فقیر کہتا ہے کہ اگر بہ پاس خاطر خان صاحب بہادر کے ہم سب روایات سے اپنے دل اور

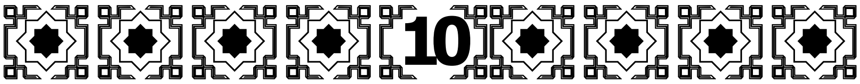
دماغ کو خالی کر کے نفس قرآن مجید پر بنظرِ تحقیق غور کرتے ہیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلق طیور وغیرہ سب کے سب بے شک معجزے تھے۔ کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جو ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی صاحب کتاب تھے اور خدا کا حکم اور روح القدس تھا، لڑکوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا اور مٹی کی مورتیں بناتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ کھیل تھے اور پھر حق تعالیٰ اس کھیل اور مُورتیں بنانے کو حضرت عیسیٰ پر اپنی عظمیٰ نعمتوں کے شمار میں ذکر فرماتے ہیں کہ تو میرے اذن سے جانور پیدا کرتا اور اڑاتا ہے۔ حاشا وکلا کھیل کود جو سب دینوں میں معیوب ہے اس کو خدا کے حکم سے کہنا اور خدا نے اس کو اپنی عظمیٰ نعمتوں سے شمار فرمانا–**بل هذا بهتان عظيم و لا يسلمه ذو عقل سليم .**

پھر اس قول کے آخر میں خان صاحب بہادر نے روایات کی تقلید کو سخت برا جان کر اس سے دل و دماغ کو خالی کرنا شرط صحیح سمجھنے قرآن کی لکھی ہے، سو ہم بھی مانتے ہیں کہ غلط روایات کی تقلید کرنی جیسا کہ خان صاحب بہادر نو مہینے مدتِ حمل حضرت مریم کی اور بارہ برس کی عمر میں بلکہ بعد ازاں حضرت عیسیٰ کا بولنا یقین کرتے ہیں سو اس قسم کی روایات جو قرآن مجید کے الفاظ کے برخلاف ہیں ان پر یقین کرنا اور ان کی تقلید کرنی بری ہے اور ائمہ مجتہدین کی تقلید جو بحکم قرآن و حدیث و اجماع ضروریات سے ہے اس کا برا جاننا بالکل مخالف شرع ہے جس غیر مقلد بننے سے ساری قباحتیں نکلیں اور یہاں تک خرابیاں پیدا ہوئیں کہ خان صاحب بہادر ضروریاتِ دین کے منکر ہو گئے اور محرماتِ قطعیہ کو حلال بنانے لگ گئے اور قرآن وحدیث سے صریح انکار کرنے لگ گئے۔

اور دوسرے غیر مقلد کسی نے دعوی (۱) کر دیا کہ وحی رسالت اور الہام اولیا ایک ہی چیز ہے اور اپنے آپ کو مورد وحی الٰہی قرار دے کر قرآن میں تحریف لفظی و معنوی کرنے لگ گئے، اور بعض اس کی تائید میں آیاتِ قرآن کو کلام شیطانی وفرعونی بنانے لگ گئے۔ **اعاذنا اللّٰه سبحانه و جميع المسلمين عن ذلك و وقانا عما هنالك و آخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين و صلى اللّٰه على حبيبه وخير خلقه محمد و آله و صحبه و ازواجه امهات المؤمنين اللّٰهمَّ ارحمنا معهم برحمتك يا ارحم الراحمين .تمت. ۱۳۰۴ھ**

---

(۱) مراد اس سے مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی محمد حسین بٹالوی ثم لاہوری ہیں جنہوں نے دین متین میں سخت خلل اندازی کی ہے جس کا مفصل رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب چھپ جائے گا۔ –عفی عنہ۔



قال علیه السّلام : اتَّبِعُوا السِّوَادَ الأعْظَمَ فَإنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ .

—رواه الترمذي وابن ماجة—

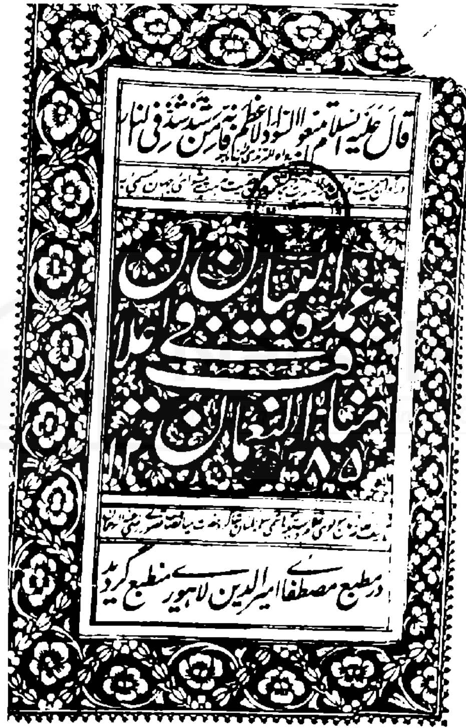
درآوان میمنت اقتران رسالہ ہدایت ترجمان وبیان حقیقت مذہب پیشوائے جہان مسمّٰی بہ

عمدۃ البیان
فی
اعلانِ مناقب النُّعمان

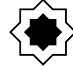
{۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء}

تالیف: علامہ زمان مولوی غلام دستگیر ہاشمی قصوری سلمہ المنان
شاگرد حضرت میاں صاحب قصوری رضی عنہ الرحمان
ترجمہ: مفتی محمد سعید صابر نعیمی

[درمطبع مصطفائی امیرالدین لاہوری منطبع کردید]



[باہتمام امیر الدین لاہوری مطبع مصطفائی سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل وسلم علی سیدنا حبیبک محمد و عترته بعدد کل معلوم لک .

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار .

الحمد لمستأهله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده و علی آله و صحبه الذین راعوا عهده .

اے اللہ عزوجل! اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوران کی عترت پر اپنے علم ازلی کے مطابق درود وسلام بھیج۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب دوزخ سے محفوظ رکھ۔ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ وحدہٗ ہے اور سلام ہو ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور آپ کی آل واصحاب پر سلام ہو اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کیے ہوئے عہدو پیمان کو ملحوظ خاطر رکھا۔

---

(۱) یہ بات پیش نظر رہے کہ اس کتاب میں عربی عبارات کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے اور اکثر عبارات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے تا کہ طول نہ ہو اور بعض کتب کی متفرق عبارات کو یک جا کر کے لکھ دیا ہے تا کہ ناظرین کو تشویش لاحق نہ ہو اور جملہ منقول منہا (کتب) موجود ہیں جس کسی کو شک ہو وہ ان میں اور میری کتاب کے اختتام پر دیکھ لے۔ ۱۲ منہ (مولانا قصوری نے یہ رسالہ فارسی میں لکھا تھا اور ہم اس کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں، اصل فارسی متن اہل سنت کی معروف ویب سائٹ نفس اسلام ڈاٹ کام (www.Nafseislam.com) پر موجود ہے وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ مرتبین)

☆ عبارات اختصار کے ساتھ جامع لکھی گئی ہیں یعنی اس کتاب کی عبارت تمام ہوگئی ہے اور ردالمحتار کی عبارت میں یہ لفظ کتب منقولہ کی عبارات کے اختتام میں بکثرت آتا ہے جیسا کہ اس رسالہ میں بھی آئے گا۔ منہ کان اللہ لہ

حمد و ثنا کے بعد اس زمانہ میں بے وقوف احمق عوام اور نیم ملایان جن کے آبا و اجداد حنفی المذہب تھے اپنی نمازوں میں انتقالات کے وقت رفع یدین اور اونچی آواز میں بسم اللہ اور آمین اور دیگر حالات کے تحت جو اعمال کرتے ہیں ان کو حدیث کے مطابق خیال کرتے ہیں اور حضرت سراج الامۃ رضی اللہ عنہ کے مذہب کو جن پر جمہور اور سواد اعظم اس کے تابع ہیں ان کو خلاف حدیث اور مطابق رائے سمجھتے ہیں حالانکہ یہ لوگ خود ہوائے نفس کو معبود بنائے بیٹھے ہیں اور محرمات فاحشہ جیسے حسد، غیبت، کبر، ظلم اور خیانت میں منہمک ہیں اور حرام خوری تباہ کاری کے دل دادہ ہونے میں یدطولیٰ رکھتے ہیں، بخل وحرص تو ان کی معمولی عادت ہے۔

ان امور کو مذموم و قبیح کہنا حالانکہ یہ قرآن و حدیث میں مذکور علما کی زبان پر مشہور اور کتب دینیہ میں مسطور ہیں- معاذ اللہ- اس جگہ حدیث پر عمل کرنے کو چھوڑ بیٹھے ہیں، خود پسندی وخواہش نفس کو مدنظر رکھے ہوئے ہیں، ارکان دین اور مقتدایان مسلمین کو اپنی مثل شمار کرتے ہیں اور اہل سنت کے اجماع شدہ مسائل پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس صورتِ حال میں یہ واجب ہو گیا ہے کہ امام ائمہ کمال کے فضائل و مناقب، احوال کرامت اور آپ کے بعض مقلدین جو لوگوں کے لیے مقتدا و سند ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے مذہب حقہ کے بعض مسائل کو اختصار و اجمال کے ساتھ بیان کروں، اگر توفیق ہادی عزوجل رفیق ہوئی تو انکار اقرار میں بدل جائے گا اگرچہ اس معنی میں علماے سلف وخلف کی مساعی مشکورہ کے دفاتر منصۂ شہود پر آئے ہیں چونکہ ہمارا ابناء جنس قصور میں ہے اور کتب قدیم کے مطالعہ سے خالص اللہ عزوجل اور اس کی رضا کے لیے چند سطریں منقولات صحیحہ سے نقل کرتا ہوں اور علما کی نظر میں یہ اوراقِ پسندیدہ، برادرانِ دین اور اربابِ یقین کے لیے بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں اور اللہ بہترین کارساز ہے اور اس رسالہ کا تاریخی نام ’عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان‘ [۱۲۸۵ھ] ہے۔

یہ رسالہ مقدمہ، تین باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ

علمائے ربانیین کی علامات کے بیان میں

یہ بات پیش نظر رہے کہ علمائے ربانیین جو علمائے آخرت سے موسوم ہیں اور حق عزوجل نے ان کی شان میں فرمایا ہے :

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ ٥ (سورۂ فاطر:۲۸/۳۵)

بے شک اللہ عزوجل سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔

اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا :

ان العلماء ورثة الانبياء . (۱)

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

فضل العالم على العابد كفضلي على أدناكم . (۲)

اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی پر ہے۔

ان دونوں احادیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

(علمائے ربانیین یا علمائے آخرت) بارہ (۱۲) علامات رکھتے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں علمائے دنیا خبیث کی مذمت میں بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد علمائے آخرت کی علامات بیان کی، ان دلائل آیات واحادیث کا حاصل کلام یہ ہے :

چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق بلند مراتب پر فائز اور بارگاہ الٰہی کے مقربین کو علمائے آخرت کہتے ہیں اور ان کی خاص علامات یہ ہیں :

---

(۱) صحیح بخاری:۲۴/۱ حدیث: ۶۷ ...... سنن ترمذی:۴۸/۵ حدیث: ۲۶۸۲ ...... سنن ابوداؤد:۳۵۴/۳ حدیث: ۳۶۴۳ ...... سنن ابن ماجہ:۸۱/۱ حدیث:۲۲۳ ...... صحیح ابن حبان:۲۸۹/۱ حدیث:۸۸۔

(۲) سنن ترمذی:۵۰/۵ حدیث: ۲۶۸۵ ...... معجم کبیر طبرانی:۲۳۳/۸ حدیث:۷۹۱۲ ...... جامع الاحادیث سیوطی: ۴۴۲/۱۴ حدیث:۱۴۶۸۷ ...... جامع الاصول فی احادیث الرسول:۲۲۷/۹ حدیث:۶۸۱۸۔

پہلی علامت: اپنے علم کے عوض دنیا کو طلب نہیں کرتے ہیں کیونکہ یہ عالم کے درجات سے کم تر ہے کہ وہ اس دنیا کی کمینگی کو پائے۔ اوراس دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھنا آخرت میں اس کی بزرگی وجلالت کا سبب ہے۔

دوسری علامت: اس کا کرداراس کی گفتار کا مخالف نہ ہوگا اور کسی چیز کو اس وقت تک کرنے کا حکم نہیں دیتا جب تک خوداس پر عمل پیرا نہ ہو جائے تا کہ حق تعالیٰ کے اس فرمان کی وعید میں داخل نہ ہو:

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o (سورۂ صف:۶۱/۳)

تم وہ بات کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے ہو!۔

تیسری علامت: تحصیل علم سے اس کی مراد نفع اُخروی ہوتا ہے اور کم نفع والے اور زیادہ نقصان والے علم سے پرہیز کرتے ہیں۔

چوتھی علامت: خوراک و پوشاک کی عمدگی میں مصروف نہیں ہوتے ہیں اور محل ومکان کی زینت سے پرہیز کرتے ہیں۔

پانچویں علامت: سلاطین کی مصاحبت سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور حتی الوسع ان کی مجالس سے گریز کرتے ہیں۔

چھٹی علامت: فتوی دینے میں جلد بازی وشتابی نہیں کرتے ہیں بلکہ توقف کرتے ہیں پس اگر جواب آیت یا حدیث یا اجماع یا قیاسِ جلی سے مل جائے تو دے دیتے ہیں ورنہ لَا اَدْرِیُ (میں نہیں جانتا) کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ بھی نصف علم ہے۔(۱)

ساتویں علامت: ان کی زیادہ جدوجہد علم باطن کی تحصیل، مراقبہ اور آخرت کی معرفت

(۱) یعنی کہ مسئلہ میں لا ادری (یعنی میں نہیں جانتا ہوں) کہتا ہے تو اس میں کوئی عار نہیں ہے کیونکہ لا ادری نصف علم ہے اور اس کی توجیہ کتب حدیث میں مذکور ہے۔

کے طریق پر ہوتی ہے اور تنہائی میں حضورِ دل کے ساتھ حق تعالیٰ کے ذکر سے بیٹھتے ہیں (یعنی اللہ عزوجل کا خوف دل میں موجزن رکھتے ہیں) صفائے فکر اور انقطاعِ ماسوا اللہ کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہ الہام کی چابی اور مقاصد کو کھولنے کا منبع ہے۔

آٹھویں علامت: وہ تقویت دین کے لیے بہت کوشش کرتے ہیں پس تحقیق یقین دین کا رأس المال ہے یعنی شک کا نہ ہونا اور یقین کا نفس پر غالب ہونا حتی کہ وہ اس پر حاکم ومتصرف ہو۔

نویں علامت: وہ غم ناک، بے باک، دل شکستہ، سرفروش، خاموش اور مدہوش ہوتے ہیں چنانچہ خوف کا اثر ان کی صورت وسیرت اور حرکات وسکنات سے ظاہر ہوتا ہے۔

دسویں علامت: وہ علم، اعمال اور ان کے مفسدات کے بارے بہت زیادہ بحث کرتے ہیں اور اس سے ان کے دل میں تشویش ظاہر ہوتی ہے اور وساوس بڑھتے ہیں تو ان سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ اصل دین شر سے پرہیز کرنا ہے۔

گیارہویں علامت: اپنے قلب کی بصیرت وصفا سے علوم میں اعتماد ظاہر کرتے ہیں اور نورِ نبوت سے دل کو منور فرماتے ہیں۔

بارہویں علامت: محدثاتِ امور، بدعات اور فتور سے گریز کرتے ہیں بلکہ صحابہ کی سیرت وصورت کی اقتدا کرتے ہیں۔(۱)

یہ تمام علامات علمائے آخرت کی ہیں پس ان صفات سے متصف ہو یا اپنی تقصیر کے معترف ہو جاؤ اور اس پر انکار نہ کرتا کہ ہلاک ہونے والوں کے زمرہ میں شامل نہ ہو۔نعوذ باللہ من ذلک (اللہ عزوجل ہمیں اس سے پناہ دے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ علم باطن علمائے آخرت کی علامات سے ہے۔اس کے منکر کو حق تعالیٰ نے ھالک (ہلاک کرنے والا) قرار دیا ہے کیونکہ اس علم کے سوا جو کہ تصوف سے عبارت ہے جمیع علوم

---

(۱) یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل کے تابع ہیں پس ان کی متابعت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عین اتباع ہے۔

کے تعلّم میں فائدہ مند نہیں ہے۔ یہ معنی احیاء العلوم میں جا بجا واضح ہیں جیسا کہ اسی میں ہے کہ علم باطن علوم کا مقصود ہے بعض عارفین کا فرمان ہے :

جس کسی کو اس علم کا حصہ نصیب نہ ہوا اس کا خاتمہ کے وقت ایمان سلب ہونے کا خوف ہے اور اس کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کے اہل کو تسلیم کرے یعنی انکار نہ کرے اور یہ علم صدیقین اور مقربین کا ہے۔الخ

اور اسی احیاء العلوم میں ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے جو علم ظاہر کے امام ہیں منقول ہے :

علم ظاہر کی طلب زادِ آخرت میں سے نہیں ہے کیونکہ شرفِ علم تو عمل کی وجہ سے ہے پس کس طرح سے گمان کیا جائے کہ ظہار، لعان، سلم، اجارہ وغیرہ کا علم بارگاہ الٰہی کا مقرب ہوگا بلکہ یہ دیوانگی اور جنون کا گمان ہے۔

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں حدیث جبریل کے تحت جو کہ صحیحین میں مروی ہے لکھا ہے :

واحسان اشارہ باصل تصوف کہ عبارت از صدق توجہ الی اللہ است وجمیع معانی تصوف کہ مشائخ طریقت بآن اشارہ کردہ اندراجع بہمین معنی است وفقہ وتصوف...۔

احسان، اصل تصوف کی طرف اشارہ ہے جو کہ صدق کے ساتھ توجہ الی اللہ سے عبارت ہے اور تصوف کے تمام معانی جن کی طرف مشائخ طریقت اشارہ کرتے ہیں ان تمام کا راجع یہی معنی ہے...۔

اور فقہ، تصوف اور کلام ایک دوسرے کو لازم ہیں کیونکہ کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے ان کی صورت بھی نہیں بنتی ہے۔تصوف فقہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ احکام الٰہی کو بغیر فقہ کے پہچانا نہیں جا سکتا اور فقہ تصوف کے بغیر نا مکمل ہے کیونکہ صدق کے بنا عمل تمامی توجہ حاصل نہیں کرسکتا ہے۔

اس جگہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن تفقه و لم یتصوف فقد تعسف

و من جمع بینهما فقد تحقق . (۱)

جس نے تصوف کو اختیار کیا اور فقہ کو نہ پڑھا پس وہ زندیق ہے اور جو فقہ کو پڑھتا ہے اور تصوف کو چھوڑ دیتا ہے پس وہ سینہ زور ہے اور جس نے فقہ وتصوف کو جمع کیا پس وہ حقیقت تک پہنچ گیا۔

یہی کمالِ جامعیت ہے باقی تمام زیغ وضلال ہے اور تمام توفیق اللہ رحیم وکریم کے فضل سے ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ 'مالا بدمنہ' کے آخر میں لکھتے ہیں :

جان لے کہ اللہ عزوجل تجھ کو سعادت عطا فرمائے کہ یہ تمام مسائل فقہیہ جو بیان کیے ہیں صورت ایمان، اسلام اور شریعت ہیں۔ اور ان (ایمان، اسلام، شریعت) کا مغز و حقیقت درویشوں کی خدمت کرنا ہے۔ ایک لحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ حقیقت خلافِ شریعت ہے کیونکہ یہ جُہال کا قول ہے اور کفر ہے بلکہ یہ تمام شریعت ہے کیونکہ درویشوں کی خدمت ایک دوسرا رنگ پیدا کرتی ہے۔ جب قلب تعلق جسمی سے اور تعلق علمی سے جو (حق تعالیٰ کے) ماسوا سے رکھتا ہے پاک ہو جاتا ہے اور رذائل نفس کو ترک کر دیتا ہے تو نفس مطمئنہ حاصل ہو جاتا ہے اور اخلاص اس کو منزل تک پہنچاتا ہے شریعت اس کے لیے مغز ثابت ہوتی ہے۔ اس کی نماز اللہ کے ساتھ ایک اور تعلق پیدا کرتی ہے۔ اس کی دو رکعت نماز دوسروں کی ایک لاکھ رکعات سے بہتر ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کا صوم وصدقہ بھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم کوہِ احد کے برابر اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ صحابہ کرام کے اللہ عزوجل کی راہ میں ایک سیر یا آدھا سیر جَو خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نور باطن سے ان درویشوں کے سینے منور ہیں اور ان کے نور سے اپنے سینہ کو منور کرنا چاہیے تاکہ فراست صحیحہ کے ذریعے ہر قسم کا خیر وشر دریافت ہو جائے۔ ولی کو قرآن میں متقی فرمایا ہے۔

---

(۱) ایقاظ الہمم شرح متن الحکم، مقدمۃ الکتاب: ۲/۱۔

باب اوّل

فضائل صحیحہ امام ہمام رضی اللہ عنہ

مخفی نہ رہے کہ علماے ربانی جو کہ اولیاے حقانی ہیں ان کی بارہ علامات اتمام واکمال کے ساتھ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وجود شریف میں موجود تھیں۔امام حجۃ الاسلام (غزالی) رضی اللہ عنہ جو کہ شافعی المذہب ہیں،احیاء العلوم میں بارہ صفات کا خلاصہ پانچ صفات کو قرار دیتے ہیں،ہر چہار صفات کو امام مجتہدین ثابت کی ہیں چنانچہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر میں تحریر ہے :

اور بہر حال امام اعظم رضی اللہ عنہ عابد وزاہد،عارف بخدا،حق تعالیٰ سے خائف اور اپنے علم سے رضاے مولیٰ کے طالب تھے پس آپ کی عبادت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے تحقیقاً مروی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ صاحب مروّت اور کثیر العبادت تھے۔

حماد بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ شب زندہ دار تھے۔

اور بعض نے کہا کہ پہلے آدھی رات تک شب بیداری کرتے تھے۔ایک دن راستے میں کسی نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو تمام رات بیدار رہتا ہے تو اس کے بعد تمام رات شب بیداری کرنے لگے۔اور فرماتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس عبادت میں میری تعریف کی جائے جس کا میں حامل نہیں ہوں۔(یعنی جو مجھ میں نہیں پائی جاتی)(۱)

---

(۱) نذیر حسین نے معیار الحق میں خاص ہماری کثرت عبادت اور شب بیداری کو بدعت میں داخل کیا اور مناقص میں شمار کیا ہے گویا یہ سارا معاملہ تو یوں ہے جیسے

گل است سعدی در چشم دشمناں خار است

سعدی تو پھول ہے مگر دشمنوں کی آنکھوں میں کانٹا ہے۔

علماے سلف وخلف نے فضائل امام ہمام رضی اللہ عنہ میں کثرت عبادت وشب بیداری وغیرہ کو ذکر کیا ہے۔عیار صاحب معیار نے ان کو ہلاکت وتباہی سمجھا اور بدعات میں داخل کر دیا ہے۔

ایک زاہد ربیع بن عاصم نے کہا کہ مجھے یزید بن عمر نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ بیت المال کے حاکم بن جائیں پس آپ نے عہدہ کو پسند نہ کیا اور اس شخص نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو(۱۰۰) کوڑے لگوائے پس دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے دنیا کی حکومت کوٹھکرایا اور عذاب کو برداشت کیا۔

حاکم بن ہشام ثقفی نے کہا کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ امانت دار تھے، اسی لیے سلطان وقت نے کہا کہ خزانوں کی چابیوں کے مالک وہ بن جائیں ورنہ ان کو سزادی جائے گی پس امام نے مخلوق کے عذاب کو اختیار کیا اور عذابِ خالق کو برداشت نہ کیا۔

بقیہ....فتح الودود حاشیہ ابوداؤد میں موجود ہے: **و قیل النبی انما علو اذا صام ایام الکراھیة و لا نبی بدون ذلک.** اور کہا گیا ہے کہ نہی اس وقت ہے جب ایام مکروہ میں روزہ رکھے اور اس کے علاوہ منع نہیں کیا گیا ہے۔

احادیث صحیحہ کے مطلب میں جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وجود کی بشارت میں ثابت شدہ ہیں یہ بات پیش نظر رہے کہ اس رسالہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل مذکور ہیں بطور نمونہ چند کا انتخاب کیا گیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب صحیحہ اور فضائل قویہ بکثرت ہیں جن کو اس مقام پر اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا ہے اور یہی مختار ہے۔

مرقات میں شب بیداری اور سارا دن روزہ رکھنے (**قائم اللیل و صائم الدھر**) سے منع اس لیے کیا گیا ہے کہ کہیں تم سے اس محنت شاقہ کے عوض ضعف کی وجہ سے بعض واجبات فوت نہ ہو جائیں اور اس باب میں لذتیں بہت ہیں مگر میانہ روی کو اختیار کرنا چاہیے۔رسالہ مرج البحرین رافع نزاع وانفار کے کتب دینیہ کے مطالعہ کی توفیق اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا ہو۔انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اپنی رائے اور مرضی سے احادیث سے مفاہیم کو اخذ نہ کیا جائے کیونکہ علمائے دین نے احادیث کے درس و تدریس کو اجازت مرحمت فرمانے کے وقت شروح اور حواشی معتبرہ سے مراجعت درج فرمائی ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اجازت نامہ، دستخط اور مہر میرے (مصنف) پاس موجود ہے جو کہ شاہد عدل اور معمول اہل سنت میں مقصود بے بدل کے طور پر شامل ہے۔مسند احمد اور ابوداؤد میں حدیث موجود ہے:

من فارق الجماعة بشرا فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه

جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوتو اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے اتار دیا۔

اور ان کے معیار کو میں نے مژدہ پہنچا دیا ہے کہ ان کے معیار مولفہ فاضل جلیل رام پوری کا رد بلیغ چند دن میں چھپ جائے گا پھر پھول (خوشیوں کے) کھلیں گے اور باطل عدم میں چھپ جائے گا۔

ابن مبارک ایک قوم کے پاس امام رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمارہے تھے، فرمایا: تمہارے سامنے ایسے شخص کا ذکر کرتا ہوں جس کو ساری دنیا پیش کی گئی پس وہ اس سے بھاگا اور اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔

پس ان کا علم بطریق آخرت اور دین اور ان کی معرفت الٰہیہ اس پر دلیل ہیں کہ ان پر شدتِ خوف اور زہد کا کامل غلبہ تھا۔

ابن جریج نے بہ تحقیق کہا کہ ابوحنیفہ حق تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔

شریک نخعی نے کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیادہ خاموش رہنے والے، متفکر دائم اور لوگوں سے کم گفتگو کرنے والے تھے۔ پس یہ ان کے علم باطن اور معظماتِ امور دین میں مشغول ہونے پر روشن نشان ہے پس جو کوئی سکوت و زہد کو اختیار کرتا ہے تو تحقیق اس کو علم تمام و کمال عطا کیا گیا ہوتا ہے۔

احادیث صحیحہ در بشارت وجود امام اعظم

(مصنف فرماتے ہیں) بقدر ضروری مذکور ہو چکا ہے مگر زیادہ وضاحت و تفصیل کے لیے دیگر معتبرات میں جو مسطور ہے اس کا رُخ کرنا چاہیے اور اس سے بڑھ کر اور کیا منقبت ہوگی کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے احادیث صحیحہ میں امام ہمام رضی اللہ عنہ کے وجود کی بشارت دی ہے چنانچہ ردالمحتار میں لکھا ہے اور امام ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں جو کہ امام نعمان کی شان پر عظیم دلیل ہے، فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زینت دنیا ایک سو پچاس سال میں اٹھالی جائے گی۔

شمس الائمہ کردی نے کہا کہ تحقیق یہ حدیث ابوحنیفہ کی شان میں وارد ہوئی ہے، کیونکہ ان کی وفات اسی سال میں واقع ہوئی تھی۔

ابن حجر نے کہا کہ تحقیق ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر ایمان ثریا میں بھی ہوتا تو فارس سے ایک نوجوان اس کو وہاں سے بھی پالیتا۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر دین ثریا میں لٹکا ہوتا تو فارس سے ایک شخص اس کو پکڑ لیتا۔

تحقیق سے ثابت ہے کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جد امجد فارس سے تعلق رکھتے تھے اور جمہور نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔

حافظ الحفاظ سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم میں صحیح ومتفق علیہ ہے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہی اصل معتبر ہے۔

حاشیہ شبراملسی میں لکھا ہے کہ علامہ شامی شاگرد امام سیوطی نے کہا کہ جس نے یقین کیا کہ بخاری ومسلم کی حدیث سے مراد ہمارے استاد امام اعظم ہیں بے شک یہ مراد درست ہے اور ظاہر بھی ہے کیونکہ ابنائے فارس میں سے کوئی بھی امام کے مرتبۂ علم تک نہیں پہنچ سکا ہے اور تحقیق امام ابو حنیفہ کے سوا ان احادیث کا کوئی بھی متحمل نہیں ہے اور ان کے اصحاب۔ چنانچہ طحطاوی نے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اگرچہ امام رحمۃ اللہ علیہ سے باعتبار صحابیت افضل ہیں مگر علم واجتہاد، رواج دین اور تدوین احکام میں ابو حنیفہ کی مثل نہیں ہیں۔ مفضول میں حاصل شدہ چیز فاضل میں محروم شدہ چیز کی طرح کیسے ہوسکتی ہے؟ (ترجمہ ردالمحتار ملخصاً)

اور آپ اپنی جلالت اور عظمت کی بدولت امام جہان ہیں کیونکہ آپ نے بہت سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کی ہے بلکہ ان میں سے بعض سے احادیث بھی روایت کی ہیں پس آپ خیر القرون میں داخل ہیں (کیونکہ تابعی ہیں) (۱)۔

(۱) صاحب معیار نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تابعیت کے عدم ثبوت کے لیے کمال درجہ کی عیاری دکھائی اور کذب بیانی کی اور اس کا منشا غیظ وحسد کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ صاحب معیار نے جابجا مولانا قاری (ملا علی قاری) اور ابن عابدین مولف ردالمحتار کو بطور سند نقل کیا ہے تو اس معاملہ میں کج فہمی اور تغلیط عوامی کیوں ہے؟ حالاں کہ ان دونوں بزرگوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تابعیت کو ثابت فرمایا ہے ان سے اغماض ظاہر ہو۔ جاننا چاہیے کہ صاحب ردالمحتار علی الدر المختار میں لکھا ہے: و علی کل فھو من التابعین و ممن جزم بذلک الحافظ الذھبی و الحافظ العسقلانی وغیرھما ۔

اور اس پر وہ تمام تابعین میں سے ہیں اور اسی پر حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی نے اور ان کے ماسواء نے یقین کیا ہے۔

اور شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ صحابہ کے بعد تابعین افضل امت ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونَھم .**

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے ملا ہوا ہے۔

صحابہ کرام سے امام اعظم کی روایات

پس ہمارا عقیدہ ہے کہ تحقیق امام اعظم علامِ دین میں ائمہ مجتہدین سے افضل اور فقہا سے اکمل ہیں پس ان سے امام مالک رضی اللہ عنہ تبع تابعین سے ہیں۔ اور ردالمختار میں لکھا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت انس جلیل القدر صحابی کی زیارت کی ہے اور دیگر صحابہ کرام کی بھی۔ پس یہ صحیح ہے اس میں شک نہیں ہے اور بعض فضلا کہتے ہیں کہ علامہ طاش کبریٰ سے بہت سی صحیح روایات آئی ہیں جس میں امام اعظم کا سماع انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے (۱)

بقیہ....اس سے ثابت ہوا کہ امام ہمام کی تابعیت پر یقین کرنے والے بہت زیادہ ہیں اور ظاہر ہے کہ صاحب معیار (مولوی سید نذیر حسین دہلوی، جس کے رد میں مولانا قصوری نے یہ کتاب لکھی) کے نزدیک امام ذہبی اور امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما دین دار ہیں۔

ملاعلی قاری نے اپنے رسالہ جواب قفال میں لکھا ہے کہ

فانہ بین الائمۃ المجتھدین مختص بکونہ من التابعین دون غیرہ باتفاقہ العلماء المعتبرین .

پس آپ رضی اللہ عنہ ائمہ مجتہدین کے نزدیک مختص ہیں کہ آپ تابعین میں سے پس علماء معتبرین کا اس پر اتفاق ہے۔ یہ بات پایۂ تحقیق تک پہنچی ہوئی ہے کہ امام کی تابعیت کا منکر غیر معتبر ہے پس عدم اعتبار کی معتبر و موافق تحریر ہم نے پیش کر دی ہے کیونکہ مولانا قاری آپ کے نزدیک معتبر ہیں اور ہمارا مطلب تو کرسی پر بیٹھنا ہے (یعنی مسئلہ کو بطریق حق حل کرنا ہے) اگرچہ اس باب میں اسناد بکثرت ہیں مگر بطور گواہی و ثبوت کے لیے اختصار کیا ہے کیونکہ مدنظر بھی اختصار ہی ہے۔

(۱) صاحب معیار نے کہا ہے کہ امام صاحب کی روایت صحابۂ کرام سے نقل صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب ردالمختار علی الدرالمختار جن کی معیار (یعنی معیار الحق) میں بے شمار اسناد ہیں وہ لکھتے ہیں جیسا کہ متن میں مذکور ہوا ہے کہ بعض فضلاء نام دار سے منقول ہے کہ علامہ طاش کبری نے منقول صحیحہ سے امام ہمام کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت کیا ہے اب تو اس کے بعد مرض حسد شفایاب نہیں ہوسکتا۔ الا ماشاء اللہ

اور مثبت کو نفی پر تقدیم حاصل ہے (یعنی مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے) علامہ ابن حجر نے کہا کہ امام عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہائش پذیر صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے، حدیث متواتر ہے :

من بنى لله مسجدا و لو كمفحص قطاةٍ بنى الله له بيتا فى الجنة .(۱)

جس نے اللہ عزوجل کے لیے مسجد بنائی گرچہ (کبوتر کے گھونسلا برابر) اللہ عزوجل اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

اس حدیث کو روایت کیا اور واثلہ بن اسقع سے بھی دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

لا تظهر الشماتة لأخيك فيعافيه الله و يبتليك . (۲)

ترمذی نے اس کو روایت کیا اور حسن کہا ہے اور یہ دو بہت سے صحابہ کرام سے منقول ہیں اور محدثین نے ان کو صحیح کہا ہے اور ابن حجر ہیتمی نے کہا کہ امام اعظم نے دیگر چار صحابہ کرام حضرت سہل بن سعد، سائب بن یزید، عبداللہ بن بسر اور محمود بن ربیع رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہیں۔

بقیہ....معیار میں ردالمحتار کی اس روایت کو غیر معتبر کہنے والے یہ لوگ کتنے غیر منصف اور متعسف ہیں کہ اگر ایک بزرگ پر اعتبار ہے تو ان سے بکثرت روایات کریں گے اور اگر اپنے انہی مستند بزرگ کا کوئی قول ان کی اپنی ترجیحات اور مدعیات کے خلاف پالیں تو اس راوی اور اس کی مرویات کو غیر معتبر کہتے ہیں اور اس کی توہین وتحقیر کرتے ہیں چنانچہ اسی طائفہ کا ایک شخص راقم کے روبرو قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کو معتزلہ کہتا تھا۔نعوذ باللہ

صاحب ردالمحتار نے اس جگہ لکھا ہے کہ **والمثبت مقدم على النافى** (مثبت کو منفی پر سبقت حاصل ہے) یہ قاعدہ اصول ہے یعنی شے کا اثبات علم سے ہوتا ہے اور اس کی نفی لاعلمی سے پس عالم کا قول غیر عالم کے قول پر مقدم ہے۔اور اسی طرح مذکور ہے کہ مدعی لا چو تسلی نشود گو سر وخشت (مدعی کو جب تسلی نہ ہو تو پھر اس کے سر پر اینٹ مار دو) اور منکر کے جملہ اعتراضات کے ہمارے جواب صواب ردالمحتار میں موجود ہیں مگر حسد وعجب کا علاج مفقود ہے تعجب پر تعجب تو یہ ہے کہ خود نذیر حسین صاحب معیار نے اپنی معیار میں محدثین کے فضائل میں بعض اقوال کو شامل کیا ہے اور اس جگہ پر سند صحیح سلسلہ وار کو بیان نہیں کیا شاید لگتا ہے اس جگہ سند صحیح کے مطالبہ کو پس پشت ڈال دیا ہے اگرچہ ہمارا تو فضائل مجتہدین پر اعتقاد ہے پس فواضل محدثین میں بھی ان کا ذکر رفیع راسخ ہے اور یہ چند کلمات تعصب منکر کے اعلام کے لیے مرقوم ہوئے ہیں۔

(۱) صحیح ابن حبان:۴/۴۹۰حدیث:۱۶۱۰......جامع الاحادیث سیوطی:۲۰/۱۲۷حدیث:۲۱۶۸۶۔

(۲) سنن ترمذی:۴/۶۶۲حدیث: ۲۵۰۶......معجم اوسط طبرانی:۴/۱۱۰حدیث: ۳۷۳۹۔ترجمہ: اپنے بھائی کی مصیبت دیکھ کر خوشی نہ مناؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے تو چھٹکارا مل جائے اور تم گرفتارِ بلا ہو جاؤ۔

امام رضی اللہ عنہ نے چار ہزار تابعین اساتذہ سے حدیث پڑھی اور ان کو حفاظ المحدثین کے طبقات میں ذکر کیا ہے اور امام رضی اللہ عنہ سے لوگوں میں کثرتِ احادیث کے عدم ظہور کی وجہ یہ ہے کہ آپ روایت حدیث سے زیادہ اہم اور اعلیٰ کام مثل استنباط مسائل دینیہ اور تدوین احکام یقینیہ میں مشغول تھے جس طرح ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما مسلمانوں کی مصالحت میں مشغول تھے جس کی وجہ سے ان سے دیگر صغار صحابہ کرام کی طرح روایت حدیث ظاہر نہ ہوئی۔

ابن عبدالبر محدث بابلی نے ذم میں تفقیہ و تدبیر کے بغیر بہت سی احادیث روایت کی ہیں اور خطیب، اسرائیل بن یونس سے روایت کرتا ہے کہتے ہیں کہ نعمان ندب مرد ہیں حافظ احادیث ہیں اور حدیث میں تفقہ کے لحاظ سے اجل عالم ہیں۔

اور حسن بن صالح نے کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیادہ پرہیز گار، حرام سے خائف رہنے والے اور مشتبہات کو ترک کرنے والے ہیں میں نے ان سے بڑا فقیہ اور اپنے نفس کا نگہبان نہیں دیکھا۔

ابن حجر نے کہا کہ حرملہ نے روایت کی کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

لوگ طالب فقہ ہونے میں ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔

اور ربیع نے امام شافعی سے روایت کیا کہ جو کوئی ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتب کا مطالعہ نہیں کرتا ہے عالم متبحر اور فقیہ نہیں بن سکتا ہے اور بہ تحقیق نقل کرتے ہیں کہ علما تین مجتہدین کی ثنا اور ادب کرتے ہیں ان میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا خاص ادب امام شافعی کرتے ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ تو کمالِ تادب کرتے ہیں فرماتے ہیں :

ہم ابوحنیفہ کی زیارت قبر سے تبرک تلاش کرتے ہیں اور جب مجھے کوئی خاص حاجت پیش آتی ہے تو میں ابوحنیفہ کی قبر کے پاس رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دو رکعت پڑھتا ہوں تو میری حاجت برآتی ہے۔

حاشیہ منہاج میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس فجر کی نماز ادا کی اور قنوت ترک کردی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے قنوت کیوں ترک کردی؟۔ فرمایا: اس امام کے ادب کی وجہ سے۔ اور بعض نے کہا کہ جہر بہ بسم اللہ بھی نہیں پڑھی۔

امام رضی اللہ عنہ نہایت متقی اور انصاف پسند ہیں۔امام شعرانی نے میزان میں ابوجعفر کی شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی، عابداور صاحب عزت بزرگ تھےاور دین میں زیادہ احتیاط فرماتے تھےاور شریعت میں اپنے قول کو شامل کرنے سے دُور تر رہتے تھے چنانچہ ہر مسئلہ میں اپنے تمام اصحاب کو جمع فرماتے جب ان تمام کا اس پر اتفاق ہو جاتا تو پھر امام ابویوسف علیہ الرحمہ سے فرماتے کہ اس مسئلہ کو فلاں باب میں لکھ دو۔

اور طحطاوی سے مسند خوارزمی میں نقل ہے کہ امام کے ساتھ ایک ہزار بزرگ ومہتر (فاضل) اور درجۂ اجتہاد پر فائز شاگرد ہوتے تھے۔جب کوئی واقعہ درپیش آتا تو آپ ان سے مشورہ اور مناظرہ کرتے ان سے گفت وشنید ایک ماہ یا اس سے بھی زائد عرصہ تک چلتی۔جب کسی ایک قول پر متفق ہو جاتے تو ابویوسف اس کو لکھ لیتے تھے اور اُصول کو بھی ان سے باہمی مشورہ کر کے ثابت کرتے تاکہ دیگر مجتہدین کی طرح امام ابوحنیفہ نے تنہا مسائل وضع کیے ہیں۔(ردالمحتار)

فتویٰ میں اس قدر اجتہاد،تقوی اور احتیاط فرمانے کے باوجود بعض مسائل میں توقف اور''لا اَدری'' فرماتے جیسا کہ کتب فقہ میں مبین ہے۔

اور امام المسلمین رضی اللہ عنہ علم باطن میں کامل اور مکمل تھے کہ جس کی انتہا نہیں ہے چنانچہ رد المحتار میں ہے کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ میدانِ طریقت اور حقیقت کے شہ سوار تھے،کیونکہ علم حقیقت کی بنا علم وعمل اور تصفیۂ نفس پر ہے اور تحقیق علماے سلف نے امام کو ان صفات سے یاد کیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جو خود صاحب مذہب ہیں فرماتے ہیں :

> ابوحنیفہ علم،ورع،زہد اور اختیارِ آخرت کے اس مرتبہ کو پہنچے ہوئے ہیں جہاں کسی کی فہم نہیں پہنچ سکتی ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابوحنیفہ کے سوا کسی اور کی متابعت مناسب نہیں ہے،کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ امام،تقی،نقی،پرہیز گار عالم،دین دار فقیہ ہیں کہ آپ کا علم بصر وفہم کو کشادہ کرتا ہے اور یہ کمال آپ کے سوا کسی اور میں نہیں ہے۔

اسی طرح کی بہت سی باتیں ابن حجر نے کبار علماے کرام سے نقل کی ہیں۔امام عبداللہ تستری جو کہ امام معقول ہیں اور روز الست کے سوال جواب کی یادداشت ان سے منقول ہے فرماتے ہیں:

اگر اُمت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی شخص ہوتا تو وہ ہرگز یہود ونصاریٰ نہ رہتے یعنی اپنے دین قوی سے منہ نہ پھیرتے۔(ردالمحتار)

مسند خوارزمی میں علماے کبار کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بقدر کفایت معاش رزق حلال سے کماتے تھے اور جو چیز اپنے لیے اور اپنے عیال کے لیے خریدتے وہی فقرا ومشائخ کے لیے بھی خریدتے تھے اور بادشاہوں کا انعام اور اغنیا کے ہدایہ قبول نہیں فرماتے تھے۔اور احیاء العلوم میں اس سے زیادہ لکھا ہوا ہے۔

امام المومنین کا یقین اس غایت درجہ کا تھا، فرماتے کہ میرا ایمان جبرائیل علیہ السلام کے ایمان کی طرح ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر وغیرہ میں ہے۔

اعرفِ عرفاے کبار شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں امام ابوحنیفہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

> آپ شرع وملت کے چراغ، دین ودولت کی شمع، نعمان حقائق، جواہر معانی ودقائق کے غماز، عالم، عارف، صوفی، امام جہاں ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں تمام رطب اللسان ہیں اور تمام ملت میں مقبول ہیں۔

آپ کی ریاضت ومجاہدہ وتلاوت ومشاہدہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔اصولِ طریقت، فروعِ شریعت میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے اور نظر ناقد رکھتے تھے فراست وسیادت میں یگانہ تھے۔مروت وفتوی میں بے نظیر تھے۔کریم زماں، جواد جہاں، افضل عہد روادار علم وقت تھے۔قبلہ حقیقی کی طرف توجہ رکھنے والے اور دروازۂ مخلوق سے منہ پھیرنے والے سخت گرمی، جاڑے میں صوف پہننے والے، مقروض کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنے سے گریز کرتے !۔کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

> **کل قرض جر منفعة فهو ربوا .** (۱)
>
> ہر وہ قرض جو نفع لے کر آئے وہ سود ہے۔
>
> فرمایا: اگر میں نفع حاصل کروں تو یہ ربوا یعنی سود ہوگا۔
>
> شیخ علی بن عثمان معروف داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ فرماتے ہیں :

(۱) بغیۃ الحارث عن زوائد مسند الحارث:۱/۵۰۰حدیث:۴۳۷......معرفۃ السنن والآثار:۳۸/۱۷حدیث:۱۱۵۱۷۔

میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے دروازے پر ایک بوڑھے کو پوری شفقت سے اٹھایا میری طرف نظر کرم فرمائی اور میں آپ علیہ السلام کے قدموں میں گر پڑا اور میں نے بوسہ دیا اور مجھے تعجب تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے!۔

پیغمبر علیہ السلام نے بحکم معجزہ ارشاد فرمایا: (یعنی میرے احوال باطن کو دریافت کرلیا)

یہ تمہارے زمانے کے امام ابوحنیفہ ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟۔

فرمایا: ابوحنیفہ کے علم میں۔

اور کشف المحجوب میں اسی طرح مروی ہے۔

ردالمحتار اور اس کے علاوہ کتب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ کے والد ثابت اور ان کی ذرّیت کے حق میں دعاے برکت فرمائی اور امام کے پوتے نے کہا کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ حق سبحانہٗ عزوجل نے شیر خدا کی دعا کو ہمارے حق میں قبول فرمایا ہے۔(ف)

درمختار وغیرہ میں ہے کہ امام ہمام کو سو بار خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت ہوئی ہے اور عذاب سے نجات پانے والی دعا سیکھی۔(۱)

نیز امام نے پچپن (۵۵) حج کیے اور آخری حج میں بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دو رکعت میں قرآن شریف ختم کر دیا، سلام کے بعد گریہ و مناجات کی کہ الٰہی اس بندۂ ضعیف نے تیرا حق عبادت ادا نہیں کیا تو ہاتف نے بیت اللہ سے آواز دی کہ

---

(۱) سید احمد طحطاوی اور سید ابن عابدین شامی نے درمختار کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے امام ہمام کو فرمایا کہ جو شخص صبح و شام اس دعا کو پڑھے گا میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا، دعا یہ ہے :

سبحان الأبدي الأبد ، سبحان الواحد الأحد ، سبحان الفرد الصمد ، سبحان رافع السماء بغير عمد ، سبحان من بسط الأرض على ماءٍ جمد ، سبحان من خلق الخلق فأحصاهم عدد ، سبحان من قسم الرزق ولم ينس أحد ، سبحان الذي لم يتخذ صاحبة ولا ولد ، سبحان الذى لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفوا أحد . (ردمختار شامی:۱/۱۲۵)

(ف) حضرت مشکل کشا نے خاندان امام نعمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔

اے ابوحنیفہ! تونے ہماری نیک خدمت کی، تحقیق ہم نے تجھ کو تیرے تابعین ومقلدین کوروزِ قیامت بخش دیا۔

اور ردالمحتار میں کہا ہے کہ بخشش صرف تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ جو کوئی امام کی مثل خدمت و معرفت تمام بجالائے اوراوامر ونواہی میں مجتہد فیہ جیسا عمل کرے گا بخشا جائے گا۔

امام کی ولادت ۸۰ ہجری میں اور وفات ۱۵۰ ہجری میں ہوئی۔پس یہ بات متحقق ہوگئی کہ امام ہمام کا تابع صراط مستقیم کا سالک ہےاور آپ کا منکر ہالک ہے۔اوراللہ ہی خوب جانتا ہے۔

باب دوم

امام اعظم کے بارہ تابعی اولیا کے احوال

جاننا چاہیے کہ امام اعظم کے مذہب کی حقیقت کے بے شمار دلائل ہیں ان میں سے مختصراً یہ ہے کہ ہزار ہا اولیاے حقانی اور علماے ربانی جو صفاتِ فاصلہ اور نعوتِ کاملہ سے متصف اور علماے آخرت کی علامات کے حامل ہیں انہوں نے امام اعظم کے موسوم مذہب کو پسند کیا اور اس کو اختیار کیا اور آپ کی متابعت کو خوش دلی سے اپنایا۔ان تمام کا ذکر دفاتر میں سمانہیں سکتا بلکہ میزانِ ادراک میں بھی ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا مگر بطورِ نمونہ انبار میں سے ایک دانہ اور ہزار میں سے ایک کے لحاظ سے امام اخیار رضی اللہ عنہ کے صرف بارہ بزرگواروں- کہ جو آپ کے شاگرد و پیروکار ہیں- کے مختصر ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

درخانہ اگر کس است

احرفیش بس است

گھر میں اگر کوئی مرد ہو تو اس کے لیے ایک حرف ہی کافی ہے۔ان ائمہ کرام کے

اسمائے گرامی یہ ہیں(۱) :

۱۔ خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ سلطان ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ شیخ العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ شیخ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ شیخ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ شیخ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) بعض لوگ غنیۃ الطالبین کی صورت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا حضرت امام اعظم اور آپ کے متبعین پر طعن کرتے ہیں غنیۃ میں امام اعظم اور آپ کے تابعین کو فرقہ مرجیۂ جو کہ اہل سنت سے خارج ہے اس میں شامل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ

خوے بدرا بہانہ در کار است

بدفطرت کو بس بہانہ چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ غنیۃ میں فرقہ مرجیۂ کا زعم اس طرح لکھا ہوا ہے: ’فرقہ مرجیۂ کا زعم یہ ہے کہ جو کوئی بھی کلمہ طیبہ کا قائل ہو اور جملہ گناہوں کا حامل ہو اور ہر قسم کی شہوات کا رسیا ہو پھر بھی وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا یعنی اس کو اپنے گناہوں کی سزا نہیں ملے گی۔ اس جگہ امام اعظم رضی اللہ عنہ خود لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ مومن کو اس کے گناہ نقصان نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی یہ عقیدہ ہے کہ گناہ گار مومن ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا جیسا کہ مرجیئہ کا عقیدہ ہے۔ اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ بالتحقیق ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہمارے گناہ مغفور ہیں جیسا کہ مرجیہ اس کے قائل ہیں پس واضح ہو کہ مرجیہ اور حنفیہ کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے مگر وہم کے تابع ہو کر یقین کے ساتھ طعن کرنا عبث و حیران کن ہے۔ لہٰذا مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ شریفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ شاید بعض مبتدعین نے بُغض کی وجہ سے اس فرقہ کو کلام شیخ قدس سرہ میں شامل کر دیا ہے۔

مولانا قاری شرح مسند امام میں اس طرح سے فرماتے ہیں کہ کلام اگرچہ اس زعم کج کے رد کے لیے ہے مگر اس میں بہت فہم و فراست کی ضرورت ہے۔

ہمارا مقصود اختصار کے ساتھ کلام کرنا ہے لہٰذا اس قدر قلیل اقتصار ہی کافی ہے۔ منصف کے لیے اس قدر ہی کافی ہے۔ واللہ ھو الھادی کان اللہ تعالیٰ لہ۔۱۲

۸۔ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ شیخ ابوبکر ورّاق رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ شیخ خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ شیخ وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ

۱-خواجہ فضیل بن عیاض حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ مقدم تائباں، معظم نائباں، آفتابِ کرم، سراپا احسان، مانند دریا ورع، اور آپ کا عرفان کون ومکاں سے اعراض کرنے والا ہے۔ خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کبار مشائخ سے تھے۔ آپ عیارِ طریقت، ستودہ اقران اور مرجع قدم تھے اور ریاضت وکرامات میں شانِ رفیع رکھتے تھے۔ ورع ومعرفت میں پیہم تھے۔ ابتدا میں راہ زن یعنی ڈاکو تھے مگر جس قافلہ میں کوئی حافظ قرآن ہوتا اس کو کچھ نہ کہتے ایک رات ایک قافلہ گزرا اس میں ایک شخص نے یہ آیت پڑھی :

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ο (سورۂ حدید:۱۶/۵۷)

کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تمہارے دل اللہ کے خوف سے بیدار ہو جائیں۔

یہ آیت تاثیر کا تیر بن کر فضیل کے دل میں لگی۔ آپ نے کہا: آیا آیا، پس توبہ کی اور گریہ وزاری کرتے تھے اور اپنے دشمنوں کو خوش کرتے تھے۔ ایک یہودی منکر تھا جو کسی طرح بھی خوش نہیں ہورہا تھا اس منکر نے کہا کہ اگر تُو چاہتا ہے کہ میں تجھے اپنا حق بخش دوں تو تم اس ریت کی پہاڑی کو ہٹاؤ اور اسے صاف کرواور وہ بہت بڑی پہاڑی تھی اور اس کو اٹھانا امکانِ بشر سے بہت بعید ودشوار تھا مگر فضیل نے پہاڑی کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔

منکر (یہودی) حیران رہ گیا اور فضیل سے کہا کہ میرے تکیہ کے نیچے ایک چیز کو اٹھا لاؤ تاکہ میں تم کو معاف کردوں۔ فضیل نے اس کے تکیہ کے نیچے سے تھیلی اٹھائی اور اس کو دے دی جو کہ سونا

بن چکی تھی۔ یہودی نے کہا کہ پہلے آپ مجھ پر اسلام پیش کریں فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمہاری یہ حالت کیا ہے؟۔اس نے کہا کہ توریت میں ہے کہ صدق دل سے تائب ہونے والا اگر خاک کو ہاتھ لگا دے تو سونا بن جاتی ہے۔

میں نے امتحان لیا کہ تمہارا ہاتھ خاک کو سونا بنا تا ہے تو تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے اور تیرا دین حق ہے، پس منکر یہودی ایمان لے آیا۔ اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ مکہ گئے اور بعض اولیاے کرام کو پایا اور مدتوں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر تشنگی علم کو بجھایا۔لوگ آپ کا وعظ جوق در جوق سنتے۔ایک رات فضل برمکی ہارون رشید کو فضیل علیہ الرحمہ کے گھر لے گیا۔انہوں نے آپ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا :

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّئَاتِ اَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ... ۝ (سورۂ حدید:۱۶/۵۷)

کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جنہوں نے بُرے کام کیے ہم ان کو نیک کام کرنے والوں کے برابر کردیں گے!۔

ہارون نے کہا: اگر ہم نے نصیحت طلب کی تو یہ ہی کافی ہے پھر دروازے پر دستک دینے پر فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کون ہے؟۔

فضل نے کہا: ہارون رشید۔

آپ نے اندر سے کہا کہ ان کو مجھ سے کیا کام اور مجھے ان سے کیا سروکار۔ آپ میری مشغولیت میں عمل دخل نہ کریں اور چلے جائیں۔

فضل نے کہا: اولی الامر کی اطاعت واجب ہے۔آپ ہمیں اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم از خود آجائیں گے۔

آپ نے کہا: تم کو اختیار ہے۔

ہارون اندر آگیا تو فضیل نے چراغ کو بجھا دیا تا کہ ان کا چہرہ نہ دیکھیں۔ہارون نے مصافحہ کیا۔فضیل نے کہا کہ یہ کس قدر نرم ہاتھ ہیں، اگر آتش دوزخ سے بچ جائیں!۔

فضیل نماز میں مشغول ہوگئے، فراغت نماز کے بعد جب ہارون نے عرض کیا کہ خدا کے لیے

ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ تمہارے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے کسی قوم پر امیر مقرر فرمادیں، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے چچا! میں نے تجھ کو تمہارے نفس کا حکمران بنا دیا کیونکہ تیرے نفس کا حق تعالیٰ کی اطاعت کرنا مخلوق کا تیری ہزار سال اطاعت کرنے سے بہتر ہے۔

ہارون رو پڑا اور عرض کی کہ اور ارشاد فرمائیں۔فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرا خوب صورت چہرہ آتش دوزخ میں مبتلا کر دیا جائے اور اس کا حلیہ ہی بگڑ جائے۔

امیر نے عرض کی اور ارشاد فرمائیں۔فرمایا: حق تعالیٰ کے سامنے بروزِ قیامت جواب دہی کے لیے ہمیشہ ڈرتے رہو، کیونکہ وہاں ایک ایک مسلمان کی تم سے باز پرس ہوگی اور تمہاری ریاست میں ایک غریب عورت بھی بھوکی سوگئی تو محشر میں تیرا گریبان پکڑے گی۔

ہارون گریہ وزاری کرتے ہوئے بے ہوش ہوگیا۔فضل نے کہا: اے فضیل! بس کردیں آپ نے تو امیر کو جاں بلب کر دیا ہے۔

فرمایا: خاموش اے ہامان! بلکہ تو نے اور تمہاری قوم نے ان کو ہلاک کر دیا ہے۔ہارون اور زیادہ رونے لگا اور فضل کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھ کو ہامان اس لیے کہا ہے کہ تو مجھے فرعون سمجھتا ہے۔پھر ہارون نے ہزار دینار پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مالِ حلال ہے جو مجھے والدہ کی میراث سے ملا تھا۔

فضیل نے کہا میری نصیحت نے تجھ پر کچھ اثر نہیں کیا کیونکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو حق دار ہیں تو ان کا حق دے اور تو مجھے پیش کر کے مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔ہارون اٹھا اور دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے لیے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: تابع ہوجا اور متبوع نہ ہو۔

میں نے کہا کہ اس قدر سند کے لیے کافی ہے۔

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو میں خوش ہوجاتا ہوں کہ اب میں اپنے رب کے ساتھ خلوت کروں گا اور جب صبح ہوتی ہے تو میں مخلوق کے دیدار کی کراہت سے مغموم ہوجاتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میں بیمار ہوجاؤں اور نماز با جماعت نہ پڑھوں تا کہ میں

خلق کو نہ دیکھوں۔

آپ فرماتے تھے جو کوئی چو پاؤں پر لعنت کرتا ہے تو وہ چو پائے کہتے ہیں: آمین ہم میں اور تجھ میں سے زیادہ جو حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس پر لعنت ہو۔

آپ نے فرمایا کہ دو خصلتیں دل کو فاسد کرتی ہیں :

۱۔ بہت زیادہ سونا۔ ۲۔ بہت زیادہ کھانا۔

ایک مرتبہ ایک بچے کا پیشاب بند ہو گیا دعا کی تو شفایاب ہو گیا تو ۳۰ سال تک کسی نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا مگر جس دن آپ کے بیٹے نے وصال فرمایا تو آپ متبسم ہوئے۔لوگوں نے عرض کی کہ یہ کون سا موقع ہے تو فرمایا کہ حق تعالیٰ اس کے وصال سے خوش ہوا تو میں نے راضی برضائے الٰہی ہوتے ہوئے تبسم کیا۔

ردالمحتار میں منقول ہے کہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔امام شافعی، امام بخاری و امام مسلم علیہم الرحمہ کے استاد تھے بلکہ یہ حضرات آپ سے روایت کرتے تھے اور تمیمی وغیرہ آپ کی بہت زیادہ تعریف وتوصیف کرتے۔حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ مجاورِ مکہ تھے اور ۱۸۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۲-سلطان ابراہیم بن ادہم حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطانِ دین و دنیا، امیر شرع و دین، سیمرغِ قافِ یقین، کنج عالم عزلت، گنجینۂ سرائے دولت، پروردۂ لطف وکرم، شاہ اقلیم اعظم، شیخ وقت ابراہیم ادہم قدس سرہ متقی تھے۔آپ صدیق دولت، محبت اہل روزگار، انواع معاملت واصناف حقائق سے واقف، جملہ خلائق میں مقبول، بکثرت مشائخ کی زیارت کی اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس علمی سے صحبت یافتہ تھے۔جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ابراہیم ادہم اس طائفہ کے درمیان علوم کی چابی ہے یعنی علم طریقت کی چابی ہیں۔

ابتدا میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے اور ایک عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ایک رات اپنے تخت پر آرام فرما تھے چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی پوچھا کون ہے؟

اس نے کہا کہ اونٹ گم ہو گئے ہیں۔ میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔

آپ نے کہا: اے بے وقوف! اونٹ چھت پر کس طرح آ سکتا ہے؟

اس نے کہا اے غافل! تو رضائے خدا کو ہیرے جواہرات سے مرصع زرّیں تخت پر کیسے حاصل کر سکتا ہے؟۔ اس سے سلطان کے دل میں ہیبت طاری ہو گئی اور اگلے دن اس کے دربارِ عام میں ایک شخص ذی حشم آیا، بادشاہ کے پاس گیا۔

بادشاہ نے کہا: اے شخص! تو کیا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: میں اس سرائے میں آیا ہوں۔

بادشاہ نے کہا: یہ میرا گھر ہے سرائے نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ تجھ سے پہلے یہاں کون آباد تھا؟

کہا: میرا باپ۔

اس نے کہا: ان سے قبل؟

کہا: میرا دادا۔

کہا: اب یہ لوگ کہاں ہیں؟

عرض کی: فوت ہو گئے ہیں

تو اس نے کہا: یہ سرائے ہی تو ہے کہ ایک آتا ہے اور ایک چلا جاتا ہے۔

یہ فرما کر صحرا کی طرف چل دیے۔ ابراہیم اس کے پیچھے دوڑے حتیٰ کہ ان کو پالیا اور ان کو قسم دے کر پوچھا کہ ٹھہر جائیے، آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ کیونکہ آپ نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی ہے۔

اس نے کہا: میں خضر ہوں، فوت ہونے سے پہلے توبہ کر لے کہ تیرے لیے جلدی تائب ہونے کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا: وقت بیداری کا ہے پس توبہ کی ملک کو خیر باد کہا اس دل بے قرار کے ساتھ بیابان کا گشت شروع کر دیا اور گریہ وزاری کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کا گذر ایک پل پر سے ہوا جہاں

پر آپ نے ایک نابینا کو گرتے ہوئے دیکھا اگر وہ گر جاتا تو ہلاک ہو جاتا۔آپ نے کہا: اے اللہ! اس کی حفاظت فرما تب ساتھ ہی وہ ہوا میں معلق کھڑا ہو گیا پھر لوگوں نے اس کو پکڑا اور اسے باہر نکالا لوگ اس کی کرامت سے حیران ہو گئے۔(۱)

نیشاپور کے اس غار میں آپ نے نو سال تک عبادت کی جب لوگ آپ کے حال سے باخبر ہو گئے تو آپ اس غار سے کوچ کر گئے اور مکہ مکرمہ چلے گئے۔

حضرت ابراھیم ادھم کی اپنے اھل و عیال سے ملاقات :

ایک دن اکابر میں سے کسی ایک نے راستے میں آپ کو اسم اعظم سکھا دیا تاکہ خدا عزوجل کو اس کے ساتھ پکاریں،خضر علیہ السلام نے آپ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا: اے ابراہیم! وہ میرے بھائی الیاس علیہ السلام تھے جنہوں نے آپ کو اسم اعظم سکھایا۔

پھر آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو پیرانِ حرم نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور تعظیم بجالائے پھر آپ نے مکہ میں رہائش اختیار کی اور لکڑیاں کاٹ کر کسب معاش کرتے تھے۔آپ کی زوجہ اور بیٹا آپ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ میں آئے۔ایک دن آپ نے دریا کے کنارے بیٹے سے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟اس نے کہا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔

آپ نے کہا: الحمدللہ۔

آپ نے پوچھا: کیا تو نے قرآن سیکھا؟

لڑکے نے کہا: کیوں نہیں۔

آپ نے کہا: الحمدللہ۔

پھر پوچھا: علم سیکھا؟۔

تو لڑکے نے جواب دیا: جی ہاں۔

(۱) ردالمحتار میں رسالہ قشیریہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ ایک دن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شکار پر گئے تھے ہاتف نے آواز دی کہ کیا تم کو صرف سیر اور شکار کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔پس ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کو ترک کر دیا اور جبہ شبانی پہن لیا اور مکہ میں داخل ہو گئے،۷۰ سال میں شام چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔تذکرۃ الاولیاء میں یہ روایت بھی ہے۔منہ کان اللہ لہ

آپ نے کہا: الحمدللہ۔

پھرابراہیم نے چاہا کہ چلے جائیں تو آپ کی بیوی اور بچے نے اِصرار کرتے ہوئے آپ کو روک لیا تب ابراہیم نے اپنے چہرے کو آسمان کی طرف کیا اور کہا: **الٰھی اِغثنی** (اے اللہ! میری مدد فرما)۔

اسی وقت آپ کا بیٹا فوت ہو گیا۔عقیدت مندوں نے اس واقعہ کے بارے دریافت کیا تو فرمایا کہ بچے کی محبت کے جذبات دل میں امنڈ آئے تھے تو ندا آئی :

اے ابراہیم! تم نے مجھ سے دوستی کا دعویٰ کیا اور تو دوسروں کو بھی دوست رکھتا ہے۔

پس میں نے دعا کی: اے میرے رب! میری مدد فرما۔اگر بیٹے کی محبت مجھے تیری محبت سے باز رکھتی ہے تو تُو یا اس کی جان لے لے یا مجھے موت عطا فرما دے۔

حضرت ابراھیم ادھم کے بعض مقولات: ایک دفعہ حضرت ابراہیم کے پاس دس ہزار دینار پیش کیے گئے، آپ نے ان کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جس کو تین مقامات پر حضوری نصیب نہیں ہوتی تو یہ اس کے لیے محرومی کا نشان ہے :

۱۔قرآن پڑھتے ہوئے ۲۔نماز ۳۔ذکر

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے فرمایا: تجھے تھوڑے یقین کی محتاجی ہونی چاہیے اگرچہ تیرے پاس بہت زیادہ علم ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں حضرت ابراہیم کے ساتھ سفر میں تھا آپ کے پاس زادِراہ نہ تھا چالیس دن تک آپ نے صبر کیا۔

چند حج آپ نے پیدل کیے روزانہ زم زم کے چشمہ سے آپ پانی نہ نوش کرتے تھے کیونکہ اس کا ڈول شاہی کنویں کا تھا۔

جوبھی آپ کی صحبت میں رہنے کا خواست گار ہوتا تو آپ اس کے سامنے تین شرائط رکھتے :

۱۔خدمت میں کروں گا ۲۔نماز کے لیے اذان میں خود دوں گا ۳۔فتوح (نذرانے) میں جو چیز بھی آئے گی میں تجھ کو دوں گا۔

کرامات ابراھیم بن ادھم : آپ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ان کے دست مبارک میں ایک پرچہ تھا جس میں حق تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نام درج تھے۔ میں نے کہا کہ میرا نام بھی لکھا ہوا ہے؟۔

فرمایا کہ تم ان میں نہیں ہو۔

میں نے کہا کہ میں ان کو دوست رکھنے والوں میں سے ہوں۔ فرمان صادر ہوا کہ میں نے تیرا نام سب سے پہلے لکھ رکھا ہے کیونکہ اس راہ میں ناامیدی کے بعد ہی اُمید پیدا ہوتی ہے۔

ایک دن آپ دجلہ کے کنارے پر خرقہ کو سی رہے تھے کہ کسی نے پوچھا کہ آپ نے ایک بخارا کو چھوڑ کر کیا پایا؟۔

آپ کی سوئی دریا میں گر گئی تو آپ نے دریا کو اشارہ کیا تو ایک ہزار مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی سوئیاں لے کر سطح آب پر آ گئیں۔

فرمایا: میں اپنی سوئی چاہتا ہوں، ایک کمزور سی مچھلی نے آپ کی سوئی لا کر دی۔

ابراہیم نے فرمایا: کمترین چیز جس کو میں نے سلطنت بخارا کے عوض پایا وہ یہ تھی۔

دعا کی عدم قبولیت کے موجبات : لوگوں نے آپ سے دعا کی عدم قبولیت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت، مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی فرماں برداری، قرآن پر علم اور رحمٰن کا شکر ادا نہیں کرتے ہو، اور نہ تم بہشت کو طلب کرتے ہو اور نہ ہی دوزخ سے بھاگتے ہو، اور تم شیطان کے پیروکار رہو، نہ ہی تم مردوں سے عبرت حاصل کرتے ہو تم کو اپنے عیب نظر نہیں آتے اور دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول ہوتے ہو، پھر کس طرح دعا قبول ہو گی۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن ہاتف نے آواز دی :

آگاہ ہو جاؤ تحقیق اللہ کی امان فوت ہو گئی ہے۔

۳۔حضرت خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے: آپ سلطان العارفین، برہان المحققین، خلیفۂ الٰہی، دعا نامہ نامتناہی، پختہ جہان ناکامی، شیخ وقت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اکبر مشائخ، اعظم اولیا، حجت خدا، قطب عالم اور مرجع اوتاد تھے۔ آپ کی ریاضات و کرامات بہت زیادہ ہیں۔ اسرار و حقائق میں گہری نظر رکھنے والے، وجد بلیغ کے ناقد، مقام قرب میں دائم اور صاحب ہیبت تھے۔ آتش حجت میں غرق، دائمی طور پر اپنے بدن کو مجاہدہ کی بھٹی میں جلانے والے اور دل کو مشاہدہ میں رکھنے والے تھے۔ آپ کی روایات (ملفوظات) اعلیٰ احادیث کی آئینہ دار ہیں۔

آپ کے پیش نظر جو طریقت کے اسرار و معانی تھے وہ کسی سے مستنبط نہ تھے اور ہو بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ یہ تمام تو آپ کا ہی خاصہ ہے۔ ان کا علم صحرا زدہ ہے اور ان کا کمال و مرتبہ پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا :

بایزید درمیانِ ماچوں جبرئیل است در ملائکہ۔

بایزید ہم میں ایسے ہیں جس طرح ملائکہ میں جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے دادا آتش پرست تھے اور آپ کے والد گرامی بسطام کے جلیل القدر بزرگوار میں شمار ہوتے تھے اور آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ میرے شکم میں تھے تو میں اگر کوئی شبہ والی شے منہ میں رکھتی تو آپ شکم میں اس قدر بے چین ہو جاتے کہ میں اس لقمہ کو اُگل دیتی اور آپ اس کے مصداق ہیں جب لوگوں نے پوچھا کہ مرد کو اس راہ طریقت میں کیا بہتر ہے؟ تو فرمایا: اگر وہ بزرگ طریقت کو جانتا ہوتا تو خلافِ شریعت کوئی قدم نہ اٹھاتا۔

زیارت کعبہ میں ہر قدم پر دو رکعت نفل نماز ادا کرتے اور بارہ سال کے بعد کعبہ شریف پہنچے اور اس سال آپ مدینہ طیبہ حاضری کے لیے نہ گئے اور فرمایا کہ بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کو اس زیارت کے تابع کرنا سوئے ادب ہے، اس کے لیے میں الگ سے احرام باندھ کر

آؤں گا اور دوسرے سال آپ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔(۱)

شیخ احمد خضرویہ اپنے ایک ہزار مریدین کے ساتھ ہوا میں اڑتے اور پانی پر چلتے تھے آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: اے احمد! کب تک اسی طرح چلتے رہو گے؟ عرض کی کہ پانی ایک جگہ ٹھہرا رہے تو متغیر بدبودار ہو جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: تو پھر تم دریا کیوں نہیں بن جاتے تاکہ تم متغیر نہ ہو۔

پھر بایزید رضی اللہ عنہ نے کلام فرمایا تو احمد خضرویہ نے سات بار عرض کی کہ کلام آسان اور سادہ فرمائیں پھر انہوں نے بایزید رضی اللہ عنہ کے کلام کو سمجھا۔ احمد خضرویہ نے کہا کہ میں نے آپ کے دروازے پر شیطان کو پھانسی پر لٹکے ہوئے دیکھا ہے۔

فرمایا: اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ بسطام میں نہیں آؤں گا، آج اس نے کسی کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس کو سزا کے طور پر لٹکا دیا ہے۔

عہد بایزید میں ایک آتش پرست کو لوگوں نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا کہ اگر مسلمانی یہ ہے جو بایزید کرتے ہیں تو اس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اور اگر مسلمانی یہ ہے جو تم کرتے ہو تو مجھے اس سے شرم آتی ہے۔

احمد خضرویہ نے کہا کہ خواب میں حق تعالیٰ نے مجھے فرمایا: تمام لوگ مجھ سے کرامات کے طلب گار ہیں اور بایزید مجھ سے مجھ ہی کو طلب کرتا ہے۔

ملفوظات بایزید: ایک مرید نے شیخ سے وصیت طلب کی تو فرمایا:

---

(۱) سبحان اللہ وبحمدہ خدا تعالیٰ عزوجل کے دوستوں اور تابعین رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ التحیۃ والثناء کا معاملہ اس طرح ہوتا ہے کہ قبر مطہر کا اس قدر احترام فرماتے تھے۔ **رضوان اللّٰہ علیھم و اوصل الینا من برکاتھم**

اللہ کی ان پر رحمت وخوش نودی ہو اور ان کے فیوض وبرکات سے ہمیں بھی فیض یاب فرمائے اور دشمنان خدا تعالیٰ کا عناد اس غایت درجہ کا ہے کہ زیارت (قبر) کو ممنوع اور غیر مشروع کہتے ہیں۔

اللھم اھدنا و ایاھم الی الصراط المستقیم .

اے اللہ عزوجل! ہمیں اور انہیں سیدھے راستے پر چلا۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

۱۔جب تو کسی بُرے اخلاق والے کی صحبت میں ہوتو اس کو اپنی نیک خصلت کی طرف لے آ۔
۲۔اور جب کوئی تجھ کو انعام دے تو پہلے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر اور پھر اس شخص کا جس نے تجھ کو نوازا ہے۔
۳۔جب تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو بلند آواز سے فریاد کر کہ تو اس پر صبر نہیں کر سکتا ہے اور اس مصیبت کو دفع کرنے کی جرأت و ہمت نہیں رکھتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ درجہ کمال کیا چیز ہے؟۔فرمایا: اپنے عیب پر نگاہ رکھنا۔

لوگوں نے پوچھا: راہ حق کیا ہے؟۔فرمایا: تو راستے سے اٹھ جا حتیٰ کہ تو واصل بحق ہو جائے۔

ارادت مندوں نے عرض کی: مردوں کے کیا کام ہیں؟۔

فرمایا: خود کو(خواہشات) دل کے تابع نہ کرنا۔

ردالمحتار میں ہے کہ بایزید شیخ المشائخ اور راسخ قدم والے تھے۔آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ تھا اور آپ کے دادا مجوسی تھے، پس ایمان لائے اور ۲۶۱ھ میں جنت کی طرف رخت سفر باندھا۔

۴۔ذکر خواجہ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ زین زماں، رکن اماں، امام شریعت و طریقت، ذوالجہادین حقیقت، امیر اقلیم و پلارک خواجہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ کو شہنشاہِ علما کہا جاتا ہے۔آپ علم و شجاعت میں بے مثل و بے نظیر اور اصحاب طریقت کے محتشم افراد میں سے تھے اور فنون میں علم احوالی کو پسندیدہ جانتے تھے اور آپ بزرگ مشائخ کی صحبت میں رہے اور وہ تمام مقبولانِ بارگاہ الٰہی تھے۔آپ کی تصانیف مشہور ہیں اور آپ کی کرامات مذکور ہیں۔

عبد اللّٰہ بن مبارک کی قبول عبادت کا بیان: جس دن آپ تشریف لائے تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا :

تعال یا رجل المشرق .

اے مردِ مشرق تشریف لائیے۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے کہا :

والمغرب و ما بینھما .

بلکہ مغرب اوران دونوں کے درمیان جو ہے۔

کسی نے فضیل بن عیاض کو کسی شخص کی یوں تعریف کرتے نہیں دیکھا ہے جس طرح وہ آپ کی تعریف کرتے تھے۔اورعبادت میں آپ درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ایک دن آپ کی والدہ نے آپ کو باغ میں آرام کرتے دیکھا کہ پھول کی شاخ آپ کے چہرے سے مکھیاں اُڑارہی ہے۔

آپ نے مرو سے بغداد پھر مکہ کا سفر باندھا، یہاں سے مستفید ہوکر پھر مرو واپس تشریف لے گئے۔اہل مرو نے آپ کی بہت قدر ومنزلت کی۔اس جگہ آپ نے درس وتدریس کی مجالس کا آغاز کیا۔اہل مرو دوحصوں میں منقسم تھے:ایک تابع فقہ اور دوسرا تابع حدیث تھا۔پس عبداللہ بن مبارک نے ان دونوں کو جمع کر دیا تو وہ آپ کو ''رضی الفریقین'' کے نام سے پکارتے تھے۔

آپ کی سخاوت کا بیان: پھر آپ حجاز چلے گئے۔ایک سال حج کرتے اورایک سال جہاد کرتے، پھر ایک سال تجارت کرتے اور نفع کو ضرورت مندوں میں خرچ کر دیتے اور درویشوں کو کھجور دیتے اور خود گٹھلیاں شمار کرتے۔جو کوئی زیادہ کھجوریں کھاتا تو آپ ہر گٹھلی کے بدلہ میں ایک درہم دیتے اورفرماتے:اے فرد یہ تمہارے دانت ہیں۔

تقویٰ و ورع: آپ کا تقوی بھی بے حد تھا۔ایک دن آپ گھر میں (نفل) نماز میں مشغول تھے،آپ کا بہت قیمتی گھوڑا ایک کھیت میں چلا گیا،آپ نے اس کو وہیں چھوڑ دیا کیونکہ اس نے بادشاہ کی کھیتی سے کھایا تھا اور پیدل ہی چل پڑے۔

کرامات و ملفوظات: ایک دن ایک نابینا نے آپ سے عرض کی کہ آپ دعا کریں میری بینائی لوٹ آئے آپ نے دعا کی تو وہ نابینا اسی وقت بینا ہوگیا۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کون سی خصلت نفع بخش ہے؟۔

فرمایا:عقل وافر، ورنہ حسن ادب اوراگر یہ نہ ہوتو پھر شفیق بھائی سے مشاورت،اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر خاموشی اوراگر یہ بھی نہ ہوتو پھراچانک موت ہی بہتر ہے۔

فرمایا:جوادب میں سستی کرتا ہےاس سے سنت میں خلل ظاہر ہوتا ہےاورسنت میں سستی،فرض

میں خلل انداز ہوتی ہے اور فرائض میں سستی معرفت سے محرومی کا سبب ہے اور معرفت سے محروم کو تو جانتا ہے کہ وہ کیا ہوتا ہے!۔

آپ نے فرمایا: اگر میں غیبت کروں تو پھر میں اپنے والدین کی غیبت کرنا پسند کروں گا کیونکہ ان کا حق زیادہ ہے بہت دوسروں کے۔(کیونکہ غیبت سے انسان کی نیکیاں دوسروں کے گناہوں کو زائل کرتی اور ان کی نیکیاں بڑھا دیتی ہیں)

ایک شخص آپ کے پاؤں میں گر کر گریہ زاری کرنے لگا۔فرمایا: کیا ہوا؟

اس نے کہا: میں نے زنا کیا ہے۔

فرمایا: مجھے ڈر لگ گیا کہ کہیں تو نے غیبت نہ کی ہو!۔

وصال کے روز آپ نے اپنا تمام مال درویشوں میں تقسیم کر دیا اور وقت وصال اپنی آنکھوں کو بند کر دیا اور مسکرائے اور فرمایا :

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ o

اس کی مثل عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں لوگوں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

فرمایا: رحمت کا معاملہ۔

پھر پوچھا: عبداللہ کیسے ہیں؟

فرمایا: وہ دن میں دوبار حضرت کی کچہری میں جاتے ہیں۔

عبد اللّٰہ بن مبارک خادمِ امام اعظم ومخدوم ائمہ: آپ زاہد، فقیہ ومحدث تھے۔فقہ، ادب، نحو، لغت، فصاحت، ورع اور کثرت سے عبادت کرنے والے، صاحب تصانیف امام تھے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبداللہ اس امت کے ارکان میں سے ایک ہیں۔

امام احمد کے استاد اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔آپ نے امام صاحب

کی بہت زیادہ تعریف فرمائی کیونکہ دوسرے ائمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

۱۸۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔

۵- ذکر خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ متوکل ابرار، متصرف اسرار، رکن محترم، کلمہ محتشم، دلاورطریق، شیخ ابوعلی شفیق رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے یگانہ تھے۔ شیخ وقت، توکل، زہد، عبادت میں راسخ قدم رکھتے تھے اور مختلف انواع کے علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے اور علم میں حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد تھے۔ طریقت میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔

بعض کلمات معرفت سمات شفیق : آپ فرماتے تھے کہ راہ خدا چار چیزوں میں ہے :

۱۔روزی میں امن یعنی حلال رزق۔ ۲۔عمل میں اخلاص۔

۳۔شیطان کے ساتھ دشمنی۔ ۴۔سفرآخرت کے لیے توشہ جمع کرنا اور غذا کو ترک کردینا۔

کعبۃ المکرّمہ کے راستے بغداد شریف پہنچے، ہارون نے آپ سے نصیحت طلب کی تو ارشاد فرمایا :

اے ہارون! توجہ کر کہ تو حق تعالیٰ کی جانب سے صدیق (رضی اللہ عنہ) کے منصب پر فائز ہو، لہٰذا وہ تم سے صدق چاہتا ہے اور تم فاروق (رضی اللہ عنہ) کی جگہ پر فائز ہو وہ تجھ سے حق و باطل میں فرق چاہتا ہے اور تم ذوالنورین (جناب عثان غنی رضی اللہ عنہ) کے نائب ہو وہ تم سے شرم وحیا چاہتا ہے اور تم مرتضیٰ (جناب علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے خلیفہ ہو سو وہ تم سے علم وعدل چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا: تین چیزیں فقرا کے لیے سچی ہیں :

۱۔فراغتِ دل ۲۔حساب کا جلد ہونا ۳۔راحتِ نفس

اور تین چیزیں مالداروں کے لیے لازم ہیں :

۱۔جسمانی رنج وغم ۲۔شغل دل ۳۔حساب کی سختی

فرمایا: میں نے سات سوعلما سے پانچ چیزوں کے بارے سوال کیا توسب نے ایک ہی جواب دیا:

۱۔میں نے پوچھا دانش ورکون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جو دنیا کو دوست نہ رکھے۔

۲۔میں نے پوچھا: مال دارکون ہے؟ انہوں نے کہا: جوتقسیم خدا پرراضی ہوتا ہے۔

۳۔میں نے پوچھا عقل مند/دانا کون ہے؟ انہوں نے کہا: جوفریب دنیا میں مبتلا نہ ہویعنی دنیااس کودھوکہ نہ دے سکے۔

۴۔میں نے پوچھا: درویش کون ہے؟ انہوں نے کہا: جس کے دل میں حب اورطلب کی زیادتی نہ ہو۔

۵۔بخیل کے بارے پوچھاتوانہوں نے کہاجو مال خدا کا حق،خدا سے پھیرکررکھے۔(ردالمحتار)

حضرت شفیق بلخی بن ابراہیم مشہورومعروف زاہد عابدامام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضرہوتے اورکتاب الصلوٰۃ ان سے پڑھی اس کوفقیہ ابواللیث سمرقندی نے مقدمہ میں نقل کیا۔ آپ ۱۹۴ھ میں شہید ہوئے۔

۶-ذکرحضرت خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ شمع علم و دانش، چراغ آفرینش، عامل طریقت، عالم حقیقت،مردخدائی خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اس طائفہ کے اکابر میں ہیں،قدم کے سردار ہیں اورتقوی وپرہیزگاری میں آپ کو بے شک کمال حاصل تھا۔تمام علوم پردسترس حاصل کی،خاص طور پرفقہ میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھااور۲۰ سال تک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔حضرت فضیل بن عیاض اورحضرت ابراہیم بن ادہم علیہما الرحمۃ کی زیارت کی۔آپ حضرت حبیب راعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرطریقت تھے۔

اوائل عمری سے ہی آپ پرخوف خدا غالب رہااورمخلوق سے روابط پیدا کرنے اوراختلاط

عوام سے بچتے تھے اور آپ کا دل دنیا سے بیزار تھا۔آپ نے ۲۰ دینار میراث پائی اور ان کو ۲۰ سال تک استعمال میں لاتے رہے اور فرمایا کہ میں نے اس کو اس لیے اپنے پاس رکھا ہے کہ یہ میری فراغت کا سبب ہے اور روٹی کو پانی میں بھگو کر کھاتے تھے،اس وجہ سے کہ لقمہ کھانے میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے اتنے وقت میں میں پچاس آیات کریمہ قرآن پاک کی تلاوت کر لیتا ہوں تو پھر اپنا وقت کھانے میں کیوں برباد کروں۔

پانی کا گڑھا دھوپ میں پڑا تھا۔کسی نے کہا کہ آپ اس کو چھاؤں میں کیوں نہیں رکھ لیتے فرمایا: میں نے اس کو جس جگہ رکھا تھا وہاں پر پہلے سایہ تھا اب مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اپنے نفس کو نعمت سے آراستہ کروں۔

آپ کے پاس بہت بڑی سرائے تھی اور اس میں گھر بہت تھے جب ایک حصہ گھر کا گر گیا اور ویران ہو گیا تو آپ دوسرے حصہ میں چلے گئے،لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس کو تعمیر کیوں نہیں کر لیتے۔فرمایا میں نے حق تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے کہ دنیا کو آباد نہ کروں گا۔

ایک چاندنی رات میں آپ چھت پر چڑھ کر غور وفکر میں مشغول ہو گئے اور گریہ زاری شروع کر دی جس کے سبب بے خود ہو کر ہمسایہ کی چھت پر گر پڑے۔

جب نماز کے لیے جاتے تو اشک بار ہو جاتے اور فرماتے کہ مُردے ہمارے منتظر ہیں اور نماز کے بعد دوڑ پڑتے اور خانہ نشین ہو جاتے اور آپ مخلوق سے ملاقات کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ ایک دن ایک بھوکے کو روٹی کا ٹکڑا دیا تا کہ وہ کھا لے،اس رات آپ نے اپنے آپ سے ہم نشینی کی اور آپ کے وجود میں معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔

ابو ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: دنیا میں روزہ دار رہو تا کہ آخرت کو عید بنا سکو اور لوگوں سے گریز کرو۔

آپ نے فرمایا: ایک دن میں آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوا تھا،آواز آئی کہ غلام بادشاہ کے سامنے اس طرح بیٹھتا ہے۔میں نے توبہ کی اور ٹانگوں کو سمیٹ کر صحیح طریقے سے بیٹھ گیا۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی ذرّہ برابر بھی وقعت نہیں ہے۔

ہارون رشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کی خواہش کی اور آپ کی جانب چل پڑے مگر آپ نے قبول نہ کیا، آخر والدہ کی سفارش پر حاضر ہوئے اور ہارون رشید کو وعظ کیا، ہارون بہت زیادہ گریہ زاری کرنے لگا۔ جب محفل برخاست ہوئی تو کچھ مال وزر آپ کی بارگاہ میں پیش کیا اور عرض کی یہ مال حلال ہے اس کو قبول فرمایئے۔

آپ نے فرمایا کہ اس کو اٹھا لیجیے، مجھے قرض کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے میراث میں پائے جانے والے گھر کو فروخت کیا ہے اور میرا خرچ اسی سے چل رہا ہے اور میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ جب میرا نفقہ ختم ہو جائے تو میری جان قبض فرما لینا۔ چنانچہ جب نفقہ ختم ہو گیا تو اسی رات آپ نے وفات پائی، آسمان سے ندا آئی :

'داؤد حق کے پاس پہنچ گیا اور حق اس سے راضی ہے'۔

ردالمختار میں ہے کہ داؤد طائی ابن نصر بن نصیر بن سلیمان الکوفی عالم عابد امام اعظم کے اصحاب میں سے تھے۔ محارب بن ابن دثار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر داؤد امم ماضیہ (یعنی پرانی امتوں) میں ہوتے تو بے شک حق تعالیٰ آپ کا قصہ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا۔

ابونعیم نے کہا کہ داؤد طائی نے ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

۷-حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ زاہد زمانہ، عابد یگانہ، معرض دنیا، مقبل عقبیٰ، عامل کرم، حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بزرگان مشائخ میں سے تھے اور خراسان میں تشریف لائے۔ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے نیز حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بھی مستفیض ہوتے تھے۔ زہد وعبادت، ورع وادب، صدق واحتیاط میں بے بدل و بے نظیر تھے۔ بلوغت کے بعد آپ مراقبہ ومحاسبہ کی حالت میں رہتے اور صدق واخلاص کے علاوہ ایک قدم بھی نہ اٹھاتے تھے، اسی لیے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

صدیق زماننا حاتم الأصم .

ہمارے زمانے کے صدیق حاتم اصم ہیں۔

آپ نفس کو ذلیل کرنے والے، نفس کے دقیق مکروفریب کو پکڑنے والے، محاسبہ کرنے میں نہایت سخت تھے، رعونات نفس کی معرفت میں آپ کے نہایت عجیب کلمات ہیں اور آپ کی تصانیف معتبر ہیں۔ان کے نکات اوران کی حکمت بھری باتوں کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں :

سخا و کرم خوب ہے اور غذا بکفار بھی خوب ہے (یعنی ناشکری کے ساتھ کھانا) مگر خوفِ خدا تعالیٰ اور مخلوق سے نا اُمیدی خوب تر ہے اور فرمایا :

جاہل عابد چکی کے گدھے کی طرح ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ روزی تلاش کرتے ہیں؟

فرمایا: جی ہاں

آپ نے پوچھا: قبل از وقت یا بعد ازاں۔

امام حنبل اس مسئلہ میں بے بس و عاجز ہو کر خاموش ہو گئے۔

حضرت حاتم نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنی زوجہ سے پوچھا کہ میں تم کو کتنا خرچ دوں؟

زوجہ نے کہا کہ جتنی آپ میری عمر چاہتے ہیں اتنا دے دیں۔

فرمایا: یہ میرے دست (قدرت) میں نہیں ہے۔

تو آپ کی زوجہ نے کہا: مجھے آپ کے ہاتھ سے روزی نہیں چاہیے۔

پس آپ جہاد کے لیے چل پڑے، لوگوں نے آپ کی زوجہ سے پوچھا کہ حاتم نے آپ کو کس قدر روزی دی، انہوں نے کہا کہ حاتم روزی کھانے والا ہے اور روزی دینے والا یہاں موجود ہے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اس دور کے زاہدوں اور عالموں کا شکر امراو ملوک سے بڑھ کر ہے۔

آپ نے فرمایا :

جلد بازی شیطان کا کام ہے مگر پانچ چیزوں میں جلدی کرنی جائز ہے۔

ا۔مہمان کو کھانا کھلانے میں

۲۔مُردوں کی تجہیز و تکفین میں

۳۔بالغ بیٹی کا نکاح کرنے میں

۴۔خواہشات کو ترک کرنے میں

۵۔گناہوں سے توبہ کرنے میں

احیاء العلوم میں ہے کہ حاتم کو ان کے استاد شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم میرے ساتھ کتنے سال سے ہو؟

عرض کی: تیس سال سے

انہوں نے پوچھا: پھر تم نے کس قدر علم حاصل کیا؟

عرض کی: آٹھ مسئلے یاد کیے ہیں۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اتنی مدت میں صرف آٹھ مسائل پڑھے ہیں۔

عرض کی: میرے استاد میں ان کے سوا کیا پڑھوں میں جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں۔

پوچھا: وہ مسائل کیا ہیں؟

عرض کی: ا۔میں نے دیکھا کہ میرا کوئی دوست کسی خاص چیز کو دوست رکھتا ہے وہ چیز زندگی بھر اس کے پاس رہتی ہے وہ قبر میں اس کے ساتھ نہیں جاتی، پس میں نے نیکی کو دوست بنالیا ہے کہ وہ میرے ساتھ قبر میں جائے گی۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے بہت اچھی بات کی، دوسری بات بتاؤ

تو آپ نے یہ آیت پڑھی

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ (سورۂ نازعات:۷۹/۴۰-۴۱)

اور جو اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈرا اور خواہش نفس سے بچتا رہا پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

اور کہا میں نے ہوائے نفس کو رد کر دیا ہے اور میں نے مضبوطی کے ساتھ حق تعالیٰ کی اطاعت کو اپنالیا۔

۳۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قیمتی اشیاء کو جمع کرتے ہیں پس میں نے اس آیت میں غور وفکر کیا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ o (سورۂ نحل:۹۶/۱۶)

جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو تمہارے رب کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

۴۔ میں نے دیکھا کہ لوگ رجوع مال اور حسب ونسب کی بزرگی پر باہم فخر کرتے ہیں اور یہ تمام لا شیٔ (کوئی شے نہیں) ہے اور میں نے اس آیت کو سمجھا :

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ o (سورۂ حجرات:۱۳/۴۹)

بے شک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا متقی ہے۔

پس میں نے تقوی اختیار کیا تا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک میں زیادہ عزت والا ہو جاؤں۔

۵۔ میں نے دیکھا کہ حسد کے سبب لوگ ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے ہیں اور جھگڑا کرتے ہیں پس میں نے اس آیت کو پڑھا :

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ o (سورۂ زخرف:۳۲/۴۳)

ہم نے ان کا رزق ان میں تقسیم کر دیا ہے۔

پس میں مخلوق سے حسد نہیں کرتا۔

۶۔ میں نے دیکھا کہ لوگ باہم لڑائی جھگڑا، قتل وغارت گری کرتے ہیں تو میں نے اس آیت کو پڑھا :

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا o (سورۂ فاطر:۶/۳۵)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن جانو۔

پس میں نے شیطان کو دشمن بنالیا اور میں دوسروں سے باز آ گیا۔

۷۔میں نے دیکھا کہ لوگ حرام کی طلب میں خود کو رُسوا کرتے ہیں پس میں نے اس آیت کو پڑھا:

وَ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا o (سورۂ ہود:۱۱/۶)

اور زمین میں کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

پس میں مخلوق کے حقوق کی بجا آوری میں مشغول ہو گیا۔

۸۔میں نے دیکھا کہ لوگ جاگیر یا تجارت یا صنعت یا صحت پر اعتماد کرتے ہیں پس میں نے اس آیت کو دیکھا :

وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ o (سورۂ طلاق:۶۵/۳)

اور جس نے اللہ عزوجل پر اعتماد کیا تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

تو میں نے اللہ عزوجل پر اعتماد کرلیا اور وہ مجھے کافی ہے۔

پھر حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم کو حق تعالیٰ نے اچھی توفیق عطا فرمائی، تحقیق یہ مسائل تورات، انجیل، زبور اور قرآن کے جملہ علوم کا خلاصہ ہیں جو کوئی ان پر عمل کرتا ہے تو تحقیق اس نے چاروں آسمانی کتب پر عمل کرلیا۔

ردالمحتار میں لکھا ہے کہ حاتم اصم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں۔

امام احمد نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں سے کس طرح خلاصی پائی جاسکتی ہے؟

فرمایا: تین چیزوں سے:

۱۔ان کو عطا کرو مگر ان سے تقاضا نہ کرو۔

۲۔ان کے حقوق ادا کرو مگر ان سے کچھ طلب نہ کرو۔

۳۔ان کے مکروہات کو تحمل مزاجی سے برداشت کرو تاکہ تجھے کوئی رنج نہ پہنچے۔

امام احمد نے کہا کہ یہ خصلتیں تو بہت شدید اور محال ہیں اور قادر ذوالجلال کی توفیق سے ہی ممکن ہیں۔

۸۔حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ ہمدم نسیم، محرم حریم اجلال، مقتدائے صدر طریقت، رہنمائے راہِ حقیقت، عارف اسرار، شیخ قطب وقت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ مقدم طریقت و شریعت اور محبان وقت کے سردار ہیں، عارفان عہد کے خلاصہ ہیں بلکہ عارف اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ ''معروف'' نہ ہوجائے۔

آپ کی کرامت و ریاضت بہت زیادہ ہیں، فتوی و تقوی میں دلیل تھے۔ بہت زیادہ لطف و قرب رکھنے والے تھے اور مقام انس و شوق میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔آپ کے والدین عیسائی تھے ایک عیسائی معلم کے پاس آپ کو بھیجا، استاد نے کہا کہ خدا تین ہیں آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ ایک ہے۔استاد نے آپ کو خوب زدوکوب کیا پس آپ بھاگ گئے اور امام علی بن موسیٰ رضا سلام اللہ علیہ وعلی ابائہ الکرام کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگئے۔ چند دن کے بعد آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی، باپ نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے کہا آپ کا بیٹا معروف ہوں۔

باپ نے کہا کس دین پر؟

کہا: دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں پس آپ کے والدین بھی مسلمان ہوگئے پھر آپ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکثرت ریاضت وعبادت کی چنانچہ صدق وصفا میں آپ مشارٌ الیہ ہوگئے۔

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

نہ پنی کہ در کرخ تربت بسی است
بجز گور معروف معروف نیست

ملفوظات معروف کرخی: آپ نے فرمایا کہ اولیا کی علامت تین چیزیں ہیں :

۱۔خدا تعالیٰ سے اندیشہ

۲۔خدا تعالیٰ کے ساتھ اقرار

۳۔خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغولیت

آپ فرماتے ہیں :

بے عمل کا بہشت کی طلب کرنا گناہ ہے بغیر اتباعِ سنت کے شفاعت کا منتظر ہونا غرور اور خیال تباہ ہے اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کے باوجود امید رحمت رکھنا حماقت و بے وقوفی ہے۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا: تصوف کیا ہے؟ فرمایا :

۱۔حقائق کو پکڑنا

۲۔دقائق کو بیان کرنا

۳۔خلائق سے ناامیدی رکھنا

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں شہر کے کوتوال تھے۔ایک دن انہوں نے دیکھا کہ معروف ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور ایک کتے کو کھلاتے ہیں انہوں نے کہا کہ اے معروف! تجھے شرم آنی چاہیے کہ کتے کے ساتھ کھانا کھا رہے ہو۔آپ نے فرمایا میں تو اس سے شرم کرتا ہوں جو مجھے روزی عطا فرماتا ہے پھر یکا یک ایک پرندہ اپنے پیر کے ساتھ سر اور آنکھوں کو ڈھانپتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ عزوجل سے شرم کرتا ہے تمام مخلوق اس سے شرم کرتی ہے۔

معروف مرغ را از ہوا بخواند

مرغ بر دست او بنشست

آپ کی وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟۔فرمایا: جو عشاق کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے، مجھے بخش دیا گیا۔

محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟۔فرمایا: مجھے بخش دیا گیا ہے۔

درمختار میں ہے کہ معروف کرخی بن فیروز رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کبار اور مستجاب الدعوات میں

سے تھے۔لوگ آپ کی قبر مبارک کے نزدیک نماز استسقاء ادا کرتے ہیں اور بارش طلب کرتے ہیں اور آپ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد گرامی ہیں۔

۲۰۰ ہجری میں وفات پائی۔

۹۔حضرت شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ جواں مرد راہ، پاک باز بارگاہ، متصرف طریقت، متوکل حقیقت، صاحب فتوت، سلطان المشائخ، قطب جہاں حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے معتبر مشائخ میں سے ہیں۔آپ طریقت، فتوت اور ولایت کے کاملین اور جملہ طریقت کے مقبولین میں سے ہیں۔آپ ریاضت میں مشہور ومعروف ہیں۔آپ کے ملفوظات عالیہ بہت ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں اور آپ صاحب تصانیف ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہزار مرید ایسے تھے جو تمام کے تمام پانی پر چلتے اور ہوا میں اڑتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ پھر آپ نے ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور ابوحفص کی آپ نے زیارت کی تھی۔

حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :

میں نے احمد خضرویہ سے بڑھ کر کسی کو بلند ہمت اور صادق احوال نہیں دیکھا ہے۔

حضرت احمد خضرویه کے ساتھ مکر نفس: احمد فرماتے ہیں کہ ایک بار لوگ جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو میرے نفس نے مجھے جہاد کے لیے برانگیختہ کیا اور فضائل جہاد کی احادیث مجھ پر پڑھیں کہ میں جہاد پر جاؤں۔ مجھے نفس کی یہ بات بہت عجیب لگی کہ مجھے عبادت کی ترغیب دلاتا ہے اور فضائل جہاد کی احادیث سناتا ہے۔

میں نے کہا کہ مثل سابق کی طرح نفس یہ چاہتا ہے کہ حالت سفر میں روزہ رکھنے کی مشقت سے نجات مل جائے گی اور نماز تہجد کو برخاست کر دیا جائے گا اور لوگوں سے ربط پیدا کرنے کا موقع مل جائے گا۔آپ نے فرمایا کہ میں اس کو روا رکھتا ہوں آخر کار میں نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ زاری کی تضرع کیا کہ مولائے کریم مجھے فریبِ نفس سے آگاہ فرما، تب نفس سے جواب ملا کہ تُو مجھ

پر ہرروز (عبادت کی) سختیاں کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی خبر تک نہیں ہے جہاد میں تُو شہید ہو جائے گا اور مجھے نجات مل جائے گی اور مخلوق میں تمہاری شہادت کے چرچے بلند ہو جائیں گے۔

میں نے کہا اللہ کی پناہ کہ زندگی میں نفاق اور موت کے بعد بھی نفاق، شہادت کی بدولت مخلوق میں نام داری ہو بس ان میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں۔

ملفوظات احمد خضرویہ: آپ نے فرمایا کہ جو درویشوں کی خدمت کرتا ہے وہ ان تین چیزوں کو مکرم گردانتا ہے۔

۱۔تواضع　　۲۔حسن ادب　　۳۔سخاوت۔

آپ نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہو جائے تو وہ صبر کا ملازم ہو جائے (اپنے اوپر صبر کو لازم کرلے) کیونکہ

انَّ اللّٰہ معَ الصَّابریْنَ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۴۹)

بے شک اللہ عزوجل صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب آپ کا وقت وصال قریب آیا اس وقت آپ سات سو دینار کے مقروض تھے اور یہ تمام دینار آپ نے مسافروں اور مساکین پر خرچ کیے تھے، قرض خواہ آپ کے دروازہ پر آ گئے، حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حالت نزاع میں مناجات کی کہ یا الٰہی! میری جان قرض خواہوں کے پاس گروی ہے، کسی کو بھیج وہ ان کا قرض ادا کرے۔آپ اس مناجات میں مصروف تھے کہ یکا یک دروازے سے کسی نے آواز دی کہ شیخ کے قرض خواہان باہر آ جائیں وہ باہر گئے اور اپنے تمام قرض وصول کرلیے پس اسی وقت شیخ کی روح حق تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں جا ملی۔

ردالمحتار و رسالہ قشیریہ میں نقل ہے کہ احمد خضرویہ ابی حامد لفاف خراسان کے کبار مشائخ میں سے تھے اور ۲۴۰ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

۱۰۔شیخ ابوبکر ورّاق رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ خزانۂ علم وحکمت، یگانۂ حلم وعصمت، شرف عباد، کنف زُہاد، مجرد آفاق شیخ ابوبکر ورّاق رحمۃ اللہ علیہ اکابر زُہاد سے تھے۔آپ پرہیزگاری وتقوی میں تمام اور

تجرید وتفرید میں کمال تام رکھتے تھے۔ معاملۂ ادب میں بے نظیر و بے مثیل تھے اور حضرت احمد خضرویہ کے یارانِ طریقت سے تھے۔ آپ کا بلخ سے تعلق تھا اور وہیں قیام پذیر تھے۔ آپ نے ادب وریاضت میں کافی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

ملفوظات ابوبکر وراق : آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے تین گروہ ہیں :

۱۔امراء

۲۔علماء

۳۔فقراء

جب امرا تباہ ہوجاتے ہیں تو معاش تباہ ہوجاتا ہے۔ جب علما تباہ ہوتے ہیں تو دین کی رونق اٹھالی جاتی ہے اور جب فقرا تباہ ہوجاتے ہیں تو جہان سے برکت وصفا ختم ہوجاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ بندے سے آٹھ چیزیں چاہتا ہے :

۱۔تعظیم فرمان حق

۲۔مخلوق پر شفقت

۳۔توحید حق کا اقرار

۴۔مخلوق کے ساتھ نرمی

۵۔خدائے منان کی اطاعت

۶۔مؤمنین سے دوستی

۷۔حکم خدا پر صبر

۸۔اور مخلوق کے ساتھ حلم وبُردباری

آپ نے فرمایا: زہد تین حروف پر مشتمل ہے:

۱۔ترک زینت

۲۔ترک ہوا (یعنی خواہش نفس)

۳۔ترک دنیا

ردالمختار میں طبقات تمیمی کے تحت بیان ہے کہ ابوالفرح محمد بن اسحٰق نے ابوبکر ورّاق رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اصحاب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم میں معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کیا ہے اور کہا کہ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک شرح مختصر طحاوی ہے۔

۱۱-حضرت خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ

ردالمختار میں لکھا ہے کہ امام خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن حسن شیبانی اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہما کے اصحاب میں سے ہیں اور قاضی الشرق والغرب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مدت دراز تک رہے۔ اور ان سے عرفان طریقت حاصل کرنے میں معاصرین سے سبقت لے گئے تھے آپ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے حق تعالیٰ عالم الغیب سے علم غیوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان تک پہنچا اور ان سے تابعین تک اور ان سے امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اجمعین تک پہنچا پس جس نے چاہا خوش ہوا اور جس نے چاہا ناخوش ہوا۔

حضرت خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ بہت سے مسائل میں خاص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں مسجد کو صدقہ کرنے پر (یعنی صدقہ دینے پر) گواہی قبول نہیں کروں گا۔

امام احمد ویحییٰ کا خلف سے روایت کرنا : روایت ہے اسد بن عمر سے وہ اسرائیل سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد و یحییٰ حضرت خلف بن ایوب سے روایت کرتے تھے۔ آپ نے ۲۰۵ھ یا ۲۱۵ھ یا ۲۲۵ھ میں وفات پائی جیسا کہ طبقات میں مذکور ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خلف مسلح ہو کر کفار کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہوئے اور اس کے بعد ابوحامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اب نوبت تم تک پہنچی ہے کہ اسلحہ بھی باندھ لیا ہے مگر ضعف ریاضت اور زہد کی وجہ سے سواری نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ ہم چربی (گوشت) اسی دن کے لیے کھاتے تھے تم بھی کھاؤ تا کہ دشمن خدا کے ساتھ لڑنے میں کام آئے۔

مختصر میں اسی طرح نقل ہے۔

حاکم بلخ نے متعدد بار خلف کی زیارت کی خواہش کی اور خلف رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔

امیر داؤد آپ کی حالت مرض میں عیادت کو حاضر ہوئے اور خلف ان سے ہم کلام نہ ہوئے اور نہ ہی ان کی طرف اپنا رخ کیا۔ داؤد نا اُمید ہو گیا اور چہرے کو آسمان کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ یا الٰہی! خلف میری طرف رخ نہ کر کے تیرا تقرب پا رہا ہے اور میں ان کے رخ کی زیارت کر کے تیرا تقرب چاہتا ہوں پس اے غفار! مجھے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما۔
جب امیر فوت ہوا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ عزوجل نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو کہا حق تعالیٰ نے مجھے اس دعا کے سبب بخش دیا جو میں نے خلف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کی تھی۔ زہدالروضہ میں اسی طرح منقول ہے۔

۱۲۔ حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ

ردالمختار میں لکھا ہے کہ وکیع بن جراح رحمہ الفتاح ابن ملیح کوفی، زاہد، عابد، صوفی، شیخ الاسلام اور ائمہ اعلام ہیں۔ یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ وکیع ہر دن روزہ رکھتے اور ہر رات کو قرآن پاک ختم کرتے تھے۔

ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع سے بڑھ کر کسی کو فاضل نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا عبداللہ بن مبارک کو بھی نہیں؟ فرمایا کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی فضیلت ہے، مگر میں نے وکیع سے فاضل تر کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ ہمیشہ قبلہ رُو بیٹھا کرتے اور روزہ میں متابعت رکھتے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فتوی دیا کرتے تھے اور امام اعظم سے آپ نے بہت زیادہ علم حاصل کیا تھا اور آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے اُستاد ہیں۔

۱۹۸ھ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت الفردوس کو رحلت فرمائی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع بن جراح کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جیسا کہ مرآۃ الجنان میں منقول ہے۔

(مولانا قصوری فرماتے ہیں) اے عزیز! یہ تمام استقامت وکرامت کے احوال بعض امام المسلمین تابعین کے ہیں پس غور وفکر کرو اور انصاف کرو کہ اگر یہ اولیاے کاملین اور عرفا وعلماے ربانیین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پیشوائی کے لیے لائق تر اور فائق تر نہ جانتے تو آپ کا مذہب ہرگز پسند نہ فرماتے اور اس کی کمالِ متابعت میں اپنے کندھوں کو نہ تھکاتے۔ پس خدا تعالیٰ کے ان دوستوں کی متابعت ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک اقتدا ہے۔

باب سوم

فقہ حنفی کے بعض مسائل کی سند میں

اولاً یہ جاننا چاہیے کہ احادیث صحیحہ صحیحین (بخاری ومسلم) بلکہ صحاح ستہ میں منحصر نہیں ہیں کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے بہت سی صحاح کو صحیحین میں نقل نہیں کیا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور صحیح بخاری میں اسقاطِ مکررات کے بعد احادیث مرفوع کی تعداد ۲۶۲۳ دو ہزار چھ سو تئیس ہیں۔ امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک نامی کتاب تصنیف فرمائی جس میں ان احادیث کو مجتمع کیا جنہیں شیخین (امام بخاری وامام مسلم) نے چھوڑ دیا تھا اور امام ابن خزیمہ جن کو امام الائمہ کہتے ہیں انہوں نے حدیث میں کتاب تصنیف فرمائی جس کو صحیح ابن خزیمہ کہتے ہیں۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ جو ثقہ، فاضل قیام اور ممدوح محدثین ہیں حدیث میں کتاب تصنیف فرمائی جس کو نیز منتقی ابن جارود کی تصنیف شدہ ہیں کہ تمام ان کو صحیح کہتے ہیں اور غیر صحاح ستہ ہیں مگر بعض ان احادیث کے ساتھ تکلم کرتے ہیں اور یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ صحاح ستہ کی وجہ تسمیہ بطریق تغلیب ہے جیسا کہ اقسام احادیث مثل صحاح، حسان اور ضعاف تمام ان میں

موجود ہیں۔(۱)

الکل المذکور من اصول الحدیث عن ترجمة الشیخ .

اصول حدیث میں تمام مذکور ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ترجمہ کے تحت۔

(شیخ صاحب نے مشکوٰۃ المصابیح پر مقدمہ تحریر فرمایا جس میں علم حدیث پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔)

جب آپ نے اس تمہید کو ذہن نشین کرلیا ہے تو پھر اس بات کو بھی سنتے جائیں کہ صحاح ستہ کی تصنیف خیریتِ اقترانِ امام نعمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ حیات کے بعد وقوع پذیر ہوئی ہے کیونکہ بخاری وغیرہ آپ رضی اللہ عنہ کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔امام ہمام رضی اللہ عنہ نے مسائل فقہیہ کے لیے جن احادیث سے تمسک کیا وہ تمام صحاحِ ستہ میں موجود ہیں۔اگر بعض محدثین حنفیت کے ساتھ تعصب کی بنا پر بعض احادیث کے ماخذ پر امام صاحب رضی اللہ عنہ پر کلام کرتے ہیں تو یہ بُری بات نہیں ہے کیونکہ اگر ان کے رواۃ مجروح تھے تو امام ہمام رضی اللہ عنہ کے رواۃ سالم ہیں پس اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور مجتہد کی اپنی روایت سند کا مقام رکھتی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔

امام ربانی قدس سرہ الحقانی مکتوبات جلد ثانی میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے ورع،تقوی اور متابعت سنت کی دولت کی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں اتنا درجہ عُلیا پایا ہے کہ دوسرے اس کی فہم میں عاجز و بے بس ہیں اور آپ کے مجتہدات کو دقت معانی کی وجہ سے قرآن و سنت کے مخالف گردانتے ہیں وہ آپ کو اصحاب رائے میں شمار کرتے ہیں۔

(۱) شرح نخبۃ الفکر اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ احادیث صحیحہ پر عمل کرنا واجب ہے خواہ وہ احادیث صحیحین میں ہوں یا اس کے ماسوا کتب احادیث میں ہوں صحیحین میں مذکور احادیث فی نفسہٖ صحیح ہیں۔ مولوی عبدعلی صاحب منتہی الکلام میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوبکر زکریا تقریب میں فرماتے ہیں کہ ہر حدیث صحیح جائز العمل نہیں ہے چہ جائے کہ وہ واجب العمل ہو اور اس مسئلہ کے مفصل دلائل ان کی شروح مثل تہذیب وغیرہ میں پائے جاتے ہیں بلکہ ملخص کلام قدوۃ المحد ثین والفقہاء والمتبحر ین کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ سے اس پہنچا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ بخاری و مسلم کی ہر روایت واجب القبول ہو کیونکہ جرح و تعدیل میں بعض روایات میں اختلاف ہے ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روایت مجروح ہو اور شیخین کے نزدیک موثق ہو اور اسی طرح انہوں نے کسی چیز کو مطلقاً موضوع یا ضعیف کیا ہو مگر ہمارے نزدیک وہ ضعیف یا موضوع نہ ہو۔

کل ذالک لعدم الوصول الی حقیقة علمه و درایته و عدم الاطلاع علی فهمه و فراسته .

یعنی یہ زعم امام کے علم کی حقیقت کو دریافت نہ کرنے ،آپ کی فہم سے ناواقفیت اور فراست صحیحہ کی عدم دستیابی کے سبب پیدا ہوا ہے۔

مگرامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی فقاہت سے اکتسابِ فیض کیا تو فرمایا :

الفقهاء کلهم عیال أبی حنیفة فی الفقه .

تمام فقہا فقہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔

ناقدین نے کچھ احادیث یاد کی ہوتی ہیں اوراحکامِ شرعیہ کوان میں ہی منحصر کیے ہوتے ہیں اور اپنے حاشیۂ خیال میں جو حدیث نہ ہواس کی نفی کرتے ہیں۔

ہرآں کرمیکہ درسنگ نہانست ☆ زمین و آسماں اوہمانست

ہروہ کیڑا جو پتھر کے نیچے ہےاس کے لیے زمین وآسمان سب وہی ہے۔

محدث دہلوی رحمہ القوی شرح سفر میں لکھتے ہیں کہ بعض اذہان میں یہ بات اس طرح آتی ہے کہ مذہب حنفیہ رائے اوراجتہاد پرمبنی ہےاورمخالف حدیث ہے، یہ بات محض غلط اورصریح جہالت ہے۔اس ورطہ کا سبب وقوع یہ ہے کہ بعض شافعی محدثین نے اپنی کتب میں جیسے مصابیح اورمشکوٰۃ اور اس کی مثل میں اپنے مذہب کے لیے بہت تتبع اور تفحص کے بعد دلائل کو جمع کیا ہےاوراحادیث میں مذہب حنفی پر طعن وجرح میں پڑ گئے اور یہ تعصب بلا مقصد نہیں تھا کتب حنفیہ پرنظر دوڑائیں جو کہ دیارِ عرب میں مشہورومعروف ہیں ان کوسیکھنا چاہیے تا کہ حقیقت حال منکشف ہوجائے۔

اورمواہب الرحمٰن اسی مذہب کی ایک کتاب ہے اس کے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے آیات و احادیث صحیحہ کو لانے کا التزام کیا ہےاورجن احادیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال فرمایا ہےامام اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے تمسک واستدلال نہیں فرمایا ہےاورلوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان کا مذہب حدیث کے مخالف ہے حالانکہ درحقیقت اس مقام پر دیگراحادیث ہیں جوان سے صحیح تر اورقوی تر ہیں ان سے تمسک واستدلال کیا گیا ہے۔

مذہب حنفی جامع منقول ومعقول ہے۔بعض حضرات شوافع کوآپ سے حددرجہ کا حسد ہے اور

درحقیقت بات یہ ہے کہ ہر کہ فاضل تر محسود تر (جو فاضل ترین ہوتا ہے اس سے حسد بھی بدترین ہوتا ہے) شافعیوں کا یہی حال ہے جبکہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیں تو وہ آپ کی کیسی مدح وثنا کررہے ہیں، فرماتے ہیں :

الناس كلهم عيال على فقه ابى حنيفة رضى الله عنه .

تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بچے ہیں۔

اوران علاقوں میں معتبر مشہور کتب جیسے فتح القدیر، مرقاۃ ولمعات یہ دونوں مشکوٰۃ کی شرح ہیں اور کبیری وغیرہ میں احادیث صحیحہ مستند فقہ حنفیہ کی موجود ہیں۔ چنانچہ فقہ کے چار مسائل جن میں لوگ بے راہ ہوگئے ہیں سند صحیح کے ساتھ ان کا مختصراً ذکر کیا جائے گا، مٹھی بھر چند کو بطور نمونہ پیش کرتا ہوں باقی مسائل کو اسی پر قیاس کرلیں۔

تحقیق مسئلہ رفع یدین نزد رکوع وقومہ

پہلا مسئلہ رفع یدین کا ہے۔ صحیح حدیث میں تکبیر تحریمہ، رکوع اور قومہ کے وقت رفع یدین کرنا وارد ہے۔(۱)

(۱) رسالہ دراسات اللبیب میں عدم رفع الیدین کی بعض احادیث کو ابن عربی کے کشف کی بنا پر ضعیف اور بعض کو موضوع کہا گیا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ وہابیوں کا باہمی معاملہ بھی نہایت مختلف ہے کیونکہ دریائے ستلج کے نواح اور ملک سوتر نواح کے اقامت پذیر وہابیوں نے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر پر فتاوا جات تحریر کیے ہیں اور آپ کی تکفیر کے اثبات کے لیے کلکتہ سے رسالہ جات آتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ

اور صاحب دراسات نے پاس خاطر کے لیے حسرت موصوف کے احقاق کشف کے لیے علماء واولیاء سے جو مستند احادیث ہیں ان کو ضعیف وموضوع کہتے ہیں

گہی افراط گہتہ وتفریط کردند
میاں نیک و بد تخلیط کردند

کہیں افراط وتفریط کرتے ہیں نیک وبد کے درمیان تخلیط کرتے ہیں۔

چونکہ دراسات میں اہل سنت کی مقررات کو پس پشت ڈال دیا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے بغیر عصمت ثابت نہیں ہوتی ہے اور فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بعض احادیث جو کہ معتبرات میں مذکور ہیں ان کو موضوع کہا ہے اور مذاہب ائمہ اربعہ کے مجتہدات پر تشنیع بلیغ کے ساتھ لب کشائی کی ہے۔ سواد اعظم اور جمہور کا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رکوع اور قومہ میں رفع یدین کرنے کومستحب گردانتے ہیں جیسا کہ امام نووی نے شرحِ صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔جبکہ امام ترمذی، ابوداؤداورنسائی کی حدیث صحیح میں جوحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھوں؟

پس آپ نے نماز ادا کی اور تکبیرتحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کیا اور نہ ہی اس کو دوبارہ ادا کیا (رفع یدین کو)۔

پس ان دونوں احادیث میں تعارض پیدا ہوگیا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تمسک و اِستدلال کیا اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رفع یدین کے باب میں مناظرہ کرتے ہوئے فرمایا :

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے راوی حدیث رفع کے راویوں سے زیادہ فقیہ ودانا ہیں پس حدیث مسعود کوترجیح حاصل ہے کیونکہ آپ حدودِ اسلام اور شرائع کے عالم ہیں اور رسول اکرم

بقیہ....تقابل وخلاف کیا ہے اس صورت میں اگرکوئی مستندات حنفیہ کوحقیر شے کہے اورحق کو باطل میں چھپادے تو یہ کتنی تعجب انگیز بات ہے۔ واللّٰہ یحق الحق و لو کرہ المبطلون (اوراللہ حق کوغالب کرتا ہے اگرچہ باطل پرستوں کو برا لگے) اورحضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض کشفیات کے احوال کومکتوبات مجددیہ میں تلاش کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح کے معاملات میں اولیاء وعرفاء کاملین واکمل کوتصرف حاصل ہے تاکہ دین احمدی کے حضرت مجدد پر یہ توفیقات کشفی ،تحقیقات الہامی ،مفردات علمی وعملی منکشف ہوں اورمکمل تسلی ہوجائے۔فقیر راقم نے لاہور میں خلیفہ حمیدالدین صاحب سے مولف دراسات کے احوال پوچھے انہوں نے فرمایا کہ مولوی غلام علی قصوری سے جوکہ اس فرقہ کے علماء ہیں ممتاز ہیں اورتقوی سے سرفراز ہیں ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ دراسات کیسی کتاب ہے انہوں نے کہا کہ یہ کتاب سراسرخراب ہے میں نے تو صرف ازروئے مسئلہ حدیث پر عمل پیرو ہونے کے لیے طباعت کی اجازت دی تھی مگر بعد میں جب میں اس کے مضامین سے مطلع ہوا تو میں نے اپنے رفقاء کوآگاہ کردیا کہ یہ کتاب خراب ہے اوراس سے مطلع ہوااوراس پرعمل فقط ناصواب ہے پھرخلیفہ صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگوں کی زبانی یہ بات پہنچی ہے کہ مولوی موصوف اس کتاب کی تعریف کرتے ہیں مگر یاراعتبارنہیں آتا ہے کہ مولوی صاحب اس قدر دوغلی اور دورُخی پالیسی کے حامل ہیں۔لیکن لاہور کے نومسلمین میں اس کا بہت شوروغوغا ہے اوروہ اس کوآسمان سے نازل شدہ وحی کی مانند مانتے ہیں بلکہ بعض نوزائیدہ طابع و ناشرین نے اس کے مطالعہ کے بعد کتب فقہ کی اشاعت سے استغفار کرلیا ہے اورغالب ہے کہ چند دن کے بعد اس کتاب سے بھی ان کا استغفار ظاہر ہوجائے گا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے احوالِ مبارکہ کا مشاہدہ کرنے میں آپ زیادہ فہیم و دانا ہیں اور سفر و حضر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، لہٰذا آپ کی حدیث تمہاری نسبت زیادہ مختار و راجح ہے۔

اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ رفع یدین کی جنس سے چند افعال و اقوال ابتدائے نماز میں مباح تھے اس کے بعد وہ منسوخ ہو گئے چنانچہ سلف و خلف کے بے شمار علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حدیث رفع یدین منسوخ ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک تھا پھر آپ نے اس کو ترک فرما دیا۔

امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز اَدا کی تو آپ نے رفع یدین نہ کیا سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا ہے کہ آپ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا میں نماز پڑھی تو یہ تینوں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ فرماتے تھے۔

طحاوی اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ فرماتے تھے اور اس کا اِعادہ نہ فرماتے تھے۔

پس فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خلفائے راشدین وغیرہم کے معمولات کا پیوست کیا ہوا ثبوت رفع یدین کی منسوخیت پر قوی دلیل ہے۔

یہ تمام منقولات مرقاۃ، فتح القدیر، کبیری اور صحاح ستہ مطبوعہ حواشی میں متفرق طور پر موجود ہیں۔

مرقاۃ میں ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ رکوع اور قومہ میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔حدیث صحیح کے ساتھ مستند ہے جس کو صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مالی أراکم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا فی الصلوٰۃ . (۱)

یعنی کیا معاملہ ہے کہ میں تم کو اپنے ہاتھ اس طرح رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے چالاک گھوڑوں کی دُمیں ہوں تم نماز میں سکون سے کھڑے ہوا کرو۔(یعنی اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھایا کرو۔)

مسند خوارزمی وغیرہ میں اسی طرح منقول ہے کہ اگر تو یہ کہے کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنے سے منع فرمایا ہے پس اس حدیث کو بھی اس پر حمل کرنا چاہیے۔

میں (مولانا قصوری) کہتا ہوں کہ ان دو احادیث میں لفظ **رافعي ايديكم** (تم اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے ہو) نہیں فرمایا ہے بلکہ

يشيرون بأيديكم و تورؤن بأيديكم . (۲)

تم اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہو اور تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو۔

فرمایا ہے پس یہ بات تو اظہر من الشّمس ہے کہ ہاتھ اٹھانا اور چیز ہے اور ہاتھ سے اشارہ کرنا اور ہے۔

اور پہلی حدیث میں ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے :

اسكنوا فی الصلوۃ .

تم نماز میں سکون سے رہو۔

---

(۱) صحیح مسلم:۱/۳۲۲ حدیث:۴۲۹......سنن ابوداؤد:۱/۳۸۲ حدیث:۱۰۰۲......نسائی:۳/۴ حدیث:۱۱۸۴۔

(۲) صحیح مسلم:۱/۳۲۲ حدیث:۴۳۱......نسائی:۳/۶۴ حدیث:۱۳۲۶۔

موجود ہے اور دونوں حدیثوں میں اشارہ سے منع کیا گیا ہے، یہ لفظ مفقود ہے کیونکہ سلام کرنے سے خروجِ تام ہو جاتا ہے اور رفع یدین کرنے سے منع کرنا نماز میں ہے پس امر واحد پر حمل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا دانائی سے کام لو اور انصاف کرو، حق کی اتباع کرو اور افسوس نہ کرو۔

تتمہ: ردالمحتار میں ہے کہ انتقالات کے دوران (رکوع وقومہ میں) رفع یدین کرنا ہمارے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے تحت جو امام ہمام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ دوم: جہر بسملہ کے بیان میں

امام شافعی رضی اللہ عنہ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کا کہتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ پست آواز سے بسم اللہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

امام ہمام رضی اللہ عنہ نے حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے جو کہ صحاح ستہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز پڑھی پس وہ الحمد للہ رب العلمین سے ابتدا فرماتے تھے یعنی وہ بسم اللہ (جہر یعنی بلند آواز سے) نہیں پڑھتے تھے۔

اور صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیر ہا میں اس کی تصریح ہے کہ آں سرورِ مختار وصحابہ کبار بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

اور صحیح بخاری کے مطبوعہ میں حاشیہ لکھا ہے کہ صاحب عینی شارح صحیح بخاری سے منقول ہے کہ جملہ احادیث جہر ضعیف ہیں اور صحاح ومسانید مشہور میں مروی نہیں ہیں۔

اور اسی طرح ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور کبیری میں اس کی مثل لکھا ہوا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ دار قطنی نے جہر بسملہ میں ایک تصنیف فرمائی تھی مالکیہ نے ان سے قسم دے کر پوچھا کہ جہر بسملہ صحیح حدیث میں آئی ہے تو آپ نے کہا: نہیں۔

اور اسی طرح مسند خوارزمی میں مذکور ہے۔

محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ تحقیق سے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاے راشدین اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ وہ بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے اگرچہ نماز جہری ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ ابن ہمام نے بعض حفاظ الحدیث سے نقل کیا ہے کہ کسی حدیث سے صریحاً جہر بسم اللہ ثابت نہیں ہے مگر یہ کہ ان کی اسناد میں قبح ہے۔

اور مسانید اربعہ مشہورہ کے ارباب میں سے کسی نے بھی اس طرح کی کوئی حدیث کا اخراج نہیں کیا حالانکہ یہ کتب ضعیف احادیث پر بھی مشتمل ہیں۔

اور اسی طرح صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین وغیرہم سے لاتعداد بے حساب ائمہ کرام جہر بسم اللہ روایت نہیں کرتے تھے۔ اور اگر کبھی کسی نے کوئی روایت کی بھی تو وہ بھی صرف برائے تعلّم تھا یا کمالِ قرب کی وجہ سے جو انھوں نے ان کے بعض مقتدیوں سے سنا تھا۔

اور ترمذی نے دو باب باندھے ہیں: ایک برائے جہر تسمیہ کے لیے اور دوسرا ترک جہر تسمیہ کے لیے اور ترک جہر تسمیہ کی احادیث کو ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ اسی جانب اکثر اہل علم صحابہ کرام جیسے ابوبکر، عمر، عثمان وعلی وغیرہم اور تابعین اور ان کے مابعد بھی اسی جانب راجح ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور اس مقام پر شرح میں زیادہ کلام کر دیا ہے چنانچہ ظاہر ہو گیا کہ مذہب امام اعظم ہی اصح اور راجح ہے۔

مسئلہ سوم: قراءت خلف الامام

حدیث صحیح میں آیا ہے: **لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب .** (۱)

یعنی جس نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے ہر حال میں فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور وہ اس

(۱) صحیح بخاری:۱/۱۵۲حدیث:۷۵۷......صحیح مسلم:۱/۲۹۵حدیث:۳۹۴۔

کوفرض کہتے ہیں۔جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے :(۱)

فَاقْرَءُ وْا مَا تَیَسَّر مِنَ الْقُرْآنِ o (سورۂ مزمل:۲۰/۷۳)

قرآن میں جوتم کوآسان ہےاس کی تلاوت کرو۔

نیز حدیث صحیح میں ہے جوکہ صحاح ستہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کوتین بارنماز کا اِعادہ کروایا پھراس کوتعلیم دینے کے بعد صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا :

اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقراء بما تیسر معک من القرآن. (۲)

جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتو تکبیر کہو پھرتم کوقرآن سے بآسانی جومیسر ہواس کی تلاوت کرو۔

پس آیت اورحدیث سے مطلق قرآن کی قراءت فرض ہوئی اورحدیث فاتحہ اس کے واجب ہونے پرمحمول ہے کیونکہ کمالِ نماز فاتحہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔اورحدیث صحیح میں فاتحہ کے بغیر پڑھی ہوئی نماز کوخداج (ناتمام) فرمایا گیاہے نہ اس کے بطلان پرامر ظاہر فرمایا جیسا کہ الفتح وغیرہ اورصحاح کے حواشی میں ہے۔

شاہ عبدالغنی صاحب حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں کہ قراءت خلف الامام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجتہاد سے متعلق تھی جب آں سرورصلی اللہ علیہ وسلم کواس کے بارے میں معلوم ہوتا منع فرمادیتے تھے۔

موطا امام مالک،ترمذی اورامام احمد وغیرہم حضرت جابررضی اللہ عنہ کی روایت پرکہتے ہیں کہ جوبغیر فاتحہ کے نماز ادا کرے اورکچھ نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہویعنی امام کی اقتدا میں بغیر فاتحہ پڑھےتو نماز درست ہوتی ہے۔ترمذی نے اس حدیث کوصحیح اورحسن کہاہے۔

---

(۱) امام بیہقی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہما سے اخراج کیاہے،فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اجماع کیاہے کہ یہ روایت قرات نماز میں سے ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ اورامام ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ سے ایسا ہی کہاہے۔

(۲) صحیح بخاری:۱۵۲/۱حدیث:۷۵۷......صحیح مسلم:۲۹۵/۱حدیث:۳۹۴۔

محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے :

من كان له إمام فقراءة الامام قراءة له . (۱)

جس کا امام ہوتو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

اور یہ حدیث صحیح ہے بخاری و مسلم کے علاوہ تمام نے اس کو نقل کیا ہے اور ہدایہ میں ہے :

و عليه إجماع الصحابة .

اور اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔

اور بخاری شریف مطبوعہ کے حاشیہ پر فتح القدیر کے حوالہ سے نقل ہے کہ یہ حدیث موطا امام مالک میں بھی موجود ہے اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

کبیری میں موطا امام محمد کے حوالہ سے ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قراءت نہیں کرتے تھے پس امام کی اقتدا میں جہری و سری میں قراءت نہ کرے۔

تتمہ: درمختار میں ہے کہ قراءت خلف الامام مکروہ تحریمی ہے اور درر البحار میں مبسوط سے خواہرزادہ میں آیا ہے کہ قراءت خلف الامام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہو جاتا ہے اور یہ چند اصحاب سے مروی ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ قراءت خلف الامام سے نماز کے فاسد ہونے پر چند اصحاب سے مروی ہیں اور خزائن میں کافی سے منقول ہے کہ مقتدی کو قراءت سے منع کرنے والی مرویات اسی (۸۰) ہیں جن میں کبار صحابہ ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور عبادلہ ثلثہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ محدثین نے جملہ صحابہ کرام کے اسمائے گرامی بھی شمار کیے ہوئے ہیں اور اسی طرح نہایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے: اور امام محمد نے آثار میں کہا ہے کہ اجماعِ صحابہ کرام سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ قراءت خلف الامام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔(۲)

---

(۱) سنن ابن ماجہ:۱/۲۷۷ حدیث:۸۵۰......سنن دارقطنی:۱/۳۲۳ حدیث:۱۔

(۲) عمدة المفسرین زبدة المتکلمین امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں امام کی عقل کامل اور علم شامل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مدینہ میں سے ایک جماعت امام ہمام کے پاس قراءت خلف الامام کے بارے میں مناظرہ کی غرض سے آئی اور تشنیع کا آغاز کر دیا۔امام ہمام نے فرمایا کہ ایک شخص کا جماعت کے ساتھ مناظرہ ممکن نہیں ہے

مسئلہ چہارم: آمین بالجہر

ایک حدیث جس کو ترمذی نے 'حسن' کہا ہے- وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ولا الضآلین پڑھتے تو آمین کہتے اپنی آواز کو کھینچ کر لمبا کرتے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے آمین کو پست کہنے کا حکم فرمایا ہے۔

عینی شرح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مذہب حنفیہ کے متمسک کرنے میں ایک حدیث ہے جس کو امام احمد، ابوداؤد طیالسی اور ابویعلی موصلی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی مسانید میں اور طبرانی نے معجم میں دارقطنی نے سنن میں حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "ولا الضآلین" پڑھتے تھے تو آمین آہستہ کہتے تھے۔

حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کے نزدیک صحیح ہے مگر انہوں نے اس کو نقل نہیں کیا۔ نیز حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے وہ حنفیہ کے لیے مستند ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما بلند آواز سے آمین نہ کہتے تھے۔

ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہیے:

۱۔تعوذ ۲۔تسمیہ ۳۔آمین ۴۔ثنا (سبحانک اللّٰہم)

بقیہ....تم خود اپنے میں سے کسی زیادہ ذہین فہیم کا چناؤ کر لو پس انہوں نے اپنے میں سے ایک اعلم شخص کا انتخاب کیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ تم میں سب سے زیادہ دانا ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے ساتھ مناظرہ گویا کہ تمہارے ساتھ مناظرہ کرنا ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا الزام تمہارا الزام ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے مناظرہ میں اس کی دلیل کا رد کر دیا تو وہ تمہاری دلیل کا رد ہو گا انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا الزام حجت تمہارا کس طرح ہو گا انہوں نے کہا کیونکہ یہ ہمارا امام ہے اس کا قول ہمارا ہی قول ہے پس امام صاحب نے کہا کہ اسی طرح جب ہم نماز میں کسی کو اپنا امام بناتے ہیں تو اس کی قراءت ہماری قراءت ہے پس تمام ملزم ہوئے اور امام صاحب کی حقانیت ان پر روشن و پختہ ہوگئی کیونکہ حدیث صحیح سے یہی اشارہ ہے کہ **من له امام فقراة الامام قراءة له** جس کا امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ مذہب حنفی جامع منقول ومعقول ہے۔

نیز حنفیہ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل یہ ہے کہ اس کو آہستہ آواز میں پڑھا جائے اللہ عزوجل کے اس قول کے مطابق :

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً o (سورۂ اعراف:۵۵/۷)

تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ آواز سے پکارو۔

حاشیہ صحیح بخاری مطبوعہ میں امام عینی کے کلام کا یہ خلاصہ ہے۔

مرقاۃ اور کبیری وغیرہما میں لکھا ہے کہ جب سرّ و جہر والی حدیث میں تعارض واقع ہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اخفا کا ہے تو ہم اسی کو چنیں گے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخفا معلوم ہے۔اور قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے :

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً o

تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ آواز سے پکارو۔

اور آمین دعا ہے اور تعارض کے وقت ہم اخفا کو آیت اور قیاس کے سبب ترجیح دیں گے۔

اور مرقاۃ میں ہے کہ آمین کا قرآن میں سے نہ ہونے پر اتفاق ہے تو پھر اس کو قرآن کی مثل بلند آواز سے بھی نہ پڑھا جائے جیسا کہ قرآن میں لکھا ہوا نہیں ہے لہٰذا تعوذ پر اتفاق ہے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے۔

ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہیے:

۱۔تعوذ ۲۔تسمیہ ۳۔آمین ۴۔ثنا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل روایت ہے اور اسی طرح فقہ کی معتبرات میں منقول ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات اور ترجمہ مشکوٰۃ میں ابن ہمام رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جہر اور سماع آمین معتبر نہیں ہے۔

اسی طرح ردالمحتار میں ہے یعنی آمین کو بلند کہنا مروّج و معمول نہیں تھا بلکہ کبھی کبھی تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ سے ہے کہ آپ کبھی کبھی سرّی نماز میں آیت قرآنیہ کو بلند تلاوت فرماتے تھے جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں

میں فاتحہ اور سورہ پڑھتے تو ہم کبھی کبھی کوئی آیت سن لیتے تھے۔

بلکہ نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی صحاح میں ایک باب اس سلسلہ میں منعقد کیا ہے اور اس کا نام یہ ہے :

باب الجهر بالأية أحيانا فى صلوة الظهر والعصر .

صحیح ترمذی مطبوعہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بلند آواز سے آمین برائے تعلیم تھا۔

ابوداؤد مطبوعہ کے حاشیہ میں موجود ہے کہ لمعات میں جمع الجوامع السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر ہے کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما جہر نہیں کرتے تھے نہ آمین پر نہ بسملہ پر اور نہ ہی تعوذ پر۔

خاتمہ

تقلید اور حدیث کے ظاہر پر عمل کا بیان

اشباب ونظائر جو اصول فقہ کی معتبر کتب میں سے ایک ہے اس میں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کو نقل کیا ہے کہ چار مذاہب کے سوا کسی کی تقلید نہ کرنے پر اجماع ہے (۱) کیونکہ مذاہب ائمہ اربعہ مضبوط، مشہور اور منتشر ہیں اور ایسا بہت سی کتب میں لکھا ہوا ہے۔

---

(۱) صاحب معیار نے معتبر کتب فقہ کے اس اجماع کو نقل کرنے کے سبب میں بہت زیادہ ترمیم کی ہے اور اعتراض کیا ہے کہ اس اجماع سے نہ مرکب ہو سکتا ہے اور نہ ہی بسیط۔ زہے عیاری معیاری کہ امام فخر الدین رازی، امام ابن الہمام، ابن نجیم اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم کی معیار میں بہت زیادہ ستائش ہے اور اس مسئلہ میں ان کی بے علمی و کج فہمی کو سامنے لاتے ہوا سی کو تو اتباع ہوا کہتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ ان روایات سے مراد اجماع بسیط ہے کیونکہ مجتہدین فی المسائل جن کو طبقۂ سوم میں شمار کرتے ہیں انہوں نے اجماع کیا ہے کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی پر عمل کرنا باطل ہے اور وہ جو قاضی صاحب اور امام رازی کے کلام میں اجماع مرکب وارد ہوا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اختلاف کیا ہے۔ اس مسئلہ میں چند وجوہ جو مستفاد ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی پر عمل کرنا باطل ہے۔

شرح سفر میں ان چہار ائمہ دین اور مقتدایان ملت رضی اللہ عنہم اجمعین کو صراط مستقیم لکھا ہے کیونکہ ان نفوس قدسیہ نے احادیث، اقوال صحابہ وسلف کے ضبط وربط اور ان میں تطبیق وتوفیق کو واضح کیا ہے تفسیر وتاویل اور ناسخ ومنسوخ کے درمیان غایت درجہ کی جدوجہد اور محنت کی ہے اور اس باب میں کتاب وسنت کی روشنی میں استنباط احکام واضح ہیں غیر مجتہد کو ان کے سوا کوئی چارہ اور سبیل نہیں ہے مشائخ طریقت اور ان کے بزرگ بھی انہیں مذاہب کے پیروکار ہیں مگر جو پایۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے جو ان کے موافق یا مخالف ہوتا ہے اور اسی (شرح سفر) میں ہے کہ بالجملہ مذہب حق وطریق وصول بمنزل مقصود اور خانۂ دین میں داخل ہونے کے لیے یہی چار دروازے ہیں اور ہماری سابقہ منقولات میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ مدح سرائی کی ہے اور آپ کی راہ میں مجسمۂ ادب بنے کھڑے ہیں بلکہ معبر (جیسا کہ خیرات حسان وغیرہ) میں ہے کہ ائمہ اہل بیت اطہار سلام اللہ علیہم وعلی ابائہم نے ہمارے امام رضی اللہ عنہ کے مذہب کو اختیار و پسند فرمایا ہے اور تعریف وتوصیف کے ساتھ دعائے خیر فرمائی ہے۔(یعنی ائمہ اہل بیت نے امام کے اجتہاد کو پسند فرمایا اور دعا وثنا فرمائی)

یہ بات بھی ثابت ہے کہ مذہب حنفی منقول ومعقول کے موافق ہے اور بے شمار علماء واولیاء نے اس مذہب کو اختیار فرمایا اور اس کی متابعت میں ہمہ تن مشغول ہیں پس اس مذہب کا تمذہب (یعنی مذہب اختیار کرنا) عین اتباع کتاب وسنت ہے۔

ظاہر حدیث پر عمل کرنا

بہرحال حدیث پر عمل کرنا تو ردالمحتار جو کہ مقبول عرب وعجم ہے اس کی کتاب الصوم میں لکھا ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تتبع احادیث واخبار، ناسخ ومنسوخ کے درمیان فرق کرنا، راویوں کے احوال کو یاد رکھنا، تحقیق وتاویل، احادیث کے درمیان تطبیق وتوفیق کرنا اور اس سے متعلقہ دیگر احکام میں غور وخوض کرنا مجتہدین کا ہی خاصہ ہے۔ نیز بہت سی ایسی صورتیں ہیں جس میں ظاہر حدیث پر عمل پیدا ہونا ائمہ اربعہ کے نزدیک عبادت کو باطل کر

دیتا ہے جیسا کہ کتے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا اور بعض سر کا مسح کر کے نماز ادا کرنا یا ایسا پانی جو دَہ دردَہ (دس ہاتھ) سے کم ہو اس میں نجاست گری ہوئی ہو اور اس سے وضو کرنا اور سر کے بعض حصہ کا مسح کرنا اور ذَکر کو ہاتھ سے چھونا اور نماز ادا کرنا اور دَہ دردَہ سے کم پانی میں نجاست گری ہو اور اس سے وضو کرنا اور نماز میں فاتحہ نہ پڑھنا پس ان تمام صورتوں میں تلفیق (۱) پیدا ہو جائے گی اور ائمہ اربعہ کے نزدیک نماز جائز نہ ہوگی حالانکہ احادیث پر عمل ہوا ہے جس کو مجتہدین نے قبول کیا ہے۔ اور اسی طرح صدہا صورتیں ہیں کہ حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے سے عبادت باطل ہو جاتی ہے۔(۲)

پس بہت تعجب خیز بات ہے کہ لوگ عربی علوم سے ناواقف ہیں حالانکہ قرآن وحدیث کی فہم کا ناطہ ان سے جڑا ہوا ہے اور بعض نیم مُلّا پھر کسی طرح ظاہر حدیث پر عمل کرنے اور ترک تقلید کا دم مارتے ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ استاذ کل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب جن کی قرآن وحدیث پر استعداد وسعت علمی ہے کہ کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں ہے تمام عمر امام ہمام کی تقلید میں گزار دی اور کبھی بھی نماز میں رفع یدین نہ کیا اور بسم اللہ کو بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے بلکہ ابھی بھی اس معنی پر معتبر لوگوں کی گواہی موجود ہے بلکہ تفسیر عزیزی جلد اول میں مجتہدین کی اطاعت کو فرض کہا ہے اور ایسا نہیں کہا جائے گا کہ عامہ مومنین کی اطاعت کو خاص مجتہدین نے فرض لکھا ہے پس علما اس سے خارج ہیں جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ عوام مجتہدین کے مقابل واقع ہوئی ہے پس مجتہدین کے سوا تمام عوام مقلدین ہیں چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

---

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ بخارا کے سوالات کے جوابات ارشاد فرماتے ہوئے تلفیق کو ناجائز اور باطل لکھا ہے اور عام کتب معتبرہ میں فقہ مبین ہے کہ **ان الحکم الملفق باطل بالاجماع** (بے شک ملفق کا حکم اجماعاً باطل ہے) یعنی تلفیق کا حکم کیا گیا ہے تمام مذاہب کے نزدیک باتفاق باطل ہے۔(مطلب یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے تلفیق لازم آتی ہے اور وہ باطل ہے)

(۲) حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ کہ محدثین کی تقلید جو کہ اکثر مقلدین مجتہدین کی شان ہے وہ تقلید کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی تقلید جو کہ محدثین کے پیشوایان ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔ **اعاذنا اللہ تعالیٰ من سوء الفھم و ھدانا و ایاھم الی صراط المستقیم.** (اللہ عزوجل ہمیں قبیح سوچ سے بچائے اور ہمیں اور ان کو سیدھے راستہ پر چلائے۔)۱۲ منہ کان اللہ لہ (مذہب کے خلاف صحیح حدیث پر عمل کرنا اس مسئلہ کی تحقیق تحفۂ دستگیر یہ میں کر دی ہے اور اس جگہ نہیں کی ہے۔ واللہ ھوالہادی)

ان المقلد یشمل العامی و من له تامل فی العلم و الفهم

مقلد ہونا عوام کو شامل ہے اور جس کو علم وفہم میں تامل ہو۔

نیز عالم ربانی قیوم زمانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الحقانی جو کہ اس دیار ہند میں مایۂ افتخار ہیں، مریدین اور مستفیدین کے لیے آپ کی پند وسند زبدۃ الابرار ہیں اور عرب وعجم میں ان کا ذکر خیر مشہور اور زبان عالم پر مذکور ہے۔ نیز محدث ومحقق عالم وعارف برحق محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جن کا پورا ہندوستان علوم دینیہ کی نشر واشاعت میں مرہون منت ہے اس زمانہ کا ہر چھوٹا بڑا آپ کے خرمن فیض نشاں کا خوشہ چین ہے۔

پس یہ دونوں بزرگ حنفی المذہب تھے اور اپنی تصانیف میں جا بجا حقیت احناف کے لیے لب کشائی کرتے ہیں تابع حق کے لیے اس قدر کافی و وافی ہے اور بے یقین پیرو شُکرا کے لیے وحی آسمانی بھی غیر شافی ہے۔

اور بعض متعصبین امام المومنین رضی عنہ رب العالمین کی شان میں طعن وتوہین کرتے ہیں، علمائے ربانیین نے کتب دین میں ان کے شافی جوابات دیے ہیں اور شکوک وشبہات کی بیخ کنی کی ہے جیسا کہ اس کی خوشبو ردالمحتار اور مسند خوارزمی وغیرہما میں مسطور ہے اور یہ بات یقینی طور پر تسلیم شدہ ہے کہ طاعنان امام نعمان رضی عنہ رب الرحمٰن حسد وحقد (کینہ) میں مبتلا تھے بلکہ ان میں بعض تو کبھی امام زمان رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں بحث کرتے ہیں اور کبھی کسی وقت وہ پیشوائے جہاں رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی تحقیر کرنے میں مصروف ہوتے ہیں جبکہ تعارض کلام تو تساقط کا موجب ہے اور قاعدہ کلیہ ہے:

فاضل تر محسود تر

فاضل ترین شخص کے حسد کرنے والے بھی بکثرت ہوتے ہیں۔

اور سنت مستمرہ ہے کہ لوگوں کی زبانیں مقبولان حق میں بے صرفہ (ناجائز) جاری ہوتی ہیں۔

ردالمحتار میں لکھا ہے کہ جب امام ہمام رضی اللہ عنہ کے فضائل مشہور ہوئے تو حاسدین کی زبان درازی کی عادت قدیمہ بھی مشروع ہوگی اور آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور عقیدہ پر جس سے آپ مبرّا ہیں، طعن درازی شروع ہوگئی اور طاعنین بَر کی ہرزہ سرائی سے یہ مراد تھی۔

یرید الجاھلون لیطفؤہ

و یابی اللّٰہ الا ان یتمہ

جاہل یہ چاہتے ہیں کہ چراغ خدا کوگل کردیں اوراللہ تو اس کوروشن کرنا چاہتا ہے۔(۱)

چنانچہ حاسدین امام مالک، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم پر بھی طعن کرتے ہیں بلکہ بعض (رافضی) ابوبکر،عمراورعثمان رضی اللہ عنہم کی شان میں زبان طعن درازکرتے ہیں (۲) بلکہ بعض تو جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر کرتے ہیں۔(نعوذ باللہ من ذلک)

و من ذا الذی یبخو من الناس سالما

و للناس قـــال بالظنون و قیـــل

---

(۱) یہ شعر بھی اسی مفہوم پر مشتمل ہے ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے (مترجم)

(۲) میں نے لاہور میں سنا ہے کہ نومسلمین اکابر علماء حنفیہ مثل امام ابن الہمام اور شیخ عبدالحق جو کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے پیشوا ہیں ناشائستہ زبان استعمال کی بلکہ نوبت تو دشنام طرازی تک پہنچ چکی ہے۔نعوذ باللہ۔ میں (مولانا غلام دستگیر قصوری) نے کہا کہ جب یہ فرقہ امام ابوحنیفہ سے رہائی نہیں پاسکا تو پھر علماء وعرفاء حنفیہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے حسد کی وجہ سے ان کو مطعون کیا اور وہ جنداللہ کے زمرے میں شامل ہوئے۔

ایک شخص نے میرے استاد عالم عارف مقبول عمدہ علماء فحول جناب میاں صاحب مولانا حافظ عبدالرسول سلمہ اللہ تعالیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کی کہ حضرت آپ کے گردوپیش وہابیوں کی بکثرت شکایات آرہی ہیں،آپ نے فرمایا: الحمدللہ اس جماعت (یعنی اہل سنت) میں اہل اللہ داخل ہیں کیونکہ یہ مطعون لوگ اولیاء معظم ہیں اگر ہم کو اس لڑی میں پرو ہیں تو یہ ان کا احسان ہوگا۔

لاہور کے نومسلمین سے تو بہت تعجب ہے کہ اسلام میں داخل ہوکر پھر سواد اعظم اور جماعت میں شامل ہونے سے کیوں روکتے ہیں۔

نعوذ باللہ من الشذوذ عن جماعۃ الابرار فانہ من شذشذ فی النار. واللہ ھو الھادی ۱۲ منہ کان اللہ لہ

ہم نیک لوگوں کی جماعت سے الگ ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ جو اس سے ایک بالشت بھر بھی جدا ہو سب سے الگ جہنم میں گرا۔۱۲منہ کان اللہ لہ

اور کون ہے جو لوگوں کی زبانوں سے بچ سکے اور لوگوں کی گفتگو تو ان کے گمان کے تابع ہوتی ہے۔

مکتوبات مجددیہ میں جو کچھ امام حنفیہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھا گیا ہے وہ سب حق پر مبنی ہے:

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
حاش للہ کہ برارم بزبان ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یعنی آپ (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) بلاتکلف وتعسف کے فرماتے ہیں کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت ایک عظیم دریا کے رنگ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور تمام مذاہب مختلف رنگوں کی لکیروں اور خانوں میں (چھوٹے چھوٹے) نظر آتے ہیں اور یہ بات بھی ملاحظہ ہو کہ اہل اسلام کا سواد اعظم بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے ہیں اور یہ مذہب اصول وفروع میں اپنے تابعین کی کثرت کی وجہ سے ممتاز ہے اور استنباط (مسائل) میں اس کا طریق الگ ہے اور یہ معنی مبنی بر حقیقت ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ تقلید میں بہت سی مرسل احادیث کو احادیث مسند کے رنگ میں متابعت کے شایان شان سمجھتے ہیں اور اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور اسی طرح قول صحابی کو بھی شرف صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔

نیز مکتوبات شریف میں ہے کہ خاص کر دین میں الہام کمالات حقیہ کا مظہر ہے جیسا کہ اجتہاد مظہر احکام ہے الہام مظہر دقائق واسرار ہے جس سے اکثر لوگوں کی فہم وکوتاہ ہے۔

پس میری بات پختہ اور مقرر ہو گئی کہ سوادِ اعظم میں دخول کے لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں شامل ہونا ضروری ہے، اس سے خروج اور اس کا انکار بہت بڑے نقصان کا موجب

ہے۔(۱)

ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے :

ید اللّٰہ علی الجماعۃ اتبعوا السواد الأعظم فانہ من شذ شذ فی النار.(۲)

شیخ نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا :

یعنی اللہ کا ہاتھ اور احسان الٰہی جماعت پر ہے اور یہ حق تعالیٰ کی اہل حق کی نصرت و حفاظت کے لیے کنایہ ہے اور خاص اس کی توفیق کے ساتھ ہی احکام کا استنباط اور دریافت حق پر اطلاع ملتی ہے۔

واتبعوا السواد الأعظم .

اور تم سواد اعظم کی پیروی کرو۔

یعنی اکثر اور جمہور خاص کر تم جب اختلاف کرتے ہو اور متفرق ہو جاتے ہو اور زائل ہونے لگتے ہو تو حق تعالیٰ اس کی حفاظت اور عصمت کے لیے عذاب کو بھیجتا ہے اور ان کے احوال کو فاسد کر دیتا ہے۔

فانہ من شذ شذ فی النار .

---

(۱) ردالمحتار میں لکھا ہے کہ سلف میں بعض کا بعض کے ساتھ تکلم پیدا ہوا جیسا کہ صحابہ کرام میں واقع ہوا ہے کیونکہ یہ تمام مجتہدین تھے پس وہ اپنے مخالف کا انکار کرتے تھے خصوصا جب وہ دوسروں کی خطا پر مطلع ہوتے ہیں مگر ان کا مقصد محض نصرت دین ہوتا تھا اور ہمارے زمانہ کے علماء کا بھی عجب حال ہے یہ کھانے پینے لباس، نکاح اور بکثرت عبادات میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام اعظم کی برکت سے محروم رہنا ہی کافی ہے۔حق تعالیٰ ہم کو ان سے پناہ عطا فرمائے، ہمیشہ ہمیں مجتہدین اور جمیع صالحین کی محبت میں قائم رکھے اور قیامت کے دن ہمیں ان کے محبین کے زمرہ میں شامل فرما۔آمین **بجاہ النبی الامین صلی اللّٰہ علیہ وسلم**
اور ہادی حقیقی کے نومسلمین کو ہدایت فرما اور وہ انکار واستبرا سے باز آ جائیں اور اہل اللہ کی برکت سے محروم نہ رہیں اور انہوں نے انصاف نہیں کیا کہ جن کے آباواجداد خادم شرع، واقف اسرار دین اور دریائے اصول و فرع کہیں ان کا تکبر وغرور حضوری سے موجب بعد ہے۔منہ عفی عنہ

(۲) مستدرک حاکم:۱/۱۱۶حدیث:۳۹۶......جامع الاحادیث سیوطی:۴۳/۱۷۔

پس تحقیق جو شخص جماعت سے تنہا ہو جاتا ہے اور سواد اعظم سے الگ ہو جاتا ہے تو اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

اسی طرح مرقاۃ میں ہے کہ جماعت سے مراد فرقہ ناجی ہے وہ اہل علم وفقہ ہیں جو رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار پر لوگوں کو مجتمع کرتے ہیں۔

نقیر وقطمیر (چونچ مارنا اور کھجور اور گٹھلی کے درمیان جھلی) میں اور اپنی جانب سے کوئی تحریف و تغییر نہیں کرتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے۔

الحمدللہ یہ رسالہ پانچ (۵)، چار (۴) اور گیارہ (۱۱) کی نسبت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے امید رکھتا ہوں کہ میرے لیے اسی مناسبت اور علماے کرام کی برکت کے طفیل آخرت میں حق تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں خود قبولیت کی خلعت پہنائے اور امت حبیب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فلاح وکامرانی کے اس کو ہر خاص وعام کے لیے باعث نفع بنائے۔

اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ لَنَا بِالۡخَیۡرِ وَاخۡتِمۡ لَنَا بِالۡخَیۡرِ وَاجۡعَلۡ عَوَاقِبَ اُمُوۡرِنَا بِالۡخَیۡرِ .

اے اللہ! ہمارے لیے بھلائی کو کھول دے اور ہمارا خاتمہ خیر پر فرما اور ہمارے کاموں کا انجام خیر فرما۔

مناجات

الٰہی ایں مستغرق درمناہی

یگانہ درروسیاہی

اززادتہی دست

وازتوشہ باددرمشت

مگر دوستی دوستاں تراحرز جاں دارد

وحب محبان تراعین ایمان انگارد

عجب نیست کہ معاملہ المرءمع من احب فرمائی

وایں واجب العقوبت را مغفرت نمائی

الٰہی یہ بندہ گناہوں میں مستغرق ہے، کثرت گناہ کے سبب روسیاہی میں یگانہ ہے زاد راہ سے تہی دست ہوں اور ہتھیلی میں توشہ بھی نہیں ہے مگر تیرے دوستوں کے ساتھ دوستی کو بہت عزیز رکھتا ہوں اور تیرے محبوبوں کے ساتھ محبت کو عین ایماں سمجھتا ہوں، یہ عجب نہیں ہے کہ تو میرے ساتھ ایسا معاملہ فرمائے کہ آدمی نے جس کے ساتھ محبت کی اسی کے ساتھ ہوگا اور تُو اس یقینی سزا کے حق دار کی مغفرت فرما۔

یا الٰہی تو نے اپنے مقرب بندوں کے ساتھ اصحاب کہف کے کتے کی دوستی کو بیان کیا ہے کہ ان کا کتا غار کے منہ پر کہنیوں کو پھیلائے بیٹھا ہے اور یہ بے چارہ ناکارہ تیرے دوستوں کے کوچہ کے کتوں کی خاک کے برابر بھی (خود کو) نہیں سمجھتا اور تیری رحمت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ تُو میری خاک کو اڑا دے، مجھ میں فرق پیدا نہ فرما اور تُو مجھے اسی حالت میں زندہ رکھ اور موت دے اور پھر مجھے (بزم محشر میں) اٹھا۔

الٰھی کمال نیست کہ افتخار آید و جمال نیست کہ بپار اید و اعمال نیست کہ مدد فرماید و مال نیست کہ بکار آید

یا الٰہی میرے پاس کوئی کمال نہیں ہے کہ اس پر فخر کروں اور نہ ہی جمال ہے کہ تیری بارگاہ میں پیش کرسکوں اور نہ ہی اعمال اس قدر ہیں کہ تُو مدد فرمائے اور نہ ہی مال ہے کہ کام آئے۔

ہمارے اوپر رحم فرما اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!

ہم پر کرم فرما اے ہمارے کریم جل جلالہ وعم نوالہ!

نا اُمید کو پُر امید فرما دے اور اپنے مقبولین کی شفاعت سے دو جہاں میں ثمر آور فرما۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند
دردم نہفتہ بہ زطبیباں مدعی — باشد کہ از خزانہ غیبم دوا کنند

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و عترتہ اجمعین .

تقریظ

حضرت عمدۃ الاولیاء والعلماء مرشد ہرزکی وغبی مولانا الحافظ

غلام نبی للہ والے خلیفہ حضرت میاں صاحب قصوری

قد طالعتها من اولها الی آخرها فوجدتها صحیحة مطابقة للمعتبرات و هذا القدر کاف للمنصف العقیل و لا جدوی للمتعسف المتعصب و لو تلیت علیه التورة و الانجیل. (۱)

العبد فقیر غلام نبی احمدی عفی عنہ

تقریظ

حضرت زبدہ علماء کاملین مولانا الحافظ خلیفہ حمید الدین

خلف الصدق حضرت استاذ الکل خلیفہ صاحب لاہوری

طالعت هذه الرسالة فوجدتها عجالة نافعة مشتملة علی ذکر الصالحین مع بعض مسائل الدین مترجمة عن عبارات المعتبرین کافیة للمنصفین لا للمتعصبین. (۲)

واما العبد الراجی رحمة رب العالمین الخلیفه حمید الدین عفی عنه.

---

(۱) میں نے از اول تا آخر اس کا مطالعہ کیا تو اسے معتبرات کے مطابق بالکل درست پایا۔ایک منصف مزاج کے لیے اتنا بہت ہے،اور متعصب وجاہل کی تسکین ممکن نہیں،حتیٰ کہ توریت وانجیل کی تلاوت سے بھی اسے تسلی وتشفی نہیں ہوسکتی۔

(۲) مجھے اس رسالے کو پڑھنے کا شرف نصیب ہوا۔میں نے اسے صالحین کے ذکر پر مشتمل بہت ہی نفع بخش پایا۔نیز اس میں معتبرات سے بہت سے دینی مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں جو متعصبین کو چھوڑ کر اہل انصاف کے لیے یقیناً مفید ونافع ہوں گے۔

تقریظ

حضرت حضرت واعظ لوجہ اللہ مولوی حافظ ولی اللہ لاہوری

قد سمعت هذه الرسالة فوجدتها موافقا لعقائد الاسلام الحق ما قال السيد الطحطاوى فى حاشية الدر المختار قال بعض المفسرين و هذه الطائفة المسماة باهل السنة والجماعة قد اجتمعت اليوم فى المذاهب الاربعة و من كان خارجا من هذه المذاهب فهو من اهل البدعة والنار. كان عزالدين اذا افتى عاميا بحكم امامه يامره بجميع شروطه و يقول له ان تركت شرطا لم تصح عبادتك. فكل من خطا مجتهدا بعينه فكانه خطا الشارع. و ليس فى قوة احد بعد الاربعة ان يبتكر الاحكام و يستخرجها من الكتاب والسنة. الكل من ميزان الشعرانى . (۱)

حافظ ولی اللہ حنفی لاہوری

تاریخ تالیف وطبع لفظ ''غفرہ'' آمدہ

یعنی حق تعالیٰ اس رسالہ کے مولف وعامل کو بخشے۔

(۱) میں نے اس رسالے کی سماعت کی تو اسے بالکل عقائد اسلام کے مطابق پایا۔سید طحطاوی نے درمختار کے حاشیے پر بڑی اچھی بات فرمائی ہے کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اہل سنت و جماعت نامی یہ گروہ اس وقت مذاہب اربعہ میں منحصر ہے۔لہٰذا جو شخص ان چاروں مذاہب میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتا تو وہ بدعتی اور ناری ہے۔شیخ عز الدین جب کسی شخص کو فتویٰ دیتے تو اس کے امام کی جمیع شرطوں کے عین مطابق دیتے اور فرماتے کہ اگر تم نے ان میں سے کسی ایک شرط کو بھی ترک کیا تو تیری عبادت ناقص تصور کی جائے گی۔جس نے کسی مجتہد کو خاطی جانا اس نے گویا شارع پر انگشت نمائی کی ۔ائمہ اربعہ کے بعد اب یہ کسی کے امکان میں نہیں کہ احکام کو نکالے اور کتاب وسنت سے ان کی تخریج کرے۔ہم نے یہ ساری باتیں امام شعرانی کی کتاب 'میزان الشریعۃ الکبریٰ' کی روشنی میں پیش کی ہیں۔

نتیجۂ فکر

''غبارِ راہِ طیبہ'' محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری (حسن ابدال-پاکستان)

۱۴۳۵

جو نقش عظمت ارباب حق ہے
نہ ہو گا وقت کی گردش سے زائل
کسی طوفان تند و تیز سے بھی
نہ گل ہو گا چراغ مرد کامل

قطعۂ تاریخ طباعت رسائل محدث قصوری (جلد اول)

وہ تصویر کمالات و فضائل — محقق اور عالم اور فاضل
برائے عظمت دین محمد — قصوری نے لکھے عمدہ رسائل
کیا اسلام کا اس نے بڑا کام — میسر تھے نہ جب اتنے وسائل
جو عالی مرتبہ اہل نظر ہیں — قصوری کی ہیں اس نیت کے قائل
اکٹھے کر دیے ثاقب رضا نے — قصوری کے اہم تر دس رسائل
علو عزم اور بااخلاق ثاقب — وہ اب ان کی اشاعت پر ہے مائل
یہ اس کی قابل تحسین کاوش — قبول عام ہو گا اس کو حاصل

کہی طارق نے تاریخ اشاعت
''صحیفہ'' کہہ کے ''فیضان رسائل''

۱۹۳ + ۱۲۴۲ = ۱۴۳۵ ہجری

مادۂ تاریخ سن عیسوی: ''چراغ خیر'' 2014عیسوی

☆☆☆☆☆